لإمام المحدّثین نجم المفسرین زبدۃ المحققین

العلامۃ الشیخ مولانا **محمد موسیٰ** الروحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیّب آثارہ

اثمار التكميل

لما في

انوار التنزيل

الجزء الأول والثاني

مقدمة شرح البيضاوی

المسمّاة

اثمار التکمیل

لما فی

انوار التنزیل

الجزء الأوّل والثانی

لإمام المحدّثین نجم المفسّرین زبدة المحقّقین
العلامة الشیخ مولانا محمّد موسیٰ الرّوحانی البازی
رحمه الله تعالیٰ وطیّب آثاره

إدارۂ تصنیف وأدب

مصنّفِ کتابِ ہذا

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیب آثارہ

کے بارے میں چند مختصر کلمات

اور ان کی زندگی کے مختصر حالات

فہرست جزء اول کے لیے یہاں کلک کریں

فہرست جزء ثانی کے لیے یہاں کلک کریں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ أَمَّا بَعْدُ!

هَيْهَاتَ لَا يَأْتِي الزَّمَانُ بِمِثْلِهِ
إِنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِهِ لَبَخِيْلُ

ترجمہ "یہ بات بڑی بعید ہے، زمانہ ان جیسی شخصیت نہیں لائے گا۔
بیشک ایسی شخصیات کے لانے میں زمانہ بڑا بخیل ہے"۔

محدث اعظم، مفسر کبیر، فقیہ افہم، مصنفِ افخم، جامع المعقول والمنقول، شیخ المشائخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہ فی دار السلام کی شخصیت علمی دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اپنے عہد میں دنیا بھر کے ذہین لوگوں میں سے ایک تھے۔ آپ کی علمی مصروفیات قدرت نے آپ کی تسکین کیلئے پیدا کر رکھی تھیں۔

لاریب! ان کی شخصیت سدا یادگار رہے گی۔ اس وقت ان کی موت سے چمنستانِ اسلام اجڑ گیا ہے، علماء یتیم ہو گئے ہیں اور اہل اسلام ان کے علم وفقہ سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کی باتیں بے شمار ہیں، ان کے سنانے والے بھی بے شمار ہیں۔ ان کی زندگی کے مختلف گوشے لوگوں کے سامنے ہیں اور زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی مانند ہے۔

کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

اللہ تعالیٰ کے دربارِ جلال و جمال میں حضرت محدث اعظمؒ کا مقام

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو عند اللہ جو مقام و مرتبہ حاصل تھا اور اس سلسلے میں آپ کو جن کرامتوں اور خصائص سے اللہ تعالیٰ نے نوازا اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ ذیل میں اختصاراً ایک دو واقعات ذکر کیے جا رہے ہیں۔

(۱) حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک سے جنت کی خوشبو کا پھوٹنا

تدفین کے بعد شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کی قبر اطہر اور مٹی سے خوشبو آنا شروع ہوگئی جس نے پورے میانی قبرستان کو معطر کر دیا۔ دُور دُور تک فضا انتہائی تیز خوشبو سے مہکنے لگی اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو اس ولی اللہ کی قبر پر حاضری دینے کیلئے اُمڈ پڑا، ملک کے کونے کونے سے لوگ پہنچنے لگے اور تبرکاً مٹی اٹھا اٹھا کر لے جانے لگے۔ قبر مبارک پر مٹی کم ہونے لگتی تو اور مٹی ڈال دی جاتی۔ چند ہی منٹوں میں وہ مٹی بھی اسی طرح خوشبو سے مہکنے لگتی۔ قبر کے پاس چند منٹ گزارنے والے شخص کا لباس بھی جنّتی خوشبو سے معطر ہو جاتا اور کئی کئی دن تک اس لباس سے خوشبو آتی۔

یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ عالم اسلام کی چودہ صدیوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد حضرت شیخؒ تیسری شخصیت ہیں جن کی مرقد اطہر سے جنت کی خوشبو جاری ہوئی جو الحمد للہ سات ماہ سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود ابھی تک جاری ہے۔ حضرت شیخؒ اللہ تعالیٰ کے کتنے برگزیدہ اور محبوب بندے تھے ان کی اس عظیم کرامت نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ یہ عظیم الشان کرامت جہاں حضرت محدثِ اعظمؒ کی ولایتِ کاملہ کی واضح دلیل ہے وہاں مسلکِ دیوبند کیلئے بھی قابل صد فخر بات ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے محبت

اس زمین پر عرشِ بریں کے آخری نمائندہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت محدث اعظمؒ کی محبت و عقیدت عشق کی آخری دہلیز پر تھی۔ درسِ حدیث میں یا گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر فرماتے تو رِقّت طاری ہو جاتی، آنکھیں پُرنم ہو جاتیں اور آواز حلق میں اٹک جاتی۔

ایک مرتبہ حضرت شیخؒ بمعہ اہل و عیال حج کیلئے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ حج کے بعد چند روز مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ مولانا سعید احمد خانؒ (جو کہ تبلیغی جماعت کے بڑے بزرگوں میں سے تھے) کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ کی بمعہ اہل خانہ اپنی مدینہ منورہ والی رہائشگاہ پر دعوت کی۔ دعوت کے دوران والد محترمؒ، مولانا سعید احمد خانؒ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص (جو کہ مدینہ منورہ ہی کا رہائشی تھا) آیا، اس نے جب محدثِ

اعظم شیخ الشیوخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کو اس مجلس میں تشریف فرما دیکھا تو انہیں سلام کر کے مؤدبانہ انداز میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ حضرت میں آپ سے معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوا ہوں، آپ مجھے معاف فرمادیں۔ والد ماجدؒ نے فرمایا بھائی کیا ہوا؟ میں تو آپ کو جانتا ہی نہیں، نہ کبھی آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔ تو کس بات پر معاف کروں؟ وہ شخص پھر کہنے لگا کہ بس حضرت آپ مجھے معاف کردیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی وجہ بتلاؤ تو سہی؟ وہ شخص کہنے لگا کہ جب تک آپ معاف نہیں فرمائیں گے میں بتلا نہیں سکتا۔ تو اپنے مخصوص لب ولہجہ میں والد صاحبؒ نے فرمایا اچھا بھئی معاف کیا، اب بتلاؤ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا حضرت میری رہائش مدینہ منورہ میں ہی ہے۔ میں اپنے رفقاء اور ساتھیوں سے اکثر آپ کا نام اور آپ کے علم وفضل کے واقعات سنتا رہتا تھا چنانچہ میرے دل میں آپ کی زیارت وملاقات کا شوق پیدا ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تمنا بڑھتی گئی مگر کبھی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوسکا۔

اتفاق سے چند دن قبل آپ مسجد نبوی میں نوافل میں مشغول تھے کہ میرے ایک ساتھی نے مجھے اشارے سے بتلایا کہ یہ ہیں مولانا محمد موسیٰ صاحب جن کے بارے میں تم اکثر پوچھتے رہتے ہو۔ میں نے چونکہ اس سے پہلے آپ کو دیکھا نہیں تھا اس لئے میرے ذہن میں آپ کے بارے میں ایک تصور قائم تھا کہ پھٹا پرانا لباس ہوگا، دنیا کا کچھ پتہ نہیں ہوگا تو جب میں نے نوافل پڑھتے ہوئے آپ کا حلیہ اور وجاہت دیکھی (حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا لباس سادہ سا ہوتا، سفید لمبا جبّہ نما کُرتا پہنتے، شلوار ٹخنوں سے بالشت بھر اونچی ہوتی، سر پر سفید پگڑی باندھتے اور پگڑی کے اوپر عربی انداز میں سفید رومال ڈال لیتے مگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے علمی جلال کے ساتھ ساتھ ظاہری جمال اور رعب بھی بے انتہاء بخشا تھا، نیز نسبتاً دراز قامت بھی تھے اس لئے اس سادہ سے لباس میں بھی آپ کی وجاہت وشان کسی بادشاہِ وقت سے کم معلوم نہ ہوتی اور آپ کو نہ جاننے والے بھی آپ کی شخصیت سے انتہائی مرعوب ہوکر ادب سے ایک طرف ہوجاتے۔) تو میرے ذہن میں جو پھٹے پرانے لباس کا تصور تھا وہ ٹوٹ گیا اور میرے دل میں آپ کے بارے میں کچھ بدگمانی پیدا ہوگئی چنانچہ میں آپ سے ملے بغیر ہی واپس لوٹ گیا۔

اسی رات کو خواب میں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی غصے میں ہیں۔ میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوگئی کہ آپ ناراض دکھائی دے رہے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تم میرے موسیٰ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو،
فوراً میرے مدینے سے نکل جاؤ"۔

میں خوف سے کانپ گیا، فوراً معافی چاہی، تو نبی کریم ﷺ فرمانے لگے۔

"جب تک ہمارا موسیٰ معاف نہیں کرے گا میں
بھی معاف نہیں کروں گا"۔

یہ خواب دیکھنے کے بعد میں بیدار ہوگیا اور اس دن سے میں مسلسل آپ کو تلاش کر رہا ہوں مگر آپ کی جائے قیام کا پتہ نہیں لگا سکا۔ آج آپ سے یہاں اتفاقاً ملاقات ہوگئی تو معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوگیا ہوں۔ حضرت شیخؒ نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ پر رقّت طاری ہوگئی اور آپ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔

ان واقعات سے بخوبی علم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک نہایت بلند مقام و درجہ حاصل تھا۔ خاص طور پر مدینہ منورہ میں پیش آنے والا مذکورہ بالا واقعہ تو اس قدر عجیب وغریب ہے کہ قرونِ اولیٰ کے علماء ومشائخ کے تذکروں میں بھی اس جیسی مثال خال خال ہی ملتی ہے۔

آپ تصور تو کیجئے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا کیا مقام ومرتبہ ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کو آپ سے کس قدر محبت ہوگی کہ آپ کے بارے میں مدینہ منورہ کے اس شخص کی معمولی سی بدگمانی پر رسول اللہ ﷺ نے انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ سخت غضب کی وجہ سے اسے مدینہ سے ہی نکل جانے کا حکم فرمایا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں اور ان عالی مرتبت اولیاء میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔
ترجمہ "جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی،
مَیں اس شخص سے اعلان جنگ کرتا ہوں"۔

ذرا اس حدیثِ قدسی کو دیکھئے اور پھر مذکورہ واقعہ پر غور کیجئے بلکہ یہاں تو رنگ ہی نرالا ہے کہ اس شخص نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو نہ تو ہاتھ سے کوئی تکلیف پہنچائی، نہ استہزاء کیا، نہ اہانت وتحقیر کی، نہ زبان سے کوئی برے الفاظ وکلمات ادا کئے بلکہ صرف دل ہی دل میں آپ کے بارے میں بدگمانی کی مگر دشمنی کے معمولی اثرات والی اس حالت وکیفیت پر بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا غضب حرکت میں آگیا اور اسے اپنے شہر کو چھوڑنے اور اس سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

مختصر حالاتِ زندگی

محدث اعظم، مصنف افخم، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ ڈیرہ اسماعیل خان کے مضافات میں واقع ایک گاؤں کٹہ خیل میں مولوی شیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ محترم عالم وعارف اور زاہد وسخی انسان تھے، انکی سخاوت کے قصے گاؤں کے لوگوں میں زبان زدِ عام ہیں۔ آپ کے والدِ محترم مولوی شیر محمدؒ کی وفات ایک طویل مرض، پیٹ اور معدہ میں پانی جمع ہونے، کی وجہ سے ہوئی۔ حضرت شیخؒ کی عمر اس وقت پانچ سال یا اس سے بھی کم تھی۔

والدِ محترم کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش آپ کی والدہ محترمہ نے کی جو کہ بہت ہی صالحہ، صائمہ اور قائمہ للہ تعالیٰ خاتون تھیں۔ آپ نے والدہ محترمہ کی نگرانی ہی میں دینی تعلیم حاصل کی، یہی آپ کے والدِ محترم کی وصیت بھی تھی۔

والدِ محترم مولوی شیر محمدؒ کی وفات کے بعد آپ ان کی قبر پر زیارت کیلئے حاضر ہوتے تو قبر میں سے قرآن حکیم کی تلاوت کی آواز سنائی دیتی خصوصاً "سُورةُ المُلك" کی تلاوت کی آواز آتی۔ حدیث شریف میں سورۂ ملک کے بارے میں آیا ہے کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کیلئے شفاعت کا باعث بنتی ہے۔

یہ ان کی عجیب وغریب کرامت تھی جسے والد ماجد محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ نے اپنی تصنیف شدہ کتاب "أثمارُ التكميل" (یہ حضرت شیخؒ کی تصنیف کردہ بیضاوی شریف کی شرح "أزهارُ التسهيل" کا دو جلدوں پر مشتمل مقدمہ ہے، اصل کتاب تقریباً پچاس جلدوں پر مشتمل ہے) میں بھی تفصیلاً ذکر فرمایا ہے۔ حضرت شیخؒ کے جدامجد "احمد روحانی رحمہ اللہ تعالیٰ" بھی بہت بڑے عالم اور صاحب فضل وکمال انسان تھے۔ افغانستان میں غزنی کے پہاڑوں کے مضافات میں ان کا مزار اب بھی مرجع عوام وخواص ہے۔

حضرت شیخ محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ نے ابتدائی کتبِ فقہ اور فارسی کی تمام کتابیں مثلاً پنج گنج، گلستان، بوستان وغیرہ گاؤں کے علماء سے پڑھیں، اس دوران گھر کے کاموں میں والدہ محترمہ کا ہاتھ بھی بٹاتے۔ گاؤں میں بارش کے علاوہ پانی کے حصول کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا، آپ بعض اوقات پانی لانے کیلئے تین تین میل کا سفر کرتے۔

گاؤں میں کتابیں پڑھنے کے بعد آپ بعض علماء کے حکم پر تحصیل علم کیلئے تقریباً گیارہ سال کی کم عمری میں عیسیٰ خیل چلے گئے۔ تحصیل علم کیلئے یہ آپ کا پہلا سفر تھا۔ یہاں پر چند ماہ میں ہی آپ نے علم الصرف کی کئی کتابیں زبانی یاد کرلیں۔

بعدۂ ابا خیل ضلع بنوں تشریف لے گئے اور دو سال میں علم الصرف کی تمام کتب فصول اکبری تک اور نحو کی کتابیں کافیہ تک اور منطق کی ابتدائی کتب مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ اور خلیفہ جان محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیر نگرانی ازبر کیں۔

اس کے بعد مفتی محمودؒ کے ہمراہ عبد الخیل آ گئے اور یہاں پر دو سال میں ان سے شرح جامی، مختصر المعانی، سلم العلوم تک منطق کی کتابیں، مقامات حریری، اصول الشاشی، میبذی شرح ہدایۃ الحکمۃ، شرح وقایہ اور تجوید و قراءت کی بعض کتب پڑھیں۔

مزید علمی پیاس بجھانے کیلئے آپ اکوڑہ خٹک دار العلوم حقانیہ تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے تقریباً دو سال قیام کیا جس دوران آپ نے منطق کی تمام کتابیں ماسوائے قاضی مبارک اور فلسفہ کی تمام کتب، علم میراث، اصولِ فقہ اور ادب عربی کی کتب پڑھیں۔

سالانہ چھٹیوں کے دوران مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے دورۂ تفسیر میں شرکت کیلئے راولپنڈی آ گئے۔ اس کے بعد مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں داخلے کیلئے تشریف لے گئے۔ قاسم العلوم میں داخلے کا امتحان صدرا، حمد اللہ اور خیالی جیسی مشکل کتابوں میں زبانی دیا۔ ممتحن نے حیران ہو کر قاسم العلوم کے صدر مدرّس مولانا عبد الخالق رحمہ اللہ تعالیٰ کو بتلایا کہ ایک پٹھان لڑکا آیا ہے جسے سب کتابیں زبانی یاد ہیں۔ یہاں آپ تقریباً تین سال تک حصولِ علم میں مشغول رہے اور فقہ، حدیث، تفسیر، منطق، فلسفہ، اصول اور علم تجوید و قراءتِ سبعہ کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت شیخؒ کو اللہ جل شانہ نے بے انتہاء قوتِ حافظہ اور سریع الفہم ذہن عطا کیا تھا۔ زمانۂ طالب علمی میں ہی آپ اپنے تمام ہم جماعتوں پر فائق رہے۔ آپ کے اساتذہ آپ کی شدتِ ذکاوت، قوتِ حافظہ اور وسعتِ مطالعہ پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے۔ آپ مشکل سے مشکل عبارت اور فنی پیچیدگی کو، جس کے حل سے اساتذہ بھی عاجز آ جاتے، ایسے انداز میں حل فرماتے اور فی البدیہہ ایسی تقریر فرماتے کہ یوں محسوس ہوتا جیسے اس مقام پر کوئی اشکال تھا ہی نہیں۔

تدریس سے وابستہ ہونے کے بعد تمام کتبِ فنونِ عقلیہ و نقلیہ کے دروس میں آپ طلباء و علماء کے سامنے اس فن کے ایسے مخفی نکات اور علومِ مستورہ بیان فرماتے کہ سننے والے یہ گمان کرنے لگتے کہ شاید آپ کی ساری عمر اسی ایک فن کے حصول و تدریس اور استحکام میں گزری ہے۔ تمام فنون میں آپ کے اسباق کی یہی کیفیت ہوتی اور آپ اس فن کی انتہائی گہرائی میں جا کر لطائف و بدائع کو ظاہر فرماتے۔

حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جن علوم و فنون میں مکمل دسترس و مہارت حاصل تھی اس کا ذکر وہ خود بطور تحدیثِ نعمت اپنی بعض تصانیف میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"وممّامَنّ اللہ تعالی علیَّ التبحّرَفی العُلومِ کلِّھا النقلیۃ والعقلیّۃ من علم الحدیث و علم التفسیر وعلم الفقہ وعلم أصُول التفسیر وعلم أصول الحدیث وعلم أصول الفقہ وعلم العَقائد و علم التاریخ وعلم الفِرَق المختلفۃ وعلم اللُّغۃ العربیۃ وعلم الأدب العربی المشتمِل علی اثنی عشرَ فنًّا وعِلمًا کما صرّح بہ الأدباء وعلم الصرف وعلم الاشتقاق وعلم النحو وعلم المعانی وعلم البیان وعلم البدیع وعلم قرض الشعر وعلم المنطق وعلم الفلسفۃ الأرسطویۃ الیونانیۃ والإلٰھیّات من الفلسفۃ الیونانیۃ و علم الطبیعیات من الفلسفۃ الیونانیۃ وعلم السماء والعالم وعلم الرّیاضیات من الفلسفۃ الیونانیۃ وعلم تھذیب الأخلاق وعلم السیاسۃ المدَنیۃ من الفلسفۃ وعلم الھندسۃ أی علم أقلیدس الیونانی وعلم الأبعاد وعلم الأُکُر وعلم اللّغۃ الفارسیّۃ والأدب الفارسی وعلم العروض وعلم القوافی وعلم الھیئۃ أی علم الفلک البطلیموسی الیونانی وعلم التجوید للقرآن وعلم ترتیل القرآن وعلم القراءات" .

آپ دورانِ درس خارجی قصے سنانا پسند نہیں فرماتے تھے مگر اس کے باوجود مشکل سے مشکل کتاب کا درس بھی جب شروع فرماتے تو مغلق سے مغلق عبارات و مقامات حل ہوتے چلے جاتے اور سننے والوں پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ جی چاہتا کہ درس جاری رہے کبھی ختم نہ ہو۔ یوں معلوم ہوتا جیسے حضرت شیخؒ کے علم نے طلباء پر سحر کر کے انہیں مدہوش کر دیا ہے اور انہیں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں۔ درس جس قدر بھی طویل ہوتا چلا جاتا طلباء پہلے سے زیادہ ہشاش بشاش و تازہ دم نظر آتے اور ایسا لگتا جیسے آپ نے ان میں ایک علمی قوت بھر دی ہو۔

سب سے زیادہ شہرت آپ کے درسِ ترمذی اور درسِ تفسیر بیضاوی کو حاصل ہوئی۔ دُور دراز سے طلباء و علماء آپ کے درس میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے کھچے چلے آتے۔ آپ کا درسِ حدیث بعض اوقات پانچ چھ گھنٹوں تک مسلسل جاری رہتا۔ شدید سے شدید بیماری میں بھی، جبکہ حضرت شیخؒ کیلئے بیٹھنا بھی مشکل ہوتا، یہی صورتِ حال رہتی اور بیماری کے باوجود کئی کئی گھنٹوں کی تقریر کے بعد بھی آپ پر تھکن کے آثار دکھائی نہ دیتے۔ طلبہ سے فرماتے "بھئی یہ سب علم حدیث کی برکات ہیں"۔

خاص طور پر آپ کا درسِ ترمذی پورے پاکستان بلکہ پوری دنیا میں اپنی مثال آپ تھا جس میں آپ جامع ترمذی کی ابتداء سے لیکر انتہاء تک ہر ہر حدیث کا ترجمہ کرتے، مشکل الفاظ کی صرفی و نحوی تحقیق کرتے، مآخذ بتلاتے، محاوراتِ عرب کی تفاصیل سے مطلع فرماتے اور تمام مسائل پر انتہائی مفصل و سیر حاصل بحث بھی فرماتے۔ مسائل میں عام طریقۂ کار کے مطابق دو یا چار مشہور مذاہب بیان نہ فرماتے بلکہ اکثر مسائل میں آپ سات سات یا آٹھ آٹھ مذاہب بیان فرماتے، ہر فریق کی تمام ادلّہ ذکر کرتے اور پھر ہر دلیل کے کئی کئی جوابات احناف کی طرف سے دیتے۔ بعض

اوقات فریقِ مخالف کی ایک ہی دلیل کے جوابات کی تعداد پندرہ بیس سے بھی بڑھ جاتی۔

آپ کے درس کی سب سے خاص بات " قَالَ " کیساتھ " أَقُوْلُ " کا ذکر تھا یعنی " میں اس مسئلے میں یوں کہتا ہوں "۔ حضرت شیخؒ کو اللہ تعالیٰ نے استخراجِ جوابِ جدید کا بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ اکثر مسائل ومباحث میں اپنی جانب سے دلائلِ جدیدہ وتوجیہاتِ جدیدہ ذکر فرماتے اور وہی جوابات وتوجیہات سب سے زیادہ تسلی بخش ہوتیں۔ بعض اوقات ایک ہی مسئلے میں صرف آپ کی اپنی توجیہات وجوابات کی تعداد اس مسئلے میں اسلاف سے مروی مجموعی توجیہات سے بڑھ جاتی اور ساتھ ساتھ یہ فرماتے۔

" مولانا یہ میری اپنی توجیہات واَدِلّہ ہیں اس مسئلہ میں، روئے زمین کی کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملیں گی۔ بڑی دعاؤں وآہ وزاری اور بہت راتیں جاگنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں ان کا القاء والہام کیا ہے "۔

اس جلالتِ علمی کے باوجود عاجزی کا یہ عالم تھا کہ اپنے جوابات و توجیہات کی نسبت اپنی طرف کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی جانب فرماتے تھے کہ بندہ کچھ بھی نہیں، وہی ذات سب کچھ ہے۔ یہ عاجزی وانکساری ان کی سینکڑوں تصنیف شدہ کتابوں میں بھی نظر آتی ہے۔ مصنف حضرات عام طور پر اپنی تصنیفات پر اپنے نام کے ساتھ مختلف القاب بھی لگاتے ہیں مگر حضرت شیخؒ نے اپنی ہر تصنیف پر عاجزی وانکساری کی راہ اپناتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ عبدِ فقیر یا عبدِ ضعیف (کمزور بندہ) لکھا جو اُن کی انکساری کی واضح مثال ہے۔ عجز وانکساری کا ساتھ حالتِ نزع میں بھی نہ چھوڑا اور ایسی حالت میں بھی زبان ادب کا دامن پکڑے انکساری وعاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اس ذات وحدہ لاشریک لہ کو اس انداز میں پکارتی رہی۔

" إِلٰهِيْ أَنَا عَبْدُكَ الضَّعِيْفُ ".

یعنی " یا اللہ ! میں تیرا کمزور بندہ ہوں "۔

حضرت محدث اعظمؒ کے اوقات میں اللہ جلّ جلالہ نے بہت زیادہ برکت رکھی تھی۔ آپ قلیل سے وقت میں کئی گنا زیادہ کام کر لیتے جس کا اندازہ آپ حضرت شیخؒ کے درسِ ترمذی سے لگا سکتے ہیں کہ ترمذی کی ہر حدیث کا ترجمہ بھی ہو، تمام مشکل الفاظ کی صرفی ونحوی تحقیقات وماٰخذ کی توضیح بھی ہو، پھر تمام مسائل پر اتنی مفصل بحث ہو جیسا کہ ابھی بیان ہوا اور ان سب پر مستزاد یہ کہ آپ سب طلباء سے کاپیاں بھی لکھواتے، چنانچہ مسلسل تقریر کرنے کی

بجائے ٹھہر ٹھہر کر املاء کے انداز میں طلباء کو مسائل لکھواتے جس دوران آپ ہر جملے کو کم از کم دو یا تین مرتبہ ضرور دہراتے مگر ان سب باتوں کے باوجود وقت میں اتنی برکت ہوتی کہ جامع ترمذی سالانہ امتحانات سے قبل ہی اطمینان وتسلی سے ختم ہوجاتی اور اس کے ساتھ ساتھ ہر طالب علم کے پاس آپ کی مکمل درسی تقریر بھی مستقبل کیلئے محفوظ ہوجاتی۔

آپ کی زندگی میں ہی آپ کے علمی تفوّق کا اقرار بڑے بڑے علماء کرتے تھے۔ امام کعبہ شیخ معظم محمد بن عبد اللہ السبیل مدّظلہ ایک مرتبہ علماء کرام کی مجلس میں فرمانے لگے۔

”میں اس وقت دنیا کے مرکز (مکہ مکرمہ) میں بیٹھا ہوں۔ دنیا بھر کے علماء میرے پاس تشریف لاتے ہیں مگر میں نے آج تک شیخ روحانی بازی جیسا محقق ومدقّق عالم نہیں دیکھا“۔

تصنیف وتالیف کیساتھ ساتھ وعظ وتبلیغ وارشاد کے میدان میں بھی اللہ جل شانہ نے آپ سے بہت کام لیا۔ اس سلسلے میں آپ خود اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں۔

” واللہ تعالی بفضلہ ومنّہ وفّقنی للعمل بجمیع أنواع الدعوۃ والإرشاد والحمد للہ والمنّۃ.

فقد أسلم بإرشادی وجهدی المسلسل فی ذلك أكثر من ألفی نفر من الكفار وبایعوا علی یدی و آمنوا بأن الإسلام حق وشهدوا أنّ اللہ تعالی واحد لاشریك له ودخلوا فی دین اللہ فرادٰی وفوجًا.

حتی رأیت فی بعض الأحیان أسرۃ كافرۃ مشتملۃ علی عشرۃ أشخاص فصاعدًا أسلموا وبایعوا للإسلام علی یدی بإرشادی فی وقت واحد وساعۃ واحدۃ والحمد للہ ثم الحمد للہ.

وفی الحدیث لأن یهدی اللہ بك رجلًا واحدًا خیر لك مما تطلع علیه الشمس وتغرب.

خصوصًا أسلم بإرشادی و تبلیغی نحو خمسین نفرًا من الفرقۃ الكافرۃ الملحدۃ القادیانیۃ أصحاب المتنبی الكذّاب الدجال مرزا غلام أحمد.

وأسلم غیر واحد من الفرقۃ الكافرۃ طائفۃ الذكریین بإرشادی ونصحی وبما بذلت مجهودی وقاسیت المشقۃ الكبیرۃ فی الإرشاد والتبلیغ.

والفرقۃ الذكریۃ فرقۃ فی بلادنا لایؤمنون بكون القرآن كتاب اللہ تعالی ولا یحجّون إلی كعبۃ اللہ المباركۃ بل بنوا بیتًا فی دیار مكران من دیار باكستان یحجّون إلیه ولهم عقائد زائغۃ.

وأمّا إرشادي المسلمين العُصَاة التاركين لأداء الزكاة والصلوات والصوم وغيرها فله نتائج طيبة وأحسن . ولله الحمدُ والفضل ومنه التوفيق . فقد تاب آلاف من المجرمين المجاهرين بالفسق من الرجال والنساء وأصبحوا من مقيمي الصلوات وتوجّهوا الى إداء الزكاة و الصوم والأعمال الصالحة.

وتبدلت حياتهم وانقلبت أحوالهم. ولا أحصي عدد هؤلاء التائبين لكثرتهم ".

دین اسلام کی سربلندی کیلئے آپ نے منکرین حدیث، اہل بدعت، روافض، قادیانیوں اور یہود ونصاریٰ سے کئی عظیم الشان مناظرے بھی کیے اور عالم اسلام کا سر فخر سے بلند کیا۔

ابتدائی حالات کا مشاہدہ کیجئے تو بظاہر اسباب کوئی شخص نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نونہال کا سایہ ایک عالم پر محیط ہو گا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مشیت الٰہی، حفظِ دین اور پاسبانیٔ ملت کا انتظام، ظاہری اسباب سے بالاتر کرتی ہے اور لطفِ الٰہی خود ایسے افراد کا انتخاب کرتا ہے جن سے دین حنیف کی خدمت کا کام لیا جائے۔

وفات

بروز سوموار ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۸ء عصر کی جماعت میں حضرت محدثِ اعظم کو دِل کا شدید دورہ پڑا اور علم وعمل کے اس جبلِ عظیم کو اللہ تعالیٰ نے اس پُرفتن دنیا سے نجات دیتے ہوئے دارِ قرار کی طرف بلا لیا اور اس دنیاوی آزمائش میں آپ کی کامیابی اور اپنی رضا کا اعلان آپ کی قبر سے پھوٹنے والی جنت کی خوشبو کے ذریعہ دنیا میں ہی کر دیا۔

تو خدا ہی کے ہوئے پھر تو چمن تیرا ہے
یہ چمن چیز ہے کیا سارا وطن تیرا ہے

حضرت شیخؒ نے تریسٹھ ۶۳ برس عمر پائی۔ آپ ایک عالم باعمل، عارف باللہ، باضمیر اور باکمال انسان تھے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ "مومن وہ ہے جس کو دیکھ کر خدا یاد آجائے"۔ آپ کی نگاہِ پُرتاثیر سے دلوں کی کائنات بدل جایا کرتی تھی، آپ کی صحبت میں چند لمحے گزارنے سے اسلام کے عہد زرّیں کے بزرگوں کی صحبتوں کا گمان ہوتا تھا۔ حضرت شیخؒ میں قرونِ اولیٰ والی سادگی تھی۔ ان کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آنکھوں میں تدبر کی گہرائیاں، آواز میں سنجیدگی ومتانت کا آہنگ، دری پر گاؤ تکیے کا

سہارا لئے حضرت شیخؒ کو معتقدین کے سامنے میں نے اکثر قرآن وحدیث کے اسرار ورموز کھولتے دیکھا۔

یوں تو موت سنتِ بنی آدم ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں، یہاں جو بھی آیا جانے ہی کیلئے آیا۔ مگر کچھ شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی موت صرف فردِ واحد کی موت ہی نہیں بلکہ پوری ملت کی موت ہوتی ہے۔

"مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ"

خصوصاً اگر رخصت ہونے والے کا وجود دنیا کیلئے باعثِ رحمت ہو، ان کی ذات سے عالم اسلام کی خدمات وابستہ ہوں تو ان کا صدمہ ایک عالم کی بے بسی، بے کسی ومحرومی اور یتیمی کا موجِب بن جاتا ہے۔

فروغِ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حضرت شیخؒ کی رحلت سے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ محفل اجڑ گئی، ایک باب بند ہوگیا، ایک بزم ویران ہوگئی، ایک عہد ختم ہوگیا، ایک روایت نے دم توڑ دیا، زندگی کو حرکت وعمل دینے والا خود ہی اس دنیا میں جا بسا جہاں سے کوئی واپس نہیں آیا اور جو دار العمل نہیں دار الجزاء کی تمہید ہے۔

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا　　اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر　　ہائے وہ میرِ کارواں نہ رہا

ایسے وقت میں جبکہ اسلام ہر طرف سے طرح طرح کے فتنوں میں گھرا ہوا ہے اور ایسی حالت میں جبکہ اہل اسلام کو انکی رہبری کی مزید ضرورت تھی، وہ اپنے بے شمار چاہنے والوں کو روتا دھوتا چھوڑ کر اس ظالم دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روٹھ گئے۔

داغِ فراقِ صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ حجاج بن یوسف کے "دستِ جفا" سے شہید ہوئے تھے۔ حافظ ابن کثیر

رحمہ اللہ تعالیٰ نے "البدایہ والنہایہ" میں ان کے بارے میں حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے۔

"سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال اس وقت ہوا جبکہ روئے زمین پر کوئی
شخص ایسا نہیں تھا جو اُن کے علم کا محتاج نہ ہو"۔

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت شہید ہوئے جبکہ روئے زمین کا کوئی
شخص ایسا نہیں تھا جو اُن کے علم کا محتاج نہ ہو"۔

آج صدیوں بعد یہ فقرہ محدثِ اعظم شیخ المشائخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ پر حرف بحرف صادق آرہا ہے۔ وہ دنیا سے اس وقت رخصت ہوئے جب اہل اسلام ان کے علم وفقہ کے محتاج تھے، اہل دانش کو اُن کے فہم و تدبّر کی احتیاج تھی اور علماء ان کی قیادت و زعامت کے حاجتمند تھے۔ اُن کی تنہا ذات سے دین و خیر کے اتنے شعبے چل رہے تھے کہ ایک جماعت بھی اس خلا کو پُر کرنے سے قاصر رہے گی۔

آپ نے جس طور کُل عالم کی فضاؤں کو علمی و روحانی روشنی سے منور کیا اس کی بدولت اہل حق کے قافلے ہمیشہ منزلوں کا سراغ پاتے رہیں گے۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

عبدِ ضعیف محمد زہیر روحانی بازی عفا اللہ عنہ وعافاہ
ابن شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ
ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ مطابق جون ۱۹۹۹ء

مقدمة شرح البیضاوی

المسمّاة

أثمار التکمیل

لما فی

أنوار التنزیل

○ الجزء الأوّل ○

لإمام المحدّثین نجم المفسرین زبدة المحققین
العلامة الشیخ مولانا محمّد موسى الروحانی البازی
رحمه الله تعالى وطیّب آثاره

إدارۂ تصنیف وأدب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وعلیٰ آلہ واصحبہ اجمعین ۔ اما بعد

کتاب ہذا موسوم بہ اثمار التکمیل میری شرح انوار التنزیل کا بسوط مقدمہ ہے۔ انوار التنزیل للقاضی البیضاوی کی شرح جو اس بندۂ عاجز ضعیف کی تصنیف سے نہایت مفصل شرح ہے اندازہ ہے کہ پچاس جلدوں میں مکمل ہوگی۔ میری شرح ہذا کا نام ہے، آزھار التسہیل فی شرح انوار التنزیل۔

مقدمہ یعنی اثمار التکمیل مباحثِ متفرقہ مفیدہ وتحقیقات بدیعہ تاریخیہ نحویہ ادبیہ کلامیہ حدیثیہ تفسیریہ علمیہ پر مشتمل ہے۔

میری طبیعت جدت پسند ہے۔ اس واسطے مباحث علمیہ کے بیان میں میری عقلِ ناقص استخراجِ طرقِ جدیدہ وسلوکِ مسالکِ غیر مسلوکہ میں کوشاں رہتی ہے۔ اہلِ علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ اثمار التکمیل کی تصنیف میں جو اسلوب اس عاجز نے منتخب کیا ہے سلسلۂ مقدمات کتب میں یہ لطیف طریقہ ہے جو جدید ہونے کے علاوہ بہت زیادہ نافع بھی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ جدید طریقہ نہایت دشوار گزار ہے۔ کیونکہ اس کے لیے صرف ایک فن کے مسائل پر اطلاع کی بجائے متعدد علوم کے مسائل پر کما حقہا مطلع ہونا ضروری ہے۔ ایک ہی وقت میں فنونِ متعددہ کے اصولوں و مبادی کو ذہن میں محفوظ رکھنا اور ان کے مطابق معلومات جمع کر کے کلام کرنا کٹھن مرحلہ ہے۔ فنِ واحد کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان سے انتخابِ مسائل کرنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا مشکل متعدد علوم کی کتابوں سے اخذ واستفادہ ہے۔

اثمار التکمیل میں کئی فنون کے اہم مباحث ومسائل جمع ہیں۔ جو بڑی محنت سے بہت سی کتابوں کی اوراق گردانی کے بعد حاصل ہو سکے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے ہماری اس بات کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔ کسی کتاب میں مندرج شواہد شعریہ کی تفصیل میں مستقل تالیف کرنا سلف میں معروف ومقبول طریقہ ہے۔ اس قسم کی تالیف سے کتاب سے متعلق شعراء واشعار کے بارے میں تاریخی وادبی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں اور یہ ایک بڑا نفع ہے۔ تاہم یہ کتاب سے متعلق ایک قسم کا جزئی فائدہ اور خاص نفع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تعمیم فائدہ اولیٰ ہے۔ فوائد کا دائرہ جتنا وسیع ہو یہ بہتر واحسن ہے۔

میری کتاب ہذا کے موضوعاتِ فوائد ومباحث کا میدان طویل وعریض ہے۔ کتاب ہذا تفسیر بیضاوی میں مذکور شعراء کی تاریخ کے علاوہ تراجم محدثین تراجم قراء، دو راۃ قراء تاریخ بلاد، احوال حیوانات، احوال ملوک، مسائل ادبیہ، فرقِ اسلامیہ اور ان کے عقائد کی توضیح، تاریخ انبیاء علیہم السلام۔ احوال حقیقت ملائکہ کرام علیہم السلام۔ بسط احوال قبائل اصول تفسیریہ تفصیل شروح وحواشی تفسیر بیضاوی ودیگر فوائد عظیمہ شریفہ وامور مہمہ متعلق تفسیر ہذا پر حاوی ہے گویا کہ یہ کتاب مختصر انسائکلوپیڈیا ہے جس میں متعدد علوم وفنون کے مباحث ومسائل جمع ہیں۔ اثمار التکمیل میں احقر کے تقریباً دس اہم رسائل بتمامہا یا بتلخیصہا بھی شامل ہیں۔ یہ مفید رسائل یقیناً کتاب کی اہمیت ومفید ہونے میں اضافے کے موجب ہوں گے۔ یہ کتاب چونکہ علماء وطلبہ مدارس عربیہ کے لیے لکھی گئی ہے اس واسطے اس میں کثرت سے عربی عبارات بلا ترجمہ درج ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہل علم وطلبہ ودانشوروں کے نزدیک یہ کتاب مثل ثمار دیار وازہار مجبوب ومقبول ہو کر ان کے لیے تکمیل علم وتسہیل مشکلات کا ذریعہ بنے۔ آمین ثم آمین۔

فصل

اس فصل میں اُن اعیان و شعراء کے تراجم و احوال درج کیے جاتے ہیں، جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اول (تا آخر سورہ بقرہ) میں مذکور رہیں ۔۔۔ !

انس رضی اللہ عنہ۔ سورۃ فاتحہ کے آخر میں بحث آمین میں آپ مذکور ہیں۔

ھو انس بن مالك بن النضر بن ضمضم الانصاری الخزرجی النجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ خادمِ نبی علیہ السلام ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابوحمزہ رکھی۔ حمزہ ایک ترکاری و سبزی کا نام ہے جو انسؓ کو پسند تھی۔ اُمّ سُلیم آپ کی والدہ ہیں جو انصار میں دانا و افضل صحابیہ ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے کہ والدہ نے ان کو نبی علیہ السلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ (تہذیب) دس سال آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔

آپ مکثّرین الروایات صحابہ میں سے ہیں۔ آپ سے کل ۲۲۸۶، احادیث مروی ہیں۔ ۱۶۸ متفق علیہ ہیں۔ ۸۳ پر بخاری اور ۷۱ پر مسلم منفرد ہیں۔

آپ کی اولاد کی تعداد زیادہ تھی۔ مال دار بھی زیادہ تھے۔ یہ سب نبی علیہ السلام کی دعا کی برکت تھی۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری والدہ کی درخواست پر ایک دن نبی علیہ السلام نے میرے لیے تین دعائیں کیں۔ فرمایا اللھم ارزقہ مالاً وولداً وبارك لہ فیہ قال انسؓ فلقد دفنت من صُلبی سوی ولد ولدی مائۃً وخمسۃً وعشرین وانّ ارضی لتثمر فی السنۃ مرتین۔ رواہ الطبرانی وغیرہ۔

ایک اور روایت میں ہے :۔ فقالت (ای اُمّی) یارسول اللہ انس ادع اللہ لہٗ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اکثر مالہٗ وولدہٗ وادخلہ الجنۃ قال قد رأیتُ اثنتین وانا ارجو الثالثۃ وروی الترمذی کان لہ بستان یحمل الفاکھۃ فی السنۃ مرتین وکان فیہ ریحان ویجیءُ منہ ریح المسك۔

نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک مدت تک مدینہ منورہ میں رہے بعدہٗ بصرہ میں مستقل رہائش اختیار کی اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کان اٰخر الصحابۃ موتًا بالبصرۃ۔ جنگ بدر میں خادم کے طور پر شریک تھے۔ روی ابن السکن بسندہٖ عن ثابت البنانی قال قال لی انس ابن مالك ھذہٖ شعرۃٌ من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضعھا تحت لسانی قال الراوی فوضعھا

(ای عند الموت) تحت لسانہ فدفن وھی تحت لسانہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تیراندازی میں بڑے ماہر تھے۔

قال ابن قتیبۃ فی المعارف ثلاثۃ من اھل البصرۃ لم یموتوا حتی رأی کل واحد منھم مائۃ ذکر من صلبہ انس بن مالک وابوبکرۃ وخلیفۃ بن بدر۔

آپ کی عمر وفات کے وقت سو سال سے متجاوز تھی۔ بوقت ہجرت آپ دس سال کے تھے آپ کی تاریخ وفات حسب اختلاف علماء ومؤرخین ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۳ھ ہے۔

ابن سیرین رحمہ اللہ عزوجل۔ آیت اوکصیب من السماء اور آیت فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو محمد بن سیرین الانصاری مولاھم ابو بکر البصری رحمہ اللہ تعالی۔

ابن سیرین رحمہ اللہ تابعی، جلیل القدر فقہ وحدیث وتفسیر وتعبیر رؤیا، زہد وتقوی وعبادت میں امام ومقدم ہیں۔ کان ابوہ سیرین من سبی عین التمر وھو مولی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کاتبہ علی عشرین الف درھم فأداھا وعتق کذا قال النووی فی التھذیب۔ ابن قتیبہ کتاب معارف میں لکھتے ہیں، ابن سیرین کی والدہ کا نام صفیہ تھا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں۔ سیرین کے ساتھ صفیہ کی شادی میں اور نکاح میں بہت سے صحابہ کے علاوہ ۱۸ بدری بھی شریک تھے۔ ان میں سے ایک حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی مجلس میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ دعا کر رہے تھے اور باقی صحابہ وحاضرین آمین کہتے جاتے تھے۔ صفیہ کو ہن ازواج نبی علیہ السلام امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے خوشبو لگائی اور دعائیں دیں۔ متعدد امہات الاولاد سے سیرین کے ۲۳ بچے پیدا ہوئے۔ متعدد صحابہ مثل ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وابن الزبیر رضی اللہ عنہ وابن عمر رضی اللہ عنہ وعدی بن حاتم رضی اللہ عنہ وغیرہ سے سماع کیا۔ ہشام بن حسان کہتے ہیں ادرک الحسن البصری من اصحاب النبی علیہ السلام مائۃ وعشرین وادرک ابن سیرین ثلاثین منھم۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے دو سال قبل ابن سیرین پیدا ہوئے۔ آپ سے شعبی وایوب وقتادہ وغیرہ روایت کرتے ہیں قال ابن عون کان ابن سیرین یحدث بالحدیث علی حرفہ۔ تمام محدثین کے نزدیک آپ ثقہ ہیں۔ تاریخ بغداد میں خطیب فرماتے ہیں کان ابن سیرین احد الفقہاء المذکورین بالورع فی وقتہ علم تعبیر رؤیا میں امام تھے۔ کل امت کے نزدیک آپ اس فن کے امام ہیں۔ آپ تیل وغیرہ کے بڑے تاجر اور بڑے دولتمند تھے، لیکن پھر تنگ دست ہوئے بڑے مقروض ہوئے اور قرض خواہوں کے

مطالبہ پر مدت تک جیل خانہ میں رہے۔ جیل خانہ کے داروغہ نے آپ کی بزرگی کا لحاظ کرتے ہوئے خفیہ طور پر آپ سے کہا اذا کان اللیل فاذھب الی اھلك واذا اصبحت فتعال فقال لا واللہ لا اُعینك علیٰ خیانۃ السلطان۔

مقروض ہونے کا سبب بھی عجیب ہے جو آپ کے ورع و تقویٰ کی دلیل ہے۔ خطیبؒ وغیرہ لکھتے ہیں:۔ سبب حبسہ انہ اشتری زیتا باربعین الف درھم فوجد فی زق منہ فارۃ فقال الفارۃ کانت فی المعصرۃ فصبّ الزیت کلّہ وکان یقول عیّرتُ رجلاً بشئ من الفقر من ثلاثین سنۃً احسبنی عوقبتُ بہ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۶۷ میں ہے عن ھشام قال اوصٰی انس ابن مالك رضی اللہ عنہ ان یغسلہ محمد بن سیرین فقیل لہ فی ذلك وکان محبوسًا فقال انا محبوس قالوا قد استأذنّا الامیر فأذن لك قال ان الامیر لم یحبسنی انما حبسنی الذی لہ الحق فاذن لہ صاحب الحق فخرج فغسلہ۔

آپ ورع و تقویٰ میں بے نظیر تھے۔ مؤرق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ما رأیت رجلاً افقہ فی ورعہ ولا اورع فی فقھہ من ابن سیرین۔ سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں لم یکن کوفیٌّ ولا بصریٌّ ورع مثل ورع ابن سیرین۔ بڑے ہنس مکھ تھے۔ رات کو روتے تھے اور دن کو لوگوں کے سامنے ہنستے تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے ہر ملنے والے کو ضرور کچھ کھلاتے تھے۔ وعن ام عباد امرأۃ ھشام قالت کنا نزولاً مع محمد بن سیرین فی دارہ فکنا نسمع بکاءہ باللیل وضحکہ بالنھار وعن بعض آل سیرین قال ما رأیت محمد بن سیرین یکلّم امّہ قط الّا وھو یتضرع۔ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے اذا اتقی العبد فی الیقظۃ لا یضرہ ما رأی لہ فی النوم وکان الرجل اذا سألہ عن الرؤیا قال لہ اتق اللہ فی الیقظۃ لا یضرك ما رأیت فی المنام۔ ابو عوانہ فرماتے ہیں رأیت محمد بن سیرین فی السّوق فما راٰہ احد الا ذکر اللہ تعالیٰ و کان یصوم یومًا ویفطر یومًا۔ سری بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کان ابنُ سیرین ربما ضحك حتی یستلقی ویمدّ رجلیہ وکان کثیر المزاح وکان یقول الرّمّان بین الفاکھۃ کجبریل بین الملائکۃ۔ وروی ھشام عنہ قال لم تُرھذہ الحمرۃ التی فی آفاق السماء حتی قتل الحسین بن علی رضی اللہ عنھما ولم تُفقد الخیلُ البُلقُ فی المغازی حتی قتل عثمان رضی اللہ عنہ۔ شاید اس میں فرشتوں کے نزول و نصرت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مغازی میں مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے خیل بلق پر سوار نظر آتے تھے۔ ابلق مختلف الالوان گھوڑے کو کہا جاتا ہے۔ ابلق کی جمع بُلق ہے۔

ابن سیرینؒ سے کسی نے اس خواب کی تعبیر پوچھی کہ میں خواب میں اُڑ رہا ہوں فقال انت رجل

تکثر المنی حاصل مطلب یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ تم سوچتے بہت ہو اور بے فائدہ خیالات و افکار میں عقل دوڑاتے ہو۔

حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات سے سو دن بعد بصرہ میں ۱۱۰ھ میں ابن سیرین رحمہ اللہ نے وفات پائی اور شوال کا مہینہ تھا۔

فائدہ۔ نحاۃ و علماء عربیت و مفسرین یہ مقولہ کثرت سے ذکر کرتے رہتے ہیں جالس الحسن او ابن سیرین اور یہ مقولہ جالس الحسن وابن سیرین۔ اور کہتے ہیں کہ پہلے میں اؤ تساوی بغیر شک کے لیے ہے اور دوسرے میں واو بمعنی او ہے۔ قاضی بیضاویؒ نے اس تفسیر میں یہ دونوں مقولے ذکر کیے ہیں اس قول کی ابتداء کی وجوہ دو ہیں۔

وجہ اول یہ کہ حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن سیرینؒ دونوں بصرہ کے باشندے تھے دونوں بڑے بزرگ و عالم و مرجع خلائق ہونے کے ساتھ معاصر بھی تھے۔

ہر ایک کا حلقہ جدا تھا جس میں بہت سے معتقدین حاضر ہوتے تھے اور علوم دینیہ اور نصائح و مکارم اخلاق حاصل کرتے تھے۔

لیکن بظاہر دونوں حلقوں میں قدرے فرق تھا، وہ یہ کہ ابن سیرینؒ کثیر الضحک والمزاح تھے بخلاف حسن بصریؒ کہ ان کی مجلس میں ضحک و مزاح برائے نام بھی نہ تھے۔ ان کی مجلس میں بکاء و حزنِ آخرت کا غلبہ تھا۔ روی مطر الوراق قال کان الحسن کأنما کان فی الاٰخرۃ فھو یخبر عما رأی وعاین۔ کذا فی تھذیب النووی ج ۱ ص ۱۶۲۔ حافظ ابونعیمؒ ابراہیم بن عیسیٰؒ سے روایت کرتے ہیں قال ما رأیت احدًا اطول حزنا من الحسن وما رأیتہ قط الا حسبتہ حدیث عھد بمصیبۃٍ۔ نیز وہ حزم بن ابی حزم سے روایت کرتے ہیں قال سمعت الحسن یحلف باللہ الذی لا الہ الا ھو مایسع المؤمن فی دینہ الا الحزن۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۱۳۳

اس فرق کی وجہ سے لوگ آپس میں اپنی مجالس میں دونوں کا یہ فرق بیان کرتے ہوئے ایک دوسرے کو کہتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین۔

یعنی اس ظاہری فرق کے باوجود علوم و امور آخرت کے اعتبار سے دونوں حلقے برابر ہیں کیونکہ دونوں آخرت کی ترغیب دیتے ہیں۔

وجہ دوم۔ اس ظاہری فرق کے باوجود دونوں بزرگوں میں قدرے رنجش و ناراضگی بھی تھی کما صرّح بہ بعض المؤرخین۔ تاہم وہ ایسی رنجش نہ تھی جو آج کل عوام میں معروف ہے بلکہ اس کے باوجود ایک دوسرے کی تعظیم و اکرام کرتے تھے۔

تو عام لوگ کہتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین یعنی ہم ان کی رنجش میں دخل نہیں دے سکتے، دونوں بزرگ و عالم ہیں اور ہمارے لیے دونوں کی مجلس موجب برکت ہے خواہ حسن کی مجلس ہو خواہ ابن سیرینؒ کی۔ رحمہما اللہ عزوجل۔

- **ابو الشعثاءؒ** شرح ھدًی للمتقین میں مذکور ہیں۔

ھو سلیم بن اسود بن حنظلۃ ابو الشعثاء المحاربی الکوفیؒ آپ مشہور تابعی ہیں۔

ابو الشعثاء روایت کرتے ہیں عمر و ابوذر و حذیفہ و ابن مسعود و سلمان فارسی و ابن عباسؓ ابوہریرہ و عائشہ رضی اللہ عنہم سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کا بیٹا اشعث بن سلیم و ابراہیم نخعی و ابراہیم بن مہاجر و حبیب بن ابی ثابت و عبدالرحمٰن بن اسود وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

امام احمدؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں بخ ثقۃ۔ وقال ابو حاتم لا یُسأل عن مثلہ قال النسائی ثقۃ۔ قال ابن عبد اللہ اجمعوا علی انہ ثقۃ۔ وقال ابن حزم فی المحلی سلیم بن اسود مجہول فکأن ابن حزم ما عرف ان ابا الشعثاء ھذا اسمہ۔ کذا فی التھذیب۔

تاریخ وفات ۸۵ھ ہے۔

امرؤ القیس الصحابی رضی اللہ عنہ۔ وہ تفسیر آیت ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بھا الی الحکام الآیۃ میں مذکور ہیں۔

ھو امرؤ القیس بن عابس بن المنذر الکندیؓ۔ آپ صحابی ہیں اور شاعر بھی ہیں۔

یہ وہ امرؤ القیس نہیں جو صاحب معلقہ وملک ضلّیل کے لقب سے مشہور ہے کیونکہ صاحب معلقہ کفر پہ مرا ہے اور ظہور اسلام سے پہلے تھا۔ اور صاحب ترجمہ امرؤ القیس کندی جلیل القدر صحابی ہیں۔ جنگ یرموک میں شریک تھے۔

ابن عبد البر استیعاب ج ۱، ص ۱۰۵ پر لکھتے ہیں لہ صحبۃٌ وشھد فتح النجیر وھو حصنٌ بالیمن ثم حضر الکندیین الذین ارتدوا فلما خرجوا لیقتلوا وثب علی عمہ فقال لہ ویحک یا امرؤ القیس أتقتل عمّک فقال لہ انت عمّی واللہ عزوجل ربی فقتلہ وھو الذی خاصم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیعۃ بن عیدان فی ارض فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیّنتُک قال لیس لی بیّنۃ قال یمینہ انتھی بزیادۃ من الاصابۃ۔

وروی الطیالسی باسنادہ عن علقمۃ بن وائل بن حُجر عن ابیہ قال کنت عند رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فاتاہ خصمان فقال احدھما یا رسول اللہ ھذا اتی علی ارضی فی الجاھلیۃ وھو امرؤ القیس بن عابس الکندی وخصمہ ربیعۃ بن عیدان فقال الآخر ھی ارضی ازرعھا الحدیث۔

ابن سکنؒ فرماتے ہیں وکان ممن ثبت علی الاسلام وانکر علی الاشعث ارتدادہ۔

فائدہ۔ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں امرؤ القیس رضی اللہ عنہ کے خصم کا نام عبدان الحضرمی لکھا ہے۔ صحیح ربیعۃ بن عبدان ہے۔ کما علم من البیان المتقدم۔

قاضی بیضاوی کے اس قول کا ماخذ بعض مفسرین کی یہ روایت ہے ذکر مقاتل فی تفسیرہ انہ الذی خاصم امرأ القیس بن عابس الکندی فی ارضہ وفیہ نزلت ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا الایۃ ووقع فی تفسیر الماوردی اسمہ عبدان بن ربیعۃ کذا فی الاصابۃ ج ۳ ص ۵۱ فی ترجمۃ عیدان ابن اسوع الحضرمی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس خصم کا نام ربیعہ بن عیدان ہے نہ عیدان بن اسوع اور نہ عبدان ابن ربیعہ۔ تفسیر بیضاوی کے بعض نسخوں میں عبدان بالباء الموحدۃ بعد العین ہے۔ یہ دوسری غلطی ہے کیونکہ عیدان بالیاء المثناۃ بعد العین ہے۔

امرؤ القیس الشاعر۔ تفسیر ایاك نعبد وایاك نستعین اور تفسیر ولو شاء اللہ لذھب بسمعھم وابصارھم الایۃ میں مذکور ہے۔

ھو امرؤ القیس بن حجر بن الحارث بن عمرو الشاعر المشھور صاحب المعلقۃ

امرؤ القیس کا نام حندج تھا۔ امرؤ القیس اس کا لقب ہے۔ وفی الخزانۃ ج ۱ ص ۲۹۹ وامرؤ القیس لقب لہ لقب بہ لجمالہ وذلك لان الناس قیسوا الیہ فی زمانہ فکان افضلھم اھ وقیل ان معناہ رجل الشدۃ۔ ملک ضلیل بھی اس کا لقب ہے۔ کنیت ابو وہب وابو زید وابو الحارث ہے۔ اس کا زمانہ اول قرن سادس میلادی ہے۔ ظہور اسلام سے کچھ پہلے گزرا ہے۔ اس کا باپ حجر بنو اسد وغطفان وغیرہ کا ۶۰ سال تک بادشاہ رہا۔ امرؤ القیس بڑا شریر تھا۔ بنو اسد کی عورتوں کو تنگ کرتا تھا۔ ان سے متعلق اشعار کہتا تھا۔ لوگوں نے اس کے باپ سے شکایت کی۔ حجر نے ربیعہ کو اس کے قتل پر مامور کیا۔ ربیعہ نے جوذر کی آنکھیں حجر کو پیش کر کے یہ دکھایا کہ امرؤ القیس قتل کر دیا گیا۔ حجر بعد میں پشیمان ہوا تو ربیعہ نے کہا میں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ چھپا دیا۔ باپ کی نصیحت پر بدکرداری سے باز نہیں آیا تو اسے جلا وطن کر دیا۔ حندج مختلف علاقوں میں گھومتا رہا۔ آوارہ رفقاء کی ٹولی بنا کر لوٹ مار کرتے اور جنگل بیابانوں میں عیش کرتے رہے۔ اس حالت میں اسے اپنے باپ حجر کے قتل کی اطلاع ملی کہ بنو اسد نے اسے قتل کر دیا۔ سبب قتل یہ تھا کہ بنو اسد نے ٹیکس ادا کرنے سے انکار کیا تو بادشاہ حجر کی فوج نے ان پر حملہ کیا بہت سے قتل کر دیے گئے لاٹھیوں سے حجر قتل کرتا رہا

فسمّوا عبید العصا۔ بہت سے اشراف قید ہوئے۔ بعدہٗ انہیں معاف کر دیا۔
بنو اسد نے چھپ کر حجر پہ حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ حجر نے وصیت میں سارا قصہ لکھوایا اور ایک معتمد کو وہ رقعہ مع اسلحہ وخیل وغیرہ دے کر کہا کہ میرے بیٹوں میں سے جو میری موت پر غم کا اظہار نہ کرے اسے یہ دیدینا۔ حندج کے سوا سب نے اظہار جزع وفزع کیا۔ اطلاعِ موت کے وقت وہ ندماء کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھا، اس وقت تو شراب نہ چھوڑی بعد میں کہا لقد ضیّعنی حجرٌ صغیراً وحمّلنی دمہٗ کبیراً وآلی ان لایأکل لحماً ولایشرب خمراً ولایدّھن بدھنٍ ولایصیب امرأۃ ولایغسل رأسہ حتی یقتل من بنی اسد مائۃً ویجزّ نواصی مائۃٍ۔ حندج نے قبائل متفرقہ بنو بکر و بنو تغلب وغیرہ کی فوج لے کر بہت سے بنو اسد کو قتل کیا لیکن اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اس کی فوج اس کو چھوڑ کر متفرق ہوگئی تو حندج قبائل میں گھومتا رہا اور فوج و مدد مانگتا رہا۔ منذر بادشاہِ حیرہ اس کے خلاف تھا منذر کے ڈر سے ہر ایک قبیلہ نے حندج کو پناہ دینے سے انکار کر دیا اور وہ اپنی بیٹی ہند کو لیے دربدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا رہا۔ پھر وہ قیصر کے پاس گیا اور اس سے مدد مانگی تاکہ اپنے باپ کا بدلہ لے۔ قیصر نے اس کی بڑی تکریم کی اور مدد کرنے کا وعدہ کیا مگر جب حندج واپس ہوا تو کسی نے قیصر کو بتایا ان حندجاً کان یراسل ابنتك و یواصلھا وھو قائل فی ذلك اشعاراً یشھّرھا بھا فی العرب فیفضحھا ویفضحك۔ قیصر نے اس کے پیچھے ایک شخص کو مسموم ریشمی جوڑا دے کر بھیجا اور کہا کہ حندج کو کہو کہ اُس کے لیے خاص تحفہ ہے۔ حندج نے وہ پہن لیا اور اس کے زہریلے اثرات سے راستہ میں مرگیا۔ بقول بعض مؤرخین وہ انقرہ میں مرا۔ تاریخ وفات اسلام سے قبل ۵۳۰ء یا ۵۴۰ء ہے۔

قال الاصمعی ان کثیراً من شعر امرئ القیس کان للصعالیك الذین انضووا الی کنفہ وقال الریاشی ان کثیراً من ھذا الشعر کان لاولئك الفتیان الذین صحبوا امرأ القیس۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے بارے میں فرمایا ھذا رجلٌ رفیعٌ فی الدنیا خاملٌ فی الآخرۃ شریف فی الدنیا وضیع فی الآخرۃ یجئ یوم القیامۃ حاملاً لواء الشعراء الی النار۔ کذا فی بعض الکتب والتفصیل فی مقدمۃ دیوانہ لحسن السندوبی۔

فائدہ۔ آمدی نے کتاب مؤتلف ومختلف میں لکھا ہے کہ عرب میں دس شعراء کا نام امرؤ القیس تھا۔ ان میں سے ایک یعنی امرؤ القیس بن عانس کندی صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔ صاحب قاموس نے دو صحابی اور ذکر کیے ہیں۔ ایک امرؤ القیس بن الاصبغ الکلبیؓ دوم امرؤ القیس بن الفاخر بن الطماحؓ۔ کذا فی خزانۃ البغدادی ج ۱ ص ۳۰۴۔

صاحب خزانہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاموس میں بارہ امرؤ القیس کا ذکر ہے حالانکہ اس میں مادہ قیس میں گیارہ مذکور ہیں۔ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے سولہ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ حسن سندوبی نے ۲۵ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ مراقسہ امرؤ القیس کی جمع ہے ان کی تفصیل اخبار مراقسہ ص۲ پر ملاحظہ ہو۔

ابو جہل بیان ان الذین کفروا سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم میں مذکور ہے۔

ھو عمرو بن ھشام بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمرو القرشی المخزومی۔

ابو جہل قریش کا سردار تھا۔ اس کے فیصلے کو سب تسلیم کرتے تھے اس کی کنیت ابو الحکم تھی۔ یعنی اچھے فیصلے کرنے والا۔ نبی علیہ السلام نے اسے ابو جہل کہا۔ اسلام کا عظیم دشمن اور مسلمانوں کو بہت اذیت دینے والا تھا۔ جنگِ بدر میں ۲ھ میں قتل کیا گیا۔ ابو جہل کے قاتل عمرو بن الجموح وابن عفراء انصاری ہیں۔ و فی کتب السنن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین راٰہ مقتولاً قال قُتِل فرعون ھذہ الامۃ۔ ابو جہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رض جلیل الشان صحابی ہیں فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ غزوات میں ان کی بہادری کے کارنامے مشہور ہیں۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیتُ لابی جھل عِذقاً فی الجنۃ فلما اسلم عکرمۃ قال یا امّ سلمۃ ھذا ھو۔

ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔ تفسیر یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص الآیۃ اور واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن ابی قحافۃ عثمان بن ابی عامر القرشی التیمی رضی اللہ عنہ۔

آپ کے والد ابو قحافہ رض اور والدہ ام الخیر بنت صخر بھی صحابی ہیں اور آپ کے بیٹے بھی صحابی ہیں۔

قال العلماء لا یُعرف اربعۃٌ متناسلۃٌ بعضھم من بعضٍ صحبوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اٰل ابی بکر الصدیق رض وھم عبد اللہ بن اسماء بنت ابی بکر بن ابی قحافۃ۔ فھؤلاء الاربعۃ صحابۃ متناسلۃ و ایضاً ابو عتیق بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن ابی قحافۃ رضی اللہ عنہم۔

آپ کا نام بقول صحیح عبد اللہ ہی ہے اور بعض کے نزدیک نام عتیق ہے۔

لیکن جمہور محققین کے نزدیک عتیق آپ کا لقب ہے نہ کہ اسم اور اس لقب کی وجوہ مختلف ہیں۔

اوّل یہ ہے کہ آپ عتیق من النار ہیں۔ وقیل ۲ لحسن وجھہ وجمالہ قالہ لیث بن سعد۔

وعن عائشۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو بکر عتیق اللہ من النار ومن یومئذ سُمّی عتیقاً۔ رواہ الترمذی ۔ اور بعض علماء کا قول ہے :۔ سُمّی ۳ بہ لانہ لم یکن فی نسبہ شئ یعاب بہ قالہ مصعب بن الزبیر رض۔

حضرت صدیق رضؓ واقعۂ فیل کے اڑھائی سال بعد پیدا ہوئے۔ نبی علیہ السلام آپ سے اڑھائی یا تین سال بڑے تھے۔

آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں بلکہ اسبق الی الاسلام ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے رفیق تھے بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد بھی ہجرت میں اور غار ثور میں اور تمام مغازی میں شریک رہے اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد آپ خلیفۂ رسول اللہ ہوئے۔ مسلمانوں نے آپ کو خلیفۂ رسول اللہ کا لقب دیا۔

کتاب اصابہ میں ہے سمّی عتیقاً لانہ قدیم فی الخیر وقیل سمّی عتیقاً لعتاقۃ وجہہ۔

علّامہ دولابیؒ کتاب کُنیٰ میں لکھتے ہیں کانت اُمّ ابی بکر لا یعیش لہا ولد فلما ولدتہ استقبلت بہ البیت فقالت اللّٰھم ان ھذا عتیقک من الموت فھبہ لی۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل اور اسلام سے قبل بھی قوم میں محبوب تھے۔ اور تمام قریش میں علم انساب کے زیادہ ماہر تھے۔ تجارت کرتے تھے اور صاحب مکارم اخلاق تھے۔

اسلام پر آپ کے بڑے احسانات ہیں۔ آپ کی کوشش و ترغیب سے عثمان و طلحہ و زبیر و سعد و عبدالرحمٰن بن عوف مسلمان ہوئے رضی اللہ عنہم۔

اسلام لاتے وقت آپ کے پاس ۴۰ ہزار درہم تھے جو اُس وقت بہت بڑی دولت تھی اور یہ ساری دولت اسلام پر خرچ کر دی، کبھی مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے اور کبھی دیگر مسلمانوں کی نصرت و مدد کرتے تھے۔ مدینہ منورہ آتے وقت آپ کے پاس پانچ ہزار درہم باقی تھے پھر وہ بھی اسی طرح خدا کی راہ میں خرچ کر دیے۔ مسجد نبوی کی زمین آپ کے مال سے خریدی گئی لہٰذا تاقیامت اس میں نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب حضرت صدیق اکبرؓ کو بھی ملتا رہے گا۔

آپ کو قرآن نے صاحب النبی کہا ہے اور آپ کے بارے میں لاتحزن وارد ہے اور آپ کو معیّۃ اللہ حاصل ہونے کی خوش خبری قرآن میں دی گئی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔

وفی الصحیحین من حدیث انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکرؓ وھما فی الغار ماظنک باثنین اللہ ثالثھما۔ آپ نبی علیہ السلام کے محب ہونے کے ساتھ محبوب بھی تھے۔ وفی الصحیح عن عمرو ابن العاص قلتُ یارسول اللہ ایّ الناس اَحبُّ الیک قال عائشۃ رضؓ قلتُ من الرجال قال ابوھا۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کان یُسمّی الا وّاہ لرأفتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے عند بعض العلماء حضرت خدیجہؓ وعند البعض حضرت علیؓ اول مسلم ہیں۔

میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں لقد اٰمن ابوبکرؓ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم من زمن بحیراء الراھب واختلف بینہ وبین خدیجۃ حتی تزوّجھا وذلک قبل ان یولد علیّ رضی اللہ عنہ۔

آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ آپ کا لقب صدیق ہے۔ صدیق مبالغہ ہے تصدیق میں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی نے ابوبکرؓ کو یہ لقب دیا ہے وسبب تسمیتہ انہ بادر الی تصدیق رسول اللہ علیہ سلم ولازم الصدق ولم یقع منہ وقفۃ فی حال من الاحوال۔

آپ اعلم صحابہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجمع میں جب یہ فرمایا ان عبدًا خیّرہ اللہ بین الدنیا وبین ما عند اللہ تو آپ رونے لگے اور سمجھ گئے کہ اس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت بھی آپ کے احسانات میں سے ایک احسان ہے۔ حضرت صدیقؓ کی احادیث مرویہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۲ ہیں جن میں چھ متفق علیہ ہیں اور گیارہ پر بخاری اور ایک پر مسلمؒ منفرد ہیں۔ آپ نے سات اُن غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا مثل بلالؓ وعمارؓ وغیرہ جنھیں خدا کی راہ میں عذاب دیا جارہا تھا۔

نبی علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمایا انّ من آمنّ الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابا بکرؓ لو کنتُ متخذًا خلیلًا غیر ربّی لاتّخذتُ ابا بکر خلیلًا ولکن اخوّۃ الاسلام ومودّتہ لایبقینّ بابٌ اِلّا سُدّ الا باب ابی بکر۔ رواہ البخاری ومسلم۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کنا نخیّر بین الناس فی زمن النبی علیہ السلام فنخیّر ابابکر ثم عمر ثم عثمان رواہ البخاری۔ ابن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔ اتت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرھا ان ترجع الیہ قالت ارأیت ان جئتُ ولم اجدک کأنھا تقول الموت فقال ان لم تجدینی فاتی ابابکر۔ رواہ البخاری۔

اس حدیث میں خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف واضح اشارہ ہے۔ ابوہریرہؓ کی روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح الیوم منکم صائمًا قال ابوبکر انا قال فمن تبع منکم الیومَ جنازۃً قال ابوبکر انا قال فمن اَطعم الیوم منکم مسکینًا قال ابوبکر انا قال فمن عاد منکم الیوم مریضًا قال ابوبکر انا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اجتمعن فی امرئٍ الا دخل الجنۃ۔ رواہ البخاری۔

وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابا بکر

اباك واخاك حتی اکتب کتاباً فانی اخاف ان یتمنّٰی متمنٍّ و یقول قائلٌ انا اولی و یأبی اللہ والمؤمنون الّا ابابکر۔ رواہ مسلم۔

وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ آپ کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ اور ۲۲ دن ہے وفات جمادی الاولیٰ اور بقول آخر جمادی الاخریٰ کی ۲۱ تاریخ بروز پیر ۱۳ھ میں ہوئی۔

ابنِ جُبیر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ وللمطلّقٰت متاع بالمعروف حقاً علی المتقین کے تحت مذکور ہیں۔

ھو سعید بن جبیر بن ھشام الکوفی الاسدی الوالبی منسوب الی ولاء بنی والبۃ بن الحارث۔

ابن جبیرؒ کی کنیت ابو محمد یا ابو عبد اللہ ہے۔ امام جلیل، مفسر، محدث، ولی اللہ، فقیہ کبیر و تابعی عظیم القدر ہیں۔ ابن عمر و ابن عباس و انس رضی اللہ عنہم سے سماع حدیث کیا۔ نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۱۶ میں لکھتے ہیں وکان سعید من کبار ائمۃ التابعین ومتقدّمیھم فی التفسیر والحدیث والفقہ والعبادۃ والورع وغیرھا من صفات الخیر اھ۔ خوف وخشوع سے بہت روتے تھے اور دوسروں کو رلاتے تھے۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۷۲ میں ہے:۔

عن القاسم قال کان سعید یبکی باللیل حتی عَمِشَ وکان لسعید بن جبیر دیك یقوم من اللیل بصیاحہ فلم یصح لیلۃ حتی اصبح فلم یصلّ سعید تلك اللیلۃ فشقّ علیہ فقال مالہ قطع اللہ صوتہ فما سمع لہ صوتٌ بعدُ۔ اہل کوفہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں مسائل پوچھنے کے لیے آتے تو فرماتے تھے، تمہارے شہر میں سعید کے ہوتے ہوئے میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ قاسم بن ابی ایوبؒ کہتے ہیں کہ ایک بار نوافل میں سعید نے یہ آیت وَاتَّقُوا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ الآیۃ خوف وخشیت سے بیس مرتبہ سے بھی زیادہ دُہرائی۔ قرآن کی تلاوت بہت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر ایک ہی رکعت میں سارا قرآن ختم کیا۔ حلیۃ الاولیاء میں ہے عن الحسن بن صالح عن ورقاء قال کان سعید بن جبیر یختم القرآن فیما بین المغرب والعشاء فی شھر رمضان۔ عبد الملک بن ابی سلیمانؒ کہتے ہیں۔ سعیدؒ دو دن میں ہمیشہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

ہلال بن خبابؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن جبیرؒ سے پوچھا ما علامۃ ھلاك الناس؟ قال اذا ھلك العلماء۔ وکان یقول ان الخشیۃ ان تخشی اللہ تعالیٰ حتی تحول خشیتك بینك وبین معصیتك فتلك الخشیۃ والذکر طاعۃ فمن اطاع اللہ فقد ذکرہ ومن لم یطعہ فلیس بذاکر وان اکثر التسبیح وقراءۃ القرآن وعن خصیفؒ قال رأیت سعید بن جبیر صلّٰی رکعتین خلف المقام قبل صلاۃ الصبح فاتیتہ فصلیت الی جنبہ

وسألته عن اٰية من كتاب الله فلم يجبنى فلما صلى الصبح قال اذا طلع الفجر فلا تتكلم الا بذكر الله تعالیٰ حتى تصلى الصبح۔

وعن مسلم البطينؒ قال قلت لسعيد بن جبير الشكر افضل ام الصبر؟ قال الصبر والعافية احب الىّ۔ وكان يقول كنت اسمع الحديث من ابن عباس فلو اذن لى لقبلت رأسه وقال سعيد الكبش الذى فدى به اسحاق عليه السلام القربان الذى قربه ابن اٰدم فتقبل منه۔ كذا فى الحلية۔

ويقول لولا اصوات الرّوم لسمعتم وجبة الشمس حين تقع وكان يقول من عطس عنده اخوه المسلم فلم يشمته كان دينًا ياخذه به يوم القيامة۔

سعید بن جبیر کو حجاج نے قتل کیا۔ گرفتار کرنے کے بعد حجاج نے ان سے پوچھا انت شقى بن كسير؟ قال انا سعيد بن جبير۔ قال لاقتلنك قال انا اذا كما سمتنى اُمّى۔ ثم قال دعونى اصلى ركعتين قال وجّهوه الى قبلة النصارى قال فاينما تولوا فثم وجه الله۔ قال سفيان لم يقتل الحجاج بعد سعيد الا رجلًا واحدًا۔ وعن عمرو بن سعيد قال دعا سعيد بن جبير ابنه حين دعى ليقتل فجعل ابنه يبكى فقال ما يبكيك؟ ما بقاء ابيك بعد سبع وخمسين سنة۔ وعن خلف بن خليفة عن ابيه قال شهدت مقتل سعيد بن جبير فلما بان رأسه قال لا اله الا الله۔ لا اله الا الله ثم قالها الثالثة فلم يتمها۔ كذا ذكر الحافظ ابونعيم فى الحلية و مثله ذكر النووى فى التهذيب۔ حجاج نے انہیں کہا اختر یا سعید اىّ قتلة تريد ان اقتلك؟ قال اختر لنفسك يا حجاج۔ فوالله ما تقتلنى قتلة الا قتلك الله مثلها فى الاٰخرة۔ حجاج نے سعید کے قتل و ذبح کا حکم دیا تو سعید نے کہا اما انى اشهد واحاج ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله خذها منى حتى تلقانى يوم القيامة ثم دعا سعيد فقال اللهم لا تسلطه على احد يقتله بعدى۔ کتب تاریخ میں ہے کہ قتلِ سعید کے بعد حجاج صرف پندرہ دن زندہ رہا۔ اس کے پیٹ میں پھوڑا نکلا جس سے اس کی موت واقع ہوئی۔ جتنے دن زندہ رہا چیختے ہوئے یہ کہتا رہا مالى ولسعيد بن جبير كلما اردت النوم اخذ برجلى۔

حجاج کے منشی یعلیٰ کا بیان ہے کہ قتل سعید بن جبیر کے بعد ایک دن میں حجاج کے کمرے میں داخل ہوا میری طرف اس کی پشت تھی۔ میں نے سُنا کہ حجاج کہہ رہا تھا مالى ولسعيد بن جبير فخرجت رويدًا وعلمت انه ان علم بى قتلنى فلم ينشب الحجاج بعد ذلك الا يسيرًا۔

سعید کے قتل کی تاریخ شعبان ۹۵ھ ہے۔ اور قتل کے وقت سعید کی کل عمر ۴۹ سال تھی وهو الاصح سمعانی کے نزدیک ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔

اُمیّۃ وہ آیت وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی شرح میں مذکور ہے۔

ھو اُمیّۃ بن ابی الصلت بن ابی ربیعۃ بن عبد عوف۔ امیہ شاعر و واعظِ جاہلیت ہے۔ کفر پر مرا ہے۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ امیہ نے آسمانی کتب قدیمہ و صحفِ انبیاء علیہم السلام پڑھے تھے۔ بت پرستی سے اجتناب کرتا اور کراتا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں۔ امیہ کو توقع تھی کہ وہ نبی وہ خود ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے یعنی امیہ کو نبوت دیں گے۔ چنانچہ جب اسے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت کا علم ہوا تو بڑا غمگین ہوا اور حسد کی وجہ سے کفر اختیار کر لیا۔ امیہ کا ترجمہ اغانی ج ۳ ص ۱۷۹، سمط ص ۳۶۲، خزانہ ج ۱ ص ۱۱۸، کتاب الشعراء النصرانیۃ ص ۲۱۹، طبقات ابن سلام۔ ص ۲۲۰ میں تفصیلاً موجود ہے۔

امیہ کا دیوان بیروت میں ۱۹۳۷ء میں طبع ہوا۔

حافظ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں کہ امیہ ثقفی و شاعر جاہلی ہے۔ ظہور اسلام سے قبل دمشق میں آیا تھا۔ وہ ابتداء میں مؤمن تھا پھر گمراہ ہوا۔ امیہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۔ (اعراف) زبیر بن بکار کا قول ہے کہ ابو الصلت کا نام ربیعۃ بن وہب ہے قبیل ثقیف سے ہے۔ ابو الصلت بھی شاعر تھا لیکن امیہ اس سے اشعر تھا۔ مذکورۂ صدر آیت کا مصداق عند البعض صیفی بن الراہب اور عند البعض بلعم اسرائیلی ہے حکاہ الکلبی وقتادۃ۔

ابن کثیر نے بدایہ ج ۲ ص ۲۲۱ پر بروایت ابوسفیان بن حربؓ ایک طویل حکایت ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظہور نبوت سے پہلے میں اور امیہ ثقفی تجارت کی غرض سے شام گئے۔ امیہ کے پاس کتاب تھی جسے وہ راستے میں پڑھا کرتا اور مطالعہ کرتا رہتا۔ راستے میں نصاریٰ کے ایک قریہ میں ہم مقیم ہوئے۔ ان لوگوں نے امیہ کی تکریم کی تحفے پیش کیے۔ امیہ ان کے ساتھ گیا اور آدھی رات کو واپس آیا صبح تک وہ متفکر و غمگین رہا۔ ہمارے ساتھ بات بھی نہ کی۔ صبح کو ہم آگے سفر پر روانہ ہوئے۔ میں نے اس سے فکر اور غم کی وجہ پوچھی تو امیہ نے کہا کہ موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں متفکر ہوں۔ اور اسی کا غم ہے معلوم نہیں کہ میں جنتی ہوں گا یا دوزخی۔ کیونکہ حساب کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فریق جنت میں اور ایک فریق دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حیات بعد الموت سے انکار کیا۔ امیہ نے کہا موت کے بعد حیات اور جنت و دوزخ میں شک نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح کئی بستیوں میں نصاریٰ نے اس کی بڑی تعظیم کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ نے امیہ کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ ایک نبی اسی زمانے میں

مکہ میں مبعوث ہونے والے ہیں۔

چنانچہ امیہ نے ابوسفیانؓ سے ان کے والد صخر و عتبہ بن ربیعہ کے بارے میں پوچھا۔ تو ابوسفیانؓ نے بتایا کہ یہ دونوں شریف و معمر اور دولتمند ہیں۔ امیہ نے کہا کہ معمر ہونے اور مال دار ہونے کے باعث وہ بڑے شرف سے محروم ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ یہ دونوں تو نبی نہیں بنائے جا سکتے۔ پھر امیہ نے اپنے غم کی ایک اور وجہ یہ بتائی کہ ایک بڑے نصرانی عالم نے مجھے بتایا ہے کہ وہ نبی منتظر عربی ہوگا اور قریش میں سے ہوگا۔ قریشی کہنے کی وجہ سے میں بہت غمگین ہوا۔ قال امیۃ فاصابنی من قولہ واللّٰہ شئ ما اصابنی مثلہ قط دخرج من یدی فوز الدنیا والاٰخرۃ وکنتُ ارجوان اکون ایاہ۔

ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ میں نے امیہ سے اس نبی کے اوصاف وحلیہ دریافت کیا تو اس نے کہا رجل شابٌّ حین دخل فی الکھولۃ بدؤ امرہ یجتنب المظالم والمحارم ویصل الرحم ویأمر بصلتھا وھو محوج کریم الطرفین متوسط فی العشیرۃ اکثر جندہ من الملائکۃ۔ ابوسفیانؓ کہتے ہیں میں نے اس نبی کی بعثت کی مزید علامت پوچھی تو امیہ نے عیسائی عالم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ملکِ شام میں عیسٰی علیہ السلام سے آج تک ۸۰ سخت زلزلے آچکے ہیں۔ ایک رجفہ (زلزلہ) اور آئے گا جس میں بڑے مصائب ہوں گے میں نے کہا یہ غلط ہے بلکہ بطورِ تسلیم اللہ کسی معمر و شریف اور امیر شخص کو ہی نبی بنائیں گے۔ امیہ نے کہا نصرانی عالم کی بات جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ چند روز بعد ہمیں شام میں ایک بڑے رجفہ زلزلے کی اطلاع ملی۔ میں نے کہا واقعی نصرانی عالم کی بات صحیح نکلی۔ پھر کچھ مہینوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و رسالت کا اعلان کیا ہے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد یمن جاتے ہوئے امیہ سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کا ذکر کیا تو امیہ غم و غصہ کے مارے پسینہ پسینہ ہوگیا اور کہا اگر یہ نبی ظاہر ہوا تو میں اس کی نصرت کروں گا۔ لیکن پھر یوں کہنے لگا واللّٰہ ماکنتُ لاُومن برسول من غیر ثقیف ابدًا جب میں سفر سے واپس مکہ آیا تو دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء مارے جاتے تھے اور ان کی تحقیر کی جاتی تھی، میں نے کہا کہ اس کی فوجِ ملائکہ کدھر گئی؟ چنانچہ پھر میں بھی عام قریش کی طرح تکبر میں پڑ گیا اور اسلام نہ لایا۔ کذا ذکرہ البیھقی فی دلائلہ والطبرانی۔

نیز طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے (ابوسفیان رضی اللہ عنہ) نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد امیہ سے بطورِ استہزاء کہا یا امیۃ قد خرج النبی الذی کنت تنعتہ قال اما انہ حق فاتبعہ۔ قلت مایمنعک من اتباعہ؟ قال مایمنعنی الا الاستحیاء من نساء ثقیف انی کنت احدثھن انی ھو

ثم یرینی تابعًا الغلام من بنی عبد مناف ثم قال امیۃ کأنی بك یا ابا سفیان قد خالفتہ ثم قد ربطت کما یربط الجدی حتی یؤتی بك الیہ فیحکم فیك بما یرید۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ امیہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھتا تھا اور لوگوں کو بتاتا تھا مگر لوگ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ فمرّ واعلیٰ قطیع غنم قد انقطعت منہ شاۃ معہا ولدھا فثغت کانہا تستحث الولد فقال امیۃ انہا تقول اسرع بنا لایجئ الذئب فیأکلك کما اکل الذئب اخاك عام اوّل فسالوا الراعی ھل اکل لہ الذئب عام اول حملا بتلك البقعۃ فقال نعم۔

امیہ کے اشعار علم وحکمت ونصائح واحوالِ آخرت سے پُر ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے شعر سننے کے بعد فرمایا ان کاد یسلم۔ رواہ احمد۔ وفی حدیث قال علیہ السلام وکاد امیۃ بن ابی الصلت ان یسلم۔ رواہ ابوھریرۃ فی الصحیح۔

امیہ نبی علیہ السلام سے ملا۔ آپؐ نے ایک مجمع میں اس کو دعوتِ اسلام دی اور سورۂ یٰس کی ابتدائی آیات سُنائیں۔ امیہ بہت متاثر ہوا اور کہا کہ میں سوچوں گا۔

ہجرت کے بعد امیہ اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا۔ راستے میں کفارِ مکہ جو بدر میں شکست کھا کر واپس آرہے تھے ملے۔ تو اسلام کا ارادہ ترک کر کے مقتول رؤسا مکہ کا مرثیہ کہنے لگا اور کہا اگر وہ نبی ہوتا تو اپنی قوم کو قتل نہ کرتا۔

صاحبِ مرآۃ لکھتے ہیں کان امیۃ اٰمن بالنبی علیہ السلام فقدم الحجاز لیأخذ مالہ من الطائف ویہاجر فلما نزل بدرًا قیل لہ الیٰ این؟ فقال ارید ان اتبع محمدًا فقیل لہ ھل تدری ما فی ھذا القلیب؟ قال لا۔ قال فیہ شیبۃ وربیعۃ وفلان وفلان فجدع انف ناقتہ وشقّ ثوبہ وبکیٰ وذھب الی الطائف فمات بہا سنۃ ؁ والمعروف موتہ سنۃ ؁۹ھ۔ امیہ کے دیوان میں ایک قصیدہ مدحِ نبی علیہ الصلاۃ والسلام میں موجود ہے جس کا اول شعر یہ ہے ؎

لك الحمد والمنّ ربّ العبا ؛ دِ انت الملیك وانت الحکم

وایضًا قال فیہا ؎

محمد ارسلہ بالھدیٰ ؛ فعاش غنیًّا ولم یھتضم

وقد علموا انہ خیرھم ؛ وفی بیتھم ذی الندیٰ والکرم

والتفصیل فی خزانۃ الادب ج ۱ ص ۲۳۰۔

احمد الامام رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ آیت فمن اضطر غیر باغ ولا عاد الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں

الامام احمد ھو ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الامام الکبیر البارع المجمع علیٰ جلالتہ و امامتہ و ورعہ زھادتہ وحفظہ الذی یستنزل الرحمۃ بذکرہ ۔

امام احمدؒ کی نسبت ان کے دادا یعنی حنبل کی طرف مشہور ہے ۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حنبل آپ کے والد کا نام ہے حالانکہ یہ دراصل دادا کا نام ہے ۔

آپ بغدادی ہیں ۔ اصل میں مروزی ہیں ۔ آپ کے والد مرو سے بغداد تشریف لائے اور آپ بغداد ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں جوان ہوئے ساری زندگی بغداد میں رہے اور یہیں وفات پائی ۔

تحصیل علم کے لیے بہت سے ملکوں کا سفر کیا مثلاً مکہ ، مدینہ ۔ شام ۔ یمن ۔ کوفہ ۔ بصرہ ۔ جزیرہ وغیرہ وغیرہ ملکوں میں علماء سے پڑھنے کے لیے سفر کیے ۔

آپ نے سماع حدیث سفیان بن عیینہؒ و ابراہیم بن سعدؒ و یحیی القطانؒ و ہشیمؒ و وکیعؒ و ابن مہدیؒ و عبد الرزاقؒ وغیرہ سے کیا ۔ آپ کے بہت سے مشائخ بھی آپ سے روایت کرتے ہیں مثلاً عبد الرزاقؒ و ابن مہدیؒ وغیرہ ۔

آپ امام حدیث ہیں علی بن مدینیؒ و بخاریؒ و مسلمؒ و ابوداؤدؒ و ابوزرعہؒ و بغویؒ و ابن ابی الدنیاؒ و ابو حاتم رازیؒ و موسی بن ہارونؒ و دارمیؒ و ابراہیم حربیؒ وغیرہ نے آپ سے سماع علوم کیا ۔

ابراہیم حربیؒ فرماتے ہیں رأیت ثلاثۃ لم نر مثلھم ابداً ۔ الاول ابو عبید القاسمؒ ما مثلتہ الا بجبل نفخ فیہ الروح ۔ والثانی بشر بن الحارثؒ ما شبھتہ الا برجل عجن من قرنہ الیٰ قدمہ عقلاً ۔ والثالث احمد بن حنبلؒ ، کان اللہ عز وجل جمع لہ علم الاوّلین من کل صنفٍ ۔

ابو مسہرؒ فرماتے ہیں ما اعلم احداً یحفظ علیٰ ھذہ الامۃ امر دینھا الا شاباً بالمشرق یعنی احمد بن حنبلؒ ۔

آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ احادیث قلم بند بھی فرمایا کرتے تھے ۔

ابوزرعہؒ فرماتے ہیں ما رأیت من المشائخ أحفظ من احمد بن حنبل حزرت کتبہ اثنی عشر حملاً و عِدلاً کل ذلک کان یحفظہ عن ظھر قلبہ ۔

ابو عبیدؒ فرماتے ہیں انتھی العلم الیٰ اربعۃ ، احمد بن حنبلؒ وھو افقھھم فیہ ۔ و علیّ بن المدینیؒ وھو اعلمھم بہ ۔ ویحیی بن معینؒ وھو اکتبھم لہ ۔ وابی بکر بن ابی شیبۃ وھو احفظھم لہ ۔

ابوزرعہؒ فرماتے ہیں ما رأیت احدًا اجمع من احمد بن حنبلؒ اجتمع فیہ زُهدٌ وفقہٌ وفضلٌ واشیاء کثیرۃ۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ما رأیت اعقل من احمد بن حنبلؒ وسلیمان بن داؤد الهاشمیؒ کذا ذکر النوویؒ فی کتابہ تهذیب الاسماء ج ۱ ص۱۱۲

امام احمدؒ عربی النسب ہیں۔ امام شافعیؒ آپ کے استاذ ہیں ان کا امام احمدؒ پر بڑا اعتماد تھا۔

ربیع بن سلیمان امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال الشافعیؒ احمد امام فی ثمان خصالٍ۔ امامٌ فی الحدیث۔ امامٌ فی الفقہ۔ امامٌ فی اللغۃ۔ امامٌ فی القراٰن۔ امامٌ فی الفقر۔ امامٌ فی الزهد۔ امامٌ فی الورع۔ امامٌ فی السنّۃ۔

امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کو علم حدیث میں اپنے سے اعلیٰ سمجھتے تھے۔ ایک دن امام شافعیؒ امام احمدؒ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یا اباعبدِ اللہ کنتُ الیوم مع اهل العراق فی مسئلۃ کذا فلو کان معی حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدفع الیہ احمد ثلاث احادیث فقال لہٗ جزاك اللہ خیرًا۔

ایک دن امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے فرمایا انتم اعلم بالحدیث والرجال فاذا کان الحدیث الصحیح فاعلمنی ان شاء یکون کوفیًا او شاء شامیًا حتی اذهب الیہ اذا کان صحیحًا۔

عبدالوہاب ورّاقؒ نے ایک مرتبہ علماء سے کہا کہ امام احمد جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا تو لوگوں نے کہا کہ ائمہ دین و محدثین کبار کے مقابلے میں امام احمد کے علم و فضل میں تم کو کون سی خصوصیت نظر آئی؟ فقال عبدالوهاب رجلٌ سُئل عن ستین الف مسئلۃٍ فاجاب فیها بان قال اخبرنا وحدثنا۔ کذا فی طبقات الحنابلۃ للقاضی ابی الحسین محمد بن ابی یعلی۔ ج ۱ ص۶

ابوالحسین بن منادیؒ کی روایت ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ایک تفسیر لکھی ہے جو ۱۲۰۰۰۰ یعنی ایک لاکھ بیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔

امام احمدؒ کے دو بیٹے عبداللہ اور صالح آپ سے روایتیں کرتے ہیں۔

عبداللہ کا قول ہے کہ میرے والد ایک ہفتہ میں دو ختم قرآن کرتے تھے۔ ایک رات کو اور ایک دن کو۔ ایک بار مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو نماز میں ایک ہی رات میں سارا قرآن مجید ختم کیا۔

امام احمدؒ زاہد کبیر تھے۔ دنیا کی دولت آپ کے پاس آتی اور بڑے ہدایا آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے مگر آپ ٹھکرا دیتے تھے۔ نیز بڑے بڑے عہدے آپ کو پیش کیے گئے مگر آپ نے ان کے

قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔

آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو خلیفۂ وقت کے عطایا قبول کرنے سے منع فرمایا تھا، انہوں نے اپنی حاجت کا عذر پیش کیا تو آپ نے ایک مہینے تک ان سے قطع تعلق کر لیا تاآنکہ انہوں نے معافی مانگی۔

امام احمدؒ کو ایک مکان وراثت میں ملا تھا۔ اس کے کرائے سے ہر روز آپ ایک درہم اپنے خرچ کے لیے لیتے تھے۔ آپ کی بیوی نے دیکھا کہ اس گھر میں کچھ مرمّت کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کے مال سے مرمت کرادی۔ اس واقعہ کے بعد وہ درہم بھی آپ نے لینا چھوڑ دیا اور فرمایا قد افسدہ علیّ۔ اپنے بیٹے عبداللہ کے مال سے وہ اس لیے اجتناب فرماتے تھے کہ عبداللہ کو گاہے بگاہے خلیفۂ وقت کی طرف سے مال ملتا تھا جس میں حرام ہونے کا شبہ تھا۔

امام احمدؒ کو اللہ کی راہ میں بڑی اذیتیں پہنچائی گئیں، آپ نے صبر کیا اور اللہ کی راہ میں وہ برداشت کرتے رہے۔

علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں ایّد اللہ ھذا الدین برجلین لا ثالث لھما ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ یوم الردّۃ واحمد بن حنبلؒ فی یوم المحنۃ۔

صدقۃ المقابریؒ بہت بڑے عالم ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں میرے دل میں امام احمدؒ کے بارے میں کچھ اچھے خیالات نہ تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام امام احمدؒ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک راستے پر تشریف لے جا رہے ہیں دونوں بظاہر آرام سے اور آہستہ جا رہے تھے اور میں پیچھے زور لگا رہا تھا کہ پہنچوں لیکن نہ پہنچ سکا۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ سارا کینہ نکل گیا۔ پھر میں نے یہ خواب دیکھا کہ میں موسمِ حج میں مکہ مکرمہ میں ہوں بے شمار لوگ جمع ہیں۔ ایک منادی نے نماز کے لیے لوگوں کو بلایا جب سارے لوگ جمع ہوئے تو اس منادی نے آواز دی کہ امامت امام احمد ابن حنبل کرائیں گے اور امام احمد ہی نماز پڑھائیں گے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل تشریف لائے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اسحٰق بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں احمد بن حنبل حجۃ بین اللہ وبین عبیدہ فی ارضہ امام زکریا بن یحییٰ ساجی فرماتے ہیں احمد بن حنبل افضل عندی من مالکؒ والاوزاعیؒ والثوریؒ والشافعیؒ وذلک ان لھؤلاء نظراء واحمد بن حنبل لا نظیر لہ۔

سلمۃ بن شبیبؒ فرماتے ہیں کہ ہم امام احمد بن حنبلؒ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص داخل ہوا۔ اس شخص نے سلام کے بعد کہا ایکم احمد فاشار بعضنا الیہ فقال جئتُ من البحر من مسیرۃ اربع مائۃ فرسخ اتانی اتٍ فی منامی فقال ائت احمد بن حنبل وسل عنہ فانک تُدلُّ علیہ قل لہ

ان اللہ عنك راض وملائکتہ سمواتہ وملائکۃ ارضہ عنك راضون قال ثم خرج۔

عبداللہ بن الحسین فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بڑے محدث کو موت کے بعد خواب میں دیکھا فقلت له یا اللہ علیك مافعل اللہ بك فقال غفر لی فقلت باللہ فقال باللہ انہ غفر لی فقلت بماذا غفر اللہ لك فقال بحبّتی لاحمد بن حنبل فقلت فانت فی راحۃ فتبسم وقال انا فی راحۃ وفرحۃ۔

احمد بن محمد کندیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو خواب میں دیکھا فقلتُ یا ابا عبد اللہ ماصنع اللہ بك فقال غفر لی ثم قال یا احمد ضُرِبتَ فِیَّ قال قلتُ نعم یا ربّ قال یا احمد ھذا وجھی فانظر الیہ قد ابحتُك النظر الیہ۔

امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ربیع الآخر ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

عبدالوہاب الورّاقؒ کہتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں اتنی کثرت سے لوگ شریک نہیں ہوئے جتنی کثرت سے امام احمد بن حنبلؒ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

ابو زرعہؒ فرماتے ہیں بلغنی ان المتوکل امر ان یُمسح الموضعُ الذی قام الناسُ فیہ للصلوٰۃ علی احمد ابن حنبل فبلغ مقام الفی الفٍ وخمسمائۃ الف اس کا حاصل یہ ہے کہ امام احمدؒ کی نماز جنازہ میں ۲۵ لاکھ انسان شریک ہوئے تھے۔

وقال الورکانیؒ اسلم یوم مات احمد بن حنبلؒ عشرون الفا من الیھود والنصاریٰ والمجوس۔ کذا ذکر النووی فی التھذیب ج ۱ ص ۱۱۲

مجھے ورکانی کی اس حکایت اسلام یہود و نصاریٰ ومجوس کی صحت میں مدت سے شبہ تھا۔ میری رائے میں یہ حکایت کذب پر مبنی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ اتنے جم غفیر کا مسلمان ہونا اور وہ بھی ایک ہی دن میں بعید و مشکل ہے۔ بعد میں اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ بہت سے محدثین نے بھی اس حکایت کو مردود کہا ہے چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں وھی حکایۃ منکرۃ تفرد بھا الورکانی والراوی عنہ والعقل یحیل ان یقع مثل ھذا الحادث فی بغداد ولا یرویہ جماعۃ تتوفر دواعیھم علیٰ نقل ما ھو دونہ بکثیر وکیف یقع مثل ھذا الامر ولا یذکرہ المروزی ولا صالح بن احمد ولا عبد اللہ ولا حنبل الذین حکوا من اخبار ابی عبد اللہ احمد بن حنبلؒ جزئیات کثیرۃ قال فواللہ لو اسلم یوم موتہ عشرۃ انفس لکان عظیما ینبغی ان یرویہ نحو من عشرۃ انفس انتھیٰ۔ ھامش طبقات حنابلہ ج ص ۱۶۔

امام احمدؒ کی تاریخ ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ ہے۔ اور وفات جمعہ کے دن چاشت کے وقت ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ بغداد میں آپ کی قبر معروف و مشہور ہے۔

امام احمد کے صاحبزادے صالح فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد امام احمد کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھا وبیدی الخرقۃ لاشدّ بہا لحیتہ فجعل احمد یعرق ثم یضیق ویفتح عینیہ ویقول بیدہ ھکذا، لابعد لابعد۔ ثلاث مرات۔ فقلت یاابت ایش ھذا الذی قد لھجت بہ فی ھذا الوقت قال یابنی ماتدری؟ قلتُ لا۔ قال ابلیس لعنہ اللہ قائم بحذائی عاضاً علی انا ملہ یقول یا احمد فُتّنی فاقول لا، حتی اموتُ۔ کذا فی طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص ۱۷۵۔

اخفش ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ کی شرح کے آخر میں اور وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

اخفش کا نام سعید بن مسعدہ ہے۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ یہ اخفش اوسط ہیں۔ مشہور تین اخفش ہیں

اوّل۔ اخفش اکبر عبدالحمید بن عبدالمجید ابوالخطاب۔ یہ اخفش اکبر نحو وعربیت میں امام ہیں۔ سیبویہ اور اور کسائی و یونس کے استاذ ہیں۔ قال السیوطی وکان دیّناً ورعاً ثقۃً۔

دوم۔ اخفش اوسط سعید بن مسعدہ ابوالحسن۔ یہ اخفش اوسط زیادہ مشہور ہیں۔ اور جب مطلق اخفش کا ذکر ہو تو یہی مراد ہوتے ہیں۔ کافیہ میں بحث غیر منصرف کے آخر میں ہے وخالف سیبویہ الاخفش اھ قال الجامی رحمہ اللہ فی شرحہ ص ۸۲ المشھور ھو ابوالحسن تلمیذ سیبویہ اھ

سوم۔ اخفش صغیر۔ علی بن سلیمان بن الفضل النحوی۔ قرأ علی ثعلب والمبرد قال المرزبانی ولم یکن بالمتسع فی الروایۃ للاخبار والعلم بالنحو ماعلمتہ صنّف شیئاً ولا قال شعراً قدم مصر سنۃ ۲۸۷ھ وخرج الی حلب سنۃ ۳۰۰ھ وکانت ضیّق الحال الی ان اکل الشلجم النّیئ فقبض علی قلبہ فمات فجأۃ ببغداد فی شعبان ۳۱۵ھ وقد قارب الثمانین۔ کذا فی البغیۃ للسیوطی۔ ومعجم الادباء لیاقوت ج ۱۳ ص ۲۵۷

یہ تین اخفش مشہور ہیں۔ ان میں مشہور تر اخفش اوسط ہے۔ یہ اجلع تھا اس کے ہونٹ بند نہیں ہوتے تھے۔ کذا فی البغیۃ۔ وذکر یاقوت فی ارشاد الاریب ج ۱۳ ص ۲۴۷ ان الاخفش الصغیر کان اجلع۔

وفی البغیۃ وکان اجلع لا تنطبق شفتاہ علی لسانہ۔ یہ سیبویہ کا شاگرد تھا تاہم عمر میں سیبویہ سے بڑا تھا اس نے خلیل سے کچھ نہیں پڑھا۔ یہ اخفش اوسط اعتقاداً معتزلی تھا۔ یہ کلبی ونخعی وہشام بن عروہ سے روایت کرتا ہے اور ابوحاتم سجستانی اس سے روایت کرتے ہیں۔ بغداد میں مدت تک مقیم رہا۔ اخفش اوسط کا بیان ہے کہ جب سیبویہ کا کسائی کے ساتھ بغداد میں مناظرہ ہوا اور سیبویہ شکست کھانے کے بعد واپس آئے تو مجھے سارا قصہ سیبویہ نے سنایا پھر وہ نواہواز چلے گئے۔ مجھے غصہ آیا اور مناظرے کی غرض سے بغداد گیا۔ مسجد کسائی میں پہنچا۔ صبح کی نماز میں نے کسائی کے پیچھے پڑھی۔ نماز کے بعد استفادہ کے لیے کسائی کے پاس فراء واحمر وابن سعدؔ وغیرہ بیٹھ گئے

میں نے کسائی سے سو مسئلے پوچھے۔ کسائی نے جوابات دیے میں نے ان کے سارے جواب رد کردیے تو ان کے تلامذہ نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ کسائی نے ان کو باز رکھا اور مجھ سے فرمایا باللہ انتَ ابو الحسن سعید بن مسعدۃ۔ فقلتُ نعم فقام الیّ وعانقنی واجلسنی الیٰ جنبہ۔ پھر کسائی نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے بچوں کے استاذ بن جائیں اور میرے پاس ہی مقیم رہیں۔ میں نے ان کی یہ بات تسلیم کرلی۔ بعدہٗ میں نے ان کی فرمائش پر کتاب معانی القرآن تالیف کی جس کو کسائی ہمیشہ سامنے رکھتے تھے۔ نیز کسائی نے پوشیدہ طور پر مجھ سے کتاب سیبویہ پڑھی اور اجرت میں ۷۰ دینار دیے۔ کتاب سیبویہ کے راوی صرف اخفش ہی ہیں، کیونکہ سیبویہ نے یہ کتاب کسی اور کو نہیں پڑھائی۔ بلکہ ابتداء میں اخفش نے اس کتاب کو اپنی طرف منسوب کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن امام مازنیؒ وامام جرمیؒ کی کوشش سے وہ کامیاب نہ ہوسکا۔

اخفش کا کہنا ہے ماوضع سیبویہ فی کتابہ شیئًا الّا وعرضہ علیّ۔ کذا فی معجم الادباء لیاقوت ج ۱۱ ص ۲۲۶۔ انباہ الرواۃ میں ان کا ترجمہ تفصیلاً مذکور ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں وکان الاخفش رجل سوءٍ قدریًّا شمریًّا وھم صِنفٌ من القدریۃ نُسبوا الیٰ بنی شمر وقال المبرد کان الاخفش اعلم الناس بالکلام واحذقھم بالجدل وکان غلام ابی شمرٍ وکان علیٰ مذھبہ۔ وذکر الجاحظ ان الاخفش ھذا کان یعلم ابناء المعدل بن غیلان۔ کذا فی انباء الرواۃ۔ اخفش اصل میں خوارزمی ہے۔ تاریخ وفات ۲۱۱ھ ہے۔ کذا فی الفہرست وقیل توفی سنہ ۲۱۵ھ۔

ابن جنی۔ وہ الم وحروف مقطعات کی شرح میں حروفِ بدل کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عثمان بن جنی ابو الفتح النحوی۔

ابن جنی مشہور نحوی، صرفی، ادیب، امام، بارع، صاحب نکات لغویہ ودقائق ادبیہ واسرار عربیہ ہیں۔ تمام علوم کی بنسبت علم صرف میں اقویٰ واکمل وبے نظیر ہیں۔ متنبی صاحبِ دیوان کے معاصر اور اس کے دیوان کے اول شارح ہیں۔ متنبی کی موت پر عربی اشعار کا مرثیہ لکھا جس سے معلوم ہوا کہ آپ شاعر بھی بڑے ہیں۔ علمِ صرف میں ان کی مہارت کا ایک قصہ معروف ہے۔ وہ یہ کہ ابن جنی جامع موصل میں علم نحو وصرف پڑھا رہے تھے اور اس وقت ابن جنی نوجوان تھے کہ مشہور نحوی ابو علی فارسی اتفاقًا وہاں پر آئے اور ابن جنی سے صرف کا ایک مسئلہ دریافت کیا۔ ابن جنی صحیح جواب نہ دے سکے تو ابو علی نے کہا زبّبت وانت حصرمٌ وفی روایۃ قبل ان تحصرم۔ ای صرت زبیبًا قبل ان تکون حصرمًا والحصرم العنب قبل نضجہ۔ مقصد یہ تھا کہ مہارت کے بغیر اور تکمیلِ علم کے بغیر پڑھانا شروع کردیا۔ کذا فی معجم الادباء ج ۱۲ ص ۹۱۔ ابن جنی کو جب معلوم ہوا کہ یہ ابو علی فارسی ہیں تو ان کی صحبت اختیار کرکے

ان سے پڑھنا شروع کر دیا اور چالیس سال ان کی صحبت میں رہے۔ ابوعلی کی وفات کے بعد ابن جنی اپنے شیخ کی جگہ پر درس دینے کے لیے بغداد میں مقرر ہوئے۔ آپ سے ثمانینی وعبدالسلام بصری اور ابوالحسن سمسمی وغیرہ نے تحصیل علوم کی۔ ابن جنی کے تین بیٹے تھے۔ علی۔ عال۔ علاء۔ تینوں فاضل و ادیب وکامل تھے۔ والد نے صحیح طور پر انہیں تعلیم دلائی تھی۔

ابن جنی ایک آنکھ کی بینائی سے محروم تھے۔ چنانچہ ایک دوست کے بارے میں ابن جنی کہتے ہیں ؎

صُدُودُك عني ولا ذنبَ لي ⁂ دليلٌ على نيّةٍ فاسدهْ

فقد وحياتك مما بكيت ⁂ خشيتُ على عينيَ الواحدهْ

ولولا مخافة ان لا اراك ⁂ لما كان في تركها فائدهْ

ابن جنی موسم ربیع وشباب کے بارے میں کہتے ہیں ؎

رأيتُ محاسِن ضحك الرّبيع ⁂ اطال عليها بُكاء السحاب

وقد ضحك الشيب في لمّتي ⁂ فلم لا ابكي ربيع الشباب

ابن جنی کی تصانیف یہ ہیں الخصائص۔ التمام فی اشعار ہذیل۔ سر الصناعۃ۔ شرح کتاب تصریف ابی عثمان۔ شرح مستغلق ابیات الحماسہ واسماء شعرائہا۔ شرح مقصور وممدود لابن السکیت۔ تعاقب العربیہ۔ شرح دیوان متنبی۔ شرح آخر لدیوان متنبی مختصر۔ کتاب اللمع۔ مختصر التصریف۔ مختصر العروض و القوافی۔ کتاب الالفاظ المہموزہ۔ محاسن العربیہ۔ کتاب النوادر۔ کتاب المحتسب شرح الشواذ وغیرہ وغیرہ۔ کتابوں کے یہ نام معجم الادبا سے ماخوذ ہیں۔

آپ کا ترجمہ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۱۱ میں اور انباء الرواۃ ص ۶۲۷ میں تفصیلاً موجود ہے۔ یاقوت نے بڑی تفصیل ذکر کی ہے۔ شہر موصل میں ۳۳۰ھ سے قبل پیدا ہوئے اور بروز جمعہ ۲۸ صفر ۳۹۲ھ میں بغداد میں انتقال ہوا۔ جنّی بکسر جیم وتشدید نون قبل یاء مشددہ ہے۔ یہ معرب گنی ہے۔

ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث بسملہ کی ابتداء میں مذکور ہیں۔

هو عبد الله بن المبارك بن واضح الحنظلي رحمه الله

آپ بہت بڑے امام، محدّث، مفسر، مجاہد، زاہد، عابد اور مجمع البرکات تھے۔ امام نوویؒ آپ کے بارے میں تہذیب میں لکھتے ہیں الامام المجمع على امامته وجلالته في كل شئ الذي تستنزل الرحمة بذكره وترتجى المغفرة بحبه۔ انتهى۔

آپ تبع تابعین ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں۔ سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ وشعبہؒ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابو داؤد طیالسیؒ، محمد بن الحسن حنفیؒ، یحیی القطانؒ، ابن مہدیؒ اور فضیل بن عیاضؒ وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ مجمع الکمالات والبرکات تھے۔

عن الحسن بن عیسی قال اجتمع جماعات من اصحاب ابن المبارك فقالوا تعالوا نعد خصال ابن المبارك من ابواب الخير فقالوا جمع العلم والفقه والادب والنحو اللغة والزهد والشعر والفصاحة والورع والانصاف وقيام الليل والعبادة والشدة فی رأیه وقلة الكلام فی مالا یعنیه وقلة الخلاف علی اصحابه۔

آپ کی وفات پر سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا لقد کان فقیھا عابدا عالما زاھدا سخیا شجاعا۔

عمار بن حسن آپ کی مدح میں کہتے ہیں ؎

اذا سار عبد الله من مرو ليلة ... فقد سار منها نورها وجمالها

اذا ذكر الاحباب من كل بلدة ... فهم انجم فيها وانت هلالها

عبد الرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں الائمة اربعة الثوری ومالك وحماد بن زيد وابن المبارك۔ ابو اسحاق فزاری کا قول ہے ابن المبارک امام المسلمین۔ ابو اسامہ کہتے ہیں ابن المبارك فی اصحاب الحدیث کامیر المؤمنین فی الناس۔

جب ابن المبارک شہر رقہ میں تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کا بہت بڑا استقبال کیا۔ اتفاق سے خلیفہ ہارون الرشید بھی وہاں مقیم تھا تو خلیفہ کی امّ ولد نے کوٹھے سے لوگوں کا یہ ازدحام دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون آرہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خراسان کے ایک عالم ابن المبارک آرہے ہیں۔ اس عورت نے کہا ھذا واللہ الملك لا ملك هارون الذی لا یجمع الناس الا بالسوط والخشب۔ كذا فی تهذيب الاسماء۔ ج ۱ ص ۲۸۶ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۶۲ میں آپ کے تفصیلی احوال ذکر کیے ہیں۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں لو جهدت جهدی ان اکون فی السنة ثلاثة ایام علی ما علیه ابن المبارك لم اقدر۔ ابن المبارکؒ فرماتے تھے من بخل بالعلم اُبتلی بثلاث اما یموت فیذهب علمه واما ینسی واما یصحب فیذهب علمه۔

ایک شخص نے ابن المبارکؒ سے سوال کیا من الناس؟ قال العلماء۔ پھر سوال کیا فمن الملوك؟ قال الزهاد۔ پھر سوال کیا من السفلة؟ قال الذين يعيشون بدينهم۔

ابن المبارکؒ اہل بدعت سے دور رہتے اور اپنے اصحاب کو بھی دور رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حارثؒ کہتے ہیں جو ابن المبارکؒ کے اصحاب میں سے ہیں اکلتُ عند صاحب البدعة اكلة فبلغ ذلك ابن المبارك فقال لا كلمتك ثلاثين يوما۔ ابن المبارکؒ کا قول ہے اذا عرف الرجل قدر نفسه يصير عند نفسه اذل من الكلب

ابن المبارکؒ نے ایک موقعہ پر یہ اشعار پڑھے ؎

الصمتُ زینٌ بالفتیٰ ؛ من منطقٍ فی غیر حینہ
والصدقُ اجملُ بالفتیٰ ؛ فی القول عندی من یمینہ
وعلی الفتیٰ بوقارہٖ ؛ سمۃ تلوح علیٰ جبینہ

(کذا فی الحلیۃ)

امام ابو حنیفہؒ سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ درّ مختار میں ابو حنیفہؒ کی مدح میں ابن المبارکؒ کا ایک قصیدہ مذکور ہے۔ جس کے چند شعر یہ ہیں ؎

لقد زان البلاد ومن علیھا ؛ امامُ المسلمین ابو حنیفہ
فما فی المشرقین لہ نظیر ؛ ولا بالمغربین ولا بکوفہ
فلعنۃ ربّنا اعداد رمل ؛ علیٰ من ردّ قول ابی حنیفہ

آپ کی ولادت ۱۱۸ھ میں ہوئی ہے۔ اور وفات ماہ رمضان ۱۸۱ھ میں ہوئی ہے۔ کذا فی تذکرۃ الحفاظ للذہبی۔

ابن ابی لیلیٰ۔ لا تضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہٖ الآیۃ کے ذیل میں مذکور ہیں۔

ھو محمد بن عبد الرحمٰن بن یسار الانصاری الفقیہ رحمہ اللہ۔

ابن ابی لیلیٰ کی ولادت ۷۴ھ میں ہوئی۔ آپ کوفہ کے قاضی اور مفتی تھے۔ وفات ۱۴۸ھ میں شہر کوفہ میں ہوئی۔ وفات تک آپ قاضی تھے۔ آپ نے علوم امام شعبی وغیرہ سے حاصل کیے اور آپ سے وکیع وابونعیم وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔ حافظ ذہبی کاشف اور کتاب عبر میں فرماتے ہیں وکان صدوقاً حسن الحدیث افقہ الناس۔

ابو حنیفہ رحمہ اللہ۔ تفسیر ہذا میں متعدد مقامات پر مذکور ہیں۔

ھو ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت بن زوطیٰ بضم الزاء وفتح الطاء۔ شیخ ابو اسحاق طبقات میں لکھتے ہیں: ھو النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ مولیٰ تیم اللہ ثعلبۃ ۔

ابو حنیفہؒ کا جد زوطا اہل کابل یا اہل بابل سے تھا اور مملوک تھا بنی تیم اللہ کا۔ پھر وہ آزاد ہوا اور اس کا بیٹا ثابت اسلام میں پیدا ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت علیؓ نے ان کے لیے دعائے برکت فرمائی اس وقت ثابت کی عمر چھوٹی تھی۔ تہذیب الکمال میں ہے عن اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ نحن من ابناء فارس الاحرار واللہ ما وقع علینا رقٌ قط۔

بعض نے آپ کا نسب یوں بیان کیا ہے النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان ۔
ابن خلکان اپنی تاریخ میں اور دیگر مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کی تاریخ ولادت ۸۰ھ ہے اور تاریخ وفات ۱۵۰ھ ہے ۔ آپ کی نماز جنازہ پانچ مرتبہ پڑھی گئی ۔ اس کا سبب کثرت ازدحام تھا ۔ آپ کو غسل قاضی القضاۃ حسن بن عمارہ وغیرہ نے دیا وقال لہ رحمك اللہ وغفر لك لم تفطر منذ ثلاثین سنۃ ولم تتوسد یمینك باللیل منذ اربعین سنۃً ۔ آپ کے مشائخ بہت زیادہ ہیں ۔ تہذیب الکمال میں ۶۵ سے زیادہ آپ کے مشائخ مذکور ہیں ۔ چند مشائخ کے نام یہ ہیں :۔
نافع مولی ابن عمرؓ ۔ ابن شہاب الزہری ۔ عکرمۃ مولی ابن عباسؓ ۔ عبداللہ بن دینار ۔ علقمہ بن مرثد عطاء بن ابی رباح ۔ سماک بن حرب ۔ ہشام بن عروہ ۔ منصور بن المعتمر وغیرہ ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ۔
آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے ۔ چند تلامذہ یہ ہیں زفر ۔ حسن بن زیاد ۔ ابومطیع بلخی ۔ محمد بن الحسن ۔ ابویوسف ۔ وکیع بن الجراح ۔ عبداللہ بن المبارک ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ۔
ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں تعصب مذہبی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابوحنیفہ تبع تابعین ہیں ۔ لیکن یہ قول جمہور علماء کے نزدیک باطل و غلط ہے ۔ صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں ۔ کئی صحابہ مثل انسؓ و سہل بن سعدؓ وغیرہ کا زمانہ آپ نے پایا ہے ۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں وکان فی زمنہ اربعۃ من الصحابۃ انس بن مالك وعبد اللہ بن ابی اوفی وسہل بن سعد وابو الطفیل ۔ ولم یاخذ عن احد منہم انتھیٰ ۔ خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں رأی انس بن مالك وسمع عطاء بن ابی رباح ۔
بہرحال آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے خطیب بغدادیؒ و دارقطنیؒ و ابن جوزیؒ و نوویؒ و ذہبیؒ و ابن حجر مکیؒ و سیوطیؒ وغیرہ نے ۔
خود ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک اور جگہ پر آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے لہٰذا نواب صدیق حسن خان کا اس سے انکار بے دلیل اور تعصب کا اظہار ہے ۔ نواب صاحب اپنی کتاب ابجد العلوم میں لکھتے ہیں ان اباحنیفۃ لم یر احداً من الصحابۃ باتفاق اھل الحدیث وان عاصر بعضھم علی رأی الحنفیۃ ۔ اھ
ابوحنیفہؒ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں ۔ ابن معینؒ فرماتے ہیں لا بأس بہ لم یکن متھماً ۔ جلیل القدر محدثین نے آپ سے روایتیں کی ہیں ۔ مثل سفیان ثوریؒ و عبداللہ بن المبارکؒ و حماد بن زیدؒ و ہشامؒ و وکیعؒ و عباد بن عوامؒ وغیرہ ۔ اور یہ توثیق کی علامت ہے قال ابن عبد البر ھو ثقۃ لا بأس بہ ۔ آپ کے مجتہد ہونے اور فقیہ عظیم ہونے پر کل امت کا اجماع ہے ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ان الناس فی الفقہ عیال ابی حنیفۃ ۔ وعن الشافعی ایضاً من اراد ان یتبحّر فی الفقہ فھو عیال ابی حنیفۃ ۔ وعن وکیع قال کان

ابوحنیفۃ عظیم الامانۃ وکان یوثر رضاء اللہ علی کل شئ ولو اخذ السیوف لاحتملھا۔
آپ کا تقویٰ و زہد و کثرتِ عبادت مشہور ہیں۔ ابن ہبیرہ نے آپ کو کوفہ کا قاضی بننے پر مجبور کیا آپ کے انکار پر اُس نے آپ کو ایک سو دس کوڑے مارے۔ اور ہر روز آپ کے دس کوڑے مارے جاتے تھے، لیکن امام ابوحنیفہؒ اپنے انکار پر قائم رہے۔ آخر کار آپ کو رہا کر دیا گیا۔ ابن ہبیرہ بنو امیہ کی طرف سے عراق کا گورنر تھا۔

وعن الربیع بن عاصم قال ارسلنی یزید بن عمر بن ھبیرۃ فقدمت بابی حنیفۃ فارادہ علی بیت المال فابیٰ فضربہ اسواطاً وبکی فی بعض الایام لوالدتہ وقال کان غمّ والدتی اشد علیّ من الضرب۔ وکان احمد بن حنبل اذا ذکر ذٰلک بکی وترحّم علی ابی حنیفۃ۔
اس کے بعد خود منصور امیر المؤمنین نے ابوحنیفہؒ کو بغداد بلایا تاکہ آپ کو قاضی بنا دیا جائے مگر آپ نے انکار کر دیا۔ منصور نے قسم کھائی کہ قاضی ضرور بنو گے۔ آپ نے بھی قسم کھالی کہ ہرگز نہیں بنوں گا۔ منصور نے پھر قسم کھائی تو ابوحنیفہؒ نے بھی پھر قسم کھالی اس کے بعد آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔
ایک روایت ہے کہ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ میں قضا کے قابل نہیں ہوں۔ منصور نے کہا کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ پھر تو جھوٹے کو قاضی نہیں بنانا چاہیے۔
امام ابوحنیفہؒ حسین چہرے والے طویل قد اور گندم گوں رنگ کے تھے۔ لباس ہمیشہ اچھا پہنتے تھے۔ عطر زیادہ استعمال کرتے تھے۔ ابویوسفؒ فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ ربعۃ من الرجال لیس بالقصیر ولا بالطویل۔ وقال محمد بن جعفر کان ابوحنیفۃ طوالاً تعلوہ سُمرۃ۔
آپ بڑے دولتمند تھے، اور کپڑے کے بڑے تاجر تھے۔ کوفہ میں آپ کی دُکان لوگوں میں معروف و مشہور تھی۔ بہت زیادہ سخی تھے۔ آپ کی سخاوت و تقویٰ کے قصے مشہور ہیں۔ آپ نے علمی استفادہ زیادہ تر حضرت حمادؒ سے کیا چنانچہ اٹھارہ سال حمادؒ کی صحبت میں رہے۔ ابوحنیفہؒ فرماتے تھے ماصلیتُ صلاۃً منذ مات حماد الا استغفرت لہ مع والدی۔ وانی لاستغفر لمن تعلمتُ منہ علماً او علمتہ علماً۔ ایک بار ابوحنیفہؒ خلیفہ وقت منصور کے پاس گئے۔ منصور نے کہا ھذا عالم اھل الدنیا الیوم۔
مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں ما احسد احداً بالکوفۃ الا رجلین اباحنیفۃ فی فقھہ والحسن بن صالح فی زھدہ۔
فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ فقیھاً معروفاً بالفقہ مشھوراً بالورع وسیع المال

معروفاً بالافضال علی من یطیق صبوراً علی تعلیم العلم باللیل و النهار کثیر الصمت ۔

ابن المبارکؒ فرماتے ہیں ما رأیت فی الفقہ مثل ابی حنیفۃ ۔

وکیعؒ فرماتے ہیں مالقیت افقہ من ابی حنیفۃ ولا احسن صلاۃً منہ ۔

ابو حنیفہؒ کبھی ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے پورا قرآن پڑھتے تھے ۔ اسد بن عمرو فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ نے چالیس سال عشاء کے وضوء سے نمازِ فجر پڑھی ہے ۔ اور گاہے ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ ہمسایوں کو آپ پر ترس و رحم آتا تھا ۔

وختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیہ سبعۃ آلاف مرۃ ۔ حسن بن عمارہؒ نے ابو حنیفہؒ کو بعد الوفاۃ غسل دیا اور غسل کے وقت فرمایا غفر اللہ لک اباحنیفۃ لم تفطر منذ ثلاثین سنۃ ولم تتوسد یمینک فی اللیل منذ اربعین سنۃً ۔ وعن ابن المبارک ان اباحنیفۃ صلی خمساً و اربعین سنۃ الصلوات الخمس بوضوء واحد وکان یجمع القرآن فی رکعتین ۔

مشہور محدثِ زمانہ مسعر بن کدامؒ کہتے ہیں کہ ایک رات میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص تنہائی میں نماز پڑھ رہا ہے ۔ اس کی قرات مجھے بڑی پسند آئی ۔ میں چپکے سے بیٹھ کر سننے لگا ۔ اس شخص نے قرآن کے اوائل کی سات طویل سورتیں ایک رکعت میں ختم کیں ۔ میں نے خیال کیا کہ اب یہ رکوع کرے گا مگر اس نے آگے پڑھتے پڑھتے ثلث قرآن ختم کیا پھر نصف ختم کیا اور بغیر رکوع یعنی کھڑے کھڑے ہی پڑھتے پڑھتے سارا قرآن ایک رکعت میں ختم کر دیا ۔ میں حیران تھا کہ یہ کون ہے دیکھا تو وہ ابو حنیفہؒ تھے ۔

آپ نے اپنے اوپر یہ لازم قرار دیا تھا کہ جتنا خرچ گھر پر کرتے تھے اتنا ہی خرچ خدا کی راہ میں کرتے تھے ۔ اور جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے مطابق شیوخ و علماء کو بھی پہناتے تھے ۔

قیس بن ربیع فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ ورعاً فقیہاً کثیر البر والصلۃ کثیر الافضال علی اخوانہ وکان یبعث البضائع الی بغداد فیشتری بھا الامتعۃ ویجلب الی الکوفۃ ویجمع الارباح من سنۃ الی سنۃٍ ۔ فیشتری بھا حوائج الاشیاخ المحدثین واقواتھم وکسوتھم وما یحتاجون الیہ ۔

وعن ابی یوسف کان ابوحنیفۃ لایکاد یسئل حاجۃً الا قضاھا ۔ بہرحال آپ کے فضائل بہت زیادہ ہیں ۔ اور بہت سے علماء مذاہب اربعہ مثل حافظ سیوطیؒ و محمد بن یوسف دمشقی شافعی وغیرہ نے آپ کے احوال میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں ۔

شیخ محمد بن یوسف شافعیؒ عقود الجمان فی مناقب النعمان ص۴۹ پر لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ تابعی ہیں اور پھر ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کی زیارت ابو حنیفہؒ نے کی ہے ۔ ان صحابہ کے نام یہ ہیں ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ

قال ابوحنیفۃ قدم انس بن مالک الکوفۃ ونزل النخع وکان یخضب بالحمرۃ قد رأیتہ مرارًا۔ ص۱۵ پر لکھتے ہیں:۔ ان الامام اباحنیفۃ سمع ثمانیۃ رجال من الصحابۃ وامرأۃ۔ وھم انس بن مالک وعمرو بن الحریث و عبداللہ بن اُنیس وعبد اللہ بن الحارث بن الجزء الزبیدی وجابر بن عبد اللہ وعبد اللہ بن ابی اوفی و واثلۃ بن الاسقع ومعقل بن یسار و عائشۃ بنت عجرد رضی اللہ عنھم۔ اھ

درمختار علی الشامی ج ۱ ص ۴۷ میں ہے وصحّ ان اباحنیفۃ سمع الحدیث من سبعۃ من الصحابۃ کما بسط فی اواخر منیۃ المفتی وادرک بالسنّ نحو عشرین صحابیًّا کما بُسط فی اوائل الضیاء وقد ذکر ابوالنصر فی منظومتہ ثمانیۃ من الصحابۃ ممن روی عنھم ابوحنیفۃ اھ۔

امام اعمش رحمہ اللہ کا مقام محدثین کے نزدیک بہت بلند ہے۔ جب اُن سے کسی مسئلہ کا سوال ہوتا تو فرماتے علیکم بتلک الحلقۃ یعنی حلقۃ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ۔

مغیرہ بن مقسمؒ نے ایک بار جریر سے کہا جالس اباحنیفۃ فلوکان ابراھیم حیًّا لکان محتاجا الیٰ مجالستہ ایاہ ھو واللہ یحسن ان یتکلم فی الحلال والحرام۔

حماد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا تو ایوبؒ سے رخصت ہونے گیا، انہوں نے فرمایا بَلَغَنِیْ ان الرجل الصالح فقیہ اھل الکوفۃ ابوحنیفۃ یحج فان لقیتہ فاَقرأہ مِنّی السلام۔

عبداللہ بن عونؒ کی مجلس میں ابوحنیفہؒ کا ذکر ہوا تو فرمایا ذاک صاحب لیل وعبادۃٍ فقال بعض جلسائہ انہ یقول الیوم قولًا ثم یرجع غدًا فقال ابن عون فھذا دلیل علی الورع لا یرجع من قول الی قول الا صاحب دین ولولا ذلک لنصر خطأہ ودافع عنہ۔

ابو الولیدؒ فرماتے ہیں کان شعبۃ حسن الذکر لابی حنیفۃ کثیر الدعاء لہ ما سمعتہ قط یذکر بین یدیہ الا دعا لہ۔

نصر بن علیؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت شعبہؒ کے پاس تھے۔ کسی نے ابوحنیفہؒ کی موت کی اطلاع دی تو انہوں نے استرجاع کے بعد فرمایا لقد طفئ عن اھل الکوفۃ ضوء نور العلم اما انھم لا یرون مثلہ ابدًا۔ کذا فی کتاب اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للامام الصیمری ص۷۲۔

متعدد احادیث مرفوعہ میں ابوحنیفہؒ کی عظمت کا ذکر ہے قال علیہ الصلاۃ والسلام ترفع زینۃ الدنیا سنۃ خمسین ومائۃٍ۔ قال شمس الائمۃ الکردری ان ھذا الحدیث محمول علیٰ ابی حنیفۃ لانہ مات تلک السنۃ کذا قال المحدث الکبیر ابن حجر المکی فی کتابہ الخیرات الحسان فی ترجمۃ ابی حنیفۃ النعمان۔ اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پیشین گوئی ہے۔ حدیث یہ ہے:

روی الشیخان عن ابی ھریرۃ والطبرانی عن ابن مسعود مرفوعًا لوکان الایمان عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس۔ وفی روایۃ مسلم عن ابی ھریرۃ مرفوعًا لوکان الایمان عند الثریا لذھب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ۔ اس کا مصداق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ علماء احناف کے علاوہ علماء شوافع وغیرہ مثل حافظ سیوطیؒ وابن حجر مکی وغیرہ کے نزدیک بھی اس حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف اشارہ ہے۔ ملاحظہ ہو ردّ محتار ج ۱ ص ۳۹۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات زہر کھلانے سے ہوئی قال یحیی بن النضر لم یشکوا ان اباحنیفۃؒ سُقِیَ السمّ فمات۔ وعن محمد بن المھاجر قال سمعتُ ابی یقول رُفع الی ابی حنیفۃ قدحٌ فیہ سم لیشرب فقال لا اشربُ فاکرہ علی شربہ مراتٍ فأبی وقال انی لأعلم ما فیہ لا أُعین علی نفسی فطُرح ثم صُبّ فی فیہ ثم خلّی عنہ۔ کذا فی کتاب عقود الجمان ص ۳۵۸۔

آپ کی وفات سجدہ میں ہوئی۔ فعن ابی حسّان الزیادی قال لما احسّ ابوحنیفۃ بالموت سجد فخرجت نفسہ وھو ساجد۔ حدیث صحیح ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعًا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرب ما یکون العبد من ربّہ وھو ساجد۔ رواہ احمد ومسلم۔

حافظ نجم غیطیؒ نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ۹۹ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے۔ پھر یہ خیال دل میں آیا کہ اگر پھر اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی تو یہ پوچھوں گا کہ قیامت کے دن بندے آپ کے عذاب سے کس عمل کے ذریعہ نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب اس کے بعد مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت حاصل ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صبح وشام مندرجہ ذیل دعا پڑھے وہ میرے عذاب سے بچ جائے گا۔ عربی عبارت یہ ہے:- فقال سبحانہ وتعالیٰ من قال بعد الغداۃ والعشی :-

سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ، سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ۔ سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ۔ سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِغَیْرِ عَمَدٍ۔ سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلٰی مَاءٍ جَمَدٍ۔ سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَاھُمْ عَدَدًا۔ سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ الرِّزْقَ وَلَمْ یَنْسَ اَحَدًا۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝ نجا من عذابی۔ ردّ محتار ص ۳۸ ج ۱۔

قاری **احمد** بن محمد بن عبداللہ بن القاسم بن نافع بن ابی بزّۃ بشار الفارسی رحمہ اللہ تفسیر ہذا میں کئی جگہ آپ مذکور ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ معروف بہ بزّی ہیں۔ آپ قراء سبعہ میں سے

قاری ابن کثیر رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی قنبل ہیں۔ قاری بزّی نے بعمر ۸۰ سال ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ کذا فی وفیات ابن خلکان، ج ۳ ص ۴۲۔

بزّی منسوب ہے جد اعلیٰ ابی بزہ کی طرف۔ بزی مکی ہیں۔ چالیس سال تک مسجد حرم کے مؤذن و امام رہے۔ آپ براہ راست ابن کثیر سے روایت نہیں کرتے۔ بلکہ آپ نے قراءت عکرمۃ بن سلیمان سے اور عکرمہ نے دو آدمیوں سے یعنی اول اسمٰعیل بن عبداللہ القسط سے دوم شبل بن عباد سے قراءت پڑھی ہے اور ان دونوں نے ابن کثیر سے پڑھی۔

آپ مکہ مکرمہ میں ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور مکہ ہی میں ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔

ابویوسف رحمہ اللہ۔ آیت کلما رزقوا منها من ثمرة رزقًا قالوا هذا الذی رزقنا من قبلُ الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

هو یعقوب بن ابراهیم بن حبیب بن سعد بن حسنۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابو یوسف آپ کی کنیت ہے ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذِ اکبر ہیں۔ ابو یوسفؒ کے جد حضرت سعد بن حسنہؓ صحابی ہیں۔ جنگ احد میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر صغر سنی کی وجہ سے اُنہیں جنگ میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔

سعدؓ کی ماں کا نام حسنہ ہے بالحاء والسین۔ کما فی البدایہ لابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۸۰۔ اور بعض مورخین نے ان کا نام حبتہ لکھا ہے کما هو مذکور فی کتاب اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للامام الصمیری متوفی ۴۳۶ھ۔

قال ابو یوسف اتی بجدی سعد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الخندق فاستغفر لہ ومسح برأسہ فتلك المسحۃ فینا الی الساعۃ۔ قالوا وکان ابو یوسف اذا نظرت الیہ فکأنہ ادّهن من تلك المسحۃ۔ کذا ذکرہ الامام الصمیری۔

ابو یوسفؒ کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی ہے۔ ابو یوسفؒ حدیث کی روایت اعمش، ہمام بن عروہ، محمد بن اسحاق، یحیی بن سعید وغیرہ سے کرتے ہیں۔ اور آپ سے محمد بن حسن و احمد بن حنبلؒ و یحیی بن معین وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں حدیث و فقہ کا طالب تھا۔ لیکن ہماری مالی حالت اچھی نہ تھی۔ باپ بڑے مسکین تھے۔ ایک دن میرے باپ مجھے ابو حنیفہ کی مجلس سے اٹھا کر لے گئے اور پھر مجھ سے فرمایا۔

یا بُنیّ لا تمدّن رجلك مع ابی حنیفۃ فان ابا حنیفۃ خُبزہ مشویّ وانت تحتاج الی المعاش۔

چنانچہ باپ کی فرماں برداری کی وجہ سے طلب علم اور پڑھائی میں بڑا خلل واقع ہوا۔ ادھر ابو حنیفہؒ میرے بارے میں پوچھتے رہے۔ جب میں کئی دن کے بعد حاضر ہوا تو ابو حنیفہ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔ میں نے بتایا کہ

شغلِ معاش اور والد کی اطاعت کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا۔ جب مجلسِ علم برخاست ہوئی تو ابوحنیفہؒ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر ایک تھیلی دی جس میں ننّو درہم تھے۔ یہ مقدار اُس زمانے میں مالِ کثیر شمار ہوتی تھی۔ اور فرمایا کہ درس میں ہمیشہ آیا کرو۔ اور جب یہ مال ختم ہوجائے تو مجھے بتا دینا۔ چنانچہ میں مسلسل درس میں حاضر ہوتا رہا اور آپ کچھ مدت کے بعد سو درہم دے دیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ ہمیشہ دیتے رہے اور میں نے کبھی سابقہ رقم ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ کذا قال الصمیری فی کتابہ۔

بدایہ میں ابن کثیرؒ نے اس سے ملتا جُلتا ایک اور قصہ ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابویوسفؒ فرماتے تھے کہ میں چھوٹا تھا کہ والد کا انتقال ہوگیا۔ والدہ نے مزدوری کے لیے مجھے ایک دھوبی کے سپرد کردیا۔ دھوبی کے پاس آتے جاتے راستے میں ابوحنیفہؒ کے حلقۂ درس میں بھی کچھ دیر بیٹھ جاتا۔ اس طرح اکثر مجھ کو دیر ہوجاتی تو میری والدہ مجھے تلاش کرتی ہوئی آتیں اور حلقہ درس میں سے اٹھا کر مجھے دھوبی کے پاس پہنچا دیتیں۔ میں وہاں سے چُھپ کر پھر حلقہ درس میں آبیٹھتا۔ جب میری والدہ اور میرے درمیان یہ کشمکش طویل ہوئی تو والدہ نے خود ابوحنیفہ کے پاس جاکر میری شکایت کی اور کہا ان ھذا صبیٌّ یتیم لیس لہ شئ الّا ما اطعمہ من مغزل و انك قد افسدتہٗ علیّ۔

ابوحنیفہؒ نے فرمایا اسکتی یا رعناء ھاھوذا یتعلّم العلم وسیأکل الفالوذج بدھن الفستق فی صحون الفیروزج۔ فقالت لہ انك شیخ قد خرفتَ۔

ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ تو گزر گیا اور میں نے علم حاصل کرلیا پھر قاضی بنا اس کے بعد قاضی القضاۃ بن گیا۔ ایک روز میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا اذ اتی بفالوذج بصحن الفیروزج فقال لی کل من ھذا۔ فانہ لا یُصنع لنا فی کل وقت۔

میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ یہ فالودہ ہے یہ سُن کر میں مسکرانے لگا فرمایا کیوں مسکرا رہے ہو تو میں نے ابوحنیفہؒ اور اپنی والدہ کا قصہ سُنایا فقال ھارون ان العلم ینفع و یرفع فی الدنیا والآخرۃ۔ ثم قال رحم اللہ ابا حنیفۃ لقد کان ینظر بعین عقلہ مالا ینظر بعین رأسہ۔ ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابویوسف میرے تمام تلامذہ میں اَعلم یعنی بڑے عالم ہیں۔ امام مزنیؒ فرماتے ہیں کان ابویوسف اتبعھم للحدیث۔ محدثین کے نزدیک ابویوسف بڑے ثقہ ہیں۔

قال علیّ بن المدینی کان ابویوسف صدوقًا وقال ابن معین انہ کان ثقۃ وقال ابوزرعۃ کان سلیمًا من التجھّم۔ وقال بشار سمعتُ ابا یوسف یقول من قال القرآن مخلوق فحرام کلامہٗ فرض مباینتہٖ ولا یجوز السلام ولا ردّہٗ علیہ۔

ابو یوسفؒ کا ایک قول ہے جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے من طلب المال بالکیمیاء افلس ومن تتبّع غرائب الحدیث کذب ومن طلب العلم بالکلام تزندق۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ ابو یوسفؒ کی مجلسِ علم میں بڑے بڑے علماء شریک ہوتے تھے حتیٰ کہ امام احمد بن حنبلؒ بھی شریک ہوتے تھے۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں آپ کی ذہانت وفقاہت کا یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ ایک مجلس میں ابو یوسفؒ کے پاس بہت سے علماء بیٹھے تھے کہ ایک چور کو لایا گیا۔ اس چور نے اخذِ مال کا اعتراف کیا، تو سارے علماء نے کہا کہ اب قطعِ ید لازم ہوگیا۔ ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نہیں۔ قطعِ ید لازم نہیں ہوا۔ تمام علماء حیران ہوگئے کہ چور کے اعتراف کے باوجود قطعِ ید کیوں کر لازم نہیں ہے۔ ابو یوسف نے فرمایا کہ اس شخص نے اخذِ مال کا اعتراف کیا نہ کہ سرقہ کا۔ علماء نے کہا کہ یہ بات تو آسان ہے ابھی دوبارہ پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ علماء نے اس شخص سے پوچھا ھل سرقت؟ قال نعم! علماء نے کہا کہ اب تو قطعِ ید واجب ہے۔ قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اب بھی قطعِ ید واجب نہیں ہے۔ علماء نے نہایت حیرانی کے ساتھ پوچھا، کیوں؟

قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اقرارِ اول اخذِ مالِ غیر کا تھا اور وہ موجب ضمانِ مالی ہے تو اس شخص کے ذمہ مال واجب ہوگیا۔ اس کے بعد اعتراف بالسرقہ انکار ہے اس ضمانِ مالی سے اور رجوع ہے سابقہ اعتراف سے کیونکہ قطعِ ید اور ضمانِ مالی دونوں جمع نہیں ہوتے اور ایسے موقعہ پر رجوع عن الاقرار السابق جائز نہیں۔ لہٰذا اس شخص پر صرف ضمانِ مالی واجب ہے نہ کہ قطعِ ید۔ علماء کا مجمع آپ کی فقاہت وذہانت پر دنگ رہ گیا اور سب نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا۔

ابو یوسفؒ کو قاضی القضاۃ بنا دیا گیا قالوا ھو اوّل من لقب قاضی القضاۃ۔ یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں ابو یوسفؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں آپ کے پاس کسی نے بہت بڑا ہدیہ پیش کیا جس میں ریشمی کپڑے خوشبو وغیرہ وغیرہ چیزیں تھیں۔ مجلس میں ایک شخص نے مجھ سے اس حدیث کی سند پر مذاکرہ شروع کر دیا من اُھدیت لہ ھدیۃ وعندہ قوم جلوس فھم شرکاؤہ۔ مقصد یہ تھا کہ یہ ہدیہ سب حاضرین میں تقسیم ہونا چاہیے تو ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث اَقِط یعنی پنیر، تمر وزبیب وغیرہ کے بارے میں وارد ہوئی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہدایا عموماً اسی قسم کے ہوتے تھے ثم قال ابو یوسف یا غلام ارفع ھذا الی الخزائن ولم یعطھم منھا شیئا۔

ابو یوسفؒ کے ذریعہ مذہبِ ابو حنیفہؒ خوب پھیلا اور مشرق ومغرب میں پہنچ گیا۔

محمد بن السماعۃ کہتے ہیں کان ابو یوسف یصلّی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم مأتی رکعۃ۔

ابو یوسفؒ فرماتے تھے صحبتُ اباحنیفۃ سبع عشرۃ سنۃ لا اُفارقہ فی فطر ولا اضحی الّا من مرض۔
ابو یوسفؒ کی وفات ربیع الاول ۱۸۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کا بیٹا یوسف قاضی ہوا۔ کما صرح
بہ ابن کثیر۔ امام شافعیؒ اور ابو یوسفؒ کی آپس میں ملاقات نہیں ہوئی۔ جس شخص نے دونوں کی ملاقات کا ذکر کیا ہے
وہ غلط ہے۔ صرح بہ ابن کثیر فی البدایۃ۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے بیان میں مذکور ہیں
ھوابو ایوب خالد بن زید بن کلیب الانصاری الخزرجی النجاری المدنی رضی اللہ عنہ۔
ابو ایوبؓ جلیل القدر مشہور صحابی ہیں۔ بیعت لیلۃ العقبہ وبیعت رضوان وبدر واحد وغیرہ جمیع مغازی میں
شریک رہے۔ آپ کے چند خصوصی مناقب وفضائل یہ ہیں :۔
اوّل۔ آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ تمام مشاہد میں حاضر تھے۔
دوم۔ نبی علیہ السلام جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بڑے بڑے امراء و رؤساء نے اپنے پاس حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھیرانے کی کوشش کی۔ ایک ایک قوم والے مسلح ہو کر حاضر خدمت ہوتے اور درخواست کرتے
کہ یا رسول اللہ ہمارے پاس اقامت کیجیے۔ آپؐ سب کو یہ جواب دیتے تھے خلّوا عن ناقتی فانھا مأمورۃ میری
اونٹنی بحکم خدا جہاں پر بیٹھ گئی میں اُس کا مہمان ہوں گا۔ آخر کار اونٹنی ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے قریب بیٹھ گئی
اور آپ کو یہ عظیم سعادت حاصل ہوئی۔ تقریباً ایک ماہ نبی علیہ السلام آپ کے ہاں مقیم رہے تا آنکہ آپؐ کا اپنا مکان
بن گیا اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ مسجد نبوی آپ کے گھر کے ساتھ ہے۔
سوم۔ آپ سے احادیث مرویہ ۱۵۰ ہیں۔ جن میں سے سات متفق علیہ ہیں اور ایک پر بخاری اور
پانچ پر مسلم منفرد ہیں۔
چہارم۔ خدا کی راہ میں جہاد وغزوات میں شرکت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ بڑھاپے تک جہاد میں شرکت کرتے
رہے حتیٰ کہ اسی میں وفات پائی۔ چنانچہ ارض روم میں عسکر مجاہدین کے ہمراہ تھے کہ آپ بیمار ہوئے۔ یہ امیر المؤمنین
معاویہ رضی اللہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ فوج کا امیر یزید بن معاویہؓ تھا۔ اس فوج میں کبار تابعین کے علاوہ بہت
سے صحابہؓ شریک تھے۔ یزید بن معاویہؓ آپ کی عیادت کے لیے آئے تو آپ نے انہیں یہ وصیت کی کہ مفتوحہ
زمین کے آخری سرے پر مجھے دفن کیا جائے۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے دروازے تک مسلمان فوج لڑتے لڑتے پہنچ
گئی اور وہیں آپ دفنائے گئے۔ آپ کا مزار آج تک مرجع خواص وعوام ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں
فمرض ابو ایوب رضی اللہ عنہ وعلی الجیش یزید بن معاویۃ فاتاہ یعودہ فقال ما حاجتک قال حاجتی اذا انا
متُّ فارکب بی ما وجدت مساغاً فی ارض العدوّ فاذا لم تجد فادفنی ثم ارجع۔

پنجم۔ آپ کی وفات غزوہ قسطنطنیہ میں ہوئی اور یہ غزوہ ۵۰ھ میں اور عند البعض ۵۵ھ میں ہوا تھا۔
ششم۔ نبی علیہ السلام نے آپ کے اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔
ہفتم۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاڑھی مبارک کے چند بال آپ نے بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھے تھے۔ روی سعید بن المسیب ان ابا ایوب اخذ من لحیۃ رسول اللہ شیئاً فقال علیہ السلام، لا یصیبك السوء یا ابا ایوب!

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بیان تفسیر فاتحہ کے اواخر اور بیان بسملہ کے اوائل میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور محدث صحابی ہیں۔ آپ کے احوالِ حیات و خصالِ حمیدہ و مناقبِ عظیمہ بہت ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:۔

اوّل۔ آپ کے نام میں اقوال کثیرہ ہیں۔ اتنا اختلاف کسی کے نام میں تاریخ میں ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابو عمر بن عبد البر لکھتے ہیں لم یختلف فی اسم احد فی الجاھلیۃ ولا فی الاسلام بالاختلاف فیہ اھ۔ ابن عبد البر نے ابو ہریرہؓ کے نام میں بیس اقوال اور دیگر علماء نے تیس اقوال ذکر کیے ہیں۔ امام بخاری وغیرہ ائمہ کے نزدیک قولِ اصح عبد الرحمٰن بن صخر ہے۔ کذا فی التھذیب للنووی۔ ج ۱ ص ۲۷۰
امام بغوی نے لکھا ہے کہ ابو ہریرہؓ کا نام جاہلیت میں عبد شمس تھا اور کنیت ابو الاسود تھی۔ نبی علیہ السلام نے ان کا نام عبد اللہ اور کنیت ابو ہریرہ رکھی۔ وعن شعبۃ کان اسم ابی ھریرۃ عبد شمس وکذا قال یحیی بن معین و ابو زرعۃ۔ بقیہ چند نام یہ ہیں:۔

۱ بریر بن عشرقۃ ۲ سکین بن دومۃ ۳ عبد اللہ بن عبد شمس قالہ احمد بن حنبل ۴ عبد نھم بن عامر ۵ عبد غنم ۶ عبد عمرو ۷ عامر بن عبد غنم ۸ عامر بن عبد شمس ۹ عمیر بن عامر ۱۰ یزید بن عشرقۃ ۱۱ سعد بن الحارث ۱۲ عبد یالیل ۱۳ عبد تیم ۱۴ عبد۔ حکاہ ابن مندہ ۱۵ عبد العزیٰ ۱۶ سکن۔ بفتح السین والکاف ۱۷ عبید ۱۸ عبید اللہ ۱۹ عمرو ۲۰ بَرّ ۲۱ سعید۔ یہ اختلاف ابو ہریرہؓ اور ان کے باپ دونوں کے اسماء میں ہے۔ کذا فی الاصابہ ج ۴ ص ۲۰۴۔ وکذا فی الاستیعاب۔

دوم۔ ابو ہریرہؓ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ اور کثیر الروایۃ صحابہ بقول بعض چھ ہیں اور بقول بعض سات ہیں۔ یعنی عائشہؓ و ابن عباس و انس و عبد اللہ بن عمر و ابو ہریرہ و جابر رضی اللہ عنہم قال احمد بن حنبل ستۃ من اصحاب رسول اللہ اکثروا الروایۃ عنہ و عُمّروا۔ فذکر ھؤلاء الستۃ۔ کذا فی التھذیب للنووی۔ ج ۱ ص ۲۷۳

سوم۔ آپ محدثِ صحابہؓ ہیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے زیادہ روایات ابوہریرہؓ کی ہیں۔ مسند تقی بن مخلد میں ابوہریرہؓ کی پانچ ہزار تین سو سے زیادہ حدیثیں مذکور ہیں۔ محدثین کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کی مروی احادیث جو ہم تک پہنچی ہیں وہ ۵۳۷۵ یا ۵۳۷۴ ہیں۔ قال الشافعی ابوھریرۃ احفظ من روی الحدیث فی دھرہ۔ وعن ابی صالح قال کان ابوھریرۃ احفظ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

چہارم۔ آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ کتبِ تاریخ میں منقول ہے کہ مروان نے ایک دفعہ ابوہریرہؓ کو اپنی مجلس میں بلایا تاکہ وہ حدیثیں سنائیں۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے حدیثیں سُنانا شروع کیں۔ مروان نے ان کا امتحان لینے کی غرض سے اپنے کاتب و منشی ابوزُعیزعہ کو پردہ کے پیچھے چھپا کر بٹھادیا۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے بہت ساری حدیثیں سنائیں اور وہ سب ابوزعیزعہ نے لکھ لیں۔ پورا ایک سال گزرنے کے بعد مروان نے پھر ابوہریرہؓ کو بلاکر گزشتہ سال کی احادیث سنانے کی درخواست کی۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے اسی ترتیبِ ماضی کے مطابق وہ ساری حدیثیں پھر سنادیں اور پردے کے پیچھے ابوزعیزعہ اپنے رجسٹر میں ان احادیث کو دیکھتا رہا۔ خود ابوزعیزعہ کا قول ہے فما غیّر حرفاً عن حرفٍ۔ یعنی آپ نے کسی حدیث میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں کی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوہریرہؓ کے حافظہ اور وسعتِ علمی کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی۔ بخاری وغیرہ میں ابوہریرہؓ کی یہ حدیث موجود ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نسیانِ احادیث کی شکایت کی فقال اُبسط ردائک فبسطتہ ثم قال ضُمّہ الی صدرک فضممتہ فما نسیتُ حدیثاً بعد۔

پنجم۔ آپ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی صحبت میں تقریباً تین سال رہے۔ کیونکہ آپ جنگِ خیبر میں آئے تھے۔ اور جنگِ خیبر محرم ۷ھ میں ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ آپ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اس لیے آپ کو زیادہ احادیث معلوم ہیں۔ اور دیگر مہاجرین و انصار چونکہ کچھ وقت کاروبار میں بھی لگاتے تھے اس لیے ان کو ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت حاصل نہ تھی بلکہ وہ صرف فرصت کے اوقات میں حضورؐ کی مجلس بابرکت میں حاضر ہوتے تھے۔

ششم۔ کنیتِ ابوہریرہ کی وجہ خود یہ بیان فرماتے ہیں انی وجدتُ ھرۃً فحملتھا فی کمّی فقیل لی ماھذہ قلتُ ھرۃ قیل فانت ابوھریرۃ۔ ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے قال ابوھریرۃ کنتُ ارعیٰ غنم اھلی وکانت لی ھرۃ صغیرۃ فکنت اضعھا باللیل فی شجرۃ فاذا کان النھار ذھبتُ بھا معی فلعبتُ بھا فکنّونی اباھریرۃ۔ رواہ الترمذی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے آپ کے پاس بلّی دیکھی تو حضورؐ نے آپ کو ابوہریرہ کہا۔

ہفتم۔ ابوہریرہؓ اور ان کی والدہ کی محبت ایمان کی علامت ہے قال ابوھریرۃ واللہ ماخلق اللہ مؤمنا یسمع بی ولا یرانی الا احبّنی ثم ذکر دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ رواہ احمد

زمانہ حال کے بعض لوگ حضرت ابوہریرہؓ پر مختلف اعتراضات کرتے ہیں۔ یہ معترضین ملحدین و اہل تشیع ہیں۔ ان ملحدین میں سے ایک کا نام محمود ابوریّہ مصری ہے۔ اس ملحد نے ابوہریرہؓ کی اہانت و تذلیل کی غرض سے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے اضواء علی السنۃ المحمدیّۃ۔

ابوریّہ اس کتاب کے ص۱۹۷ پر لکھتا ہے کہ ابوہریرہ نبی علیہ السلام کی محبت یا اصلاح نفس وہدایت کی غرض سے نبی کی صحبت میں نہیں رہتے تھے بلکہ وہ روٹی کھانے اور پیٹ بھرنے کے لیے نبیؐ کی صحبت میں رہتے تھے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابوہریرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھروں پر جاکر کھانا مانگتے تھے۔ لیکن یہ باتیں ابوریہ کی حماقت وجہالت کی دلیل ہیں۔ اس لیے کہ اگر ابوہریرہؓ کا مقصد روٹی حاصل کرنا ہوتا تو کسی نواب یا دولتمند صحابی کی صحبت میں رہتے یا تجارت کرتے۔ نبی علیہ السلام تو خود ہی فاقوں میں رہتے تھے اور تین تین دن تک آپؐ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تنقید کرنے سے بچائے۔ ابوہریرہؓ کی وفات ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ہوئی ہے۔

اعشی الشاعر۔ ثلثۃ قروء کی اور وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین کی شرح میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہے۔

ھو میمون بن قیس من بنی سعد بن ضبیعۃ بن قیس۔ اعشی جاہلی مشہور شاعر ہے۔ کفر پر مرا ہے کنیت ابوبصیر تھی، نابینا تھا۔ کذا فی کتاب الشعر والشعراء لابن قتیبۃ ج ۱ ص۱۷۸۔

خزانۃ الادب ج ۱ ص۱۶۵ میں ہے کان الاعشی من فحول شعراء الجاھلیۃ وممن قدّم علی سائرھم سلک فی شعرہ کل مسلک وقال فی اکثر اعاریض العرب ولیس ممن تقدّم من الفحول اکثر شعرا منہ اھ

خزانۃ الادب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعشی آخری عمر میں نابینا ہوگیا تھا یعنی ابتداء میں وہ نابینا نہ تھا۔ اعشی کے معنی ہیں لغت میں وہ شخص جسے رات کو کچھ نظر نہ آئے اور دن کو نظر آئے۔ عورت کو عشواء کہتے ہیں۔ اعشی کا دیوان مطبوع ہے۔ دیوان اعشی کا شارح محمد بن حبیب لکھتا ہے کہ اعشی نے کتب قدیمہ میں عرب میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کے بارے میں سُنا تھا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد وہ مکہ مکرمہ میں اسلام لانے کی غرض سے آیا اور عتبہ بن ربیعہ کے پاس ٹھہرا۔ ابوجہل کو جب پتہ چلا تو اعشی کے پاس آیا ہدایا پیش کیے اور آنے کا مقصد پوچھا۔ اعشی نے کہا محمدؐ سے ملنے کے لیے آیا ہوں، میں نے کتابوں میں آپ کی بعثت کے بارے میں سُنا تھا۔ ابوجہل نے کہا وہ تو زنا کو حرام بتاتا ہے۔ اعشی نے کہا کوئی حرج نہیں میں بوڑھا ہوں مجھے زنا کی

خواہش نہیں۔ ابوجہل نے کہا وہ شراب کو بھی حرام قرار دیتا ہے۔ اعشیٰ نے کہا پھر وہ کن اشیاء کو حلال بتاتے ہیں ابوجہل وغیرہ نے اسے اسلام سے بدظن کرنے کے لیے بہت کچھ کہا۔ پھر اعشیٰ نے وہ قصیدہ دالیہ سنایا جو اس نے نبی علیہ السلام کی مدح میں کہا تھا۔ قریش بڑے پریشان ہوئے وقالوا ھذا رجل لا یمدح احدًا الا رفعہ ولا یھجو احدًا الا وضعہ فمن لنا یصرفہ عن ھذا الوجہ۔

ابوجہل وغیرہ مشرکین نے مختلف حیلوں اور افتراپردازیوں سے اسے اسلام سے باز رکھا۔ اور اعشیٰ اپنی شقاوت سے فوراً مکہ مکرمہ سے نکل کر شہر یمامہ چلا گیا اور کچھ مدت کے بعد مرگیا۔ اس قصہ میں یہ اشکال ہے کہ ابوجہل کی زندگی میں شراب اسلام میں حرام نہ تھی۔

ابن دأب وغیرہ کی روایت ہے کہ اعشیٰ نے نبی علیہ السلام کی مدح میں قصیدہ منظوم کیا اور آپؐ کی زیارت کرنے اور اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا اور راستے میں اونٹنی سے گر کر مرگیا۔ نبی علیہ السلام نے جب اعشیٰ کے قصیدے میں سے یہ دو شعر سُنے ؎

> وآلیتُ لا أرثِي لھا من کلالۃٍ ولا من حَفیً حتی تلاقی محمّدًا
>
> متی ما تُناخي عند باب ابن ھاشمٍ تُراحيَ وتلقی من فواضلہ ندًی

تو فرمایا کاد ینجو ولمّا۔ میں نے اپنی کتاب نفحۃ الریحانہ میں یہ قصہ تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

ابن ابی حفصہ سے کسی نے پوچھا کہ عرب کا سب سے بڑا شاعر کون ہے تو کہا شیخا وائل۔ الاعشیٰ فی الجاھلیۃ والاخطل فی الاسلام۔ وسئل یونس النحوی من اشعر الناس۔ قال لا اومیٔ الی رجل بعینہ لکنی اقول امرؤ القیس اذا رکب والنابغۃ اذا رھب وزھیر اذا رغب والاعشیٰ اذا طرب۔اھ

اعشیٰ عرب کا پہلا شاعر ہے جس نے شعر کو ذریعہ مال وسوال بنایا وکانوا یسمونہ صنّاجۃ العرب لجودۃ شعرہ۔ ابوعمرو بن العلاء اعشیٰ کی بڑی تکریم کرتے تھے اور کہتے تھے الاعشیٰ شاعر مجید کثیر الاعاریض والافتنان۔ جب ابوعمرو بن العلاء سے لبید واعشیٰ کے بارے میں سوال ہوتا تو کہتے لبید رجل صالح والاعشیٰ رجل شاعر۔ امام شعبیؒ کی روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے اپنے اولاد کے استاذ کو طریقہ تعلیم بتاتے ہوئے کہا ادّبھم بروایۃ شعر الاعشیٰ فانہ قاتلہ اللہ۔ ماکان اعذب بحرہ واصلب صخرہ۔

مفضّل کہا کرتے تھے من زعم انّ احدًا اشعر من الاعشیٰ فلیس یعرف الشعر۔ اعشیٰ شعر کے ذریعہ کسب مال کرتا تھا۔ لہٰذا متعدد بادشاہوں خصوصًا بادشاہِ فارس کے پاس آنا جانا تھا۔ اسی وجہ سے اس کے شعروں میں کثرت سے فارسی الفاظ موجود ہیں۔

الاضبط بن قُریع السعدی۔ آیت وَاَقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ ۔ اتامرون الناس بالبر الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔

اضبط جاہلی قدیم شاعر ہے۔ یہ بنی عوف بن کعب رہط زبرقان بن بدر میں سے ہے۔ اس کے حالات اغانی ج ۱۶ ص ۱۵۴ پر اور سمط ص ۳۲۶ پر و شرح شواہد مغنی ص ۱۵۵ و خزانۃ الادب ج ۴ ص ۵۸۸ پر درج ہیں۔ اضبط اپنی قوم کا سردار رہا ہے۔ کتب تاریخ میں ہے وھو احد من اجتمع لہ الموسم والقضاء بعکاظ من تمیم۔

کتاب محبّر میں محمد بن حبیب تاریخی متوفی ۲۴۵ھ لکھتے ہیں ائمہ عرب کے عنوان کے تحت وکان من اجتمع لہ الموسم وقضاء عکاظ من بنی تمیم وکان ذلک یکون فی انخاذھم کلھا ویکون الرجلان یلیان ھذا من الامرین جمیعًا عکاظ علی حدۃ والموسم علی حدۃ فکان من اجتمع لہ الموسم والقضاء سعد بن زید مناۃ ابن تمیم ثم تولّی ذلک حنظلۃ بن زید مناۃ ثم تولّاہ ذؤیب بن کعب بن عمرو بن تمیم ثم مازن بن مالک بن عمرو ابن تمیم ثم ثعلبۃ یربوع بن حنظلۃ ثم معاویۃ بن شریف ثم الاضبط بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ۔ محبّر ص ۱۸۲۔

محبر کے اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اضبط بنو تمیم کے شرفاء وکرماء میں سے تھا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اضبط جنگ میں اپنی قوم کا قائد ہوتا تھا اور اس کا شمار عرب کے جرّارین میں ہوتا ہے اور یہ مرتبہ عرب میں بہت کم رؤساء کو حاصل ہوا ہے۔

کتاب محبر ص ۲۴۶ پر ہے ولم یکن الرجل یسمّٰی جرّارًا حتی یرأس الفًا اضبط جرّارین قبیلہ مُضر سے تھا۔ ان جرارین کا ذکر کرتے ہوئے ابن حبیب لکھتے ہیں والاضبط بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد قاد سعدًا کلّھا الحُشیر والفًا فھا یوم صنعاء۔ ۱ھ

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۹۸ پر لکھتے ہیں اضبط بن قریع کے ترجمہ میں :۔ وکان قومہ اساءوا مجاورتہ فانتقل عنھم الی اٰخرین فاساءوا مجاورتہ فانتقل منھم الی اٰخرین۔ فاساءوا مجاورتہ فرجع الی قومہ۔ فقال بکل وادبنو سعد ویقال انہ قال اینما اُوجّہ القی سعدًا وھو قدیم وکان اغار علی بنی الحارث بن کعب فقتل منھم واسر وجدع وخصی ثم بنی اطمًا وبنت الملوک حول ذلک الاطم مدینۃ صنعاء۔ اضبط کے چند شعر یہ ہیں جن میں بڑے نصائح ہیں ؎

فَصِلْ حِبالَ البعیدِ اِن وَصَلَ الـ ـحبلَ واَقْصِ القریبَ اِن قطعہ

واقنعْ مِن العیشِ ما اَتاکَ بہٖ ؛ مَن قرَّ عینًا بعیشہٖ نفعہ

قد یجمع المال غیر اٰکلِه　　ویاکل المال غیر من جمعه
لا تحقرن الفقیر علّک ان　　تخشع یومًا والدّھر قد رفعه

اوس بن حجر الشاعر۔ آیت الذین یظنّون انھم ملٰقوا ربھم وانھم الیہ راجعون کے بیان میں مذکور ہے۔

ھو اوس بن حُجر بن عتاب۔ کتاب الشعر والشعراء میں ابن قتیبہؒ لکھتے ہیں قال ابوعمرو بن العلاء کان اوس فحل مضر حتی نشأ النابغۃ وزھیر فاخملاہ۔ اھ

اوس شاعر جاہلی ہے اور ظہور اسلام سے پہلے گزرا ہے۔ خزانۃ الادب ج ۲ ص ۲۳۵ وموشح ص ۶۳ و اغانی ساسی ج ۱۰ ص ۶ پر اس کے احوال دیکھے جائیں۔

عمرو بن معاذ جو نقادِ شعر تھے سے کسی نے پوچھا مَن اشعر الناس فقال اوسٌ قیل ثم من قال ابوذؤیب اھ اوس کے اشعار میں نصائح اور عقل مندی کی باتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں وکان کثیر الوصف لمکارم الاخلاق وھو من اوصفھم للحمر والسلاح ولاسیما للقوس۔

اوس کے اشعار کے ضمن میں بہت سی امثالِ مشہورہ داخل ہیں۔ عرب میں مثل ہے یقال اسمحت قرونتہ ای سمحت نفسہ یہ مثل اس کے اس شعر سے ماخوذ ہے ؎

فلاقی امرءًا من میدعان واسمحت　　قرونتہ بالیأس منھا فعجّلا

عرب بطور ضرب المثل کہتے ہیں رجل مخلط مزیل جب کہ زیادہ امور میں گھسنے والا ہو۔ ای اذا کان لَجّاً خرّاجاً۔ یہ مثل بھی اس کے اس شعر سے ماخوذ ہے ؎

وان قال لی ماذا تری یستشیرنی　　یجدنی ابنُ عمی مخلط الامر مزیلا

اوس کا دیوان مطبوع ہے۔ یہ بنوتمیم وبنواسد میں سے ہے۔ یہ بنوتمیم ومضر کا سب سے بڑا شاعر تھا لیکن اس کے بعد نابغہ وزُہیر کی شاعری اوس کی شاعری پر غالب آگئی۔

اصمعی کا قول ہے اوس بن حجر اشعر من زھیر ولکن النابغۃ طأطأمنہ

الاوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ شرح بسملہ کے اوائل میں مذکور ہیں۔

ھو الامام عبد الرحمٰن بن عمرو بن محمد ابوعمرو الاوزاعی فقیہ اھل الشام وامامھم رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اوزاعی مجتہدین وفقہاء کبار میں سے ہیں۔ آپ ملکِ شام کے باشندے ہیں۔ امام شافعیؒ وامام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کی طرح آپ مجتہد وصاحبِ مذہب ہیں۔

آپ منسوب ہیں اوزاع کی طرف جو حمیر میں ایک قبیلہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ قبیلہ اوزاع میں

سے نہیں ہیں۔ ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ اوزاعی دراصل سبی سندیں سے ہیں پھر اوزاع میں سکونت اختیار کی تو اس کی طرف منسوب ہوئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ دمشق کے قریٰ میں سے ایک قریہ مسمّٰی بہ اوزاع میں مقیم تھے اسی کی طرف منسوب ہیں۔ عندالبعض آپ بعلبک میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہوگئے والدہ نے پرورش کی۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ کوئی آپ سے زیادہ اعقل واَورع واعلم وافصح واوقر واحلم واکثر صمتاً نہ تھا۔ آپ کی ہر بات آب زر سے لکھنے کے قابل ہوتی تھی۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ کی عدالت وامامت و توثّق متفق علیہ ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کان الاوزاعی اماماً یقتدی بہ وقال سفیان بن عیینہ کان امام اھل زمانہ۔ سفرِ حج میں مکہ میں داخل ہوتے وقت سفیان ثوریؒ آپ کے اونٹ کی مُہار تھامے ہوئے تھے اور امام مالکؒ پیچھے سے حفاظت کرتے ہوئے اونٹ کو چلارہے تھے اور ثوریؒ یہ آواز دیتے جاتے تھے اِفسحوا للشیخ حتی اجلساہ عند الکعبۃ وجلسا بین یدیہ یأخذان عنہ۔

کتاب بدایہ میں ہے افتی الاوزاعی فی سبعین الف مسئلۃ بحدّثنا واخبرنا وما رُئی الاوزاعی ضاحکاً مقھقھاً قط ولقد کان یعظ الناس فلا یبقیٰ احدٌ فی مجلسہ الّا بکیٰ وما کان الاوزاعی یبکی فی مجلسہ قط و کان اذا خلیٰ بکیٰ حتی یرحم۔ یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں العلماء اربعۃ الثوری و ابو حنیفۃ ومالك والاوزاعی۔

آپ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر اللہ کرتے رہتے تھے۔ اوزاعیؒ فرماتے ہیں رأیت ربّ العزۃ فی المنام فقال انت الذی تأمر بالمعروف وتنھیٰ عن المنکر؟ فقلت بفضلك ای ربّ ثم قلتُ یا ربّ اَمِتنی علی الاسلام فقال وعلی السنۃ۔

اوزاعیؒ کثیر العبادۃ متقی۔ ورع۔ زاہد۔ محدّث، فقیہ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے من اطال القیام فی صلاۃ اللیل ھوّن اللّٰہ علیہ طولَ القیام یوم القیامۃ۔ اخذ ذلك من قولہ تعالیٰ ومن اللیل فاسجد لہ وسبّحہ لیلاً طویلاً۔ الآیۃ

زیادہ خشوع وخضوع کی وجہ سے بظاہر نابینا معلوم ہوتے تھے۔ ایک عورت اوزاعیؒ کی بیوی کے پاس آئی تو دیکھا کہ امام اوزاعیؒ کا مصلّٰی گیلا تھا۔ اس عورت نے کہا شاید کسی بچے نے مصلے پر پیشاب کردیا ہے۔ اوزاعیؒ کی اہلیہ نے کہا۔ نہیں یہ تو شیخ کے آنسو ہیں جو سجدہ میں وہ بہاتے ہیں۔ ہمیشہ ان کی یہی حالت ہوتی ہے۔ فرماتے تھے العلم ما جاء عن اصحاب محمد وما لم یجیٔ عنھم فلیس بعلم وکان یقول لا یجتمع حبّ علیّ وعثمان الّا فی قلب مؤمن۔ آپ بڑے سخی تھے۔ خلفاء وامراءِ بنی امیہ وبنی عباس اوران کے اقارب کی طرف سے آپ کو ستر ہزار دینار ملے۔ آپ نے سب خیرات کردیے۔ خلیفہ منصور سے ملک شام میں ملاقات ہوئی

بوقت ملاقات سیاہ لباس نہ پہننے کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔ اوزاعیؒ سیاہ لباس کو ناپسند کرتے تھے فلما خرج الاوزاعی قال المنصور للربیع الحاجب الحقہ فاسألہ لم کرہ لبس السواد ؟ ولا تعلمہ انی قلت لك فسألہ الربیع فقال لأنی لم ار محرما احرم فیہ ولا میتا کفن فیہ ولا عروسا جلیت فیہ فلهذا اکرهہ۔ (کذا فی البدایۃ ج۱۰ ص۱۲۰)

اوزاعیؒ ملک شام میں بڑے محترم و مکرم و مقبول و محبوب تھے۔ آپ کی عزت سلطانِ وقت سے بھی زیادہ تھی وقد هم بہ بعض الولاۃ مرۃ فقال للوالی اصحابہ دعہ عنك واللہ لو امر اهل الشام ان یقتلوك لقتلوك۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر کے پاس بعض وُلاۃ بادشاہ و گورنر بیٹھ کر کہنے لگے رحمك اللہ فواللہ لقد کنتُ اخاف منك اکثر مما اخاف من الذی ولّانی یعنی الخلیفۃ المنصور

سفیان ثوریؒ سے کسی نے یہ خواب ذکر کیا رأیت کان ریحانۃ من المغرب قلعت قال ان صدقت رؤیاك فقد مات الاوزاعی فکتبوا ذلك فجاء موت الاوزاعی فی ذلك الیوم۔ آپ کا سببِ موت بھی عجیب ہوا۔ آپ گرم حمام میں غسل کرنے کے لیے داخل ہوئے تو آپ کی بیوی نے غلطی سے حمام کا دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔ اسی میں آپ کا انتقال ہوا۔ بیوی نے قصداً ایسا نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اسے سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بطور کفارہ غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ وقال کثیر من المؤرخین کان الذی اغلق علیہ باب الحمام صاحبُ الحمام اغلقہ وذهب لحاجۃ ثم جاء ففتح الحمام فوجدہ میتا قد وضع یدہ الیمنی تحت خدہ وهو مستقبل القبلۃ۔ آپ کی وفات شہر بیروت میں ہوئی جہاں آپ مرابط تھے یعنی غزا کے لیے اور اس کی تیاری کے لیے نکلے ہوئے تھے۔

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض ۱۵۰ھ اور عند الجمہور بروز اتوار اول نہار ۲۸ صفر ۱۵۷ھ ہے۔ ساری عمر ۷۰ سال تھی اور عند البعض ۷۰ سے متجاوز تھی۔ صحیح قول ۶۷ سال کا ہے۔

تاریخ ولادت ۷۳ھ یا ۸۸ھ ہے۔

وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو اس نے اوزاعی رحمہ اللہ سے پوچھا دلّنی علی عمل یقربنی الی اللہ تعالیٰ فقال ما رأیت فی الجنۃ درجۃ اعلیٰ من درجۃ العلماء العاملین ثم المحزونین۔

ابن المسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وقوموا للہ قنتین کے بیان میں مذکور ہیں۔

هو سعید بن المسیّب بن حزن بن ابی وهب القرشی المخزومی رحمہ اللہ۔

سعید بن المسیّب عظیم المقام والمرتبہ تابعی ہیں۔ ابن عباس و عمر و عثمان و علی و ابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے زہری و سالم بن عبداللہ و قتادہ وغیرہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔

قال نافع عن ابن عمر هو واللہ احد المتقنین۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ثعلبہؓ نے کہا اگر فقہ پڑھنے کا ارادہ ہے تو ابن المسیب کے پاس جاؤ۔ قتادہؒ فرماتے ہیں ما رأیت احدًا قط اعلم بالحلال والحرام منہ وعن مکحول طفتُ الارض کلّھا فی طلب العلم فما لقیت اعلم منہ وقال سلیمان بن موسی کان افقہ التابعین۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کے دو سال گزر چکے تھے۔ امام احمدؒ فرماتے تھے افضل التابعین سعید بن المسیب۔ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں لا اعلم فی التابعین اوسع علمًا من سعید بن المسیب۔ آپ عمر رضی اللہ عنہ کے احکام اور فیصلوں کے بڑے حافظ تھے حتیٰ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی گاہے گاہے آپ سے احکام وقضایا عمرؓ دریافت کرتے تھے۔ آپ مدنی وقریشی ثقہ ہیں۔ آپ کا قول ہے بلغتُ ثمانین سنۃ وان اخوف ما اخاف علیّ النساء۔ آپ تیل کے تاجر تھے۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجرؒ۔ ج ۴ ص ۸۴۔

سعیدؒ بڑے عابد و پابندِ جماعت تھے۔ صائم الدہر تھے۔ چالیس حج کیے۔ آخر میں بینائی کمزور ہوگئی تھی آپ نے اپنی بیٹی کا مہر نکاح صرف دو درہم مقرر فرمایا۔ اور یہ وہ بیٹی تھی جس کا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید کے لیے رشتہ مانگا تھا مگر سعیدؒ نے انکار کیا اور ایک غریب نیک عالم سے اس کی شادی کر دی۔ آپ کے احوال واقوال تفصیلاً حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۶۹، ۱۷۵ پر ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں ہے دخل المطلب بن حنطب علیٰ سعید فی مرضہ وھو مضطجع فسألہ عن حدیث فقال اقعدونی فاقعدوہ قال انی اکرہ ان اُحدّث حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا مضطجع وعن ابن حرملۃ قال قال سعید بن المسیب لا تقولوا مصیحف ولا مسیجد ما کان للہ فھو عظیم حسن جمیل۔

فرماتے تھے کسب مال حلال بہتر چیز ہے۔ اسی طرح حلال مال جمع کرنا بھی اچھا کام ہے۔ آپ کا قول ہے لاخیر فیمن لا یحب ھذا المال یصل بہ رحمہ ویؤدی بہ امانتہ ویستغنی بہ عن خلق ربّہ۔ وکان سعید یقول دخلتُ المسجد لیلۃ اضحیان قال واظنّ انی قد اصبحت فاذا اللیل علیٰ حالہ فقمت اصلّی فجلستُ ادعو فاذا ھاتف یھتف من خلفی یا عبداللہ قل قلت ما اقول؟ قال قل اللھم انی اسئلك بانك مالك الملك وانك علیٰ کل شئ قدیر وما تشاء من امر یکن۔ قال سعید فما دعوت بھا قط بشئ الا رأیت نجحہ۔ کذا فی الحلیۃ۔ وفیھا عن ابن حرملۃ قال قال سعید ما فاتتنی الصلاۃ فی الجماعۃ منذ اربعین سنۃ۔ وایضًا قال سعید ما اذّن المؤذن منذ ثلاثین سنۃ الّا وانا فی المسجد۔ وعن عبدالمنعم ابن ادریس عن ابیہ قال صلّی سعید بن المسیب الغداۃ بوضوء العتمۃ خمسین سنۃً۔

آپ کی تاریخ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ عند الواقدی تاریخ وفات ۹۴ھ اور بقول ابونعیم ۹۳ھ ہے۔

وعن ابن معین انہ مات سنہ ۵۱ھ۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔

ابولہب ۔ آیت ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون کے بیان میں مذکور ہے۔

ھو ابولھب عبد العزّٰی بن عبد المطلب بن ھاشم۔ ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا۔ زیادہ خوبصورتی کی وجہ سے اس کا لقب ابولہب رکھا گیا۔ یہ نبی علیہ السلام کا چچا ہے۔ مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا اور اس کی بیوی بھی اسلام و مؤمنین کی بہت مخالف تھی۔ ان دونوں کی مذمت میں سورۃ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔ حالتِ کفر ہی پر دونوں کی موت ہوئی۔ ابولہب غزوۂ بدر کے سات دن بعد بُری حالت میں مرا۔ اسے ایک متعدی مرض لاحق ہوا جسے عدسہ کہتے ہیں۔ ابولہب کو اُس کی باندی ثوبیہ نے نبی علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی اور کہا کہ عبد اللہ بن عبد المطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس نے بطور اظہارِ خوشی اسے آزاد کر دیا۔ اس خوشی کی برکت سے اللہ تعالیٰ ابولہب سے ہر سوموار کے دن عذاب کی تخفیف فرماتے ہیں اور کچھ پانی پلانے کا امر فرماتے ہیں۔ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۸۴ میں ہے فجوزی بتخفیف العذاب عنہ یوم الاثنین بان یسقی ماء فی جھنم فی تلک اللیلۃ ای لیلۃ الاثنین فی مثل النقرۃ التی بین السبابۃ والابھام۔ مواہب میں ہے رؤی ابولھب بعد موتہ فی النوم فقیل لہ ما حالک فقال فی النار الا انہ یخفف عنی کل لیلۃ اثنین وامص من بین اصبعیّ ھاتین ماءً واشار برأس اصبعیہ وان ذلک باعتاقی لثوبیۃ عند ما بشرتنی بولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبارضاعھا لہ۔

ابو العالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ الٓمٓ وحروفِ مقطعات کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو البراء البصری مولیٰ قریش۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض نام زیاد بن فیروز ہے۔ وقیل زیاد بن اذینہ۔ آپ تابعی ہیں۔ اپنی کنیت ابو العالیہ سے معروف ہیں۔ ابن عباس وابن عمر وابن زبیر وانس وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ قال ابو زرعۃ ثقۃ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن سعد کان قلیل الحدیث۔ تاریخ وفات ماہ شوال ۹۰ھ ہے۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۱۲ ص ۱۴۳۔

فائدہ ۔ محدثین کے نزدیک ابو العالیہ دو بزرگوں کی کنیت ہے اور دونوں تابعی ہیں۔ اوّل، ابو العالیہ بصری زیاد بن فیروزؒ جن کا ذکر ہو گیا۔ دوم۔ رفیع بن مہران ابو العالیہ الریاحی مولاہم البصری۔ زیادہ معروف و مشہور ثانی ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں مذکور ابو العالیہ سے ممکن ہے اول مراد ہوں اور ممکن ہے کہ ثانی مراد ہوں۔ وھو

الاثریح لشهرتہ۔

ابو العالیہ ریاحی کے مختصر احوال یہ ہیں۔ آپ نے زمانۂ جاہلیت پایا ہے۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے دو سال بعد اسلام لائے۔ صدیق اکبرؓ وغیرہ صحابہ سے ملے۔ علی وابن مسعود وابی موسیٰ وابی بن کعب وابوہریرہ وعائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ قال ابن معین وابوحاتم وابوزرعۃ ثقۃ۔ آپ کی توثیق متفق علیہ ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ تلامذہ میسر نہ آنے کی وجہ سے آپ کا علم ضائع ہوا۔ قراءت میں امام ہیں۔ ابن ابی داؤد فرماتے ہیں لیس احد بعد الصحابۃ اعلم بالقراءۃ من ابی العالیۃ وبعدہ سعید بن جبیر وبعدہ السدی وبعدہ الثوری۔ وکان ابو العالیۃ یقول قرأتُ القرآن علی عہد عمر ثلاث مرات۔ حسن بصریؒ تابعین میں مشہور ہیں مگر ابو العالیہ ان سے مقدم ہیں۔ ابو العالیہ فرماتے ہیں رحم اللہ الحسن قد سمعتُ العلم قبل ان یولد۔

تاریخ وفات ۹۰ھ ہے یا ۹۳ھ وقال المدائنی ۱۰۶ھ۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۸۵۔ ابو العالیہ ریاحیؒ نے گھر والوں سے پوشیدہ طور پر علم حاصل کیا۔ خود فرماتے ہیں تعلمتُ الکتٰب والقرآن فما شعر بی اھلی ولا رُؤی فی ثوبی مدادٌ۔ نیز فرماتے ہیں مامسستُ ذکری بیمینی منذ ستین سنۃ اوسبعین سنۃ۔ نیز فرماتے ہیں انی لارجو ان لا یھلک عبد بین نعمتین نعمۃ یحمد اللہ علیہ وذنب یستغفر اللہ منہ۔ نیز فرماتے ہیں اس آیت کے معنی میں فللہ الحمد رب السمٰوٰت ورب الارض رب العٰلمین قال الجن عالم والانس عالم وسوی ذلک ثمانیۃ عشر الف عالم من الملائکۃ علی الارض و الارض لھا اربع زوایا کل زاویۃ اربعۃ آلاف عالم وخمسمائۃ عالم خلقھم لعبادتہ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۲۱۹۔ نیز فرماتے ہیں لا یتعلم مستحی ولا متکبر۔ وکان یقول ابتدؤا بین الکلام بلا الٰہ الا اللہ۔ وکان یقول قال موسیٰ علیہ السلام لقومہ قدسوا اللہ عزوجل باصوات حسنۃ فانی اسمع لھا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ وہ ابتداء بحث بسملہ میں مذکور ہیں۔

ھی ھند بنت حذیفۃ ویقال بنت سھیل المخزومیۃ امّ المؤمنین رضی اللہ عنھا۔

ام سلمہؓ کا نام بقول اصح ہند ہے وعند البعض رَمْلہ ہے۔ آپ کے بیٹے کا نام سلمہ تھا اسی نام سے آپ کی کنیت ام سلمہ ہوئی۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی زوجیت میں آنے سے قبل آپ ابو سلمہ عبداللہ بن عبد الاسدؓ کے نکاح میں تھیں۔ آپ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں ابو سلمہؓ کے ساتھ گئیں۔ ابو سلمہؓ سے آپ کی اولاد زینب وسلمہ وعمر و دُرّہ ہیں۔ عمر بن ابی سلمہ کی روایت ہے کہ جنگ احد میں میرے والد ابو سلمہؓ کو دشمن یعنی ابو اسامہ جشمی کا تیر لگا۔ تیر بازو میں لگا تھا۔ ایک ماہ تک علاج کے بعد زخم کو

آرام ہوا۔ بعدہٗ نبی علیہ السلام نے ایک جہاد پر روانہ کیا۔ سہ صفر ۴ھ کو واپس آئے تو وہی سابقہ زخم پھر کھل گیا اور اسی سے ۹ر جمادی الآخرہ ۴ھ میں وفات پاگئے۔ عدت کے بعد میری والدہ کا نکاح شوال ۴ھ کو نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوگیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرب کی حسین ترین عورتوں میں سے تھیں۔ ماہ ذوقعدہ ۵۹ھ میں آپ وفات پاگئیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، بقیع میں مدفون ہیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔ تمام ازواج نبی علیہ السلام میں آپ کی وفات آخر میں ہوئی۔ ابن عساکر فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آپ کی وفات شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے چند روز بعد ۶۱ھ میں ہوئی۔

اُبَیّ رضی اللہ عنہ۔ سورۂ فاتحہ کے آخر میں مذکور ہیں۔

ھو اُبَیّ بن کعب بن قیس بن عبید الانصاری النجاری المدنی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابوالمنذر و ابوالطفیل ہے۔ سید القراء ہیں۔ حدیث شریف ہے اَقرأُھُمْ اُبَیّ۔ عمر رضی اللہ عنہ آپ کو سید المسلمین کہتے ہوئے فرماتے تھے اقرأ یا اُبَیّ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کئی مشکلات میں آپ ہی کی رائے پر اعتماد کرتے تھے۔ واقدی لکھتے ہیں، ھو اوّل من کتب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واوّل من کتب فی آخر الکتاب وکتب فلان بن فلان اھ۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابوالمنذر رکھی اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوالطفیل رکھی۔ آپ سے ۱۶۴، احادیث مروی ہیں۔ تین متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور سات پر مسلم منفرد ہیں۔ ابی بن کعب کے عظیم مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو یہ خصوصی حکم دیا کہ اُبی کو قرآن و قرأت پڑھائیں اور سکھائیں۔

فعن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سورۃ لم یکن الذین کفروا من اھل الکتب وقال امرنی اللہ عزوجل ان اقرأ علیك قال النووی وھی منقبۃ عظیمۃ لاُبیّ لم یشارکہ فیھا احدٌ من الناس۔ رواہ الشیخان۔

وفی الصحیح عن عبد اللہ بن عمرو مرفوعًا خذوا القراٰن من اربعۃٍ عبد اللہ بن مسعود و سالم مولیٰ ابی حذیفۃ و معاذ بن جبل و اُبی بن کعب رضی اللہ عنھم۔ مسروقؒ فرماتے ہیں۔ کان اصحاب القضاء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃً عمرٌ و علیٌّ و عبد اللہ و اُبیّ و زید و ابو موسیٰ۔ رضی اللہ عنھم۔

اُبی رضی اللہ عنہ نے جب بیماری و امراض کے فضائل نبی علیہ السلام سے سنے تو اپنے لیے دائمی بخار کی دعا مانگی۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور دائمی بخار میں تا وفات مبتلا رہے۔ مگر نماز جماعت میں کبھی غیر حاضر نہ ہوتے نہ دیگر عبادات میں کمی آئی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن ابی سعید الخدری ان رجلا من المسلمین

قال یارسول اللہ ارأیت ھذہ الامراض التی تصیبنا مالنا فیھا؟ قال کفارات فقال اُبی بن کعب یارسول اللہ وان قلّت قال وان شوکۃ فما فوقھا فدعا اُبی رضی اللہ عنہ ان لا یفارقہ الوعک حتی یموت وان لا یشغلہ عن حج ولا عمرۃ ولا جھاد ولا صلاۃ مکتوبۃ فی جماعۃ قال فما مسّ انسان جسدہ الا وجد حرّہ حتی مات۔ رواہ احمد۔

آپ کی تاریخ وفات ۳۰ھ ہے۔ خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ بقیع میں مدفون ہیں۔ آپ بدری ہیں تمام غزوات میں شریک رہے۔

ابن الرقاع الشاعر۔ وہ بیان لا تاخذہ سنۃ ولا نوم میں مذکور ہے۔

ابن رقاع شاعر ہے۔ وھو عدیّ بن زید بن مالک بن عدی بن الرقاع۔ من عاملۃ حیّ من قضاعۃ۔ رقاع بروزن کتاب عدی کے جدّ کا جدّ ہے۔ جدِّ جدّ کی شہرت کی وجہ سے وہ اس کی طرف منسوب ہوتے عدی اسلامی شاعر ہے۔ بنوامیہ کے خصوصًا ولید بن عبدالملک کے مدّاح تھے۔ جریر کا معاصر تھا۔ وہ شام میں رہتا تھا۔ اس کی بیٹی بھی شاعرہ تھی۔ ایک مرتبہ چند شعراء ابن الرقاع سے شعری مقابلہ کے لیے اس کے گھر پر گئے وہ موجود نہ تھا، اس کی بیٹی نے جو نابالغ تھی ان کی فخریہ باتیں سُنیں تو باہر آکر ان سے کہنے لگی ؎

تجمّعتمُ مِن کلِّ اَوبٍ بلدۃٍ علی واحدٍ لا زلتمُ قِرنَ واحدٍ

وہ لوگ یہ سن کر واپس ہوگئے اور سمجھ گئے کہ جب اس کی یہ چھوٹی سی لڑکی اتنی شاعرہ ہے پھر باپ تو بہت بڑا شاعر ہوگا اس کا مقابلہ مشکل ہے۔ ابن رقاع بڑا اچھا شاعر تھا۔

کذا فی الشعر والشعراء لابن قتیبۃ ج ۲ ص ۵۱۵۔ وکذا فی الاغانی وغیر ذلک۔ اغانی ج ۹ ص ۳۰۰۔ و طبقات ابن سلام ۵۵۸۔ مؤتلف ص ۱۱۶ سمط ص ۳۰۹ معجم مرزبانی، ص ۲۵۳۔ نہایۃ الارب ج ۴ ص ۲۴۶۔ طرائف ادبیہ ص ۸۱ میں اس کے احوال تفصیلاً درج ہیں۔

ابوعلی رحمہ اللہ۔ الحمد کی بحث کی ابتداء میں وہ مذکور ہیں۔

مباحثِ نحویہ میں جب مطلق ابوعلی کا ذکر آئے تو ابوعلی فارسی مراد ہوتے ہیں۔ ابوعلی فارسی مشہور امام نحو ہے وھو الحسن بن احمد بن عبدالغفار بن محمد الفارسی النحوی۔ ابوعلی علمِ عربیت کے امام تھے۔ آپ کی تصانیف مشہور ہیں۔ آپ نے علم امام زجاج وابن السراج و مبرمان وابوبکر خیّاط وغیرہ سے حاصل کیا تحصیلِ علم کے لیے بلادِ شام میں گھومے۔ بغیۃ الوعاۃ میں ہے ص ۲۱۶ وقال کثیر من تلامذتہ انہ اعلم من المبرد و بَرع من طلبتہ جماعۃ کابن جنی وعلی بن عیسی الربعی وکان متھمًا بالاعتزال اھ۔ حلب میں سیف الدولہ کے پاس مدت تک مقیم رہے پھر بغداد آئے اور تاحیات یہاں پر مقیم رہے۔ کتاب انباہ الرواۃ میں ان کا ترجمہ

موجود ہے ۔ وفیہ، قدم بغداد واخذ من علماء النحو بھا وعلت منزلتہ فی النحو اھ ۔ انباہ الرواۃ ۔ ص ۲۵۳۔
خطیب لکھتے ہیں، ابو علی فارسی فارس کے شہر فسا میں پیدا ہوئے ۔ فسا شیراز سے سات فرسخ پر ہے ۔ ابو علی
سلطان عضد الدولہ کے خواص میں سے تھے ۔ عضد الدولہ کہا کرتا تھا انا غلام ابی علی النحوی فی النحو وغلام
ابی الحسین الرازی الصوفی فی النجوم ۔ عضد الدولہ کے لیے آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں ۔ جب ابو علی
نے کتاب الایضاح لکھ کر پیش کی تو عضد الدولہ نے کہا ما زدت علی ما اعرف شیئا و انما یصلح ھذا للصبیان
فمضی وصنف التکملۃ وحملھا الیہ فلما وقف علیھا قال غضب الشیخ وجاء بما لا نفھمہ نحن ولا ھو
وکان معہ یومًا فی المیدان فقال لہ بم ینتصب المستثنیٰ فقال بتقدیر استثنی فقال لہ لم قدرت
استثنی فنصبت ھلا قدرت امتنع فرفعت فقال ھذا جواب میدانی فاذا رجعت قلت الجواب
الصحیح قال السیوطی فی البغیۃ ص ۲۱۶ والذی اختارہ ابو علی فی الایضاح انہ بالفعل المقدم بتقویۃ
الا وفی المسئلۃ سبعۃ اقوال حکیتھا فی جمع الجوامع انتھی بتصرف ۔

علامہ یاقوت معجم الادباء ج ۴ ص ۲۵۴ پر ابو علی فارسی کا یہ قول نقل کرتے ہیں لان اخطئ فی خمسین
مسألۃ مما بابہ الروایۃ احب الی من ان اخطئ فی مسألۃ واحدۃ قیاسیۃ اھ ۔ وفیہ ان ابن جنی حکی
عن ابی علی انہ کان یقول اخطئ فی مائۃ مسألۃ لغویۃ ولا اخطئ فی واحدۃ قیاسیۃ اھ ۔

ابو علی شاعر نہیں تھے اور نہ شعر پر قادر تھے ۔ ابن جنی کہتے ہیں کہ ابو علی سے میں نے ان کا اپنا شعر کبھی
نہیں سنا ۔ ودخل الیہ فی بعض الایام رجل من الشعراء فجری ذکر الشعر فقال ابو علی انی لاغبطکم
علی قول ھذا الشعر فان خاطری لا یواتینی علی قولہ مع تحققی للعلوم التی ھی من موادہ فقال
لہ ذلک الرجل فما قلت قط شیئا منہ البتۃ؟ فقال ابو علی ما اعھد لی شعرًا الا ثلاثۃ ابیات قلتھا
فی الشیب وھی قولی ؎

خضبت الشیب لما کان عیبًا	وخضب الشیب اولی ان یعابا
ولم اخضب مخافۃ ھجر خلی	ولا عیبًا خشیت ولا عتابا
ولکن المشیب بدا ذمیمًا	فصیرت الخضاب لہ عقابا

فاستحسناھا وکتبناھا عنہ اھ ۔

ابو علی کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں ۔ کتاب الحجۃ ۔ کتاب التذکرۃ ۔ ابیات الاعراب ۔ الایضاح
الشعری ۔ الایضاح النحوی ۔ مختصر عوامل النحو ۔ المسائل الحلبیۃ ۔ المسائل البغدادیۃ ۔ المسائل الشیرازیۃ ۔
کتاب الاغفال ۔ المقصور والممدود ۔ ابیات المعانی ۔ کتاب تفسیر قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی

الصلوٰة فاغسلوا الآیۃ وغیرہ۔ ابو علی کی وفات بغداد میں ہوئی بتاریخ ۳۷۷ھ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر نوے[90] سال سے زیادہ تھی۔

ابو تمام الشاعر۔ صم بکم عمی فھم لا یرجعون اور کلما اضاء لھم مشوا فیہ واذا اظلم علیھم قاموا کی شرح میں مذکور ہے۔

ھو ابو تمام حبیب بن اوس بن الحارث بن قیس۔ ابو تمام اس کی کنیت ہے۔ سلسلۂ نسب یعرب ابن قحطان تک پہنچتا ہے۔ لہذا آپ عربی النسب ہیں۔ بعض مستشرقین اس کی نسبت تادوس رومی کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ رومی النسل ہے۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے شعراء سے ابو تمام کے مقابلے جاری تھے اور وہ شعراء اس کی مذمت میں اشعار کہتے تھے، مگر کسی نے بھی اس کی عربیت میں شک نہیں کیا اور نہ کسی نے غیر عربی ہونے کا طعنہ دیا۔

ابو تمام قریۂ جاسم من اعمال دمشق میں پیدا ہوا۔ بقول بعض شہر منبج کے قریب پیدا ہوا۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بقول راجح اس کی ولادت ۱۹۰ھ ۸۰۶ء ہے۔ اور بقول بعض ۱۸۰ھ ۷۹۶ء ہے یا ۱۸۸ھ ۸۰۴ء ہے۔

ابو تمام کے والدین بڑے غریب و مسکین تھے۔ والد خمار یعنی شراب فروش تھا۔ باپ نے اسے دمشق میں ایک حائک یعنی جُلاہے کے پاس کام سیکھنے کے لیے بٹھا دیا۔ اسی طرح مدت تک ابو تمام طلبِ معاش میں ادھر اُدھر سرگرداں رہا۔ پھر حمص گیا اور حمص سے مصر پہنچا اور جامع مسجد فسطاط میں سقایہ یعنی پانی بھرنے کا شغل اختیار کیا۔ پھر تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہوا۔ علماء و اُدباء کی مجالس میں جاتا رہا۔ ادب خصوصاً شعر گوئی میں مہارت حاصل کی۔ بڑا ذہین اور قوی حافظہ والا تھا۔ شعراء مصر مثل یوسف سراج وغیرہ سے مہاجاۃ جاری رہی۔ مصر میں پانچ سال سے زیادہ رہا۔ بعدہٗ اپنے علاقہ میں واپس آیا۔ خلیفہ مامون الرشید کی مدح کہہ کر اس تک پہنچنا چاہا لیکن یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ بعدہٗ معتصم نے اس کی بڑی تکریم کی اور مقربین میں شامل کر لیا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں حج کے لیے گئے پھر خراسان جا کر عبد اللہ بن طاہر کی مدح کی اور آرمینیہ جا کر خالد بن یزید کی مدح لکھی۔ بلاد جبل جا کر محمد بن الہیثم کی مدح میں اشعار کہے۔ اسی طرح نیسابور و ابر شہر و موصل وغیرہ شہروں میں گئے۔ آخر کار موصل میں مقیم ہو گئے۔ موصل میں حسن بن وہب نے ایک اچھا عہدہ دے دیا یعنی محکمۂ ڈاک کا سربراہ مقرر کر دیا۔ بڑے فصیح و حلو الکلام تھے اور بہت فطین و حاضر جواب تھے۔ اپنے آپ کو اشعر الشعراء سمجھتے تھے۔

حکایت ہے کہ معتصم کی مدح میں جب آپ مشہور قصیدہ سینیہ سناتے ہوئے اس شعر پر پہنچے ع

اِقدامُ عمروٍ فی سماحۃ حاتم فی حلم احمد فی ذکاء ایاس

کندی نے جو اس مجلس میں موجود تھے کہا الامیر فوق من وصفتَ۔ فاطرق ابوتمام رأسہ ثم قال ؎

لا تنکروا ضربی لہ مَن دونہ مثلاً شرودًا فی الندیٰ والبأس

فاللّٰہ قد ضرب الاقل لنورہٖ مثلاً من المشکاۃ والنبراس

جب قصیدہ آپ کے ہاتھ سے لیا گیا تو اس میں یہ دو شعر موجود نہ تھے۔ معلوم ہوا کہ آپ نے فی البدیہہ یہ دو شعر کہے تھے۔ یہ حکایت آپ کی شعری مہارت وسرعتِ خاطر اور حاضر جوابی پر دال ہے۔ ابوتمام کو جمع اشعار قدماء کی حرص تھی۔ آپ کی تالیفات یہ ہیں کتاب الاختیار من اشعار القبائل۔ کتاب الاختیارات من شعر الشعراء۔ کتاب الفحول۔ یہ اجود قصائد پر مشتمل ہے۔ دیوان حماسہ۔ اختیار المقطعات۔ یہ مثل حماسہ ہے لیکن اس میں غزل سے ابتدا کی ہے۔ کتاب الاختیارات من شعر المحدثین۔ ابوتمام کے اشعار بڑے فصیح وبلیغ ہیں۔ قال صاحب الاغانی ابوتمام لطیف الفطنۃ دقیق المعانی غوّاص علیٰ مایستصعب منہا ویعسر متناولہ علی غیرہ اھ۔ صاحب مثل سائر کہتے ہیں ان اباتمام اکثر الشعراء المتأخرین ابتداعًا للمعانی وقد عددتُ معانیہ المبتدعۃ فوجدتُ مایزید علیٰ عشرین معنیً اھ۔ ابوتمام اشعار میں صنائع علم بدیع بہت کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ حتی قال لہ اسحاق الموصلی یا ھذا لقد شققت علی نفسک ان الشعر لاقرب مما تظن۔ وقیل اراد المتنبی ان یسلک سبیلہ فوجدہ وعرًا اصعب المسالک فتحول عنہ۔

کئی علماء نے دیوان ابوتمام کی شرح وتعلیقات لکھی ہیں۔ ان شراح میں ابوریحان بیرونی وابوالعلاء معری وخطیب تبریزی (آپ نے دو شرح مطول ومختصر لکھی ہیں) وشیخ بدیعی وغیرہ داخل ہیں۔

تاریخ وفات محرم ۲۳۱ھ مطابق ۸۴۵ء یا ۸۴۶ء ہے۔ قبر شہر موصل میں ہے۔

اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ۔ آیت ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوٰۃ الدنیا ویشھد اللہ علیٰ مافی قلبہ وھو الدّ الخصام کے شانِ نزول میں مذکور ہیں۔

اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ابن عطیہؒ آپ کی صحابیت کے منکر ہیں قال ابن عطیۃ ماثبت قط ان الاخنس اسلم۔ لیکن ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے صحابی ہونے کو راجح کہا ہے وھو الاخنس بن شریق ابن عمرو بن وھب الثقفی ابوثعلبۃ حلیف بنی زھرۃ۔

آپ کا نام اُبَیّ تھا وانما لقب بالاخنس لانہ رجع ببنی زھرۃ من بدر لما جاءھم ان اباسفیان نجا بالعیر فقیل خنس الاخنس ببنی زھرۃ۔

جنگِ بدر میں کفار کے ساتھ آئے تھے۔ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ بعد میں اسلام لائے مؤلف

میں سے تھے۔ غزوۂ حنین میں شریک رہے۔ اوّل زمانہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں ان کا انتقال ہوا۔
اخنسؓ نے مدینہ منورہ میں آکر اظہارِ اسلام کیا۔ وقال اللہ یعلم انی صادق۔ ثم ھرب بعد ذلك وارتد فمر بقوم من المسلمین فحرق لھم زرعًا وقتل حمرًا فنزل فیہ ومن الناس من یعجبك قولہٗ الی قولہ بئس المھاد۔ کذا فی الاصابۃ۔ ارتداد کے بعد پھر دوبارہ مسلمان ہوئے۔
سیرتِ حلبیہ میں ہے کہ بنو زہرہ سو یا تین سو تھے جو اخنس کے ساتھ جنگِ بدر سے کچھ قبل واپس ہوئے جب ابوسفیان نے قریش کو نجات کی اطلاع دی۔ اور ابوجہل نے بدر سے واپس جانے سے انکار کیا قال الاخنس لبنی زھرۃ یا بنی زھرۃ قد نجی اللہ اموالکم وانما نفرتم لذلك واجعلوا بی جمیتھا وارجعوا فانہ لاحاجۃ لکم بان تخرجوا فی غیر منفعۃ وخلا بابی جھل فقال لہ اتری محمدًا یکذب فقال ما کذب قط کنا نسمیہ الامین لکن اذا کانت فی بنی عبد المطلب السقایۃ والرفادۃ والمشورۃ فای شئ یکون لنا فانخنس الاخنس ورجع ببنی زھرۃ ثم اسلم یوم الفتح۔ وقال السھیلی انہ قتل یوم بدر کافرًا وتبعہ علی ذلك التلمسانی فی حاشیۃ الشفاء۔ انتھی بحاصلہ۔ مافی السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۱۵۳

ابن اُبیّ المنافق ۔ واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا کے بیان میں مذکور ہے۔
ھو عبد اللہ بن ابی ابن سلول ۔ یہ ابن اُبی رئیس المنافقین ہے۔ اس کی مذمت میں بہت آیات نازل ہوئی ہیں۔
علماء کہتے ہیں کہ اُبی اس کے باپ کا نام اور سلول اس منافق کی ماں کا نام ہے۔ بظاہر وہم ہوتا ہے کہ سلول ابی کی ماں یا اس کے باپ کا نام ہے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ دونوں عبداللہ راس المنافقین کے والدین ہیں۔
لہٰذا اس عبارت عبداللہ بن اُبی ابن سلول کے پڑھنے لکھنے میں تین امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔
اوّل یہ کہ اُبیّ منوّن پڑھنا چاہیے۔
دوم یہ کہ ابن سلول مرفوع ہے صفت عبداللہ ہے نہ کہ مجرور صفت ابیّ۔ بہرحال یہ اعراب عبداللہ کا تابع ہے رفع ونصب وجر میں۔
سوم ابن سلول میں ابن کا الف لکھنا لازم ہے۔
اُبیّ کے باپ کا نام مالک بن الحارث بن عبید بن مالک بن سالم ہے۔
ابن اُبی رأس المنافقین قبیلہ خزرج کا رئیس تھا۔ اس کی موت نبی علیہ السلام کی حیات میں ہوئی۔ آپؐ نے اپنی قمیصِ مبارک بطور کفن اس کے لیے عطا فرمائی نیز اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اُس وقت تک

منافقین کی نماز جنازہ کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ یہ سب کچھ نبی علیہ السلام نے اس کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ کے اکرام اور انہیں خوش کرنے کے لیے کیا کیونکہ اس کے بیٹے حضرت عبد اللہؓ بڑے مخلص اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ پہلے ان کا نام حباب تھا پھر نبی علیہ السلام نے اسے بدل کر عبد اللہ رکھا، باپ کا نام بھی عبد اللہ تھا۔ عبد اللہ بن عبد اللہؓ نے نبی علیہ السلام سے اپنے منافق باپ کے قتل کی اجازت مانگی تاکہ اس منافق کی اذیت ختم ہو جائے لیکن نبی علیہ السلام نے قتل سے منع فرمایا۔ عبد اللہ بن عبد اللہؓ جنگ یمامہ میں ۱۲ھ میں شہید ہوئے۔

الاشعری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم الآیۃ کے بیان کے آخر میں مذکور ہیں۔ اسی طرح بسملہ کی بحث کے آخر میں بھی مذکور ہیں۔

ھو ابو الحسن علیّ بن اسماعیل بن ابی بشر اسحاق بن سالم بن اسماعیل بن عبد اللہ بن موسیٰ بن بلال بن ابی بردۃ عامر بن ابی موسیٰ الاشعری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابو الحسن اشعری اہل السنۃ والجماعۃ کے امام ہیں۔ سید المتکلمین القائم بنصرۃ مذہب السنۃ ورأس ائمۃ علم الکلام ہیں۔ اہل حق کو اشعریہ آپ کی نسبت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ آپ آفتاب کی طرح مشہور ہیں۔ علم کلام کے اصول آپ نے قرآن وسنّت سے اخذ کر کے وضع کیے۔

اشعری کی تاریخ پیدائش ۲۶۰ھ ہے۔ وقیل ولد فی ۲۷۰ھ بالبصرۃ۔

بہت سے علماء نے آپ کے احوال میں مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ ابن عساکر نے آپ کا ترجمہ ایک کامل جلد میں ذکر کیا ہے۔ متعدد کتابوں میں آپ کا تفصیلی ترجمہ مذکور ہے۔ مثل کتاب الانساب ج ۱ ص ۲۶۶ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۴۶، المنتظم ج ۶ ص ۳۳۲، الخطط المقریزیۃ ج ۲ ص ۳۵۹، دیباج مذہب ص ۱۹۳، البدایۃ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۸۷، تبیین کذب المفتری لابن عساکر۔ یہ ساری کتاب آپ کی طرف سے دفاع میں ہے۔ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۴۵، الجواہر المضیئۃ ج ۱ ص ۳۵۳۔

ابو الحسن اشعریؒ اوّلاً معتزلی تھے ابو علی جبائی کے تلمیذ تھے۔ پھر اعتزال اور عقائد معتزلہ سے تائب ہوئے۔ بصرہ کی جامع مسجد میں بروز جمعہ منبر یا کرسی پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ اعلان کیا من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا اُعرّفہ بنفسی انا فلان بن فلان کنتُ اقول بخلق القرآن وان اللہ لا تراہ الابصار وان افعال الشرّ انا افعلھا وانا تائب مقلعٌ معتقد للرد علی المعتزلۃ مخرج لفضائحھم ومعایبھم انتھی ما فی وفیات الاعیان، ج ۲ ص ۲۸۵۔

بقول ابن حزم آپ کی تصانیف کی تعداد ۵۵ ہے۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں، کتاب اللمع۔

الموجز۔ ایضاح البرہان۔ کتاب التبیین عن اصول الدین۔ کتاب الشرح والتفصیل فی الرد علی اہل الافک و التضلیل وغیرہ۔

آپ عمر بھر معتزلہ وملاحدہ و رافضہ وجہمیہ وخوارج و دیگر اہل بدع کی تردید کرتے رہے۔ ابوبکر صیرفیؒ فرماتے ہیں۔ کانت المعتزلۃ قد رفعوا رؤسہم حتی اظہر اللہ الاشعری فحجرہم فی اقماع السمسم وکان یأکل من غلۃ ضیعۃ وقفہا جدہ بلال بن ابی بردۃ بن ابی موسی علی عقبہ وکانت نفقتہ فی کل یوم سبعۃ عشر درہما، کذا قال الخطیب۔

تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ عند البعض ۳۲۴ھ وعند البعض فجأۃً ۳۳۰ھ میں انتقال ہوا۔ وقیل ۳۳۳ھ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وکان فیہ دعابۃ ومزاح کثیر اھ۔

ابوعمرو بن عمار بن العریان بن عبد اللہ التمیمی المازنی البصری النحوی القاری المقریؒ۔ آپ ابو عمرو بن العلاء کی نسبت کے ساتھ معروف ہیں۔

ابوعمرو قراء سبعہ میں سے ہیں۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ کا نام زبان ہے وعند البعض عریان ہے وعند البعض یحییٰ وعند البعض جزء۔ وعند البعض یہی کنیت آپ کا نام ہے۔ آپ بہت بڑے قاری ومقری وعالم عربیت ونحو واخبار عرب تھے۔

آپ نے قرآن مجید باقرات پڑھا ہے حمید بن قیس اعرج ویحیی بن یعمر ومجاہد وسعید بن جبیر وعکرمہ عبد اللہ ابن کثیر وغیرہ سے۔ رحمہم اللہ۔

اور آپ سے قرآن باقراءت مندرجہ ذیل علماء نے پڑھا ہے۔ عبد الوارث بن سعید وحماد بن زید ومعاذ ابن معاذ وہارون اعور ویونس بن حبیب نحوی ویحیی بن المبارک یزیدی وابوبکر بکراوی وخارجہ بن مصعب و عبد الوہاب بن عطاء وغیرہ رحمہم اللہ۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔

آپ روایت حدیث کرتے ہیں اپنے والد سے اور انس رضی اللہ عنہ وحسن بصری وابن سیرین و نافع مولیٰ ابن عمر وبدیل بن میسرہ وعطاء بن ابی رباح ومجاہد وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی معاذ بن العلاء۔ وشعبہ وحماد بن زید ووکیع وہارون بن موسیٰ نحوی واصمعی وغیرہ۔

قال الدوری عن ابن معین ہو ثقۃ وقال ابو حیثمۃ کان ابوعمرو رجلاً لا بأس بہ لکنہ لم یحفظ ابوعبیدہ معمر بن مثنی کہتے ہیں کان ابوعمرو اعلم الناس بالقران والعربیۃ والعرب وایامہا والشعر۔ وقال فیہ الفرزدق

ما زلت افتح ابواباً و اغلقہا حتی رأیت ابا عمرو بن عمار

ابوبکر بن مجاہدؒ فرماتے ہیں کان ابو عمرو مقدمًا فی عصرہٖ عالمًا بالقراءۃ ووجوھھا قدوۃً فی العلم واللغۃ امام الناس فی العربیۃ وکان مع علمہٖ باللغۃ وفقھہٖ بالعربیۃ متمسکاً بالآثار لایکاد یخالف فی اختیارہٖ ماجاء عن الائمۃ قبلہٗ وکان حسن الاختیار غیر متکلف وکان فی عصرہٖ بالبصرۃ جماعۃٌ من اھل العلم بالقراءۃ لم یبلغوا مبلغہٗ والیٰ قراءتہٖ صار اھل البصرۃ اواکثرھم۔ وقال ابوعبید القاسم بن سلام رأیتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فعرضتُ علیہ اشیاءً من قراءۃ ابی عمرو فمارَدَّ علیَّ الاحرفین۔

نصر بن علی الجھضمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ قال لی شعبۃ انظر مایقرأبہٖ ابوعمرو فما یختارہٗ لنفسہٖ فاکتبہٗ فانہٗ سیصیر للناس استاذاً۔

ابوعمرو بن العلاء کے ترجمہ وتفصیل کے لیے دیکھیے کتاب نور القبس ص۲۵ ونزہۃ الالباء ص۱۵ وغایۃ النہایۃ ج ۱ ص ۲۸۸ وعبر الذہبی ج ۱ ص ۲۲۳ والشذرات ج ۱ ص ۲۳۷ وطبقات الزبیدی، ص ۱۷۶ والمعارف ص ۵۳۱ واخبار النحویین البصریین ص ۲۲ ومراتب النحویین ص ۱۳ وغیرہ۔

ابوعمرو بن العلاء بڑے زاہد متقی وعابد تھے۔ مرجع عوام وخواص واخص الخواص تھے۔ اوّلاً بہت کچھ لکھا پھر طریقۂ زہد وعبادت اختیار کرکے سب کتابیں اوروں کو دیدیں۔

ابن خلکان لکھتے ہیں وکانت کتبہ التی کتب عن العرب الفصحاء قد ملأت بیتاً لہٗ الیٰ قریبٍ من السقف ثم انہٗ تنسّک فاخرجھا کلھا فلمّا رجع الیٰ علمہ الاول لم یکن عندہٗ الا ماحفظہٗ بقلبہٖ۔

ابوعمروؒ ابتداء سے محبّ علم وعاشقِ علومِ عربیت تھے اور یہی عشق آخر عمر تک باقی رہا اور بڑھتا ہی رہا۔ ابوعمروؒ فرماتے ہیں کہ حجاج ثقفی ظالم میرے والد کا دشمن تھا ہم اس کے خوف سے یمن کی طرف بھاگے فانّا لنسیر بصحراء بالیمن اذ لحقنا لاحق ینشد ؎

ربما تکرہ النفوسُ من الامـــــر لہٗ فَرجۃٌ کحَلِّ العِقال

قال فقال لہ ابی ما الخبر؟ قال مات الحجاج قال ابوعمرو فأنا بقولہ لہ فَرجۃ اشدّ سرورًا منّی بموت الحجاج قال فقال ابی اِصرف رکابنا الی البصرۃ وکنت ابن نحو بضع وعشرین سنۃً یقال فَرجَۃ بالفتح بین الامرین وبالضم بین الجبلین۔ طبقات زبیدی ص۳۰ ووفیات ج ۳ ص۴۶۷ میں اصمعی کی یہ روایت مذکور ہے: قال حدّث الاصمعی عن ابی عمرو بن العلاء فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنین غرۃ عبد اوامۃ۔ لولا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد بالغرۃ معنی لقال فی الجنین عبد اوامۃ ولکنّہ عنی البیاض ولایقبل فی الدیۃ الاغلام ابیض اوجاریۃ بیضاء لایقبل فیھا اسود ولاسوداء وھذا غریب۔

ابن مناذر کہتے ہیں میں نے ابوعمرو سے پوچھا حتیٰ متی یحسن بالمرء ان یتعلم؟ قال مادامت الحیاۃ تحسن بہ۔

ابوعمروؒ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ۷۰ھ یا ۶۸ھ یا ۶۵ھ میں ہوئی۔

اور آپ کا سنہ وفات ۱۵۴ھ اور بقول آخر ۱۵۹ھ ہے۔ کوفہ میں مدفون ہیں۔

ولما حضرتہ الوفاۃ کان یغشیٰ علیہ ویفیق فافاق من غشیۃ لہ فاذا ابنہ بشرؒ یبکی فقال مایبکیك وقد اتت علیّ اربع وثمانون سنۃ۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں قراءۃ ابی عمرو احب القراءات الیّ ولما قدم المدینۃ اسرع الناس الیہ للقراءۃ علیہ وکانوا لا یعدون قارئًا من لم یحضر لدیہ۔

فائدہ ۔ قرأ ابوعمرو علی جماعۃ من التابعین بالحجاز والعراق منهم ابن کثیرؒ ومجاهد وسعید بن جبیر علی ابن عباس علی ابیّ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وایضًا قرأ ابوعمرو علی ابی جعفر القاری علی ابن عباس وعلی عاصم وعلی الحسن البصری وعطاء وعکرمۃ وابن محیص وغیرہم۔

فائدہ ۔ ابوعمرو بن العلاء کے رواۃ قراءت بہت ہیں۔ لیکن مشہور عند القراء والعلماء دو ہیں۔

اوّل ، دوری وھو ابوعمر حفص بن عمر الدوری۔

دوم ، سوسی وھو ابوشعیب صالح بن زیاد السوسی۔

دوری اور سوسی دونوں بالواسطہ راوی ہیں۔ یعنی دونوں نے قراءت یحیی بن المبارک یزیدی سے پڑھی اور یحیی بن المبارک نے ابوعمرو بن العلاء سے اخذ قراءت کیا۔

ابودُؤاد ایادی شاعر ۔ وصدٌ عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام کی شرح میں مذکور ہے شہاب خفاجیؒ فرماتے ہیں ابودؤاد بھمزۃ اوبواو بونسن سعاد واہمال الدالین شاعر من ایاد مشهور اسمہ جاریۃ اھ۔ عنایۃ القاضی۔ ج ۲ ص ۳۰۲۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء میں لکھتے ہیں۔ ابودؤاد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ہو جاریۃ ابن الحجاج۔ اور اصمعی کے نزدیک اس کا نام حنظلۃ بن الشرقی ہے۔ ابودؤاد کا دیوان مطبوع ہے۔ اس کا ترجمہ اغانی ج ۱۵ ص ۹۱ میں وکتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۱۶۱ وخزانۃ الادب ج ۴ ص ۱۹ وشواہد مغنی ص ۱۲۴ میں مفصلًا مذکور ہے۔ بعض بادشاہوں نے ابودواد کو قتل کی دھمکی دی تھی تو اس نے یمن کے بادشاہ کے پاس پناہ لی تو جار ابی دواد ضرب المثل بن گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے حارث بن ہمام بن مرہ نے اور عند البعض کعب بن مامہ نے پناہ دی تھی۔ ابودواد گھوڑے کی تعریف و وصف میں مشہور ہے۔ اصمعی کہتے ہیں والعرب لا تروی شعر ابی

دؤاد و عدیؔ بن زید و ذلك لان الفاظهما لیست بنجدیۃ اھ۔ خطیئہ اسے اشعر الناس کہتے تھے۔
ابودؤاد کے یہ دو شعر ضرب المثل اور بہت مشہور ہیں۔ اوّل یہ شعر ؎

اکلَّ امرئٍ تحسبین امرأً ۔۔۔ ونارٍ تحرّق باللیل نارًا

اور یہی شعر قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ دوم یہ شعر ؎

الماء یجری ولا نظام له ۔۔۔ لو وجد الماء مخرقًا خرقه

کذا فی کتاب الشعر والشعراء۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ تفسیر الذین یؤمنون بالغیب میں مذکور ہیں۔ اس کے علاوہ اور کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الصحابی رضی اللہ عنہ۔

آپ قدیم الاسلام اور صاحبِ ہجرتین ہیں۔ بدری ہیں۔ ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت میں رہتے تھے۔ اکثر اوقات نبی علیہ السلام کے نعلین مبارک اٹھائے رہتے اور محفوظ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے صاحب النعلین کے نام سے مشہور ہیں۔ بحکم نبی علیہ السلام ہجرت سے پہلے زبیرؓ سے اور بعد الہجرۃ سعد بن معاذؓ سے مواخاۃ تھی۔ آپ کی والدہ ام عبد بنت عبد ود بن سواء من ہذیل بھی اسلام لے آئی تھیں۔ اور ہجرت کی تھی۔ ابن مسعودؓ چھٹے مسلمان ہیں۔ آپ سے قبل صرف پانچ اشخاص مسلمان ہوئے تھے قال ابن مسعود لقد رایتُنی سادس ستۃ ما علی الارض مسلم غیرنا۔ رواہ الطبرانی۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تین ہجرتیں کیں۔ اوّلاً حبشہ کی طرف۔ پھر یہ افواہ سُنی کہ اہلِ مکہ مسلمان ہوگئے تو واپس مکہ مکرمہ آئے لیکن وہ غلط افواہ ثابت ہوئی۔ پھر دوبارہ حبشہ گئے۔ پھر وہاں سے جنگِ بدر سے کچھ قبل مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام کے گھر میں آپ کا کثرت سے آنا جانا تھا۔ وفی صحیح مسلم عنہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذنك ان ترفع الحجاب وتسمع سوادی حتی انھاك

آپ کا علمی تبحر صحابہؓ میں مسلّم تھا قال علیہ السلام خذوا القراٰن من اربعۃ من عبد اللہ وسالم مولیٰ ابی حذیفۃ ومعاذ واُبی بن کعب۔ ان چاروں میں عبد اللہ بن مسعودؓ کا نام سب سے پہلے مذکور ہے۔ وقال فیہ عمرؓ رضی اللہ عنہ کنیف ملئ علمًا۔ وقال علیہ السلام تمسّکوا بعھد ابن ام عبد۔ رواہ الشیخان۔

آپ کے تین بیٹے تھے عبد الرحمٰن و عتبہ و ابو عبیدہ۔ ایک بار بیمار ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عیادت کرتے ہوئے پوچھا ما تشتکی؟ قال ذنوبی۔ قال فما تشتھی؟ قال رحمۃ ربی۔ قال الا اٰمر لك بطبیب؟ قال الطبیب امرضنی۔ قال الا اٰمر لك بعطاء؟ قال لاحاجۃ لی فیہ۔ قال یکون لبناتك قال اتخشیٰ علیٰ

بناتی الفقر انی امرتھن ان یقرأن کل لیلۃ سورۃ الواقعۃ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قرأ سورۃ الواقعۃ کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدًا۔

آپ سے ۸۴۸ احادیث مروی ہیں ۶۴ متفق علیہ ہیں اور ۲۱ میں امام بخاری منفرد اور ۳۵ میں امام مسلم منفرد ہیں۔

فقہ حنفی میں آپ کی روایات پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے وقد قالوا زرعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وسقاہ علقمۃ وحصدہ ابراھیم النخعی وداسہ حماد وطحنہ ابوحنیفۃ وعجنہ ابویوسف وخبزہ محمد فسائر الناس یأکلون من خبزہ۔

آخر وقت کوفہ میں رہائش اختیار کی اور کوفہ ہی میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں وفات پائی اور عند البعض وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال سے کچھ زیادہ تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں کئی جگہ ہوا ہے۔ آپ حبر الامۃ و بحر و رئیس المفسرین کے القاب سے مشہور ہیں کیونکہ آپ وسیع العلم تھے۔ قال ابن مسعود نعم ترجمان القرآن ابن عباس۔

آپ آخر میں مرکز علم و مرکز فتاوے بن گئے تھے۔ دور دراز علاقوں سے مسائل و علوم دریافت کرنے اور سیکھنے کے لیے علماء و عوام آپ کے پاس آتے تھے۔ عبادلۃ اربعہ میں سے ایک ہیں۔ بقیہ تین عبادلہ ابن عمرؓ وابن زبیرؓ وابن عمروؓ ہیں۔

آپ چھے کثیر الروایات صحابہ میں سے ہیں قال الامام احمد ستۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الروایۃ عنہ وعُمِّروا وھم ابوھریرۃ ثم ابن عمر ثم جابر وابن عباس وانس وعائشۃ رضی اللہ عنہم

آپ بڑے جمیل و حسین تھے قال عطاء ما رأیت القمر لیلۃ اربع عشرۃ الا ذکرت وجہ ابن عباس وقال سفیان بن عیینۃ کان الناس ثلاثۃ ابن عباس فی زمانہ والشعبی فی زمانہ وسفیان الثوری فی زمانہ۔ حسب قول امام احمد آپ کی وفات شہر طائف میں ۶۸ھ میں ہوئی اور بقول بعض ۷۰ھ میں۔

وعن میمون بن مھران قال شھدت جنازۃ ابن عباس فلما وضع لیصلّی علیہ جاء طائر ابیض فوقع علی اکفانہ فدخل فیھا فالتمس فلم یوجد فلما سوّی علیہ التراب سمعنا من یسمع صوتہ ولا یری شخصہ یقرأ یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیّۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ کذا ذکر النووی فی تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۷۵۔

آپ آخر میں نابینا ہوگئے تھے اسی طرح آپ کے والد عباس رضی اللہ عنہ اور دادا عبدالمطلب بھی آخر میں نابینا ہوگئے تھے۔

وثبت فی صحیح البخاری ان النبی علیہ السلام ضم ابن عباس الی صدرہ وقال اللھم علمہ الکتاب وفی روایۃ علمہ الحکمۃ وفی روایۃ مسلم اللھم فقھہ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ آیت والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

آپ زاہد وکثیر العبادت صحابی ہیں۔ اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبل بلوغ اسلام لائے اور ہجرت کی۔ غزوۂ بدر میں صغر سنی کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے اور غزوۂ اُحد میں شرکت مختلف فیہ ہے۔ وفی الصحیحین انہ قال عرضتُ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام احد وانا ابن اربع عشرۃ سنۃ فلم یجزنی و عرضتُ علیہ یوم الخندق وانا ابن خمس عشرۃ سنۃ فاجازنی۔

اتباعِ سنّت کا جذبہ آپ پر غالب تھا اس لیے شدائد ابن عمر فی الاتباع مشہور تھے حتی انہ ینزل منازلہ ویصلّی فی کل مکان صلّی فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویبرک ناقتہ فی مبرک ناقتہ و نقلوا ان النبی علیہ السلام نزل تحت شجرۃ فکان ابن عمر یتعاھدھا بالماء لئلا تیبس کذا ذکر النووی فی التھذیب ج۱ ص۲۷۹۔ قال النووی قل نظیرہ فی المتابعۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل شیٔ من الاقوال والافعال وفی الزھادۃ فی الدنیا۔ اھ۔

وکان اذا قرأ ھذہ الآیۃ الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ بکی حتی یغلبہ البکاء۔

آپ سے ۱۶۳۰، احادیث مروی ہیں۔ ۱۷۰ متفق علیہ ہیں اور ۸۱ پر بخاری اور ۳۱ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ۷۳ھ میں ہوئی۔ مقام محصّب میں مدفون ہیں۔

ابوزید رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت لا تضارّ والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ وعلی الوارث مثل ذٰلک کے بیان میں مذکور ہیں۔ فقہاء کبار وائمہ دین وعلم میں کنیتِ ابوزید سے مشہور تین علماء ہیں۔ اوّل علمِ فقہ میں۔ دوم علمِ حدیث میں۔ سوم تصوف وزہد میں معروف ہیں۔ یہاں پر ہم تینوں کے احوال جو فوائد کثیرہ پر مشتمل ہیں درج کرتے ہیں۔ البتہ تفسیر بیضاوی میں ابوزید ثالث مراد نہیں ہیں۔

اوّل ابوزید قاضی رحمہ اللہ۔ ھو ابو زید حماد بن دلیل قاضی المدائن رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یہ ابوزید تلمیذ ہیں سفیان ثوری وحسن بن عمارہ وعمر بن نافع وابوحنیفہ رحمہم اللہ کے۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں سلیمان بن محمد مبارکی وابورجا مسلم بن صالح وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔
ابوزید نے علم فقہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ تاریخ بغداد میں آپ کا ترجمہ وحال درج ہے۔
حسن بن عثمان کی روایت ہے کان الفضیل بن عیاض یقول فی ابی حنیفۃ واصحابہ فاذا اسئل عن مسئلۃ یقول ائتوا ابازید فسلوہ وکان ابوزید رجلاً اعمیٰ من اصحاب ابی حنیفۃ فقیل لہ انک تقول فی ابی حنیفۃ و اصحابہ ما تقول فاذا سئلت عن مسئلۃ دللت الیھم فقال ویلک ھم طلبوا ھذا الامر وھم احق بھذا الامر۔ کذا فی تاریخ بغداد، ج ۸ ص ۱۵۲۔
فضیل بن عیاضؒ کا یہ قول شاہد عدل ہے اس بات پر کہ کل علماء مذاہب کے نزدیک مسائل اسلام و فقہ کے سب سے زیادہ جاننے والے ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ہیں۔ اور ان کی مہارت اس سلسلہ میں سب کے نزدیک مسلّم تھی۔ وعن مھنی قال سألت احمد بن حنبل عن حماد بن دلیل قال کان قاضی المدائن لم یکن صاحب حدیث کان صاحب رأی قلتُ سمعتَ منہ شیئًا؟ قال حدیثین وسئل ابن معین عنہ فقال ثقۃ وقال ابن عمار حماد بن دلیل کان قاضیًا علی المدائن فھرب منھا وکان من ثقات الناس رأیتہ بمکۃ یبیع البز وقال ابوداؤد لیس بہ بأس۔
دوم۔ دوسرے ابوزید مشہور محدث وامام ہیں۔ یحیی بن سعید قطانؒ کے تلمیذ ہیں۔ یحیی بن سعید امام احمدؒ کے بھی استاذ ہیں۔ ان دوسرے ابوزید کا نام ونسب یہ ہے ھو عمر بن شبّۃ بن عبیدۃ بن زید ابوزید النمیری البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔
ابوزید بصری روایتِ حدیث کرتے ہیں محمد بن جریر غندر وعبدالوہاب ثقفی ویحیی بن سعید قطان وعبدالرحمن ابن مہدی وابی زکریا وغیرہ رحمہم اللہ سے۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابوبکر بن ابی الدنیا وابوشعیب حرانی وابوالقاسم بغوی ومحمد بن مخلد رحمہم اللہ
خطیبؒ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۰۸ پر لکھتے ہیں وکان ابوزید البصری ثقۃ عالما بالسیر وایام الناس ولہ تصانیف کثیرۃ قدم بغداد ونزل بسرّ من رأیٰ فی اٰخر عمرہ وبھا توفی اھ۔ ابوزید بصری فرماتے ہیں قدم وکیع ابن الجراح عبادان فمُنِعتُ من الخروج الیہ لحداثتی فرأیتہ فی النوم یتوضأ علی شاطئ دجلۃ من کوخ فقلت یا باسفیان حدثنی بحدیث فقال حدثنا اسماعیل بن قیس قال قال عبد اللہ رضی اللہ عنہ کان خیر المشرکین اسلامًا للمسلمین عمر رضی اللہ عنہ قال ابوزید فحفظتہ فی النوم۔ احمد بن اسحٰق تنوخیؒ فرماتے ہیں کنا نمضی الی عمر بن شبّۃ ویجیٔ الینا ثم صرنا نزورہ ولا یزورنا فعاتبتہ فانشأ یقول ؎

أَشُدّ مِن نفسی و ما تَشتدّ — وقد مضت ثمانون لی تعدّ
ایامرت ترى و لیال بعد — كأنّ ایام الحیاة تعد و

ابوعلی عنزیؒ کہتے ہیں کہ شہر سرّ من رأی میں میری موجودگی میں ابوزید بصریؒ کا امتحان لیا گیا فقال ابو زید القرآن کلام اللہ لیس بمخلوق فقالوا له فتقول من وقف فهو كافر فقال لا اكفر احداً فقالوا له انت كافر ومزّقوا كتبه فلزم بيته وحلف ان لا يحدث شهراً۔ ابوزید بصریؒ بہت بڑے محدّث و امام علم حدیث ہیں۔ ان کی وفات سرّ من رأی میں بروز پیر ۲۵ جمادی الآخرہ ۲۶۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ماہ رجب ۱۷۳ھ ہے۔

سوم، ابوزید عجلی صوفی رحمہ اللہ۔ وھو ابو زید العجلی۔ آپ کا نام معضد ہے۔ امام عارف باللہ۔ ورع وكثير العبادة تھے۔

حلیۃ الاولیاء میں حافظ ابونعیمؒ نے ان کے کچھ احوال لکھے ہیں۔ بلال بن سعد حضرت معضد ابوزید کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال معضدٌ لولا ثلاث ظمأ الهواجر وطول ليل الشتاء ولذاذة التهجد بكتاب الله عز و جلّ ما باليتُ ان اكون يعسوباً۔

ایک غزوہ میں کفار کے ایک چھوٹے پتھر کے لگنے سے زخمی ہوئے اور یہی موت کا سبب بنا۔ عن عبد الرحمٰن بن يزيد قال خرجنا فی جیش فیهم علقمة ويزيد بن معاوية النخعی وعمرو بن عتبة ومعضد قال فخرج عمرو بن عتبة وعليه جبة جديدة بيضاء فقال ما احسن الدم يتحدر على هذه فخرج فتعرض للقصر ای قصر الكفار فاصابه حجر فشجه قال فتحدر عليها الدم ثم مات منها فدفناه قال وخرج معضد العجلی يتعرض للقصر فاصابه حجر فشجه فجعل يلمسها بيده ويقول انها الصغيرة وان الله ليبارك فی الصغيرة قال فمات منها فدفناه۔

وعن علقمة قال حاصرنا مدينة ای فی غزوة فاعطيتُ معضداً ثوباً لی فاعجبه فاصابه حجر فی رأسه فجعل يمسحها وينظر الىّ ويقول انها الصغيرة وان الله ليبارك فی الصغير فاصابه من دمه قال فغسلتهُ فلم يذهب وكان علقمة يلبسه ويصلّی فيه ويقول انه ليزيده الىّ حباً ان دم معضد فيه۔ كذا فی الحلية ج ۴ ص ۱۵۹

ابوزید معضد تابعی ہیں اور علقمہ تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ کے معاصر ہیں۔

آزر۔ تفسیر وعلّم آدم الاسماء کلھا میں مذکور ہے۔

آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے یا چچا۔ آزر کا اصلی نام تارح ہے۔ امام سہیلی لکھتے ہیں وآزر قیل معناه يا اعوج وقيل هو اسم صنم وانتصب على اضمار الفعل فی التلاوة وقيل هو اسم لابيه كان يسمى تارح وآزر و هذا هو الصحيح لمجيئه فی الحديث منسوباً الى آزر۔ انتهى ما فی الروض الانف ج ۱ ص ۹۔

قرآن شریف میں آزر مذکور ہے۔ یہ کافر تھا۔ ابراہیم علیہ السلام اور آزر کا مکالمہ قرآن میں مذکور ہے جس سے اس کا مشرک و کافر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ قال یا ابت انی قد جاءنی من العلم مالم یأتك فاتبعنی اهدك صراطاً سویًّا۔ یاابت لاتعبد الشیطان ان الشیطان كان للرحمٰن عصیًّا۔ الی قوله، قال اراغب انت عن الھتی یا ابراھیم لئن لم تنته لارجمنك واھجرنی ملیًّا۔ قال سلام علیك ساستغفرلك ربی انه كان بی حفیًّا۔ واعتزلكم وما تدعون من دون الله وادعوا ربی عسٰی ان لا اكون بدعاء ربی شقیًّا۔

ابراہیم علیہ السلام آزر کے لیے استغفار کرتے تھے تاآنکہ آزر حالتِ کفر پر مرا اور اس کے عدو اللہ ہونے کا یقین ہوا تو پھر استغفار ترک کر دیا۔

قرآن میں ہے وماكان استغفار ابراھیم لابیه الا عن موعدة وعدها ایاہ فلما تبین له انه عدو لله تبرأ منه ان ابراھیم لاواہ حلیم۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ آزر بت تراش تھا۔ قرآن میں ہے واذ قال ابراھیم لابیه اٰزر اتتخذ اصناماً اٰلھة انی ارٰك وقومك فی ضلال مبین۔

واخرج البخاری عن ابی ھریرة مرفوعاً یلقی ابراھیم اباه اٰزر یوم القیامة وعلٰی وجه اٰزر قترة و غبرة فیقول له ابراھیم الم اقل لك لاتعصنی فیقول له ابوہ فالیوم لا اعصیك فیقول ابراھیم یا رب! انك وعدتنی ان لا تخزنی یوم یبعثون وای خزی اخزی من ابی الابعد فیقول الله تعالٰی انی حرمت الجنة علی الكافرین ثم یقال یا ابراھیم ماتحت رجلیك فینظر فاذا ھو بذیخ متلطخ فیؤخذ بقوائمه فیلقی فی النار۔

وفی البدایة ج۱ ص۱۴۲ لابن كثیر ھذا یدل علی ان اسم ابی ابراھیم اٰزر وجمهور اھل النسب منهم ابن عباس علی ان اسم ابیه تارح واھل الكتاب یقولون تارخ بالخاء المعجمة فقیل انه لقب بصنم كان یعبدہ اسمه اٰزر قال ابن جریر والصواب ان اسمه اٰزر ولعل له اسمان علمان او احدھما لقب والاخر علم وھذا الذی قاله محتمل اھ. ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام امیلہ تھا اور مفسر و مورخ کلبی کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کی ماں کا نام ہے بونا بنت کربنا بن کرثی من بنی ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ فائدہ آزر کا کفر منصوص ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ آزر کفر پر مرا ہے البتہ یہ بات مختلف فیہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے یا چچا۔ دونوں طرف علماء کرام نے ذہاب کیا ہے۔ جو علماء اسے عمِ ابراہیم سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اوّلاً اکثر محققین و اہل کتاب کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح تھا بالحاء او بالخاء۔ نہ کہ آزر۔ اخرج ابن ابی حاتم بسند فیه ضعف عن ابن عباس فی قوله تعالٰی واذ قال ابراھیم لابیه اٰزر. قال ان اب ابراھیم لم یكن اسمه اٰزر وانما كان اسمه تارخ واخرج ابن ابی شیبة وابن المنذر وابن ابی حاتم من طرق بعضها صحیح عن مجاھد قال لیس اٰزر اب ابراھیم۔

واخرج ابن المنذر بسند صحیح عن ابن جریج فی قوله تعالٰی واذ قال ابراھیم لابیه اٰزر قال لیس اٰزر بابیه انما ھو ابراھیم بن تیرخ او تارخ بن شارخ بن ناحور بن فالخ۔

ثانیاً یہ کہ بعض روایاتِ آثار میں اس پر صراحۃً عم کا اطلاق ہوا ہے۔ اخرج ابن المنذر فی تفسیرہ بسند صحیح عن سلیمان بن صُرَد الصحابی رضی الله عنه قال لما ارادوا ان یلقوا ابراھیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتی

ان کانت العجوز لتجمع الحطب فلما ارادوا ان یُلقوہ فی النار قال حسبی اللہ ونعم الوکیل فلما القوہ قال اللہ یا نار کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراھیم فقال عم ابراھیم من اجلی دُفع عنہ فارسل اللہ علیہ شرارۃ من النار فوقعت علیٰ قدمہ فاحرقتہ۔

حافظ سیوطیؒ اس حدیث کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں فقد صرّح فی ھذا الاثر بانّہ عم ابراھیم وفیہ فائدۃ اخریٰ وھو انہ مات فی ایام القاء ابراھیم فی النار وقد اخبر اللہ تعالیٰ فی القراٰن بان ابراھیم ترک الاستغفار لہ لما تبیّن لہ انّہ عدوّ للہ وورد ت الاٰثار بانّ ذلک تبیّن لہ لمّا مات مشرکاً وانہ لم یستغفر لہ بعد ذلک۔ کذا فی مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ ص ۲۹۔

ثالثاً، اثر سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ آزر عمّ ابراھیم علیہ السلام بابل میں القاء فی النار کے زمانے میں مرگیا تھا۔

اور اصحابِ تاریخ وعلماء تفسیر کہتے ہیں کہ امتحان القاء فی النار کے بعد ابراھیم علیہ السلام نے بابل ترک کرکے ارضِ کنعانیین کی طرف ہجرت کی۔ اور اس سفرِ ہجرت میں ابراھیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے والد تارخ بھی تھے اور آپ کی بیوی سارہؓ اور لوط علیہ السلام بھی شریکِ سفرِ ہجرت تھے۔ کما صرّح بہ اہل التاریخ۔

اس سے دو امور معلوم ہوئے۔ اوّل یہ کہ آزر ابراھیم علیہ السلام کے والد نہ تھے، کیونکہ آزر کی موت کے بعد بھی آن کے والد تارخ کافی مدت زندہ رہے۔

دوم یہ کہ ابراھیم علیہ السلام کے والد مؤمن تھے اور حفاظتِ ایمان کی خاطر مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت نے یہ ہجرت کی تھی۔

اس وقت کل مسلمان ابراھیم علیہ السلام کے ساتھ آپ کے والد کے علاوہ دو اور یعنی لوط علیہ السلام اور سارہؓ بھی تھے۔ اگر آپ کے والد مسلمان نہ ہوتے تو ہجرت کیوں کرتے؟

یہ ایک قوی دلیل ہے جو اس عاجز کے دل میں اللہ تعالیٰ نے القاء فرمائی۔ حافظ سیوطیؒ نے اپنی کتاب مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ میں یہ دلیل ذکر نہیں کی۔ اس دلیل کا ماخذ البدایہ لابن کثیر ہے۔ چنانچہ ابن کثیر بدایہ جؒ ص ۱۴۰ پر لکھتے ہیں: قالوا فتزوّج ابراھیم سارۃ وکانت عاقراً لا تلد قالوا وانطلق تارخ بابنہ ابراھیم وامرأتہ سارۃ وابن اخیہ لوط بن ھاران فخرج بھم من ارض الکلدانیین الی ارض الکنعانیین فنزلوا حران فمات فیھا تارخ ولہ مائتان وخمسون سنۃً وھذا یدل علیٰ ان ابراھیم علیہ السلام لم یولد بحران وانما مولدہ بارض الکلدانیین وھی ارض بابل وما والاھا اھ۔

رابعاً۔ حافظ سیوطیؒ نے مسالک الحنفا میں دلائل قویّہ سے ثابت کیا ہے کہ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے کل اجداد آدم علیہ السلام تک مؤمن تھے قال فی مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ ص ۲۷ بعد بحث فعرف

من مجموع هذه الآثار ان اجداد النبی علیہ السلام کانوا مؤمنین بیقین من آدم الی زمن نمرود وفی زمنہ کان ابراھیم علیہ السلام وآزر، اھ۔

وقال الفخر الرازی رحمہ اللہ قیل ان آزر لم یکن والد ابراھیم بل کان عمہ واحتجوا علیہ بوجوہ منھا ان آباء الانبیاء علیھم السلام ما کانوا کفاراً ویدل علیہ وجوہ منھا قولہ تعالیٰ الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین۔ قیل معناہ انہ کان ینقل نورہ من ساجد الی ساجد ثم قال ومما یدل علی ان آباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما کانوا مشرکین قولہ علیہ السلام لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات وقال تعالیٰ انما المشرکون نجس فوجب ان لا یکون احدٌ من اجدادہ مشرکاً۔ اھ۔

نیز کئی احادیثِ مرفوعہ سے مذکورہ صدر دعوے کی تائید مستنبط کی جا سکتی ہے۔ مثلاً:-

اخرج البیھقی فی دلائل النبوۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من بین ابوی فلم یصبنی شیءٌ من عھد الجاھلیۃ وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتھیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفساً وخیرکم اباً۔

واخرج ابو نعیم فی دلائل النبوۃ من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاھرۃ مصفّیً مھذّباً لا تنشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما خامسًا۔ آزر و تارح کی وفات کے بعد ابراہیم علیہ السلام اپنے والدین کے لیے دعاء مغفرت کرتے ہیں جب کہ کافر کے لیے بعد الموت ایسی دعا حرام ہے۔

معلوم ہوا کہ آزر عمِ ابراہیم علیہ السلام ہے اور آپ کے والد کا نام تارح تھا نہ کہ آزر۔ اور نیز ثابت ہوا کہ آپ کے والد مؤمن تھے اور ان کی موت ایمان پر ہوئی تھی۔

قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہؑ کو مکہ مکرمہ میں چھوڑنے کے بعد یہ دعا کی ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع الیٰ قولہ ربنا اغفر لی ولوالدیّ وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ فاستغفر لوالدیہ وذلک بعد ھلاک عمہ بمدۃ فنستنبط من ھذا ان المذکور فی القرآن بالکفر والتبری من الاستغفار لہ ھو عمہ لا ابوہ الحقیقی فللہ الحمد علی ما وفقنا والھم۔

روی ابن سعد فی الطبقات عن الکلبی قال ھاجر ابراھیم من بابل الی الشام وھو یومئذ ابن سبع وثلاثین سنۃً فاتی حرّان فاقام بھا زماناً ثم اتی الی الاردن فاقام بھا زماناً ثم خرج الی مصر فاقام بھا زماناً ثم رجع الی الشام فنزل السبع بین ایلیاء وفلسطین ثم ان بعض اھل البلد آذوہ فتحول من عندھم فنزل منزلاً بین الرملۃ وایلیاء وروی ابن سعد عن الواقدی قال وُلد لابراھیم اسماعیل وھو ابن تسعین سنۃً۔ فعُرف من ھذین الاثرین ان

بین هجرته من بابل عقیب واقعة النار وبین الدعوة التی دعا بها بمکة بضعًا وخمسین سنة۔

سوال۔ جب آزر والد ابراہیم علیہ السلام نہ تھا تو قرآن شریف میں اس پر اَب کا اطلاق کیوں ہوا؟

جواب۔ عم پر لغت عرب و عرف شرع میں اَب کا اطلاق رائج و شائع ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیه ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰهك واله اٰبائك ابراهیم واسمٰعیل واسحٰق۔ فاطلق علی اسمٰعیل لفظ الاب وهو عم یعقوب کما اطلق علی ابراهیم وهو جدّہ۔ واخرج عن ابی العالیة فی قوله تعالیٰ واله اٰبائك ابراهیم واسمٰعیل قال سمی العم ابًا۔

بلال رضی اللہ عنہ۔ زیّن للذین کفروا الحیٰوۃ الدنیا ویسخرون من الذین اٰمنوا۔ کے بیان میں مذکور ہیں۔

هو بلال بن رباح الحبشی المؤذّن، رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام حمامہ ہے۔

کنیت میں کئی اقوال ہیں۔ عند البعض ابو عبداللہ و عند البعض ابو عبدالکریم و عند البعض ابو عبدالرحمن ہے۔
بلالؓ قدیم الاسلام والہجرۃ ہیں۔ بدر واحد وخندق وغیرہ تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام کے خادم وخازن تھے۔ کما روی ابونعیم۔ آپ امیۃ بن خلف کے غلام تھے۔ اصابہ میں ہے فکان امیة یخرجه اذا حمیت الظهیرة فیطرحه علی ظهرہ فی بطحاء مکة ثم یأمر بالصخرة العظیمة علی صدرہ ثم یقول لا یزال علی ذلك حتی یموت او یکفر بمحمد فیقول وهو فی ذلك اَحَدٌ اَحَدٌ فمرّ به ابوبکر الصدیق فاشتراہ منه بعبد له اسود جلد اھ
قدرت کے کرشمے عجیب ہیں اسی امیہ بن خلف کو جنگِ بدر میں بلالؓ نے قتل کروایا۔

بلال رضی اللہ عنہ کی پیدائش مکہ میں ہوئی۔ قال النووی فی تهذیب الاسماء وکان بلالٌ ممن اسلم اول النبوة وممن اوّل من اظهر اسلامه اشتراہ ابوبکر بخمس اواق وقیل بسبع وقیل بتسع واعتقه اللہ عزوجل اھ
سفر و حضر میں موذن رہے۔ اسلام میں اوّل اذان دینے والے حضرت بلالؓ ہیں۔ بقول بعض مورخین نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد بلالؓ نے اذان دینے سے انکار کرتے ہوئے ملکِ شام جاکر غزوات میں شمولیت کو ترجیح دی۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ ہی مؤذن تھے۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جہاد پر چلے گئے اور شام میں رہائش اختیار کی۔ فتح بیت المقدس کے وقت ایک بار حضرت عمرؓ کے حکم سے اذان دی تو کہرام مچ گیا تمام صحابہؓ اتنا روئے کہ اس سے قبل اتنی کثرت سے رونے والوں کو نہیں دیکھا گیا۔

موضع وفات میں اختلاف ہے۔ عند البعض ملک شام کے شہر حلب میں اور عند البعض دمشق میں مدفون ہیں۔ سنہ وفات ۲۰ھ یا ۲۱ھ یا ۱۸ھ ہے۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ۶۴ یا ۶۳ سال اور بقولِ

بعض ۷۰ سال تھی۔ بلال رضی اللہ عنہ کی نسل آگے نہیں چلی۔ بقول امام نوویؒ وغیرہ آپ بے اولاد تھے۔

سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۹۷ میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو بہت اذیتیں پہنچائی گئیں۔ ان کی گردن میں رسّی ڈال کر بچوں کے حوالے کر دیا جاتا پھر بچے مکہ مکرمہ کی گلیوں اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں انہیں کھینچے لیے پھرتے تھے اور مارتے بھی رہتے بلال رضی اللہ عنہ اَحد اَحد کے نعرے لگاتے تھے۔ اَی اللّٰہُ اَحَدٌ اَوْ یَا اَحَدُ اشارۃً الی نفی الاشراك۔ وقال ابن اسحٰق ویُعطِشُہ یومًا ولیلۃً۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ عبداللہ ابن جدعان کے مملوک تھے۔ ممکن ہے پہلے ابن جدعان کے مملوک ہوں پھر اس نے امیہ کو دے دیا ہو۔ ایک دن حسب معمول بلالؓ عذاب میں مبتلا احد احد پکار رہے تھے کہ ورقہ بن نوفل وہاں پر گزرے تو ورقہ نے کہا نعم اَحَدٌ اَحَدٌ واللّٰہ یا بلال ثم اتی الی امیۃ وقال واللہ لان قتلتموہ علی ھذا لاتخذنہ حنانًا ای لاتخذن قبرہ منسکًا ومسترحمًا ادعو عندہ۔ کذا فی الحلبیۃ۔

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ نے امیہ سے کہا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ کب تک اسے عذاب دے گا۔ امیہ نے کہا آپ ہی نے تو اسے خراب کیا ہے۔ یعنی اسلام کی ترغیب دے کر۔ اب آپ ہی اسے چھڑالیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس اس سے زیادہ قوی غلام ہے وہ کافر ہے اُسے اِس کے بدلے میں لیلے۔ امیہ نے منظور کرلیا اور اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلالؓ کو آزاد کر دیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ نے بلالؓ کے بدلے میں اپنا غلام قسطاس دیا تھا جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی۔ اس کے علاوہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کئی اور مظلوموں کو جنھیں عذاب دیا جارہا تھا خرید کر آزاد کر دیا مثلاً حمامہ امّ بلالؓ۔ عامر بن فہیرہ۔ ابو فُکیھہ و زِنّیرہ اور زنیرہ کی بیٹی اور امّ عُنَیس و نہدیہ اور نہدیہ کی بیٹی ولطیفہ واخت عامر بن فہیرہ یا والدہ عامر رضی اللہ عنہم۔

وعن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم المرءُ بلال وھو سیّد المؤذنین۔ وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بلال مُتْ فقیرًا ولا تمت غنیًّا قال بلال فقلتُ فکیف لی بذلك یا رسول اللہ قال ما رُزِقتَ فلا تخبأ وما سُئلتَ فلا تمنع فقلتُ یا رسول اللہ کیف لی بذلك قال ھو ذلك او النار۔ کذا فی حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۱

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعتُ فی الجنۃ خشخشۃً امامی فقلتُ من ھذا قالوا بلال فاخبرہ وقال بم سبقتنی الی الجنۃ قال یا رسول اللہ ما احدثتُ الا توضّأتُ ولا توضّأتُ الا رأیتُ ان للہ تعالی علیّ رکعتین فاُصلّیھما۔ رواہ ابو حیان عن ابی زرعۃ۔

وعن سعید بن المسیّب قال لما کانت خلافۃُ ابی بکر رضی اللہ عنہ تجھّز بلال لیخرج الی الشام فقال ابو بکر لہ

ماكنتُ اراك یابلال تدعُنا علی هذا الحال لواقمت معنا فأعنّنا قال ان کنت انما اعتقتنی للہ تعالیٰ فدعنی اذھب الیہ وان کنت انما اعتقتنی لنفسك فاحبسنی عندك فاذن لہ فخرج الی الشام فمات بھا۔

بشیربن النعمان رضی اللہ عنہ۔ تفسیر آیت ولا تجعلوا اللہ عُرضۃ لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا الآیۃ میں مذکور ہیں۔ بشیر بروزن کریم ہے۔ آپ صحابی ہیں۔ اصابہ میں ہے بشیر بن النعمان بن عبید ویقال لہ مقرن بن اوس بن مالك الانصاری الاوسی۔ قال ابن القداح قُتِل یوم الحرّۃ رای فی خلافۃ یزید ابن معاویۃ رضی اللہ عنہ) وقتل ابوہ یوم الیمامۃ. انتھیٰ۔ بشیر رضی اللہ عنہ بیضاوی کے کلام کے پیشِ نظر عبداللہ بن رواحہؓ کے بہنوئی ہیں۔ لیکن اصابہ میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ اور تمام صحابہ میں صرف یہی ایک شخص بشیر بن نعمان نام کے ہیں رضی اللہ عنہ۔

بخت نصر۔ اوکالذی مرّ علیٰ قریۃٍ وھی خاویۃٌ علیٰ عروشھا کے بیان میں مذکور ہے۔

بخت نصر بابل (عراق) کا بادشاہ تھا۔ اس کے باپ کا نام نابوبولصر تھا۔ بخت نصر کی وفات ۵۶۱ھ ق م میں ہوئی۔ بخت نصر نے بابل سے نکل کر بلادِ موصل پر قبضہ کیا۔ بنو اسرائیل سے سُوریا (ملک شام) چھین لیا۔ اہلِ فلسطین کے حاکم نے اطاعت وجزیہ ادا کرنا قبول کیا۔ پہلے فلسطین کا بادشاہ مصر کو خراج ادا کرتا تھا۔ بادشاہِ مصر کا نام نخوّس تھا۔ بادشاہ فلسطین کا نام یہویاقیم تھا۔ کچھ مدت کے بعد اس نے بغاوت کر دی تو بخت نصر نے اسے گرفتار کر لیا اور احبارِ یہود کی ایک جماعت کے ساتھ بابل لے گیا۔ کہتے ہیں ان میں دانیال نبی علیہ السلام بھی تھے۔ بعدہٗ فلسطین کے حاکم یخنیو بن یہویاقیم نے قوت حاصل کی اور یہود کا بادشاہ بن گیا۔ بخت نصر نے حملہ کر کے اسے بھی گرفتار کر لیا اور اس جگہ پر یخنیو کا چچا صدقیا مقرر کیا۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ مصر کی مدد سے صدقیا نے استقلال حاصل کیا۔ بخت نصر اس مرتبہ آگ بگولہ بن کر حملہ آور ہوا۔ بے شمار لوگوں اور بنی اسرائیل کو صدقیا سمیت قتل کیا۔ شہر بیت المقدس کے لوٹنے کی عام اجازت دے دی اور اس میں موجود سب کچھ جلا ڈالا۔ اور قیامت خیز تباہی مچادی۔ یہ ۵۸۶ھ ق م کا واقعہ ہے۔

چنانچہ یہود خوف سے متفرق ہوئے۔ بعض مصر بھاگ گئے۔ بخت نصر نے بادشاہ نیخاؤس فرعونِ مصر سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اس نے انکار کر دیا جس کے نتیجہ میں بڑی جنگ ہوئی اور فرعونِ مصر نے بخت نصر کو شکست دے دی۔ بخت نصر نے وہاں سے واپس آتے ہوئے صور کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر کے اس کے باشندوں کا قتلِ عام کیا۔ بہت سارے اموال وقیدی عورتوں کو ساتھ لے گیا۔ بابل پہنچ کر بڑا جابر و سرکش بنا۔ بداخلاقی شروع کی اور لوگوں کو اپنے سامنے بلکہ اپنی تصویر وتمثال کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

مگر کچھ مدت کے بعد مجنون اور پاگل ہو کر امورِ مملکت سے برطرف ہوا۔ اس کی بیوی نیتوکریس نے امورِ

مملکت اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ پھر اسے شفا حاصل ہوگئی تو دوبارہ امورِ مملکت سنبھال لیے۔ اور ایک سال بعد ۵۵۱ھ ق م میں مرگیا۔

بعض کتب میں ہے کہ جب بعض لوگوں کی شرارت حد سے متجاوز ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ارمیاء و برخیا علیہما السلام کو یہ وحی بھیجی کہ عدنان کو بچاتے ہوئے اپنے علاقہ میں لے جائے اور بختنصر کو دونوں حکم دو کہ وہ عدنان کے سوا عرب کو قتل کردے اور بخت نصر کو یہ بھی بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان پر مسلط کیا ہے۔ چنانچہ بخت نصر نے بہت سے قبائلِ عرب تباہ کر ڈالے اور بڑا مالِ غنیمت حاصل کیا۔ بہت سی قیدی عورتوں اور مالِ غنیمت کے ساتھ واپس بابل آیا۔ اس تباہی کے بعد بلادِ عرب بخت نصر کی موت تک غیر آباد اور ویران رہے۔ کذا فی دائرۃ المعارف۔

وفی تقویم التواریخ وتاریخ بیت المقدس للناصر مجیر الدین عبد الرحمٰن الحنبلی ان ابتداء ملك بخت نصر ۴۸۴۳ سنة من هبوط آدم علیه السلام وان بخت نصر کان امیرًا للهراسپ الفارسی الذی فوّض الیه السلطنة کیخسرو وقیل ابتداء ملکه ۴۴۲۷ من الهبوط وتخریب بیت المقدس علی یدہ سنة سبع وستین وثمان مائة واربعة الاف ۴۸۶۷ سنة من الهبوط وقال ابو الفداء صاحب حماۃ ان انقضاء ملوك بنی اسرائیل وخراب بیت المقدس علی ید بخت نصر سنة عشرین من ولایته تقریبًا وهی السنة التاسعة والتسعون وتسعمائة لوفاۃ موسیٰ واستمر بیت المقدس خرابا سبعین سنة۔ کذا فی لقطة العجلان ص ۳۷۔

وقال المفتی السید احمد زینی دحلانؒ فی السیرۃ ج ۱ ص ۱ وجاء ان الله تعالیٰ لمّا سلّط بخت نصر علی العرب امر الله تعالیٰ ارمیاء علیه الصلاۃ والسلام ان یحمل معه معدّ بن عدنان علی البراق کی لا تصیبه النقمة وقال فانی سأخرج من صلبه نبیًّا کریمًا اختم به الرسل ففعل ارمیاء ذلك۔

بخت نصر چونکہ بہت قدیم زمانے میں گزرا ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں بعض عجیب قصے کتبِ اسرائیلیہ میں موجود ہیں۔

چنانچہ بعض کتابوں میں ہے کہ بخت نصر کو اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے لیے مسخ کر کے پہلے شیر بنا دیا پھر بیل بنایا پھر گدھ بنایا اور اس کے بعد پھر دوبارہ اس کو صورتِ انسانیہ عطا کی۔

قال فی الحلیة فی ترجمة وهب بن منبّه وغیرها عن وهب ابن منبّه قال ان بخت نصر مُسِخَ اَسَدًا فکان مَلِكَ السباع ثم مُسِخَ نسرًا فکان مَلِكَ الطیر ثم مسخ ثورًا فکان مَلِكَ الدوابّ وکان مَسخه سبع سنین و قلبه فی ذلك کلّه قلب انسان

وهو فی ذلك كله يعقل عقل الانسان وكان ملكه قائمًا ثم ردّه الله تعالیٰ الی بشريته وردّ عليه روحه فدعا الی توحيد الله تعالیٰ وقال كل الٰه باطلٌ الّا الله اِلٰه السماء فقيل لوهب امات مسلمًا فقال وجدتُّ اهلَ الكتاب قد اختلفوا فيه فقال بعضهم اٰمن قبل ان يموتَ وقال بعضهم قتل الانبياء وخرّب بيتَ الله المقدس واَحرق كتبه فغضب الله عليه فلم يَقبل منه التوبةَ ۔ انتهیٰ ۔

قال السدی ان بخت نصر لما رجع الی صورته وردّ الله عليه ملك كان دانيال واصحابه من اكرم الناس عليه فحسدتهم المجوس وقالوا لبخت نصر ان دانيال اذا شرب لم يملك نفسه ان يبول وكان ذلك فيهم عارًا فجعل لهم طعامًا فاكلوا وشربوا وقال للبوّاب انظر اوّل من يخرج للبول فاضربه بالطبر فان قال انا بخت نصر فقل كذبتَ بخت نصر اَمرنی بقتلك فكان اوّل من قام للبول بخت نصر فلمّا راٰه البوّابُ شدَّ عليه فقال انا بخت نصر فقال البوّاب كذبتَ ، بخت نصر اَمرنی بقتلك ثم ضربه فقتله ۔

علّامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ هو الامام العلّامة عبد الله بن عمر بن محمد بن علی الشیرازی البیضاوی ؒ کنیت ابوالخیر تھی ۔ اور لقب ناصر الدین تھا ۔ ملک شیراز میں بیضاء کے رہنے والے تھے ۔ بیضاء ایک قریہ ہے ۔ یہ جامع الفنون ، صاحبِ علومِ کثیرہ ، محقق ومدقق واصولی ومتکلّم ومفسّر وادیب ومنطقی وفلسفی تھے ۔ مذہبًا شافعی تھے ۔ ملک شیراز کے اندر قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے ۔

تاج الدین سُبکیؒ طبقاتِ کبریٰ میں لکھتے ہیں کان اماماً مبرزاً نظّاراً صالحاً متعبداً زاهداً ولی قضاءَ القضاة بشيراز ودخل تبريز وناظر بها ۔ کسی بنا پر وہ عہدۂ قضاء سے معزول کر دیے گئے ۔ معزول ہونے کے بعد شہر تبریز میں داخل ہوئے ۔ جب وہ شہر تبریز میں پہنچے تو اتفاقاً وہاں پر ایک علمی مجلس میں شریک ہوئے جس میں وزیر بھی موجود تھا ۔ وزیر نے وہ مجلس بعض علماء میں مناظرہ کرانے اور علمی گفتگو کرانے کے لیے منعقد کی تھی ۔ بیضاویؒ وہاں جاکر لوگوں کے پیچھے بیٹھ گئے ۔ اثنائے درس میں مدرّس نے ایک

قوی اشکال ذکر کیا۔ اُس کا خیال تھا کہ حاضرین میں سے کوئی اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ مدرّس نے حاضرین سے یہ مطالبہ کیا کہ اس اشکال کی توضیح کر کے جواب دیا جائے۔ اور اگر جواب نہ بن سکے تو کم از کم اس سوال کی توضیح پیش کی جائے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو مذکورہ اشکال کا اعادہ ہی کر دیا جائے۔

چنانچہ بیضاویؒ نے مجلس کے آخر میں سے جواب دینا شروع کر دیا۔ مدرس نے کہا کہ میں آپ سے اس وقت تک کچھ نہیں سن سکتا جب تک اس اشکال کا آپ اعادہ نہ کر دیں۔ تاکہ مجھے پتہ چلے کہ آپ یہ اعتراض سمجھ گئے ہیں یا نہیں۔ اس پر قاضی بیضاویؒ نے کہا کہ اشکال کا اعادہ بالفاظہ کروں یا اس کا صرف معنی وخلاصہ ذکر کر دوں۔ وہ مدرس حیران ہو گیا اور کہا کہ بالفاظہ اعادہ کر دو۔ قاضی بیضاوی نے بلفظہ اس سارے اشکال کا اعادہ کر دیا اور پھر اس کی توضیح اور جواب دیتے ہوئے بتلایا کہ تمھارے اشکال کی ترتیب میں بڑا خلل ہے۔ اور پھر وہ خلل بتایا۔

پھر اس کے مقابلہ میں اپنی طرف سے ایک اعتراض ذکر کر کے مدرس سے اس کے جواب کا مطالبہ کیا۔ مگر مدرس اس کا جواب نہ دے سکا۔ وزیر نے یہ منظر دیکھ کر بیضاویؒ کو اپنے قریب بٹھایا اور ان کے کمال وجامعیت کا معترف ہوا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ بیضاویؒ نے بتایا کہ میں بیضار کا رہنے والا ہوں اور میں شیراز میں عہدۂ قضا کا طالب ہوں۔ بعض کتابوں میں ہے کہ بیضاویؒ نے وزیر سے کہا کہ مجھے عہدۂ قضا سے معطل کر دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہو کہ مجھے اپنا سابقہ عہدہ مل جائے۔ وزیر نے فوراً ان کو عہدۂ قضا پر بحال کر دیا۔ اور بہت سے انعام واکرام کے ساتھ ان کو رخصت کیا۔

بعض کتبِ تاریخ میں یوں درج ہے کہ قاضی بیضاوی اس وزیر ہی کے پاس رہ گئے اور قضا کا مطالبہ نہ کر سکے۔ مگر دلی تمنا تھی کہ میں قاضی القضاۃ بنوں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر اس زمانہ کے ایک مشہور بزرگ شیخ محمد بن محمد کتحانی سے سفارش کروائی۔ شیخ مذکور نے وزیر کے پاس آکر عجیب پیرایہ میں سفارش کی اور کہا کہ اے وزیر بیضاوی بڑا عالم، فاضل، محقق ہے وہ تمہارے ساتھ شریکِ جہنم ہونا چاہتا ہے یعنی قاضی بننے کی خواہش ہے۔ بزرگ کی اس بات سے قاضی صاحب بہت متاثر ہوئے اور مناصبِ دنیوی کا خیال دل سے نکال کر ساری عمر شیخ مذکور کی خدمت میں مصروف رہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے یہ تفسیر بھی ان کے اشارے پر لکھی۔ اور وفات کے بعد شیخ ہی کے پاس مدفون ہوئے۔ سنِ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ قول اول۔ ۶۸۵ھ میں تبریز میں وفات ہوئی۔

سُبکی لکھتے ہیں کہ ۶۹۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ لیکن شیخ خفاجی نے قول ثالث کو ترجیح دی ہے۔ وہ یہ کہ ان کی وفات جمادی الاولیٰ ۷۱۹ھ میں ہوئی ہے۔ وھذہ عبارتہ والذی اعتمدہ وصححہ المؤرخون فی التواریخ الفارسیۃ انہ توفّی فی شہر جمادی الاولیٰ سنۃ تسع عشرۃ وسبع مائۃ تقریباً ویشہد لہ ما فی اٰخر تاریخہ نظام التواریخ وھو المعتمد انتھیٰ۔ یہ تین قول ہوئے تاریخ وفات میں۔ بعض شراح نے اس اختلاف کے پیش نظر کہا ہے کہ اس سلسلہ میں سکوت اولیٰ ہے تاکہ ہم کذب و خطا سے بچ جائیں۔

قاضی بیضاویؒ کی اس تفسیر کے علاوہ متعدد تصنیفات ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔ (۱) الطوالع (۲) المصباح (۳) الایضاح۔ یہ اصول دین میں ہیں۔ طوالع علم کلام کی معروف کتاب ہے۔ بہت سے علماء نے اس کی شروح لکھی ہیں۔ (۴) الغایۃ القصویٰ یہ فقہ میں ہے۔ (۵) شرح المصابیح۔ یہ علم حدیث میں ہے۔ (۶) المنہاج۔ یہ اصول فقہ میں ہے۔ (۷) مختصر الکافیۃ۔ (۸) بقول بعض انہوں نے کافیۂ ابن حاجب کی شرح بھی لکھی ہے۔ (۹) منتخب امام رازیؒ کی شرح منتخب اصول فقہ کی کتاب ہے۔ (۱۰) مختصر کشّاف۔ (۱۱) بعض علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی بیضاویؒ نے منطق میں مطالع کی شرح بھی لکھی ہے (۱۲) نظام التواریخ۔ یہ دُوَلِ فارسیہ کی تاریخ میں ہے (۱۳) یہ تفسیر جس کا اصل نام ہے انوار التنزیل واسرار التاویل۔ علامہ بیضاویؒ اس تفسیر میں عموماً کشاف کی تقلید کرتے ہیں۔ صاحب کشاف کی طویل عبارت کو مختصر کرکے یا اس کے مطلب کو حسین الفاظ میں ذکر کرکے یا اس کی مختصر عبارت کو واضح عبارت میں ذکر کرکے یا اس کے بعض مطالب کی ترتیب میں قدرے ردّ و بدل کرکے۔

بہرحال علّامہ بیضاویؒ اِس تفسیر میں مقلّد ہیں زمخشری کے وانما الفضل للسابق اور ہمیں اس سے خوشی بھی ہوتی ہے کیونکہ زمخشری حنفی ہیں۔ زمخشری کی تفسیر کشاف اپنے موضوع میں بے نظیر ہے۔ اور قیامت تک مفسرین عربیّت وبلاغت کے مباحث میں کشاف کے محتاج وعیال ہونگے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بیضاوی کی اِس تفسیر کے مآخذ تین ہیں۔ چنانچہ حکمت وعلم کلام کے مباحث تفسیر کبیر سے لیے گئے ہیں۔ اور مباحث معانی وبیان وبلاغت کا مأخذ تفسیر کشاف ہے۔ اور لطائف و اشتقاق ولغت میں اس کا مأخذ امام راغب کی کتاب ہے۔ کذا فی عنایۃ القاضی۔

وبالجملۃ ان ھذا الکتاب رزق من عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ حسن القبول عند جمھور الافاضل و الفحول فعکفوا علیہ بالدرس والتحشیۃ فمنھم من علق تعلیقۃ علی سورۃ منہ ومنھم من حشی تحشیۃً

تامّةً ومنهم من كتب على بعض مواضع منه ولى تاليف مفرد فى ذكر شرحه وحواشيه ذكرت فيه مايزيد عدها على مائة۔ قال الجلال السيوطى رحمه الله فى حاشيته على هذا التفسير المسماة بنواهد الابكار وشوارد الافكار مانصه۔ وان القاضى ناصر الدين البيضاوى لخص هذا الكتاب فاجاد واتى بكل مستجاد ومازفيه اماكن الاعتزال وطرح موضع الدسائس وازال وحرّر مهمات واستدرك تتمات فظهر كأنه سبيكة نضار واشتهر اشتهار الشمس فى رابعة النهار وعكف العاكفون ولهج بذكر محاسنه الواصفون وذاق طعم دقائقه العارفون فاكبّ عليه العلماء تدريسًا ومطالعةً وبادروا الى تلقيه بالقبول رغبة فيه ومسارعة اھ۔

وقال صاحب كشف الظنون فى تفسير البيضاوى۔ وتفسيره هذا كتاب عظيم الشان غنىّ عن البيان لخص فيه من الكشاف مايتعلق بالاعراب والمعانى والبيان ومن التفسير الكبير مايتعلق بالحكمة والكلام ومن تفسير الراغب مايتعلق بالاشتقاق وغوامض الحقائق ولطائف الاشارات وضم اليه ماورى زناد فكره من الوجوه المعقولة فجلا رين الشكّ عن السريرة وزاد فى العلم بسطةً وبصيرةً كماقال مولانا المنشى ؎

اولو الالباب لم يأتوا بكشف قناع مايتلى
ولكن كان للقاضى يدٌ بيضاءُ لا تبلى

ولكونه متبحرًا جال فى ميدان فرسان الكلام فاظهر مهارته فى العلوم حسبما يليق بالمقام هذا والله اعلم وعلمه اكمل۔

ثابت رضى الله عنه۔ ولايحل لكم ان تأخذوا مما اتيتموهن شيئًا کی شرح میں مذکور ہیں۔

هو ثابت بن قيس بن شماس الانصارى الخزرجى رضى الله عنه۔

آپ مشہور وعظیم القدر صحابی ہیں۔ خطیب الانصار وخطیب النبی علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت وبلاغت سے خوب نوازا تھا۔ خطابت کے تمام لوازم وخوبیاں آپ میں جمع تھیں۔ نبی علیہ السلام کے پاس مختلف قبائل کے وفود کے آنے پر بطور مقابلہ آپ ان کو برجستہ تقریر کا حکم دیتے تھے۔ ہجرت کے اوائل میں انصار کی طرف سے آپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا نمنعك مما نمنع منه انفسنا واولادنا۔ فما لنا؟ قال الجنة قالوا رضينا۔

آپ کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی۔ آہستہ بولتے وقت بھی باوجود کوشش کے آواز بلند رہتی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی تو آپ پریشان ہو گئے جس کا قصہ طویل احادیث میں

مذکور ہے۔ اس وقت نبی علیہ السلام نے ثابتؓ کو جنت کی بشارت دی اور فرمایا کہ تم جنتی ہو۔
مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں جنگِ یمامہ میں آپ بھی موجود تھے۔ یہ جنگ بڑی سخت تھی مسیلمہ کذاب کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی شکست کا خطرہ ہوا۔ انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے لما انکشف الناس یوم الیمامۃِ قلتُ لثابت بن قیس الا تریٰ یا عمّ ووجدتُّہ یتحنّط فقال ما ھکذا کنّا نقاتل مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئس ما عوّدتم اقرانکم اللّھم انی ابرأ الیك مما جاء بہ ھؤلاء وبما صنع ھؤلاء ثم قاتل حتی قُتِل وکان علیہ دِرعٌ نفیسۃ فمرّ بہ رجل مسلم فاخذھا فبینما رجل من المسلمین نائم اتاہ ثابتٌ فی منامہ فقال انی اوصیك بوصیّۃٍ فایاك ان تقول ھذا حُلمٌ فتضیعہ انی لما قُتلتُ اخذ درعی فلان ومنزلہ فی اقصی الناس وعند خِبائہ فرسٌ تستنّ وقد کفأ علی الدرع برمۃ وفوقھا رحل فائت خالداً لمرہ فلیأخذھا ولیقُل لابی بکر انّ علیّ من الدّین کذا وکذا وفلان عتیقٌ فاستیقظ الرجل فأتی خالداً فاخبرہ فبعث الی الدرع فأتی بھا وحدّث ابا بکر برؤیاہ فاجاز وصیتہ۔ رواہ البغوی وغیرہ۔
جنگِ یمامہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوئی تھی۔
استیعاب میں اس قصہ کے بعد لکھا ہے وأُنفِذت وصیّتہ من بعد موتہ ولا یُعلم احدٌ اُنفذت لہ وصیۃ سواہ۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا یا ثابت ترضیٰ ان تعیش حمیداً وتُقتل شھیداً وتدخُل الجنۃ۔

ثعلب النحوی رحمہ اللہ۔ آیت ومن یرغب عن ملّۃ ابراھیم الّا من سَفِہ نفسَہ کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو احمد بن یحیی بن یسار ابو العباس المعروف بثعلب النحوی اللغوی امام الکوفیّین فی النحو واللغۃ رحمہ اللہ۔ تاریخ ولادت سنہ ۲۰۰ھ ہے۔ اور تاریخ وفات ۱۷ ارجمادی الاولیٰ سنہ ۲۹۱ھ ہے۔ خلافت مکتفی بن المعتضد میں ثعلب کا انتقال ہوا۔ امام ثعلب نے گیارہ خلفاء کو دیکھا تھا اور ان کی حکومت کا زمانہ پایا۔ اول مامون اور آخر مکتفی ہے۔ اخیر عمر میں بہرے ہوگئے تھے۔ علی بن سلیمان اخفش ومحمد بن العباس یزیدی وابن الانبار رحمہم اللہ وغیرہ نے ثعلب سے سماع علوم کیا ہے۔ کان ثعلب یقول سمعت من القواریریّ مائۃ الف حدیث۔ اولاً ثعلب نحو کی طرف متوجہ ہوئے۔ کتب فرا یاد کرنے کے بعد شعر ومعانی وغریب ولغت کی طرف توجہ کی۔
امام ثعلبؒ فرماتے ہیں قال لی محمد بن عیسی بحضرۃ الامیر محمد بن عبد اللہ بن طاھر نحن نُقدّمك لتقدمۃ الامیر فقلت لہ یا شیخ انی لم اتعلّم العلم لتقدّمنی الامراء وانما تعلّمتہ لتقدّمنی العلماء۔ مبرّد وثعلب معاصر تھے۔ دونوں نحوی لغوی تھے۔ دونوں میں سخت منافرت ومخالفت تھی۔ قال ابو العباس

ثعلب بعث الیّ عبد اللہ ابن اخت ابی الوزیر رقعةً فیہا خط المبرّد۔ ضَربتُہ بلاسیفٍ ۔ قال ایجوز هذا؟ فوجّهتُ الیہ لا واللہ ما سمعتُ بھذا قال ثعلب ھذا خطأ ألبتة لانّ لا التبرئة لا یقع علیہا خافض ولا غیرہ لانّہا أداة وما تقع أداة علی أداةٍ۔ کذا فی معجم الادباء لیاقوت ج ۵ ص۱۴۲ ۔

قال احمد بن فارس کان ثعلب لا یتکلّف الاعراب فی کلامہ کان یدخل المجلس فنقوم لہ فیقول أقعدُوا أقعدُوا بفتح الالف. قال ابن کامل القاضی انشدنی ابن العلاف لما مات المبرّد ؎

ذَھَب المبرِّد وانقضت ایّامُہ ۔۔۔ ولَیَلحقَنّ مع المبرِّد ثعلبُ
بَیتٌ من الأدب أصبحَ نصفُہ ۔۔۔ خَرِبًا وباقی بیتِہا فسیخربُ
فابکوا لما سلَب الزمانُ ووطّنوا ۔۔۔ للدّھرِ انفُسکم علی مایُسلَبُ
ذَھَب المبرّدِ حیث لا ترجُونہ ۔۔۔ ابدًا ومن ترجُونہ فمغیَّبُ
فتزوَّدوا مِن ثعلب فبکاسِ ما ۔۔۔ شَرِب المبرِّدُ عن قلیل یشربُ
واستَحلِبوا ألفاظَہ فکأنّکم ۔۔۔ بسریرِہ وعلیہ جمعٌ ینحبُ
واریٰ لکم ان تکتبوا أنفاسَہ ۔۔۔ إن کانت الأنفاسُ ممایکتبُ
فلیَلحقَنّ بمن مضیٰ متخلِّفٌ ۔۔۔ من بعدِہ ولیذھبَنّ ونذھبُ

قال ابو الطیب کان ثعلب ثقةً متقنًا یستغنی بشہرتہ عن نعتہ وکان حجةً دیّنًا ورعًا مشہورًا بالحفظ والصدق واکثار الروایة وحسن الدرایة کان ابن الاعرابی اذا شکّ فی شیٔ یقول لہ ما عندکَ یا ابا العباس فی ھذا؟ ثقةً بغزارة حفظہ وکان المبرّد اعلم بکتاب سیبویہ من ثعلب لانّہ قرأہ علی العلماء بخلاف ثعلب۔

وکان ابو علی احمد بن جعفر النحوی المعروف بالدینوری ختن ثعلب ای زوج بنتہ فکان ابو علی یخرج من منزلہ وثعلب جالس علی باب دارہ مع اصحابہ فیتخطّی ابو علی اصحابہ ویمضی ومعہ دفترہ ومحبرتہ فیقرأ علی المبرد کتاب سیبویہ فیعاتبہ ثعلب علی ذلک ویقول لہ اذا راٰک الناس واصحابی الی ھذا الرجل ای المبرد تقرأ علیہ یقولون ماذا؟ ولم یکن ابو علی یلتفت الی قولہ فقیل لابی علی کیف صار المبرد اعلم بکتاب سیبویہ من ثعلب؟ قال لان المبرد قرأہ علی العلماء وثعلب قرأہ علیٰ نفسہ ای لیس لہ فیہ استاذ۔ قیل وکان ثعلب ضیّق النفقة مقترًا علی نفسہ۔

قال ثعلب یومًا الھرم علّة قائمة بنفسہا فاذا کان معہ علّة فذلک امر عظیم وانشد ؎

ارى بصرى فى كل يوم وليلة | يكلُّ وخطوى عن مداهنّ يقصر
ومن يصحب الايام تسعين حجّةً | يغيّرنه والدهر لا يتغيّر
لعمرى لئن اصبحتُ امشى مُقيّدا | لماكنتُ امشى مطلقًا قبلُ اكثر

وحدّث الخطيب قال قال ثعلب كنت اُحبّ ان ارى الامام احمد بن حنبل رحمه الله فلما دخلت عليه قال لى فيم تنظر؟ قلت فى النحو والعربية فانشدنى الامام احمد رحمه الله تعالى وهو لبعض بنى اسدٍ

اذا ماخلوت الدهر يومًا فلا تقل | خلوتُ ولكن قل علىّ رقيب
ولا تحسبنّ الله يغفل ساعة | ولا انّ ما تخفى عليه يغيب
لهونا عن الاثام حين تتابعت | ذنوبٌ على اثارهنّ ذنوب
فياليت ان الله يغفر مامضى | فيأذن فى توباتنا فنتوب

قال ابو محمد الزهرى كان لثعلب عزاء ببعض اهله فتأخّرتُ عنه لانه خفى علىّ ثم قصدته معتذرًا فقال لى يا ابا محمد مابك حاجة الى تكلّف عذر فان الصديق لا يحاسب والعدوّ لا يحتسبُ له اى لا يهتم له وليس بحسبان۔

امام ابو العباس ثعلب نحاۃ کوفہ کے امام ہیں۔ تاہم نحو اہل بصرہ کے بھی ماہر تھے۔ قال الشیخ التاریخى حدّثنى ابوالحسين البجلى قال تقول اهل الكوفة لنا ثلاثة فقهاء فى نسق لم يرالناس مثلهم ابوحنيفة وابويوسف ومحمد بن الحسن ولنا ثلاثة نحويّين كذلك وهم ابوالحسن على بن حمزة الكسائى وابوزكريا الفرّاء وابوالعباس ثعلب انتهى۔ قال ابوعمر كنتُ فى مجلس ابى العباس ثعلب فضجر فقال له شيخ من الظاهريّة لوعلمتَ مالكَ من الاجر فى إفادة الناس لصبرتَ على اذاهم فقال لولا ذلك ماتعذّبتُ۔

وحدّث الخطيب قال كان بين المبرّد وثعلب منافرات كثيرة والناس مختلفون فى تفضيل كل واحد منهما على صاحبه قال وجاء رجل الى ثعلب فقال ان المبرد هجاك بقوله فانشده ؎

اُقسم بالمبتسم العذب | ومُشتكى الصّبّ الى الصّبّ
لو اَخذ النحوَ عن الرّبّ | ما زاده الّا عمى القلب

فقال ثعلب ؎

يَشتمنى عبدُ بنى مسمع | فصُنتُ عنه النفسَ والعرضا
ولم اُجبه لاحتقارى له | مَن ذا يَعضّ الكلبَ إن عضّا

وعن بعض العلماء قال کنت یومًا فی مجلس ثعلبٍ فقال له رجل یا سیّدی ما البَعجدةُ؟ قال لا أعرفها فی کلام العرب فقال الرجل فانّی وجدتها فی شعر ابن المعذّل حیث یقول ؎

آعاذلتی أقصری　　　أبعجدتی بالمِنَن

الجدّة العظمة فاغتاض ثعلب غیظا عظیما وقال یا قوم آجیدوا أُذنیه عرکًا او یحلف انه لا یرجع یحضر حلقتی ففعلنا. وقال ابو محمد الزهری جئته یوما اشاور فی الانتقال من محلّة الی محلّة لتأذیّ بالجیران فقال یا ابا محمد العرب تقول صبرُك علی اذی من تعرف خیر من استحداث ما لا تعرف. قال الصولی کنّا عند ثعلب فقال رجل المسجَد بفتح الجیم هذا المعرُوف فما المصدر؟ قال السجود قال فعرّفنی ما لا یجوز من ذا؟ قال ثعلب لا یقال مسجَد بفتح الجیم وضحك وقال هذا یطول ان وصفنا ما لا یجوز وانما یوصف الجائز لیدل علی ان غیره لا یجوز۔

ونظیر هذه القصّة ان ماسَویه الطبیب الشهیر وَصَف لانسان دواءً ثم قال له کُل الفرّوج وشیئًا من الفواکه قال ذلك الانسان ارید ان تخبرنی بالذی لا اٰکل فقال ماسویه لا تأکلنی ولا حماری ولا غلامی واجمع کثیرًا من القراطیس وبکّر الیّ فان هذا یکثر ان وصفتُه لك۔

قال ثعلب دخلتُ علی الامیر محمد بن عبد الله بن طاهر فاذا عنده المبرّد واصحابه فلما قعدتُ قال محمد بن عبد الله ما تقول فی قول امرئ القیس ؎

لها مَتْنَتان خظاتا کما　　　اکبّ علی ساعِدَیه النَّمِر

فقلت خظاتا صیغة ماضٍ مثنی المؤنث یقال لحم خظا یخظا اذا کان صلبًا مکتنزًا ووصف فرسًا وقوله علی ساعدیه النمر ای فی صلابة ساعد النمر اذا اعتمد علی یده والمتن الطریقة الممتدّة من عین یمین الصُلب وشماله واصل خَظَاتا خَظَتا فلما تحرّکت التاء اعاد الالف من اجل الحرکة والفتحة۔

قال فاقبل بوجهه علی المبرد فقال له المبرد انما اراد خظاتا بالاضافة الی ما قال فقلتُ ما قال هذا احد قال المبرد بلی سیبویه یقوله فقلت لمحمد بن عبد الله لا والله ما قال سیبویه وهذا کتابه فلیحضر ثم اقبلت علی محمد بن عبد الله وقلت ما حاجتنا الی کتاب سیبویه ؟ ایقال مررت بالزیدین طریفی عمرو فیضاف نعت الشئ الی غیره فقال محمد لصحة طبعه لا والله ما یقال هذا ونظر الی المبرد فامسك ولم یقل شیئًا وقمت ونهض المجلس۔

قلت ثعلب على جلالة مقامه اخطأ هنا فی موضعین والحق مع المبرّد فی هذا المجلس۔

الأول۔ ان الالف المحذوفة فی مثنی المؤنث الغائب لاتعود قطّ یقال فی مؤنث دعا و رمی دعت دعتا و رمت رمتا ولا یصح دعاتا و رماتا فکیف اعیدت الالف فی خطاتا والصواب خطتا مثل دعتا۔

والثانی لا ادری لم لا یجوز اضافة نعت الشئ الی غیرہ وما اظنّ احدًا ینکر قول القائل رأیت الفرسین مرکوبی زید ولا الغلامین عبدی عمرو ولا الرجلین حبیبی عمرو ورفیقی زید ومثله مررت بالزیدین طریفی عمرو۔

وقال ابن مجاھد کنت عند ثعلب فقال لی یا ابا بکر اشتغل اصحاب القراٰن بالقراٰن ففازوا واشتغل اھل الفقه بالفقه ففازوا واشتغل اصحاب الحدیث بالحدیث ففازوا واشتغلت انا بزید وعمرو فلیت شعری ما یکون حالی فی الاٰخرۃ ؟ فانصرفت من عندہ فرأیتُ تلك اللیلة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال لی اَقرئ ابا العباس (وھو ثعلب) عنّی السلام وقل له انك صاحب العلم المستطیل۔ قال الروذباریؔ اراد ان الکلام به یکمل والخطاب به یجمل وقال مرۃ اراد ان جمیع العلوم مفتقرۃ الیه۔

جریر الشاعرؒ ان کا ذکر تفسیر بیضاوی میں متکرر ہے۔

ھو جریر بن عطیة بن حذیفة بن بدر۔ جریر مشہور اسلامی شاعر ہیں۔ ان کا تعلق نسبًا بنو کلیب بن یربوع سے ہے۔ کنیت ابو حرزہ ہے۔ بصری ہیں۔ دمشق میں بکثرت ان کا آنا جانا تھا۔ یزید بن معاویہؓ اور اس کے بعد کے خلفاء کی مدح میں شعر کہتے تھے۔ فرزدق و اخطل جریر کے معاصر تھے۔ ان دونوں سے اور اسی طرح کئی دوسرے شعراء سے ان کے مقابلے ہوتے تھے وکان جریر اشعرھم وخیرھم قال غیر واحدٍ ھو اشعر الثلاثة اھ۔ کذا فی البدایة لابن کثیر۔ ج ۹ ص ۲٦۰۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۳۷۴ میں لکھتے ہیں :۔ جریر کے دو بھائی تھے ایک کا نام عمرو بن عطیہ اور دوسرے کا نام ورد بن عطیہ تھا۔ جریر سات یا چھے ماہ کے حمل میں پیدا ہوئے۔ یعنی ماں کے بطن میں صرف چھے یا سات ماہ رہے۔ جریر کی اولاد کی تعداد دس ہے۔ آٹھ بیٹے تھے اور دو بیٹیاں۔ جریر نے خواب دیکھا کہ اس کی چار انگلیاں کٹ گئی ہیں۔ چنانچہ تھوڑی مدت کے بعد بنو ضبّہ کے ساتھ جنگ میں آپ کے چار بیٹے قتل ہوئے۔

جریر کے احوال کی تفصیل مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ طبقات ابن سلام، ص ۳۱۵۔ شرح

شواہد مغنی، ص ۱۶۔ خزانۃ الادب ج ا ص ۳۶۔ موشح، ص ۱۱۸۔ عینی ج ا ص ۹۱۔ اغانی ج ۷ ص ۳۵۔
جریر کا بیٹا بلال بن جریر بڑا فاضل و شاعر تھا۔ عکرمہ بن جریر و نوح بن جریر بھی بڑے شاعر تھے۔ جریر ہجاء و ذم میں بڑے ماہر تھے۔ بہت سے شعراء کی مذمت و ہجو میں اشعار کہتے تھے۔ زیادہ معرکے فرزدق و اخطل کے ساتھ رہتے۔ پھر سب سے زیادہ مقابلہ فرزدق کے ساتھ رہا۔ آج کل کی سیاسی پارٹیوں کی طرح دونوں کے عقیدتمندوں وطرفداروں کی الگ الگ مجلسیں ہوتی تھیں یعنی جلسے ہوتے تھے جن میں اپنے شاعر فرزدق اور جریر کے اشعار پڑھے جاتے تھے اور ایک کو دوسرے سے اعلیٰ و برتر ثابت کرتے تھے۔
ابو الفرج اصفہانی اغانی ج ۸ ص ۴ پر لکھتے ہیں کہ اخطل آخر میں یعنی مدت مدید کے بعد فرزدق اور جریر کے مقابلوں میں داخل ہوا۔ نیز اصفہانی لکھتے ہیں:۔ اتفقتِ العرب علیٰ انّ اَشعر اَھلِ الاسلام ثلاثۃٌ جریرٌ و الفرزدق والاخطل واختلفوا فی تقدیم بعضہم علی بعض وکان ابو عمرو یُشبِّہ جریرًا بالاعشی والفرزدق بزہیر والاخطل بالنابغۃ۔ اھ۔ جو لوگ جریر کو مقدم کرتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں انّ جریرًا کان اکثرھم فنونَ شعرٍ و اسھلھم الفاظًا واقلّھم تکلُّفًا وارقّھم نسیبًا وکان دیّنًا عفیفًا وقال محمد بن سلام رأیتُ اعرابیًّا من بنی اسد فقلتُ ایُّہما عندکم اشعر؟ قال بیوت الشعر اربعۃ فخرٌ وھجاءٌ ونسیب ومدیح وفی کلّھا کان جریر غالبًا۔ ثم ذکر الکل وفصّل کما فی الاغانی ج ۸ ص ۶ اصمعی فرماتے ہیں ۴۳ شعراء نے جریر سے مقابلہ کیا۔ جریر نے سب کو شکست دی صرف فرزدق و اخطل ان کے مقابلے میں جمے رہے۔
بعض علماء کا قول ہے کہ جریر اشعر الناس ہے۔ کیونکہ اس کا والد کمینہ اخلاق والا بخیل و کنجوس تھا مگر اس کے باوجود اس نے باپ و قبیلہ کے بڑے بڑے اوصاف بیان کر کے شعراء پر غلبہ حاصل کیا۔ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی نے جریر سے سوال کیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ جریر نے کہا آؤ میرے ساتھ تاکہ جواب کا پتہ چلے فاخذہ بیدہ و جاء بہ الیٰ ابیہ عطیّۃ وقد اَخذَ عنزًا لہ فاعتقلھا وجعل یَمُصُّ ضرعھا فصاح بہ اُخرُج یا ابتِ فخرج شیخٌ دمیمٌ رثُّ الھیئۃِ وقد سالَ اللبنُ علی لحیتہٖ فقال جریر للرجل الاتریٰ ھذا؟ قال نعم قال ھذا ابی کان یَشربُ من ضرعِ العنزِ مخافۃَ اَن یُسمعَ صوتُ الحلبِ فیطلب منہ لبن ثم قال جریر اشعر الناس من فاخر بمثل ھذا الاب ثمانین شاعرًا وقارعھم بہ فغلبھم جمیعًا۔
بعض علماء کے نزدیک جریر کی افضلیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ عفیف اور پاک دامن تھے۔ خوفِ خدا سے روتے اور ذکر اللہ کثرت سے کرتے تھے۔ اور اخطل کافر تھا کیونکہ وہ عیسائی تھا اور فرزدق فاسق تھا، اجنبی عورتوں کے پیچھے اس کا بھاگنا مشہور ہے۔
اغانی ج ۸ ص ۵۰ پر ابو عمرو بن علاء کی روایت ہے کہ ایک مجلس میں جریر اشعار سنا رہے تھے اتنے میں ایک

جنازہ گزرا فقطع جریر الانشاد وجعل یبکی ثم قال شَیَّبَتْنِی ھذہ الجنازۃُ فقلتُ لہ فعلام تقذِفُ المحصناتِ منذ کذا وکذا فقال انھم یبدَءُ وُنَنی ثم لا اَعفُو۔ اھ۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ عن عثمان البتّی قال رأیتُ جریرًا وما تُضَمُّ شفتاہ من التسبیح فقلتُ وماینفعُك ھذا؟ فقال سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد انّ الحسناتِ یُذْھِبن السیئات وعدٌ من اللہ حق اھ۔ اسی عفت کی وجہ سے عمر بن عبدالعزیزؒ نے جریر کے سوا دروازے پر کھڑے تمام شعراء کو اپنی مجلس میں آنے سے منع فرمادیا۔

جریر کی تاریخ وفات ۱۱۰ھ ہے۔ فرزدق کی وفات ان سے ۴۰ دن پہلے ہوئی تھی۔ بعض کا قول ہے کہ فرزدق کے انتقال کے چند ماہ بعد جریر کی وفات ہوئی۔ بوقتِ وفات جریر کی عمر ۸۰ سال سے زائد تھی۔

جابر رضی اللہ عنہ۔ آپ آیت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیً۔ وآیت واتموا الحج والعمرۃ للہ میں مذکور ہیں۔

ھو جابر بن عبداللہ الصحابی بن الصحابی الانصاری الخزرجی السلمی رضی اللہ عنھما۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کی احادیث مرویہ ۱۵۴۰ ہیں۔ ۶۰ متفق علیہ ہیں اور ۲۶ پر بخاری اور ۱۲۶ پر مسلم منفرد ہیں۔

جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کرکے پوچھا کہ بتاؤ کیا چاہتے ہو فقال اُرِیدُ اَن اَرجِعَ الی الدنیا فاستشھد مرۃً اُخریٰ۔ صحیح بخاری میں جابرؓ کی روایت ہے قال دفنتُ ابی یوم اُحدٍ مع رجل ثم استخرجتُہ بعد ستۃ اشھر فاذا ھو کیوم وضعتُہ غیر اذنہ۔ صحیح مسلم میں جابرؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ۱۹ غزوات میں شریک ہوا ہوں۔ جنگِ بدر واحد میں والد صاحب کے منع کردینے کی وجہ سے شریک نہ ہوسکا۔ جابر رضی اللہ عنہ بیعتِ لیلۂ عقبہ میں موجود تھے۔ آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غزوۂ بدر میں موجود تھے روی البخاری فی تاریخہ باسناد صحیح عن ابی سفیان عن جابر قال کنت امنح اصحابی الماء یوم بدر۔ لیکن صحیح مسلم کی روایت اس کے خلاف ہے جس میں خود جابرؓ عدم شرکت بیان کرتے ہیں۔

امام نوویؒ تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں وحیثُ اُطلق جابر فی ھذہ الکتب فھو جابر بن عبداللہ واذا اُرید ابن سمرۃ قیّدوہ اھ۔ تھذیب الاسماء ص۱۴۳۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی بقیع میں مدفون ہیں۔ تاریخ وفات ۷۳ھ یا ۷۸ھ

یا ۶۸ھ ہے۔ بناءً علیٰ اختلاف الاقوال فیہ۔ آپ کی کل عمر ۹۴ سال تھی۔
کتاب اصابہ میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت جابرؓ کا الگ حلقہ علم تھا جس میں لوگ آکر آپ سے علوم حاصل کرتے تھے۔
وعن قتادۃ قال اٰخرُ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موتاً بالمدینۃ جابر قال البغوی ھو وھو آخرھم موتاً سھل بن سعد۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ۔

ھو ابو خالد جابر بن سمرۃ بن جنادۃ رضی اللہ عنھما۔
آپ کے والد بھی صحابی ہیں تو آپ صحابی ابن صحابی ہیں۔ ۱۴۶، احادیث آپ سے مروی ہیں، دو متفق علیہ ہیں اور ۲۳ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ سے شعبی و عامر بن سعد وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے عن جابر ابن سمرۃ قال واللہ لقد صلیتُ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من الفی صلاۃٍ۔ وروی الطبرانی عن جابر بن سمرۃ قال جالستُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من مائۃ مرۃ۔
کوفہ میں اقامت اختیار کی وہاں پر ایک گھر بھی بنایا۔ آپ نے ۷۴ھ میں وفات پائی۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ۔

وہ آیت واَن تعفوا اقرب للتقویٰ کے تحت مذکور ہیں۔
ھو جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف القرشی النوفلی۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ قریش کے اکابر و علماء نسب میں سے ہیں۔ جنگِ بدر کے قیدیوں کا فدیہ لے کر نبی علیہ السلام کے پاس آئے۔ اس وقت نبی علیہ السلام سورۃ طور پڑھ رہے تھے۔ جبیرؓ کہتے ہیں کہ اس کے سننے سے میں بہت متأثر ہوا اسلام میرے دل میں داخل ہو گیا نبی علیہ السلام نے جبیر سے فرمایا اگر تیرا والد زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کے چھڑانے کی درخواست کرتا تو میں یہ سب قیدی اسے بخش دیتا۔
حضرت جبیرؓ صلح حدیبیہ و فتح مکہ کی درمیانی مدت میں اسلام لائے۔ قال البغوی اسلم قبل الفتح ومات فی خلافۃ معاویۃ۔
آپ کی مروی احادیث ۶۰ ہیں۔ ان میں ۶ متفق علیہ ہیں اور بخاری تین پر اور مسلم ایک پر منفرد ہیں۔
آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۵۴ھ اور بقول ابن قتیبہ ۵۹ھ میں ہوئی۔

جمیلہ رضی اللہ عنہا۔

وہ آیت ولا یحل لکم ان تأخذوا مما اٰتیتموھن شیئاً الخ میں متکرر الذکر ہیں۔
وھی جمیلۃ بنت عبد اللہ بن ابیّ ابن سلول۔ وقیل جمیلۃ بنت ابی۔ فنسبھا الی جدّھا۔ آپ صحابیہ ہیں۔ آپ کے بارے میں آیتِ خلع نازل ہوئی ہے۔ استیعاب میں جمیلہ بنت ابیّ لکھا ہے۔ ثم ذکر باسنادہ عن جمیلۃ

بنت ابی ابن سلول انها کانت تحت ثابت بن قیس بن شماس فنشزت علیہ فارسل الیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا جمیلة ماکرهتِ من ثابتٍ فقالت واللہ ماکرهتُ منہ شیئًا الّا دمامتہ فقال لها تردّین علیہ الحدیقة ؟ قالت نعم ففرّق بینہما وکانت قبل ثابت بن قیس تحت حنظلة بن ابی عامر الغسیل للملائکة المقتول یوم احد ثم تزوّجها بعد ثابت مالك بن الدخشم ثم تزوّجها بعدہ جبیب بن اساف الانصاری انتھی بتصرف ۔ ابن حجر نے اصابہ میں ان کے بارے میں تاریخی و علمی تحقیق کی ہے ۔

جُمل ۔ رضی اللہ عنہا ۔ آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن کی تفسیر میں مذکور ہیں ۔

ھی جمل بنت یسار المزنیة اخت معقل بن یسار رضی اللہ عنہما ۔

ان ہی جمل کے بارے میں مذکورہ صدر آیت نازل ہوئی ۔ جمل کے نام میں اختلاف ہے ۔ اخرج الطبری من طریق ابن جریج انّ اسمہا جمیلة وقال الکلبی اسمہا جُمَیل بالتصغیر ویقال اسمہا لیلیٰ ۔ کذا فی الاصابة ۔

وقال فی الاستیعاب جُمَیل بنت یسار اخت معقل سماها الکلبی فی تفسیرہ فہی التی عضلها اخوها معقل وکان زوجها ابوالبداح بن عاصم ھکذا قال عبد الغنی بالتصغیر اھ وکانت طلقہا زوجها ثم اراد ان یعیدها فمنعہ معقل اخرج البخاری عن الحسن قال فی ھذہ الآیة حدّثنی معقل بن یسار انها نزلت فیہ قال کنتُ زوّجتُ اختًا لی من رجل فطلّقہا حتی اذا انقضت عدّتہا جاء یخطبہا فقلت لہ زوّجتك واکرمتك وافرشتك فطلّقتہا ثم جئت تخطبہا لا واللہ لا تعود الیہا ابدًا قال وکان رجلًا لا بأس بہ وکانت المرأة لا تکرہ ان ترجع الیہ فانزل اللہ الآیة فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھنّ فقلتُ الآن افعل یا رسول اللہ فزوّجہا ایاہ ۔

الجعدی الشاعر رضی اللہ عنہ ۔ آیت اُحِلّ لکم لیلة الصیام الرفثُ الی نسائکم کے تحت مذکور ہیں ۔

نابغہ جعدی مشہور شاعر و معمر صحابی ہیں ۔ ان کے نام میں اختلاف ہے ۔ عند البعض قیس بن عبداللہ بن عدس ہے اور عند البعض عبداللہ بن قیس بن عمر اور عند البعض حبان بن قیس ۔ کذا فی الاصابہ ۔ ابن قتیبہ نے کتاب الشعر و الشعراء ج ۱ ص ۲۰۸ پر عبداللہ بن قیس لکھا ہے ۔ کنیت ابولیلیٰ ہے ۔ ان کے احوال طبقات ابن سلام ، ص ۱۰۳ ۔ اغانی ج ۴ ص ۱۲۸ ۔ معجم مرزبانی ص ۲۳۱ ۔ کتاب المعمرین ص ۶۶ ۔ خزانة الادب ج ۱ ص ۵۱۲ ۔ موشح ص ۶۴ وغیرہ میں مذکور ہیں ۔ قال المحقق ھی کان النابغة قدیمًا شاعرًا مفلقًا طویل العمر فی الجاھلیة وفی الاسلام وکان اسنّ من النابغة الذبیانی وقال البعض اقام مدّة لا یقول الشعر ثم قال فقیل نبغ فسُمّی النابغة ۔

آپ دو سو سال تک زندہ رہے ۔ کما قال ابوحاتم فی کتاب المعمرین ۔ وعند البعض ۱۸۰ سال تک اور بقول ابن قتیبہ ۲۲۰ سال تک زندہ رہے ۔ اور بقول اصمعی ۲۳۰ سال تک ۔ اصابہ ۔ لیکن ابن قتیبہ کی طرف یہ نسبت مشکوک ہے ۔ کیونکہ ابن قتیبہ کی کتاب الشعر و الشعراء میں ۱۲۰ سال مکتوب ہے ۔ نابغہ جعدی جاہلیت میں بھی شرابُ

بت پرستی سے اجتناب کرتے تھے اور دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے۔
نابغہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو میں نے ایک قصیدہ سنایا، جب میں نے یہ پڑھا ؎

بلغنا السماء مجدُنا وجدُودُنا ۔۔۔ وانّا لنرجو فوق ذلك مظهرًا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این المظهر یا ابا لیلیٰ قلتُ الجنۃَ قال اجل ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر جب یہ پڑھا ؎

ولا خیرَ فی حلمٍ اذا لم یکن له ۔۔۔ بوادرُ تحمی صفوه ان یکدّرا

ولا خیرَ فی جهلٍ اذا لم یکن له ۔۔۔ حلیمٌ اذا ما اَوْرَدَ الامرَ اصدرا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفضِض اللہ فاك مرّتین وفی روایۃ فقال لی اجدتَ لا یفضِض اللہ فاك فرأیتُ اَسنانه کالبرد المنهل ما انفصمت له سنٌّ ولا انفلتت وفی روایۃ فقال لی صدقت لا یفضِض اللہ فاك فبقی عمرہ احسنَ الناس ثغرًا کلما سقطت سِنٌّ عادت اُخری۔ کذا فی الاصابۃ ج ۳ ص ۵۳۹۔ قال ابن قتیبۃ ومات باصبهان وهو ابن مائۃ وعشرین سنۃً۔ ایک روایت میں خلافت ابن زبیرؓ تک ان کا زندہ رہنا ثابت ہے۔

الحسن البصری رحمہ اللہ۔ تفسیر فانجینکم واغرقنا آلَ فرعونَ اور او کصیب من السماء الخ میں و دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

هو ابو سعید الحسن بن ابی الحسن یسار التابعی البصری رحمہ اللہ۔ حسن بصریؒ کی والدہ کا نام خیرہ تھا۔ وہ امّ سلمہ امّ المؤمنینؓ کی باندی تھیں۔ حسنؒ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافتِ فاروقی کے دو سال باقی تھے۔ بچپن میں حسن کی والدہ کسی کام میں مشغول ہوتیں اور آپ روتے تو امّ المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا انھیں اٹھا کر خاموش کرنے کے لیے ان کے منہ میں اپنے پستان دے دیتیں جس میں ان کے لیے فوراً کچھ دودھ پیدا ہو جاتا تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ امّ سلمہ امّ المؤمنینؓ کے دودھ کے ان چند قطروں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حسن بصریؒ کو فصاحت و بلاغت اور علوم و حکمت کے اسرار عنایت فرمائے۔

حسن بصریؒ کا زہد و تقویٰ، امامت، جلالت، محدثِ کبیر ہونا مسلّم ہے۔ آپ نے متعدد صحابہ کو دیکھا اور ان سے سماع احادیث کیا ہے۔ ابن عمر۔ انس۔ سمرہ۔ ابوبکرہ۔ قیس بن عاصم۔ معقل بن یسار وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ بقول ہشام بن حسان آپ نے ۱۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ اور ابن سیرینؒ نے ۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ بعض علماء کی رائے میں حسنؒ نے اس سے بھی زیادہ صحابہ کو دیکھا ہے۔ خود حسن بصریؒ فرماتے ہیں غزونا غزوۃً الی خراسان معنا فیها ثلثمائۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی مجلس علوم و حِکَم و

ونصائح وترغیب وترہیب کی مجلس تھی۔

فعن مطرالورّاق قال کان الحسن کانّما کانَ فی الاٰخرۃ فھو یُخبر عما رأی وعاینَ ومن حِکَم الحسن ماذکرہ الشافعی فی قولہ تعالٰی وشاورھم فی الامر۔ قال الحسن کان غنیًّا عن مشاورتھم لکن اراد ان یستنّ بہ الحکام بعدہ۔ کذا ذکر النوی فی التھذیب ج ۱ ص۱۶۲

حافظ ابونعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے حکم واسرار وعلوم ذکر کیے ہیں۔

حسن بصریؒ پر ہر وقت خوف وفکرِ آخرت وحزن کی حالت طاری رہتی تھی۔ آپ فقیہ۔ زاہد۔ عابد۔ بکّاء اور تارکِ دنیا تھے۔ آپ کا قول ہے ذھبَتِ المعارفُ وبقیت المناکرُ ومن بقی من المسلمین فھو مغموم۔ نیز مؤمنِ کامل کی علامت بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا انّ المؤمن یُصبح حزیناً ویُمسی حزیناً ولا یسعہ غیر ذلک لانہ بین مخافتین بین ذنبٍ قد مضی لا یدری ما اللہ یصنع فیہ وبین اجل قد بقی لا یدری ما یصیب فیہ من المھالك۔

حکیم بن جحل جو ابن سیرینؒ کے دوست تھے انہوں نے ابن سیرینؒ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں ایک محلّ اور عمدہ حالت میں دیکھا تو پوچھا ای اخی فما صَنَع الحسن قال رفع فوقی بتسعین درجۃ فقلت وہم ذلك؟ قال بطول حزنہ۔ ابن ابی حزمؒ کہتے ہیں سمعتُ الحسن یحلف باللہ الذی لا الٰہ الّا ھو ما یسع المؤمن فی دینہ الا الحزن وکان الحسن یقول یحقّ لمن یعلم انّ الموتَ موردُہ وان الساعۃَ موعدُہ وان القیامَ بین یدی اللہ مشھدُہ ان یطول حزنُہ وکان یقول طول الحزن فی الدنیا تلقیح العمل الصالح وکان الحسن یقول ویحك یا ابن اٰدم ھل لك بمحاربۃ اللہ طاقۃ؟ انہ من عصی اللہ فقد حاربہ واللہ لقد ادرکتُ سبعین بدریًّا اکثر لباسھم الصوف ولو رأیتموھم قلتم مجانین ولو رأوا اخیارکم لقالوا ما لھؤلاء من خلاق ولو رأوا اشرارکم لقالوا ما یؤمن ھؤلاء بیوم الحساب ولقد رأیتُ اقواماً یُمسی احدُھم وما یجد عندہ الّا قوتًا فیقول لا اجعل ھذا کلہ فی بطنی لاجعلن بعضہ للہ عزوجل فیتصدّق ببعضہ۔

وکان یقول انما الدنیا ثلاثۃ ایام یومٌ مضی لا ترجُوہ ویومٌ انت فیہ ینبغی لك ان تغتنمہ ویومٌ یأتی لا تدری انتَ اھلُہ ام لا ولا تدری لعلك تموت قبلہ۔ فاما أمس فحکیم مؤدِّب واما الیوم فصدیق مودّع وغدًا فی یدیك منہ اَمَلُہ فخذ الثقۃ بالعمل واترك الغرور بالامل قبل حلول الاجل وانما الیوم ان عقلت ضَیف نَزَل بك وھو مرتحلٌ عنك فان احسنتَ نُزلَہ وقِراہ شھد لك واثنی علیك بذلك وصدق فیك وان اَساْتَ ضیافتہ جال فی عینیك۔

ایک موقعہ پر نو۹ علاماتِ تقویٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں یا ابن اٰدم عَملُك عملُك فانما ھو لحمك ودمك

فانظر علی ایّ حال تلقی عملك ان لاهل التقوی علامات یعرفون بها صدق الحدیث والوفاء بالعهد وصلة الرحم ورحمة الضعفاء وقلة الفخر والخیلاء وبذل المعروف وقلة المباھاة للناس وحسن الخلق وسعة الخلق مما یقرب الی الله عزوجلّ یا ابن ادم انك ناظر الی عملك یوزن خیرہ وشرہ فلا تحقرنّ من الخیر شیئا وان ھو صغر فانك اذا رأیته سرّك مکانه ولا تحقرن من الشر شیئاً فانك اذا رأیته ساءك مکانه ۔

حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے من کانت له اربع خلال حرّمه الله علی النار اعاذہ من الشیطان من یملك نفسه عند الرغبة والرھبة وعند الشھوۃ وعند الغضب ۔ کذا فی الحلیة ج ۲ ص ۱۴۴

عمران بن قصیرؒ کہتے ہیں سالت الحسن عن شئ فقلتُ ان الفقھاء یقولون کذا وکذا فقال وھل رأیت فقیھاً بعینك ؟ انما الفقیه الزاھد فی الدنیا البصیر بدینه المداوم علی عبادۃ ربّه عزوجلّ ۔ وعن ایوب قال لو رأیت الحسن لقلت انك لم تجالس فقیھا قط وکان الحسن اذ ذکر عند ابی جعفر محمد بن علی بن الحسینؒ قال ذاك الذی یشبه کلامه کلام الانبیاء علیھم السلام ۔

حسن بصریؒ کا قول ہے مامن رجل یری نعمة الله علیه فیقول الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات الّا اغناہ الله تعالیٰ وزادہ ۔ وکان یقول یا ابن ادم انما انت ایام کلما ذھب یوم ذھب بعضك وکان یقول فضح الموت الدنیا فلم یترك فیھا لذی لبّ فرحًا وکان الحسنؒ یتمثل بھذین البیتین احدھما فی اوّل النھار والاٰخر فی اٰخر النھار ؎

یسرّ الفتیٰ ماکان قدّم من تقیً — اذا عرف الداء الذی ھو قاتله

؎ وما الدنیا بباقیة لحیّ — ولا حیٌّ علی الدنیا بباقٍ

وکان الحسن یحلف بالله ویقول ما اعزّ احدٌ الدراھم الّا اذلّه الله ۔ ویقول بئس الرفیقان الدرھم والدینار لا ینفعانك حتی یفارقانك

وسأل رجل الحسن فقال یا ابا سعید ما الایمان ؟ قال الصبر والسماحة فقال الرجل یا ابا سعید فما الصبر والسماحة قال الصبر عن معصیة الله عزوجلّ والسماحة باداء فرائض الله عزوجلّ وکان یقول فضل الفعال علی المقال مکرمة وفضل المقال علی الفعال منقصة ۔ وکان یقول الخوف والرجاء مطیّتا المؤمن وکان یقول لو علم العابدون انھم لا یرون ربھم یوم القیامة لماتوا وکان یقول اریٰ رجالًا ولا اری عقولًا اسمع اصواتا ولا اریٰ انیسًا ۔ اخصب السنة واجدب قلوبًا ۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ ۔ قل ان کانت لکم الدار الاٰخرۃ الیٰ قوله فتمنوا الموت ان کنتم صادقین کے بیان میں مذکور ہیں ۔

هو ابو عبد الله حذیفة بن الیمان الصحابی رضہ۔

یمان آپ کا لقب ہے اور اصل نام حِسْل ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد حسل رض انصار میں بنی عبدالاشہل کے حلیف تھے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ متعدد مناقب و احوال کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

اوّل یہ کہ انصار سے تعلق رکھنے کے باوجود آپ بمع والدین مہاجرین میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ قال النووی فی التهذیب ج ۱ ص ۱۵۳ ماحاصلہ اسلم حذیفة وابوہ وھاجرا واسلمت امّ حذیفة وھاجرت اھ۔ وعن سعید بن المسیّب عن حذیفة خیّرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الهجرة والنصرة فاخترت النصرة۔

دوم۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کا لقب صاحب سِرِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو منافقین کے نام اور قیامت تک آنے والے بعض واقعات وفتن کی تفصیلات اور بعض رؤسا فتن و دجالین کے نام بتلائے تھے۔ روی مسلم عنہ قال لقد حدّثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان وما یکون حتی تقوم الساعة۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی اس سلسلے میں آپ کے علم پر اعتماد کرتے تھے۔ وفی اثر انّ عمر سأله هل فی عُمّالی احد من المنافقین قال نعم واحدٌ قال من هو قال لا اذکرہ فعزله عمر کانما دُلّ علیه۔

وفی صحیح مسلم عنہ واللہ انی لأعلم الناس بکل فتنةٍ کائنةٍ فیما بینی وبین الساعة۔

سوم۔ حذیفہؓ کے والد یمان کو جنگِ اُحد میں اپنے رفقا یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے غلطی سے شہید کر دیا۔ حضرت حذیفہ نے اپنے باپ کا خون مسلمانوں کو معاف کر دیا۔

چہارم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا۔ اور آپ اپنی وفات تک مدائن ہی میں رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ۴۰ دن بعد آپ وفات پا گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ ہے۔

روی ابو نعیم باسنادہ فی الحلیة ج ۱ ص ۲۷۶ عن حذیفة قال القلوب اربعة قلب اغلف فذلك قلب الکافر وقلب مصفح فذلك قلب المنافق وقلب اجرد فیه سراج یزھر فذلك قلب المؤمن وقلب فیه نفاق وایمان فمثل الایمان کمثل شجرة یمدّھا ماء طیّب ومثل النفاق مثل القرحة یمدّھا قیح ودم فایهما غلب علیه غلب وکان حذیفة رضی اللہ عنہ یقول ما من یوم اقرّ لعینی ولا احب لنفسی من یوم أتی اهلی فلا اجد عندهم طعاماً ویقولون ما نقدر علی قلیل ولا کثیر وذلك انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ اشدّ حمیّة للمؤمن الدنیا من المریض اهله الطعام واللہ تعالی اشد تعاهداً للمؤمن بالبلاء من الوالد لولدہ بالخیر وکان یقول لیس خیرکم الذین یترکون الدنیا للآخرة ولا الذین یترکون الآخرة

للدنیا ولکن الذین یتناولون من کلّ

حسّان ۔ رضی اللہ عنہ ۔ بیان واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم میں مذکور ہیں ۔

ھو حسّان بن ثابت المنذر بن حرام الانصاری الخزرجی ثم النجاری رضی اللہ عنہ ۔

حسان کی والدہ کا نام فُریعہ (بالتصغیر) ہے ۔ حسان نبی علیہ السلام کے شاعر تھے ۔ قال ابوعبیدۃ فُضّل حسّان علی الشعراء بثلاث کان شاعر الانصار فی الجاھلیۃ وشاعرَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ایام النبوۃ و شاعرَ الیمن کلّھا فی الاسلام ۔

وعن البرّاء رضی اللہ عنہ انّ النبی علیہ السلام قال لحسّان اھجُھم وجبریل معك ۔ اخرجہ الشیخان ۔

آپ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ نبی علیہ السلام اپنے دستِ مبارک سے مسجد میں آپ کے لیے منبر رکھتے تھے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی علیہ السلام کان یَضع لحسّان المنبر فی المسجد یقوم علیہ قائماً یھجو الذین کانوا یھجُونَ النبی علیہ السلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ روح القدس مع حسّان مادام ینافح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ رواہ ابوداؤد ۔

سعید بن مسیبؒ کی روایت ہے کہ ایک روز حسانؓ مسجد نبی علیہ السلام میں شعر پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ کی نگاہ سے آپ کی طرف دیکھا ۔ حسان رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور کہا کنتُ انشدُ فیہ من ھو خیرٌ منك ۔ آپ کے اشعار کا دیوان مطبوع ہے ۔

قال ابن سعد عاشَ فی الجاھلیۃ ستّین سنۃً وفی الاسلام ستّین سنۃً ومات وھو ابن عشرینَ مائۃ ۔

آپ کی وفات ۵۴ھ میں اور بقول بعض ۴۰ھ میں اور بقول بعض ۵۰ھ میں ہوئی ۔

وقال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۶۹ وحسّانُ ممن عاش فی الجاھلیۃ ستین سنۃ وفی الاسلام مثلھا وکذا عاش ھذا القدر وھو ۱۲۰ سنۃ ابوہ وجدّہ ووالد جدّہ ولا یعرف اربعۃ تناسلوا وتساوت اعمارھم سواھم وکان حسان یضرب بلسانہ ارنبۃ انفہ وکذا ابنہ وابوہ وجدّہ ۔ انتھی ۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آپ بزدل تھے مگر یہ بات غلط ہے ۔ آپ کے بہت سے شعراء سے مقابلے ہوئے اگر آپ بزدل ہوتے تو ضرور کوئی آپ کو بزدلی کا طعنہ دیتا ۔

حاتم الطائی ۔ وایّدناہ بروح القدس کے بیان میں مذکور ہے ۔

ھو حاتم بن عبد اللہ بن سعد الطائی ۔

حاتم مشہور سخی شاعر جاہلی ہے ۔ کنیت ابوعدی و ابوسفانہ ہے قبل مات کافراً ظہور اسلام سے پہلے

وفات پائی ہے۔ البتہ اس کے بیٹے عدی نے اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اخرج احمد فی مسندہٖ عن ابنہٖ عدیؓ قال قلتُ یا رسول اللّٰہ انّ ابی کان یَصِلُ الرحم ویفعل کذا وکذا قال انّ اباكَ اَراد امرًا فادرکہ۔ خزانۃ الادب ج ۳ ص۱۱۳ اور ج ۱ ص۲۶۱ پر حاتم و عدیؓ کے احوال مذکور ہیں۔ عدی بن حاتم ؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں شکار سے متعلق اکثر احادیث آپ سے مروی ہیں کیونکہ آپ شکاری تھے۔ شکاری کُتّے پال رکھے تھے جن سے شکار کرتے تھے۔ عدی رضی اللہ عنہ ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرّف باسلام ہوئے وقال الواقدی قدم سنۃ عشر۔

ابن اعرابی لکھتے ہیں۔ حاتم بڑے جوّاد تھے۔ ان کا جُود ان کے شعر کے مطابق تھا یعنی ان کا فعل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا۔ جہاں اُترتے آپ کی منزل اور قیام گاہ لوگوں میں مشہور ہوتی تھی۔ بڑے خوش نصیب تھے۔ بخت سدا ان کی یاوری کرتا تھا۔ جب جنگ پر جاتے تو غالب ہوکر آتے۔ غنیمت حاصل کرنے جاتے تو کامیاب لَوٹتے۔ قرعہ اندازی میں حسبِ خواہش کامیاب ہوتے تھے۔ مقابلہ ہوتا تو سب پر سبقت لیجاتے جب ماہِ رجب شروع ہوتا چونکہ یہ مہینہ عرب میں بڑا محترم تھا تو ہر روز دس اونٹ لوگوں کو کھلانے کے لیے ذبح کرتے تھے۔

حاتم کی سخاوت کے قصے بڑے عجیب ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ اوّل اوّل آپ کی سخاوت کا واقعہ بھی حیرت انگیز ہے وہ یہ کہ حاتم کو باپ نے جنگل میں اپنے اونٹ اور بکریوں کی حفاظت پر مامور کیا۔ ایک دن حاتم کے پاس شعراء کی ایک جماعت جن میں عبید بن ابرص و بشر بن ابی حازم و نابغہ ذبیانی وغیرہ تھے وارد ہوئی۔ یہ جماعت نعمان بن منذر بادشاہ کے پاس جارہی تھی۔ ان لوگوں نے حاتم سے کچھ کھانے کے لیے مانگا۔ حاتم نے ہر ایک کے لیے الگ الگ اونٹ ذبح کیا۔ اور حاتم کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ بعدہٗ جب تعارف ہوا اور پتہ چلا کہ یہ تو بڑے بڑے شعراء ہیں تو حاتم نے سب اونٹ اور ساری بکریاں ان میں تقسیم کردیں۔ جب باپ آیا اور پوچھا کہ اونٹ اور بکریاں کہاں ہیں؟ تو حاتم نے یہ عجیب جواب دیا۔ قال طَوّقتُكَ مجدَ الدّهرِ تطویقَ الحمامۃِ اور پھر سارا قصہ سُنا دیا۔ باپ ناراض ہوا اور کہا اذًا لا اُساكِنُكَ بعدَها ابدًا اولا اُؤوِيكَ فقال حاتم اذًا لا اُبالی۔

موت کے بعد بھی حاتم کی سخاوت کا ایک عجیب قصہ مؤرخین واہلِ ادب نے ذکر کیا ہے۔ وہ قصہ یہ ہے مرّ نفرٌ من عبد القیس بقبرِ حاتم فنزلوا قریبًا منه فقام الیه رجلٌ یقال لہ ابو الخیبریّ وجعل یرکض برجله قبرہٗ ویقول اِقرِنا فقال بعضهم لہٗ ویلكَ مایدعوكَ ان تعرض لرجل قد مات قال ابو الخیبری ان طیئًا تزعم انّہٗ مانزلَ بہٖ احدٌ الا قراہ ثم اجنّهم اللیلُ فناموا فقام ابو الخیبری فزعًا وھو یقول وارَاحِلتاہ۔ فقالوا لہٗ مالكَ؟

قال اتانی حاتم فی النوم وعقر ناقتی بالسیف وانا انظر الیها ثم انشد نی شعرًا حفظتہ یقول فیہ حاتم ؎

اباالخیبری وانت امرؤٌ — ظلوم العشیرۃ شتامُها

اتیتَ بصحبك تبغی القِریٰ — لدیٰ حُفرۃٍ قد صدت ھامُھا

اتبغی لی الذمّ عند المبیتِ — وحولكَ طیٌّ وانعامُھا

فانا سنشبع اضیافنا — ونأتی المطیَّ فنعتامُھا

فقامُوا واذا بناقۃ ابی الخیبریّ تکوس عقیرًا فانحرُوھا وباتوا یاکلون وقالوا قرانا حاتم حیًّا ومیتًا وارْدَفوا صاحبھم وانطلقوا سائرین واذا برجلٍ راکبٍ بعیرًا ویقودُ اٰخر قد لحقھم وھو یقول ایکم ابوالخیبری؟ قال الرجل انا قال فخذ ھذا البعیر انا عدیّ بن حاتم جاء نی حاتم فی النوم وزعم انہ قراکم بناقتك وامرنی ان احملك فشانك والبعیر ودفعہ الیھم وانصرف ۔ راجع کتاب المحاسن للجاحظ ص۶۳ والبیھقی ج ۱ ص۱۴۶ والقالی ج ۳ ص۱۵۷

حمزۃ بن حبیب بن عمارۃ بن اسماعیل الامام عمارۃ التیمیّ تیم اللہ ولاءً وقیل نسبًا الکوفی المعروف بالزیّات رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

قاری حمزہ امام، ثقہ، حافظ، ضابط، ورع، متقی، ثبت، قاری، مُقری وجامع کمالات اور قراء سبعہ میں سے ہیں ۔ ابن خلکان وفیات میں لکھتے ہیں کہ آپ زیّات کے نام سے مشہور تھے ۔ وقیل لہ الزیّات لانہ کان یجلب الزیت من الکوفۃ الی حلوان ویجلب من حلوان الجبن والجوز الی الکوفۃ اھ بہرحال آپ تیل وغیرہ اشیاء کے تاجر تھے ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وھو الامام الحبر شیخ القراء واحد السبعۃ الائمۃ ولد سنۃ ثمانین وادرك الصحابۃ بالسنّ فیحتمل ان یکون رأی بعضھم انتھیٰ ما فی الوفیات ج ۲ ص۲۹

حمزہ کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قراءت کا مدار چار صحابہ ہیں یعنی علی وعثمان وابن مسعود وابیّ رضی اللہ عنہم اور ان چاروں نے نبی علیہ السلام سے اخذ قراءت کیا ہے ۔ حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت کے سلسلے بھی چار ہیں ۔

اوّل یہ ہے قرأ حمزۃ علی جعفر الصادق علی ابیہ محمد الباقر علی ابیہ زین العابدین علی ابیہ الحسین علی ابیہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ۔

دوم یہ ہے قرأ حمزۃ ایضًا علی الاعمش علی یحیی بن وثاب علی علقمۃ علی ابن مسعود رضی اللہ عنہم ۔

سوم وقرأ حمزۃ ایضًا علی محمد بن ابی لیلیٰ علی ابی المنھال علی سعید بن جبیر علی عبد اللہ بن عباس علی ابیّ ابن کعب رضی اللہ عنہم ۔

چہارم وقرأ حمزۃ ایضًا علی حمران بن اعین علی ابی الاسود علی عثمان وعلی رضی اللہ عنہم ۔

حمزہ قاری روایت کرتے ہیں ابواسحاق سبیعی واعمش وعدی بن ثابت وحبیب بن ابی ثابت ومنصور بن

المعتمر وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابن المبارک وعبداللہ بن صالح عجلی وسلیم بن عیسیٰ وعیسیٰ بن یونس و ابو احمد زبیری ومحمد بن فضیل ووکیع وقبیصۃ بن عقبہ وغیرہ رحمہم اللہ کذا فی التہذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۷۔

ابو بکر بن منجویہ فرماتے ہیں کان من علماء زمانہ بالقراءات وکان من خیار عباد اللہ عبادۃً وفضلاً وورعاً ونسکاً۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے وقال ابن معین ثقۃ وقال النسائی لیس بہ بأس وقال العجلی ثقۃ رجل صالح۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کان رجلاً صالحاً عندہ احادیث وکان صدوقاً صاحب سنۃ۔ ابن فضیل فرماتے ہیں ما احسب ان اللہ یدفع البلاء عن اھل الکوفۃ الا بحمزۃ ورأہ الاعمش مقبلاً فقال وبشر المخبتین۔ حسین جعفی فرماتے ہیں ربما عطش حمزۃُ فلا یستسقی کراھۃَ أن یصادفَ مَن قرأ علیہ۔ ساجی کا قول ہے صدوق سیئ الحفظ لیس بمتقن فی الحدیث۔

آپ اپنے تلامذۂ قرآن سے ادنیٰ خدمت لینا بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ جیسا کہ حسین جعفی کی حکایتِ مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ کہیں یہ خدمت اخذ اجر بالقرآن نہ ہو جائے۔ آپ تعلیمِ قرآن پر اجرت نہیں لیتے تھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح شاطبی ص ۱۵ پر لکھتے ہیں کان لا یأخذ اجراً علی الاقراء وامتنع حین عرض علیہ تلمیذ لہ فی یوم حرّ کوز الماء وقال شعیب بن حرب دخلتُ الکوفۃ فرایتُ سفیانَ الثوری وشریکَ بن عبد اللہ قاعدین قدام حمزۃ یقرءان فقلتُ فی نفسی اکون الثالث وقال حمزۃ رئیتُ الفَ حدیث باسنادہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نماز ظہر کے بعد سے تا عصر اور نماز مغرب کے بعد تا نماز عشاء نوافل میں مشغول رہتے نیز رات کا اکثر حصہ نوافل پڑھنے میں گزارتے تھے۔

حمزہؒ سے امام مسلم نے صحیح میں اور ابو داؤد وابن ماجہ ونسائی وترمذی نے اپنی اپنی کتاب سنن میں روایتِ حدیث کی ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں آپ سے روایت نہیں کی۔ امام حمزہ رحمہ اللہ ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ قیل لم یلقہ احدٌ الا وھو یقرأ القرآن۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حمزہ سے کہا شیئان غلبتنا علیھما لسنا ننازعک فیھما القرآن والفرائض وقال سفیان الثوری غلب حمزۃ الناس علی القرآن والفرائض وقال شعیب بن حرب الا تسألونی عن الدُّرّ یعنی قراءۃ حمزۃ اخذ حمزۃُ القراءۃَ عرضاً عن الاعمش والامام جعفر بن محمد الصادق وابن ابی لیلیٰ وحمران بن اعین واخذ القراءۃ عنہ ابراھیم بن ادھم وسفیان الثوری وشریکُ بن عبد اللہ وعلیُّ بن حمزۃ الکسائی وغیرھم والی حمزۃ المنتھی فی الصدق والورع والتقویٰ والیہ صارتُ الامامۃ فی القراءۃِ بعد عاصمٍ والاعمشِ وکان اماماً حجۃً ثقۃً ثبتاً رضیاً قیماً بکتاب اللہ بصیراً بالفرائض خبیراً بالعربیۃ حافظاً للحدیث عابداً زاھداً خاشعاً قانتاً للہ ورعاً عدیم

النظیر۔ کذا فی الوفیات۔

امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت پر اگرچہ بعض ائمہ قدماء معترض تھے لیکن بعدہٗ وہ امت میں مقبول ہوئی اور اس کی صحت مجمع علیہ ہوگئی۔ لہٰذا اب اس میں شک کرنا کفر ہے۔ آپ کی ساری قراءت نبی علیہ السلام سے مروی ماخوذ ہے۔

تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۷ میں ہے قال الآجری عن احمد بن سنان کان یزید یعنی ابن ھارون یکرہ قراءۃ حمزۃ کراھیۃً شدیدۃً قال احمد بن سنان وسمعت ابن مھدی یقول لوکان لی سلطانٌ علیٰ من یقرأ قراءۃ حمزۃ لاوجعتُ ظھرہٗ وبطنہٗ وقال الساجی وقد ذمّہ جماعۃٌ من اھل الحدیث فی القراءۃ وابطل بعضھم الصلاۃ باختیارہٖ من القراءۃ وقال الساجی والازدی یتکلمون فی قراءتہٖ وینسبونہٗ الی حالۃٍ مذمومۃ فیہ قال الساجی سمعتُ سلمۃ بن شبیب یقول کان احمدُ یکرہ أن یُصلّی خلفَ من یقرأ بقراءۃ حمزۃ وقال ابوبکر ابن عیاش قراءۃ حمزۃ عند نابدعۃٌ وقال ابن درید انی لاشتھی أن یخرج من الکوفۃ قراءۃ حمزۃ یرید مافیھا من المدّ المفرط والسکت وتغییر الھمز فی الوقف والامالۃ وغیر ذلک انتہی۔

ابن خلکان رحمہ اللہ وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں واما ماذکر عن احمد بن حنبل وابی بکر بن عیاش ویزید بن ھارون وعبد الرحمٰن بن مھدی وعبد اللہ بن ادریس وحماد بن زید من کراھتھم لقراءۃ حمزۃ لما فیھا من المدّ المفرط والسکت واعتبار الھمزۃ فی الوقف والامالۃ ونحو ذلک من التکلّف فانّ حمزۃ ایضاً کان یکرہ ذلک وینھیٰ عنہ روی انہ کان یقول لمن یُفرط فی المدّ والھمز لاتفعل اما علمتَ ان مافوقَ البیاض فھو برصٌ ومافوق الجعودۃ فھو قَطَطٌ وما فوق القراءۃ فھو لیس بقراءۃ۔ وبعد فقد انعقد الاجماع علی تلقی قراءۃ حمزۃ بالقبول والانکار علی من تکلم فیھا۔ انتھی۔ قال الحافظ ابن حجرؒ قد انعقد الاجماع باٰخرہٖ علی تلقی قراءۃ حمزۃ بالقبول ویکفی حمزۃ شھادۃ الثوریؒ لہ فانہ قال ما قرأ حمزۃ حرفًا الا باثر انتھی۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حمزہؒ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ امام ائمۃ الامصار ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے آپ کی قراءت کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا شیئان غلبتنا علیھما لسنا ننا زعک فیھما القراٰن والفرائض۔ اگر حمزہؒ کی قراءت قواعد عربیت کے خلاف ہوتی اور نبی علیہ السلام سے بروایاتِ صحیحہ ثابت نہ ہوتی تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے محتاط و متبع آثار زاہد و عابد و خائف من اللہ حمزہؒ کی اور قراءتِ حمزہؒ کی ہرگز تعریف نہ فرماتے۔

امام دانیؒ لکھتے ہیں کہ حمزہ کا سنہ ولادت ۸۰ھ ہے۔ اور سنہ وفات ۱۵۶ھ اور بقول آخر

۵۱۵۶ھ ہے ۔ آپ کا انتقال سوادِ عراق کے شہر حلوان میں ہوا۔ کتاب طبقات القراء لابن الجزری جلد اول و کتاب الوافی بالوفیات قسم اوّل جزء رابع ، کتاب الاعلام جلد اول میں آپ کے احوال تفصیلاً درج ہیں ۔

قال الشعرانیؒ فی کتاب الیواقیت لا استحالۃ فی رؤیۃ اللہ تعالیٰ فی المنام وکان حمزۃ الزیات القاریؒ یقول قرأت سورۃ یٰس علی الحق تعالیٰ حین أیۃ فلما قرأت تنزیلُ العزیز الرحیم بضم اللام فرد علی الحق سبحانہ تنزیلَ بفتح اللام وقال انی نزلتہ تنزیلاً وقال حمزۃ وقرأتُ علی اللہ جل و علا سورۃ طٰہٰ فلما بلغت الی قولہ أنا اخترتك فقال تعالیٰ وإنا اخترناك ۔ فہی قراءۃ برزخیۃ اھ ۔

فائدہ ۔ قاری حمزہؒ رحمہ اللہ کے تلامذہ و رُواۃ بہت ہیں ۔ البتہ مشہور اور وہ جن پر قراء کا اعتماد رہا دو ہیں اوّل ابو محمد خَلف بن ہشام البزار ۔ دوم ابو عیسیٰ خَلّاد بن خالد کوفی ۔ ان دونوں راویوں نے قرارت حضرت سلیم بن عیسیٰ کوفی سے پڑھی اور سلیم بن عیسیٰ کوفیؒ نے حمزہؒ سے پڑھی ۔

۵۷ ۔ حفص بن سلیمان الاسدی ابو عمر البزاز الکوفی القاری المقریؒ رحمہ اللہ ۔

حفص کو غاضری بھی کہتے ہیں وھی نسبۃ الی غاضرۃ بن الملك بن ثعلبۃ کما فی لب اللباب ۔

بقول بعض علماء آپ کے دادا کا نام مغیرہ ہے ۔ حفصؒ قاری عاصمؒ احد القراء السبعۃ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں ۔ وکان حفص ابن امرأۃ عاصم کما فی التھذیب ۔ حفص روایت کرتے ہیں عاصم بن ابی النجود و عاصم احول و عبد الملک بن عمیر و لیث بن ابی سلیم و ابی اسحاق سبیعی وغیرہ رحمہم اللہ سے ۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو شعیب صالح بن محمد القواس و حفص بن غیاث و علی بن عیاش و علی بن حجر و ہشام بن عمار و محمد بن حرب خولانی وغیرہ رحمہم اللہ ۔

اس زمانے میں تقریباً سارے عالم میں امام عاصمؒ کی قرارت حسب روایت امام حفصؒ بن سلیمان رائج و معروف ہے ۔ حفصؒ بڑے عالم قاری مقری سید القراء والفقہاء صاحب سنت ، عابد و محدّث تھے ۔

امام عاصمؒ کے دو راوی ہیں ۔ دوسرے راوی کا نام ابو بکر شعبۃ بن عیاش ہے ۔ بعض اوصاف میں ابو بکر اعلیٰ و فائق تھے حفص سے لیکن قرارت کے باب میں حفصؒ برتر و فائق ہیں ابو بکرؒ سے ۔

قال یحیی بن معین زعم ایوب بن المتوکل وکان بصریاً من القراء قال ابو عمر یعنی حفصاً اصح قراءۃً من ابی بکر بن عیاش وابو بکر اوثق منہ ۔ روایتِ حدیث میں بعض محدثین کے نزدیک حفص ضعیف ہیں اور بعض ان کی توثیق کرتے ہیں اور ثقہ کہتے ہیں ۔ قال الساجی عن احمد بن محمد البغدادی عن ابن معین کان حفص وابو بکر من اعلم الناس بقراءۃ عاصم وکان حفص اقرأ من ابی بکر وکان کذاباً وکان ابو بکر صدوقاً ۔ قال ابن معین لیس بثقۃ وقال ابن المدینی ضعیف الحدیث و ترکتہ علی عمد وقال البخاری

ترکوه وقال مسلم متروك وقال النسائی لیس بثقة ولا یکتب حدیثه وقال صالح بن محمد لا یکتب حدیثه واحادیثه کلها مناکیر وقال الساجی یحدّث عن سماك وغیره احادیث بواطل۔ وذکر الدانی قال قال وکیع کان ثقة اخرج النسائی حدیثه فی مسند علی متابعة واورد البخاری فی الضعفاء حدیثه عن لیث ابن ابی سلیم عن مجاهد عن ابن عمر فی الزیارة وقال محمد بن سعید العوفی عن ابیه حدثنا حفص بن سلیمان لو رأیته لقرّت عیناك فهمًا وعلمًا۔ کذا فی التهذیب۔

بعمر ۹۰ سال ۱۸۰ھ میں حفص کا انتقال ہوا۔

الحُطَیئة۔ آیت وبشّر الّذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت انّ لھم جنّٰت الاٰیة کے بیان میں مذکور ہے۔

حُطَیئہ مشہور شاعر ہے۔ یہ اس کا لقب ہے۔ اور نام اس کا جرّوَل بن اَوس بن مالک ہے۔ وہ فُحول شعرا و فصحا شعرا میں سے ہے۔ مدح ہجا۔ فخر اور نسیب وغیرہ جملہ فنون شعر میں بلند درجہ رکھتا ہے۔ شرارت و بیوقوفی اس پر غالب تھی۔ مخضرم ہے جاہلیت واسلام دونوں پائے ہیں۔ مسلمان ہوا پھر مرتد ہوگیا۔

اس کا نسب مخلوط ومخفی ہے۔ وہ وقتاً فوقتاً نسب بدلتا رہتا تھا۔ قال ابو الفرج الاصبهانی فی الاغانی کان اذا غضب علی بنی عبس یقول انا من بنی ذُهل واذا غضب علی بنی ذُهل قال انا من بنی عبس. وقال ابن الکلبی کان الحطیئة مغموز النسب وکان من اولاد الزنا الذین شرفوا اھ ما فی الاغانی بخلاصته ج ۲ ص ۱۳۱

اس کی ماں کا نام ضَرّاء تھا۔ اس نے اپنی ماں سے نسب یعنی باپ کے بارے میں پوچھا ماں نے صحیح جواب نہ دیا تو حطیئہ نے کہا ؎

تقول لِیَ الضرّاءُ لستَ لواحدٍ ولا اثنین فانظر کیف شِرکُ أولئکا
وانتَ امرؤٌ تبغی اباً قد ضللته هبلتِ ألمّا تستفق من ضلالکا

ابن حجر لکھتے ہیں اسلم فی عهد النبی علیه السلام ثم ارتد ثم اُسر وعاد الی الاسلام وکان کثیر الهجاء حتی هجا اباه واُمّه واخاه وزوجته ونفسه وکان یلقب الحطیئة لقصره وقال حماد الراویة سمی بذلك لانه ضرط ضَرطة بین قوم فقیل له ما هذا؟ فقال انما هی حُطیئة فسُمّی الحطیئة۔ راجع الاصابه ج ۱ ص ۳۷۸

وہ بڑا فصیح شاعر تھا۔ اصمعی کہتے ہیں کہ ہر شاعر کے اشعار میں بعض عیوب ضرور ملتے ہیں سوائے حطیئہ کے کہ اس کے اشعار میں عیب پانا بہت مشکل ہے۔ ابو عمرو بن العلا کہتے ہیں لم یقل العربُ بیتاً اصدق من قول الحطیئة ؎

مَن یَفعلِ الخیرَ لا یَعدَمْ جوازیَه لا یذهب العُرفُ بین الله و الناس

والجوازی جمع جازیۃ مصدر للجزاء کالعافیۃ فقیل لہ فقول طرفۃ۔ ؎

سَتُبدِی لکَ الایّامُ ما کنتَ جاھلاً ویأتیکَ بالاخبارِ من لم تُزوِّدِ

فقال مَن یأتیک بھا ممن زوّدت اکثر۔ کذا فی الاغانی۔ ج ۲ ص ۱۲۵ قال الحافظ ابن حجرؒ وذکر ابن ابی الدنیا فی اصطناع المعروف عن الشعبیؒ قال کان الحطیئۃ عند عمرؓ فانشد ھذا البیت فقال کعبؓ ھی واللہ فی التوراۃ لا یذھب العرف بین اللہ وخلقہ اھ

لوگ اس کی ہجاء سے ڈرتے تھے اور خوفِ ہجاء کی وجہ سے لوگ اسے مال دیا کرتے تھے۔ اس نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مدح میں شعر کہے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو مال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے سخت بازپرس کی۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا انی اشتریت عرضی منہ بھا فکتب الیہ عمرؓ ان کان ھذا ھکذا وانما فدیت عرضک من لسانہ ولم تعطہ للمدح والفخر فقد احسنت۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیئہ کو زبرقان بن بدرؓ کی ہجاء کرنے کی پاداش میں جیل میں ڈال دیا تھا۔ کچھ مدت کے بعد جیل سے نکال کر اس سے فرمایا ایاک وھجاء الناس قال اذن یموت عیالی جوعاً ھذا مکسبی ومنہ معاشی قال فایاک والمقذع من القول قال وما المقذع؟ قال ان تخایر بین الناس فتقول فلان خیرٌ من فلان وآل فلان خیرٌ من آل فلان قال فانت واللہ اھجی منی ثم قال عمر واللہ لولا ان تکون سنۃ لقطعتُ لسانکَ۔

بعض روایات میں ہے کہ جب حطیئہ کے بارے میں شکایات بہت بڑھ گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی زبان کاٹ ڈالنے کا عزم مصمم کر لیا قال عمر علیّ بالکرسیّ فأتی بہ فجلس علیہ ثم قال اشیروا علیّ فی الشاعر فانہ یقول الھجر وینسب بالحرم ویمدح الناس ویذمھم بغیر ما فیھم ما ارانی الا قاطعا لسانہ ثم قال علیّ بالطست فأتی بھا ثم قال علیّ بالمخصف۔ علیّ بالسکین لا بل علیّ بالموسیٰ فھو اوحیٰ فقالوا لا یعود یا امیر المؤمنین فاشاروا الیہ ان قل لا اعود فقال لا اعود یا امیر المؤمنین فقال لہ النجاء فاطلقہ کذا فی الاغانی۔

وروی عن عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ ان عمر رضی اللہ عنہ لما اطلق الحطیئۃ اراد ان یؤکد علیہ الحجۃ فاشتری منہ اعراض المسلمین جمیعاً بثلاثۃ آلاف درھم۔

حطیئہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ رہا۔ بقول حافظ ابن حجرؒ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد بھی مدت تک زندہ رہا۔

خلف بن هشام بن ثعلب ویقال هشام بن طالب بن غراب البزار البغدادی المقرئ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ قاری خلف کی کنیت ابومحمد تھی ۔

خلف مذکور بہت بڑے قاری ۔ زاہد وکثیر العبادۃ ۔ صاحب سنت ۔ ثقہ ۔ امین ومتبع سنت تھے ۔ دور دور سے علماء آپ سے اخذ قرارت کے لیے آتے تھے ۔ آپ قاری حمزہؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں ۔ حضرت حمزہؒ کی قرارت کی اشاعت میں آپ کا بڑا حصہ ہے ۔

خلف بن ہشام کے احوال کے لیے دیکھیے تاریخ بغداد، ج ۸ ص ۳۲۲ وغایۃ النہایہ ج ۱ ص ۲۷۲ ووفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۴۱ ۔ قاری خلف روایت کرتے ہیں امام مالک وحماد بن زید وہشیم وابوعوانہ ودراوردی وغیرہ رحمہم اللہ سے ۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں امام مسلم وابوداؤد وابن ابی خیثمہ وابراہیم حربی وعباس دوری وعبداللہ بن احمد ابن حنبل وابوزرعہ وابوحاتم وعبداللہ بن محمد بغوی رحمہم اللہ ۔ امام احمدؒ آپ کی توثیق کرتے ہیں وقال انہ واللہ عندنا الثقۃ الامین ۔

خلف بڑے محدث تھے اور بڑے محتاط تھے ۔ احتیاط فی الروایۃ کے بارے میں ایک حکایت سن لیں قال عباس الدوری وجّهنی خَلَفُ الی یحیی فقال کانت عندی کُتُبُ حمادِ بن زید فحدّثت بها وبقی عندی قاع بعضُها دارسٌ فاجتمعتُ علیه انا واصحابُنا فاستخرجناها فهل ترٰی ان اُحدّثَ بها قال فقال لی یحیی قل له حدِّث بها یا ابا محمد فانك الصدوق الثقة وقال النسائی بغدادیٌّ ثقة وقال الدارقطنی کان عابدًا فاضلاً قال اَعدتُ صلاةَ اربعین سنة کنت اتناول فیها الشراب علی مذهب الکوفیین ۔ کذا فی تهذیب التهذیب ج ۳ ص ۱۵۶ ۔

آپ صائم الدہر تھے ۔ ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں قرأ القراٰنَ عن سلیم واخذ حرف نافع عن اسحاق المسیبی وحرف عاصم عن یحیی بن اٰدم وهو امامٌ فی القراءات وله اختیارٌ حُمِل عنه متقدم فی روایة الحدیث صاحب سنّةٍ ثقة مامون اھ وفی الخلاصة قیل کان یصوم الدهر ۔

علماء قرارت کہتے ہیں کہ خلف قاری حمزہؒ کی قرارت کے راوی ہیں بواسطہ سلیم بن عیسیٰ کوفی حنفیؒ کے ۔ خلف نے سلیم سے اخذ قرارت کیا اور سلیم نے حضرت حمزہؒ سے اخذ کیا ۔ ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں ۔ قال خلف اتیتُ سلیمَ بن عیسی لأقرأ علیه وکان بین یدیه قوم واظنُّهم سبقونی فلما جلستُ قال بَلَغنی انّك ترید الترفع فی القراءة فلستُ اٰخذ علیك شیئًا قال فکنتُ احضر المجلس اسمع ولا یأخذ علیّ شیئًا فبکرتُ یومًا فی الغلس وخرج فقال مَن هاهنا یتقدّم ویقرأ فتقدمتُ واستفتحتُ بسورة یوسف وهی

من اشدّ القرآن اعرابًا فقال لی مَن انتَ فما سمعتُ اَقرأمنك ؟ فقلتُ خلف فقال لی فعلتها ما يحِلُّ لی ان اَمنعك فكنت اَقرأعليہ حتی بلغتُ يومًا حم المؤمن فلما بلغتُ الیٰ قولہ تعالیٰ ويستغفرون للذين اٰمنوا ۔غافر ۔ بکی بکاءً شديدًا ثم قال لی ياخلف الا ترٰی ما اَعظم حقّ المؤمنِ تراہ نائمًا علی فراشہ و الملائکۃ يَستغفرون لہ اھ ۔

نبیذ جب مُسکر نہ ہو تو وہ باتفاقِ ائمہ جائز ہے ۔ خود نبی علیہ السلام سے اس کا پینا ثابت ہے ۔ کما روی البخاری فی صحیحہ وغیرہ ۔ لیکن مُسکر کا پینا باتفاقِ علماء ممنوع ہے ۔ خلف پہلے نبیذ قریب اسکار یا قریب افطار تاویل کر کے جائز سمجھتے اور پیتے تھے پھر ترک کر دیا ۔ ابو جعفر نفیلیؒ کہتے ہیں خلف صاحب سنت تھے لیکن ان میں نبیذ پینے کا عیب تھا ۔ عبد الکریم بن حداد کہتے ہیں کان خلف يَشرب من الشراب علی التاويل فکان ابن اختہ يومًا يقرأ عليہ سورۃ الانفال حتی بلغ قولہ تعالیٰ ليميز اللہ الخبيثَ من الطيّب ۔ فقال ياخال اذا ميّز اللہ الخبيثَ من الطيّبِ اين يکونُ الشراب ؟ قال فنکس رأسہ طويلاً ثم قال مع الخبيث قال فترضٰی ان تکون مع اصحاب الخبيث ؟ قال يا بنیّ امض الی المنزل فاصببْ کل شئ فيہ فترکہ فاعقبہ اللہ تعالیٰ الصومَ فصام الدهرَ الی ان ماتَ ۔

قاری خلف بن ہشام بواسطہ یحییٰ بن آدم ابو بکر بن عیاش سے روایت کرتے ہیں ۔ براہ راست ابنِ عیاش سے روایت نہ کرنے کا سبب ایک قصہ ہے جس پر خلف عمر بھر افسوس کرتے رہے ۔ وہ قصہ ابن خلکان نے یوں لکھا ہے ۔ قال ابو العباس سمعتُ خلفًا يقول قدمت الکوفۃ فصرتُ الی سليم بن عيسی فقال ما اقدمك ؟ قلت اَقرأُ القراٰن علی ابی بکر بن عياش بحرف عاصم فقال لی الا تريد ؟ قلتُ بلٰی قال فدعا ابنہ و کتب معہ رقعۃً الی ابن عياش فاستاذن لی عليہ سليم بن عيسیٰ فدخل عليہ فاعطاہ الرقعۃ وکان لخلف سبع عشرۃ سنۃ قال فلما قرأ قال ادخِلِ الرجلَ فدخلتُ فسلّمتُ فصعّد فیّ النظر ثم قال لی انتَ خلف ؟ قلتُ نعم قال لی انت لم تخلف ببغداد احدًا اقرأ منك ؟ فسکتُّ فقال لی اقعُد هاتِ اقرأ قلت عليك ؟ قال نعم قلتُ لا الہ الا اللہ لا اَقرأ علی رجلٍ يستصغر رجلاً من حملۃ القراٰنِ و ترکتہ وخرجتُ فوجّہ الی سليم فسألہ ان يَردّنی اليہ فلم اَرجع قال خلف فندمتُ واحتجتُ فکتبتُ قراءۃَ عاصم عن يحيی بن ادم عن ابی بکر بن عياش اھ ۔ ابن عیاش قاری عاصم کے راوی ہیں ۔ وروٰی خلف بسندہ الی ابی هريرۃ الی النبی صلی اللہ عليہ وسلم ان اللہ عز وجلّ خلقَ مائۃ رحمۃٍ فانزل منها رحمۃً علی عبادہ يتراحمون بها وخبأ تسعًا وتسعين عندہ فاذا کان يوم القيامۃ جمع تيك الرحمۃ الی التسع والتسعين وفضّها علی عبادہ فمن رحمۃٍ واحدۃٍ جعلنی مسلمًا وعلمنی القراٰن وعرّفنی نبيّہ صلی اللہ عليہ وسلم وفعَل بی وفعل بی وانا ارجو من تسع وتسعين الجنّۃَ ۔

خلفؒ رواۃ قرا میں یہ ممتاز شان رکھتے ہیں کہ آپ صاحبِ قراءتِ مستقلہ ہیں۔ علماء آپ کو مستقل قاری، صاحبِ قراءت شمار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ دس مشہور قرا میں سے ہیں۔

خلفؒ کا انتقال بغداد میں جمادی الآخرہ ۲۲۹ھ میں ہوا۔

فائدہ۔ خلفؒ قراءۃ عاشرہ کے امام ہیں۔ آپ کے دو راوی مشہور ہیں۔ اوّل، اسحٰق بن ابراہیم ورّاق مروزی ثم بغدادی متوفی ۲۸۶ھ مشہور زمانہ قاری ابن شنبوذ اسحٰق کے تلمیذ ہیں۔ دوم، ادریس بن عبدالکریم بغدادی متوفی ۲۹۲ھ۔

خلّاد بن خالد الصیرفی الکوفی رحمہ اللہ۔ آپ کی کنیت ابو عیسٰی ہے۔

آپ حضرت حمزہ قاری رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ آپ حمزہؒ سے بواسطہ سلیم بن عیسٰی کوفی حنفیؒ روایت کرتے ہیں۔ آپ کی وفات شہر کوفہ میں ہوئی۔ سال وفات ۲۲۰ھ ہے۔

الخلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم الفراھیدی البصری ویقال الفرھودی الازدی الیحمدی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

خلیل رحمہ اللہ علمِ نحو وعربیّت کے امام اور سیبویہ کے استاذ ہیں۔ علمِ عروض کو مستنبط کر کے عدم سے وجود میں لائے اور اس کی اقسام کو پانچ دوائر میں منحصر کیا جن سے پندرہ بحور یعنی اوزانِ شعر کا استخراج ہوتا ہے اخفش نے ایک اور بحر کا اضافہ کر کے اس کا نام بحر خبب رکھا۔ احمد کا والد عمرو بالواو ہے۔ کما یعلم من وفیات الاعیان، ج ۲ ص ۲۴۴۔ اور بغیہ میں عمر بلا واو درج ہے۔ واللہ اعلم۔

خلیل بن احمدؒ زاہد، عابد، منقطع الی اللہ اور تارکِ دنیا تھے۔ خلیل روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی وعاصم احول وعثمان بن حاضر وعوام بن حوشب وغالب القطان رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں حماد بن زید ونضر بن شمیل وسیبویہ واصمعی وہارون بن موسیٰ نحوی وداؤد بن المحبّر وغیرہ رحمہم اللہ۔

حماد بن زید کہتے ہیں کان الخلیل یری رای الاباضیّۃ حتی منّ اللہ علیہ بمجالسۃ ایّوب۔ آپ بڑے متواضع اور تارکِ دنیا تھے۔

سلیمان بن علی امیر بصرہ یا امیر سندھ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرے ہاں آکر میری اولاد کو تعلیم دیں فاخرج الخلیل الی رسولہ خبزًا یابسًا وقال مادامَ ھذا عندی لاحاجۃ لی فیہ ولاحاجۃ فی سلیمان فقال الرسول فماذا ابلغہ عنک فانشأ یقول ؎

اَبلغ سُلیمان اَنّی عنک فی سعۃٍ　　　وفی غِنًا غیرَ اَنّی لستُ ذا مالٍ

شُحّاً بنفسی اِنّی لا اریٰ اَحدًا ۔۔۔ یموتُ ھزلًا ولا یبقیٰ علیٰ حال

الرزقُ عن قدرٍ لا الضعفُ ینقصہ ۔۔۔ ولا یزیدك فیہ حولُ محتال

والفقرُ فی النفسِ لا فی المال نعرفہ ۔۔۔ ومثلُ ذاك الغنیٰ فی النفس لا المال

سلیمان موصوف نے وہ وظیفہ بند کر دیا جو اس سے قبل وہ ہمیشہ خلیل کو دیا کرتا تھا تو خلیل نے کہا ؎

انّ الذی شقّ فمی ضامنٌ ۔۔۔ للرزقِ حتی یتوفّانی

حرمتنی خیرًا قلیلًا فما ۔۔۔ زادك فی مالكَ حرمانی

سلیمان نے اشعار سننے کے بعد دوبارہ وہ وظیفہ مالی جاری کر کے خلیل کو معذرت لکھی اور معافی مانگی نیز وظیفہ دُگنا کر دیا۔ تو خلیل نے پھر یہ شعر کہے ؎

وزلّةٍ یکثُر الشیطانُ اِن ذکرت ۔۔۔ منھا التعجب جاءت من سلیمانا

لا تعجبنّ لخیرٍ زلّ عن یدِہ ۔۔۔ فالکوکبُ النحسُ یسقی الارضَ احیانا

مشہور فصیح و بلیغ ادیب عبداللہ بن المقفّع اور خلیل ایک رات جمع ہوئے اور دیر تک ان میں علمی گفتگو ہوتی رہی فلمّا تفرّقا قیل للخلیل کیف رأیتَ ابن المقفع؟ فقال رأیتُ رجلاً علمہ اکثر من عقلہ وقیل لابن المقفع کیف رأیتَ الخلیل؟ قال رأیتُ رجلاً عقلہ اکثر من علمہ۔

خلیل کی تصانیف یہ ہیں۔ کتاب العین فی اللغۃ و کتاب العروض و کتاب الشواہد و کتاب النقط والشکل و کتاب النغم و کتاب فی العوامل۔ کذا فی وفیات الاعیان۔ ج ۲ ص ۲۴۶۔ لیکن علّامہ قفطیؒ کہتے ہیں کتاب العوامل منحول علیہ خلیل کی کتاب عین لغتِ عربی میں پہلی کتاب ہے مگر اس میں بہت سے اغلاط لغویّہ و علمیہ ہیں۔ لہٰذا بعض علماء کے نزدیک یہ خلیل کی تصنیف نہیں۔

آپ کے والد احمد پہلے شخص ہیں جو احمد کے نام سے موسوم ہوئے نبی علیہ السلام کے بعد۔

خلیلؒ اکثر اوقات اخطل کا یہ شعر دہراتے تھے ؎

واذا افتقرتَ الی الذخائر لم تجد ۔۔۔ ذُخرًا یکونُ کصالح الاعمال

آپ کی موت کا سبب بھی بڑا عجیب ہے۔ وفیات میں ہے ان الخلیل قال ارید ان اُقرّب نوعًا من الحساب تمضی بہ الجاریۃ الی البیاع فلا یمکنہ ظلمھا ودخل المسجد وھو یعمل فکرہ فی ذلك فصدمتہ ساریۃ وھو غافل عنھا بفکرہ فانقلب علی ظھرہ فکانت سبب موتہ وقیل بل کان یُقطّع بحرًا من العروض اھ

خلیل بن احمد کا بیٹا غبی تھا۔ ایک دن باپ کے پاس ایسے وقت آیا جب کہ وہ اشعار کی تقطیع میں مشغول تھے۔ بیٹے کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ باپ کیا بول رہے ہیں چنانچہ اسے باپ کے پاگل ہو جانے کا یقین ہو گیا اور

فخرج الی الناس وقال ان ابی قد جنّ قد خلوا علیہ واخبروہ بما قال ابنہ فقال مخاطبا لابنہ ؎

لوکنتَ تعلم ما أقول عذرتنی | اوکنتُ اعلم ما تقول عذ لتُکا
لکن جہلتَ مقالتی فعذ لتنی | وعلمتُ انك جاھلٌ فعذ رتُکا

خلیل بن احمدؒ یہ شعر زیادہ پڑھا کرتے تھے ؎

یقولون لی دارُ الاحبۃِ قد دنتْ | وانت کئیبٌ اِنّ ذا لعجیبٌ
فقلتُ وما تُغنی الدیارُ وقُربُھا | اذا لم یکن بین القلوبِ قریبٌ

خلیل کے تلمیذ نضر بن شمیل فرماتے ہیں اَقام الخلیل فی خُصٍّ من اَخصاص البصرۃ لا یقدر علی فلسین واصحابُہ یکسِبون بعلمہ الاموال ولقد سمعتُہ یومًا یقول اِنّی لاُغلِقُ علیّ بابی فما یُجاوِزہ ھَمّی ۔

خلیل بن احمد فرمایا کرتے تھے اکمل ُ مایکونُ الانسان عقلاً وذھناً اذا بلغ اربعین سنۃً وھی السِّنُّ التی بَعَثَ اللہ فیھا محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم ثم یتغیّر وینقُص اذا بلَغ ثلاثًا وستین سنۃً وھی السنّ التی قبض فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصفٰی مایکون ذھنُ الانسان فی وقتِ السحر اھ

سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں وکان اٰیۃً فی الذکاء وکان الناس یقولون لم یکن فی العربیّۃ بعد الصحابۃ اذکیٰ منہ وکان یحجّ سنۃً ویغزو سنۃً وھو اول من جمع حروفَ المعجم فی بیت واحد وھو ؎

صِفْ خُلُقَ خَودٍ کمثل الشمس اِذ بزغتْ | یحظی الضّجیعُ بھا نجلاء معطار

خلیلؒ کا سال وفات ۱۷۵ھ ہے ۔ کل عمر ۷۴ سال تھی ۔ وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا فقیل لہ ما صنع اللہ بك فقال اَرأیتَ ما کنا فیہ لم یکن شیئًا وما وجدتُ افضل من سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ۔

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں ۔

الدُّوری القاری رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ آپ امام کسائی وابوعمرو بن العلاء کے راوی ہیں قراءاتِ سبعہ میں

وھو حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صُھَیب الاَزدی ابوعمر الدوری المقری الضریر الاصغر ۔

دوری مشہور قاری ہیں ۔ قراءِ سبعہ میں سے دو قاریوں یعنی کسائی وابوعمرو بن العلاء کی قراءات کے راوی ہیں ۔ آپ سامرا کے باشندے ہیں ۔ نابینا تھے ۔ دُوری منسوب ہے بغداد کے قریب ایک موضع کی طرف ۔ آپ روایت کرتے ہیں ابن عیینہ وابی بکر بکراوی واسماعیل بن جعفر واسماعیل بن عیاش وعبد الوہاب خفاف وعلی ابن حمزہ کسائی ویزید بن ہارون ووکیع وغیرہ رحمہم اللہ سے ۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابن ماجہ وابوزرعہ وابن ابی الدنیا وابوحاتم رحمہم اللہ ۔

قال ابو حاتم هو صدوق وقال ابو داؤد رأیتُ احمد یکتب عنہ وقال الدارقطنی ضعیف وقال العقیلی ثقۃ۔ قرارت میں سب سے پہلے آپ ہی نے تصنیف کی۔ ابن سعد فرماتے ہیں کان عالماً بالقرآن وتفسیرہ دوری نے علم قرارت کسائی واسماعیل بن جعفر ویزیدی وسلیم بن عیسیٰ وشجاع بن ابی نصر الخراسانی سے پڑھی خطیب فرماتے ہیں کان یُقرِئ بقراءۃ الکسائی واشتہر بہا۔ کذا فی التہذیب ج ۲ ص۴۰۸

سال وفات ۲۴۶ھ ہے۔ کل عمر ۹۰ سال سے متجاوز تھی۔ دوری کی کنیت ابو عمر ہے بلا واو نہ کہ ابو عمرو بالواو۔

فائدہ - دوری کو ابو عمر الضریر الاصغر اس لیے کہتے ہیں کہ علماء کبار میں اسی نام وکنیت اور وصف کے ایک اور عالم بھی ہیں۔ علماء ان کو ابو عمر الضریر الاکبر کہتے ہیں۔ ابو عمر اکبر کا مختصر ترجمہ یہ ہے ھو حفص بن عمر ابو عمر الضریر الاکبر البصری۔ یہ اکبر قاری نہیں ہیں۔

یہ اکبر روایت کرتے ہیں جریر بن حازم وصالح مری وغیرہ سے اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو داؤد وامام احمد وابو حاتم وابو زرعہ وغیرہ رحمہم اللہ۔ آپ بڑے محدّث تھے۔ قال ابو زرعۃ ھو صدوق صالح الحدیث ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولد وھو اعمی۔

سال وفات ۲۲۰ھ ہے۔ کل عمر ۷۰ سال سے متجاوز تھی۔ کذا فی التہذیب۔

رفاعۃ رضی اللہ عنہ - وہ تفسیر آیت فلا تحِلّ لہٗ من بعدُ حتّٰی تنکِحَ زوجًا غیرہ میں مذکور ہیں۔

ھو رفاعۃ بن سَمَوْأل القرظی رضی اللہ عنہ۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنی بیوی تمیمہ بنت وہب کو طلاق دی تھی۔ پھر اس نے عبد الرحمٰن بن الزَّبیر (بفتح الزاء وکسر الباء) سے نکاح کیا۔ دوبارہ وہ رفاعہ کے پاس آنا چاہتی تھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا لاحتی تذوقی عُسَیلتہ ویذوق عُسیلتک روی مالک باسنادہ عن الزُّبیر بن عبد الرحمٰن بن الزبیر ان رفاعۃ بن سموال طلق امرأتہ تمیمۃ بنت وھب فذکر القصۃ بعض روایات میں اس عورت کا نام عائشہ بنت عبد الرحمٰن بن عتیک النضری ہے۔

روی ابن شاہین من طریق تفسیر مقاتل بن حبان فی قولہ تعالیٰ فان طلّقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجًا غیرہ نزلت فی عائشۃ بنت عبد الرحمٰن بن عتیک النضری کانت تحت رفاعۃ بن وھب بن عتیک وھو ابن عمھا فطلّقھا طلاقاً بائناً فتزوّجت بعدہ عبد الرحمٰن بن الزبیر۔ کذا فی الاصابۃ وغیرہ۔

بعض روایات میں اس کا نام تمیمہ بنت ابی عبید القرظیہ لکھا ہے اور خاوند کا نام رفاعہ اور رافع بالشک لکھا ہے۔ روی قتادۃ ان تمیمۃ بنت ابی عبید القرظیۃ کانت تحت رفاعۃ او رافع القرظی فطلقھا۔ مگر محمد بن اسحٰق نے بالکل

برعکس روایت کی ہے حیث روی محمد بن اسحٰق عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ قال کانت امرأۃ من بنی قریظۃ یقال لھا تمیمۃ تحت عبد الرحمٰن بن الزبیر فطلقھا فتزوجھا رفاعۃ ثم طلقھا رفاعۃ فارادت أن ترجع الی عبد الرحمٰن فذکر الحدیث اخرجہ ابونعیم وقیل اسمھا سھیمۃ۔

رؤبۃ شاعر رحمہ اللہ۔ وہ تفسیر آیت ذلک بانھم کانوا یکفرون بآیٰت اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق الآیۃ میں اور تفسیر یُضِلّ بہ کثیرًا ویھدی بہ کثیرًا ومایُضِلّ بہ الا الفٰسقین میں مذکور ہیں۔

ھو ابوالجحاف رؤبۃ بن العجاج عبد اللہ بن رؤبۃ بن لبید من بنی مالک

رؤبہ اور اس کے والد عجاج دونوں شاعر ہیں۔ ہر ایک کا رجز میں دیوان ہے۔ رؤبہ اپنے باپ سے افصح واعلیٰ ہے۔ روی انہ قال لابیہ انا اشعر منک لانی شاعر وابن شاعر وانت شاعر فقط۔ دونوں راجز ہیں۔ یعنی عام قصیدہ کی بجائے صرف بحر رجز میں شعر کہتے تھے وقیل لیونس النحویّ من اشعر الناس ؟ قال العجاج ورؤبۃ فقیل لہ لم نعنِ الرجّاز قال ھما اشعر اھل القصید انّما الشعر کلام فاجودہ اشعرہ کذا فی خزانۃ الادب ج ۱ ص ۹۲۔

یونس نحویؒ رؤبہ کے پاس ہمیشہ آتے جاتے تھے اور مختلف اشعار ولغات کے بارے میں ان سے سوالات کرتے تھے۔ یونس کہتے ہیں کہ ایک دن ہم ان کے پاس گئے تو رؤبہ نے مجھ سے کہا حتی متی تسألنی عن ھذہ الاباطیل وأزوّقھا لک اما تری الشیب قد بلغ فی راسک ولحیتک وذکر ابن قتیبۃ فی کتاب الشعر والشعراء ج ۲ ص ۴۹۵ قال ابوعبیدۃ دخلت علی رؤبۃ وھو یملّ جُرذًا فی النار فقلت لہ اتأکلھا قال نعم انھا خیر من دجاجکم انھا تأکل البُرّ والتمر اھ

خزانۃ الادب میں ہے رؤبہ نے دولتِ عباسی کا زمانہ پایا۔ منصور وابومسلم کی مدح کی۔ بصرہ میں مقیم تھے زمانہ فتنہ میں دیہات میں اقامت اختیار کی اور ۱۴۵ھ میں انتقال ہوا۔

فائدہ۔ مسمّٰی بہ رؤبہ تین اشخاص ہیں۔ ایک رؤبۃ بن العجاج بن رؤبۃ بن لبید جو مذکور ہوئے اور مشہور ہیں۔

دوسرا رؤبۃ بن العجاج بن شدقم الباہلی۔

تیسرا رؤبۃ بن عمرو بن ظہیر ثعلبی۔ کذا قال الآمدی فی المؤتلف والمختلف۔

۶۵۔ رَوح رحمہ اللہ۔ بفتح الراء وسکون الواو۔ آپ قاریٔ ثامن یعنی یعقوب حضرمیؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔

ھو روح بن عبد المؤمن الھذلی مولاھم البصری المقری رحمہ اللہ۔

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ عظیم قاری ومحدّث تھے۔ آپ روایتِ حدیث کرتے ہیں یزید بن زریع وحماد بن زید وعبدالواحد بن زیاد وابوعوانہ وجعفر بن سلیمان ضبعی ومعاذ بن ہشام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ کذا فی تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۹۶۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری وعثمان دارمی وابوزرعہ وعبداللہ بن احمد وابوخلیفہ وابویعلی موصلی وغیرہ رحمہم اللہ تعالے۔

روحؒ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ آپ بخاری کے ان شیوخ میں سے ہیں جن سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

ابوعمر دانیؒ طبقات میں لکھتے ہیں قرأ علیٰ یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ اھ۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے قال ابن ابی حاتم عن ابیہ صدوق۔ سال وفات ۲۳۳ھ یا ۲۳۵ھ ہے۔

رُوَیس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں رُوَیس متکرر الذکر ہیں۔

ھو محمد بن المتوکل اللؤلؤی البصری القاری المقرئ الثقۃ الضابط الورع المواظب علی العلم والقراءۃ المعروف برُوَیسؒ۔

رُوَیس بضم راء وفتح واو صیغہ تصغیر ہے۔ آپ بہت بڑے قاری ہیں۔ قاری ثامن یعقوب بن اسحٰق حضرمی کے مشہور دو راویوں میں سے ایک ہیں۔

دوسرے راوی روح بن عبدالمؤمن ہیں۔ رویسؒ بنومازن میں رہائش پذیر تھے۔

رویسؒ اپنے شیخ قاری یعقوب کے علوم خصوصًا علم قرأت کے حامل وامین ہیں۔ اور آپ کے ذریعہ قراءۃِ یعقوب پھیلی اور مشہور ہوئی۔ شیخ یعقوب کا آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ چنانچہ پڑھاتے وقت آپ کو اس طرح خطاب فرماتے ھاتِ یالالُ۔ اَحسنتَ یالالُ۔ ھاتِ یالالِئُ۔ اَحسنتَ یالالِئُ۔

لال لالِی کا مخفف ومرخّم ہے یہ جمع ہے لؤلؤ (موتی) کی۔ حُسنِ قرأت وجودتِ تلاوت کی وجہ سے یعقوب ان کو لال کہتے تھے اور مفرد یعنی لؤلؤ کی بجائے ذکرِ جمع سے مقصد مزید تعظیم وتکریم ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ لال مخفف لَآّل بروزن علّام وضرّاب ہو۔ لَآّل موتی فروش کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے آپ کو لؤلؤی کہتے ہیں۔

باقی تلقیب بہ لاک کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔

اوّل یہ کہ لاک ایک قسم کا گوند یا چپکنے والی شے ہے جو بعض درختوں سے نکلتی ہے۔ چنانچہ درس میں ہمیشہ

حاضر رہنے اور ملازمتِ قراءت و مواظبتِ تلاوت اور علم سے چمٹے رہنے کی وجہ سے ان کو لاک کہا جاتا تھا۔
دوم۔ ممکن ہے کہ لاک کا ماخذ لوک ہو۔ اور اصل میں لائک بصیغۂ اسم فاعل ہو۔ پھر ہمزہ حذف ہوکر لاک ہوا۔ خلیل بن احمدؒ وغیرہ ائمۂ نحو کے نزدیک قائل میں قال و دائر میں دار اور جائر میں جار کہنا جائز ہے تو بنا بریں قول لائک لاک ہوا۔ اور یعقوب نے جودتِ قراءت اور بسہولت حروف ادا کرنے کی وجہ سے رویس کو لاک کہا ہو۔ رویس کا سال وفات ۲۳۸ھ ہے۔

زُہیر شاعر۔ صم بکم عمی فہم لا یرجعون کی شرح میں وہ مذکور ہے۔

ھو زھیر بن ربیعۃ بن قرط

زہیر مشہور جاہلی شاعر ہے۔ اس کا خاندان شعراء کا خاندان تھا۔ زہیر کے بیٹے کعب رضی اللہ عنہ بڑے شاعر تھے۔ کعبؓ صحابی ہیں اور صاحبِ قصیدۂ بانت سعاد ہیں۔ اصابہ میں ہے کان زھیر و ولداہ بجیر و کعب و ولدا کعبٍ عقبۃ والعوام شعراء اھ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زہیر کو اشعر عرب کہتے تھے۔ یروی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال انشدنی لاشعر شعرائکم قیل ومن ھو؟ قال زھیر۔ قیل وبم صار کذلک؟ قال کان لا یُعاظل بین القول ولا یتبع حوشیّ الکلام ولا یمدح الرجل الا بما ھو فیہ اھ۔ عکرمہ نے اپنے والد جریر سے پوچھا مَن اشعر الناسِ؟ قال فی الجاھلیۃ زھیر وفی الاسلام الفرزدق قلت لہ فانت؟ قال انا نحرتُ الشعر نحرًا۔

عبد الملک نے ایک مرتبہ شعراء سے پوچھا ایّ بیتٍ اَمدح؟ فاتفقوا علی بیت زھیر ؎

تراہ اذا ما جئتہ متھلّلاً　　کأنّك تُعطیہ الذی انتَ سائلہ

کتاب الشعر والشعراء ج ص ۷۹ میں ابن قتیبہ لکھتے ہیں کان زھیر جاھلیًا لم یدرك الاسلام وادرك ابناہ کعب و بجیر وکان لکعبؓ ابن یسمّی عقبۃ بن کعبؓ ھو شاعر وُلد لعقبۃ العوّام وھو شاعر فھولاء خمسۃ شعراء فی نسق العوّ ام ابن عقبۃ بن کعب بن زھیر بن ابی سلمی وکان ابو سلمی ایضًا شاعرًا اھ۔ زہیر کے اچھے اشعار ہرم مری کی مدح میں ہیں۔ بعض مستشرقین کی تحقیق کے مطابق زہیر کی وفات ۶ھ مطابق ۶۲۷ء میں ہوئی۔

وفی الاغانی ج ۱۰ ص ۳۰۱ وجدتُ فی بعضِ الکتبِ انّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر الی زھیر بن ابی سلمی ولہ مائۃ سنۃ فقال اللھم اَعذنی من شیطانہ فما لاك بیتًا حتی مات اھ

زید بن عمرو بن نُفَیل رحمہ اللہ۔ وہ آیت فلا تجعلوا للہ اندادًا میں مذکور ہیں۔

ھو زید بن عمرو بن نُفَیل بن عبد العزی القرشی العدوی۔ حضرت عمر رضی اللہ کا والد خطاب زید کا چچا اور اخیافی بھائی یعنی ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ وذلك لان عمرو بن نفیل قد خَلَف علی امرأۃ ابیہ

بعد ابیه وکان لها من نفیل اخوہ الخطاب - کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۷

زید بن عمرو نے اگرچہ زمانہ نبوت نبی علیہ السلام نہیں پایا تاہم وہ مؤمن و موحد تھے۔ جاہلیت میں وہ بت پرستی سے بیزار تھے۔ بتوں کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے تھے لوگوں کو شرک سے روکتے تھے۔ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضہ کہتی ہیں کہ میں نے زید کو بیت اللہ شریف سے تکیہ لگائے اور یہ کہتے ہوئے دیکھا یامعشر قریش والذی نفسُ زیدٍ بیدہٖ ما اصبح اَحدٌ منکم علیٰ دین ابراھیم غیری ثم یقول اللھم انی لو اَعلَم احبَّ الوجوہ الیك عبدتك بہ ولکنّی لا اعلم ثم یسجُدُ علیٰ راحلتہ - وعن ھشام انہ کان یصلّی الی الکعبۃ ویقول الٰھی اِلٰہُ ابراھیم ودینی دین ابراھیم - زید موؤدہ لڑکیوں کو جنھیں کفار زندہ دفن کردیا کرتے تھے بچاتے تھے اور دفن کرنے والے سے کہتے تھے لا تقتلھا ادفعھا الیَّ اکفُلُھا فاذا ترعرعت فان شئتَ فخذھا وان شئتَ فادفعھا -

نسائی وغیرہ میں ہے کہ قریش کی ایک جماعت جو زید بن عمرو بن نفیل و ورقہ بن نوفل و عثمان بن الحویرث وعبداللہ بن جحش پر مشتمل تھی عبادتِ اصنام سے بچنے اور دینِ حق کی تلاش میں ملکِ شام گئی۔ وہاں پر یہود و نصاریٰ سے ملے۔ واپسی پر ان میں سے ورقہ نے تو نصرانیت اختیار کرلی اور کتابیں پڑھ کر بڑا عالم بن گیا۔ اور زید دینِ حنیف دینِ ابراہیم پر ہی قائم رہے۔ اس سلسلے میں زید نے بڑی تکلیفیں بھی اٹھائیں۔ چنانچہ خطاب انہیں بہت اذیت دیتا تھا۔ حرم شریف میں آنے سے انہیں روکتا تھا۔ شام میں ایک راہب نے زید کو بتایا تھا کہ صحیح دین آج کہیں بھی نہیں مل سکتا۔ اس زمانے میں ایک نبی آنے والے ہیں۔ نبی علیہ السلام کے سامنے زید بن عمرو کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا ھو اُمّۃٌ وحدہٗ یوم القیامۃ -

زید کے فرزند سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ایک دن سعید بن زیدؓ نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ انّ اَبی کما رأیتَ وکما بلغك فاستغفر لہ قال نَعَم فانّہ یُبعث یوم القیامۃ امّۃ واحدۃ -

واقدی عامر بن ربیعہ کی یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ میں نے زید سے سُنا کہ میں اولادِ اسمٰعیل یعنی اولادِ عبدالمطلب میں ایک نبی کا انتظار کر رہا ہوں قال زید ولا اُرانی اُدرکہ وانا اُومن بہ و اُصدّقہ واَشھد انّہ نبیّ فان طالت بك مدۃ فرأیتہ فاقرئہ منّی السلام وسأخبرك ما نعتُہ حتیٰ لا یخفیٰ علیك قلت ھلمّ قال ھو رجل لیس بالطویل ولا بالقصیر ولا بکثیر الشعر ولا بقلیلہ ولیست تُفارق عینہ حمرۃٌ وخاتم النبوّۃ بین کتفیہ واسمہ احمدُ وھذا البلد مولدہٗ ومبعثُہ ثم یخرجہ قومہ منھا ویکرھون ماجاء بہ حتیٰ یُھاجر الی یثرب فیظھر امرُہ فایّاك ان تخدع عنہ ثم قال عامر فلما اسلمت اَخبرتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قول زید بن

عمرو واقرائہ منہ السلام فردّ علیہ السلام وترحّم علیہ وقال قد أیتہ فی الجنّۃ یسحب ذیولًا۔

وعن اسماء قالت سمعت زید بن عمرو یقول یا معشر قریش ایاکم والزنا فانہ یورث الفقر۔

سعید بن مسیّبؒ فرماتے ہیں کہ زید بن عمرو اس وقت وفات پا گئے جس وقت قریش کعبۃ اللہ کی تعمیر میں مشغول تھے۔ یعنی نبوت سے پانچ سال قبل۔ بقول واقدیؒ مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا اور جبل حراء کے دامن میں مدفون ہوئے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ملک شام میں بلقاء کے قریب بنولخم نے انہیں قتل کیا۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلتُ الجنۃَ فرأیتُ لزید بن عمرو ابن نفیل دوحتین۔ کذا فی البدایہ۔ زید کے چند اشعار حسب روایتِ عروہ یہ ہیں ؎

أربٌّ واحدٌ أم ألف ربٍّ ... أدینُ اذا تقسّمتِ الامور

عزلتُ اللاتَ والعزّیٰ جمیعًا ... کذلك یفعل الجلد الصبور

فلا العزّیٰ أدینُ ولا ابنتیھا ... ولا صنمَیْ بنی عمرو ازور

ولا غُنمًا ادینُ وکان ربًّا ... لنا فی الدھر إذ حلمی یسیر

عجبتُ وفی اللیالی مُعجباتٌ ... وفی الایّام یعرفھا البصیر

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ وہ آیت یسئلونك عن الخمر والمیسر الخ میں مذکور ہیں۔

ھو سعد بن مالك بن أُھیب القرشی رضی اللہ عنہ۔

آپ قریشی و مہاجر ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں آپ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی۔ آپ کی والدہ حمزہ بنت سفیان بن امیہ ہے۔ یعنی ابوسفیان بن حرب کی بنتِ عم ہے۔ حضرت سعدؓ کے چند احوال و اوصافِ شریفہ یہ ہیں۔

اوّلاً آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں و آخرہم موتًا۔ اور ان چھٌے اہل شوریٰ میں سے ایک ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ شوریٰ کی تقرری کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا إن أصابتہ الإمرۃُ فذاك والّا فلیستعن بہ الوالی۔

ثانیًا۔ عراقی فتوحات کی ابتداء آپ نے کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس فوج کا امیر مقرر کیا تھا جو بلادِ فارس کی طرف بھیجی گئی تھی۔ جنگِ قادسیہ میں امیر آپ ہی تھے۔ آپ ہی نے کسریٰ کا دار الخلافہ مدائن فتح کیا۔

ثالثًا۔ عن ابن اسحٰق قال کان اشدّ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ عمرو الزبیر وسعد ابن ابی وقاص وعلی رضی اللہ عنھم۔

رابعًا۔ جنگِ احد میں آپ نے بڑی بہادری دکھائی ۔ وعن علی رضی اللہ عنہ قال ما سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمَعَ اَبَوَیہ لاحدٍ الا لسعد بن ابی وقاص فانی سمعتُہ یوم اُحدٍ یقول ارمِ فداک ابی واُمی رواہ الشیخان ۔ قال الزھری رمی سعد یوم احد الف سہم۔

خامسًا۔ قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد فتنوں اور لڑائیوں سے بالکل برطرف رہے ۔

سادسًا۔ ھو اوّلُ مَن رمٰی فی سبیل اللہ۔

سابعًا۔ ھو اوّلُ مَن اَراق دمًا فی سبیل اللہ ۔

ثامنًا۔ آپ مستجاب الدعاء تھے۔ صحابہؓ آپ کو ناراض نہیں کرتے تھے ان کی بددعا سے سب ڈرتے تھے روی الترمذی ان النبی علیہ السلام قال اللھم استجب لسعد اذا دعاک فکان لا یدعو الا استجیب لہ۔

تاسعًا۔ قال النووی واسلمَ قدیمًا بعد اربعۃ وقیل بعد ستۃٍ وھو ابن سبع عشرۃ سنۃً وفی صحیح البخاری انہ قال لقد مکثتُ سبعۃَ ایام وانی لثالثُ الاسلام۔

عاشرًا۔ روی الترمذی من حدیث جابر قال اَقبَل سعد فقال النبی علیہ السلام ھذا خالی فلیُرِنی امرؤٌ خالہ۔

سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال مدینہ منورہ کے قریب مقام عقیق میں ہوا پھر جنازہ مسجد نبوی میں لایا گیا اور یہاں نماز جنازہ پڑھی گئی ۔ سال وفات ۵۵ھ یا ۵۸ھ ہے ۔

سیبویہ رحمہ اللہ۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں متکرر ہے۔

ھو عمرو بن عثمان بن قنبر البصری رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

سیبویہ نُحاۃ بصرہ کے امام ہیں۔ کنیت ابوبشر ہے ۔ کان مولی بنی الحارث بن کعب ۔ تلقیب سیبویہ کی متعدد وجوہ علماء نے ذکر کی ہیں۔ سیوطیؒ بغیہ میں فرماتے ہیں ولُقِّب سیبویہ ومعناہ رائحۃُ التفاح فقیل کانت اُمُّہ ترقصہ بذلک فی صغرہ وقیل کان من یلقاہ لا یزال یشمّ منہ رائحۃَ الطیبِ فسمّی بذلک وقیل کان یعتاد شَمّ التفاح وقیل لقب بذلک للطافتہ لان التفاح من اَطیبِ الفواکہ اھ۔

آپ فارسی الاصل ہیں ۔ فارس کے شہر بیضاء سے آپ کی اصل وابستہ ہے ۔ شہر بصرہ میں رہتے تھے خلیل ویونس وابوالخطاب اخفش وعیسی بن عمر وغیرہ سے علم حاصل کیا ۔ ابن کثیر بدایہ ج ۱۰ ص ۱۷۶ پر لکھتے ہیں وقد کان فی ابتداء امرہ یصحب اھلَ الحدیثِ والفقھاء وکان یَستملِی علی حماد بن سلمۃ فلحن یومًا فرُدَّ علیہ قولہ فأنِفَ من ذلک فلزم الخلیلَ بن احمد فبرع فی النحو اھ۔

بغداد گئے تو وزیر یحییٰ برمکی سے ملے یحییٰ کی مجلس میں کسائی سے مناظرہ ہوا اور شکست کھائی ۔ مناظرہ اس

اس قول میں تھا قد کنتُ اظُنّ انّ الزنبورَ اشدَّ لسعۃً من العقرب فاذا ھو ھی او ھو ایّاھا سیبویہ نے کہا کہ صرف رفع جائز ہے یعنی فاذا ھو ھی اور ھو ایّاھا جائز نہیں ہے۔ کسائی نے کہا رفع و نصب دونوں جائز ہیں۔ سارے اعراب نے جو وہاں پر موجود تھے کسائی کی رائے کو صحیح کہا۔

کسائی نے یحییٰ سے سفارش کرتے ہوئے کہا اَصلَحَ اللہ الوزیر انّہ قد وفَدَ الیکَ من بلدہٖ مؤمّلاً فان رأیتَ اَن لا تردّہ خائباً فأمر لہ بعشرۃ آلاف درھم۔ اس کے بعد سیبویہ خراسان و فارس کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ وہاں کے امیر طلحہ بن طاہر علم نحو پسند کرتے تھے۔ راستے میں شہر بیضاء میں اور عند البعض شیراز میں اور عند البعض بصرہ میں وفات پا گئے۔

وفات کے وقت آپ کی عمر بقول خطیب ۳۲ سال تھی۔ اور بقول بعض علماء آپ کی عمر ۴۰ سال سے زیادہ تھی۔

سالِ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ یعنی ۱۸۰ھ یا ۱۶۱ھ یا ۱۸۸ھ یا ۱۹۴ھ میں وفات ہوئی۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کان سیبویہ شابّاً حسناً جمیلاً نظیفاً وقد تعلّق من کل علم بسبَبٍ وضرب مع کلّ اھلِ ادب بسھم مع حداثۃ سنّہ اھ۔

علم نحو میں سیبویہ نے ایک ضخیم کتاب لکھی جو بے نظیر ہے۔ بڑی مشکل مغلق۔ بحر حقائق و منبع دقائق و کنز علومِ نحو و عربیت ہے۔ ثعلبؒ فرماتے ہیں انہ لم ینفرد بتصنیفہ بل ساعدہ جماعۃٌ فی تصنیفہ نحوًا من ار بعین نفساً ھو اَحدھُم وھو اصول الخلیل فادّعاہ سیبویہ الی نفسہ اھ۔ لیکن سیرافیؒ وغیرہ نے ثعلبؒ کے اس دعویٰ کو غلط کہا ہے۔

سیبویہ کی زبان میں کچھ بندش و لکنت تھی مگر آپ کا قلم زبان سے ابلغ و افصح تھا۔ سیبویہ علم خلیل کے حامل ہیں۔ سیبویہ کی کتاب کو بڑی مقبولیت نصیب ہوئی۔ مازنیؒ فرماتے ہیں مَن اراد ان یعمل کتاباً کبیراً فی النحو بعد کتاب سیبویہ فلیستحیِ مما اَقدم علیہ وقال ایضاما اَخلوفی کل زمَن من اعجوبۃٍ فی کتاب سیبویہ ولھذا سمّاہ الناس قراٰنَ النحو وقال ابن کیسان نظرنا فی کتاب سیبویہ فوجدناہ فی الموضع الذی یَستحِقّہ اھ۔ کذا فی الخزانۃ ج ۱ ص ۳۳۵

خزانۃ الادب میں آپ کی کتاب کے بارے میں بڑی تفصیلی بحث ہے۔ مبرد سے جب کوئی شخص اس کتاب کے پڑھنے کا ارادہ کرتا تو فرماتے ھل رکبتَ البحر؟ تعظیماً لما فیہ واستصعاباً لالفاظہ ومعانیہ۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۔ واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔
سلمان فارسیؓ مشہور صحابی ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ انہیں سلمان بن اسلام و سلمان الخیر بھی کہتے ہیں۔ آپ اصل میں رام ہرمز یا اصفہان کے ہیں۔
آپ نے نبی آخر الزمان کی بعثت کے متعلق سنا تھا تو ان کی طلب میں نکلے پھر قیدی بنائے گئے اور غلام ہوکر بکتے بکتے مدینہ منورہ میں ایک یہودی نے خریدا اور ہجرتِ نبی علیہ السلام کے بعد مسلمان ہوئے اور آزاد ہوگئے۔ اور غلامی کی وجہ سے ابتدائی غزوات میں شریک نہ ہوسکے۔ اول مشاہد سلمان فارسیؓ غزوۂ خندق ہے۔ اور آپ ہی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ فقال ابو سفیان واصحابہ اذ رأوہ ھذہ مکیدۃ ما کانت العرب تکیدھا بعدہ جمیع مشاہد میں شریک رہے۔ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں ویقال انہ شھد بدراً۔ خلفاء راشدین کے زمانے میں فتوحاتِ عراق وغیرہ میں شریک تھے۔
واذا قیل لہ ابن مَن انتَ ؟ قال انا سلمانُ بن الاسلام من بنی اٰدم ویقول کنتُ من اَبناء اساورۃ فارس۔ دینِ حق کی تلاش میں دربدر پھرتے رہے۔ بڑی تکالیف جھیلیں کچھ مدت نصرانی بھی رہے۔ کتبِ سابقہ بھی پڑھی تھیں۔ وکان یقول انہ تداولتہ فی ذلک بضعۃ عشر ربّاً من ربٍّ الیٰ ربٍّ حتی افضی الی النبیّ علیہ السلام ومَنَّ اللہ علیہ بالاسلام۔ فتح مدائن کے بعد مدائن کے امیر و گورنر مقرر ہوئے۔
وذکر معمر عن رجل من اصحابہ قال انہ دخل علی سلمان وھو امیر علی المدائن وھو یعمل الخُوص (ٹوکریاں) فقیل لہ تعمل ھذا وانت امیر یجری علیك رزقٌ فقال انی اُحِبُّ اَن اٰکل من عمل یدی وذکر انّہ تعلّم عملَ الخوصِ بالمدینۃ من الانصار۔
وعن مالكؒ کان سلمان یعمل الخوص بیدہ فیعیش منہ ولا یقبل من احدٍ شیئًا ولم یکن لہ بیتٌ وانما کان یستظلّ بالجدر والشجر وان رجلاً قال لہ الا اَبنی بیتًا فیہ تسکن فقال مالی بہ من حاجۃ فما زال بہ الرجل حتی قال انی اَعرف البیتَ الذی یوافقك قال فصِفْہ لی قال ابنی لك بیتًا اذا انتَ قُمتَ فیہ اَصاب رأسُك سقفَہ وان انتَ مددتَ فیہ رجلیك اَصابھما الجدار قال نعم فبنیٰ لہ بیتًا کذلك۔
وعن بریدۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اَمرَنی ربّی بحُبّ اربعۃٍ واخبرَنی انہ سبحانہ یحبّھم علیّ وابوذر والمقداد وسلمان۔ رضی اللہ عنھم۔
وعن کعب الاحبار سلمان حُشِیَ علماً وحکمۃً۔ نبی علیہ السلام نے سلمان و ابو الدرداء رضی اللہ عنہما کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔
آپ کے قدیم نام میں اقوال ہیں۔ (۱) مابِہ بن بُوذ قالہ ابن مندہ (۲) وقیل اسمہ بھبوذ۔

بقول بعض آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو پایا۔ لیکن محقق قول یہ ہے کہ وصیِّ عیسیٰ علیہ السلام کو پایا ہے۔ ایک مقام پر حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں سلمانؓ کی عمر ۲۵۰ سال سے متجاوز تھی۔ البتہ اس سے زائد میں اختلاف ہے۔ پھر ذہبی لکھتے ہیں حق یہ ہے کہ آپ کی عمر ۸۰ سال سے زائد نہ تھی۔ اور بعض علماء کے نزدیک آپ کی کل عمر ۳۵۰ سال تھی۔ آپ کی وفات ۳۶ھ یا ۳۷ھ میں ہوئی۔

حافظ ابو نعیمؒ نے حلیہ میں سلمان فارسیؓ کے اقوال بسط سے ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی شادی کا قصہ ذکر کیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم نہایت سادگی پسند زاہدین اور شدت سے متبع سنت تھے۔ روی ابو عبد الرحمٰن السلمی عن سلمان انه تزوّج امرأة من كندة فبنىٰ بها فی بیتها فلما كان ليلةُ البناءِ مشىٰ معه اصحابُه حتى اتىٰ بيتَ امرأتِه فلما بلغ البيتَ قال ارجعوا أجركم الله ولم يُدخِلهم عليها كما فعَل السفهاء فلما نظر الى البيت والبيت منجد قال أمحموم بيتكم ام تحوّلت الكعبة في كندة قالوا لا هذا ولا ذاك فلم يدخل البيت حتى نزع كل ستر فى البيت غير ستر الباب فلما دخل رأى متاعًا كثيرًا فقال لمن هذا قالوا متاعُك ومتاعُ امرأتك قال ما بهذا اوصانى خليلى صلى الله عليه وسلم اوصانى خليلى ان لا يكون متاعى من الدنيا الّا كزاد الراكب ورأىٰ خدمًا فقال لمن هذا الخدم؟ فقالوا خدمك وخدم امرأتك فقال ما بهذا اوصانى خليلى اوصانى خليلى صلى الله عليه وسلم ألّا امسك إلّا ما أنكح او انكح۔ ثم قال للنسوة التى عند امرأته هل انتم مخرجات عنّى مخليات بينى وبين امرأتى قلن نعم فخرجن فذهب الى الباب حتى اجافه وارخى الستر ثم جاء حتى جلس عند امرأته فمسح بناصيتها ودعا بالبركة فقال لها هل انت مطيعتى فى شئ آمرك به قالت جلست مجلس من يطاع قال فان خليلى صلى الله عليه وسلم اوصانى اذا اجتمعتُ الى اهلى أن أجتمع على طاعة الله تعالى فقام وقامت الى المسجد فصليا ما بدا لهما ثم خرجا فقضى منها ما يقضى الرجل من امرأته فلما اصبح غدا عليه اصحابُه فقالوا كيف وجدتَ اهلك فاعرض عنهم ثم اعادوا فاعرض عنهم ثم اعادوا فاعرض عنهم ثم قال انما جعل الستور والخدور والابواب لتوارى ما فيها حسب امرئ منكم ان يسال عما ظهر له فاما ما غاب عنه فلا يسألنّ عن ذلك سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول المتحدث عن ذلك كالحمارين يتسافدان فى الطريق۔ كذا فى حلية الاولياء ج ۱ ص ۱۸۶۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جُوِّع لابراهيم عليه السلام أسدان ثم أرسلا عليه فجعلا يلحسانه ويسجدان له۔ وعن ميمون بن مهران قال نزل حذيفة وسلمان رضى الله عنهما على نبطية فقالا لها هل ههنا مكان طاهر نصلّى فيه؟ فقالت طهّر قلبك وصلّ حيث شئتَ فقال احدُهما للآخر خذها حكمةً

من قلب کافر۔ وعن جعفر بن برقان قال بَلَغَنا انّ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کان یقول اَضْحَکَنی ثلاثٌ وَاَبکانی ثلاثٌ ضحکتُ من مؤمّل الدنیا والموت یطلبہ وغافل لایُغفَل عنہ وضاحکٍ مِلأ فیہ لایدری اَمُسخِط ربّہ اَم مُرضیہ واَبکانی ثلاثٌ فراق الاحبّۃ محمدٌ وحزبہ وھول المطّلع عند غمرات الموت و الوقوفُ بین یدی اللہ ربّ العالمین حین لا ادری الی النار انصرافی ام الی الجنۃ۔ وعن سعید بن سوقۃ قال دخلنا علی سلمان الفارسی فی مرض موتہ نعودہ وھو مبطونٌ فاطلنا الجلوس عندہ فشقّ علیہ فقال لامرأتہ ما فعلتِ بالمسک الذی جئنا بہ من بلنجر ؟ فقالت ھو ذا۔ قال القیہ فی الماء ثم اضربی بعضہ ببعض ثم انضحی حول فراشی فانہ الآن یأتینا قومٌ لیسوا بانسٍ ولاجنٍّ ففعلتْ وخرجنا عنہ ثم اتیناہ فوجدناہ قد قُبِض رضی اللہ عنہ۔ وعن ابی البختری قال بینا ابوالدرداء یوقِدُ تحت قِدرٍ لہ وسلمان رضی اللہ عنہ عندہ اذ سمع ابوالدرداء فی القدر صوتاً ثم ارتفع الصوتُ بتسبیحٍ کھیئۃِ صوتِ الصبیّ قال ثم بدرتْ فانکفأتْ ثم رجعتْ الی مکانھا لم ینصبّ منھا شیٌٔ فجعل ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ینادی یاسلمان انظرالی العجب انظرالی مالم تنظرالی مثلہ انت ولا ابوک فقال سلمان اما انک لوسکتّ لسمعتَ من آیات اللہ الکبریٰ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۱ ص ۲۲۴۔

وعن المغیرۃ بن عبدالرحمٰن قال لقی سلمان الفارسی عبداللہ بن سلام قال ان مُتَّ قبلی فاخبرنی ماتلقی وان مُتُّ قبلک اُخبرک قال فمات سلمان فراٰہ عبداللہ بن سلام فی المنام فقال کیف انت یا اباعبداللہ ؟ قال بخیر قال ایّ الاعمال وجدتَّ افضل ؟ قال وجدت التوکل شیئاً عجیباً وفی روایۃ قال سلمان علیک بالتوکل نعم الشئ التوکل۔

شمّاخ رضی اللہ عنہ۔ آیت اوکصیّب من السماء فیہ ظلمٰتٌ الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھو معقل بن ضرار رضی اللہ عنہ قالہ ابن قتیبۃ فی کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۳۳ وفی دیوان اخیہ مزرّد منہ اسم الشماخ ھیثم۔ خزانۃ الادب ج ۳ ص ۱۷۷ میں ہے اسمہ معقل بن ضرار الغطفانی وھو مخضرم ادرک الجاھلیۃ والاسلام ولہ صحبۃ اھ۔ شماخ رضی اللہ عنہ کا دیوان مطبوع ہے۔ حُطَیئہ شاعر نے اپنی وصیت میں کہا ابلغوا الشماخ انہ اشعر غطفان۔ اھ

شماخ کے احوال اغانی ساسی ج ۸ ص ۹۷۔ طبقات ابن سلام ص ۱۱۰۔ مؤتلف ص ۱۳۸۔ سمط ص ۵۸ و اصابہ ج ۲ ص ۱۵۴ میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

شماخ جاہلی اسلامی ہیں صحابی ہیں۔ حماسۂ ابوتمام میں شماخ کا ذکر موجود ہے۔ اصابہ میں ہے ھوی الشماخ امرأۃ اسمھا کلبۃ بنت جوال اخت جبل بن جوال الشاعر التغلبی وغاب فتزوّجھا اخوہ جزء بن ضرار فلم

یکلمه الشماخ بعدہٗ وماتا متھاجرین ۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں غزوۂ موقان میں آپ کی وفات ہوئی ۔ جنگِ قادسیہ میں شماخؓ شریک تھے ۔

شعبۃ بن عیاش بن سالم ابوبکر الاسدی الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

شعبہؒ قاری امام عاصمؒ احد القراء السبعۃ کے مشہور دو راویوں میں سے ایک ہیں ۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے مشہور شعبہ ہے ۔ شعبہؒ نے امام عاصمؒ سے بڑے ضبط و محنت سے پڑھا ۔ اور امام عاصمؒ بھی ان پر خاص توجہ فرماتے تھے مؤرخین لکھتے ہیں کہ امام عاصمؒ سے ہر روز صرف پانچ آیات با قرأت پڑھتے تھے ۔ تعلّم من عاصم خمسًا خمسًا کما یتعلّم الصبیّ من المعلّم وذالک فی نحو ثلاثین سنۃ ۔ کذا فی سراج القاری ۔ وقیل فی ثلاث سنین ۔ آپ کی کنیت ابوبکر ہے ۔

حکی القاری انہ کان یأتی عاصمًا فی الحرّ والقرّ وربّما خاض ماءَ المطر فبلغ حقوَیہ اواکثر وکان عالمًا عاملًا فاضلًا کاملًا فقیل ختم اربعًا وعشرین الف ختمۃ منہا ما روی انہ قال لولدہٖ یا بنیّ ایاک ان تعصی اللہ تعالیٰ فی ھذہ الغرفۃ فانی ختمتُ فیہا القراٰن ثمانیۃ عشر الف ختمۃ اھ ۔

قاری شعبہؒ کا یہ قول آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے ۔ اس میں علماء کے لیے عبرت و نصیحت کا بڑا سامان ہے ۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نصف اسلام ہوں اور میں نے کبھی کوئی کام اسلام و شریعت کے خلاف نہیں کیا ۔ اور تیس سال سے مسلسل ہر روز ایک بار قرآن مجید ختم کرتا ہوں ۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلکہ خلیفۂ اوّل ہونا ثابت ہے ۔ کیونکہ کُل صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ کی خلافت اور خلیفۂ اوّل ہونے پر اتفاق و اجماع ہے اور قرآن مجید میں صحابہؓ کے بارے میں ہے اولٰئک ھم الصّٰدقون یعنی صحابہ سچے ہیں اور سچوں کا اجماعی قول حجت ہے ۔

آپ کے سینہ پر ایک نورانی نشان تھا ۔ عام لوگ اسے برص سمجھتے تھے ۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ قرآن کی برکت سے نور کا نشان ہے ۔

آپ بہت بڑے عابد و قائم اللیل تھے ۔ کہتے ہیں کہ پچاس سال رات کو آپ بستر پر نہیں سوئے ۔ بس ساری رات عبادت و تلاوت میں مصروف رہتے تھے ۔

آپ کا سالِ ولادت ۹۴ھ ہے ۔ اور آپ کی وفات ۱۹۳ھ میں کوفہ میں ہوئی ۔

شعبہؒ امام عاصمؒ کے دوسرے راوی حفص بن سلیمان سے توثّق وصدق وضبطِ روایت میں اعلیٰ ہیں ۔ عن ابن معین کان حفص وابوبکر من اَعلم الناس بقراءۃِ عاصم وکان حفص اَقرأ من ابی بکر وکان حفص کذابًا و کان ابوبکر صدوقًا ۔ کذا فی التہذیب ج ۲ ص ۴۰۱ ۔

الشافعی رحمہ اللہ۔ وہ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔

ھو ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع القرشی المطلبی الشافعی الحجازی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ امام شافعیؒ کے مناقب میں بہت سے ائمہ و علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

آپ قبیلۂ قریش سے ہیں اور قریش کی فضیلت مسلّم ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے الائمۃ من قریش۔ صحیح مسلم میں ہے عن جابر مرفوعاً الناس تبع لقریش فی الخیر والشر۔

آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی اور اسی سال امام ابو حنیفہؒ کی وفات ہوئی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ جو دن وفاتِ ابو حنیفہؒ کا ہے وہی دن ولادتِ شافعیؒ کا ہے۔ لیکن عند المحققین دن کی موافقت کی بات صحیح نہیں ہے۔ ولادت شہر غزہ میں اور بعض کے نزدیک شہر عسقلان میں ہوئی۔ یہ دونوں شہر ملک شام میں ہیں اور بیت المقدس سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر ہیں۔ پھر جب آپ کی عمر دو سال تھی تو مکہ مکرمہ لائے گئے اور آپ کی وفات مصر میں بعمر ۵۴ سال ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

ربیع کا قول ہے کہ امام شافعیؒ نے شبِ جمعہ بعد المغرب وفات پائی اور جمعہ کے دن بعد العصر دفنائے گئے۔ اور یہ ماہِ رجب کا آخری دن تھا۔ آپ کی قبر مصر میں ہے۔

حضرت ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آدم علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ میں نے اس خواب کی تعبیر علماء سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ اہلِ ارض میں سب سے بڑے عالم کی موت ہے لانّ اللہ تعالیٰ علّم آدم الاسماء کلھا فما کان الّا یسیراً فمات الشافعیؒ۔

امام شافعیؒ بچپن میں یتیم ہوگئے تھے، آپ کی والدہ نے بڑے افلاس اور غربت کی حالت میں آپ کی پرورش کی۔ بچپن میں آپ علماء کی مجلس میں جاکر استفادہ کرتے تھے اور کاغذ خریدنے کی طاقت نہ تھی اس لیے آپ ہڈی وغیرہ پر علماء کی قیمتی باتیں لکھ لیتے تھے۔ ان ہڈیوں سے کئی مٹکے بھر گئے۔

ابتدا میں امام شافعیؒ شعر و ایام عرب یعنی تاریخ عرب اور ادب کے طالب علم تھے۔ بعدہٗ مسلم بن خالد زنجیؒ مفتی مکہ کی ترغیب پر فقہ کی طرف مائل ہوئے۔ ایک اور واقعہ بھی اس کا سبب بنا جس کا بیان خود امام شافعیؒ یوں کرتے ہیں کنتُ انظر فی الشعر فارتقیتُ عُقبۃ بمنیٰ فاذا صوت من خلفی علیك بالفقہ۔ پھر مسلم بن خالدؒ وغیرہ علماء مکہ سے علمِ فقہ کی تحصیل کی اور امام مالکؒ سے پڑھنے کے لیے مدینہ منورہ گئے اور کچھ مدت تک وہاں رہے۔

امام مالکؒ نے انہیں ایک دن یہ نصیحت کی جو کشف پر مبنی ہے اتّق اللہ فانہ سیکون لك شان وان اللہ تعالیٰ قد القی علی قلبك نوراً فلا تُطفِئہ بالمعصیۃ۔ آپ کی عمر ۱۳ سال کی تھی جب امام مالکؒ کے پاس آئے۔ پھر

یمن گئے نیز عراق وبغداد گئے اور امام محمدؒ سے علمی مباحثے ومذاکرے کرتے رہے۔

امام محمد بن الحسن حنفیؒ سے آپ نے بہت زیادہ استفادہ کیا جن کا کچھ بیان محمد بن الحسنؒ کے احوال میں کیا گیا ہے۔ یہاں پر آپ کی بڑی شہرت ہوئی اور حدیث وفقہ کا شغف اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ڈالا۔ دُر مختار میں ہے کہ امام شافعیؒ کی بیوہ والدہ سے امام محمد حنفیؒ نے نکاح کرلیا تھا چنانچہ اس قریبی تعلق کی وجہ سے بھی آپ نے امام محمدؒ سے براہ راست اور ان کی تصانیف سے خوب استفادہ کیا اور ان کتابوں کی برکت سے آپ کی فقاہت میں قوت و وسعت آگئی۔ عراق میں آپ نے کتاب حُجت لکھی، پھر ۱۹۹ھ میں آپ مصر تشریف لے گئے۔

ربیع کا قول ہے کہ آپ ۲۰۰ھ میں مصر تشریف لائے اور مذہب جدید اور ساری کتابیں مصر میں تصنیف کیں مثل کتاب اصول فقہ وکتاب القسامۃ۔ فقہ حنفی کی طرح فقہ شافعی کا مأخذ بھی کتاب اللہ، سنت، اجماع اور قیاس ہے۔

امام شافعیؒ لغت کے بھی بڑے ماہر تھے۔ آپ کو نوجوانی میں ہی جب کہ آپ کی عمر پندرہ سال تھی آپ کے شیخ مسلم بن خالد مکی نے فتویٰ دینے کی اجازت دیدی۔ آپ فقہی مسئلہ بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے۔

ایک حدیث مرفوع ہے انّ عالماً من قریش یملأ طباق الارض علماً اوکما قال علیہ السلام علماء متقدمین ومتأخرین کے نزدیک اس حدیث کے مصداق امام شافعی ہیں۔

امام شافعیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شہرت ومقبولیت نصیب فرمائی اور یہ محبوبیت ومقبولیت عنداللہ کی علامت ہے۔ حالانکہ آپ خود شہرت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

قال الربیع سمعت الشافعی یقول وددتُ انّ الخلق تعلّموا ھذا العلم علی ان لا یُنسب الیّ منہ حرف ذکرہ الساجی فی اوّل کتابہ فی الاختلاف۔ وقال الشافعی وددت اذا ناظرت احداً ان یُظھر اللہ الحقّ علی یدیہ۔ اور آپ فرماتے تھے طلب العلم افضل من صلوٰۃ النافلۃ۔ نیز آپ نے فرمایا ماتقرّب الی اللہ تعالیٰ بشئی بعد الفرائض افضل من طلب العلم۔ وقال ما افلح فی العلم الّا من طلبہ فی القِلّۃ ولقد کنت اَطلبُ القرطاس فیعسر علیّ۔ اور فرماتے تھے من طلب علماً فلیدقّق لان لا یضیع دقیق العلم۔ اور فرماتے تھے۔ زینۃ العلماء التوفیق وحلیتھم حسنُ الخُلق وجمالھم کرمُ النفس۔ اور فرماتے تھے زینۃُ العلم الورعُ والحِلم۔ وقال لیس العلم ماحُفِظ العلم مانفع۔ وقال المراء فی العلم یُقسی القلب ویورث الضغائن۔

آپ کثیر علمی مشاغل کے باوجود بڑے عابد تھے۔ آپ نے رات تین حصوں میں تقسیم کر رکھی تھی۔ پہلے حصہ میں علوم لکھتے تھے دوسرے حصہ میں نماز یعنی نوافل پڑھتے تھے اور تیسرے حصہ میں سوتے تھے۔

امام حمیدیؒ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ ہر روز ایک بار قرآن ختم کرتے تھے۔ امام احمدؒ کا قول ہے قد جمع اللّٰہ تعالیٰ فی الشافعی کل خیر۔ وقال الشافعی ماکذبتُ قط ولاحلفتُ باللّٰہ صادقاً ولا کاذباً۔ وما ترکتُ غسل الجمعۃ فی برد ولا سفر ولا غیرہ وماشبعتُ منذ ست عشرۃ سنۃ الّا شبعۃ طرحتھا من ساعتہ۔

امام شافعیؒ ہمیشہ اپنے پاس لاٹھی رکھتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کمزور بھی نہیں ہیں تو ہر وقت اپنے ساتھ لاٹھی رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عصا سفر کی علامت ہے اس لیے میں یہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہوں تاکہ مجھے یاد رہے کہ میں اس دنیا میں مسافر ہوں۔

آپ فرماتے تھے کہ دنیا و آخرت کی خیر پانچ خصلتوں میں جمع ہے وھی غنی النفس وکفُّ الاذی وکسب الحلال ولبس التقوی والثقۃ باللّٰہ عزوجل علی کل حال۔

نیز آپ نے فرمایا مروت کے چار ارکان ہیں حسن خلق۔ سخاوت۔ تواضع۔ عبادت۔

وقال اقمتُ اربعین سنۃً اسأل اِخوانی الذین تزوّجوا عن احوالھم فی تزوّجھم فما منھم احد قال انہ رأی خیرًا۔

اور فرماتے تھے من وعظ اخاہ سرًّا فقد نصحہ وزانہ ومن وعظہ علانیۃً فقد فضحہ وشانہ۔

وقال من کان فیہ ثلث خصال فقد اکمل الایمان من امر بالمعروف وأتمر بہ ونھی عن المنکر وانتھیٰ عنہ وحافظ علی حدود اللّٰہ۔ وقال ارجیٰ حدیث للمسلمین حدیث ابی موسیٰ رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا کان یوم القیامۃ دفع الی کل مسلم یھودیّ او نصرانی وقیل یامسلم ھذا فداؤک من النار۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔

امام شافعیؒ بہت بڑے سخی تھے۔ امام حمیدی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ صنعاء سے مکہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ دس ہزار دینار لائے اور مکہ سے باہر خیمہ کھڑا کر کے اس میں بیٹھ گئے اہلِ مکہ آپ کے پاس ملاقات کے لیے آتے رہے آپ نے اسی جگہ وہ سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

امام بُویطیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ جب مصر میں تھے تو خلیفۂ وقت کی بیوی زبیدہ آپ کے پاس کپڑوں اور سامان کے بڑے بڑے بنڈل بھیجتی تھی۔ آپ وہ سب کچھ لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔

امام شافعیؒ کی عظمتِ علمی فقاہت وتقویٰ وتبحر کل ائمہ کے نزدیک مسلّم ہے۔

شالخ - تفسیر وعلّم اٰدمَ الاسماء کلّھا میں مذکور ہے۔
شالخ حسب قول ابن ہشام مؤرخ ابراہیم علیہ السلام کے جدّ سادس ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے
ابراھیم علیہ السلام بن تارح وھو اٰزر بن ناحور بن ساروح بن راعو بن فالخ بالغین وقیل بالخاء ای
فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامك بن متوشلخ بن اخنوخ
واخنوخ ھو ادریس علیہ السلام فیما یزعمون وادریس ھو ابن یرد بن مھلیل بن قینن بن یانش بن
شیث بن اٰدم علیھما السلام۔ بعد ابراہیم علیہ السلام یہ سب اسماء سریانی ہیں۔ شالخ کے معنی ہیں رسول یا
وکیل۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ۱ ص ۹ ومابعد ابراھیم علیہ السلام اسماء سریانیۃ فسّر
اکثرھا بالعربیۃ ابن ھشام فی غیر ھذا الکتاب وذکران فالخ معناہ القسام وشالخ معناہ الرسول او
الوکیل وذکران اسمٰعیل تفسیرہ مطیع اللہ انتھٰی۔
فائدہ مہمہ۔ مذکورہ سلسلۂ نسب ابراہیم میں اہل تحقیق کا بڑا اختلاف ہے۔ محققین کے نزدیک یہ صحیح
نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ معتبر ذرائع سے یہ سلسلہ ثابت نہیں ہے لہذا اس کا صحیح علم عند اللہ ہے۔
عدنان سے آگے تعدادِ آباء واجدادِ نبی علیہ السلام اور ان کے اسماء کا علم صحیح کسی انسان کو حاصل نہیں
ہے۔ علماء اسلام نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب عدنان سے اوپر ابراہیم علیہ السلام تک سلسلہ مجہول ہے تو
ابراہیم علیہ السلام سے اوپر آدم علیہ السلام تک سلسلۂ آباء بطریق اولیٰ مجہول ہوگا۔
ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا سلسلۂ نسب آدم علیہ السلام تک ابن ہشام نے اپنی تاریخ میں
یوں بیان کیا ہے:۔
محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن
کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالك بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن
مُضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت
ابن اسمٰعیل بن ابراھیم بن تارح وھو اٰزر الخ بقیہ سلسلہ کا بیان چند سطور قبل مذکور ہو چکا ہے۔
ابن قتیبہ معارف، ص ۱۵ پر لکھتے ہیں واختلف النسابون فیما بعد عدنان وقد بینت ذلك فی
کتاب النسب اھ
مؤرخ علی بن برہان الدین حلبی شافعی اپنی کتاب انسان العیون ج ۱ ص ۱۷ پر عدنان تک سلسلۂ نسب
بیان کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:۔
ھذا ھو النسب المجمع علیہ فی نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم عند العلماء بالانساب ومن ثم لما قال فقھاؤنا

شرط الامام الاعظم ای الخلیفۃ ان یکون قرشیًا فان لم یوجد قرشی جامعًا للشروط التی ذکرھا فکنانی قال بعضھم وقیاس ذلک ان یقال فان لم یوجد کنانی فخزیمی فان لم یوجد خزیمی فمدرکی فان لم یوجد مدرکی فالیاسی فان لم یوجد الیاسی فمضری فان لم یوجد مضری فنزاری فان لم یوجد نزاری فمعدی فان لم یوجد معدی فعدنانی فان لم یوجد عدنانی فمن ولد اسمٰعیل لان من فوق عدنان لا یصح فیہ شئ ولا یمکن حفظ النسب فیہ منہ الی اسمٰعیل اھ

عدنان سے اوپر عددِ آباء میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک عدنان سے اوپر اسمٰعیل علیہ السلام تک چالیس آباء ہیں اور عند البعض تیس آباء اور عند البعض بیس آباء اور عند البعض پندرہ آباء اور عند البعض چار آباء ہیں۔ کذا فی البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۱۹۳۔

متعدد احادیث وآثار میں تصریح ہے کہ عدنان سے اوپر آباء کا عدد معلوم نہیں ہے۔ فعن ابن عباس رضی اللہ عنھما انہ قال بین عدنان واسمٰعیل ثلاثون ابًا لا یعرفون وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ایضًا انہ کان اذا بلغ عدنان یقول کذب النسابون مرتین او ثلاثًا والاصح عن ابن مسعود مثلہ وقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انما ننتسب الی عدنان وقال ابو عمر بن عبد البر فی کتابہ الانباہ فی معرفۃ قبائل الرواۃ روی ابن لھیعۃ عن ابی الاسود انہ سمع عروۃ بن الزبیر یقول ما وجدنا احدًا یعرف ما وراء عدنان ولا ما وراء قحطان الا تخرصًا۔

وقال ابو الاسود سمعت ابا بکر بن سلیمان بن ابی خیثمۃ وکان من اعلم قریش باشعارھم وانسابھم یقول ما وجدنا احدًا یعرف ما وراء معد بن عدنان فی شعر شاعر ولا علم عالم قال ابو عمرو کان قوم من السلف منھم ابن مسعود وعمرو بن میمون الازدی وھو محمد بن کعب اذا تلوا قولہ تعالٰی والذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللہ قالوا کذب النسابون۔

قال ابو عمر رحمہ اللہ والمعنی عندنا فی ھذا غیر ما ذھبوا الیہ والمراد ان من ادعی احصاء بنی اٰدم فانھم لا یعلمھم الا اللہ الذی خلقھم واما انساب العرب فان اھل العلم بایامھا وانسابھا قد وعوا وحفظوا جماھیرھا وامھات قبائلھا واختلفوا فی بعض فروع ذلک۔

قال ابو عمرو الذی علیہ ائمۃ ھذا الشان فی نسب عدنان قالوا عدنان بن أدد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسمٰعیل بن ابراھیم الخلیل علیھما الصلاۃ والسلام قال ابن ھشام و یقال عدنان بن أد بن أدد۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں وما بعد عدنان من الاسماء مضطرب فیہ فالذی صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انه انتسب الی عدنان لم یتجاوزہ بل قد روی من طریق ابن عباس انه لما بلغ عدنان قال کذب النسابون مرتین او ثلاثاً والاصح فی هذا الحدیث انه من قول ابن مسعود وروی عن عمر رضی الله عنه انه قال انما ننتسب الی عدنان ومافوق ذلک لاندری ما هو۔

واصح شئ روی فیما بعد عدنان ماذکرہ الدولابی ابو بشر من طریق موسی بن یعقوب عن عبدالله بن وهب ابن زمعة الزمعی عن عمته عن ام سلمة عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال معد بن عدنان بن ادد بن زند بن الیری بن اعراق الثری قالت ام سلمة فزند هو الهمیسع والیری هو نبت واعراق الثری هو اسمٰعیل علیه السلام لانه ابن ابراهیم وابراهیم لم تأکله النار کما ان النار لا تأکل الثری وقد قال الدارقطنی لا نعرف زنداً الا فی هذا الحدیث۔

قال السهیلی وهذا الحدیث عندی لیس بمعارض لما تقدم من قوله کذب النسابون ولا لقول عمر رضی الله عنه لأنه حدیث متأول یحتمل ان یکون قوله ابن الیری بن اعراق الثری کما قال کلکم بنو اٰدم واٰدم من تراب لا یرید ان الهمیسع ومن دونه ابن لاسمٰعیل لصلبه ولا بد من هذا التاویل اوغیرہ لان اصحاب الاخبار لا یختلفون فی بُعدِ المدۃ ما بین عدنان وابراهیم ویستحیل فی العادۃ ان یکون بینهما اربعة اٰباء اوسبعة کما ذکر ابن اسحٰق اوعشرۃ او عشرون فان المدۃ اطول من ذلک کله اھ۔

وقال السهیلی انما تکلمنا فی رفع هذا النسب علی مذهب من رأی ذلک من العلماء ولم یکرهه کابن اسحٰق والطبری والبخاری والزبیر وغیرهم من العلماء واما مالک رحمه الله فقد سئل عن الرجل یرفع نسبه الی اٰدم فکرہ ذلک قیل له فالی اسمٰعیل فانکر ذلک ایضاً وقال ومن یخبرہ وکرہ ایضاً ان یرفع فی نسب الانبیاء مثل ان یقال ابراهیم بن فلان بن فلان قال ومن یخبرہ به ذکرہ المعیطی فی کتابه الکبیر۔

صُهَیب رضی اللہ عنہ۔ وہ تفسیر ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله میں اور تفسیر زین للذین کفروا الحیٰوۃ الدنیا ویسخرون من الذین اٰمنوا میں مذکور ہیں۔

هو صُهَیب بن سنان بن مالک رضی الله عنه۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابویحیٰی ہے۔ صہیب رومی کی نسبت سے مشہور ہیں لیکن آپ عربی الاصل ہیں رومی نہیں ہیں۔ سُمّی بذلک لان الروم سبوہ صغیراً وکان ابوہ وعمه علی الابلة من جهة کسریٰ وکانت مَنازِلُهم علی دجلة من جهة الموصل فنشأ صهیب بالروم فصار ألکن ثم اشتراہ رجل من کلب فباعه بمکة فاشتراہ عبدالله بن جدعان فاعتقه ویُقال بل هرب من الروم فقدم مکة فحالف ابن جدعان۔ کذا فی الاصابة۔

آپ کی زبان میں اہلِ مکہ جیسی فصاحت وبلاغت نہ تھی آپ اپنے غلام یحنس نامی کو لکنت کی وجہ سے

ناس ناس پکارتے تھے۔ چنانچہ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اے صہیب آپ میں تین عیب ہیں اراك تنتسب عربیاً ولسانك اعجمی وتکنی باسم نبی وتبذل مالك قال اما تبذیری مالی فما انفقہ الا فی حق واما کنیتی فکنانیها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما انتمائی الی العرب فان الروم سبتنی صغیرا فاخذت لسانهم۔ کذا فی الاصابۃ۔

لیکن طبرانی کی یہ روایت آپ کے عربی الاصل ہونے کے خلاف ہے وهو ما روی ابو امامۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السباق اربعۃ انا سابق العرب وصهیب سابق الروم وبلال سابق الحبشۃ و سلمان سابق الفرس۔ ممکن ہے کہ جواب میں کہا جائے کہ چونکہ صہیبؓ روم میں زیادہ رہے تھے اور آخر تک رومی نسبت سے معروف رہے پس اس ظاہری ارتباط و وابستگی کی وجہ سے فرمایا وصهیب سابق الروم بہرحال صہیبؓ خالص عربی ہیں لہذا یہ شعر فارسی بظاہر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم　　ز خاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ کا اصلی نام عمیرہ تھا رومیوں نے صہیب کے نام سے مشہور کر دیا۔ عن صهیب قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ وخرج معہ ابوبکر وکنت قد هممت بالخروج معہ وصدنی فتیان من قریش فجعلت لیلتی تلك اقوم لا اقعد وقالوا قد شغلہ اللہ عنکم ببطنہ ولم اکن شاکیاً فقاموا فخرجت فلحقنی منهم ناس فقلت لهم هل لکم ان اعطیکم اواقی من ذهب وحلتین لی بمکۃ و تخلون سبیلی وتوثقون لی ففعلوا فتبعتهم الی مکۃ فقلت لهم احفروا تحت اسکفۃ الباب فان تحتها الاواقی واذهبوا الی فلانۃ بآیۃ کذا وکذا فخذ والحلتین فخرجت حتی قدمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء قبل ان یتحول منها فلما رآنی قال یا ابا یحیی ربح البیع ثلاثاً فقلت یا رسول اللہ ما سبقنی الیك احد وما اخبرك الا جبریل علیہ السلام وفی روایۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ فی الغار وقال واصهیباہ ولا صهیب لی وحین اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخروج للهجرۃ بعث ابا بکر مرتین او ثلاثا الی صهیب فوجدہ یصلی فقال ابوبکر للنبی علیہ السلام وجدتہ یصلی وکرهت ان اقطع علیہ صلاتہ فقال اصبت۔

صہیبؓ سابقین الی الاسلام یعنی قدیم الاسلام ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ بعثت سے بہت پہلے سے ہی میں نبی علیہ السلام کا رفیق و مصاحب تھا۔ چونکہ آپ کی اپنی قوم مکہ میں نہیں تھی اس وجہ سے آپ کو اسلام کے راستہ میں بلالؓ و عمارؓ وغیرہ کی طرح بہت زیادہ اذیتیں دی گئیں۔ کئی دفعہ کفار کے مارنے اور عذاب سے بے ہوش ہو جاتے تھے انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی والذین هاجروا من بعد ما فتنوا۔

صہیبؓ جب مکہ سے ہجرت کے لیے نکلے تو مشرکین کی ایک جماعت آپ کے پیچھے آئی اور آپ کو پکڑنا چاہا تو آپ نے ان سے فرمایا یا معشر قریش انی من ارماکم ولا تصلون الیّ حتی ارمیکم بکل سہم معی ثم اضربکم بسیفی فان کنتم تریدون مالی دللتکم علیہ فرضوا فعاھدھم ودلّھم فرجعوا فاخذ وامالہ فلما جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ ربح البیع فانزل اللہ تعالیٰ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوقتِ شہادت وصیت کی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب تک مسجد نبوی میں نماز صہیب پڑھائیں۔ آپ بدری ہیں۔ تمام مغازی میں شریک رہے۔ آپ کی وفات ماہ شوال ۳۸ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپکی عمر ۷۰ سال تھی۔

قاری صالح بن زیاد بن عبداللہ بن الجارود ابوشعیب المقری المشہور بالسوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔
آپ کی کنیت ابوشعیب ہے۔ شہر رقہ کے ساکنین میں سے ہیں۔ سوسی بضم سین نسبت ہے سوس کی طرف۔ جو خوزستان میں ایک شہر ہے۔ ملّا علی قاری فرماتے ہیں کہ سوس اہواز میں ایک جگہ ہے۔
سوسیؒ بہت بڑے قاری زاہد عابد کثیر العبادۃ والتلاوۃ ومحدث تھے۔ آپ روایت کرتے ہیں عبداللہ ابن نُمیر ومحمد بن عبید وابن عُیینہ ویحیی بن المبارک یزیدی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں نسائی وابن عاصم وابوحاتم وغیرہ۔ ابن حجرؒ روایتِ نسائی کے منکر ہیں۔ قال ابوحاتم صدوق وقال النسائی ثقۃ"۔
آپ کی وفات ماہ محرم ۲۶۱ھ میں شہر رقہ میں ہوئی۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ قاری سوسیؒ امام ابوعمروؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ ابوعمرو کے دوسرے راوی حفص دوری ہیں۔

ضباعہ بنت الزبیر رضی اللہ عنہا۔ وہ آیت فان اُحصرتم فما استیسر من الھدی کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھی ضباعۃ بنت الزبیر بن عبد المطلب الھاشمیۃ۔ رضی اللہ عنہا۔
آپ نبی علیہ السلام کی چچازاد بہن اور صحابیہ ہیں۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی بیوی اور عبداللہ بن مقداد کی والدہ تھیں۔ عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔
اشتراط فی الحج میں ضباعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مشہور ہے جو ابوداؤد ونسائی وترمذی میں موجود ہے۔ نیز ان کی ایک اور حدیث ہے عن ام عطیۃ عن اختہا ضباعۃ انہا رأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل کتفاً ثم قام الی الصلاۃ ولم یتوضأ۔ کذا فی الاصابۃ۔

الضحاک . تفسیر آیت وان کنتم علیٰ سفر ولم تجدوا کاتباً فرھانٌ مقبوضۃٌ

ھوالضحاک بن مزاحم الھلالی ابوالقاسم الخراسانی رحمہ اللہ ۔

آپ مشہور تابعی مفسر و امام ہیں ۔ بلخ و سمرقند و نیسابور میں مختلف اوقات میں جائے اقامت بدلتے رہتے تھے ۔

انس و ابن عمر و ابوہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں ۔

آپ تفسیر میں امام و ماہر ہیں ۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں خذوا التفسیر عن اربعۃٍ مجاھدٍ عکرمۃ وسعید بن جبیر والضحاک امام احمدؒ فرماتے ہیں ھوثقۃ وانکر شعبۃ سماعہ من ابن عباس وقال انما اخذ عن سعید عنہ وقال ابن سعید القطان کان ضعیفاً ۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے ۔ آپ بچوں کو مفت پڑھاتے تھے ۔ آپ ماں کے پیٹ میں دو سال رہے ۔ ولادت کے وقت آپ کے دانت نکل آئے تھے ۔

آپ کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی ۔ قالہ ابن کثیر فی البدایۃ ۔

طالوت رحمہ اللہ ۔ قرآن مجید میں طالوت مذکور ہیں ۔

طالوت کے قصہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے ۔ آپ کا سلسلۂ نسب بنیامین بن یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام تک پہنچتا ہے ۔ آپ کے زمانے میں نبی شمویل علیہ السلام تھے اور بعض نے ان کا نام شمعون بتایا ہے ۔ طالوت بہت نیک اور صالح تھے ۔ آپ کی وجہ سے بنی اسرائیل کو بہت فائدے پہنچے چنانچہ آپ کی وجہ سے وہ تابوت بنی اسرائیل کو واپس ملا جو دشمنوں نے چھین لیا تھا اور جس کی برکت سے بنی اسرائیل جنگ میں دشمنوں پر فتح حاصل کرتے تھے ۔ وہ تابوت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی باقیاتِ صالحات میں سے تھا ۔ قال اللہ تعالیٰ ۔ وقال لھم نبیھم ان اٰیۃ ملکہ ان یأتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک اٰل موسیٰ واٰل ھارون تحملہ الملٰئکۃ ۔ قیل السکینۃ طست من ذھب کان یغسل فیہ صدور الانبیاء علیھم السلام ۔ یہ تابوت بنی اسرائیل سے عمالقہ چھین کر لے گئے تھے اور مدت تک ان کے قبضہ میں رہا ۔

بنی اسرائیل کو عمالقہ نے بہت ذلیل کیا تھا ان کو اپنے گھروں سے نکال دیا تھا ۔ پھر بنی اسرائیل نے اپنے نبی یعنی شمویل علیہ السلام سے بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست کی تاکہ وہ عمالقہ وغیرہ اعداء سے اس بادشاہ کے جھنڈے تلے ہو کر لڑیں ۔ قرآن مجید میں ہے قال ھل عسیتم ان کتب علیکم القتال ان لا تقاتلوا قالوا ومالنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اُخرجنا من دیارنا وابنائنا ۔ قرآن مجید میں یہ قصہ تفصیلاً مذکور ہے ۔ وقال لھم نبیھم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکاً قالوا انّٰی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک الاٰیۃ ۔

طالوت کے عجیب فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ جالوت کے ساتھ جنگ میں ان کے رفقاء صالحین کی تعداد وہ تھی جو جنگِ بدر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تھی یعنی ۳۱۳۔ طالوت نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دوں گا۔ اور اس کو امور سلطنت میں شریک کروں گا۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے جو اس وقت نوجوان تھے میدان جنگ میں جالوت کو قتل کیا اور جالوت کی فوج بھاگ گئی۔ طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی لڑکی کا نکاح داؤد سے کر دیا اور امورِ مملکت میں بھی شریک کر لیا۔ داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل میں طالوت کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہو گئے۔ طالوت کو حسد ہوا۔ کئی لوگوں کو قتل کیا پھر توبہ کی اور اپنی سلطنت داؤد علیہ السلام کے حوالے کر کے خود جہاد و غزا پر چلے گئے اور اپنے تیرہ بیٹوں سمیت شہید ہو گئے کذا ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۶ قال عکرمۃ کان طالوت اولاً قبل صیرورتہ ملکاً سقاءً وقال وھب بن منبہ کان دباغاً۔

وفی کتاب محاضرۃ الاوائل ص ۱۳۲ اول من عمل الدباغۃ من انواع الادم وکان شھیراً بحرفتھا طالوت الملک لبنی اسرائیل کان دباغاً اولاً قبل الملک ثم اصطفاہ اللہ تعالیٰ ملکاً فی زمن داؤد علیہ السلام اھ معارف لابن قتیبۃ ص ۲۰ پر طالوت کے مختصر احوال مذکور ہیں۔

طاوس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بیانِ آیت ذٰلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام الآیۃ میں مذکور ہیں۔

ھو طاوس بن کیسان الیمانی الحمیری مولاھم۔ رحمہ اللہ۔ طاوس کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ شہر جَنَد کے باشندے ہیں۔ جند بفتح جیم یمن میں ایک شہر کا نام ہے۔ آپ کبارِ تابعین فضلاء صالحین، محدثین مفسرین اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ابن عباس وابن عمر وجابر وابوہریرہ وعائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے آپ کے بیٹے عبد اللہ ومجاہد وعمرو بن دینار وغیرہ ائمہ دین روایت کرتے ہیں۔ آپ کے تثبت وجلالت وامامت وصلاح وحفظ ووفورِ علم پر علماء کا اتفاق ہے۔ عمرو بن دینار فرماتے ہیں ما رأیتُ مثلَ طاوس۔ کذا فی تھذیب النووی ج ۱ ص ۲۵۱۔ عبد الرزاق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں قال کان طاوس یصلّی فی غداۃ باردۃ مغیمۃ فمر بہ محمد بن یوسف اخو الحجاج بن یوسف و ایّوب وھو ساجد فی موکبہ فامر بساجٍ وطیلسان مرتفع فطرح علیہ فلم یرفع رأسہ حتی فرغ من حاجتہ فلما سلّم نظر فاذا الساج علیہ قال فانتفض ولم ینظر الیہ ومضیٰ الیٰ منزلہ۔

عطاء بن ابی رباح ابن عباس کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال ابن عباس رضی اللہ عنھما انی لأظنّ طاوساً من اھل الجنّۃ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳ تا ۲۲ میں آپ کے اقوال واحوال تفصیلاً درج ہیں۔

ایک شخص نے طاوسؒ سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا ما اجد فی قلبی خشیۃً فادعو لک۔ سفیان ثوریؒ نے ابن طاوسؒ سے پوچھا کہ تمہارے والد طاوس سواری پر سوار ہوتے وقت کیا دعا پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ دعا پڑھتے ہیں اللّٰھم لک الحمدُ ھذا من فضلک ونعمتک علینا فلک الحمدُ ربّنا سبحان الذی سخّرلنا ھذا وماکنّا لہ مقرنین۔ اور رعد کی آواز سُن کر یہ دعا پڑھتے تھے سبحان من سبّحت لہ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۴ ص ۵

طاوسؒ بوقت سحر ایک شخص سے ملنے گئے تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ سویا ہوا ہے تو فرمایا ماکنتُ اریٰ ان احداً ینام فی السحر۔ نیز فرمایا کرتے تھے لا یتمّ نسکُ الشاب حتی یتزوّج۔ وعن ابراھیم بن میسرۃ قال قال لی طاوس لتنکحنّ اولأقولنّ ما قال عمر بن الخطاب لابی الزوائد ما یمنعک من النکاح الّا عجزٌ اوفجور۔

عمران بن خالد خزاعیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عطاءؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور حضرت عطاءؒ سے کہا یا ابا محمد ان طاوساً یزعم اَنّ مَن صلّی العشاء ثم صلّی بعدھا رکعتین یقرأ فی الاولی تنزیل السجدۃ و فی الثانیۃ تبارک الذی بیدہ الملک کُتب لہ مثل وُقوف لیلۃ القدر۔ فقال عطاء صدق طاووس ما ترکتُھا۔ طاوسؒ اکثر یہ دعا کرتے تھے اللّٰھم احرمنی کثرۃ المال والولد وارزقنی الایمان والعمل۔

طاوسؒ نے وفات کے وقت اپنے بیٹے سے فرمایا اذا اَقبرتنی فانظر فی قبری فان لم تجد نی فاحمد اللہ تعالیٰ وان وجدتّنی فانّا للہ وانا الیہ راجعون قال الراوی فاخبرنی بعض وُلدہ انہ نظر فلم یجد شیئاً ورأی فی وجھہ السرور۔ آپ نے پچاس صحابہؓ کی زیارت کی ہے۔ عبداللہ بن صالح مکیؒ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو طاوس عیادت کے لیے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یا ابا عبدالرحمٰن ادعُ اللہ لی فقال اُدعُ لنفسک فانہ یجیب المضطرّ اذا دعاہ۔ طاوس نے ایک دن ایک شخص سے فرمایا تُرید اَن اَجمع لکَ فی مجلسی ھذا التوراۃ والانجیل والزبور والفرقان۔ قال نعم۔ قال خَفِ اللہ تعالیٰ مخافۃً لا یکون عندک شئ اخوف منہ وارجُہ رجاءً ھو اشدّ من خوفک ایاہ واَحِبّ للناس ما تُحِبّ لنفسک۔ سفیان ثوریؒ طاوسؒ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں ان الموتی یفتنون فی قبورھم سبعاً فکانوا یستحبّون ان یُطعم عنھم تلک الایام۔ آپ نے ایک دن بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا یا بُنیّ صاحِبِ العقلاءَ تُنسب الیھم وان لم تکن منھم ولا تُصاحِب الجُھّالَ فتُنسب الیھم وان لم تکن منھم واعلم انّ لکل شئ غایۃً وغایۃ المرءِ حسنُ خلقِہ۔

طاوسؒ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ نے چالیس حج کیے۔ وفات بھی سفرِ حج میں ہوئی۔ وفات کے وقت لوگوں کے ازدحام سے نظام درہم برہم ہوگیا اور انتظام کے لیے پولیس بلائی گئی۔ کتاب حلیہ میں ہے تُوفّی طاووس بالمزدلفۃ اوبمنی فلما حُمل اَخذ عبداللہ بن الحسن بن علی بن ابی طالب بقائمۃ السریر فما زایل حتی

بلغَ القبر واضعًا السرير على کاهله قال الراوی فلقد رأیتُ سقطت قلنسوۃ کانت علیہ ومُزِّق ردائُہ من خلفہ
تاریخ وفات ۷، ذوالحجہ ۲۶۰ھ ہے۔ آپ کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی۔ کذا فی التہذیب للنووی۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تجعلوا اللہ عُرضۃً لایمانکم ان تبرُّوا وتتقوا و تُصلِحُوا الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن رواحۃ بن ثعلبۃ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابو محمد یا ابورواحہ یا ابوعمرو ہے۔ عبداللہ بن رواحہؓ بے اولاد تھے۔ سابقین اولین انصار اور نقباء لیلۃ العقبہ میں سے ہیں۔ بدری ہیں تمام مغازی میں موجود تھے۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ آپ نبی علیہ السلام کے کاتب تھے۔ جنگ بدر میں فتح کی خوش خبری مدینہ منورہ والوں کو دینے والے آپ ہی ہیں۔ رویٰ احمد ان النبی علیہ السلام قال رحم اللہ عبد اللہ بن رواحۃ انہ یحبّ المجالس التی تتَبَاھیٰ بھا الملائکۃُ۔

روایت ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ مسجد میں داخل ہو رہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے منبر پر خطبہ میں فرمایا اِجلِسُوا۔ فجلس مکانہ خارجًا من المسجد فلما فرغ قال لہ زادک اللہ حرصًا علی طواعیۃِ اللہ وطواعیۃ رسولہ آپ فتح مکہ میں شریک نہ تھے کیونکہ اس سے قبل جنگِ موتہ میں شہید ہوگئے تھے۔ جنگِ موتہ ماہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ارضِ شام میں ہوئی تھی۔ جنگِ موتہ پر جاتے ہوئے لوگوں نے آپ کے لیے بہ عافیت واپس آنے کی دعا کی تو آپ نے کہا میری تمنا ہے کہ اسی غزوہ میں شہید ہو جاؤں اور یہ شعر کہے ؎

لٰکِنَّنی اَسْألُ الرحمٰنَ مغفرۃً ۔۔۔ وضربۃً ذاتَ فرغٍ تقذفُ الزبدا

اوطعنۃً بیدی حرّان مجھزۃ ۔۔۔ بحربۃ تنفذ الاحشاء والکبدا

حتی یقولوا اذا مرُّوا علی جدَثی ۔۔۔ یا ارشدَاللہ مِن غازٍ وقد رشدا

جنگِ موتہ میں آپ زید و جعفر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد امیر لشکر ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے جنگ کے دوران شعر پڑھتے ہوئے لڑتے رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے گھوڑے سے اُترے تو آپ کے ابنِ عم نے گوشت پیش کرتے ہوئے کہا شُدَّ بھذا ظہرک فانک قد لقیتَ فی ایّامِک ھذہٖ ما لقیت فاخذہ من یدہ فانتھشَ منہ نھشۃ ثم سَمِع الحطمۃَ فی الناس فقال وانتَ فی الدنیا فالقاہ من یدہ ثم اَخذ بسیفِہٖ فتقدّم فقاتل حتی قُتِل۔

آپ نبی علیہ السلام کے شعراء میں سے ہیں اور بڑے شاعر ہیں۔ صحیح روایت ہے انہ مشیٰ لیلۃً الیٰ اَمۃٍ لہ فنالھا وفطنتْ لہ امرأتُہ فلامتہ فجحدھا وکانت قد رأتْ جماعَہ لھا فقالت لہ ان کنت صادقًا فاقرأ

القرآن فالجنب لا یقرأ القرآن فقال عبد اللہ ؎

شھدت بأنّ وعد اللہ حقٌ | وانّ النار مثوی الکافرینا
وانّ العرش فوق الماء حقٌ | وفوق العرش ربّ العالمینا
وتحمله ملائکة غلاظٌ | ملائکة الإلٰہ مسوّمینا

فقالت امرأتہ صدق اللہ وکذبت عینی وکانت لا تحفظ القرآن ولا تقرؤہ۔

عمرو بن قرّہ رضی اللہ عنہ۔ آپ ایک غیر معروف صحابی ہیں۔ صرف ایک حدیث میں آپ کا ذکر آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ذریعۂ معاش گانا طبل ودف بجانا تھا۔ اصابہ میں ہے اخرج حدیثہ عبد الرزاق فی مصنّفہ من روایۃ مکحول قال حدثنا یزید بن عبد ربّہ عن صفوان بن امیۃ قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءہ عمرو بن قرّۃ فقال یا رسول اللہ ان اللہ قد کتب علیّ الشقوۃ وما ارانی أرزق الا من دفّی بکفّی فائذن لی بالغناء من غیر فاحشۃ فقال لا اٰذن لک ولا کرامۃ ولا نعمۃ ابتغ علی نفسک وعیالک حلالاً فان ذلک جہادٌ فی سبیل اللہ واعلم ان عون اللہ تعالیٰ مع صالحی التجار۔ ابن حجر نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا۔ آیت ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبرّوا الخ وکتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیراً الخ اور دیگر کئی جگہوں میں مذکور ہیں۔ ھی عائشۃ ام المؤمنین بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما۔ والدہ کا نام ام رومان ہے بضم راء یا بفتح راء۔ ام رومان کی وفات ماہ ذوالحجہ ۶ھ میں ہوئی۔ قالہ الواقدی۔ حضرت عائشہؓ نے بچپن میں اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب کہ صرف اٹھارہ انسان مسلمان ہوئے تھے۔ نبی علیہ السلام سے آپ کا نکاح ہجرت سے دو سال قبل ہوا تھا جب کہ آپ کی عمر چھ سال تھی یا سات سال کما قیل۔ اور رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جنگ بدر کے فوراً بعد ماہ شوال ۲ھ میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر نو سال تھی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے سوا کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ آپ کی بہت سی خصوصیات ہیں اوّل یہ جس کا بیان ابھی ہوا۔

دوم یہ کہ آپ اُن صحابہ میں سے ہیں جن سے احادیثِ کثیرہ مروی ہیں اور وہ چھ ہیں عند بعض العلماء اور عند بعض العلماء سات ہیں۔ آپ سے کل دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں جن میں ۱۷۴ متفق علیہ ہیں بخاری ومسلم کے مابین اور ۵۴ پر بخاری اور ۶۸ پر امام مسلم منفرد ہیں۔

سوم۔ آپ کی وسعتِ علمی صحابہ میں مسلّم تھی اور بڑے بڑے صحابہ مختلف فیہ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

چہارم۔ بوقتِ وفات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر مبارک آپ کی گود میں تھا۔
پنجم اور آپ ہی کے گھر میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دفن کیا گیا۔
ششم۔ نبی علیہ السلام پر اس وقت بھی وحی نازل ہوتی تھی جب کہ آپؐ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں ہوتے تھے باقی ازواج کو یہ شرف حاصل نہیں تھا۔
ہفتم۔ آپ کی برات کے بارے میں آیتیں نازل ہوئیں جن کی تلاوت قیامت تک کی جاتی رہے گی۔
ہشتم۔ آپ حبیبۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنتِ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
نہم۔ آپ کے بارے میں یہ حدیث وارد ہے فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام۔
اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث آپ کے مناقب میں مروی ہیں۔
دہم۔ ایک سفر میں آپ کا ہار گم ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی افواج کے ہار تلاش کرنے کے لیے ٹھہر گئے اس اثنا میں صبح کی نماز کا وقت ہوا اور اس مقام پر پانی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے جوازِ تیمم کے بارے میں آیتیں نازل فرمائیں تو تیمم کا نزول آپ کی برکات میں سے ایک برکت ہے کل امتِ محمدیہ کے لیے۔
یازدہم۔ شریعتِ محمدیہ میں عورت کے بلوغ کی اقل مدت ۹ سال ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ نو سال کی عمر میں بالغہ ہوئی تھیں۔

دوازدہم۔ حنفی مذہب میں اکثر مدتِ حمل دو سال ہے۔ اور اس قول کا مدار حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ ہرگز نہیں رہ سکتا۔ آپ کی وفات منگل کی رات کو ۱۸ رمضان ۵۷ھ میں ہوئی وقیل سنة ثمانی وخمسین۔ نمازِ جنازہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

عبّاس رضی اللہ عنہ۔ آپ عمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نبی علیہ السلام سے آپ کی عمر دو یا تین سال زیادہ تھی۔ آپ کی والدہ کا نام نُتَیلہ ہے۔ آپ کی ماں پہلی عربی عورت ہے جس نے بیت اللہ شریف پر ریشم کا غلاف چڑھایا۔ کیونکہ بچپن میں عباسؓ گم ہو گئے تھے تو ماں نے یہ نذر مانی تھی۔ عباسؓ قریش میں اسلام سے قبل رئیس جلیل شمار ہوتے تھے۔

عمارتِ مسجدِ حرم اور سقایتِ آبِ زمزم آپ کے سپرد تھی۔ اسلام لانے سے قبل آپ لیلۃ العقبہ میں حضور علیہ السلام کے رفیق تھے جس میں انصار نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ جنگِ بدر میں مشرکین کے ساتھ آپ بادلِ ناخواستہ مجبوری سے گئے تھے اور پھر قیدی ہو گئے تھے اور فدیہ دے کر اپنی خلاصی حاصل کی۔ بعد میں آپ مسلمان ہوئے۔
بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔ اسلام کو چھپا کر مکہ میں مقیم تھے اور مکہ میں کمزور مسلمانوں

کی نصرت کرتے ہوئے مشرکین کے احوال سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتے تھے۔ آپ کی آواز اتنی بلند تھی کہ کئی کئی میل تک سنائی دیتی تھی۔ ۸ میل تک رات کو آپ کی آواز اور باتیں واضح طور پر سنی جا سکتی تھیں۔ ذکر الحازمی فی کتاب المؤتلف عن الضحاک قال کان عباسؓ یقف علی سلع فینادی غلمانہ فی آخر اللیل وھم فی الغابۃ فیسمعھم قال وبین السلع والغابۃ ثمانیۃ امیال۔

مدینہ منورہ میں بروز جمعہ ۱۲ رجب ۳۲ھ میں اور بقول بعض ۳۴ھ ہجری میں وفات ہوئی جب کہ آپ کی عمر ۸۸ سال تھی۔ جنت البقیع میں آپ کی قبر مشہور ہے۔ آپ سے کل ۳۵ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری اور تین پر مسلم منفرد ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے ان عمر رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقیٰ بالعباس فقال انا کنا نتوسل الیك بنبیّنا فتسقینا وانّا نتوسل الیك الیوم بعمّ نبیّنا فاسقنا فیسقون۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ آیت الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منًّا ولا اذًی کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن الحارث القرشی رضی اللہ عنہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جاہلیت میں آپ کا نام عبد عمرو یا عبد الکعبہ تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ آپ کئی اوصاف و احوال میں ممتاز ہیں۔

اوّلاً یہ کہ آپ قدیم الاسلام ہیں۔ آپ اُن آٹھ میں سے ایک ہیں جو سابقین الی الاسلام تھے۔

ثانیاً، آپ ان پانچ میں سے ایک ہیں جنھوں نے صدیق اکبرؓ کی ترغیب پر اسلام قبول کیا۔

ثالثاً۔ آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔

رابعاً۔ آپ ان چھے اہل شوریٰ میں سے ہیں جو حضرت عمرؓ نے شہادت کے وقت خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے اور پھر سب نے آپ کو اختیار دیا اور آپ ہی نے انصار و مہاجرین سے مشورہ کے بعد حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنا دیا۔

خامساً۔ آپ مہاجرین اوّلین میں سے ہیں اور صاحب ہجرتین ہیں۔ تمام مغازی بدر و اُحد وغیرہ میں آپ شریک رہے۔ ہجرت کے بعد نبی علیہ السلام نے آپ کو سعد بن ربیع کا بھائی بنایا تھا۔

سادساً۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوۂ تبوک کے سفر میں آپ کے پیچھے صبح کی نماز کی ایک رکعت پڑھی تھی اور یہ فضیلت تمام صحابہ میں صرف عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور صدیق اکبرؓ ہی کو حاصل ہے۔

سابعاً۔ آپ بہت زیادہ صدقات کرتے تھے اور خدا کی راہ خوب مال دیتے تھے۔ ایک بار ایک دن میں ۳۱ غلام آزاد کیے۔

ثامناً۔ فی الحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انّ عبدالرحمٰن بن عوف امین فی السماء امینٌ فی الارض

امام زہریؒ کی روایت ہے کہ ایک بار آپ نے نصف مال یعنی چار ہزار درہم خدا کی راہ میں دیے۔ پھر ۴۰ ہزار درہم دیے پھر ۴۰ ہزار دینار دیے۔ پھر خدا کی راہ میں ۵۰۰ گھوڑے دیے پھر ۵۰۰ اونٹ دیے۔

تاسعًا۔ آپ صحابہؓ میں بہت زیادہ دولتمند تھے اور ساتھ ہی بہت زیادہ مال خدا کی راہ میں دیتے رہتے تھے۔ وفی الترمذی اوصی لامہات المؤمنین بحدیقۃٍ بیعت باربع مائۃ الف۔ وفات کے وقت آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے مال میں سے ہر بدری صحابی کو ۴۰۰ دینار دیے جائیں اس وقت اہلِ بدر میں سے ۱۰۰ صحابہ زندہ تھے چنانچہ سب نے اپنا حصہ لے لیا۔ اس کے علاوہ ہزار گھوڑے خدا کی راہ میں دینے کی بھی وصیت کی تھی۔ اپنے پیچھے بہت زیادہ مال چھوڑا۔ سونے کی اتنی بڑی بڑی اینٹیں تھیں کہ تقسیمِ وراثت کے لیے کاٹتے کاٹتے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ قانونِ وراثت کے پیشِ نظر چاروں بیویوں میں ہر ایک کو بتیسواں حصہ ملتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ان چار میں سے ایک بیوی نے اپنے پورے حصے لینے کی بجائے صرف ۸۰ ہزار لینے پر اکتفا کیا۔

عاشرًا۔ حدیث میں ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فقرائے مہاجرین سے ۵۰۰ سال بعد میں جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔ یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یعمُر رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام اُمیمہ بنت عبدالمطلب ہے۔ ابنِ جحش قدیم الاسلام اور صاحبِ ہجرتین ہیں۔ آپ زینب بنت جحش ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بعد الہجرۃ ایک سریہ یعنی چھوٹی سی فوج کا امیر بنا کر بھیجا۔ کہتے ہیں کہ آپ اوّل امیر ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا۔ اور آپ کی واپسی پر لائی ہوئی غنیمت اسلام میں اوّل غنیمت ہے۔ آپ بدر و احد کی جنگ میں شریک تھے۔ احد میں شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے۔

وکان مِن دعائہ یوم احد ان یقاتِل ویُستَشھد ویُقطعَ انفُہ واُذنُہ ویُمثّل بہ فی اللہ تعالٰی۔ فاستجابَ اللہ دعائہ واستُشہِد وعمل الکفارُ بہ ذلک۔ وکان یقال لہ المجدَّع فی اللہ تعالٰی بوقتِ شہادت آپ کی عمر ۴۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ کذا قال النووی فی تہذیب الاسماء۔

علیؓ رضی اللہ عنہ۔ آیت فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ھو علیؓ بن ابی طالب عمّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابو طالب کا نام عبد مناف تھا۔ کما ھو المشہور علی رضی اللہ عنہ کی

والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں اور انہوں نے ہجرت الی المدینہ کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی والدہ فاطمہؓ کی وفات ہوئی۔ فصلّی علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل فی قبرھا۔ حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن وابوتراب تھی۔ آپ عشرۂ مبشرہ اور خلفائے اربعۂ راشدین وعلمائے ربانیین میں سے تھے۔ بڑے شجاع وزاہد احد السابقین الی الاسلام تھے۔

اوّلِ مسلم میں علماء کا اختلاف ہے۔ عند البعض خدیجہؓ ہیں اور عند البعض ابوبکرؓ ہیں اور عند البعض علیؓ ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اول مسلم خدیجہ ہیں پھر ابوبکر پھر علی ہیں رضی اللہ عنہم۔ امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے اس بات پر کہ اوّل مسلم خدیجہؓ ہیں۔ البتہ اس کے بعد اوّل میں اختلاف ہے بعض علماء نے یہ محاکمہ کیا ہے کہ اوّل مسلم رجالِ احرار میں ابوبکرؓ ہیں اور بچوں میں علیؓ اور عورتوں میں خدیجہؓ اور آزاد شدہ غلاموں میں زید بن حارثہؓ اور غلاموں میں بلالؓ ہیں۔ اسلام لاتے وقت حضرت علیؓ کی عمر ۱۰ سال تھی اور بقول بعض ۱۵ سال تھی۔ ابوالاسود کا قول ہے کہ علیؓ اور زبیرؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ دونوں کی عمر ۸ سال کی تھی۔ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مکہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا تاکہ آپ امانتیں اور ودائع ان کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ آپ تبوک کے سوا تمام مغازی میں شریک تھے۔ غزوۂ تبوک میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ دیا تھا۔

آپ کی شجاعت مسلّم ومشہور ہے اسی طرح آپ کا بحرِ علم ہونا بھی مسلّم ہے۔ نبی علیہ السلام کے حبیب تھے۔ آپ کی احادیثِ مرویہ ۵۸۶ ہیں جن میں سے ۲۰ متفق علیہ ہیں اور ۹ پر بخاری اور ۱۵ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ آپ کی اولاد جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے ہے اولادِ نبی علیہ السلام کہلاتی ہے اور آپ ہی کے واسطے سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا سلسلۂ تناسل جاری ہے۔ حدیث شریف ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ امرنی بحبّ اربعۃ واخبرنی انہ یحبّھم قیل یا رسول اللہ سمّھم لنا قال علیٌّ منھم یقول ذلک ثلثا وابوذر والمقداد وسلمان رضی اللہ عنھم۔ رواہ الترمذی۔ آپ ۱۷ رمضان شریف جمعہ کی رات کو ابن ملجم کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور اتوار کی رات ۱۹ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ کو شہر کوفہ میں وفات پا گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال اور بقول بعض ۶۵ سال تھی۔

عمر رضی اللہ عنہ۔ تفسیر بیضاوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر متکرر ہے ھو ابوحفص عمر بن الخطاب بن نفیل القرشی العدوی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم ہے۔ آپ کی ولادت واقعۂ فیل سے ۱۳ سال مؤخر ہے۔ اشرافِ قریش میں آپ کا شمار تھا۔ جاہلیت میں سفارت آپ کے سپرد تھی۔ جنگوں میں اور اہم بڑے واقعات میں فیصلے اور گفتگو کے لیے اہلِ مکہ کی طرف سے آپ ہی سفیر ہوتے تھے۔

اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کے بارے میں آپ کا رویہ بڑا سخت تھا۔ قدیم الاسلام ہیں۔ ۴۰ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد آپ اسلام لائے تھے۔ اور بقول بعض ۳۹ مردوں اور ۲۳ عورتوں کے بعد اور عند البعض ۴۵ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد۔ وعن سعید بن المسیب قال اَسلَمَ عمر بعد اربعین رجلاً وعشرۃ نسوۃٍ فما ھو الاّ ان اَسلم فظھر الاسلام بمکۃ اھ۔

آپ کے اسلام لانے سے قبل مسلمان چھپے چھپے رہتے تھے۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو بڑی تقویت وقوت حاصل ہوئی۔ اسلام لانے کے بعد فوراً آپ قریش کی مجلسوں میں گئے اور اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ پھر قریش اور آپ میں مقابلہ شروع ہوا۔ وہ آپ کو اور آپ انہیں مارتے رہے تاآنکہ اسلام ظاہر ہوا۔

آپ کی ہجرت وخلافت وامامت بڑی رحمت تھی۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان اسلام عمر فتحاً وکانت ھجرتہ نصراً وکانت امامتہ رحمۃً ولقد رأیتنا وما نستطیع ان نُصلّی فی البیت حتی اسلم عمر فلما اَسلَمَ قاتلھم حتی ترکونا فصلّینا۔ آپ نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو فاروق کا لقب دیا۔

حدیث مرفوع ہے کہ شیطان عمر رضی اللہ سے ڈرتا ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں باسنادہ یہ روایت ذکر کی ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت کان بینی وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فقال بمن ترضین ان یکون بینی وبینکِ؟ اترضین بابی عبیدۃ بن الجراح؟ قلتُ ذاک رجل لین یقضی لک علیّ قال اترضین بعمر بن الخطاب؟ قلتُ لا انی لأفرق من عمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والشیطان یفرق منہ فقال اترضین بابی بکر؟ قلت نعم فبعث الیہ فجاء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقض بینی وبین ھذہ قال انا یا رسول اللہ؟ قال نعم فتکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ لہ اقصد یا رسول اللہ قالت فرفع ابو بکر یدہ فلطم وجھی لطمۃً بدر منھا انفی ومنخرای دماً وقال لا اُمّ لکِ فمن یقصد اذا لم یقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلی اللہ علیہ وسلم ما اردنا ھذا وقام فغسل الدم عن وجھی وثوبی بیدہ۔ تاریخ بغداد۔ ج ۱۱ ص ۲۴ قال علیہ السلام ان اللہ جَعَلَ الحق علی لسان عمر وقلبہ وھو الفاروق فرّق اللہ بہ بین الحق والباطل۔ سب سے پہلے آپ ہی کو امیر المؤمنین کہا گیا۔

آپ عشرہ بشرہ میں سے ہیں۔ آپ کی مروی احادیث ۵۳۹ ہیں۔ ۲۶ متفق علیہ ہیں اور ۳۴ پر بخاری اور ۲۱ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ بڑے عالم ہیں۔ قال ابن مسعود حین توفّی عمر ذھب بتسعۃ اعشار العلم۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم مخفی طور پر ہجرت کرتے تھے مگر عمر رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو پہلے طواف کیا اور نماز پڑھی پھر قریش کے مجمع میں جا کر اعلان کیا کہ میں ہجرت کر رہا ہوں۔ لہٰذا جو شخص اپنے بچوں کو یتیم اور بیوی کو بیوہ او۔

ماں کو غمگین کرنا چاہے وہ مکہ سے باہر آکے میرا راستہ روکے۔ لیکن کوئی بھی آپ کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ کر سکا آپ کا زہد و تقویٰ مشہور ہے۔ فعن طلحة بن عبد الله کان عمر أزهدنا فی الدنیا۔ وعن أنس قال رأیتُ فی قمیص عمر اربع رقاع بین کتفیه وعن غیره انّ قمیص عمر کان فیه اربع عشرة رقعة إحداها من ادم۔ عموماً آپ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوتا تھا۔ وعن ابن عمر انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اللّٰهم أعزّ الاسلام بأحبّ هذین الرجلین الیك بابی جهل او بعمر بن الخطاب وکان احبّهما الیه عمر۔ رواه الترمذی۔ وعن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو کان بعدی نبیّ لکان عمر بن الخطاب۔ رواه الترمذی۔

وعن عمر رضی الله عنه قال استأذنتُ النبیّ صلی الله علیه وسلم فی العمرة فأذن لی وقال لا تنسانا یا اخی من دعائك فقال کلمةً مایسرّنی ان لی بها الدنیا وفی روایة قال أشرکنا یا اخی فی دعائك رواه ابو داؤد والترمذی۔ آپ شہادت کے طالب رہتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ منورہ میں شہادت نصیب فرمائی۔ ایک دن جب آپ نے صبح کی نماز کی نیت باندھی تو ابولؤلؤ فیروز نے جو مغیرۃ بن شعبہ کا غلام تھا آپ پر زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے حملہ کیا چھ ضربات آپ کو لگیں اور آپ شدید زخمی ہو گئے۔ یہ ابولؤلؤ مجوسی کافر تھا۔ لوگوں نے جب قاتل کو پکڑنا چاہا تو اس نے مزید ۱۳ مسلمانوں کو زخمی کر دیا جن میں سے سات مر گئے۔ پھر آپ نے انتخاب خلیفہ کے لیے چھ صحابہ کی کمیٹی قائم فرمائی یعنی عبد الرحمٰن بن عوف۔ علی۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد رضی اللہ عنہم۔ کیونکہ عشرۂ مبشرہ میں سے یہی چھ اصحاب زندہ تھے۔

آپ بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو زخمی ہوئے چند دن زندہ رہ کر وفات پاگئے اور بروز اتوار یکم محرم ۲۴ھ کو آپ دفنائے گئے۔ مدتِ خلافت ۱۰ سال ۵ ماہ اور ۲۱ دن ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

فائدہ۔ مسلمانوں میں لقبِ امیر المؤمنین سے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملقب ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اوّلیت کا شرف عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے جنھیں نبی علیہ السلام نے اسلام کے پہلے سریّہ کا امیر مقرر کر کے ان کو امیر المؤمنین کہا۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے احوال میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ علماء محققین کہتے ہیں کہ مطلق اولیت کا شرف ابن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ البتہ خلفاء میں اوّلیتِ لقبِ امیر المؤمنین کا شرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔ وفی السیرة الحلبیّة ج ۳ ص۱۵۴ عند بعث عبد الله بن جحش علی سریّة قبل بدر بشهرین او ثلاثة قال فیها فبعث علیهم عبد الله بن جحش وسمّاه رسول الله صلی الله علیه وسلم امیر المؤمنین فهو اول من تسمّی فی الاسلام بامیر المؤمنین

ثم بعدہٗ عمر رضی اللہ عنہ ولا ینافی ذلک قول بعضہم اوّل من تسمّی فی الاسلام بامیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ لانّ المراد اوّل من تسمّی بذلک من الخلفاء اوان ھذا امیر جمیع المؤمنین وذاک امیر من معہ من المؤمنین خاصّۃً فقد جاء انّ عمرؓ کان یکتب اوّلا من خلیفۃ ابی بکر فاتفق ان عمر رضی اللہ عنہ ارسل الی عامل العراق اَن یّبعث الیہ برجلین جلدین یسألہما عن اھل العراق فبعث الیہ بعبد بن ربیعۃ و عدیّ بن حاتم فقدما المدینۃ ودخلا المسجد فوجدا عمرو بن العاصؓ فقالا استأذن لنا علی امیر المؤمنین فقال عمرو انتما واللہ اصبتما اسمہ فدخل علیہ عمرو وقال السلام علیک یا امیر المؤمنین فقال ما بدالک فی ھذا الاسم فاخبرہ الخبر وقال انت الامیر ونحن المؤمنون فاوّل من سماہ بذلک عبد بن ربیعۃ وعدیّ ابن حاتم وقیل اوّل من سماہ بذلک المغیرۃ بن شعبۃؓ وحینئذٍ صار یکتب من عبد اللہ عمر امیر المؤمنین اھ

عِتبان بن مالک رضی اللہ عنہ یسئلونک عن الخمر والمیسر کے بیان میں مذکور ہیں۔ عتبان ابن مالکؓ صحابی ہیں۔ انصار میں قبیلہ خزرج سے ہیں۔ جمہور کے نزدیک آپ بدری ہیں۔ لیکن ابن اسحٰق نے آپکو شرکاءِ جنگِ بدر میں ذکر نہیں کیا۔ آپ اپنی قوم بنی سالم کے امام تھے۔ صحیحین میں آپ کی حدیث مذکور ہے۔ ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ اور عمر رضی اللہ عنہ کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔ خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ کذا فی الاصابہ۔

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ۔ آیت ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو عمرو بن الجموح بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ۔ آپ انصاری خزرجی ہیں۔ جَموح بفتح جیم ہے۔ بیعتِ عقبہ کے شرکاء میں سے ہیں۔ آپ کے بدری ہونے میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ بدری ہیں اور بعض اس کے منکر ہیں۔ ساداتِ انصار میں سے ہیں جنگِ احد میں شہید ہوئے۔ آپ اور عبد اللہ بن عمرو بن حرام والدِ جابرؓ ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔ شہادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا لقد رأیتہ فی الجنۃ۔

ابن کلبی لکھتے ہیں کان عمرو بن الجموح آخر الانصار اسلامًا۔ آپ کا قبیلہ بنو سلمہ ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ جدّ بن قیس ہمارا سردار ہے لیکن وہ بہت بخیل ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور ناراضگی ہاتھ لمبا کرتے ہوئے فرمایا واَیّ داءٍ ادوأ من البخل بل سیّدکم عمرو بن الجموح۔ وفی روایۃ بل سیدکم الابیض الجعد عمرو بن الجموح۔ کذا فی الادب المفرد للبخاری وغیرہ۔ چنانچہ بعض انصار نے کہا ؎

وقال رسولُ اللہ والقول قولُہ	لمن قال منّا مَن تُسمّون سیّدًا
فقالوا الجدّ بن قیس علی التی	نبخّلہ منہا وان کان اسودا

فسوّد عمرو بن الجموح لجود ہ وحقّ لعمرو بالندیٰ ان یسوّدا

آپ ایک ٹانگ سے لنگڑے تھے۔ ایک حدیث ہے عن ابی قتادۃؓ اتی عمرو بن الجموح الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا رسول اللہ ارایت ان قاتلت حتی اُقتل فی سبیل اللہ ترانی امشی برجلی ھذہ فی الجنۃ قال نعم وکانت عرجاء فقُتل یوم احد ھو وابن اخیہ فمرّ النبی علیہ السلام بہ فقال فانی اراك تمشی برجلك ھذہ صحیحۃ فی الجنۃ۔

آپ کے اسلام لانے کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ چنانچہ ابن اسحٰق نے مغازی میں لکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل آپ نے گھر میں لکڑی کا ایک بُت رکھا ہوا تھا جس کی آپ بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جب بنو سلمہ کے چند نوجوان مسلمان ہوگئے جن میں آپ کے بیٹے معاذ بن عمرو و معاذ بن جبل بھی شامل تھے تو وہ رات کو چپکے سے عمرو بن جموحؓ کے اس بُت کو اٹھا کر کسی گڑھے میں اوندھا ڈال دیتے۔ صبح اٹھ کر عمرو اپنے بت کو گندگی میں پڑا ہوا پاتے اور پھر اسے اٹھا کر لاتے اسے دھو کر خوشبو لگاتے اور بطور افسوس یہ کہتے کہ کاش مجھے پتہ چل جائے کہ تیری یہ بے عزتی کس نے کی ہے تاکہ میں اسے سخت سزا دوں۔ کئی دن تک یہ نوجوان ایسا ہی کرتے رہے۔ آخر ایک دن عمروؓ نے اپنی تلوار بت کے گلے میں ڈال دی اور کہا کہ اگر تجھ میں کچھ طاقت و قدرت ہے تو اپنی حفاظت آپ ہی کر۔ لیکن رات کو نوجوانوں نے ایک مردہ کتے کو اس بت کے گلے میں باندھ کر لٹکا دیا اور تلوار نکال کر لے گئے۔ جب صبح کو عمروؓ نے اپنے بت کی یہ دُرگت بنی دیکھی تو اب ان کے دل کی آنکھیں کھل گئیں اور سمجھ گئے کہ اگر یہ بت خدا ہوتا تو ایسا ذلیل نہ ہوتا۔ پھر اسلام لاتے ہوئے چند اشعار پڑھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے ؎

تاللہ لو کنت الٰھا لم تکن انت وکلبٌ وسط بئرٍ فی قرن

مفسرین لکھتے ہیں کہ آپ نے نبی علیہ السلام سے پوچھا ماذا ننفق من اموالنا واین نضعھا تو یہ آیت نازل ہوئی یسئلونك ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین الآیۃ۔ اور نیز آپ ہی کے سوال پر یہ آیت بھی نازل ہوئی ویسئلونك ماذا ینفقون قل العفو

عمّار رضی اللہ عنہ۔ بیان آیت فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین میں مذکور ہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ ھو عمار بن یاسر بن عامر بن مالك الشامی الدمشقی۔ آپ اور آپکے والدین قدیم الاسلام اور سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ عمارؓ و صہیبؓ ایک ہی وقت میں اسلام لائے۔ آپ سے قبل تیس سے کچھ زیادہ لوگ مسلمان ہوچکے تھے۔

مجاہد کی روایت ہے اوّل من اظھر اسلامہ ابوبکر وبلال وخباب وصھیب وعمار وامُّہ سُمَیَّۃ رضی اللہ عنھم۔ عمار اور ان کے والدین کو اسلام لانے پر مشرکین مکہ نے بڑی سخت اذیتیں دیں۔ عمارؓ متعدد اوصاف و

خصائص میں ممتاز ہیں۔

اوّلاً یہ کہ آپ مع والدین کے سابقین الی الاسلام ہیں۔

ثانیاً۔ آپ کو اور آپ کے والدین کو خدا کی راہ میں مشرکین نے بڑا عذاب دیا۔ نبی علیہ السلام جب ان پر اس حالتِ عذاب میں گزرتے تو فرماتے صبرًا آلِ یاسر فانّ موعدکم الجنّۃ۔

ثالثاً۔ آپ کی والدہ سمیہؓ کو ابوجہل نے قتل کیا فہی اوّل شہیدۃ فی الاسلام۔ آپ کے والد تو عربی الأصل ہیں لیکن والدہ سمیہؓ ابوحذیفہؓ کی باندی تھیں جن سے یاسرؓ کی شادی ہوئی تھی تو ابوحذیفہؓ نے عمارؓ کو آزاد کر دیا۔

رابعاً۔ عن علیؓ قال استأذن عمار علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال إئذنوا لہ مرحبًا بالطیّب المطیّب۔ وعن علیؓ قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان عمارًا مُلِئَ ایمانًا الی مشاشہ اخرجہ الترمذی وابن ماجہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمار رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمانی بڑی مضبوط تھی۔ و جاء ان عمارًا دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحبا بالطیب المطیب ان عمار بن یاسر حشی ما بین اخمص قدمیہ الی شحمۃ اذنہ ایمانًا وفی روایۃ ملئ ایمانا من قرنہ الی قدمہ واختلط الایمان بلحمہ ودمہ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۳۰۷۔

خامساً۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے عداوت کو اللہ تعالیٰ کی عداوت قرار دیا ہے۔ ایک مرتبہ خالد بن ولیدؓ اور عمارؓ میں کسی بات پر اختلاف ہوا۔ خالدؓ نے انہیں سخت الفاظ کہہ دیے۔ عمارؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عادیٰ عمارًا عاداہ اللہ ومن ابغض عمارًا ابغضہ اللہ وفی روایۃ عمار یزول مع الحق حیث یزول۔

سادساً۔ عن عائشۃؓ مرفوعًا ما خُیّر عمار بین امرین الا اختار أیسرھما۔ رواہ الترمذی۔

سابعاً۔ جمہور علماء امت کے نزدیک علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی مخاصمت ونزاع میں حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ تاہم معاویہ رضی اللہ عنہ بھی جلیل القدر وواجب التعظیم صحابی ہیں لہٰذا ان کے بارے میں برا عقیدہ رکھنا یا ناپسندیدہ الفاظ کہنا سخت گناہ ہے۔ ان کی یہ اجتہادی غلطی ہوگی۔ ان کی نیت بری نہیں تھی وہ محض دنیا وحکومت کے طالب نہ تھے وہ مجتہد تھے اور مجتہد اگر خطا بھی کرے تو بھی اسے ثواب ملتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اختلافات میں عوام کو بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ گناہ اور زوالِ ایمان کا سخت خطرہ ہے۔

جمہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت وتصویب کے لیے ایک یہ دلیل بھی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں سے عمار رضی اللہ عنہ بھی تھے اور معاویہؓ کی فوج نے عمارؓ کو شہید کیا تھا اور حدیث مرفوع ہے

ان عمارًا تقتلہ الفئۃ الباغیۃ۔ صحیحین میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ۔ نبی علیہ السلام نے عمار کو بتا دیا تھا کہ دنیا میں تمہارا آخری طعام دودھ ہوگا۔ چنانچہ دوران جنگ صفین میدانِ حرب میں عمارؓ کی خدمت میں رفقاء نے دودھ پیش کیا تاکہ اس سے کچھ قوت حاصل ہوجائے تو عمارؓ خوشی سے مسکرانے لگے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد شہید ہوگئے۔ کتب سیرت میں ہے ان عمارًا لما برز للقتال قال اللّٰھم لو اعلم رضاك عنی ان اوقد نارًا فارمی نفسی فیھا لفعلتُ او اُغرق نفسی لفعلتُ وانی لا اُرید قتال ھٰؤلاء الّا لوجھك الکریم وانا ارجوان لا تُخیّبنی وجعلت ید عمار ترتعش علی الحربۃ لانّ عمرہ یومئذ کان ثلاثا وسبعین سنۃً وقد کان جیٔ بلبن فضحك فقیل لہ ما یُضحِکك قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لی اٰخر شرابٍ تشربہ حین تموت لبن وفی روایۃ اٰخر زادِك من الدنیا مذیقۃ من اللبن ثم نادی عمار (ای من شدۃ سرور الموت) الیوم زُخرِفتِ الجنانُ وزُیِّنتِ الحورُ الحسانُ الیوم نلقی الاحبۃ محمدًا وحزبہ وعن ابی العالیۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قاتل عمارٍ فی النار۔

ولما قُتل عمارٌ جرّد خزیمۃ بن ثابت رضی اللہ عنہ سیفہ وقاتل مع علی ای صار رفیقہ فی الحرب کان خزیمۃ قبل ذلك اعتزل عن الفریقین وقال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تقتل عمارًا الفئۃ الباغیۃ وکان ذوالکلاع رضی اللہ عنہ مع معاویۃ وقال لہ یومًا ولعمرو بن العاص کیف نقاتل علیًّا وعمار بن یاسر فقالا لہ ان عمارًا یعود الینا ویقتل معنا فقتل ذوالکلاع رضی اللہ عنہ قبل قتل عمار ولما قُتِل عمار قال معاویۃ لوکان ذوالکلاع حیًّا لمال بنصف الناس الی علیّ لانّ ذا الکلاع کان ذووہ عشرۃ الاف اھل بیت۔ ولما قُتِل عمارٌ ندم ابن عمرؓ علی عدم نصرۃ علیؓ والمقاتلۃ معہ وقال عند موتہ ما اسفی علی شئ ما اسفی علی ترك قتال الباغیۃ

ولما قتل عمار دخل عمرو بن العاص علی معاویۃ فزعًا وقال قُتِل عمار وسمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تقتل عمارًا الفئۃ الباغیۃ فقال لہ معاویۃ دحضت ای زلفت فی بولك انحن قتلناہ انما قتلہ مَن اخرجہ وفی روایۃ انما قتلہ علیٌّ واصحابہ جاؤا بہ حتی القوہ بیننا وذکران علیًّا رضی اللہ عنہ لما احتجّ علی معاویۃ رضی اللہ عنہ بھذا الحدیث ولم یسع معاویۃ انکارہ قال انما قتلہ مَن اخرجہ من دارہ یعنی بذلك علیًّا فقال علی رضی اللہ عنہ فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن قتل حمزۃ حین اخرجہ کذا فی کتب السیرۃ۔

قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص۷ فی حدیث ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار۔ الی الجنۃ ای الی سببھا وھو اتباع الامام الحق لانّہ کان یدعوا الی اتباع علیؓ وطاعتہ وھو الامام الواجب طاعتہ۔ وقولہ الی النار ای الی سببھا وھو عدم اتباع علیؓ وطاعتہ واتباع معاویۃ وطاعتہ وفیہ

ان تلك الفئة التی کان فیہا قاتلہ کان فیہا جمع من الصحابۃ وھم معذورون بالتأویل الذی ظہر لہم وقال بعضہم وفئۃ معاویۃ وان کانت باغیۃ لکنہ بغی لا فسق فیہ لانہ انما صدر عن تأویل یعذر بہ اصحابہ انتھی۔

ثامنًا۔ وعن حذیفۃ مرفوعًا، اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر واھتدوا بھدی عمار۔ اخرجہ الترمذی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگِ صفّین میں بماہِ ربیع الاوّل ۳۷ھ میں شہید ہوئے جب کہ آپ کی عمر ۹۳ سال تھی۔ وقیل عمرہ ۷۳ سنۃً۔

تاسعًا۔ آپ نے سب سے اوّل اسلام میں مسجد بنائی ہے۔ امام نوویؒ تہذیب میں لکھتے ہیں وکان عمار بنی مسجدًا للہ تعالیٰ فی الاسلام بنیٰ مسجد قبا۔ جنگِ یمامہ میں آپ شریک تھے جس میں آپ کا کان کٹ گیا تھا۔

علقمہ رضی اللہ عنہ۔ علقمہ فاخر آیت قالوا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو علقمۃ بن عُلاثۃ بن عوف بن الاحوص العامری رضی اللہ عنہ۔ اسلام لانے سے قبل علقمہ اور عامر بن طفیل میں تفاخر کا بڑا سخت مقابلہ تھا۔ دونوں اپنی اپنی قوم کے سردار تھے۔ عامر کہتا تھا کہ میں تم سے بڑا انسان ہوں اور مجھ میں کمالات اور مکارم اخلاق تم سے زیادہ ہیں۔ اور علقمہ بن علاثہ کہتے تھے کہ میں بڑا ہوں اور کمالات مناقبِ حسنہ میرے اندر تجھ سے زیادہ ہیں۔ اور یہ مقابلہ تمام عرب میں مشہور تھا۔ اور بہت سے لوگوں نے اس سلسلے میں حَکم وثالث بننے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ ہر ایک شخص دونوں کے شر سے ڈرتا تھا۔ آخر میں ہرم بن قطبہ فزاری نے حَکم بننا منظور کر لیا اور ایک سال کی مہلت مانگی۔ ایک سال کے بعد ہرم نے دونوں کو اپنا یہ فیصلہ سُنایا لقد تحاکمتما الیّ وانتما کرکبتی البعیر تقعان معًا وکلا کما سیّد کریم ولم یُفضِّل احدھما۔ اعشیٰ ولبید عامر کے طرفدار تھے اور حطیئہ علقمہ کا طرفدار تھا۔ اور علقمہ کی مدح اور عامر کی مذمت میں شعر کہتا تھا۔ علقمہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو کر ملکِ شام چلا گیا۔ بعدہٗ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پھر مسلمان ہوا۔

ابو عبیدہ لکھتے ہیں کہ علقمہ نے شراب پی لی تو حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کی۔ علقمہ ناراض ہو کر مرتد ہوئے اور ملکِ شام چلے گئے۔ شاہِ روم نے ان کا اکرام کیا اور کہا انتَ ابن عمّ عامر بن الطفیل فغضب علقمۃ وقال لا ارانی اُعرف الا بعامر فرجع واسلم۔

علقمہ تابعیؒ، تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ آیت یا ایھا الناس اعبدوا ربکم کے تحت مذکور ہیں۔ ھو ابو شبل علقمۃ بن قیس بن عبد اللہ بن مالک النخعی الکوفی رحمہ اللہ۔ علقمہ موصوف تابعی جلیل، فقیہ کبیر ہیں۔ آپ اسود بن یزید کے عمّ ہیں اور اسود بن یزید ابراہیم نخعی کے خال ہیں۔ علقمہ بن قیس نے عمر وعثمان وعلی وابن مسعودؓ

وسلمان فارسی وحذیفہ رضی اللہ عنہم سے سماع حدیث کیا ہے۔ ابن مسعودؓ کے خاص تلمیذ ہیں اور ابن مسعودؓ کے علوم کے حامل ہیں۔ آپ کی توثیق پر علماء کا اتفاق ہے۔ آپ سے ابراہیم نخعی وابن سیرین وشعبی وغیرہ نے سماع کیا ہے۔

قال ابراهيم النخعي كان علقمة يشبه بابن مسعود وقال ابو اسحٰق السبيعي كان علقمة من الربانيين وقال ابوسعد السلماني كان علقمة اكبر اصحاب ابن مسعود واشبههم هديا ودلا له۔ وفات ۶۲ھ وعند البعض ۷۲ھ میں ہوئی۔ حافظ ابونعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں علقمہ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں فذكر باسناده عن قابوس بن ابی ظبیان قال قلتُ لأبی لِأیّ شیءٍ كنتَ تأتی علقمة وتدعُ اصحابَ النبیّ صلی اللہ علیه وسلم قال رأیتُ اصحابَ النبی صلی اللہ علیه وسلم یسألون علقمة ویستفتونه۔ وعن عبدالرحمٰن بن عبد الرحمٰن بن یزید قال قال ابن مسعود رضی اللہ عنه ما اقرأ شیئًا ولا اعلم شیئًا الا علقمة یقرؤه ویعلمه قیل یا اباعبدالرحمٰن واللہ ما علقمة بأقرئنا قال بلی انه واللہ لاقرؤکم۔ وکان علقمة بن قیس یقول کنتُ رجلًا قد اعطانی اللہ حسنَ الصوتِ بالقرآن وکان عبداللہ بن مسعود یرسل الیّ فاقرأ علیه القرآن قال فکنتُ اذا فرغتُ من قراءتی قال زدنا من هذا وعن ابراهیم انّ علقمة قرأ علی ابن مسعود وکان حسن الصوت فقال له رجل رتّل فداك ابی وامّی فانه زینُ القرآنِ۔ کذا فی الحلیة ج ۲ ص ۹۹۔ وکان علقمة یختمُ القرآنَ کل خمیسٍ وعن المسیب بن رافع قال کانوا ایخلون علی علقمة وهو یقرع غنمه ویحلِب و یعلِف وعن ابن یزید قال قیل لعلقمة الا تدخل المسجد فیجتمع الیك وتُسئل فنجلس معك فانه یُسئل من هو دونك ؟ قال انی اکرهُ ان یُوطأ عقبی فیقال هذا علقمة ولما مات علقمة لم یترك الا دارہ وبرذونًا ومصحفًا واوصی به لمولی له کان یقوم علیه فی مرضه وکان علقمة یتزوّج الی اهل بیتٍ دون اهل بیته یرید بذلك التواضع وعن ابراهیم عن علقمة انه قال لامرأته فی مرضه تزیّنی واقعدی عندی اسی لعلّ اللہ یرزقك بعض عوّادی وعن عابسٍ قال قال علقمة احیاءُ العلم المذاکرة وعن ابراهیم عن علقمة قال تذاکروا الحدیث فان حیاته ذکره وعن علی بن مدرك قال قال علقمة لاسود ان انا متُّ فلقّنّی لا اله الا اللہ فاذا انا متُّ فلا تُعْنی لاحدٍ فانی اخافُ ان یکون نعیًا کنعی الجاهلیة فاذا اخرجتم بجنازتی من الدار فاغلقوا الباب حین یخرج اخر الرجال وعلی اوّل النساء فانه لا اَرَب لی فیهنّ وکان علقمة یقول فی قوة حفظه ما حفظتُ وانا شابٌّ کأنی انظر الیه فی ورقةٍ او قرطاس وروی علقمة عن ابن مسعودؓ مرفوعًا انّ اللہ یحبّ ان تقبل رخصه کما یحب ان تؤتی عزائمه وایضًا روی عنه مرفوعًا الخلق کلهم عیال اللہ واحبکم الی اللہ من احسن الی عیاله۔

عثمان رضی اللہ عنہ۔ آیت الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منّاً ولا اذیً کی شرح اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ھو عثمان بن عفان بن ابی العاص القرشی الاموی رضی اللہ عنہ والدہ کا نام اروی بنت کریز ہے۔ آپ خلیفہ ثالث، قدیم الاسلام وصاحب ہجرتین ہیں۔ دونوں ہجرتوں میں آپکی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ کو ذوالنورین اس لیے کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے آپ کا عقدِ نکاح ہوا۔ قال النووی ولا یعرف احدٌ تزوّج بنتی نبیٍّ غیرہ۔ اولاً رقیہ رضی اللہ عنہا سے عقد ہوا۔ وہ غزوۂ بدر کے ایام میں ماہ رمضان ۲ھ میں وفات پاگئیں۔ اور انھیں کی تیمارداری کی وجہ سے بحکم نبی علیہ السلام آپ جنگِ بدر میں شریک نہ ہوسکے۔ اس کے بعد ام کلثوم بنتِ نبی علیہ السلام سے عقد نکاح ہوا۔ ام کلثومؓ کا ۹ھ میں انتقال ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی احادیث مرویہ ۱۴۶ ہیں۔ ان میں تین متفق علیہ ہیں اور آٹھ میں امام بخاری اور پانچ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپ جمعہ کے دن ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے۔ کل عمر ۹۰ سال تھی۔ اور عند البعض ۸۸ سال تھی۔ محرم کی ابتداء ۲۴ھ میں خلیفہ ہوئے۔ خلافت کی کل مدت تقریباً ۱۲ سال ہے۔ بقیع میں مدفون ہیں آپکے چند خصوصی احوال ومناقب یہ ہیں۔

اوّلاً۔ ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہیں جس کی وجہ تسمیہ وتلقیب ابھی گزری ہے۔

ثانیاً۔ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے آپ کا عقدِ نکاح ہوا۔ یہ شرف اولادِ آدم میں کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

ثالثاً۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی شہادت اور آزمائش کی طرف کئی بار اشارے فرمائے۔ فروی البخاری عن انس قال صعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحداً ومعہ ابوبکر وعمر وعثمان فرجف فقال اسکن فلیس علیك الّا نبیٌّ وصدّیق وشھیدا۔

رابعاً۔ جیشِ عسرۃ یعنی جنگِ تبوک کی تیاری کے لیے نبی علیہ السلام نے جب چندہ دینے کا اعلان کیا تو آپنے تین سو اونٹ کل سامان سمیت اور ہزار دینار پیش کیے۔ قال عبد الرحمن بن حباب فانا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عن المنبر وھو یقول ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ رواہ الترمذی۔ وفی روایۃ قال ما ضرّ عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین۔ امام نوویؒ تہذیب میں لکھتے ہیں کہ آپ نے جیشِ عسرۃ کے لیے ۹۵۰ اونٹ اور پچاس گھوڑے دیے تھے۔

خامساً۔ نبی علیہ السلام نے بیعتِ رضوان میں درخت کے نیچے جب صحابہ سے بیعت لی تو عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنا دستِ مبارک اپنے ہاتھ پر رکھا کیونکہ عثمانؓ اہلِ مکہ کے پاس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر

گئے تھے۔ وعن انس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عثمان فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسولہ فضرب باحدے یدیہ علے الاخری فکانت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان خیراً من ایدیھم لانفسھم رواہ الترمذی۔

سادساً۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یاعثمان انہ لعل اللہ یُقمِّصُکَ قمیصاً فان ارادوک علی خلعہ فلاتخلعہ حتی یخلعوہ رواہ الترمذی۔ وعن ابن عمر قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃً فقال یُقتل فیھا ھذا مظلوماً لعثمان۔ رواہ الترمذی۔

سابعاً۔ آپ بڑے غنی تھے اور خدا تعالےٰ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ بڑے سخی اور رحم دل تھے۔

ثامناً۔ آپ جامع قرآن ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کی سورتوں کو اس ترتیب سے جمع کرایا جو لوح محفوظ میں ہے اور جس کی تصریح نبی علیہ السلام نے کی تھی۔ اس کام کے لیے آپ نے ایک کمیٹی قائم فرمائی تھی۔

تاسعاً۔ عن طلحۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکلّ نبیّ رفیقٌ ورفیقی فی الجنّۃِ عثمان رواہ الترمذی۔

عاشراً۔ بہت زیادہ حیادار تھے۔ یہاں تک کہ ملائکۃ اللہ بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ اور نبی علیہ السلام بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ وفی الصحیحین عن عائشۃ رضی اللہ عنھا فی الحدیث الطویل ان النبی علیہ السلام جمع ثیابہ حین دخل عثمان وقال ألا استحیی من رجلٍ تستحی منہ الملائکۃُ۔

عبدان الحضرمی۔ وہ تفسیر ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتُدلوا بھا الی الحکام الآیۃ میں مذکور ہیں۔ شارح نے اس کے احوال ذکر نہیں کیے۔ بلکہ غلطی میں مبتلا ہوگئے۔ انہوں نے عبدان بالباء الموحدہ سمجھتے ہوئے بروزن عطشان لکھا ہے۔ قال الشیخ المحقق الشھاب الخفاجی فی شرح ھذا التفسیر ج ۲ صـ ۲۸۳ وعبدان بوزن عطشان علم اھ یہاں پر ایک اور بات بھی یاد رکھیں وہ یہ کہ تنازعۂ زمین میں امرؤ القیس کا خصم ربیعۃ بن عیدان تھا نہ کہ عیدان بن اسوع اور نہ عیدان بن ربیعہ کما ذکرہ البعض۔ ہم نے ترجمہ امرؤ القیس صحابی رضی اللہ عنہ میں اس پر بحث کی ہے وہاں پر ملاحظہ کیا جائے۔

عناق۔ آیت ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمنّ کے بیان میں مذکور ہے۔ عناق مکہ مکرمہ میں قبل الفتح ایک زانیہ عورت تھی۔ اسلام سے قبل مرثد رضی اللہ عنہ سے اس کی دوستی تھی۔ آیت مذکورہ عناق و مرثد کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی کتاب میں مرثد رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں اس قصہ کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

قاری **عثمان** بن سعید المصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ عثمان مذکور کا لقب ورش ہے۔ یہ لقب آپ کے شیخ حضرت نافع بن ابی نعیم مدنی نے رکھا ہے وکان یقول لہ نافع ھاتِ یا ورشان اقرأ یا ورشان۔ قیل لقّبہ بہ لشدّۃ بیاض

آپ کی کنیت ابوسعید ہے۔ عثمان مذکور مصر میں پیدا ہوئے۔ آپ قاری نافع مدنی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت نافعؒ سے پڑھنے کے لیے مصر سے مدینہ منورہ گئے۔ حضرت نافعؒ سے مدت تک قرآن باقرارۃ پڑھتے رہے تا آں کہ اس فن کے ماہر و امام بن گئے اور امام نافع کی قرارت کی اشاعت کا ذریعہ بنے۔ اپنے زمانے میں مرجع علماء و فضلاء تھے۔ پست قامت تھے۔ ۱۵۵ھ میں امام نافعؒ سے قرارت پڑھنی شروع کی اور ان کے پاس کئی بار اجراء قرارت کے ساتھ قرآن مجید ختم کیا۔ ۱۱۰ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور وفات بھی مصر میں ۱۹۹ھ اور عند البعض ۱۹۷ھ میں ہوئی۔

عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو عکرمۃ مولی ابن عباس رضی اللہ عنہما الہاشمی المدنی۔ عکرمہؒ کی اصل بربر ہے اہل مغرب میں سے ہیں۔ آپ کبار تابعین۔ مفسر کبیر۔ فقیہ متقی۔ ورع حامل علوم ابن عباسؓ تھے۔ آپ نے ابن عباس وابو قتادہ وابن عمر وابن عمرو وابوہریرہ ومعاویہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ اور آپ سے امام شعبی۔ نخعی۔ ابن سیرین وغیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا۔ قال ابن معین عکرمۃ ثقۃ قال واذا رأیت من یتکلم فی عکرمۃ فاتہمہ علی الاسلام وقال ابوحاتم ھو ثقۃ وانما انکر علیہ مالك ویحیی بن سعید لرأیہ وقال محمد ابن سعد کان کثیر العلم بحرًا من البحور ولیس یحتج بحدیثہ ویتکلم الناس فیہ قال البیہقی روی لہ البخاری دون مسلم۔ کذا ذکرہ النووی فی تہذیب الاسماء واللغات۔ ج ۱ ص ۲۴۱ عکرمہؒ ابن عباسؓ کے غلام تھے اور ان سے پڑھتے تھے۔ عکرمہؒ خود فرماتے ہیں کان ابن عباس یجعل فی رجلی الکبل ویعلمنی القرآن والسنن۔

حافظ ابونعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔ حبیب بن ابی ثابتؒ فرماتے ہیں اجتمع عندی خمسۃٌ لا یجتمع عندی مثلہم ابدًا عطاءٌ وطاوسٌ ومجاھدٌ وسعید بن جبیرٌ وعکرمۃٌ فاقبل مجاھد وسعید یُلقیان علی عکرمۃ التفسیر فلم یسألاہ عن اٰیۃٍ الا فسرھا لہما فلما نفد ما عندھما جعل عکرمۃ یقول اُنزلت اٰیۃ کذا فی کذا و اُنزلت اٰیۃ کذا فی کذا قال ثم دخلوا الحمام لیلاً۔ جابر بن زید کہتے تھے ھذا عکرمۃ مولی ابن عباس ھذا اعلم الناس۔

وعن الشعبیؒ انہ کان یقول ما بقی احدٌ اعلم بکتاب اللہ تعالی من عکرمۃ وقال قتادۃ اعلمہم بالتفسیر عکرمۃ۔ ایوبؒ فرماتے ہیں قدم علینا عکرمۃ فاجتمع الناس علیہ حتی اصعد فوق ظہر بیت۔ عمر بن مسلم وغیرہ کہتے ہیں کہ عکرمہ طاوس کے پاس جیرہ میں تشریف لائے فحملہ طاوس علی نجیب ثمنہ ستین دینارًا وقال الا نشتری علم ھذا العالم بستین دینارًا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی حیات میں انہیں فتویٰ دینے کی اجازت دیدی تھی بلکہ اسی کام پر مامور فرمایا تا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پر سے لوگوں کا ازدحام کچھ کم ہو جائے۔ سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے خذوا التفسیر عن اربع عن سعید بن جبیر ومجاھد وعکرمۃ والضحاك وفی روایۃ عطاء بدل

الضحاکُ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۳۲۹ ۔ وفیھا عن عبد العزیز بن ابی رواد قال قلتُ لعکرمۃ بنیسابور الرجل یدخل الخلاء وفی اصبعہ خاتم فیہ اسم اللہ قال یجعل فصّہ فی باطن کفّہ ثم یقبض علیہ وعن سعید بن مسروق عن عکرمۃ قال کانت الخیلُ التی شغلتْ سلیمان بن داؤد علیھما السلام عشرین الفًا فعقرھا۔

وعن ابی یزید المدنی ان عکرمۃ حدّثہم قال لما زوّج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ رضی اللہ عنہا کان ما جھّزھا بہ سریرًا مشروطًا ووسادۃً من ادم حشوُھا لیفٌ وتورًا من اَقِط قال فجاءُ ابطحاء فنثروھا فی البیت ۔ وعن عکرمۃ قال قال لقمان لابنہ قد ذُقتُ المرارۃ فلیس شیٔ اَمَرَّ من الفقر وحملتُ الحمل الثقیل فلیس شیٔ اَثقل من جارِ السوءِ ولوانّ الکلام من فضّۃ لکان الصّمتُ من ذھبٍ ۔ وکان یقول من قرأ یٰسٓ والقرآن الحکیم لم یزل ذلک الیوم فی سرورٍ حتی یُمسِی ویقول لکل شیٔ اساس واساس الاسلام الخلق الحسن ۔ عکرمہؒ اور شاعر کثیّر عزۃ کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی فاُخرجتْ جنازتھما فقال الناس مات اَفقہُ الناس واشعرُ الناس ۔ عکرمہ رحمہ اللہ کی وفات ۱۰۵ھ یا ۱۰۶ھ میں ہوئی۔

عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ ھو عطاء بن ابی رباح المکی القرشی مولی ابن خثیم الفھری۔ ابو رباح کا نام اسلم تھا۔ عطاء تابعینِ کبار میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں ہی جوان ہوئے۔ عبادلہ اربعہ یعنی ابن عباس وابن زبیر وابن عمر وابن عمرو وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا۔ آپ سے بہت سے تابعین وغیرہ روایت کرتے ہیں مثل زہری وقتادہ وغیرہما۔ حضرت عطاء امام تفسیر۔ محدث۔ فقیہ۔ عابد۔ کثیر العبادۃ تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ تشریف لائے تو لوگوں نے بہت سے مسائل دریافت کرنا شروع کر دیئے تو آپ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں عطاء بن ابی رباح کی موجودگی میں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۳۱۱۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بعد مکہ مکرمہ کے مفتی آپ تھے۔ ابراہیم بن عمر بن کیسان کہتے ہیں اذکرھم فی زمان بنی امیۃ یأمرون فی الحاج صائحًا یَصیحِ لا یُفتی الناسَ الّا عطاء بن ابی رباح۔ کذا فی التھذیب للنووی۔ ج ۱ ص ۳۳۴ ۔ سلمۃ بن کہیلؒ فرماتے ہیں ما رأیتُ احدًا یطلبُ بعلمہ ما عند اللہ تعالیٰ الّا ثلاثۃً عطاء وطاووسًا ومجاھدًا۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں۔ مات عطاءٌ وھو اَرضیٰ اَھل الارض۔ حلیہ میں ہے کان عطاءٌ یُطیل الصمتَ فاذا تکلّم یُخیّل الینا انہ یؤیّد۔ وکان عطاءٌ یقول من جلس مجلس ذکر کفّر اللہ عنہ بذلک المجلس عشرۃَ مجالس من مجالس الباطل وان کان فی سبیل اللہ کفّر اللہ بذلک المجلس سبعمائۃ مجلس من مجالس الباطل قال ابو ھزان الراوی عنہ قلتُ لعطاء ما مجلس الذکر؟ قال مجلس الحلال والحرام وکیف تُصلّی وکیف تصومُ وکیف تنکح وکیف تُطلّق وتبیع وتشتری ۔

وکان یقول ماقال عبدٌ قط یارب یارب یارب ثلاث مرات الا نظر اللہ الیہ قال الراوی عنہ فذکرتُ ذلك للحسنؒ فقال اما تقرؤن القرآن؟ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار ربنا واٰتنا ما وعدتنا علٰی رسلك ولا تخزنا یوم القیٰمۃ انك لا تخلف المیعاد فاستجاب لھم ربھم۔ ابن جریجؒ عطاءؒ سے نقل کرتے ہیں النظر الی العابد عبادۃ۔ عمر بن الوردؒ نقل کرتے ہیں قال لی عطاء ان استطعت ان تخلو بنفسك عشیۃ عرفۃ فافعل۔ عطاءؒ سے کسی نے پوچھا ما افضلُ ما اُعطی العباد؟ قال العقلُ عن اللہ عزوجل وھو المعرفۃ بالدین۔ وکان یقول اذا تناھقت الحُمر من اللیل فقولوا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں عطاءؒ سے ملا فقال من این انت قلتُ من اھل الکوفۃ قال انت من اھل القریۃ الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا؟ قلتُ نعم قال فمن ای الاصناف انت؟ قلتُ ممن لا یسبُّ السلف ویؤمن بالقدر ولا یکفر احدًا بذنب فقال لی عطاء عرفت فالزم۔ حضرت عطاءؒ نے یہ سوال اس لیے کیا کہ کوفہ میں اہل تشیع وخوارج کی کثرت تھی اور یہ دونوں فرقے گمراہ ہیں۔ عطاءؒ نے ستر حج کیے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے لیس فی التابعین احد اکثر اتباعًا للحدیث من عطاء۔ عطاءؒ کی توثیق وجلالت وامامت پر محدثین کا اتفاق ہے۔ وفات مکہ مکرمہ میں ۱۱۵ھ میں ہوئی۔

ومن غرائب عطاء انہ قال اذا اراد الانسان سفرًا فلہ القصر قبل خروجہ من البلد وخالف الجمھور۔ ومن غرائبہ ما حُکی عنہ کما فی تھذیب الاسماء للنووی انہ قال اذا کان یوم العید یوم الجمعۃ وجبت صلاۃ العید ولا یجب بعدھا لا جمعۃ ولا ظھر ولا صلاۃ بعد العید الا العصر۔

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ۔ بحث آمین میں مذکور ہیں۔ ھو عبداللہ بن مغفل بن عبد غنم بن عفیف المزنی المدنی۔ آپ مشہور صحابی ہیں۔ کنیت ابوعبدالرحمٰن وابوزیاد وابوسعید تھی۔ اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں وکان یقول انی لممن رفع اغصان الشجرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مدنی ہیں۔ اولاً مدینہ منورہ میں رہائش تھی پھر بصرہ میں رہنے لگے اور جامع مسجد کے قریب گھر بنایا۔ آپ ان بکائین (رونے والوں میں) سے ایک ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ولا علی الذین اذا ما اتوك لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنًا الا یجدوا ما ینفقون اور ان دس افراد میں آپ بھی تھے جنھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو تعلیم دینے کے لیے بصرہ بھیجا تھا۔ جب مشہور شہر تستر کو مسلمانوں نے فتح کیا تو اس میں سب سے پہلے داخل ہونے والے آپ ہی تھے۔ آپ سے کل ۴۳ حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں چار متفق علیہ ہیں اور ایک ایک پر مسلم وبخاری منفرد ہیں۔ کذا قال النووی فی تھذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۹۱۔ بصرہ میں ۶۰ھ یا ۵۹ھ میں وفات پائی۔

آپ کی وصیت کے مطابق ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کذا فی الاصابۃ ج ۲ ص ۲۷۲۔

قاری عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ ھو ابوبکر عاصم بن ابی النجود بھدلۃ مولیٰ بنی جذیمۃ بن مالک بن نضر بن قعین بن اسد۔ امام عاصم رحمہ اللہ قاری و مُقری ہیں سید القراء متقی۔ ورع۔ عابد۔ خاشع۔ ثقہ و نورِ اسلام ہیں۔ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ قراء سبعہ میں آپ کو یہ امتیازی شان حاصل ہے کہ اس زمانے میں بلکہ ابتداء سے لے کر آج تک ساری دنیا میں یا دنیا کے اکثر حصہ میں آپ ہی کی قرارت بروایت حفص پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ آپ کی قرارت سہل ہے۔ اس میں تصرفاتِ مشکلہ مثلِ امالہ و اشمام و تسہیل وغیرہ نہیں ہیں یعنی بہت کم و نادر ہیں۔ والنادر کالمعدوم۔ امام احمد رحمہ اللہ آپ کی قرارت پسند کرتے تھے اور اسی کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔ کما حکی عنہ ابنہ عبداللہ بن احمد۔ وفیات الاعیان ج ۳ ص ۹ پر ابن خلکان لکھتے ہیں۔ اخذ القراءۃ عن ابی عبدالرحمٰن السلمی و زر بن حبیش واخذ عنہ ابوبکر بن عیاش و ابو عمر البزار واختلفوا اختلافاً شدیداً فی حروف کثیرۃ والنجود بفتح النون وضم الجیم وسکون الواو وبعدھا دال مھملۃ وھی الحمارۃ الوحشیۃ التی لا تحمل وقیل ھی المشرفۃ انتھی۔ نجود کا معنی الحمارۃ الوحشیۃ الخ کرنا مشکوک ہے۔ والصواب ما فی الاجناس ان النجود الطویلۃ من الحمر وقیل ھی الناقۃ التی لا تبرک الا علی مکان مرتفع[اھ] وبھدلۃ بفتح باء موحدۃ وسکون ھاء وفتح دال مھملۃ۔ یہ ابو النجود کا نام ہے۔ بعض علماء کی رائے میں یہ ان کی والدہ کا نام ہے۔

امام عاصم کا انتقال شہر کوفہ میں ۱۲۷ھ کو ہوا۔ امام احمد فرماتے ہیں بھدلۃ ھو ابو النجود وقال عمرو بن علی وغیرہ ھو اسم امہ وخطأہ ابوبکر بن داؤد۔ کذا فی تھذیب التھذیب ج ۵ ص ۳۸۔ آپ نے علم القراءۃ زر ابن حبیشؒ و ابی عبدالرحمٰن سلمیؒ سے حاصل کیا۔ نیز ان دو اساتذہ کے علاوہ ابو وائل و ابو صالح السمان و ابو رزین و مسیب بن رافع و مصعب بن سعد وغیرہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے امام اعمش و منصور و عطاء بن ابی رباح (حالانکہ عطاء آپ سے عمر میں بڑے ہیں) و شعبہ و سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و سعید بن ابی عروبہ و زائدہ و شریک و ابو عوانہ و حفص بن سلیمان و ابوبکر بن عیاش وغیرہم رحمہم اللہ روایت حدیث کرتے ہیں۔

اکثر محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے اور بعض نے غیر ثقہ کہا ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔ کان ثقۃ الا انہ کثیر الخطأ فی حدیثہ۔ وقال الامام احمد کان عاصم رجلاً صالحاً قارئاً للقرآن واھل الکوفۃ یختارون قراءتہ وانا اختارھا وکان خیراً ثقۃ والاعمش احفظ منہ وکان شعبۃ یختار الاعمش علیہ فی ثبت الحدیث نیز امام احمدؒ فرماتے ہیں عاصم صاحب قرآن وحماد صاحب فقہ وعاصم احب الینا وقال ابن معین لا بأس بہ وقال العجلی کان صاحب سنۃ وقراءۃ وکان ثقۃ رأساً فی القراءۃ وعن ابی زرعۃ انہ ثقۃ۔ ابن ابی

حاتم اپنے والد حافظ ابوحاتم سے یہ نقل کرتے ہیں قال ابی حاتم ان عاصما صالح ومحلّه عندی محلّ الصدق صالح الحدیث ولیس محلّه ان یقال هو ثقة ولم یکن بالحافظ وقد تکلم فیه ابن عُلَیّة فقال کل من اسمه عاصم سیّئ الحفظ وقال النسائی لیس به بأس وقال ابن خراش فی حدیثه نکرة وقال العقیلی لم یکن فیه الا سوء الحفظ قال ابوبکر بن عیّاش سمعتُ ابا اسحٰق یقول ما رأیت اقرأ من عاصم۔

وقال ابن عیّاش دخلت علی عاصم وقد احتضر فجعلتُ اسمعه یردّد هذه الاٰیة یُحقّقها کانه فی المحراب ثم ردّوا الی الله مولاهم الحق الا له الحکم وهو اسرع الحاسبین۔ آپ کی وفات عند البعض ۱۲۷ھ میں اور عند ابن سعد ۱۲۸ھ میں ہوئی۔ کذا قال ابن حجر فی التهذیب وقال فیه اخرج له الشیخان مقرونًا بغیره۔ ابو عوانہ فرماتے ہیں صحیح مسلم میں آپ کی صرف ایک حدیث موجود ہے وہ لیلۃ القدر کے بارے میں ابی بن کعبؓ کی حدیث ہے۔ حماد بن سلمہؒ فرماتے ہیں اخیر عمر میں امام عاصم کی عقل میں کچھ خلط واقع ہوگیا تھا۔

فائدہ۔ امام عاصمؒ کے قرارت میں معروف دو راوی ہیں اول ابوبکر شعبہ بن ابی عیاش کوفی۔ دوم، ابو عمر حفص بن سلیمان کوفی۔ دونوں کے احوال اسی کتاب میں اپنی جگہ ملاحظہ کریں۔

فائدہ۔ قرارت کا معاملہ چونکہ بہت اہم ہے اور تفسیر بیضاوی میں کثیر الدوران وکثیر الذکر ہے اور ان قراء کے نام مکرر الذکر ہیں لہٰذا بطور اتمام افادہ امام عاصم کے دونوں شیوخ قرارت کا مختصر ترجمہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

شیخ اوّل ابوعبدالرحمٰن سلمی ہیں وهو عبد الله بن حبیب بن ربیّعة بتشدید الیاء وبالتصغیر ابو عبد الرحمٰن السلمی الکوفی القاریؒ۔ کذا فی تهذیب التهذیب لابن حجر۔ حبیب بن ربیعہؓ صحابی ہیں۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی روایت کرتے ہیں عمر وعثمان وعلی وسعد وخالد بن الولید وابن مسعود وحذیفہ وابوموسیٰ الاشعری وابو ہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابراہیم نخعی وعلقمہ بن مرثد وسعید بن جبیرؓ عاصم بن بہدلہ وغیرہم رحمہم اللہ۔ قال ابو اسحاق اقرأ ابوعبد الرحمٰن القراٰن فی المسجد اربعین سنة وقال العجلی کوفی تابعی ثقة وکان اعمٰی۔ واقدیؒ فرماتے ہیں شهد مع علیّ صفّین ثم صار عثمانیًا اھ آپ اصحاب ابن مسعود میں سے ہیں بہ عمر ۹۰ سال ۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ کذا فی التہذیب ج ۵ ص ۱۸۴۔

شیخ دوم زِرّ بن حُبیش بن حُباشة بن اوس الاسدی الکوفی۔ زِرّ بکسر زا، وتشدید را ہے۔ آپ کی کنیت ابومریم وابومطرف ہے مخضرمین میں سے ہیں۔ زمانہ جاہلیت پایا ہے تابعی ہیں صحابیت سے محروم رہے۔ عمر وعثمان وعلی وابن مسعود وابوذر وعبدالرحمٰن بن عوف وعباس وحذیفہ وابی بن کعب وصفوان بن عسّال وعائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابراہیم نخعی وعاصم بن بہدلہ ومنہال بن عمرو وعیسیٰ بن عاصم وعدی بن ثابت وشعبی وغیرہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ زر بن حبیش ثقہ۔ کثیر الحدیث وعظیم محدّث وحافظ ہیں۔ آپ علقمہ واسود

کی طرح ابن مسعودؓ کے خصوصی تلامذہ واصحاب میں سے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ زِرّ سے عربیّت ولغت کے بارے میں گاہے گاہے سوال کرتے تھے کیونکہ آپ فصیح اعراب میں سے تھے۔
اس بیان سے معلوم ہوا کہ آپ کے علم قرارت کا منبع ابن مسعودؓ ہیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے بھی کچھ مدت تک استفادہ کیا۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۲۱ میں ہے عن عاصم عن زرّ قال خرجتُ فی وفد من اھل الکوفۃ وایم اللہ ان حرّضنی علی الوفادۃ الالقاءُ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم المھاجرین والانصار فلما قدِمتُ المدینۃ اتیتُ ابیّ بن کعب وعبدَ الرحمٰن بن عوف فکانا جلیسیّ وصاحِبیّ فقال اُبی یا زرّ ما تُرید ان تدَعَ اٰیۃً من القراٰن الا سألتنی عنھا قال فقلتُ فی ای شئ اٰیتُہ فقلتُ یا ابا المنذر رحمك اللہ اخفض لی جناحَكَ فانما اتمتّع منك تمتعًا انتھی بزیادۃ من تھذیب الکمال۔ حرصِ قرارت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنت بارآور کرنے اور عام کرنے کے لیے آپ کو امام عاصم جیسے تلمیذ نصیب فرمائے جنھوں نے کل دنیا تک قرارت پہنچائی اور احد القراء السبعۃ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا۔
مذکورہ صدر حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ زرّ کوفہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت سے پوری طرح فیض یاب ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مزید علم قرارت حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔
نیز اس بیان سے ثابت ہوا کہ جس طرح فقہ حنفی کا مدار علم ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاوے واحادیث اس کے مآخذ ہیں اسی طرح امام عاصم کی قرارت کا مأخذ بھی قرارت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ کیونکہ عاصم کوفی ہیں اور ابن مسعودؓ بھی کوفی ہیں اور قرارت میں امام عاصم کے دونوں شیوخ زر بن حبیش وابو عبد الرحمٰن سلمی علقمہ واسود کی طرح ابن مسعودؓ کے تلامذہ بلکہ خصوصی اصحاب اور دائمًا آپ کی صحبت میں رہنے والے ہیں۔
قال العجلی کان زرّ من اصحاب علیؓ وعبد اللہؓ ثقۃ وقال ابن سعد کان ثقۃ کثیر الحدیث قال ابن البرکان زرٌّ عالمًا بالقراٰن قارئًا فاضلًا۔ زر کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی۔ کل عمر ۱۲۷ سال تھی۔
عبد اللہ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔ ھو عبد اللہ بن کثیر الداری المکی ابو معبد القاری المقری مولی عمرو بن علقمۃ الکنانی۔ ابن کثیر احد القراء السبعہ ہیں۔ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ نسبتِ داری میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ مکہ مکرمہ میں عطار تھے۔ اہل مکہ عطار کو داری کہتے ہیں۔ اور عند بعض العلماء آپ تمیم داریؓ کے قبیلہ یعنی دار بن ہانی کی اولاد میں سے ہیں۔ اور بقول ابو نعیم آپ بنو عبد الدار کے مولی یعنی عتیق ہیں۔
ابن کثیرؒ روایت کرتے ہیں ابو الزبیر ومجاہد وابو المنہال عبد الرحمٰن بن مطعم وعکرمہ مولی ابن عباسؓ وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں ایوب وجریر بن حازم وابن جریج وحماد بن سلمۃ وابن عیینہ وغیرہ

رحمہم اللہ۔ ابن المدینی وابن سعد فرماتے ہیں ھو ثقۃ ولہ احادیث صالحۃ۔ ابوعمرو بن العلا جو قراء سبعہ میں سے ہیں آپ سے قراءت پڑھتے تھے۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں مکہ میں ابن کثیر سے بڑا قاری نہ تھا۔ جریر بن حازم فرماتے ہیں کان فصیحا بالقرآن۔ ابوعمرو دانی فرماتے ہیں ابن کثیر نے قراءت مشہور صحابی عبداللہ بن السائب مخزومی رضی اللہ عنہ سے اخذ کی ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ مجاہد بن جبیر سے اخذ قراءت کیا ہے۔ امام بخاری کی رائے ہیں ابن کثیر قریش کے قبیلہ بنو عبدالدار میں سے ہیں۔ ابن حجر نے بخاری کے اس قول کی تردید کی ہے۔ وعن ابن معین انہ قال ابن کثیر القاری ثقۃ۔ اہل مکہ نے آپ کی قراءت اختیار کی تھی۔ ابن کثیر حدیث میں بھی امام تھے۔ آپ سے امام شافعیؒ و خلیل بن احمدؒ بھی نقل و روایت کرتے ہیں۔ ابن کثیرؒ تابعی ہیں۔ ابوایوب انصاری و انسؓ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔ ملّا علی قاریؒ وغیرہ لکھتے ہیں ابن کثیرؒ ان اہل فارس کی اولاد میں سے ہیں جنھیں کسریٰ نے کشتیوں میں یمن بھیجا تھا جب کہ اہل حبشہ یمن سے نکالے گئے۔ ابن کثیر کی ولادت مکہ مکرمہ میں خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ۴۵ھ میں ہوئی۔ کچھ مدت عراق میں مقیم رہے لیکن پھر مکہ مکرمہ کی طرف واپس آئے اور یہاں مقیم رہے۔

سالِ وفات ۱۲۰ھ ہے۔ اس تاریخ وفات پر ابی جعفر احمد بن علی ابن الباذش متوفی ۵۴۶ھ نے اپنی کتاب الاقناع فی القراءات میں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ تاریخ صحیح نہیں ہے لان عبد اللہ بن ادریس الاودی قرأ علیہ ومولد ابن ادریس ۱۱۵ھ فکیف تصح قراءتہ علیہ لو ان ابن کثیر تجاوز ۱۲۰ھ وانما الذی مات فیہا عبد اللہ بن کثیر القرشی وھو غیر القاری واصل الغلط فی ھذا من ابی بکر بن مجاھد انتھی ما حکاہ ابن خلکان فی الوفیات ج ۳ ص ۴۱۔ علّامہ جزری ابن الباذش کی یہ رائے ذکر کر کے فرماتے ہیں وھو معذور فیما قال غیر ان الصواب فی ذلک ان ابن ادریس الاودی لم یقرأ علی ابن کثیر ھذا واللہ اعلم۔ ابن کثیرؒ کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ کریں۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۸۴ غایۃ النہایۃ ص ۴۴۳ وفیات الاعیان، ج ۳ ص ۴۱۔ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۶۷۔ العقد الثمین ج ۵ ص ۲۳۶۔ شذرات ج ۱ ص ۱۵۷

فائدہ۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کے رواۃ بہت ہیں۔ مشہور دو ہیں اوّل ابوالحسن احمد بن محمد البزّی۔ دوّم ابوعمر محمد قنبل۔

فائدہ۔ ابن کثیر کی قراءت کا زیادہ تر مأخذ قراءاتِ ابیّ بن کعب و زید بن ثابت رضی اللہ عنہما ہے کیونکہ آپ نے قراءت عبداللہ السائب مخزومی صحابیؓ و مجاہد سے پڑھی ہے اور ابن السائب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی سے حاصل کی ہے۔ اور مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن عباسؓ نے زید بن ثابت و ابیّ رضی اللہ عنہما سے علم قراءت حاصل کیا ہے۔ ابن السائبؓ وہ شخص ہیں جنھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کے مکتوبہ نسخوں میں سے ایک نسخہ دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ یہ نسخہ اہل مکہ کو پڑھائیں۔ تو

عبداللہ بن کثیر مکی ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ابن السائب رضی اللہ عنہ سے مصحف پڑھا۔

عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعۃ الیحصبی الدمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابن عامر تابعی وقراء سبعہ میں سے ہیں آپ ابن عامر دمشقی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کی متعدد کنیتیں ہیں ابو عمران۔ ابو عبیداللہ۔ ابو عامر۔ ابو نعیم۔ ابو عثمان۔ ابو سعید۔ ابو محمد۔ ابو موسیٰ۔ آپ نے قرآن مع القراءۃ مغیرۃ بن ابی شہاب سے پڑھا۔ اور آپ سے متعدد علماء نے علم قرارت حاصل کیا مثل اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر۔ و ابو عبیداللہ مسلم بن مشکم ویحیی بن الحارث الذماری رحمہم اللہ۔ ابن عامر تابعی ہیں۔ ابن عامر دمشقی روایت کرتے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ ونعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ وابو امامہ وفضالۃ بن عبید وواثلۃ بن الاسقع وابو ادریس خولانی وقیس بن الحارث رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی عبدالرحمٰن اور ربیعۃ بن یزید وعبداللہ بن العلاء۔ و عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر وجعفر بن ربیعہ ومحمد بن الولید الزبیدی وغیرہ رحمہم اللہ۔ قاری ابن عامر دمشق میں قاضی وخطیب تھے۔

آپ نے قرآن مجید مغیرۃ بن ابی شہاب سے اور مغیرہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے پڑھا۔ نیز ابن عامر نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے اور ابو الدرداء نے نبی علیہ السلام سے پڑھا۔ بقول بعض علماء ابن عامر نے بلا واسطہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پڑھا ہے۔ قال الھیثم بن عمران کان عبداللہ بن عامر رئیس اھل المسجد زمان الولید بن عبد الملك وکان یزعم انہ من حمیر وکان یغمز فی نسبہ وقال النسائی ھو ثقۃ۔ قراء سبعہ میں باعتبار زمانہ آپ سب سے مقدم ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی سند بھی سب سے اعلیٰ ہے۔ قال محمد بن سعد مات ۱۱۸ھ وکان قلیل الحدیث۔ آپ کی ولادت نبی علیہ السلام کی وفات سے دو سال قبل قریۂ رحاب میں ہوئی۔ پھر دمشق منتقل ہوئے۔ آپ کی وفات بروز عاشوراء دس محرم کو ہوئی۔

فائدہ۔ ابن عامر قاری کے تلامذہ بہت ہیں مثل ولید بن عتبہ۔ ولید بن مسلم۔ عبدالرزاق الورّاق وغیرہ۔ مگر مشہور دو ہیں۔ ابو الولید ہشام بن عمار سلمی دمشقی رحؒ اور ابو عمرو عبداللہ بن احمد بن بشر بن ذکوان رحؒ۔

عیسیٰ بن مینا ابو موسیٰ المدنی النحوی ربیب نافع القاری الامام رحمہما اللہ۔ عیسیٰ بن مینا کا لقب قالون ہے۔ اسی لقب سے مشہور ہیں۔ قالون عجمی لفظ ہے اس کے معنی ہیں جیّد یعنی اچھا۔ جودتِ قرارت کی وجہ سے آپ کا یہ لقب نافع نے یا امام مالکؒ نے رکھا۔ قالون سبی روم میں سے تھے۔ لفظ قالون غیر منصرف ہے علمیت وعجمہ کی کی وجہ سے۔ قالون اصمّ یعنی بہرے تھے۔ اپنا کان قاری کے منہ کے قریب کرکے تحصیلِ علم کرتے تھے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ اتنے بہرے تھے کہ ڈھول وغیرہ کی آواز بھی نہیں سُن سکتے تھے لیکن قرآن مجید بلا تکلف سنتے تھے اور یہ عجیب کرامت وسعادت ہے قیل لم یکن یسمع البوق واذا قرئ القرآن علیہ یسمعہ

آپ امام نافعؒ جو قراء سبعہ میں سے ہیں کے مشہور تلمیذ ہیں۔ سالِ ولادت ۱۲۰ھ ہے۔ امام نافع کے علوم و قراءت کے حامل ہیں۔ وفات مدینہ منورہ میں ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان البهرانی الدمشقی المقریٔ رحمہ اللہ۔ عبداللہ بن احمد مشہور قاری ہیں۔ قراء سبعہ میں سے قاری ابن عامر شامیؒ کے راوی ہیں۔ ابن ذکوان کے نام سے مشہور ہیں۔ ذکوان آپ کے جدّ کے والد ہیں۔ عبداللہ بن احمد کی کنیت ابوعمرو وعند البعض ابومحمد ہے۔ آپ دمشق کی جامع مسجد میں جمعہ کے سوا پانچوں نمازوں کے امام تھے۔ ابن عامر سے بالواسطہ قراءت کے راوی ہیں کیونکہ عبداللہ بن احمد نے ایوب بن تمیم مقری سے اور ایوب نے یحییٰ سے اور یحییٰ نے ابن عامر شامی سے قراءت پڑھی۔

عبداللہ بن احمدؒ ایوب بن تمیم مقری و بقیۃ و ضمرۃ بن ربیعہ و مروان بن محمد و ولید بن مسلم و مروان بن معاویہؒ و وکیع وغیرہ ائمہ دین رحمہم اللہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابوداؤد و ابن ماجہ و ابوزرعہ رازی و یعقوب ابن سفیان و ابوحاتم اور آپ کے بیٹے احمد بن عبداللہ وغیرہ ائمہ کبار رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں لیس به بأس وقال ابوحاتم صدوق وقال الولید بن عتیبة ما بالعراق أقرأ منه وقال ابوزرعة الدمشقی ولا بالحجاز ولا بالشام ولا بمصر ولا بخراسان فی زمنه عندی اقرأ منه وذکره ابن حبان فی الثقات کذا قال ابن حجر فی تهذیب التهذیب ج ۵ ص ۱۴۰۔ آپ روز عاشوراء ۱۷۳ھ کو پیدا ہوئے اور وفات حسبِ قول ابوزرعہ وغیرہ ۲۴۲ھ اور بقول ابن حبان ۲۴۳ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ قالوا انؤمن کما امن السفهاء کے بیان میں مذکور ہیں۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جلیل القدر و مشہور صحابی ہیں۔ اوّلاً یہودی تھے پھر ہجرتِ نبی علیہ السلام کے بعد مسلمان ہوئے۔ بقولِ عام محدثین آپ مدینہ منورہ میں نبی علیہ السلام کی تشریف آوری کے فوراً بعد مسلمان ہوئے اور بقولِ بعض علماء ۸ھ میں مسلمان ہوئے۔ آپ کا نام حصین تھا پھر نبی علیہ السلام نے تبدیل کر کے عبداللہ رکھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے عبداللہ بن سلام بن الحارث ابو یوسف من ذرّیة یوسف النبی علیه السلام۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی قینقاع سے تھا۔ مدینہ منورہ کے باشندہ تھے۔ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں جب نبی علیہ السلام مدینہ شریفہ میں داخل ہوئے تو میں ایک جماعت کے ساتھ آپ کو دیکھنے کے لیے گیا۔ جب نبی علیہ السلام کے چہرے کو دیکھا تو مجھے آپ کے نبی ہونے کا یقین ہو گیا۔ فعلمتُ ان لیس بوجه کذاب وکان اول شیٔ سمعتُه منه ایها الناسُ أفشوا السلام واطعِموا الطعامَ وصِلوا الارحامَ وصَلّوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنة بسلام۔

نبی علیہ السلام نے آپ کو جنّتی ہونے کی بشارت دی تھی فعن معاذ رضی اللہ عنہ یقول سمعتُ النبی علیه السلام یقول لعبد الله بن سلام انه عاشر عشرة فی الجنة۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت وشهد شاهد من بنی اسرائیل علی مثله فامن واستکبرتم سے عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ اسی طرح اس آیت

ومن عندہ علم الکتاب میں بھی عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ واخرج البغوی باسنادہ عن عبد اللہ بن معقل قال نھی عبد اللہ بن سلام علیاً رضی اللہ عنھما عن خروجہ الی العراق وقال الزم منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان ترکتہ لا تراہ ابداً فقال علیؓ انہ رجل صالح منا۔ آپ کی وفات مدینہ شریفہ میں ۴۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی احادیث مرفوعہ جو آپ سے مروی ہیں ۲۵ ہیں۔ ان میں ایک متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری منفرد ہیں۔

عمرو بن عبداللہ الحضرمی۔ آیت یسئلونک عن الشھر الحرام الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ عمرو بن عبداللہ الحضرمی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے قتل کیا تھا صحابہ کی اس جماعت کے امیر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ غزوہ رجب ۲ھ میں واقع ہوا تھا۔ عبداللہ بن جحشؓ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں جنگ احد میں شہید ہوئے۔ بقول بعض مؤرخین یہ غزوہ جس میں ابن الحضرمی قتل ہوا تھا جمادی الآخرہ ۲ھ میں واقع ہوا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے سریّہ یعنی صحابہ کی ایک جماعت بطرف نخلہ بھیجی۔ نخلہ مکہ مکرمہ سے ایک دن کی مسافت پر طائف و مکہ مکرمہ کے مابین ایک مقام کا نام ہے اور عبداللہ بن جحشؓ کو امیر مقرر فرمایا قال سعد بن ابی وقاص بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریّۃ و بعث علینا عبد اللہ بن جحش وسماہ امیر المؤمنین قال اھل التاریخ فھو اوّل من تسمّیٰ فی الاسلام بامیر المؤمنین ولا ینافیہ القول بان عمر رضی اللہ عنہ اول من تسمّٰی بامیر المؤمنین لان المراد اول من تسمی بذلک من الخلفاء۔ وکتب لہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاباً وامرہ ان لا ینظر فیہ حتی یسیر یومین فلما سار یومین فتح الکتاب فاذا فیہ اذا نظرت فی کتابی ھذا فامض حتی تنزل نخلۃَ فترصد بھا قریشاً وتعلم لنا من اخبارھم وکان معہ ثمانیۃٌ من المھاجرین وقیل اثنا عشر وکان یعتقب کل اثنین منھم بعیراً۔ مقام بحران میں سعد بن ابی وقاص اور عتبۃ بن غزوان کا اونٹ گم ہوگیا وہ دونوں اپنے اونٹ کی تلاش میں نکل گئے اور عبداللہ بن جحش مقام نخلہ پہنچ گئے۔ اتفاق سے ان پر قریش کا ایک قافلہ گزرا جس کے ساتھ اونٹوں پر تجارت کا بہت سا سامان تھا۔ کفار قریش کے اس قافلہ میں عمرو بن الحضرمی وعثمان بن عبداللہ و نوفل بن عبداللہ وحکم بن کیسان وغیرہ تھے۔ یہ رجب کی آخری تاریخ تھی اور بقول بعض رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ رجب اشھر حرم میں سے ہے جس میں جنگ کرنا عرب حرام سمجھتے تھے۔ صحابہؓ نے پہلے تو تردّد کیا کہ اشھر حرم میں حملہ نہیں کرنا چاہیے لیکن مشورہ کے بعد انہوں نے حملہ کر ہی دیا۔ عمرو بن الحضرمی قتل ہوا اور عثمان وحکم کو گرفتار کر کے قیدی بنایا اور باقی کفار بھاگ گئے۔ یہ اسلام کی پہلی غنیمت تھی اور عمرو بن الحضرمی کا قتل اسلام میں اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے پہلا قتل تھا۔ وہ یہ مال مدینہ میں لے آئے اور غزوۂ بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے ان میں تقسیم فرمایا وقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما امرتکم بقتال فی الشھر الحرام وتکلمت قریش فقالوا ان محمداً سفک

الدماء واخذ المال فی الشھر الحرام وقالت الیھود تتفاءل بذلك علیه صلی اللہ علیه وسلم عمرو قتله واقد بن عبد اللہ عمرو عمرت الحرب والحضرمی حضرت الحرب وواقد وقدت الحرب فکان ذلك علیھم لا علی المسلمین فانزل اللہ تعالٰی یسئلونك عن الشھر الحرام قتال فیه الآیة وبعث قریش الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی فداء الاسیرین فقال صلی اللہ علیه وسلم لا نفد یکموھما حتی یقدم صاحبانا یعنی سعد بن ابی وقاص و عتبة بن غزوان فان تقتلوھما نقتل صاحبیکم فقدم سعد و عتبة بعدھا بایام۔

بعض مؤرخین نے اس کا نام عیینة بن غزوان لکھا ہے کما فی الحلبیة ج ۳ ص ۱۵۷۔ اور بعض نے عتبة بن غزوان لکھا ہے کما فی سیرة احمد زینی دحلان ج ۱ ص ۳۶۲ والاستیعاب ج ۳ ص ۱۱۳۔ عتبہ کا سال وفات ۱۷ھ ہے یا ۱۵ھ۔ حلیة الاولیاء ج ۱ ص ۱۷۱ میں بھی اس کا نام عتبة بن غزوان مکتوب ہے۔ یہی عمرو بن الحضرمی جنگِ بدر کا سبب بنا۔ کیونکہ جب بدر میں مسلمان اور کفار آمنے سامنے آئے تو بعض کفار نے جنگ روکنے اور قریش کو واپس کرنے کی کوشش کی اور قریب تھا کہ جنگ ٹل جائے لیکن ابوجہل نے جنگ کرنے کی ضد کی اور حکیم بن حزام وغیرہ جنگ روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

قال حکیم بن حزام لعتبة بن ربیعة یا ابا الولید انك کبیر قریش وسیدھا ھل لك ان تذکر بخیر الی اٰخر الدھر بان تحمل دم حلیفك عمرو بن الحضرمی وتتحمل ما اصاب محمد من تلك العیر فانھم لا یطلبون من محمد الا ذلك فقال عتبة نعم قد فعلتُ ھو حلیفی فعلیّ عقله وما اُصیبَ من المال ونعم ما قلت ونعم ما دعوت الیه ورکب عتبة جملاً له وصار یجیله فی صفوف قریش یقول یا قوم اَطیعونی فانکم لا تَطلُبون غیر دم ابن الحضرمی وما اخذ من العیر وقد تحملت ذلك وھذا یضعف قول من زعم انه علیه السلام عقل ابن الحضرمی ای اعطی دیته وقد کان صلی اللہ علیه وسلم لما رأی قریشاً اَقبلتْ وعتبة علی جمل احمر ان یکن فی احد من القوم خیر فعند صاحب الجمل الاحمر ان یُطیعوه یرشد وا کذا فی کتب السیرة۔ حکیم بن حزام وعتبہ نے ابوجہل کو سمجھایا اور جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن ابوجہل اپنی ضد پر اڑا رہا اور آخر کار جنگ شروع ہو گئی۔

ابوجہل نے جب لوگوں کا میلان حکیم وعتبہ کی طرف دیکھا تو عمرو بن عبد اللہ حضرمی مقتول کے بھائی عامر بن الحضرمی سے کہا ھذا حلیفك عتبة یرجع بالناس وقد تحمّل دیة اخیكَ من ماله یزعم انك قابلھا الا تستحی ان تقبل الدیة من مال عتبة وقد رأیتَ ثأرك بعینك فقُم فاذکر مقتل اَخیك فقام عامر بن الحضرمی فکشفَ استه وحثا علیه التراب وحثا علی رأسه ایضاً التراب ثم صرخ واعمراہ واعمراہ فثارت النفوسُ وحمیتِ الحربُ وتھیؤا للقتال والشیطان معھم فی صورة سراقة ثم کان ما کان وفی الاستیعاب ان عامر بن الحضرمی قتل یوم بدر کافراً۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عمرو بن الحضرمی کے قتل کی وجہ سے رؤساء کفارِ مکہ نے لوگوں کو بدر میں جنگ پر اُبھارا اللہ تعالیٰ کو جنگ منظور تھی تاکہ اعلاء کلمۃ اللہ ہو جائے اور عمرو بن الحضرمی کا قتل جنگ کا سببِ ظاہری بنا۔

فائدہ۔ اس دنیا میں تقسیم شقاوت وسعادت کا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ عمرو بن الحضرمی اور عامر بن الحضرمی کے حصہ میں شقاوت آئی دونوں کفر پر قتل ہوئے اور دوسری طرف ان کے تیسرے بھائی علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ عظیم القدر صحابی (صاحبِ کراماتِ مشہورہ ہیں۔

سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۵۹ پر علامہ برہان الدین حلبی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں واما اخوهما العلاء فمن فضلاء الصحابة رضی الله عنهم وقد كان يقال إنّه مُجابُ الدعوة وانه خاضَ البحر هو وسريّته التی كان اميرًا عليها وذلك فی زمن خلافة عمر رضی الله عنهُ يقال يَبس حتى رُئِيَ الغبار من حوافر الخيل بكلمات قالها ودعا بها وهی يا علیّ يا حكيم يا علیّ يا عظيم انا عَبِيدُكَ وفی سبيلِكَ نُقاتِلُ عدوّكَ اللهم فاجعل لنا اليهم سبيلا۔

وقد وقع نظير ذلك ای دخول البحر لابی مسلم الخولانی التابعی فانه لما غزا الروم مع جيشه مرّوا بنهرٍ عظيم بينهم وبين العدوّ فقال ابو مسلم اللهم اَجزتَ بنی اسرائيل البحرَ وانّا عبادُكَ وفی سبيلكَ فاَجِزنا هذا النهر اليوم ثم قال اعبُروا بسم الله فعبَروا فلم يبلغ الماء بطونَ الخيل۔

وكذا وقع نظير ذلك لابی عبيد الثقفی التابعی امير الجيوش فی ايام سيّدنا عمر رضی الله عنه فانّ دجلةَ حالت بينه وبين العدوّ فتلا قوله تعالىٰ وما كان لنفسٍ ان تموتَ الّا باذن الله كتٰبًا مؤجّلا ثم سَمّى الله تعالىٰ واقتحم بفرسه الماء واقتحم الجيشُ وراءَهُ ولما نظر اليهم اعاجم صاروا يقولون ديوانا ديوانا ای مجانين ثم ولّوا مدبرين فقتلهم المسلمون وغنموا اموالهم، انتهى ما فی السيرة۔

وفی كتاب الدعاء للعلامة ابی بكر محمد بن الوليد الفهری الطرطوشی المتوفی بالاسكندرية سنه ۵۰۲ عن مطرف بن عبد الله بن ابی مصعب المدنی انه قال دخلتُ على الخليفة المنصور فوجدته مغمومًا حزينًا قد امتنع من الكلام لفقد بعض أحبّته فقال لی يا مطرف طرقَنی من الهم ما لا يكشِفُه الا الله الذی بلاه فهل من دعاءٍ أدعُو به عسى يكشِفه الله عنّی فقلتُ يا امير المؤمنين حدّثنی محمد ابن ثابت عن عمر بن ثابت البصری قال دَخَلتْ فی اذن رجل من اهل البصرة بعوضةٌ حتى وصلتْ الى صماخه فانصبته واسهرته ليله ونهاره فقال له رجل من اصحاب الحسن البصری يا هذا أدعُ بدعاء العلاء بن الحضرمی صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم الذی دعا به فی المفازة وفی البحر فخلّصه الله تعالىٰ۔

فقال له الرجل وما هو؟ فقال قال ابو هريرة رضی الله عنه بُعِث العلاء بن الحضرمی فی جيش كنتُ فيهم الى البحرين فسلكنا مفازةً فعطشنا عطشًا شديدًا حتى خفنا الهلاكَ فنزل العلاء بن الحضرمی وصلى ركعتين ثم قال يا حليم يا عليم يا علیّ يا عظيم اسقِنا فجاءت سحابةٌ كانّها جناحُ طائرٍ فقعقعتْ علينا وامطرتنا حتى ملأنا الآنيةَ وسَقَينا الركاب ثم انطلقنا حتى أتينا على خليجٍ من البحر ما خيضَ قبل ذلك

الیوم ولا خیضَ بعدہٗ فلم نجد سُفُناً فصلی العلاءُ بنُ الحضرمی رکعتین ثم قال یاحلیم یاعلیم یاعلیّ یاعظیم اجزنا ثم اخذ بعنانِ فرسہ ثم قال بسم اللہ جوزوا قال ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فمشینا علی الماءِ فواللہِ ما ابتلّ لنا قدمٌ ولا خفٌّ ولا حافرٌ وکان الجیش اربعۃ الاف قال فدعا الرجل بھا فواللہ ما برحنا حتی خرجت من اذنہ لھا طنینٌ حتی صکّت الحائطَ وبرأ الرجل قال فاستقبل المنصوبُ القبلۃَ ودعا بھذا الدعاءِ ساعۃ ثم اقبل بوجھہ الیّ فقال یامطرف قد کشف اللہ عنّی ماکنتُ اجدُہٗ من الھم ودعا بالطعام فاجلسنی فاکلت معہ۔

علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی وفات خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں ۱۴ھ میں ہوئی اور بعض علماء کے نزدیک خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں ۲۱ھ میں ہوئی۔

علامہ کمال الدین دمامیری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۱۹۱ پر بحث بعوض میں قصہ مذکورہ سے مشابہ ایک اور قصہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ویقرب من ھذا ماحکاہ ابن خلکان فی ترجمۃ موسی الکاظم بن جعفر الصادق ان ھارون الرشید حبسہ فی بغداد ثم دعا صاحب شرطتہ ذات یوم فقال رأیتُ فی منامی حبشیًّا اتانی ومعہ حربۃٌ وقال ان لم تخلّ عن موسی بن جعفر والّا نحرتُک بھذہ الحربۃ فاذھب فخلّ عنہ واعطہ ثلاثین الف درھم وقل لہ ان احببتَ المقام عندنا فلک عندی ماتحبّ وان احببتَ المضی الی المدینۃ فامضِ قال صاحب الشرطۃ ففعلتُ ذلک وقلتُ لموسیٰ لقد رأیتُ من امرک عجبًا فقال انا اُخبرک بینما انا نائم اذ اتانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یاموسی حُبستَ مظلومًا فقل ھذہ الکلمات فانک لا تبیتُ ھذہ اللیلۃ فی السجن قل "یاسامعَ کلّ صوتٍ ویاسابقَ کل فوتٍ ویاکاسی العظام لحمًا ومنشرھا بعدَ الموتِ اسألک بأسمائک العظام وباسمک الاعظم الاکبر المخزونِ المکنونِ الذی لم یطّلع علیہ احدٌ من المخلوقین یاحلیمًا ذا اناۃٍ لا یقدر علی اناتہ یا ذا المعروف الذی لا ینقطع معروفہ ابدًا ولا نحصی لہ عددًا فرّج" فکان ماتری۔ توفی موسی الکاظم فی رجب ۱۸۳ھ ببغداد مسمومًا اھ

بعض دعائیں قبولیتِ دعا کے لیے مجرب ہوتی ہیں۔ بعض الفاظ خاص نورانیت کے حامل ہوتے ہیں جن کی برکت سے دعا قبولیت کے قریب ہوجاتی ہے۔ یہاں پر ہم چند ایسی دعائیں ذکر کرتے ہیں جو قبولیتِ دعا وقضاءِ حاجات وشفاءِ امراض میں مجرب ہیں۔

فمن ذلک ماروی عن عون بن عبد اللہ بن عتبۃ قال بینما عبد اللہ بن مسعود یدعو بدعاء اذ مرّ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما فلما جازبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع عادۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یعرفہ فقال من ھذا؟ سل تعطہ فرجع ابوبکر الی عبد اللہ فقال الدعاء الذی کنت تدعوبہ اٰنفًا اعدہٗ علیّ فقال حمدتُ اللہ ومجّدتہ ثم قلتُ لا الٰہ الّا انت وعدک حق ولقاؤک حق

الجنة حق والنار حق ورسلك حق وكتابك حق والنبيون حق ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حق. كذا في الحلية ج ۱ ص ۱۳۸۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی حاکم یا افسر وغیرہ کے شر اور سزا سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل دعا تین مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں ذکر الحافظ ابونعیم باسنادہ عن ابن عباس رضی الله عنهما قال اذا اتيت سلطانا مهيبا تخاف ان يسطو عليك فقل" الله اكبر الله اعز من خلقه جميعا الله اعز مما اخاف واحذر اعوذ بالله الذی لا اله الا هو الممسك للسماوات السبع ان تقع على الارض الا باذنه من شر عبدك فلان وجنده واتباعه واشياعه من الجن والانس اللهم كن لي جارا من شرهم جل ثناؤك وعز جارك وتبارك اسمك ولا اله غيرك ـ ثلاث مرات ـ كذا في الحلية ج ۱ ص ۳۲۲

ومن ذلك ما نقل عن الشيخ الاجل ابی القاسم القشيري رحمه الله تعالى ان ولده مرض مرضا شديدا حتى اشرف منه على الموت واشتد عليه الامر قال فرأيت النبي عليه السلام في المنام فشكوت اليه ما بولدی فقال این انت من آیات الشفاء فانتبهت ففكرت فيها فاذا هي في ستة مواضع من كتاب الله وهي قوله تعالى (۱) ويشف صدور قوم مؤمنين (۲) وشفاء لما في الصدور (۳) يخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فيه شفاء للناس (۴) وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين (۵) واذا مرضت فهو يشفين (۶) قل هو للذين آمنوا هدى وشفاء قال فكتبتها ثم حللتها بالماء وسقيته اياها فكانما نشط من عقال ـ

ومن ذلك ما روى الترمذی وغيره ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال لصاحب الوجع ضع يدك على موضع الوجع وقل بسم الله ثلاثا واعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد احاذر سبع مرات ففعل فاذهب الله تعالى عنه ما كان ـ

اسی قبیل سے ہیں مندرجہ ذیل اشعار امام سہیلیؒ مکفوف متوفی ۵۸۱ھ ـ کئی علماء نے لکھا ہے کہ ان کا پڑھنا قضاء حاجات کے لیے مجرب ہے ان کے الفاظ و معانی میں بڑا سوز اور درد ہے ـ قال ابو الخطاب بن دحية انشد في السهيلي ابياتا وقال ما سأل الله تعالى بها احد حاجة" الا قضاها واعطاه الله تعالى اياها وكذلك من استعمل انشادها وهي ؎

يا مَن يرى ما في الضمير ويسمع	انتَ المعدُّ لكلّ ما يتوقَّع
يا مَن يُرجّى للشدائدِ كلِّها	يا مَن اليه المشتكى والمفزع
يا مَن خزائنُ رزقِه في قول كُن	امنُن فانّ الخيرَ عندك اجمع
مالي سوى فقري اليك وسيلة	فبالافتقار اليك فقري ادفع
مالي سوى قرعي لبابك حيلةٌ	فلئن رُددتُّ فايَّ بابٍ اقرع
ومَن الذي ادعو واهتف باسمه	إن كان فضلُك عن فقيرك يمنع

حاشا لجودك ان تُقنِّط عاصیًا   فالفضلُ أجزلُ والمواهِبُ أوسَع

اسی طرح درج ذیل قصیدے کا پڑھنا قضائے حاجات کے لیے مجرّب ومعروف ہے بڑے بڑے علماء اسلام اور ائمۂ دین خاص حاجات کے لیے اسے پڑھتے تھے۔ علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی سبکیؒ طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۶۰ پر لکھتے ہیں کہ میرے والد امام سبکی قاضی القضاۃ مفتی مصر وشام معاصر امام ابن تیمیہ بوقت مشکلات و حوادث وآفات یہ پڑھا کرتے تھے۔ علامہ تاج الدین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بقول بعض علماء۔ یہ قصیدہ اسم اعظم پر مشتمل ہے اور جو شخص اسے پڑھ کر دعا مانگے اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ بہت سے علماء وغیرہ نے اس قصیدے کی برکات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ قصیدہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم قرشی اندلسی عارف باللہ ولی اللہ۔ زاہد متقی صاحب کرامات شہیرہ کا ہے۔ یہ ابوعبداللہ قرشی استاد و شیخ ہیں محمد بن حسین ابوالطاہر مصری زاہد ولی اللہ عارف کبیر متوفی ۶۳۳ھ کے۔

اس قصیدے کا نام "الفَرَج بعد الشدَّۃ" ہے۔ مشہور فقیہ محدث شیخ زکریا انصاری نے اس کی شرح لکھی ہے۔ جس کا نام ہے "الأضواء البهجة فی إبراز دقائق المنفرجة" بقول بعض علماء۔ یہ قصیدہ ابوالفضل یوسف ابن محمد نحوی توزری افریقی کا ہے۔

علامہ تاج الدینؒ اس اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد قصیدۂ ہذا کی ایک برکت عظیمہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وذلك ان بعض المتغلبين عدا على أموال ابی الفضل التوزری الافریقی المذكور اخذها فبلغه ذلك وكان بغیر مدینة توزر فانشأها فرأى ذلك الرجل الظالم فی نومه تلك الليلة رجلاً فی یده حربة وقال له إن لم تردَّ على فلان أمواله والّا قتلتك بهذه الحربة فاستيقظ مذعوراً وأعاد عليه أمواله ثم قال الشيخ العلامة تاج الدين السبکی۔

وكثير من الناس يعتقد انّ هذه القصيدة مشتملة على الاسم الاعظم وانه ما دعا بها احدٌ الّا استُجيب له وكنتُ اسمع الشيخ الوالد رحمه الله اذا اصابته ازمة ينشدها. طبقات ج ۸ ص ۶۰

قصیدۂ مبارکہ مجربہ لکشف الکروب یہ ہے۔ اس کے الفاظ بڑے فصیح وبلیغ ومنتظم اور معانی سوز وگداز اور عشق ومحبت کے حامل ہیں۔ اہلِ ذوق جانتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے روحِ شوق ومحبت اور ایمان کو خاص کیف وحال حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ اِشْتَدِّی أزمَةُ تَنفَرِجی   قَد آذَن لیلُك بالبَلَج

۲۔ وظلامُ اللیلِ له سُرُجٌ   حتی یَغشاه ابو السُّرُجِ[۱]

۳۔ وسَحابُ الخیرِ لها مطَرٌ   فاِذا جاء الاِبّانُ تَجی

[۱] یعنی بأبی السرج الشمس۔

٤- وفوائدُ مولانا جُمَلٌ ... لِسُروحِ الأنفُسِ بالمُهَجِ

٥- ولها أرَجٌ مُحيٍ أبَدًا ... فاقصِد مَحيا ذاكَ الأرَجِ

٦- ولَرُبَّتَما فاضَ المَحيا ... بِبُحورِ المَوجِ من اللُّجَجِ

٧- والخَلقُ جميعا في يدِهِ ... فذَوو سَعَةٍ وذَوو حَرَجِ

٨- ونُزولُهُمُ وطُلوعُهُمُ ... فإلى دَرَكٍ وعلى دَرَجِ

٩- ومَعايِشُهم وعَواقِبُهم ... ليستْ في المَشيِ على عِوَجِ

١٠- حِكَمٌ نُسِجَتْ بِيَدٍ حَكَمَتْ ... ثم انتَسَجَتْ بالمُنتَسِجِ

١١- فإذا اقتَصَدَتْ ثم انعَرَجَتْ ... فبِمُقتَصِدٍ وبِمُنعَرِجِ

١٢- شَهِدَتْ بعَجائِبِها حُجَجٌ ... قامَتْ بالأمرِ على الحُجَجِ

١٣- ورِضًا بقَضاءِ اللهِ حَجًى ... فعلى مَركوزَتِهِ فَعُجِ[1]

١٤- وإذا انفَتَحَتْ أبوابُ هُدًى ... فاعْجَل لخَزائِنِها ولِجِ

١٥- وإذا حاوَلتَ نِهايَتَها ... فاحذَرْ إذْ ذاكَ من العَرَجِ

١٦- لتكونَ من السُّبّاقِ إذا ... ما سِرتَ إلى تلكَ الفُرَجِ

١٧- فهُناكَ العَيشُ وبَهجَتُهُ ... فلِمُبتَهِجٍ ولِمُنتَهِجِ

١٨- فهِجِ الأعمالَ إذا رَكَدَتْ ... فإذا ما هِجْتَ إذًا تَهِجِ

١٩- ومَعاصي اللهِ سَماجَتُها ... تَزدانُ لِذي الخُلُقِ السَّمِجِ[2]

٢٠- ولِطاعَتِهِ وصَباحَتِها ... أنوارُ صَباحٍ مُنبَلِجِ

٢١- مَن يَخطُبْ حُورَ الخُلدِ بها ... يَظفَرْ بالحُورِ وبالغُنُجِ

٢٢- فكُنِ المَرضِيَّ لها بِتُقًى ... تَرضاهُ غدًا وتكونُ نَجِي[3]

٢٣- واتلُ القرآنَ بقلبٍ ذي ... حُزْنٍ وبصَوتٍ فيهِ شَجِي

٢٤- وصلاةُ الليلِ مَسافَتُها ... فاذهَبْ فيها بالفَهمِ وجِي

٢٥- وتأمَّلْها ومَعانيها ... تأتِ الفِردَوسَ وتَنفَرِجِ

٢٦- واشرَبْ تَسنيمَ مُفَجَّرِها ... لا مُمتَزِجًا وبِمُمتَزِجِ

٢٧- مُدِحَ العَقلُ الآتيهِ هُدًى ... وهَوًى مُتَوَلٍّ عنهُ هُجِي[4]

---

[1] قال الشيخ زكريا الانصاری حجی بفتح الحاء مع فتح الجیم وکسرها، ای حقیق علی کل مؤمن۔ [2] من سمج ای قبح۔ [3] قال الانصاری نجی بالوقف بحذف الحرکة والالف علی لغة ربیعة ای نجیاً من المکروهات۔ [4] قال الانصاری مدح العقل الآتیه هدی، ای الذی اتی مامن الطاعة ونجنبها من المنکرات۔

٢٨- وكتابُ اللهِ رياضتُه لعقولِ الخلقِ بمُدرجِ
٢٩- وخِيارُ الخلقِ هُداتُهمُ وسِواهُم من هَمَجِ الهَمَجِ
٣٠- فإذا كنتَ المقدامَ فلا تَجزعْ في الحربِ من الرَّهَجِ[1]
٣١- وإذا أبصرتَ منارَ هُدًى فاظهرْ فرداً فوقَ الثَّبَجِ[2]
٣٢- وإذا اشتاقتْ نفسٌ وجدتْ ألماً بالشوقِ المُعتلِجِ
٣٣- وثنايا الحسناءِ ضاحكةً وتمامُ الضِّحكِ على الفَلَجِ[3]
٣٤- وعِيابُ الأسرارِ اجتمعتْ بأمانتِها تحتَ الشَّرَجِ[4]
٣٥- والرِّفقُ يدومُ لصاحبِه والخُرْقُ يصيرُ إلى الهَرَجِ[5]
٣٦- صلواتُ اللهِ على المهديِ الهادي الناسَ إلى النَّهَجِ
٣٧- وأبي بكرٍ في سيرتِه ولسانِ مقالتِه اللَّهِجِ
٣٨- وأبي حفصٍ وكرامتِه في قصّةِ ساريةَ الخُلُجِ[6]
٣٩- وأبي عمرٍو ذي النُّورَينِ الـمُستحيي المُستحيَى البَهِجِ[7]
٤٠- وأبي حسنٍ في العلمِ إذا وافى بسحائبِه الخُلُجِ[8]

[1] الرهج: الغبار. [2] قال الانصاري الثبج: اي الوسط او المعظم من منار الهدى. [3] الفلج: تباعد منابت الأسنان، وهو حسن فيها.

[4] قال الانصاري: وعياب: جمع عيبة وهي وعاء من جلد تصان فيه الامتعة كالثياب. والشرج: اي عرى العياب. [5] قال الانصاري، والخرق: بفتح الخاء مصدر خرق بضم الراء ويقال بكسرها: ضد الرفق، وبضم الخاء اسم الحاصل بالفعل.

[6] قال الانصاري: في قصة سارية بن حصن او الحصين او زنيم الديلمي، من انه كان يوم الجمعة يخطب بالمدينة، فرأى العسكر بنهاوند، وجعل يصيح: ياسارية، الجبلَ الجبلَ، فصعد سارية وجنده الجبل وقاتلوا الكفار فهزموهم، وكتبوا بذلك الى عمر، و جاءه البشير بعد شهر. وأضاف سارية الى الخلج، بضم الخاء واللام: قوم من العرب من عدوان.

[7] قال الانصاري: المستحيي المستحيى، بكسر ياء احدهما وفتح ياء الاخرى، لان النبي صلى الله عليه وسلم كان جالسا بحافة بئر وهو مكشوف الفخذ، فدخل ابوبكر فلم يغط فخذه، ودخل عمر فلم يغطه، ودخل عثمان فغطاه، وقال: الا نستحي ممن استحيت منه الملائكة... وفي نسخة: المستهدى المستحيي. وفي اخرى: المستحيي المحيي. بكسر ياء الاول اوفتحه وفتح ياء الثاني، اشارة الى انه شهيد فهو حي بنص القرآن.

[8] قال الانصاري: الخلج، بضم الخاء واللام: جمع خلوج. بفتح الخاء: السحاب المتفرق، ويقال السحابة المنفردة الكثيرة الماء.

فرعون ۔ قرآن شریف میں متکرر الذکر ہے ۔ فرعون موسٰی علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا ۔ اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کر رکھا تھا چنانچہ قرآن مجید میں اس کا یہ دعویٰ منقول ہے ۔ اس کی عمر و زمانہ حکومت بہت طویل تھا بحرِ قلزم میں اپنی افواج سمیت غرق ہوا ۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر بار بار آیا ہے ۔ قرآن وحدیث میں اس کے کفر کی تصریح ہے ۔ اسی مناسبت سے ہر بڑے کافر کو فرعون کہا جاتا ہے ۔ ابوجہل کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا ، هٰذا فرعونُ هٰذه الامة ۔ محی الدین ابن عربیؒ کی طرف بعض لوگ یہ نسبت کرتے ہیں کہ آپ فرعون کو مؤمن کہتے ہیں اور فتوحاتِ مکیہ میں ایمانِ فرعون کی تصریح موجود ہے ۔ لیکن امام شعرانیؒ یواقیت وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ ابنِ عربیؒ فرعون کو کافر کہتے ہیں ۔ فتوحاتِ مکیہ وغیرہ متعدد کتب میں ابن عربیؒ نے فرعون کو کافر کہا ہے ۔ ابن عربیؒ کے بعض دشمنوں نے آپ کو بدنام کرنے کی نیت سے آپ کی کتابوں میں یہ عبارات داخل کی ہیں جن میں فرعون کے مؤمن ہونے کا ذکر ہے ۔ امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ فتوحات کے قدیم و صحیح نسخوں میں یہ عبارات نہیں ہیں ۔

قنبل بن عبدالرحمٰن بن محمد بن خالد المکی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ قُنبل قراء سبعہ میں ابن کثیرؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں ۔ قنبل لقب ہے نام محمد اور کنیت ابوعمر ہے ۔ ابن کثیرؒ کی قرارت آپ کے ذریعے پھیلی قنبل بالواسطہ ابن کثیر کے راوی ہیں ۔ آپ کی سند قرارت یہ ہے قرأ قنبل علی احمد القواس علی ابی الاخریط وھب بن واضح علی اسمٰعیل علی شبل و معروف بن مشکان علی ابن کثیر ۔ معجم الادباء میں یاقوت لکھتے ہیں وقُنبل لقب غلب علیہ وانما سمی بذلک لانہ کان یستعمل دواءً یقال لہ قنبیل یُسقی للبقر معروف عند العطارین لمرض کان بہ فسُمّی بذلک وقیل بل ھو من قوم یقال لھم القنابلۃ من اھل مکۃ ولوکان کذلک لقیل لہ قُنبلیّ اھ معجم الادباء ج۱۷ ص۱۷۱ وقیل القنبل الشدید الغلیظ ۔

قنبلؒ بہت بڑے قاری ہیں ۔ آپ کا قرارت میں بڑا حلقہ تھا جس میں لوگ شریک ہوتے تھے ۔ وفات سے دس سال قبل تدریسِ قرارت ترک کر دی تھی ۔ قنبل مکہ مکرمہ میں محکمہ پولیس کے سربراہ تھے ۔ اُس زمانے میں اس محکمہ کے لیے لازم تھا کہ اس کا سربراہ بڑا عالم و فاضل ہو تاکہ اس کی ذمہ داری مطابق شرع ادا کی جاسکے ۔ اخیر عمر میں کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے آپ کی قرارت میں کچھ خلل واقع ہو گیا تھا ۔ ابن مجاہد نے آپ سے اجراء قرارت کے ساتھ کچھ قرآن اخیر عمر میں پڑھا تھا ۔ ابن شنبوذ نے بھی آپ سے اخذ قرارت کیا ۔ یاقوت لکھتے ہیں ۔ واما ابن شنبوذ فانہ جاور سنتین بمکۃ وقرأ علیہ ختمتین اھ ابن شنبوذ اس بات سے منکر ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے کچھ پڑھا ہو ۔ ابن مجاہد کہتے تھے قرأت القران علیہ ۔ علماء و مؤرخین کہتے ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے ضرور قرآن پڑھا ہے البتہ سارا قرآن نہیں پڑھا ۔ قنبل کی وفات مکہ مکرمہ میں ۲۹۱ھ میں ہوئی اور ولادت ۱۹۵ھ میں ہوئی ۔

قطرب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث الٓمٓ وحروفِ مقطعات کے وسط میں مذکور ہیں۔ ھو محمد بن المستنیر ابو علی النحوی اللغوی البصری المعروف بقطرب رحمہ اللہ۔ قطرب مشہور امام نحو ہیں سیبویہ کا تلمیذ ہے۔ مدت تک سیبویہ کی صحبت میں رہا۔ حرصِ علم وشوقِ نحو کے باعث آپ پڑھنے اور استاد کی خدمت کی غرض سے فجر سے پہلے جب تاریکی چھائی ہوئی ہوتی تھی سیبویہ کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے تھے جب سیبویہ باہر نکل کر دروازے پر انھیں کھڑا دیکھتے تو فرماتے تھے ما انت الّا قطرب اسی سے ان کا لقب قطرب مشہور ہوگیا۔ قطرب عقیدہ کے لحاظ سے معتزلی نظامی تھا۔ نظام معتزلی سے عقائد مذہب لیے۔ ابودلف عجلی کی اولاد کے مؤدّب ومعلم تھے۔ عیسیٰ بن عمر سے بھی سے اخذِ علوم کیا۔ قطرب ضعیف الروایۃ تھے یعنی ثقہ نہ تھے۔ ابن سکیت کہتے ہیں کتبت عنہ قمطرًا ثم تبیّنت انہ یکذب فی اللغۃ فلم اذکر عنہ شیئًا، کذا فی البغیۃ ص۱۰۴۔

ان کی تصانیف کے نام یہ ہیں المثلث۔ النوادر۔ الصفات۔ الاصوات۔ العلل فی النحو۔ الاضداد۔ الھمز۔ خلق الانسان۔ خلق الفرس۔ اعراب القرآن۔ المصنّف الغریب فی اللغۃ۔ مجاز القرآن وغیرہ۔ یہ دو شعر آپ کی طرف منسوب ہیں ؎

ان کنتَ لستَ معی فالذکر منک معی یراکَ قلبی وان غُیّبتَ عن بصری

فالعینُ تبصِر مَن تَھوٰی وتفقدہ وناظرُ القلبِ لا یَخلو مِنَ النظر

سال وفات ۲۰۶ھ ہے۔

قطرب کے احوال کی تفصیل وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۳ ص ۳۱۲۔ کتاب نور القبس، ص ۳۷۱۔ انباہ الرواۃ ج ۳ ص ۲۱۹ میں درج ہے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں۔ وکان حریصًا علی الاشتغال والتعلّم وکان یبکّر الی سیبویہ قبل حضور احد من التلامذۃ فقال لہ یومًا ما انتَ الّا قُطرُبُ لیلٍ فبقی علیہ ھذا اللقب وقطرب اسم دویبۃ لا تزال تدِبُّ ولا تفتُرُ انتھی۔

قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت ولا تُباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو قتادۃ بن دعامۃ بن قتادۃ بن عزیز ابو الخطاب السدوسی البصری رحمہ اللہ عزّوجلّ ولد اکمہ۔ حضرت قتادہ محدث کبیر حافظ الحدیث مفسر القرآن وامام عظیم الشان وکثیر العبادۃ تابعی ہیں۔

قتادہ رحمہ اللہ روایتِ حدیث کرتے ہیں انس بن مالک وعبداللہ بن سرجس وابو الطفیل وابو سعید خدری رضی اللہ عنہم وسعید بن المسیب وعکرمہ وحسن بصری وابن سیرین وعطاء بن ابی رباح وابو عثمان نہدی وشعبی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور قتادہ سے روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی وسلیمان

تیمی و شعبہ و مسعر و ہشام دستوائی و معمر و سعید بن ابی عروبہ و امام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ۔

قتادہ حصول علم کے بڑے حریص اور قوی حافظہ والے تھے۔ عن معمر عن قتادة انه اقام عند سعيد ابن المسيب ثمانية ايام فقال له فى اليوم الثامن ارتحل يا اعمى فقد انزفتنى۔ وعن عمرو بن عبد الله قال لما قدم قتادة على سعيد بن المسيب فجعل يسأله اياما واكثر فقال له سعيد كل ما سألتنى عنه تحفظه ؟ قال نعم سألتك عن كذا فقلت فيه كذا وسألتك عن كذا فقلت فيه كذا وقال فيه الحسن كذا حتى ردّ عليه حديثا كثيرا فقال سعيد ما كنت أظن ان الله خلق مثلك۔ كذا فى تهذيب التهذيب ج ۸ ص ۳۵۲۔

حافظ ابو نعیم حلیہ میں لکھتے ہیں قال بكر بن عبد الله المزنى من اراد ان ينظر الى احفظ اهل زمانه فلينظر الى قتادة فما ادركنا الذى هو احفظ منه وعن ابى عوانة عن قتادة قال لزمت سعيد بن المسيب اربعة ايام يحدثنى فقال يوما الست تكتب فهل يصير فى يدك شئ مما احدثك به ؟ قلت له ان شئت حدثتك بما حدثتنى به قال فاعدتها عليه قال فبقى ينظر الىّ ويقول انت اهل ان تحدث فسل فاقبلت اسأله وكان قتادة يقول ما سمعت اذناى شيئا قط الا وعاه قلبى وعن معمر جاء رجل الى ابن سيرين فقال رأيت فى المنام كأن حمامة التقمت لؤلؤة فقذفتها سواء فقال ذاك قتادة ما رأيت احفظ من قتادة وعن مطر قال كان قتادة فارس العلم۔

قتادہ اہل بدعت کے بہت مخالف تھے اور برسرِ عام ان کی مذمت کرتے تھے۔ فعن عاصم الاحول قال جلست الى قتادة فذكر عمرو بن عبيد فوقع فيه ونال منه فقلت له يا ابا الخطاب الا ارى العلماء يقع بعضهم فى بعض فقال يا احيول الا تدرى ان الرجل اذا ابتدع بدعة فينبغى لها ان تذكر حتى يحذر۔ وقال مطر كان قتادة عبد العلم وما زال قتادة متعلما حتى مات وكان قتادة يقول يستحب ان لا تقرأ احاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم الا على طهارة ويقول فى قوله تعالى انما يخشى الله من عباده العلماء۔ كان يقال كفى بالرهبة علما وكان يقول يا ابن آدم لا تعتبر الناس باموالهم ولا اولادهم ولكن اعتبرهم بالايمان والعمل الصالح اذا رأيت عبدا صالحا يعمل فيما بينه وبين الله خيرا ففى ذلك فسارع وفى ذلك فنافس ما استطعت اليه قوة ولا قوة الا بالله ان الذنب الصغير يجتمع الى مثله على صاحبه حتى يهلكه ولعمرى انا لنعلم ان اهيبكم للصغير من الذنب اورعكم للكبير۔

وكان قتادة يقول عليكم بالوفاء بالعهد ولا تنقضوا هذه المواثيق فان الله قد نهى عنه ذلك وقدم فيه اشد التقدمة وذكره فى بضع وعشرين آية نصيحة لكم وتقدمة اليكم وحجة عليكم قال الله ولنسكننكم الارض من بعدهم۔ وعدهم الله النصر فى الدنيا والجنة فى الآخرة فبين الله من يسكنها من عباده فقال۔ ذلك لمن خاف مقامى وخاف وعيد۔ وقال ولمن خاف مقام ربه جنتان۔ وكان قتادة يقول قلما ساهر الليل (اى فى العبادة) منافق۔

وعن سلام بن ابی مطیع عن قتادة انه کان یختم القران فی کل سبع لیال مرة فاذا جاء رمضان ختم فی کل ثلاث لیال مرةً فاذا جاء العشر ختم فی کل لیلة مرة۔ ویقول قتادة وکان یقال فی الحکمة ان العمل الصالح یرفع صاحبه اذا ما عثر واذا صرع وجد متکأ وعن قتادة فی قوله تعالی والباقیات الصالحات قال کل ما ارید به وجه الله وعن قتادة قال لم یتمن الموت احدٌ قط لا نبی ولا غیره الا یوسف علیه السلام حین تکاملت علیه النعم وجمع له الشمل اشتاق الی لقاء الله عزوجل رب قد اتیتنی من الملک وعلمتنی من تأویل الاحادیث الاٰیة وعن قتادة انه قال من یتق الله یکن معه ومن یکن الله معه فمعه الفئة التی لا تغلب والحارس الذی لا ینام والهادی الذی لا یضل ویقول من اطاع الله فی الدنیا خلصت له کرامة الله فی الاٰخرة۔

وعن معمر قال صك رجلٌ ابنا لقتادة فاستعدیٰ علیه بلال بن ابی بردة فلم یلتفت الیه فشکاه الی القسری فکتب الیه انك لم تنصف ابا الخطاب قتادة فدعاه ودعا وجوه اهل البصرة یتشفعون فابی ان یشفعهم فقال له صکه کما صکك فقال لابنه یا بنی احسر عن ذراعیك وارفع یدیك وشدّ قال فحسر عن ذراعیه رفع یدیه فامسك قتادة یده وقال قد هبناه لله فانه کان یقال لا عفو الا بعد قدرة وقال قتادة ان فی الجنة کوی الی النار فیطلع اهل الجنة من تلك الکوی الی النار فیقولون ما بال الاشقیاء وانما دخلنا الجنة بفضل تادیبکم قالوا انا کنا نأمرکم ولا نأتمر وننهاکم ولا ننتهی۔

وکان قتادة یقول فی قوله تعالی ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب قال مخرجا من شبهات الدنیا ومن الکرب عند الموت وفی مواقف یوم القیامة ویرزقه من حیث یرجو ومن حیث لا یرجو وکان قتادة یقول باب من العلم یحفظه الرجل یطلب به صلاح نفسه صلاح الناس افضل من عبادة حول کامل وکان یقول المؤمن لا یعرف الا فی ثلاثة مواضع بیت یستره او مسجد یعمره او حاجة من الدنیا لیس بها بأس۔ کذا فی الحلیة ج ۲ ص ۳۳۱

وکان طاؤس یفر من قتادة وکان قتادة یرمی بالقدر۔ قتادہ کی وفات شہر واسط ۱۱۷ھ میں ہوئی فصل حیوانات میں بیان نملہ میں ایک حکایت ہم نے ذکر کی ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ نے قتادہ سے نملۂ سلیمان علیہ السلام کا یہ سوال کیا کہ وہ مادہ تھی یا نر۔ فراجع ذلك الفصل۔

کعب احبار۔ کان الناس امةً واحدةً فبعث الله النبیین مبشرین ومنذرین کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھوابواسحاق کعب بن ماتع بن ھینوع الحمیری۔ معروف بہ کعب احبار ہیں۔ آپ مشہور تابعی ہیں۔ نبی علیہ السلام کا زمانہ پایا لیکن رؤیت حاصل نہیں ہے۔ خلافتِ ابی بکر رضی اللہ عنہ میں اور بقولِ بعض خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں زیادہ رہے آپ سے کئی صحابہ مثل ابن عمر و ابن عباس و ابن زبیر و ابوہریرہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔ آپ کتبِ الٰہیہ متقدمہ کے بڑے عالم تھے۔ امام نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۳ ص ۶۹ میں لکھتے ہیں اتفقوا علی کثرة علمه وتوثیقه اسلام سے قبل دین یہود پر تھے۔ یمن کے رہنے والوں میں سے تھے۔ آپ کے مناقب بہت ہیں۔ علوم و حکم کثیرہ

آپ سے مروی ہے۔ حلیۃ الاولیاء میں آپ کا طویل ترجمہ مذکور ہے۔ کعبؓ فرماتے ہیں اذا اشتکی الی اللہ عبادہ الفقراءُ الحاجۃَ قیل لھم أبشروا ولا تحزنوا فانکم سادۃُ الاغنیاءِ والسابقون الی الجنۃ یوم القیامۃ۔ کعبؓ فرمایا کرتے تھے کانت الانبیاءُ علیھم السلام بالفقرِ والبلاءِ اشدَّ فرحًا منھم بالرّخاءِ وکان البلاءُ علیھم مضعّفًا حتی ان کان احدُھم لیقتُلہ القملُ فاذا رأی رخاءً ظنّ انہ قد أصاب ذنبًا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے ہمیشہ امورِ آخرت کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے موت کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا۔ یا امیرالمؤمنین غصنٌ کثیرُ الشوک یدخل فی جوف الرجل فتأخذ کلُّ شوکۃٍ بعِرقٍ یجذبہ رجلٌ شدیدُ الجذب فاخذ ما اخذ وابقی ما ابقی۔ کعبؓ فرمایا کرتے تھے ما استقرّ لعبدٍ ثناءٌ فی الارضِ حتی یستقرّ فی السماء۔ ویقول کعبٌ لودِدتُ انی کبشُ اَھلی فاخذونی فذبحونی فاکلوا واطعموا اضیافھم۔ کعبؓ فرماتے ہیں اَنیروا بیوتکم بذکراللہ واجعلوا فی بیوتکم حظًّا من صلاتکم فوالذی نفسُ کعب بیدہ انھم لمسمّون علی افواہ وانھم لمعروفون فی اھل السماء فلان بن فلان یعمر بیتہ بذکر اللہ۔ نیز فرماتے تھے قلّۃ النطق حکمۃٌ فعلیکم بالصمتِ فانہ رِعۃٌ حسنۃٌ وقلّۃ وِزرٍ وخِفّۃٌ من الذنوب فاَحسِنوا بابَ الحلم فانّ بابہ الصمتُ والصبرُ فان اللہ تعالی یبغِض الضحّاکَ من غیر عجب والمشّاءَ الی غیر ارب نیز فرماتے تھے وجدت فی التوراۃ مَن خرجَ من عینہ مثل الذباب من الدمع من خشیۃ اللہ امنہ اللہ من عذاب جھنم۔

نیز فرماتے ہیں طلبُ العلم مع السمت الحسن والعمل الصالح جزءٌ من النبوۃ۔ وقال ایضًا طالبُ العلم کالغادی والرائح فی سبیل اللہ۔ وکان یقول من حسّن صوتہ بالقراٰن فی دارالدنیا اعطاہ اللہ فی الجنۃ قُبّۃً من لؤلؤۃ فیُعطیہ اللہ من حسن الصوتِ فی الجنۃ مایزورہ اھلُ الجنۃ فیستمعون الیہ۔ وکان یقول مامن اربعین رجلًا یمدّون ایدیھم الی اللہ یسألونہ لایسألونہ ظلمًا ولا قطیعۃَ رحمٍ الّا أعطاھم اللہ ماسألوہ۔ وکان یقول فاتحۃ التوراۃ فاتحۃ الانعام وخاتمۃ التوراۃ خاتمۃ سورۃ ھود وکان یقول اذا خرج الرجل من بیتہ فقال بسم اللہ ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ توکّلتُ علی اللہ قیل لہ ھُدِیتَ وحُفِظتَ وکُفِیتَ قال اذا خرج استقبلہ الشیطان قال فیقول لاسبیل لکم علی ھذا وقد ھُدِی وحُفِظ وکُفِی فالتمسوا غیرہ فیصدّعون عنہ۔ وکان یقول قبرُ اسماعیل علیہ السلام بین المقام والرکنِ وزمزم وکان یقول ماخرج رجل فی طلب العلم الّا ضمّن اللہ السموات والارض رزقہ۔ کعبؓ نے خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں جہاد پر جاتے ہوئے ۳۲ھ میں وفات پائی شہر حمص میں مدفون ہیں۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ۔ وہ آیت فمن کان منکم مریضًا اوبہ اذًی من رأسہ الآیۃ کے تحت مذکور ہیں۔ ھو کعب بن عجرۃ بن امیّۃ بن عدی القضاعی حلیف الانصار رضی اللہ عنہ۔ اور بقول امام واقدی آپ انصاری ہیں۔ امام بخاری نے بھی آپ پر انصاری کا اطلاق کیا ہے۔ وقال مدنی لہ صحبۃ۔ آپ

متاخر الاسلام ہیں۔ بیعۃ الرضوان میں موجود تھے۔ آپ سے ۴۷، احادیث مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور دو پر مسلم منفرد ہیں۔ بعض مغازی میں آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا۔ آخر میں کوفہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ کے بارے میں آیت فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ نازل ہوئی۔ کما ذکرہ البیضاوی روی الطبرانی عن کعب بن عجرۃ قال آتیتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یومًا فرأیتہ مُتغیِّرًا فذهبتُ فاذا یهودیّ یسقی ابلًا لہ فسقیتُ علی کل دلو بتمرۃ فجمعتُ تمرًا فاتیتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث۔

آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۵۱ھ یا ۵۳ھ میں ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

کسائی القاری النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ هو علی بن حمزۃ بن عبد اللہ الامام ابوالحسن الکسائیؒ امام کسائی لغت ونحو وعربیت میں کوفیین کے امام اور سبعہ قرّاء میں سے ایک قاری ہیں۔ کسائی کی وجہ تسمیہ یہ ہے جو ابن خلکان نے ذکر کی ہے قال انہ دخل الکوفۃ وجاء الی حمزۃ بن حبیب الزیات وهو ملتفٌّ بکساء فقال حمزۃ من یقرأ؟ فقیل لہ صاحبُ الکساءِ فبقی علیہ وقیل بل اَحرم فی کساء فنُسِبَ الیہ۔ وقیل سبب ذلک انہ کان یحضر مجلس حمزۃ باللیل ملتفًّا فی کساءٍ۔ کسائی دراصل کوفی ہیں بعدہ بغداد میں رہائش اختیار کی۔

آپ نے قرارت حمزہ زیاتؒ سے حاصل کی چار مرتبہ ان سے سارا قرآن اجراء قرارت کے ساتھ پڑھا۔ نیز قرارت محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ وعیسیٰ بن عمر واعمش وابوبکر بن عیاش سے بھی پڑھی ان سے علم حدیث بھی پڑھا اسی طرح علم حدیث سلیمان بن ارقمؒ وجعفر صادقؒ وابن عیینہؒ سے بھی پڑھا۔ پھر بصرہ تشریف لے گئے اور خلیلؒ سے اخذ کیا۔ خلیل سے پوچھا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے اخذ کیا۔ انہوں نے کہا عرب کے صحراء وبوادیٔ نجد وتہامہ کے باشندوں سے میں نے یہ علم اخذ کیا ہے۔ چنانچہ کسائی بھی دیہات میں اخذ علم عربیت کے لیے جانے لگے۔ حجاز گئے اور ایک مدت تک بوادی میں گھومتے رہے حتیٰ حصل ما ذکر انہ اَفنیٰ علیہ خمس عشرۃ قنینۃ من الحبر غیر ما حفظہ۔ واپسی پر صدر علماء بن کر یونس بن حبیب وغیرہ سے مناظرے شروع کیے۔ واختار لنفسہ قراءۃً حُمِلَتْ عنہ وعُرِفَتْ بہ کذا فی تهذیب التهذیب ج ۷، ص ۳۱۳۔

اپنے زمانے میں کسائی بڑے ذوجاہ وذومقام عالی تھے۔ امام شافعیؒ نحو میں آپ کی تعریف کرتے تھے۔ ابن الانباریؒ فرماتے ہیں کان اَعلم الناسِ بالنحو والعربیۃ والقراءات وکانوا یکثرون علیہ فی القراءات فجمعهم وجلس علی کرسیّ وتلا القرآن من اوّلہ الی آخرہ وهم یستمعون ویضبطون عنہ حتی الوقف والابتداء وقال اسحاق بن ابراهیم سمعتُہ یقرأ القرآن مرتین وقال خلف بن هشام کنتُ احضرُ قراءتہ والناسُ ینقطون مصاحفهم علی قراءتہ۔ امام کسائی کے ترجمہ واحوال کے لیے دیکھیے کتاب انباہ الرواۃ ج۲ ص ۲۵۶ وکتاب نور القبس، ص ۲۸۳ وبغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۶۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں تعلّم النحو علی کبر وسببہ انہ جاء الی قوم وقد اَعیٰ فقال قد عییتُ

فقالوا له تجالسنا وانت تلحن قال وكیف لحنتُ قالوا ان کنت اردت من انقطاع الحیلة فقل عییتُ وان اردت من التعب فقل اَعییتُ فانِف من هذہ الکلمة وقام من فورہ وسأل عمّن یعلم النحو فارشد الی معاذ الهراء فلزمه حتی انفد ما عندہ ثم خرج الی البصرة فلقی الخلیل وجلس فی حلقته فقال له رجل من الاعراب ترکت اسد الکوفة وتمیمًا وعندها الفصاحة وجئتَ الی البصرة فقال للخلیل من این اخذتَ علمك هذا فقال من بوادی الحجاز ونجد وتهامة فخرج ثم ذکر ما قد مناذکرہ قال فقدم البصرة فوجد الخلیل قد مات وفی موضعہ یونس فجرت بینهما مسائل اقرّله فیها یونس وصدرہ فی موضعہ اھ بتصرف ۔ امام کسائی اوّلاً حضرت حمزہؒ کی قرارت پڑھتے تھے بعدہ ایک اور قرارت اپنے لیے منتخب کی ۔ آپ ہارون رشید کے بیٹے امین کے معلّم وموؤدب تھے ۔

وفیات الاعیان ج ۳ ص ۲۹۶ پر ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ہارون کی مجلس میں ایک مرتبہ کسائی وامام محمد حنفی جمع ہوئے فقال الکسائی من تبحّر فی علم تهدّی الی جمیع العلوم فقال له محمد ما تقول فیمن سها فی سجود السهو هل یسجد مرةً اُخری ؟ قال الکسائی لا قال لماذا ؟ قال لانّ النحاة تقول التصغیر لا یُصغّر فقال محمد فما تقول فی تعلیق الطلاق بالملك قال لا یصح قال لم ؟ قال لانّ السیل لا یسبق المطر اھ ۔ قال العبد الضعیف محمد موسیٰ اَصاب الکسائی فی الجواب الاول واخطأ فی الثانی وما ذکر من المثال ایضاً خطأ لانه مثال لایقاع الطلاق قبل الملك فصح ان یقال لا یصح هذا الایقاع قبل الملك لانّ السیل لا یسبق المطر واما تعلیق الطلاق بالملك فیصح عندنا کما یصح ان یسبق تعلیق السیل بالمطر بان یقال لوجاء المطر جاء السیل ولهذا فی النحو غیرہ احد من الامثال هذا ۔ تاریخ بغداد میں ہے کہ یہ قصہ امام محمد حنفی وفراء نحوی کے مابین واقع ہوا تھا ۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے ۔ دیکھیے تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۵۱ ۔

امام یزید مؤدبِ مأمون وکسائی کے مابین کئی مسائل میں مناظرے ہوئے ۔ سیبویہ وکسائی کا مناظرہ مشہور ہے جس کا ذکر ترجمۂ سیبویہ میں مذکور ہے ۔ کسائی وامام محمد حنفی ہارون رشید کے ساتھ شہر رَے گئے ۔ اسی شہر میں دونوں کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی ۔ سالِ وفات میں متعدد اقوال ہیں عند البعض ۱۸۹ھ اور عند البعض ۱۸۲ یا ۱۸۳ھ ہے ۔ ویقال ان الرشید کان یقول دفنتُ الفقهَ والعربیّةَ بالریّ وقال ابن الجوزی فی شذور العقود توفی الکسائی بِرَنْبَویہ قریة من قری الریّ اھ وقال السمعانی وقیل مات بطوس فی ۱۸۲ھ او ۱۸۳ھ وقال سلمة بن عاصم ۱۸۰ھ وقیل ۱۸۵ھ کذا فی التهذیب ج ۷ ص ۳۱۴ ۔ کسائی فارسی الاصل ہیں اور تبع تابعی ہیں ۔

فائدہ ۔ کسائی کی قرارت کا مأخذ زیادہ تر قرارت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے ۔ لانّه قرأ علی عیسی بن عمر وعلی طلحة بن مصرف علی النخعی علی علقمة علی ابن مسعود علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

فائدہ ۔ قرارۃ کسائی رحمہ اللہ کے رواۃ بہت ہیں ۔ قال ابن جزری روی عنه القراءات ابو عمر الدوری و

ابوالحارث اللیث بن خالد ونصیر بن یوسف وقتیبة بن مهران واحمد بن سریج وابو عبید ویحیی الفراء وخلف بن هشام وغیرهم رحمہم اللہ تعالیٰ درووا عنه الحدیث اھ مگر مشہور و معروف عند القراء والعلماء دو راوی ہیں اوّل ابوالحارث اللیث بن خالد۔ دوّم ابوعمر حفص ازدی نحوی مشہور بہ دوری رحمہ اللہ۔ حفص دوری قاری ابوعمرو بن العلاءؒ کے راوی بھی ہیں۔

لیث بن خالد المروزی البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت لیث قاری امام ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی ابوعمر حفص دوری ہیں۔ لیث بہت بڑے قاری عابد ورع متقی و شیخ القراء تھے۔ لیث موصوف کی کنیت ابوالحارث ہے۔ حدّث اللیث عن یحیی بن المبارك الیزیدی عن ابی عمرو عن الحسن عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال القران غنیً لا فقر بعدہٗ و ولا غنی دونہ۔ لیث مذکور کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی۔ کذا فی التہذیب لابن حجر وغیرہ۔

مرثد رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمنّ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہما۔ مرثد و ابومرثد دونوں صحابی ہیں۔ ابومرثد کا نام کناز بن حصن ہے۔ مہاجرین میں سے ہیں اور دونوں بدری ہیں۔ مرثدؓ اور اوس بن صامتؓ کے مابین نبی علیہ السلام نے مواخاۃ قائم فرمائی تھی اوسؓ مشہور صحابی عبادۃ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ استیعاب میں ہے قُتِل مرثد یوم الرجیع شہیدًا اَمَّرَہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السریّة التی وجّھھا معه الی مکة وذلك فی صفر علی رأس ستة و ثلاثین شہرًا من الھجرة و زعم ابن اسحٰق ان مرثد بن ابی مرثد اَمَّرَہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی تلك السریّة التی بعث فیھا عاصم بن ثابت الی عضل والقارة وبنی لحیان وذلك فی اٰخر سنة ثلاث من الھجرة وکانوا سبعةً منھم مرثد ھذا وھو کان الامیر علیھم فیما ذکر ابن اسحٰق وذکر معمر عن ابن شھاب انّ امیرھم کان عاصم بن ثابت فقُتِل مرثد و عاصم وغیرھما من الرفقاء بعد ما قاتلوا و اُسر خُبیبُ عبداللہ وزید۔

وروی انّ مرثد بن ابی مرثد کان یحمل الاسرٰی من مکة حتی یأتی بھم المدینة وکان بمکة بغیٌ اسمھا عناق وکانت صدیقة له قبل الاسلام وکان وعد رجلا ان یحمل من اسارٰی مکة قال فجئتُ حتی انتھیتُ الی حائطٍ من حیطان مکة فی لیلة قمراء قال فجاءت عناق فابصرتْ سوادَ ظلّی بجانب الحائط فلمّا انتھت الیّ عرفتنی فقالت مرثدٌ؟ قلتُ مرثد قالت مرحبًا و اھلاً ھلم فبِتْ عندنا اللیلة قال قلت یا عناق انّ اللہ حرّم الزنا قالت یا اھل الخباء ھذا الذی یحمل الاسرٰی قال فاتبعنی ثمانیة رجال وسلکتُ الخندمة حتی انتھیتُ الی کھفٍ فدخلتُه وجاءوا حتی قاموا علی رأسی واعماھم اللہ عنّی ثم رجعوا ورجعتُ الی صاحبی فحملتُه حتی قدمت المدینة فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ یا رسول اللہ انکح عناق فامسك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزلت ھذہ الاٰیة الزانی لا ینکح الا زانیة او مشرکة الاٰیة فقرأھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیؓ وقال لا تنکحہا۔

محمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہیں۔ امام محمدؒ امام ابو حنیفہؒ کے جلیل القدر شاگرد ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی۔ آپ کا خاندان دراصل ملکِ شام کا رہنے والا ہے۔ آپ کے والد عراق میں تشریف لائے تو شہر واسط میں امام محمد پیدا ہوئے پھر کوفہ میں پلے اور بڑھے۔ پھر حدیث کی طلب شروع کی اور امام مالکؒ و مسعرؒ و اوزاعیؒ و ابو حنیفہؒ و سفیان ثوریؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور علم فقہ امام ابو حنیفہؒ سے حاصل کیا اور ابو حنیفہؒ کی صحبت میں مدتِ طویلہ تک رہے یہاں تک کہ آپ ترجمانِ فقہ حنفی ہوئے۔ آپ سے امام شافعیؒ و ابو حفص کبیر احمد بن حفص و ابو سلیمان جوزجانی و موسیٰ رازی و محمد بن سماعہ و ابراہیم بن رستم وعیسیٰ بن ابان وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔

امام صیمری متوفی ۴۳۶ھ کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہ میں ص۱۲۰ پر لکھتے ہیں محمد بن الحسن صاحب ابی حنیفة مولی لبنی شیبان وکان موصوفاً بالکمال وکانت منزلته فی کثرة الروایة والرأی والتصنیف لفنون علوم الحلال والحرام منزلة رفیعة یعظمه اصحابه جداً۔ قدم بغداد فسمع۔ واخرجه هارون الرشید فولاه القضاء بالرقة ثم عزله وقدم ونزل فی ناحیة باب الشام۔

ابو عبید قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ ہم علماء امام محمد کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے میں خلیفہ ہارون رشید آئے تو ان کے لیے امام محمد کے سوا سب لوگ کھڑے ہوگئے۔ امام محمد بیٹھے رہے۔ اس مجمع میں امام محمد کے چند مخالفین بھی تھے۔ مثلاً امام حسن بن زیاد تلمیذ امام ابو حنیفہ وغیرہ۔ وہ خوش تھے کہ آج خلیفہ امام محمد کو سزا دیں گے۔ خلیفہ اندر چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ نے امام محمد کو اندر بلایا تو امام محمد کے تلامذہ ومعتقدین غمگین ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد امام محمد خوش وخرم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہارون رشید نے مجھ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں کھڑے ہوئے۔ فرمایا میں نے جواب دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ عام خدام کھڑے ہوئے اور آپ نے مجھے علم کی وجہ سے امتیازی مقام دیا ہے تو میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے دیے ہوئے بلند مرتبہ سے نکل کر عام خدام کے طبقہ میں داخل ہو جاؤں۔ امام محمدؒ کے الفاظ یہ ہیں کرهتُ ان اخرج عن طبقة الذین جعلتنی فیهم انك اهلتنی للعلم وکرهتُ ان اُخرج منه الی طبقة الخدمة التی هی خارجة منه وان ابن عمك صلی الله علیه وسلم قال مَن اَحبّ ان یتمثّل له قیاماً فلیتبوّأ مقعده من النار وانما اراد بذلك العلماء ممّن قام بحق الخدمة واعزاز الملك فهو هیبة للعدوّ ومن قعد فلاتباع السنة التی منکم اُخذت وهو زین لکم۔ قال صدقت یا محمد۔ انتهیٰ۔

اہل دنیا ومتکبرین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنا چاہیے جس طرح امام محمدؒ نے ہارون رشید کے ساتھ کیا۔ لیکن علماء وصالحین ووالدین وشیوخِ علم کے لیے قیام کرنا مندوب وسنت ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے انصار کو اپنے

سیّد سعد بن معاذؓ کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا قوموا لسیّدکم او الی سیّدکم۔ امام نوویؒ وغیرہ نے لکھا ہے سلف کا عمل اساتذہ و صالحین کے لیے قیام کا ہے۔ جو طالبِ علم اساتذہ کے لیے قیام نہ کرے وہ سخت بے ادب ہے اور بے ادب برکاتِ علم سے محروم رہتا ہے۔

امام محمدؒ اعلم بکتاب اللہ۔ عربیّت و نحو و لغت و حساب و فقہ میں امام تھے۔ آپ کی تصانیف کے ذریعہ علمِ ابو حنیفہ ظاہر ہوا۔ بعض کتابوں میں ہے کہ فقہ و علوم حدیث وغیرہ میں آپ کی تصانیف تین سو سے زیادہ ہیں۔ درمختار کے اوائل میں ہے کہ امام محمد کی تصانیف کی تعداد ۹۹۹ ہے۔

امام شافعیؒ کی والدہ آپ کے عقدِ نکاح میں تھیں۔ امام شافعیؒ کے والد کے بعد امام محمد سے والدۂ شافعی کا نکاح ہوا تھا۔ اس قریبی تعلق کی وجہ سے امام شافعیؒ نے امام محمد کی کتابوں اور فقہ ابو حنیفہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ اور ان کتب کی برکت سے امام شافعیؒ فقیہ ہوئے۔ درمختار علی ہامش الشامی ص۳۷ میں ہے وقد ظهر علمه بتصانيفه كالجامعين والمبسوط والزيادات والنوادر حتى قيل انّه صنّف في العلوم الدينيّة تسع مائة وتسعة وتسعين كتابًا ومن تلامذته الشافعي وتزوّج بأمّ الشافعي وفوّض اليه كتبه وماله فبسببه صار الشافعي فقيهًا ولقد انصف الشافعي حيث قال من اراد الفقه فليلزم اصحاب ابي حنيفة فانّ المعاني قد تيسّرت لهم والله ما صرتُ فقيهًا الّا بكتب محمد بن الحسن۔ انتهى۔ امام شافعیؒ کا مقصد اس کلام سے یہ ہے کہ ان کتابوں کے طفیل میری فقاہت و استخراجِ مسائلِ دقیقہ میں اضافہ ہوا۔ یہ مطلب نہیں کہ نفسِ فقاہت ان کتابوں کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ کیونکہ امام شافعیؒ بغداد آنے سے قبل ہی فقیہ و مجتہد ہو چکے تھے۔

شامی میں ہے وروي عن الشافعي انّه قال ايضًا حملتُ من علم محمد بن الحسن وِقْر بعير كتبًا وقال امنّ الناس عليّ في الفقه محمد بن الحسن۔ امام صیمری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں عن حرملة قال سمعت الشافعيؒ يقول ما رأيتُ احدًا قطّ اذا تكلّم رأيتُ القرآن نزل بلغته الّا محمد بن الحسن فانّه كان اذا تكلّم رأيتُ القرآن نزل بلغته ولقد كتبتُ عنه حمل بعير ذكرًا۔ قال الشافعي وانما قلت ذكرًا لانّه بلغني انّه يحمل اكثر مما تحمل الانثى وقال الشافعي ما رأيتُ رجلًا اعلم بالحلال والحرام والعلل والناسخ والمنسوخ من محمد بن الحسن۔ وكان الشافعي يقول لو انصف الفقهاء لعلموا انهم لم يروا مثل محمد بن الحسن۔ ما جالست فقيهًا قط افقه منه ولا فتق لسان بالفقه مثله لقد كان يحسن من الفقه واسبابه شيئًا يعجز عنه الاكابر۔

امام شافعیؒ کی ان عبارات سے امام محمدؒ کی توثیق ثابت ہوئی۔ محدثین کبار امام محمد کی توثیق کرتے ہیں۔ اگر آپ ثقہ نہ ہوتے تو امام شافعی آپ کے علوم پر اعتماد نہ کرتے۔ امام احمدؒ و یحیی بن معین بھی آپ کی توثیق کرتے تھے امام صیمری اپنی کتاب کے ص۱۲۵ پر ذکر کرتے ہیں عن عباس الدوري قال سمعت يحيى بن معين يقول كتبتُ

الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن وعن ابراھیم الحربی قال سألت احمد بن حنبل قلت ھذہ المسائل الدقاق من این لک قال من کتب محمد بن الحسن۔

امام محمدؒ فرماتے تھے کہ مجھے والد سے بطور وراثت تیس ہزار درہم ملے تھے ان میں سے پندرہ ہزار میں نے علوم عربیت، نحو وشعر کے حصول میں خرچ کیے اور پندرہ ہزار حدیث وفقہ کی تحصیل پر خرچ کیے۔

ہارون رشید نے آخر میں امام محمدؒ کو قاضی القضاۃ بنا دیا اور شہر رَے کی طرف سفر میں آپ کو اپنے ساتھ رکھا اور شہر رَے میں امام محمدؒ اور امام کسائیؒ نے ایک ہی دن میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ فقال ھارون الرشید دفنت الفقہ والنحو بالری فی یوم واحد۔

ابو رجاء قاضی کہتے ہیں کہ وفات کے بعد میں نے امام محمدؒ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسے معاملہ فرمایا امام محمد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں داخل فرمادیا۔ وقال لی لم اُصیّرک وعاء للعلم وانا ارید ان اعذّبک۔ قال قلتُ فابو یوسف؟ قال ذاک فوقی ادفوقنا بدرجۃ۔ قال قلتُ فابو حنیفہ قال ذاک فی اعلی علیین۔ امام محمدؒ کی وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ کما فی تھذیب الاسماء للنووی وغیرہ

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔ آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن میں آپ مذکور ہیں

ھو معقل بن یسار بن عبد اللہ بن معبر المزنی الصحابی رضی اللہ عنہ۔ معقل کی کنیت ابو علی تھی وقیل کنیتہ ابو عبد اللہ وقیل ابو یسار۔ حدیبیہ سے قبل اسلام لائے۔ بیعتِ رضوان میں موجود تھے۔ آخر زمانے میں بصرہ میں مقیم ہوئے اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ بصرہ کے بڑے دولتمندوں میں آپ شمار ہوتے تھے۔ یونس بن عبید کا قول ہے ماکان بالبصرۃ احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اغنیٰ من معقل بن یسار مرضِ وفات میں گورنر عبید اللہ بن زیاد آپ کی عیادت کے لیے آیا تو آپ نے اسے وہ حدیث سُنائی جس میں ظالم حاکم کی مذمت مذکور ہے۔

احمد بن عبد اللہ العجلی فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کی کنیت ابو علی نہیں تھی۔ مگر احمد بن عبد اللہ کا یہ قول درست نہیں ہے۔ کیونکہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی کنیت بھی ابو علی تھی۔ اسی طرح حاکم نے ذکر کیا ہے کہ قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو علی تھی۔ بصرہ میں مشہور نہر معقل نامی آپ کی طرف منسوب ہے اسی طرح بصرہ میں تمر معقلی بھی آپ کی طرف منسوب ہے۔ معقل بن یسارؓ سے ۳۴ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے۔ ایک میں امام بخاری منفرد اور دو میں امام مسلم منفرد ہیں۔ روی معقل بن یسار مرفوعًا اقرءوا علی موتاکم یٰس رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وعنہ قال لقد رأیتُنی یوم الشجرۃ والنبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یُبایع الناسَ وانا رافعٌ غصنًا من اغصانھا من رأسہ ونحن اربع عشر مائۃ ولم نُبایعہ علی الموت ولکن بایعناہ علی ان لا نفرّ۔ رواہ مسلم۔ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی وفات بصرہ میں آخر خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں

اور بعض کے نزدیک خلافتِ یزید میں ہوئی۔

معاذ رضی اللہ عنہ ۔ آیت یسئلونك عن الاهلة قل هی مواقیت میں مذکور ہیں۔ هو ابو عبد الرحمٰن معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ حضرت معاذؓ فقیہ و فاضلِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ ۱۸ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں ۷۰ صحابۂ انصار کے ساتھ تھے۔ بدری ہیں اور تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام نے ابن مسعودؓ اور آپ کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی تھی آپ سے ۱۵۷ احادیثیں مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور ایک پر مسلم منفرد ہیں۔ جنگِ بدر کے وقت آپ کی عمر ۲۱ سال کی تھی۔ آپ نہایت جمیل، حسین، عاقل، صاحبِ علم و حلم و حیاء و سخا تھے مستجاب الدعا تھے۔ فعن ابن کعب بن مالك كان معاذ شابًا جميلًا سمحًا لا يسأل الله شيئًا الا اعطاه۔

وعن انس قال جمع القرآن على عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اربعة كلهم من الانصار ابی بن كعب ومعاذ بن جبل وزيد بن ثابت وابو زيد۔ رواه البخاری ومسلم۔ نبی علیہ السلام نے معاذؓ کے بارے میں فرمایا أعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل وافرضهم زيد بن ثابت۔ وروى ابو داؤد والنسائی عن معاذ ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بيده وقال يا معاذ والله انی لاحبك وقال اوصيك يا معاذ لا تدعن فی دبر كل صلاة تقول اللهم اعنی على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اُن چھے صحابہ میں سے ہیں جو نبی علیہ السلام کی حیات میں فتویٰ دیا کرتے تھے ان میں تین مہاجر ہیں یعنی عمر و عثمان و علی اور تین انصار ہیں یعنی اُبی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم يأتی معاذ يوم القيامة امام الناس برتوة كذا فی الاصابة وفی تهذيب الاسماء ج ۲ ص ۹۹ امام العلماء يوم القيامة برتوة اور رتوتين۔ الرتوة رمية الحجر۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

آپ کی وفات کا سبب طاعون تھا۔ ملکِ شام میں طاعون میں مبتلا ہو کر ۱۸ھ میں وفات پائی۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ جب شام میں طاعون پھیلا تو معاذؓ نے دعا مانگی کہ میرے خاندان کو بھی طاعون کا کچھ حصہ مل جائے۔ امام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں ولما وقع الطاعون بالشام قال معاذ اللهم ادخل على آل معاذ نصيبهم من هذا فطعنت له امرأتان فماتتا ثم طعن ابنه عبد الرحمٰن فمات ثم طعن معاذ فجعل يغشى عليه فاذا افاق قال رب غمنی غمك فوعزتك انك لتعلم انی احبك ثم يغشى عليه فاذا افاق قال مثله ولما حضرته الوفاة قال مرحبًا بالموت مرحبًا زائر حبيب جاء على فاقة اللهم انك تعلم انی كنت اخافك وانا اليوم ارجوك انی لم اكن احب الدنيا وطول البقاء فيها لكرى الانهار ولا لغرس الاشجار لكن لظمأ الهواجر ومكابدة الساعات ومزاحمة العلماء بالركب عند حلق الذكر۔

مجاھــد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت فقلنا لھم کونوا قِرَدۃً کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مجاھد بن جبر ویقال ابن جبیر بالتصغیر بدل ابن جبر المکی المخزومی ۔ مجاہد تابعی ہیں۔ آپ امام جلیل و مفسر کبیر تھے آپ کی امامت وجلالت متفق علیہ ہے ۔ امام نووی رحمہ اللہ تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۸۳ پر لکھتے ہیں واتفق العلماء علی امامتہ وجلالتہ وتوثیقہ وھو امام فی الفقہ والتفسیر والحدیث اھ ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مخصوص تلمیذ ہیں آپ نے ابن عمر وجابر بن عبد اللہ وعبد اللہ بن عمرو وابوہریرہ وعائشہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے اور آپ سے طاوس وعکرمہ واعمش ومنصور وحماد بن ابی سلیمان وایوب سختیانی وغیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا ہے۔

حضرت خصیفؒ فرماتے ہیں کان اعلمھم بالتفسیر مجاھد وقال ابوحاتم لم یسمع من عائشۃ وقال مجاھد عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاثین مرۃً۔ کذا ذکر النووی۔ حافظ ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے اقوال واحوال بسط سے ذکر کیے ہیں۔ وعن ابان بن صالح عن مجاھد قال عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاث عرضات اقفہ علی کل آیۃ اسألہ فیما نزلت وکیف کانت؟ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۲۸۰ مجاہدؒ فرمایا کرتے تھے الفقیہ من یخاف اللہ تعالیٰ۔ نیز فرماتے تھے انّ العبد اذا اقبل علی اللہ بقلبہ اقبل اللہ عزّ و جلّ بقلوب المؤمنین الیہ ۔ آیت سیماھم فی وجوھھم کے معنی مجاہد کے نزدیک خشوع فی الصلاۃ ہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے ما من میّتٍ یموت الّا عُرِض علیہ اھلُ مجلسہ ان کان من اھل الذکر فمن اھل الذکر وان کان من اھل اللھو فمن اھل اللھو۔ نیز فرمایا کرتے تھے لابن آدم جلساء من الملائکۃ فاذا ذکر الرجل المسلم آخاہ بخیر قالت الملائکۃ ولك مثلہ واذا ذکرہ بسوء قالت الملائکۃ یا ابن آدم المستور عورتُہ اربَع علی نفسك واحمَدِ اللہ الذی ستر علیك ۔ نیز فرماتے ہیں قال ابلیس اِن یُعجِزنی ابنُ آدم فلن یُعجِزنی من ثلاث خصال اخذ مال بغیر حقّہ واضاعتِہ انفاقہ فی غیر حقّہ ومنعِہ عن حقِہ۔ نیز فرماتے ہیں کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو گرج وکڑک کے بادل کو چلاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ بندے کی نیکی اور صلاح کی برکت سے اس کی اولاد و اولادِ اولاد تک کو اللہ تعالیٰ محفوظ و خوش حال رکھتے ہیں۔ اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ کے علم وتقویٰ کی وجہ سے آپ کے اساتذہ یعنی صحابہؓ بھی آپ کی تعظیم کرتے تھے چنانچہ خود مجاہدؒ فرماتے ہیں کنتُ اصحب ابن عمر رضی اللہ عنہما فی السفر فان اردتُ ان ارکب یأتینی فیمسك رکابی واذا رکبتُ سوّی ثیابی فجاءنی مرۃ فکأنی کرھتُ ذلك فقال یا مجاھد انك ضیّق الخُلق ۔ وقال ایضاً ربما اخذ لی ابن عمر بالرکاب وربّما اَدخل ابن عباس اصابعہ فی اِبطی۔ وقال ایضاً صحبتُ ابن عمر وانی اُرید اَن اخدِمہ فکان ھو یخدِمنی ۔ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک خراب یعنی اُجڑے ہوئے گھر پر گزرا تو فرمایا یہ آواز دے دینا یا خربۃ ما فعل اھلُك

این اهلك ؟ میں نے آواز دی تو ابن عمرؓ نے خود ہی یہ جواب دیا ذھبوا و بقیت اعمالھم۔ ہلال بن خباب کہتے ہیں کہ میں مجاہدؒ کے ساتھ مکہ مکرمہ کے سفر پر گیا۔ ہر قبرستان پر گزرتے وقت مجاہد یہ کہا کرتے تھے السلام علیکم یا اھل الدیار المؤمنین والمسلمین یرحم اللہ المستقدمین منکم وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص۲۸۶ مجاہد کا قول ہے کہ یہ علم دین دو قسم کے آدمی نہیں سیکھ سکتے ایک شرم و حیا کرنے والا اور دوسرا متکبر۔

حضرت لیث رحمہ اللہ مجاہدؒ سے یہ روایت کرتے ہیں قال یؤتی بثلاثۃ نفر یوم القیامۃ بالغنیّ و بالمریض والعبد فیقول للغنی ما منعك عن عبادتی ؟ فیقول اکثرت لی من المال فطغیت فیؤتی بسلیمان بن داؤد علیہما السلام فی ملکہ فیقال لہ انت کنت اشدّ شغلا ام ھذا؟ قال بل ھذا قال فان ھذا لم یمنعہ شغلہ عن عبادتی۔ قال فیؤتی بالمریض فیقول ما منعك عن عبادتی ؟ قال یا ربّ اشغلت علیّ جسدی قال فیؤتی بایوب علیہ السلام فی ضرّہ فیقول لہ انت کنت اشدّ ضرّا ام ھذا ؟ قال فیقول لا بل ھذا قال فان ھذا لم یمنعہ ذلك ان یعبدنی قال ثم یؤتی بالمملوك فیقال لہ ما منعك عن عبادتی ؟ فیقول جعلت علیّ اربابا یملکوننی قال فیؤتی بیوسف الصدیق علیہ السلام فی عبودیتہ فیقال انت اشدّ عبودیّۃ ام ھذا ؟ قال بل ھذا قال فانّ ھذا لم یشغلہ شئ عن عبادتی۔ مجاہدؒ کا قول ہے انّ الروح خلق علی صورۃ ابن اٰدم۔ وعن مجاھد قال ما من مؤمن یموت الا تبکی علیہ الارض اربعین صباحًا۔ وقال مجاھد کان یحج من بنی اسرائیل مائۃ الف فاذا بلغوا انصاب الحرم قلعوا نعالھم ثم دخلوا الحرم حفاۃً۔ کذا فی الحلیۃ لابن نعیم الحافظ۔

مجاہدؒ نے ۱۰۱ھ میں وعند بعض العلماء ۱۰۲ھ میں بعمر ۸۳ سال وفات پائی۔

مبرِّد رحمہ اللہ۔ آپ آیت انّ الذین کفروا سواءٌ علیھم الخ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو محمد بن یزید ابن عبد الاکبر الازدی البصری ابو العباس المبرد۔ مبرد نحو و علوم عربیت کے امام ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے۔ امام مازنی وابو حاتم سجستانی وغیرہ سے اخذ علوم کیا۔ آپ سے اسماعیل صفار و نفطویہ و امام صولی روایت کرتے ہیں۔ بقول سیرافی آپ قبیلہ ثمالہ سے ہیں۔ ثمالہ ازد میں ایک قبیلہ ہے۔ ایک شاعر مبرد کی مذمت میں کہتا ہے ؎

سألنا عن ثمالۃ کل حیٍّ   فقال القائلون ومن ثمالہ

فقلتُ محمد بن یزید منھم   فقالوا زدتنا بھم جھالہ

مبرد حسین و جمیل صورت والے اور بلیغ و ثقہ۔ علّامہ۔ صاحب نوادر و ظرائف۔ وسیع العلم لغوی تھے۔ اہل بصرہ کہتے تھے مبرد نے اپنی نظیر علماء میں نہیں دیکھی۔

تسمیہ بالمبرد کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے شیخ مازنی نے جب کتاب الالف واللام تصنیف کی تو مبرد سے بطور امتحان اس کے دقیق و عمیق مسائل پوچھے۔ مبرد نے سب کا صحیح جواب دیا تو مازنی نے فرمایا قم فانت المبرِّد بکسر الراء

ای المثبت للحق ۔ مبرد بکسر را ہے لیکن اہل کوفہ نے عداوت سے را کو فتحہ دیا۔ نفطویہ فرماتے ہیں ما رأیتُ احفظ للاخبار بغیر اسانید منہ ۔ مبرد کی تصانیف یہ ہیں۔ معانی القرآن۔ الکامل ۔ المقتضب۔ الروضۃ المقصور والممدود۔ الاشتقاق۔ القوافی۔ اعراب القرآن ۔نسب عدنان وقحطان۔ الرد علی سیبویہ ۔ شرح شواہد الکتاب۔ ضرورۃ الشعر۔ العروض ۔ ما اتفق لفظہ واختلف معناہ۔ طبقات النحاۃ البصریین وغیرہ وغیرہ ۔

مبرد وثعلب آپس میں معاصر ہیں۔ دونوں میں بڑا اختلاف تھا۔ اکثر علما مبرد کو ثعلب سے افضل سمجھتے ہیں۔ ثعلب بھی امام نحو وعربیت تھے۔ دونوں کی باہمی مخالفت کی شہرت کی وجہ سے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

نروحُ ونغدو لا تزاورُ بیننا	ولیس بمضروب لنا عند موعد
فابداننا فی بلدۃ والتقاؤنا	عسیر کأنّا ثعلبٌ والمبرّد

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

ایا طالبَ العلمِ لا تجهلنْ	وعُذْ بالمبرّد او ثعلب
تجدْ عند هٰذین علمَ الوریٰ	فلاتكُ كالجملِ الاجرب
علومُ الخلائق مقرونۃ	بهٰذین بالشرق والمغرب

مبرد کی ولادت ۲۱۰ھ میں اور وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔

مالک الامام رحمہ اللہ تعالیٰ ۔تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ هو ابو عبد الله مالك بن انس بن مالك بن ابی عامر المدنی امام دار الهجرة واحد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ نے علمِ حدیث کا سماع نافع مولی ابن عمرؓ و محمد بن المنکدرؒ و زہریؒ وغیرہ سے کیا ہے اور آپ سے ابن جریجؒ و اوزاعیؒ و ثوریؒ و ابن عیینہؒ و شعبہؒ و ابن المبارکؒ و شافعیؒ وغیرہ ائمہ روایت کرتے ہیں۔ آپ کی جلالت و امامت و حفظ و تثبت و تعظیمِ حدیثِ نبی علیہ السلام معروف و مسلّم ہیں۔ انتقادِ رجالِ حدیث میں آپ کا قول مسلّم ہے۔ قال ابو حاتم مالك ثقة وهو امام اهل الحجاز وهو اثبت اصحاب الزهری وقال الشافعی اذا جاء الاثر فمالك النجم ولولا مالك وسفیان بن عیینة لذهب علم الحجاز۔ وقال مالك معلّی وعنه اخذنا العلم۔ بشر بن عمرؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے ایک راوی کے بارے میں سوال کیا فقال رأیته فی کتبی؟ قلتُ لا قال لوکان ثقة لرأیته فی کتبی۔

خلف بن عمرؒ کہتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ابن کثیر قاری المدینہ آئے اور امام مالکؒ کو ایک رقعہ دیا۔ امام مالکؒ نے وہ مصلے کے نیچے رکھا۔ جب وہ اٹھا تو امام مالکؒ نے وہ رقعہ مجھے پڑھنے کے لیے دیا۔ اس رقعہ میں یہ لکھا تھا رایتُ اللیلة فی منامی کانه یقال لی هذا رسول الله صلی الله علیه وسلم جالس

والناس حوله يقولون له يارسول الله اعطنا يارسول الله مُر لنا فقال لهم اني قد كنزتُ تحت المنبر كنزًا كبيرًا وقد امرت المالك ان يقسمه فيكم فاذهبوا الى مالك فانصرف الناس وبعضهم يقول لبعض ما ترون ما لكًا فاعلاً؟ فقال بعضهم ينفذ ما امره به رسول الله صلی الله علیہ وسلم فرقّ مالك وبکی۔

ایک حدیث میں امام مالکؒ کے بارے میں پیش گوئی ہے۔ حدیث یہ ہے عن ابی ھریرة رضؓ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم یوشك ان یضرب الناسُ اباط المطیّ فی طلب العلم فلا یجدون عالمًا اعلمَ من عالِم المدینة رواہ الترمذی وقال حدیث حسنٌ۔ علماء وائمہ مذاہب کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق امام مالکؒ ہیں۔ کتاب تزیین الممالک بمناقب مالک ص۶ پر حافظ سیوطیؒ اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں قال اسحٰق بن موسٰی فبلغنی عن ابن جریج انه کان یقول انه مالك بن انسؒ انتہی۔ امام نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۷۶ پر اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں وقد روی عن سفیان بن عیینة قال ھو مالك بن انسؒ۔ امام مالکؒ درسِ حدیث کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ابوسلمہ خزاعی کی روایت ہے کہ امام مالکؒ جب درسِ حدیث کا ارادہ کرتے تھے تو پہلے وضو کرتے اور عمدہ کپڑے پہن کر داڑھی کو کنگھی کرتے۔ کسی نے پوچھا یہ کیوں؟ امام مالکؒ نے فرمایا اُوقّر به حدیث رسول الله صلی الله علیہ وسلم۔

اور معن بن عیسٰی کی روایت میں ہے کہ درسِ حدیث سے پہلے امام مالکؒ غسل بھی کرتے نیز بخور و خوشبو استعمال کرتے اور پھر نہایت ادب سے درسِ حدیث کے لیے بیٹھتے تھے۔ اور لوگوں کو آواز بلند کرنے سے روکتے تھے اور اگر کوئی مجلس میں اونچی آواز سے بولتا تو امام مالکؒ یہ آیت پڑھ کر منع فرماتے تھے یاایھا الذین اٰمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیّ۔ قال مالك فمن رفع صوته عند حدیث النبی صلی الله علیہ وسلم فکانما رفع صوته فوق صوت رسول الله صلی الله علیہ وسلم۔

تزیین الممالک میں حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک ماں کے پیٹ میں حمل کبھی تین سال تک بھی رہتا ہے۔ خود امام مالکؒ فرماتے تھے کہ میں تین سال ماں کے پیٹ میں رہا ہوں قال الواقدی وسمعت غیر واحد یقول حُمِل بمالك بن انس ثلٰث سنین۔

امام مالکؒ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور عند البعض ربیع الاول ۹۴ھ میں اور عند البعض ۹۵ھ میں اور عند البعض ۹۷ھ اور بقول ابی مسہر ۹۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی ہے۔ امام مالکؒ بہت سے مسائل میں لاادری کہہ دیا کرتے تھے۔ یہ بات ان کے تقویٰ اور ورع کی علامت ہے۔ عن الھیثم بن جمیل قال شھدتُ مالکًا سُئل عن ثمان واربعین مسئلة فقال فی اثنتین وثلاثین منھا لاادری۔ وعن ابن مھدی قال سفیان الثوری امام فی الحدیث ولیس بامام فی السنّة والاوزاعی امام فی السنّة ولیس بامام فی الحدیث ومالك بن انس امام فیھما جمیعًا۔ ایک قریشی آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تعلم الادب قبل ان تتعلم العلم۔ زبیر بن حبیب

کی روایت ہے کہ امام مالکؒ ہر ماہ کی پہلی رات کا احیاء کرتے تھے اسی طرح ہر جمعہ کی رات کا احیاء کرتے تھے۔
ابن وہب کہتے ہیں لوشئتُ ان املأ الواحًا من قول مالك لا ادری فعلت۔ ابن وہب کی روایت ہے قال مالك العلم نور یجعله الله حیث شاء لیس بکثرة الروایة۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں فلما کان الرجل صادقًا لایکذب الا مُتّع بعقله ولم یُصبه ما اصاب غیره من الهرم والخرف۔ آپ کثرت سے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھتے تھے روی ابونعیم باسناده عن المثنّی بن سعد قال سمعتُ مالکًا یقول مابِتُّ لیلةً الا رأیتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

وکان مالك یأتی المسجد ویشهد الصلوات والجمعة والجنائز ویعود المرضی ویقضی الحقوق ویجلس فی المسجد ویجتمع له اصحابُه ثم ترك الجلوس فی المسجد وکان یُصلّی ثم ینصرف الی منزله وترك شهود الجنائز وکان یأتی اصحابه فیُعزّیهم ثم ترك ذلك کلّه فلم یکن یشهد الصلوات فی المسجد ولا یأتی احدًا یُعزّیه ولا یقضی له حقًّا واحتمل الناسُ ذلك کلّه له وکانوا ارغب ما کانوا فیه واشدّه له تعظیما حتی مات علی ذلك وکان ربّما کُلّم فی ذلك فقال لیس کل الناس یقدر ان یتکلم بعذره۔ محمد بن رمح کہتے ہیں:۔ رأیت النبیّ علیه السلام من اربعین سنة فی المنام فقلت له یا رسول الله مالك واللیث یختلفان فی مسئلة فقال النبی علیه السلام مالك مالك ورث جدّی یعنی ابراهیم علیه السلام۔
امام مالکؒ نے موطأ میں ۱۰ ہزار احادیث درج کی تھیں پھر وقتاً فوقتاً کم کرتے کرتے یہ تعداد رہ گئی جو اب ہمارے سامنے موجود ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں مَن سَبَّ ابابکر جُلِد ومَن سَبَّ عائشة قُتِل قیل لم؟ قال من رماها فقد خالف القرآن۔

امام مالکؒ سے روایت کرنے والوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی داخل ہیں۔ بعض احناف انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ امام مالکؒ سے عمر میں زیادہ ہیں۔ مگر صحیح اثباتِ روایت ہے۔ اور کبھی کبار بھی صغار سے روایت کرتے ہیں۔ قال الزرکشی فی نکتة صنّف الدارقطنی جزءً فی الاحادیث التی رواها ابوحنیفة وقال ابوحنیفة اجلّ من روی عن مالك۔ امام مالکؒ کی وفات ماہ صفر ۱۷۹ھ میں ہوئی اور بقول بعض علماء ۱۴ ربیع الاول کو بوقت صبح آپ کا انتقال ہوا۔ مدینہ منورہ بقیع میں مدفون ہیں۔
مسطح رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تجعلوا الله عُرضةً لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا وتصلحوا بین الناس کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مسطح بن اثاثة بن عباد القرشی۔ مسطح صحابی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت ابی رہم ہے رضی اللہ عنہا۔ سلمیٰؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کی بیٹی ہیں۔ سلمیٰ کی والدہ رائطہ بنت صخر حضرت صدیقؓ کی خالہ ہے۔ سلمیٰؓ کا ذکر احادیثِ واقعۂ افکِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں سے ایک مسطح بھی تھے۔ عائشہؓ کی برأت نازل ہونے کے بعد

انھیں حد قذف کے طور پر سزا دی گئی تھی۔ مسطح کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی۔

مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت تجری من تحتہا الانہار کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مسروق بن الاجدع بن مالك بن امیۃ بن عبد اللہ بن مرّ الھمدانی الوداعی الکوفی العابد ابو عائشۃ الفقیہ المحدث الکبیر الشان رحمہ اللہ تعالیٰ۔ مسروق جلیل القدر تابعی۔ محدث۔ راوی الاحادیث۔ فقیہ۔ کثیر العبادۃ ہیں۔

مسروق روایتِ حدیث کرتے ہیں ابوبکر صدیق وعمر وعثمان وعلی ومعاذ بن جبل وابن مسعود وعائشہ وام سلمہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو وائل۔ شعبی وابراہیم نخعی وابواسحاق سبیعی وابو الشعثاء محاربی ومکحول شامی وغیرہ رحمہم اللہ۔

مسروق فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا مسروق بن اجدع فقال عمر الاجدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمن۔ قال الشعبی ما رأیتُ أطلبَ للعلم منہ وقال ابو السفر ماولدت ھمدانیۃٌ مثل مسروق وذکرہ ابراھیم فی اصحاب ابن مسعود الذین کانوا یعلّمون الناس السنۃ وقال الشعبی کان مسروق اعلم بالفتوی من شریح وکان شریح اعلم بالقضاء۔

وقال شعبۃ عن ابی اسحاق حج مسروق فلم ینم الا ساجدًا وقال انس بن سیرین عن امرأۃ مسروق انہ کان یصلّی حتی تورّم قدماہ۔ کذا فی التھذیب لابن حجر۔

حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں۔ مسروق کا قول ہے۔ کفی بالمرء علمًا ان یخشی اللہ وکفی بالمرء جھلًا ان یعجب بعملہ۔ امام شعبی فرماتے ہیں خرج مسروق الی البصرۃ الی رجل یسألہ عن آیۃ فلم یجد عندہ فیھا علمًا فاخبر عن رجل من اھل الشام فقدم علینا ھھنا ثم خرج الی الشام الی ذلك الرجل فی طلبھا۔ مسروق فرمایا کرتے تھے من سرّہ ان یعلم علم الاولین وعلم الآخرین وعلم الدنیا والآخرۃ فلیقرأ سورۃ الواقعۃ۔

وعن العلاء بن ھارون قال حج مسروق فما افترش الا جبھتہ حتی انصرف۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۹۵۔ وعن سعید بن جبیر قال لقینی مسروق فقال یا سعید ما بقی شیٔ یرغب فیہ الا ان نُعفِّر وجوھنا فی التُراب وکان مسروق یقول لاھلہ ھاتوا کلَّ حاجۃٍ لکم فاذکروھا لی قبل ان اقوم الی الصلاۃ وکان مسروق یُرخی الستر بینہ وبین اھلہ ویُقبل علی صلاتہ ویخلیھم ودنیاھم۔

وعن ابراهيم بن محمد قال كان مسروق يركب كل جمعة بغلةً ويحملني خلفه ثم يأتي كناسةً بالحيرة قديمة فيحمل عليها بغلته ويقول الدنيا تحتنا ويقول هذه الدنيا اكلوها فافنوها. لبسوها فابلوها. ركبوها فانضوها سفكوا فيها دماءهم واستحلوا فيها محارمهم وقطعوا فيها ارحامهم وكان مسروق يقول ما من شي خير للمومنين من لحد قد استراح من هموم الدنيا و آمن من عذاب الله۔

وكان يقول انّي أحسن ما اكون ظنّاً حين يقول لى الخادم ليس فى البيت قفيز ولا درهم و كان مسروق يتمثل بقول الشاعر ؎

ويكفيك مما اغلق الباب دونه	وأرضى عليه الستر ملحٌ وجردق
وماءُ فراتٍ باردٍ ثم تغتدى	تُعارض اصحابَ الثريد الملبّق
تجشّأ اذا ماهم تجشّو اكأنّما	غُذِيت بالوان الطعامِ المفتّق

الثريد الملبّق الملين بالدسم والطعام المفتّق الكثير الخصب كذا فى الحلية ج ۲ ص ۹۷

سفیان بن عیینہ سے امام احمد روایت کرتے ہیں کہ اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں علقمہ کے بعد مسروق سے کوئی افضل نہیں تھا۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں ما اقدّم على مسروق من اصحاب ابن مسعود رضي الله عنه احدًا. صلّى خلف ابى بكر ولقى عمر وعليًا ولم يرو عن عثمان شيئًا. اسحاق بن منصور کا قول ہے لا يسئل عن مثله قال العجلى كوفىّ ثقة وكان احد اصحاب ابن مسعود الذين يُقرئون ويُفتون قال ابن سعد كان ثقة وله احاديث صالحة۔

علامہ کلبی فرماتے ہیں شلّت يدُ مسروقٍ يوم القادسيّة واصابته آمّة وقال ابو الضحى عن مسروق انه كان يقول ما احبّ انها يعنى الآمّة ليست لى لعلّها لولم تكن لى كنت فى بعض هذه الفتن. وکیع وغیرہ کہتے ہیں لم يتخلّف مسروق عن حروب علىّ رضى الله عنه ذكره ابن حبّان فى الثقات وقال كان من عُبّاد اهل الكوفة۔

وَلّاه زياد على السلسلة ومات بها ۶۲ھ وقيل مات ۶۳ھ وقال الفضل بن عمرو مات مسروق وله ثلاث وستون سنة وقال ابو الضحى سئل مسروق عن بيت شعر فقال اكره ان ارى فى صحيفتى شعرًا. وكان مسروق لا يأخذ على القضاء اجرًا ويتأوّل هذه الآية ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة. وكان مسروق يقول اقرب ما يكون العبد الى الله تعالى وهو ساجد۔

قال النووى فى تهذيب الاسماء ج ۲ ص ۸۵ قال ابو داؤد كان ابو مسروق افرس فارس

فی الیمن وھو ابن اخت عمرو بن معد یکرب وسألہ عمر رضی اللہ عنہ عن اسمہ فاخبرہ فقال عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاجدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمٰن قال الشعبی فرأیتہ فی الدیوان مسروق بن عبد الرحمٰن۔

قال ابو سعد السمعانی کان مسروق سُرِق فی صغرہ فغلب علیہ ذلک یعنی بچپن میں انہیں کسی نے اغوا کرلیا تھا۔ اسی وجہ سے انہیں مسروق (چوری شدہ) کہتے ہیں۔ وحکی عبد الحق عن ابن عبد البر انہ قال لم یلق مسروق معاذاً قال ابن حجر فعلی ھذا یکون حدیثہ عنہ مرسلاً لکن تعقب ذلک ابن القطان علی عبد الحق فانہ لم یجد ذلک فی کلام ابن عبد البر بل الموجود فی کلامہ ان الحدیث الذی من روایۃ مسروق عن معاذ متصل۔

محمود الزمخشری - تفسیر بیضاوی میں کشاف سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس کی تدریس کے وقت تقریباً ہر صفحہ میں زمخشری کا ذکر ضمناً بار بار آتا ہے۔ اس واسطے ترجمۂ زمخشری ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

فھو محمود بن عمر بن محمد بن احمد الزمخشری ابو القاسم جار اللہ۔ زمخشری وسیع العلم، کثیر الفضل بڑے ذکی ادیب لغوی نحوی اور مفسر تھے۔ آپ مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے۔ اعتقاداً معتزلی تھے۔ اور فروع میں حنفی تھے۔ اپنے مذہب اعتزال میں قوی متعصب مجاہر تھے۔ بغداد کئی بار گئے۔ ابو الحسن علی بن مظفر نیسابوری و ابو مضر اصبہانی و شیخ الاسلام ابو منصور فارسی وغیرہ علماء سے تحصیل علم و ادب کی۔ ایک مدت تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ آپ کا لقب جار اللہ و فخر خوارزم ہے۔ زمخشر اعمال خوارزم میں سے ایک قریہ کا نام ہے۔ یہ زمخشری کا مولد ہے۔

قال ابن اختہ وُلد خالی بزمخشر من اعمال خوارزم یوم الاربعاء السابع والعشرین من رجب سنۃ سبع وستین واربع مائۃ کذا فی معجم الادباء ج ۱۹ ص ۱۲۷ فما فی البغیۃ للسیوطی انہ ولد سنۃ سبع وتسعین واربع مائۃ خطأ ولعلہ من اغلاط الکاتب۔

قریۂ زمخشر کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے حکی انہ اجتاز اعرابی بزمخشر فسأل عن اسمھا واسم کبیرھا فقیل زمخشر والرداد فقال لاخیر فی شر ورد ولم یُلِم بھا اخذ شرا من زمخشر وردا من الرداد۔ زمخشری کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ کوئی زہریلا پھوڑا آپ کی ٹانگ پر نکل آیا تھا جس کی وجہ سے ٹانگ کاٹنی پڑی اور لکڑی کی ٹانگ بنوا دی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بعض سفروں میں سخت سردی اور برف باری کی وجہ سے آپ کی ٹانگ ساقط ہوگئی تھی۔

فقیہ دامغانی نے آپ سے قطع رجل کا سبب پوچھا فقال الزمخشری دعاء الوالدۃ وذلك انّی امسکت عصفورًا وانا صبیّ صغیر و ربطت برجله خیطًا فافلت من یدای ودخل خرقًا فجذبته فانقطعت رجله فتألمت له والدتی وقالت قطع الله رجلك کما قطعت فلمّا رحلتُ الی بخاری فی طلب العلم سقطت عن الدابّة فی اثناء الطریق فانکسرت رجلی واصابنی من الالم ما اوجب قطعها۔ وکان اذا مشیٰ القی علی رجله من الخشب ثیابه الطوال فیظنّ من یراه انه اعرج۔

ایک بار زمخشری حج پر جاتے ہوئے بغداد میں ٹھیرے تو مشہور ادیب نحوی ہبۃ اللہ ابن شجریؒ آپ سے ملے اور یہ شعر پڑھے زمخشری کی مدح میں ؎

کانت مُساءلة الرکبان تخبرنی
عن احمد بن داودٍ اطیب الخبر
حتی التقینا فلا والله ما سمعتْ
اذنی باحسن مما قد رأی بصری

اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

وأستکبرِ الاخبار قبل لقائه
فلمّا التقینا صغَّر الخَبَرَ الخُبْرُ

زمخشری نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ان زید الخیل دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما بصر بالنبی صلی الله علیه وسلم رفع صوته بالشهادتین فقال له النبی صلی الله علیه وسلم یازید الخیل کل رجل وصف لی دون الصفة الّا انت فانك فوق ما وُصفت وکذلك سیدنا الشریف ثم دعا له واثنیٰ علیه۔

زمخشری کی تفسیر کشاف بے نظیر تفسیر ہے۔ کہتے ہیں کہ اپنے موضوع میں نہ اس سے پہلے کسی نے ایسی تفسیر لکھی ہے اور نہ ان کے بعد اور شاید قیامت تک کوئی ایسی تفسیر نہ لکھ سکے گا۔ تفسیر بیضاوی درحقیقت تفسیر کشّاف سے ماخوذ ہے اور احناف کے لیے یہ بات موجب مسرت ہے کیونکہ زمخشری فروع میں حنفی تھے۔ بعض علماء کا قول ہے الناس عیال فی التفسیر علی الکشاف۔ زمخشری خود اپنی تفسیر کشاف کی مدح میں لکھتے ہیں ؎

اِنّ التفاسیر فی الدنیا بلا عددٍ
ولیس فیها لعمری مثل کشّافی

ان کنت تبغی الھدٰی فالزم قراءتہ   فالجھل کالداءِ والکشّاف کالشافی

زمخشری نے کشاف کے علاوہ بھی متعدد تصانیف کی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں :۔

الفائق فی غریب الحدیث ۔ نکت الاعراب فی غریب الاعراب ۔ فی غریب اعراب القرآن۔ کتاب متشابہ اسماء الرواۃ ۔ مختصر الموافقۃ بین اھل البیت والصحابۃ۔ الاثر لابی سعید الرازی اسماعیل۔ الکلم النوابغ فی المواعظ۔ اطواق الذھب فی المواعظ۔ نصائح الکبار۔ نصائح الصغار۔ مقامات فی المواعظ ۔ نزھۃ المستأنس ۔ الرسالۃ الناصحۃ ۔ رسالۃ المسامۃ۔ الرائض فی الفرائض ۔ معجم الحدود ۔ المنھاج فی الاصول ۔ ضالّۃ الناشد۔ کتاب عقل الکلّ ۔ النموذج فی النحو ۔ المفصل ۔ شرح المفصّل ۔ المفرد و المؤلف فی النحو۔ صمیم العربیۃ۔ الامالی فی النحو۔ اساس البلاغۃ فی اللغۃ ۔ جواھر اللغۃ ۔ کتاب الاجناس ۔ مقدمۃ الادب فی اللغۃ ۔ کتاب الاسماء فی اللغۃ ۔ القسطاس فی العروض ۔ حاشیۃ المفصل ۔ شرح مقاماتہ ۔ شرح المسائل ۔ سوائر الامثال ۔ المستقصیٰ فی الامثال ۔ ربیع الابرار فی الادب والمحاضرات ۔ تسلیۃ الضریر ۔ رسالۃ الاسرار ۔ اعجب العجب فی شرح لامیۃ العرب۔ دیوان التمثیل ۔ دیوان الخطب ۔ دیوان رسائل ۔ دیوان شعر ۔ شرح کتاب سیبویہ ۔ کتاب الجبال والامکنۃ ۔ شافی العیّ من کلام الشافعیؒ۔ شقائق النعمان فی حقائق النعمان فی مناقب الامام ابی حنیفۃؒ۔ المحاجاۃ فی الاحاجی والالغاز۔

زمخشری کی وفات خوارزم میں ہوئی بشب عرفہ ۵۳۸ھ کذا فی معجم الادباء۔ زمخشری کے چند اشعار سن لیجیے۔

العلم للرحمٰن جلّ جلالہ	وسواہ فی جھلاتہ یتغمم
ما للتراب و للعلوم وانما	یسعیٰ لیعلم انہ لا یعلم

نیز کہتے ہیں ؎

کثر الشکُّ والخلافُ وکلٌّ	یدّعی الفوز بالصراط السویّ
فاعتصامی بلا الٰہ سواہ	ثم حُبّی لاحمدٍ و علیّ
فاز کلبٌ بحبّ اصحاب کھفٍ	کیف اشقیٰ بحبّ اٰل نبیّ

شیخ ابوحفص عمر بن محمد نسفیؒ متوفی ۵۳۷ھ استاذ صاحب ہدایہ اور مصنف عقائد نسفیہ زمخشری کے معاصر تھے۔ زمخشری اور نسفی کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ حکی ان النسفی دقّ باب الزمخشری فقال الزمخشری مَن بالباب ؟ قال النسفی عمر۔ قال الزمخشری انصرف ۔ قال عمر لا ینصرف ۔ قال الزمخشری

اذا انکر صرف۔ ھذا واللہ اعلم۔

نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم القاری المدنی مولی بنی لیث وقیل مولی جعونۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ نافعؒ قراء سبعہ میں سے ہیں۔ امام جلیل، ثقہ، عابد، قاری مقری، سید القراء والفقہاء تھے۔ کنیت ابو رویم یا ابو عبد الرحمن ہے کبھی جد کی طرف نسبت ہوتی ہے اور یوں کہتے ہیں نافع بن ابی نعیم۔ آپ روایت کرتے ہیں فاطمہ بنت علی بن ابی طالب وزید بن اسلم وابو الزناد وعامر بن عبد اللہ بن الزبیر ومحمد بن یحیی ونافع مولی ابن عمر واعرج وصفوان ابن سلیم وربیعہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں اسمٰعیل بن جعفر واصمعی وخالد بن مخلد و سعید بن ابی مریم ومحمد بن مسلم وابو قرہ موسی بن طارق وعیسی بن مینا، قالون وقعنبی وغیرہ وغیرہ رحمہم اللہ۔

نافع اصفہانی الاصل تھے۔ تابعی ہیں۔ سیاہ رنگ والے تھے۔ طبیعت مزاحی تھی۔ صحابہ میں سے ابو الطفیلؓ وابن ابی انیسؓ کو دیکھا ہے۔ قاری نافع کے ترجمہ واحوال کی تفصیل ان کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ کتاب المعارف، ص ۵۸۲۔ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۰۷۔ مرآۃ الجنان۔ ج ۱ ص ۳۶۸۔ شذرات، ج۱ ص ۲۷۰۔ میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۲۴۲۔ عبر الذہبی ج ۱ ص ۲۵۷۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۳۰۔ نافع جلیل القدر وخاشع وکثیر العبادۃ والتلاوۃ تھے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کان امام اہل المدینۃ والذی صار الی قراءتہ و رجعوا الی اختیارہ وھو من الطبقۃ الثالثۃ بعد الصحابۃ رضوان اللہ علیہم وکان محتسبا فیہ دعابۃ وکان اسود شدید السواد قال ابن ابی اویس قال لی مالک رضی اللہ عنہ قرأت علی نافع۔ کذا فی الوفیات ج ۵ ص ۳۶۸۔

آپ نے قراءت ابو میمونہ مولی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پڑھی۔ نیز ان کے علاوہ ستر تابعین سے قراءت پڑھی۔ منہم ابو جعفر یزید بن القعقاع مولی عبد اللہ بن عباس قال نافع کنت اقرأ علیہ انا ابن تسع ومنہم شیبۃ بن نصاح وعبد الرحمن بن ھرمز الاعرج وھم قرؤا علی ابن عباس وابی بن کعب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کان یؤخذ عنہ القرآن ولیس فی الحدیث بشئ وقال ابن معین ثقۃ وقال النسائی لیس بہ بأس وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن عدی لم ار فی احادیثہ شیئا منکرا وارجو انہ لا بأس بہ کذا فی تھذیب التھذیب لابن حجر ج ۱۰ ص ۴۰۷۔ حضرت نافعؒ کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو آپ کے دونوں بیٹوں نے وصیت ونصیحت کی درخواست کی قال لہ ابناہ اوصنا قال اتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین۔

حضرت نافعؒ کے منہ سے بوقت گفتگو مشک کی مہک آتی تھی فقیل لہ اتطیب کلما قعدت تقرئ الناس قال لا امس طیبا ولکنی رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام یقرأ فی فمی من ذلک الوقت یوجد ھذہ الرائحۃ وقال رجل لنافع ما اصبح وجھک واحسن خلقک قال کیف وقد صافحنی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ سلم ای فی المنام۔ نافع کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۶۹ھ میں ہوئی ۔ وقال ابن سعد عن شہاب بن عباد مات بمکۃ سنہ ۱۶۹ھ۔

فائدہ ۔ قاری نافع کے رواۃ ثقات بہت ہیں مثل امام مالکؒ واصمعی واسماعیل والمسیبی وابن جمان وغیرہ لیکن علماء وقراء کے نزدیک مشہور دو ہیں ۔ اوّل قالون ابوموسیٰ عیسیٰ بن مینا المدنیؒ ۔ دوم ابوسعید عثمان ابن سعید ضبطی مصری معروف بہ ورشؒ ۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ۔ آمین کے بیان میں مذکور ہیں ۔ ھو ابو ھُنَیدۃ وائل بن حجر بن ربیعۃ الحضرمی رضی اللہ عنہ ۔ آپ شہزادہ بلکہ بادشاہ تھے یمن میں حمیر کے ۔ اصابہ میں ہے قال ابن حبان کان بقیۃ اولاد الملوک بحضرموت اھ نوویؒ تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کان من ملوک حمیر ویقال للملک منھم قَیل بفتح القاف وسکون الیاء وجمعہ اقیال وکان ابوہ من ملوکھم مدینہ میں آپ کے پہنچنے سے پہلے نبی علیہ السلام نے آپ کے آنے کی خوش خبری سناتے ہوئے فرمایا یأتیکم وائل بن حجر من ارضٍ بعیدۃٍ من حضرموت طائعًا راغبًا فی اللہ تعالیٰ وفی رسول اللہ ۔ مدینہ منورہ پہنچ کر وائل نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی علیہ السلام نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور انہیں مرحبا کہتے ہوئے اپنے قریب کیا ان کے لیے چادر بچھائی اور اوس پر اپنے ساتھ ان کو بٹھایا وقال اللھم بارک فی وائل وولدہ وولد ولدہ واصعدہ مع علی المنبر واثنی علیہ واستعملہ علی بلادہ واقطعہ ارضًا ۔ اور اپنی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ بھیجا ۔

ابتدا میں اسلام لانے کے بعد بھی جیسا کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے دماغ میں کچھ کچھ شاہی غرور موجود تھا چنانچہ قدرتِ خداوندی کے کرشموں سے متعلق ایک عجیب واقعہ سنیے کہ واپسی پر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی رفیقِ سفر تھے ۔ وہ اُس وقت ابتدا میں بڑے غریب ومسکین تھے اس لیے پیدل چل رہے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ننگے پاؤں تھے کوئی جوتا بھی ان کے پاس نہیں تھا ۔ چنانچہ وائل سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ اونٹنی پر سوار کر لیں ۔ وائل نے کہا تم اس قابل نہیں کہ شہزادوں اور بادشاہوں کے ردیف بن کر ان کے ساتھ سوار ہو جاؤ ۔ البتہ میری اونٹنی کے سائے میں چل سکتے ہو ۔

پھر جس زمانے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بنے تو دولت کے انبار تقسیم کرتے اور اس میں حسب منشاء تصرف فرماتے تھے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور سفر کا وہ پرانا قصہ یاد دلایا ۔ اس وقت حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا فوددتُ لوکنتُ حملتہ بین یدیّ ۔ اصابہ ج ۳ ص ۶۲۹ ۔ ابن عبد البرؒ مذکورہ صدر قصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں فخرج معاویۃ راجلًا ووائل بن حجر علی ناقتہ راکبًا فشکا الیہ معاویۃ حرّ الرمضاء فقال لہ انتعل ظلّ الناقۃ فقال لہ معاویۃ وما یغنی ذلک لوجعلتنی ردفک فقال وائل اسکت

فلست من أرداف الملوك وعاش وائل رضي الله عنه حتى ولي معاوية الخلافة فدخل عليه وائل بن حجر فعرفه معاوية وأذكره بذلك ورحّب به وأجازه لوفوده عليه فأبى من قبول جائزته وحبائه وأراد أن يرزقه فأبى من ذلك وقال يأخذه من هو أولى به مني فاني في غنىً عنه - كذا في الاستيعاب ج ۳ ص ۶۴۲ علی هامش الاصابۃ

وائل رضی اللہ عنہ سے ۷۱ حدیثیں مروی ہیں۔ مسلم نے ان میں سے چھ کی روایت کی ہے۔ اور بخاری نے ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ آخر وقت کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ خلافتِ معاویہؓ تک زندہ رہے جنگِ صفین میں آپ کے ساتھ تھے۔ کذا فی تہذیب النوویؒ۔

ولید بن مغیرہ - آیت ان الذین کفروا سواء علیہم ءانذرتھم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔ ولید بن مغیرہ قریشِ مکہ کے رؤساء واہل ثروت میں سے تھا۔ وھو الولید بن المغیرۃ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ قریش کے شرفاء میں شمار ہوتا تھا اور عدل میں معروف و مشہور تھا۔ وانما عرف بالعدل لانہ کان یعدل قریش کلھا فکانت قریش تکسو الکعبۃ جمیعھا ویکسوھا الولید وحدہ وذلک لثرائہ وغناہ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ولید کا مال طائف وغیرہ کئی شہروں میں پھیلا ہوا تھا۔ طائف میں کئی لوگوں پر تجارت کے لیے اس کا مال پھیلا ہوا تھا۔ اور طائف میں بہت بڑے باغ اور زمین کا مالک تھا جس میں پھل دار درخت بہ کثرت تھے اس پر ولید کو بڑا فخر تھا چنانچہ جب اسلام ظاہر ہوا تو اس نے تکبر و فخر کرتے ہوئے انکار کیا اور کہا کہ مالدار شخص مسکین و غریب کا تابعدار نہیں بن سکتا۔

ولید اُن کفار میں سے تھا جو مستہزئین تھے۔ یعنی جو نبی علیہ السلام کا مذاق اُڑاتے اور استہزاء کرتے تھے اور پھر ان مستہزئین کے بارے میں آیات نازل ہوئی تھیں۔ نیز ولید ان لوگوں میں ہے جنہوں نے جاہلیت میں اپنے اوپر شراب کو حرام کرلیا تھا اور اپنے بیٹے ہشام کو شراب پینے پر سزا دی تھی۔ ولید ہجرت کے تقریباً ایک ماہ بعد بڑی ذلت سے مرگیا۔ حجون میں مدفون ہے۔ ولید حضرت خالد بن الولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا باپ ہے۔

ابن حبیب محبّر ص۱۰۸ پر لکھتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ نبی علیہ السلام کے سالفین میں سے تھا۔ سالف سالی کے خاوند کو کہتے ہیں۔ ولید کی بیوی لبابۃ الصغری بنت الحارث بن حزن تھی اور یہ بہن ہے میمونہ بنت الحارث زوج النبی علیہ السلام کی۔ ابن حبیب لکھتے ہیں کہ مشرکینِ مکہ میں زنادقہ یعنی بڑے شیطان آٹھ تھے ابوسفیان بن حرب وعقبۃ بن ابی معیط واُبی بن خلف ونضر بن حارث ومنبہ ونبیہ ابنا الحجاج وعاص بن وائل وولید بن مغیرہ۔ قال تعلّموا الزندقۃ من نصاری الحیرۃ فلم یسلم منھم غیر ابی سفیان اھ المحبّر ص۱۶۱

ہشام بن عمار بن نُصیر بن میسرۃ بن ابان السلمی ویقال الظفری ابوالولید الدمشقی رحمہ اللہ۔ ہشام موصوف قاری ابن عامر دمشقی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ جامع مسجد دمشق کے خطیب تھے۔ کذا قال ابن حجر۔ آپ دمشق کے قاضی و محدث و مفتی و مقری و مشہور بالحدیث والقراءۃ ہیں

قالہ القاری وغیرہ۔ ہشام روایتِ حدیث کرتے ہیں معروف الخیاط ابوالخطاب دمشقی وصدقۃ بن خالد وربیع بن عطیہ وحاتم بن اسمٰعیل وعبدالرحمٰن بن زید ومسلم بن خالد زنجی ومالک بن انس وابن عیینہ وعیسی بن یونس ومسلمۃ بن علی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ ویحیی بن معین وابوعبید قاسم بن سلام وابوحاتم وابوزرعہ ومحمد بن عوف وزکریا ساجی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ہشام بے شمار محدثین کرام کے شیخ ہیں۔ بہت بڑے محدث بحجۃ وضابط وثبت ہیں قال ابن معین والعجلی ثقۃ وقال عبدان ماکان فی الدنیا مثلہ۔ آخر عمر میں دماغ مختلط ہوگیا تھا اور عقل میں کچھ فتور آگیا تھا۔ ہشام گاہے گاہے عندالضرورۃ تحدیثِ احادیث پر اجرت لیتے تھے اور بغیر اجرت تحدیث وروایت سے انکار کردیتے تھے۔ قال ابن وارۃ عزمت زمانًا ان اُمسِكَ عن حدیث ھشام لانہ کان یبیع الحدیث وقال صالح بن محمد کان یاخذ علی الحدیث ولایحدِّث مالم یاخذ وکان یاخذ علی کل ورقتین درھمین۔

ہشام بڑے حیادار تھے ہر وقت سر خوفِ خدا وشرم وحیا سے نیچے رکھتے تھے قال ابوالمستضیئ رایتُ ھشامَ ابن عمار اذا مشٰی اطرق فی الارض حیاءً من اللہ تعالی۔ ابوعلی مقری کہتے ہیں کہ جب ایوب بن تمیم کی وفات ۱۹۰ھ سے چند سال بعد ہوئی توعلم کی جلالت وامامت دو شخصوں کے حصے میں آئی احدُھما مشتھر بالقراٰن والضبط وھو عبداللہ بن ذکوان والاٰخر مشتھر بالعقل والفصاحۃ والروایۃ والعلم والدرایۃ وھو ھشام بن عمار وقد رُزِق کبرالسنّ وصحّۃ العقل والرأی فاخذ الناسُ عنہ قدیمًا منھم ابوعبید القاسم بن سلام وکان عبداللہ بن ذکوان یفضلہ ویری مکانہ فلما مات ابن ذکوان اجتمع الناس علی ھشام۔

ہشام اپنی ولادت ۱۵۳ھ کی بتاتے تھے۔ آپ کی وفات دمشق میں ماہ محرم ۲۴۵ھ میں ہوئی۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ ہشام بالواسطہ قاری ابن عامر دمشقی کی قرارت کی روایت کرتے ہیں۔ ہشام نے قرارت عراک مروزی وایوب بن تمیم سے اور انہوں نے یحیی زماری سے اور یحییٰ نے ابن عامر دمشقی سے پڑھی۔

الہذلی الشاعر رحمہ اللہ تعالیٰ اولٰئك علیٰ ھدًی من ربّھم کے بیان میں مذکور ہیں۔ ان کا نام خویلد بن مرۃ ہذلی ہے۔ وھو احد بنی قِرد بن عمرو بن معاویۃ بن تمیم بن سعد بن ھذیل۔ خویلد قبیلۂ ہذیل کا فرد تھا۔ اس کی کنیت ابوخراش تھی۔ قال الخفاجی وابوخراش کان من فرسان العرب وفصحاء شعرائھا وکان یَعدُو علٰے قدمیہ فیسبق الخیلَ ثم اَسلم وحُسن اسلامہ ومات فی زمن عمر رضی اللہ عنہ من نھش حیّۃ انتھی مافی عنایۃ القاضی ج ۱ ص ۲۴۹۔

ابوخراش ہذلی تابعی ہیں۔ مرزبانی لکھتے ہیں ادرك الاسلام شیخًا کبیرًا ووفد علی عمر رضی اللہ وقد اسلم وقُتِل اخوہ عروۃُ قتلتہ ثمالۃ من الازد واَسرو ابنہ خراشًا فدعا الذی اَسرہ رجلًا للمنادمۃ فرأی خراشًا موثّقًا فی القید فالقی علیہ رداءہ فاجارہ فلما اُطلق قدم علی ابیہ فقال لہ مَن اجارك قال لا ادری

واللہ۔ فقال ابوخراش یمدح صاحب الرداء ؎

حمدتُ الٰھی بعد عروۃ اذ نجا　　خراشٌ وبعض الشر اھون من بعض

ولم ادرِ من القیٰ علیہ رداءہ　　ولکنہ قد سلّ عن ماجدٍ محض

ویقال انہ لایُعرف مَن مدح مَن لایعرف غیرُ ابی خراش۔

ابو الفرج اصبہانی اصمعی سے نقل کرتے ہیں کہ ابوخراش ہذلی زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ میں آئے، ولید بن مغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ ولید کے دو بہترین گھوڑے تھے جو گھڑ دوڑ کے مقابلے کے لیے تیار کیے گئے تھے اور وہ ان دونوں کو مقابلے میں شریک کروانے والے تھے فقال ابوخراش لہ ما تجعل لی ان سبقتُھما عدواً قال ان فعلتَ فھما لک فسبقھما۔ شاید ولید کو اس واقعہ سے قبل ان کی تیز رفتاری کا علم نہ تھا ورنہ وہ یہ مقابلہ نہ کراتا۔

فتح مکہ کے ایام میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب عُزّیٰ کو گرا کر اس کے خادم ونگراں دبیہ سلمی کو قتل کردیا تو ابوخراش نے جو اُس وقت کافر تھے عزیٰ پر روتے ہوئے دبیہ کے مرثیہ میں اشعار پڑھے

ابو خراش کی موت سانپ کے ڈسنے سے ہوئی۔ موت کا سبب بے مروت مہمانوں کی آمد اور ابوخراش کی مروت واخلاص ہے۔ چنانچہ اصمعیؒ وابن کلبیؒ لکھتے ہیں مرّ علی ابی خراش نفرٌ من الیمن وکانوا حُجّاجاً فنزلوا علیہ فقال ابوخراش ما امسیٰ عندی ماءٌ ولکن ھذہ بُرمۃٌ وشاۃٌ وقربۃٌ فردوا فانہ غیرُ بعید ثم اطبخوا الشاۃ وذروا البرمۃ والقربۃ عند الماء حتی ناخذھا فامتنعوا وقالوا لانبرح فاخذ ابوخراش القربۃ وسعیٰ نحو الماء تحت اللیل فاستقیٰ ثم اقبل فنھشتہ حیۃٌ فاقبل مسرعاً حتی اعطاھم الماء ولم یُعلمھم ما اصابہ فباتوا یاکلون فلما اصبحوا وجدوہ فی الموت فاقاموا حتی دفنوہ فبلغ عمر خبرُہ فقال واللہ لولا ان یکون سنۃً لامرتُ ان لایضاف یمانیٌ بعدھا ثم کتب الی عاملہ ان یاخذ النفر الذین نزلوا بابی خراش فیغرمھم دیتہ۔

خراش بن ابی خراش بھی مسلمان ہیں اور بڑے مجاہد وغازی ہیں۔

ابوعبیدہ وغیرہ کہتے ہیں کہ بنوفہم نے ابوخراش کے بھائی عروۃ بن مرہ کو گرفتار کرلیا تو ابوخراش نے اپنے بیٹے خراش کو ان کے پاس یرغمال رکھ کر اپنے بھائی کو چھڑا لیا پھر مال دے کر اپنے بیٹے کو بھی چھڑا لیا۔ وقال الاصمعی ھاجر خراش بن ابی خراش فی عھد عمرؓ وغزا واوغل فی بلاد العدو فقدم ابوخراش المدینۃ فجلس بین یدی عمرؓ وشکا الیہ شوقہ الی خراش وانہ انقرض الیہ وقُتل اخوتہ ولم یبق لہ غیرہ قال فکتب عمرؓ بان یقفل خراش وان لایغزو من کان لہ اب شیخ الا بعد ان یاذن لہ اھ

ابوخراش کے ترجمہ واحوال کی تفصیل کے لیے دیکھیں اصابہ ج ا ص ۴۶۲ و ۴۶۵ ۔ وکتاب الشعر والشعراء لابن قتیبۃ ج ۲ ص ۵۵۴ وسمط ۲۱۶ وخزانہ ج ا ص ۲۱۱ واغانی ج ۲۱ ص ۳۸۔ اور ان کے اشعار کے لیے ملاحظہ ہو دیوان الہذلیین ج ۲ ص ۱۵۷ وغیرہ۔

ہابیل رحمہ اللہ۔ بحث الم کے آخر میں مذکور ہیں۔ ھو ھابیل بن اٰدم علیہ السلام۔ ہابیل و قابیل دونوں آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے ہیں۔ نوعِ انسانی میں ہابیل پہلا شخص ہے جو ظلماً قتل ہوا اور قابیل پہلا قاتل ہے قرآن مجید میں دونوں کا قصہ تفصیلاً مذکور ہے "قال اللہ تعالیٰ واتل علیھم نبأ ابنی اٰدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاٰخر قال لاقتلنك قال انما یتقبل اللہ من المتقین لئن بسطت الی یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لاقتلك انی اخاف اللہ رب العالمین انی ارید ان تبوء باثمی واثمك فتكون من اصحب النار وذلك جزاء الظلمین فطوعت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخاسرین۔

قتل کا سبب شادی اور عورتوں پر نزاع تھا۔ فعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان اٰدم کان یزوج ذکر کل بطن بانثی الاخریٰ وان ھابیل اراد ان یتزوج باخت قابیل وکان اکبر من ھابیل واخت قابیل احسن فاراد قابیل ان یستأثرھا علی اخیه وامرہ اٰدم علیہ السلام ان یزوجه ایاھا فابی فامرھما ان یقربا قربانا وذھب اٰدم لیحج الی مکة واستحفظ السمٰوات علی بنیه فابین والارضین والجبال فابین فتقبل قابیل بحفظ ذلك فلما ذھب قربا قربانھما فقرب ھابیل جذعة سمینة وکان صاحب غنم وقرب قابیل حزمة من زرع من ردیٔ زرعه فنزلت نار فاکلت قربان ھابیل وترکت قربان قابیل فغضب وقال لاقتلنك حتی لاتنکح اختی فقال انما یتقبل اللہ من المتقین۔

وعن عبد اللہ بن عمرو وایم اللہ ان کان المقتول لاشد الرجلین ولکن منعه التحرج ان یبسط الیه یدہ۔ وقیل فی قتله انه ضربه بحدیدة کانت معه فقتله وقیل انه انما قتله بصخرة رماھا علی رأسه وھو نائم فشدخته وقیل بل خنقه خنقًا شدیدًا وعضا کما تفعل السباع فمات واللہ اعلم کذا فی البدایة لابن کثیر ج ۱ ص۹۳۔ وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعًا لاتقتل نفس ظلمًا الا کان علی ابن اٰدم الاول کفل من دمھا لانه کان اول من سن القتل رواہ احمد وغیرہ۔ ذکر ابن کثیر وبجبل قاسیون شمالی دمشق مغارة یقال لھا مغارة الدم مشھورة بانھا المکان الذی قتل قابیل اخاہ ھابیل عندھا ثم اٰدم علیہ السلام حزن علی ھابیل حزنًا شدیدًا وانه قال فی ذلك شعرًا وھو قوله فیما ذکرہ ابن جریر ؎

تغیرت البلاد ومن علیھا فوجه الارض مغبر قبیح
تغیر کل ذی لون وطعم وقل بشاشة الوجه الملیح

فاجیب اٰدم علیہ السلام۔

ابا ھابیل قد قتلا جمیعًا وصار الحی کالمیت الذبیح
وجاء بشرة قد کان منھا علی خوف فجاء بھا یصیح

ھذا الشعر فیه نظر لعله الفه بعض الناس فنسبه الیه۔ واللہ اعلم۔

قال الامام ابو اسحٰق الثعلبی فی کتابہ العرائس ص۲۹ عن الضحاک عن ابن عباس قال لما قتل ھابیل وادم بمکۃ اشتاک الشجر وتغیرت الاطعمۃ وحمضت الفواکہ ومرّ الماء واغبرّت الارض فقال آدم قد حدث فی الارض حدث وکان لھابیل یوم قتل عشرون سنۃ واختلفوا فی مصرعہ فقیل علی جبل نود بالھند وقال بعضھم علی عقبۃ حراء وحکی ابن جریر قال جعفر الصادق رحمہ اللہ بالبصرۃ فی موضع المسجد الاعظم اھ

یعقوب بن اسحٰق بن زید بن عبد اللہ الحضرمی بالولاء البصری المقرئ المشہور رحمہ اللہ وھو احد القراء العشرۃ وھو المقرئ الثامن کذا فی الوفیات لابن خلکان. ج ۶ ص۳۹ یعقوب موصوف امام قراءت، زاہد، صالح، ورع، امام نحو وعربیت وفقہ وقراءت ہیں۔ کنیت ابو محمد یا ابو یوسف ہے۔ حافظ سیوطی بغیہ ص ۴۱۸ میں لکھتے ہیں کان اعلم الناس فی زمانہ بالقراءات والعربیۃ وکلام العرب والروایۃ والفقہ فاضلاً تقیا ورعاً زاھداً سرق رداؤہ وھو فی الصلاۃ وردّ الیہ ولم یشعر لشغلہ بالصلاۃ وبلغ من جاھہ بالبصرۃ انہ کان یحبس ویطلق۔ آپ روایت کرتے ہیں اپنے جد زید بن عبد اللہ واسود بن شیبان وسلیمان بن معاذ الضبی وسلیم بن حیان وعبد الرحمٰن بن میمون وابو عقیل دورقی وشعبہ وحماد بن سلمہ وہمام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں عمرو بن علی الفلاس وابو الربیع الزہرانی وعبد اللہ بن محمد بن یحیی طرسوسی وعقبۃ ابن مکرم وحسین بن علی الصدائی واحمد بن ثابت جحدری رحمہم اللہ۔

امام احمدؒ وابو حاتمؒ فرماتے ہیں ہو صدوق۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ کذا فی التہذیب لابن حجر۔ ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ عبد الرحمٰن بن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں سئل احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ عن یعقوب الحضرمی فقال صدوق وسئل ابو حاتم الرازی عنہ فقال صدوق وقال ابو حاتم کان یعقوب الحضرمی اعلم من ادرکناہ ورأینا بالحروف والاختلاف فی القرآن الکریم وتعلیلہ ومذاھب النحو فی القرآن الکریم۔ ابو عمرو بن العلاءؒ کے بعد عام اہل بصرہ نے آپ کی قراءت کی پیروی کی۔ طاہر بن عبد المنعم بن غلبون امام جامع مسجد بصرہ صرف یعقوبؒ کی قراءت پڑھتے تھے۔ یعقوبؒ نے ایک کتاب مسمی بہ الجامع تصنیف کی جس میں آپ نے تمام وجوہ قراءات اور ان کا اختلاف ذکر کرکے ہر حرف اپنے اپنے قاری کی طرف منسوب کیا۔

ابن خلکان کہتے ہیں وھو من اھل بیت العلم بالقراءات والعربیۃ وکلام العرب والروایۃ الکثیرۃ للحروف والفقہ وکان من اقرأ القراء واخذ عنہ عامۃ حروف القرآن مسنداً وغیر مسند من قراء الحرمین والعراقین واھل الشام وغیرھم اھ

آپ کا خاندان علمی خاندان تھا۔ آپ کے جدِّ اعلیٰ عبد اللہ بن ابی اسحاق حضرمی ائمہ کبار میں سے تھے۔ ابو عبیدہ لکھتے ہیں اول من وضع العربیۃ ابو الاسود الدؤلی ثم میمون الاقرن ثم عنبسۃ الفیل ثم عبد اللہ بن ابی اسحٰق

الحضرمی آہ ابن ابی اسحاق حضرمی عیسی بن عمر ثقفی وابوعمرو بن العلاء کے معاصر ہیں اور دونوں سے پہلے وفات پائی۔ بصرہ کے گورنر بلال بن ابی بردہ بن ابی موسی الاشعری نے عبداللہ موصوف وقاری ابوعمرو بن العلاء کو اپنے پاس بلاکر مناظرہ کرایا تو عبداللہ غالب ہوئے قال ابوعمرو فغلبنی ابن ابی اسحاق بالھمز فنظرت فیہ بعد ذلک وبالغت فیہ۔ یہ عبداللہ موصوف وہی ہیں جو عموماً فرزدق کے اشعار پر تنقید کرتے اور ان میں لغوی اغلاط کی نشان دہی کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی مذمت میں فرزدق نے یہ شعر کہا جو بعد میں علماء کے مابین بہت مشہور رہا ؎

فلوکان عبد اللہ مولیً ھجوتہ ولکن عبد اللہ مولی موالیا

جب عبداللہ موصوف تک یہ شعر پہنچا تو فرمایا اس میں بڑی لغوی غلطی ہے۔ موالیا کہنا غلط ہے صحیح مولی موال ہے۔

مبرد فرماتے ہیں اجمعت العلماء باللغۃ انّ اوّل من وضع العربیۃ ابوالاسود الدؤلی وانّہ لقن ذلک عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثم اخذ النحو عن ابی الاسود عنبسۃ بن معدان المھری واخذ عن عنبسۃ میمون الاقرن واخذ عن میمون عبد اللہ بن ابی اسحٰق الحضرمی واخذ عنہ عیسی بن عمر واخذ عن عیسی الخلیل واخذ عنہ سیبویہ واخذ عن سیبویہ الاخفش اھ بہرحال قاری ثامن یعقوب بن اسحاق علمی خاندان کے فرد جلیل ہیں۔ آپ کے والد بھی بڑے عالم وقاری تھے۔ بعض نے آپ کی مدح میں کہا ہے ؎

ابوہ من القراء کان وجدّہ ویعقوب فی القرّاء کالکوکب الدّری

تفرّدہ محض الصواب ووجھہ فمن مثلہ فی وقتہ والی الحشر

ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں اخذ یعقوب القراءۃ عرضاً عن سلام بن سلیمان الطویل ومھدی بن میمون وابی الاشھب العطاردی وغیرھم وروی عن حمزۃ حروفاً وسمع الحروف من الکسائی وسمع من جدّہ زید بن عبد اللہ وشعبۃ واما اسنادہ فی القراءۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ قرأ علی سلام المذکور وقرأ سلام علی عاصم بن ابی النجود وقرأ عاصم علی ابی عبد الرحمٰن السلمی وقرأ ابوعبدالرحمٰن علی علیّ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وقرأ علیّ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وروی القراءۃ عن یعقوب المذکور عرضاً جماعۃ منھم روح بن عبد المؤمن ومحمد بن المتوکل وابوحاتم السجستانی وغیرھم وسمع منہ الزعفرانی انتھی وفیات ج ۶ ص ۳۹۱۔

قاری یعقوبؒ کے ترجمہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے معجم الادباء ج ۲۰ ص ۵۲۔ النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۱۷۹۔ بغیۃ الوعاۃ ص ۴۱۸۔ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۰۴۔ عبر الذہبی ج ۱ ص ۳۴۸۔ شذرات ج ۲ ص ۱۴۔ و تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۸۶۔ طبقات زبیدی ص ۵۱ وغیرہ وغیرہ۔ قاری یعقوبؒ کی وفات بقول اصح ماہ ذوالحجہ یا جمادی الاولیٰ ۲۰۵ھ میں ہوئی۔

فائدہ لطیفہ۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ قاری یعقوب کی کل عمر ۸۸ سال تھی اسی طرح آپ کے والد اسحاق

بھی بعمر ۸۸ سال انتقال کر گئے تھے اور جد زیدی کی بھی کل عمر ۸۸ سال تھی۔
فائدہ۔ قاری یعقوبؒ کے رواۃ بہت ہیں۔ لیکن مشہور دو ہیں ۔ اول رویسؒ۔ دوم ابوالحسن روحؒ۔

یحیی بن المبارک بن المغیرۃ العدوی المعروف بالیزیدی المقرئ النحوی اللغوی مولی بنی عدی بن مناۃ البصری رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ یحیی بن المبارک یزیدیؒ قراء سبعہ میں سے قاری ابوعمرو بن العلاءؒ کے قرأت میں تلمیذ و خلیفہ ہیں ۔ ابن العلاء کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین ہوئے ۔ دراصل بصرہ کے ہیں ۔ پھر بغداد میں سکونت اختیار کی ۔ بغداد میں ابن العلاء و ابن جریج سے تحدیث کی ۔ قاری ابوعمرو بن العلاء کی قرأت کے مدار آپ ہی ہیں کیونکہ علماء و قراء کے نزدیک قاری ابوعمرو کے دو راوی مشہور ہیں اول دوری دوم سوسی ۔ اور دونوں نے بلاواسطہ ابوعمرو سے اخذ قرأت نہیں کیا بلکہ دونوں نے یحیی یزیدی مذکور سے اخذ قرأت کیا اور یحیی یزیدی نے ابوعمرو سے اخذ کیا ہے ۔

یحیی یزیدیؒ سے اخذ کرنے اور روایت کرنے والے یہ علماء ہیں ۔ آپ کے بیٹے محمد بن یحیی بن المبارک و ابوعبید قاسم بن سلام و اسحاق بن ابراہیم موصلی و ابوعمرو دوری و ابو حمدون الطیب بن اسماعیل و ابوشعیب سوسی صالح ابن محمد و عامر بن عمر موصلی و ابوخلاد و سلیمان بن خلاد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ ۔ وخالف الیزیدی اباعمرو فی حروف یسیرۃ من القراءۃ اختارھا لنفسہ ۔

یحیی مذکور کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں ۔ طبقات ابن المعتز، ص ۲۷۳۔ الاغانی ج ۲۱ ص ۹۲ و معجم مرزبانی ص ۴۸۷ و شرح المرزوقی للحماسۃ و معجم الادباء ج ۲۰ ص ۳ و نور القبس ص ۸۰ و نزہۃ الالباء ص ۵۳ و عبر الذہبی ج ا ص ۳۳۸ و الشذرات ج ۲ ص ۴ و غایۃ النہایۃ ج ۲ ص ۳۸۵ و مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۳ و بغیۃ الوعاۃ، ص ۴۱۴ و خزانۃ الادب ج ۴ ص ۴۲۶ وغیرہ ۔

یحیی یزیدیؒ یزید بن منصور خال مہدی کی اولاد کے معلم و مؤدب تھے اور اسی تعلق سے انہیں یزیدی کہتے ہیں بعدہٗ ہارون رشید کے مقرب ہو کر اس کے بیٹے مامون کے مؤدب مقرر ہوئے ۔ اور اس کے دوسرے بیٹے امین کے مؤدب امام کسائی تھے ۔ اسی وجہ سے یزیدی اور کسائی ہارون رشید کے دربار میں آتے جاتے تھے ۔ ہارون نے کسائی سے کہا تھا کہ امین کو قرأتِ حمزہ سکھائیے اور یحیی یزیدی کو کہا کہ مامون کو قرأتِ ابوعمرو بن العلاء پڑھائیے ۔ کذا فی وفیات الاعیان ج ۶ ص ۱۸۴۔ یحیی یزیدی کی کنیت ابو محمد ہے ۔ یزیدی سے مشہور ہیں یزیدی اور کسائی میں مناظرے ہوا کرتے تھے ۔ دونوں بڑے نحوی و لغوی و ماہر قرأت جبر الامۃ تھے ۔ تاہم کسائی کا مقام بلند ہے ۔ کیونکہ کسائی امام نحو ہونے کے ساتھ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں اور یزیدی صرف راوی ہیں قراء سبعہ میں سے ایک قاری ابوعمرو بن العلاء کے ۔

یزیدی فرماتے ہیں ایک دن میں خلیفہ مامون رشید کی مجلس میں گیا جہاں ہر قسم کا سامان عیش و مسرت

موجود تھا۔ اس کی جمیل وحسین ترین وخوش آواز باندی نُعم نامی نے گانا شروع کیا اور یہ شعر پڑھے ؎

وزعمتِ انّی ظالم فھجرتِنی ۔۔۔ ورمیتِ فی قلبی بسھم نافذ

فنعم ھجرتُكِ فاغفری وتجاوزی ۔۔۔ ھذا مقام المستجیر العائذ

ھذا مقام فتًی اضرّبہ الھویٰ ۔۔۔ قرح الجفون بحسن جھك لائذ

ولقد اخذتم من فؤادی انسہ ۔۔۔ لاشلّ ربی کفّ ذاك الاخذ

مامون نے بار بار یہ اشعار سنانے کا حکم دیا پھر کہا یا یزیدی أیکون شئ احسنَ مما نحن فیہ ؟ قلتُ نعم یا امیرَ المؤمنین قال وما ھو ؟ قلتُ الشکر لمن خولك ھذا الانعامَ العظیم الجلیل۔ فقال احسنتَ وصدقتَ و وَصَلَنی وامر بمائۃ الف درھم یتصدق بھا فکانّی انظر الی البدر وقد اخرجت والمال یُفرّق۔ یزیدی کے پانچ بیٹے تھے سب علماء ادباء شعراء تھے۔ ان کے نام یہ ہیں ابوعبداللہ محمد و ابراہیم و ابوالقاسم اسمٰعیل و ابوعبدالرحمٰن عبداللہ و ابو یعقوب اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ۔ سب نے لغت وعربیت میں تصانیف کیں۔

قاری یزیدی رحمہ اللہ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں مثل کتاب المقصور والممدود وکتاب مختصر نحو میں وکتاب النقط والشکل وکتاب النوادر۔ آپ کا خراسان میں ۲۰۲ھ میں بعمر ۷۴ سال انتقال ہوا۔ ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں کہ یزیدیؒ کی وفات شہر مرو میں ہوئی اور عند البعض بصرہ میں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی عمر سو سال سے کچھ کم تھی۔

فصل

اس فصل میں ہم اُن حیوانات کے احوال ذکر کرتے ہیں جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل یعنی تا آخرِ سورۂ بقرہ میں مذکور ہیں۔

۱۔ **الاسد** شیر۔ آیت الذین ینقضون عھد اللہ کے تحت اسد کا ذکر موجود ہے۔ اُسود۔ اُسُد و آسُد و آساد اسد کی جموع ہیں۔ مؤنث اَسَدۃٌ ہے۔ شیر کے لغت عربی میں پانچ سو اسماء وصفات ہیں۔ کما قال ابنِ خالویہ۔ علی بن قاسم لغوی نے ۱۳۰ نام اور بڑھائے ہیں۔ چند مشہور نام یہ ہیں۔ اسامہ۔ بحذب۔ بَیہس۔ حارث۔ حیدرۃ۔ دواس۔ رئبال۔ زفر۔ سُبعہ۔ صعب۔ ضرغام ضیغم۔ طیثار۔ عنبس۔ غضنفر۔ فرافصہ۔ قسورۃ۔ کہمس لیث متانس۔ قہیب۔ ہرماس۔ وَرد۔ لحم۔ قشعم۔ اقدم۔ عرضام۔ عرزم۔ عرام۔

علماء ادب کا قانون ہے ان کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمّٰی۔ یہ قانون تقریباً ہر ادبی کتاب میں موجود ہے

اور ادبا، وعلماء کے نزدیک تقریباً مجمع علیہ ہے۔ لیکن میرے خیال ناقص میں یہ قانون مخدوش ہے۔ اس لیے کہ لغتِ عربی میں سانپ کے بھی بہت سے نام ہیں ابن خالویہ جو مشہور نحوی وادیب ہیں فرماتے ہیں کہ سانپ کے دو سو نام ہیں۔ حالانکہ سانپ میں کوئی شرافت موجود نہیں ہے سانپ انسان کا دشمن ہے اور انسان کے لیے بے شمار خطرات کا موجب ہے۔ اسی طرح مصائب وآفات کے نام بھی لغتِ عربی میں بہت زیادہ ہیں۔ امام ثعلبی فرماتے ہیں کہ مصائب کے ۴۰۰ نام ہیں اور یہ کثرتِ اسما بھی ایک مصیبت ہے قال وھذہ احدی المصائب۔ اور کوئی ذی عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ مصائب شرافت سے موصوف ہیں۔

لہذا میری رائے میں یہ قانون ان کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمیٰ صحیح نہیں ہے اور اس کا کلی وعام ہونا محلِ نظر ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جائے ان کثرۃ الاسماء تدلّ علی عظمۃ المسمیٰ وکونہ مما یخاف منہ اور بعد ازیں اس قانون کی کلیت وصحت میں شک باقی نہیں رہتا کیونکہ شیر اور سانپ اور اسی طرح مصائب کی ہیبت مسلم ہے۔ نیز ان کے خوفناک ہونے میں شک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام بھی کثیر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ عظیم ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام بھی زیادہ ہیں اور قرآن کریم کے نام بھی زیادہ ہیں اور دونوں کی عظمت میں شک نہیں ہے۔ اسی طرح ان تینوں کی یعنی اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی ہیبت وخوف ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ ورسول کی مخالفت موجب عذاب ہے لہذا ان کی مخالفت سے ڈرنا اور بچنا ضروری ہے۔ شیر کے چند اوصاف مشہور ہیں۔

اوّل یہ کہ اس میں بھوک اور پیاس برداشت کرنے اور صبر کرنے کی قوت بہ نسبت اور درندوں کے بہت زیادہ ہے۔

دوم یہ کہ وہ کسی اور درندے کا شکار نہیں کھاتا۔

سوم یہ کہ شیر وہ پانی نہیں پیتا جسے کتے نے منہ لگایا ہو۔

چہارم یہ کہ وہ شجاعت اور بزدلی دونوں سے متصف ہے۔ اس کی بزدلی یہ ہے کہ وہ مرغ کی آواز سے ڈرتا ہے۔ اسی طرح بلی سے بھی ڈرتا ہے اور لوہے پیتل وغیرہ دھات کے بنے ہوئے برتن بجانے کی آواز سے بھی خوف کھاتا ہے اور آگ دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔

پنجم یہ کہ وہ دائماً محموم یعنی بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ ایک حدیث مرفوع ہے جو ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے عن زید بن اسلم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما حمل نوح علیہ السلام فی السفینۃ من کل زوجین اثنین قال لہ اصحابہ کیف نطمئن او تطمئن مواشینا ومعنا الاسد فسلط اللہ علیہ الحمی فکانت اول الحمی نزلت فی الارض فھو لایزال محموماً۔ وروی محمد بن المنکدر عن سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال رکبتُ سفینۃً فی البحر فانکسرت فرکبتُ لوحاً فاخرجنی الی اجمۃٍ فیہا اسدٌ فاقبل الیّ فقلتُ

انا سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا تائہ فجعل یغمزنی بمنکبہ حتی اقامنی علی الطریق ثم ھمہم نظننت انہ السلام۔ وفی دلائل النبوۃ للبیہقی عن ابن المنکدر ایضاً ان سفینۃ مولی رسول اللہ اخطأ الجیش بارض الروم واُسِر فی ارض الروم فانطلق ھارباً یلتمس الجیش فاذا ھو بالاسد فقال لہ یا ابا الحارث انا سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان من امری کیت وکیت فاقبل الاسد یبصبص حتی قام الی جنبہ وکلما سمع صوتاً اھوی الیہ ثم یمشی الی جنبہ فلم یزل کذلک حتی بلغ الجیش فرجع الاسد۔

٢۔ **الاِبل**۔ بکسر ہمزہ وباء۔ اُونٹ۔ آیت یا ایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السِّلم کافّۃ" کے تحت ابل مذکور ہے۔ ابل اسم جنس ہے۔ قالہ ابن سیدہ۔ بعیر کا اطلاق بھی ابل کی طرح مذکر ومؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔ ابل کی جمع آبال ہے سُمّی بذلک لانھا تبول علی افخاذھا۔ کذا فی کتب الفقہ۔ یہ وجہ تسمیہ اشتقاق اکبر یا کبیر پر متفرع ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ابل مھموز الفاء اور بول معتل العین ہے۔

ابل عجیب وغریب خصائصِ لفظیہ وشرعیہ وخُلقیہ وتکوینیہ کا حامل ہے لیکن کثرتِ رؤیت کی وجہ سے اس کے عجائب کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ مثلاً

(١) یہ حیوان عظیم الجثّہ وطویل العُنق ہے۔ (٢) سریع الانقیاد ہے۔ وزنِ کثیر اٹھاتا ہے اور اسی کے ساتھ بیٹھ بھی سکتا ہے۔ اس کی طاقت کا منبع اس کی طویل گردن ہے جس کی حرکت ومعاونت سے وہ وزنِ کثیر اٹھاتا ہے۔

(٣) اس کی پشت پر باقاعدہ چھوٹا سا گھر بنایا جاسکتا ہے کما کانت عادۃ العرب فی الاسفار (٤) بغیر آرام کے طویل سفر کرسکتا ہے (٥) سخت پیاس اور بھوک کی قوتِ برداشت رکھتا ہے حتی کہ دس دن تک وہ پیاسا رہ سکتا ہے اسی وجہ سے عرب اسے سفینۃ البر کہتے ہیں قال اللہ تعالیٰ وعلیھا وعلی الفلک تحملون سفینۂ برّہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے کشتی کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔

(٦) بہ نسبت دیگر حیوانات کے اس پر نظرِ بد کا اثر بہت جلد ہوتا ہے ولذا قال علیہ السلام استعیذوا باللہ من العین فان العین حق فانھا تُدخِل الرجلَ القبرَ والجملَ القِدرَ (٧) اس کا رحمتِ خداوندی سے تعلق زیادہ ہے قال علیہ السلام لا تسبّوا الابل فانھا من نَفَسِ اللہ تعالیٰ۔ حکاہ ابن سیدہ۔ ولا ادری حال سندہ۔

(٨) شیطان سے بھی اس کا رابطہ قوی ہے۔ پس اونٹ مجمع الاضداد ہے وھذا من عجائب قدرۃ اللہ تعالیٰ فعن عبداللہ بن مغفل مرفوعاً ان الابل خُلِقَت من الشیاطین۔ اخرجہ ابن حبان والنسائی۔ ایک اور حدیث ہے علی سنام کل بعیر شیطان۔

(٩) اونٹوں کے ٹھہرانے کی جگہ یعنی مبارِک میں نماز پڑھنا مکروہ ہے عند بعض الائمۃ۔ وفی الحدیث

لاتصلّوا فی مبارك الابل فانها مأوی الشیاطین ۔

(۱۰) سُہیل تارے پر نظر پڑ جانے سے بیمار ہوتا یا مر جاتا ہے ۔ اسی وجہ سے طلوعِ سہیل کے بعد اونٹ سہیل کی طرف رات کو منہ نہیں کرتے ۔

(۱۱) اس کا گوشت قوتِ باہ میں اضافہ کرتا ہے ۔ کما قال الاطباء ۔

(۱۲) اس کا گوشت کھانا ناقضِ وضوء ہے عند احمد و اسحٰق و الشافعی فی قوله القدیم ۔

(۱۳) بوقتِ مستی اس کے منہ سے شقشقہ ظاہر ہوتا ہے وھی الجلدۃ الحمراء التی یخرجھا من جوفه وینفخ فیھا فتظھر من شدقه ۔

(۱۴) اس کا بڑا کوہان ہوتا ہے اور بُختی کے دو کوہان ہوتے ہیں ۔

(۱۵) سیبویہ فرماتے ہیں وزن اِبِل یعنی فِعِل بکسر فا و عین پر لغتِ عربی میں صرف ایک ہی لفظ یعنی لفظِ ابل ثابت ہے ۔ عند البعض بلز کا وزن بھی یہی ہے ۔ والتفصیل فی کتبنا الادبیۃ ۔ شاید ان عجائبات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت ۔ وعن سعید بن جبیر قال لقیتُ شریحًا القاضی ذاھبًا فقلتُ این تُرید فقال اُرید الکناسۃَ فقلت وما تصنع بالکناسۃ قال انظر الی الابل کیف خلقت

۳۔ **ابنِ دایہ** ۔ یہ کنیت ہے کوّے کی ۔ شھر رمضان الذی انزل فیه القراٰن کے بیان میں ابن دایہ مذکور ہے ۔ کوے کی بہت سی کنیتیں ہیں جو حیاۃ الحیوان وغیرہ میں مذکور ہیں ۔ ابن دایہ کے علاوہ ابن الابرص ۔ ابن بریح ۔ ابو حاتم ۔ ابو جحادف ۔ ابو الجراح ۔ ابو حذر ۔ ابو زیدان ۔ ابو زاجر ۔ ابو الشوم ۔ ابو غیاث ۔ ابو القعقاع ۔ ابو المرقال بھی کوے کی کنیتیں ہیں ۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

انّ الغراب وکان یمشی مشیۃ ۔۔۔ فیما مضیٰ من سالف الاجیال

حسدَ القطاۃ ورام یمشی مشیھا ۔۔۔ فاصابه ضرب من العقال

فاضلّ مشیته و اخطأ مشیھا ۔۔۔ فلذاك سمّوہ ابا المرقال

اردو میں بھی ایسا محاورہ موجود ہے چنانچہ کہتے ہیں کوّا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا ۔ اہل عرب جس طرح انسان کی کنیت مقرر کرتے تھے اسی طرح انہوں نے کئی جانوروں کی بھی کنیتیں مقرر کی ہیں ۔ کوّا چونکہ بہت معروف پرندہ ہے اس لیے انہوں نے اس کی بہت سی کنیتیں وضع کیں جو ابھی مذکور ہوئیں ۔

۴۔ **بَعُوضَۃٌ** ۔ مچھر ۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے قال اللہ مثلاً ما بعوضۃً ۔ بعوضۃ مفرد ہے اور بعوض اسم جنس ہے جس کا اطلاق قلیل و کثیر پر ہوتا ہے ۔ عربی میں مچھر کو بَقّ بھی کہتے ہیں ۔ مچھر کی بہت سی انواع ہیں اور یہ نہایت تیز رفتار ہوتا ہے ۔ صغیر الجثہ ہونے کے باوجود مچھر کی شکل و صورت ہاتھی کی شکل سے مشابہ ہے ۔ کچھ فرق ہے وہ یہ کہ اس کے اعضاء ہاتھی کے اعضاء سے زیادہ ہیں ۔ کیونکہ ہاتھی کے اعضاء چار

ٹانگیں، دُم اور خرطوم یعنی سُونڈ ہیں، اور مچھر کے ان اعضاء کے علاوہ دو ٹانگیں زائد ہیں۔ اسی طرح اس کے چار پر ہوتے ہیں۔ نیز ہاتھی کی سونڈ ٹھوس ہے اور مچھر کی سونڈ مجوّف یعنی اس میں سوراخ ہے جو مچھر کے لیے بمنزلہ حلقوم ہے اس سوراخ کے ذریعہ وہ خون اپنے پیٹ تک پہنچاتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کی یہ سونڈ نرم ونازک ہے وہ اسے حیوان کی سخت کھال میں داخل کر دیتا ہے۔ مچھر کی انواع میں ایک نوع وہ ہے جس کے کاٹنے سے ملیریا بخار پیدا ہوتا ہے۔ مچھر اور مچھر کا پر حقارت میں ضرب المثل ہے یقال اضعف من بعوضۃ قرآن واحادیث میں اس کا متعدد جگہ ذکر آیا ہے۔

مچھر کا جُثّہ اگرچہ چھوٹا ہے لیکن یہ دستِ قدرت کی صنّاعی کا عجیب وبدیع مظہر ہے۔ اگر ان اوصاف پر کوئی شخص غور کرے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مچھر میں تخلیق فرمایا ہے تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ اللہ کی عظمت وقدرت اور حکمت کی بڑی دلیل ہیں۔ مثلاً صغیر الجثہ ہونے کے باوجود اس کی آواز بڑی تیز ہے اور نہایت تیزی سے اڑنے والا ہے اور اپنی خوراک پوری طرح پہچانتا ہے چنانچہ وہ انسان وحیوان کی تلاش میں رہتا ہے اور ان کا خون چُوستا ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس کی خوراک حیوانی خون ہے اس کی خرطوم نرم ونازک ہونے کے باوجود سخت کھال میں سوراخ کر لیتی ہے۔ نیز ماہرین حیوانات لکھتے ہیں کہ مچھر جب انسانی اعضاء پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ خرطوم کے ذریعہ ان مسامات کو تلاش کرتا ہے جن سے پسینہ نکلتا ہے کیونکہ یہی انسانی جلد کا نرم ترین حصہ ہوتا ہے تو وہ اس میں اپنی سونڈ داخل کر کے خون چوستا ہے۔ نیز ماہرین کہتے ہیں کہ مچھر کے مقدم دماغ میں قوتِ حفظ اور وسط میں قوتِ فکر اور مؤخر میں قوتِ ذکر ہے۔ اور اسی سر میں اس کی آنکھیں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حاسّہ لمس وحاسّہ شم بھی دیا ہے اور غذا کا منفذ اور فضلات کا مخرج بھی اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے اس کا پیٹ بھی ہے انتڑیاں اور ہڈیاں بھی ہیں وغیرہ وغیرہ بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس جثۂ صغیرہ میں تخلیق کی ہیں۔

بہرحال مچھر کے اس جثۂ صغیرہ میں قدرت کا عظیم الشان کارخانہ موجود ہے جو اسرار ورموز کا حامل ہے اس لیے زمخشری نے کہا ہے ؎

یا مَن یَریٰ مدّ البعوض جناحَھا ۔۔۔ فی ظلمۃِ اللیل البھیم الالیل

ویَریٰ مناطَ عُروقھا فی نحرِھا ۔۔۔ والمخّ فی تلک العظام النّحل

اُمنُن علیّ بتوبۃٍ تمحو بھا ۔۔۔ ما کان منّی فی الزمان الاوّل

ابن خلکان بعض فضلاء سے روایت کرتے ہیں کہ زمخشری نے وصیت کی تھی کہ میری موت کے بعد میری قبر پر یہ ابیات لکھی جائیں۔

۵۔ **البقرۃ**۔ بیل۔ گائے۔ سورۂ بقرہ میں بیل۔ گائے کا قصہ مذکور ہے۔ بقرہ کے معنی صرف گائے یعنی صرف اُنثیٰ پر اس کا اطلاق صحیح نہیں ہے بلکہ لغۃً بقرۃ کا اطلاق ذکر وانثیٰ یعنی نر ومادہ دونوں پر ہوتا ہے اور

بقرہ میں تاء تانیثِ معنوی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ وحدت کے لیے ہے۔ بقرہ کے معنی ہیں ایک بیل یا گائے۔ اور بقر بحذفِ تاء اسمِ جنس ہے۔ اسم جنس کا اطلاق قلیل پر بھی ہوتا ہے اور کثیر پر بھی مثل تمرۃ وتمر و بعوضۃ وبعوض قال المبرد اذا اردت التمییز قلت ھذا بقرۃ للذکر وھذہ بقرۃ للانثی کما تقول ھذا بطۃ للذکر وھذہ بطۃ للانثی۔ بقرہ کی جمع بقرات ہے قال اللہ تعالیٰ سبع بقراتٍ سمانٍ بقیر وبقران وباقر کا اطلاق جماعتِ بقر چرواہوں سمیت پر ہوتا ہے۔ بقر کو باقورۃ بھی کہتے ہیں۔ حدیث ہے فی کل ثلاثین باقورۃ بقرۃ۔ بقر کے معنی شق (چیرنا) ہے یقال بقر اذا شقّ سمی بذلک لانہ یبقر الارض ویشقّھا بالحراثۃ۔ محمد بن علی بن العابدین ابن حسین کا لقب باقر تھا۔ لانہ بقر العلم ای شقّہ ودخل فیہ مدخلاً بلیغا۔

اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے لحمِ بقر کھایا ہے یا کہ نہیں کسی حدیث میں صراحۃً اکل ثابت نہیں۔ البتہ تضحیۂ بقر ثابت ومروی ہے۔ ففی الصحیح عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحّٰی عن نسائہ بالبقر۔ اور ظاہر ہے کہ آپ نے بقر کا گوشت کھایا ہوگا کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی کا گوشت ضرور تناول فرماتے تھے اور امت کے لیے بھی اس کا کھانا سنت قرار دیا ہے۔ طبرانی میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال البانھا شفاءٌ وسمنُھا دواءٌ ولحمھا داء۔ مگر یہ حدیث صحیح نہیں اس میں ایک راوی مجہول الاسم عورت ہے۔

۶۔ **الجراد**۔ ٹڈی ملخ۔ اس کا ذکر آیت انما حُرّم علیکم المیتۃ کے ذیل میں ہے۔ جراد اسم جنس ہے واحد جرادۃ ہے۔ مذکر ومؤنث اس میں برابر ہیں۔ یہ مشتق ہے جرد سے یقال ثوب جرد ای املس قال اللہ تعالیٰ یخرجون من الاجداث کانھم جراد منتشر ای فی کل مکان وقیل وجہ التشبیہ انھم حیاری فزعون لایھتدون والجراد لاجھۃ لہ۔ جراد عجائب مخلوقات میں سے ہے۔ وہ مختلف الانواع مختلف الجثہ ومختلف الالوان ہیں انڈے اور بچے پیدا کرتے وقت سخت ترین زمین میں جثہ کا پچھلا حصہ مشابہ بہ دُم داخل کر دیتا ہے۔ جب کہ اس زمین پر سخت لکڑی بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔ جراد کی چھ ٹانگیں ہوتی ہیں۔ ان میں انسانوں کی طرح نظم اور امیر کی اطاعت کا جذبہ ہوتا ہے۔ رئیس جدھر اڑنے لگے سارے کے سارے اُس کے ساتھ ہی اڑتے ہیں۔

روی الطبرانی والبیھقی مرفوعاً لاتقتلوا الجراد فانہ جند اللہ الاعظم۔ یہ حکم اس وقت ہے جب وہ فسادِ زرع وغیرہ نہ کرے اور اگر کھیت وغیرہ کو نقصان پہنچائے تو ان کا قتل جائز ہے۔ چنانچہ طبرانی میں ایک روایت ہے حسن بن علیؓ سے عن الحسن بن علی قال کنا علی مائدۃ نأکل انا واخی محمد بن الحنفیۃ وبنو عمّی عبد اللہ وقثم والفضل اولاد العباس فوقعت جرادۃ علی المائدۃ فاخذھا عبد اللہ وقال لی ما مکتوب علی ھذہ فقلت سألتُ ابی عن ذلک فقال سألتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی مکتوب علیھا انا اللہ لا الٰہ الا انا ربّ الجراد ورازقھا ان شئتُ بعثتھا رزقاً لقوم وان شئتُ بعثتھا بلاءً علی قومٍ

فقال عبد الله هذا من العلم المکنون۔ قیامت کے قرب کی علامات میں سے ٹڈیوں کا فقدان ہے قیامت سے کچھ قبل تمام انواع مخلوق میں سب سے پہلے یہ نوع ختم ہوگی۔

۷۔ **الحمار**۔ گدھا۔ آیت فعلنا لهم کونوا قردة کے ذیل میں حمار مذکور ہے۔ اس کی جمع حمیر و حُمُر و اَحمرة ہے۔ نر و مادہ دونوں پر حمار کا اطلاق ہوتا ہے۔ مادہ کو بالخصوص اَتان و حمارة کہتے ہیں۔ زیادہ تر حمار کا اطلاق نر پر ہوتا ہے۔ کنیت ابوصابر۔ ابوزیاد اور مادہ کی کنیت امّ محمود و ام تولب وام جحش وام نافع وام وہب ہے۔ قرآن مجید میں اس کی آواز کو انکر الاصوات کہا ہے۔

گدھا بزدلی وغباوت میں ضرب المثل ہے کما ورد فی الصحیحین ان النبی علیہ السلام قال اَما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یجعل اللہ صوتہ صورۃ حمار او یحوّل راسہ رأس حمار۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے قصداً و عمداً امام سے پہلے رکوع سے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا سر گدھے کی صورت میں بدل دیا۔ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے حکی عن بعض المحدثین انہ رحل الی دمشق لاخذ الحدیث عن شیخ مشہور بھا فقرأ علیہ جملۃً لکنہ کان یجعل بینہ وبینہ حجاباً ولم یر وجھہ فلما طالت ملازمتہ لہ و رأی حرصہ علی الحدیث کشف الستر فرأی وجھہ وجہ حمار فقال لہ احذر یا بنیّ ان تسبق الامام فانی لما مرّ بی ھذا الحدیث استبعدتُ وقوعہ فسبقتُ الامام فصار وجھی کما تریٰ۔ حاشیہ ترمذی ج۱ ص۱۰۳

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم نھاق الحمیر فتعوّذوا باللہ من الشیطان فانھا رات شیطاناً واذا سمعتم صِیاح الدِیکۃ فاسألوا اللہ من فضلہ فانھا رات مَلَکاً۔ فقہاء و علماء لکھتے ہیں یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ گدھا اور مرغ کسی ظاہری وجہ کے بغیر آواز نکالے۔ اور اگر گدھے نے دوسرے گدھے کو دیکھ کر رینکنا شروع کر دیا تو وہ اس حدیثِ مذکور کے مصداق سے خارج ہے۔ وفی تاریخ نیسابور وکامل ابن عدیّ من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنھما مرفوعاً قال شرّ الحمیر الاسود القصیر۔ گدھا حقیر جانور سمجھا جاتا ہے اور اسے بعض لوگ کام لیتے وقت بہت مارتے ہیں لیکن بے جا اور حد سے زیادہ مارنا شرعاً ممنوع ہے۔

رسالہ قشیریہ باب الکرامات میں ہے سمعتُ اباحاتم السجستانی یقول سمعت ابا نصر السراج یقول سمعت الحسین بن احمد الرازی یقول سمعت ابا سلیمان الخواص یقول کنتُ راکباً حماراً یوماً وکان الذباب یؤذیہ فیطأطئ راسہ وکنت اَضرِبُ رأسہ بخشبۃ فی یدی فرفع الحمارُ راسہ الیّ وقال اضرِب فانک ھکذا علی راسِک تُضرب قال الحسین فقلت لابی سلیمان لک وقع ھذا قال نعم کما تسمعُنی۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام گدھے کی سواری کرتے تھے وعن ابن مسعود کانت الانبیاء علیہم السلام یرکبون الحمر ویلبسون الصوف و یحلبون الشاۃ۔

حدیث شریف میں گدھے کی سواری اور بکری کا دودھ دوہنا تواضع کی علامت بتائی ہے۔ ایک بڑے استاد و مفتی جو اس وقت (۱۳۸۱ھ میں) زندہ ہیں نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ کہیں سے گدھا تلاش کرو اور اس کے مالک سے اجازت لو تاکہ میں ایک دفعہ اس پر سوار ہو جاؤں (کیونکہ وہ کبھی بھی گدھے پر سوار نہیں ہوئے تھے) تاکہ سنتِ انبیاء علیہم السلام پر عمل ہونے کے ساتھ اس علامتِ تواضع سے محروم نہ رہ جاؤں۔ چنانچہ ان کے لیے گدھا لایا گیا اور وہ اس پر سوار ہو کر پڑھانے کے لیے مدرسہ تک گئے۔ بہر حال متکبر آدمی گدھے پر لوگوں کے سامنے سوار ہونا پسند نہیں کرتا۔

اس بندہ کے نزدیک تکبر کے ازالہ و حصولِ علامتِ تواضع آج کل کی سواریوں میں سائیکل کی سواری کرنا ہے بس سائیکل آج کل کا گدھا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں متکبر لوگ کاروں وغیرہ میں سواری کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور سائیکل پر سوار ہونا اپنی ذلت سمجھتے ہیں۔ جس طرح عہدِ قدیم میں اُمراء و متکبرین گھوڑے، خچر، اونٹ کی سواری اختیار کرتے ہوئے گدھے پر سواری کو معیوب اور اپنی ہتک سمجھتے تھے چونکہ ہمارے زمانے میں سواریوں کا نظام بدل گیا ہے اب اسی طرح عرفِ عام میں سائیکل گدھے کی طرح غرباء و مساکین کی سواری ہے۔

گدھے کا گوشت باتفاقِ ائمہ حرام ہے قالہ ابن عبد البر وانما رویت الرخصۃ فیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ البتہ جنگلی گدھا حلال ہے۔ صحیح احادیث میں اس کا شکار کرنا اور کھانا ثابت ہے۔

۸۔ **الثور**۔ بیل۔ تابوتِ بنی اسرائیل کے بیان میں یعنی ان آیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوتُ الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثور کا معنی ہے بیل۔ ای الذکر من البقر۔ مادہ کو ثورۃ کہتے ہیں۔ جمع ثیران وثیرۃ ہے۔ سمی بذالک لانہ یثیر الارض کما سمیت البقرۃ بقرۃ لانہا تبقرھا۔ ثور کا ذکر کئی احادیثِ مرفوعہ میں ثابت ہے۔ نسائی وصحیح مسلم میں ہے مرفوعاً عن ثوبان ان اھل الجنۃ حین یدخلونہا ینحر لہم ثور الجنۃ الذی کان یاکل من اطرافہا ویاکلون من زیادۃ کبد الحوت۔ وعن ابی ھریرۃ مرفوعاً ان الشمس والقمر ثوران فی النار یوم القیامۃ رواہ البزار وفی روایۃ ثوران عقیران فی النار۔

۹۔ **الحمامۃ**۔ کبوتر۔ قال فخذ اربعۃ من الطیر کی شرح میں مذکور ہے۔ حمامہ کا اطلاق ذکر و اُنثیٰ دونوں پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع حمام و حمائم و حمامات ہے۔ حمام عند المحققین مطلق کبوتر کا نام ہے خواہ جنگلی ہو خواہ مانوس۔ لکن کان الکسائی یقول الحمام ھو البری والیمام الذی یألف البیوت۔ وقال الاصمعی ان الیمام ھو الحمام البری والواحدۃ یمامۃ۔ بعض کتبِ اُدباء واہلِ لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حمام صرف کبوتر کا نام نہیں ہے بلکہ ہر وہ پرندہ حمام کہلاتا ہے جو ذوطوق ہو والطوق الحمرۃ او الخضرۃ او السواد المحیط بعنق الحمامۃ۔ چنانچہ امام شافعیؒ سے منقول ہے ان کل ما عبّ وھدر فھو حمام وان تفرقت اسمائہ وما شرب قطرۃً قطرۃً کالدجاج فلیس بحمامۃ۔ عبّ کا اطلاق ہوتا ہے پرندے کے پانی پینے پر۔ قال بعض اھل اللغۃ ان الحمام یقع علے الذی

یألف البیوت ویستفرخ فیها وعلی الیمام والقمری والفواخت والدبسی والقطا والوراشین والزاغ وغیر ذلک من الطیور۔

وروی ابوداؤد عن ابی ہریرہؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلاً یتبع حمامۃً فقال شیطان یتبع شیطانۃً۔ وروی الطبرانی ان النبی علیہ السلام کان یُعجبہ النظر الی الاترج والحمام الاحمر۔ ماہرین لکھتے ہیں کہ کبوتر میں انسان کی کئی خصلتیں موجود ہیں منہا انہ لیس من الحیوان ما یستعمل التقبیل عند السفاد الا الانسان والحمام وھو عفیف فی السفاد یجر ذنبہ لیعفی اثر الانثی کانہ قد علم ما فعلت فیجتہد فی اخفائہ ۔ ومنہا ما قال المثنی بن ھیر انہ قال لم ار شیئاً قط من رجل وامرأۃ الا وقد رایتہ فی الحمام رأیت حمامۃً لا ترید الا ذکرھا وذکراً لا یرید الا انثاہ الا ان یھلک احدھما۔ کبوتروں سے کھیلنا اور بطور مشغلہ ان کا اڑانا شرعاً درست نہیں ہے اور یہ موجب فقر ہے روی البیھقی فی الشعب عن سفیان الثوری انہ قال کان اللعب بالحمام من عمل قوم لوطٍ وقال ابراھیم النخعی من لعب بالحمام الطیارۃ لم یمت حتی یذوق الم الفقر۔

مسند بزار میں قصہ غارِ ثور وہجرت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں ہے ان اللہ تعالیٰ امر العنکبوت فنسجت علی وجہ الغار وارسل حمامتین وحشیتین فوقفتا علی فم الغار وان ذلک مما صدّ المشرکین عنہ صلی اللہ علیہ وسلم وان حمام الحرمین من نسل تینک الحمامتین ۔ ابن خلکان نے لکھا ہے ان شرف الدین بن عنین حضر درس فخر الدین الرازی بخوارزم فسقطت بالقرب منہ حمامۃٌ ترتعد وقد طردھا بعض الجوارح فلما وقعت رجع عنھا ولم تقدر الحمامۃ علی الطیران من خوفہ وشدۃ البرد فلما قام الامام الرازی من الدرس وقف علیھا ورق لھا واخذھا بیدہ فانشدہ ابن عنین بدیھًا منھا۔

مَن نبّأ الورقاءَ انّ محلّکم — حَرَمٌ وانّک ملجأٌ للخائف

وفدت علیک وقد تدانی حتفھا — فحبوتھا ببقائھا المستأنف

لو انّھا تُحبی بمالٍ لانثنت — من راحتیک بنائلٍ متضاعف

۱۰۔ **الدّجاجۃ۔ مُرغی۔** آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دجاجۃ کی جمع دجاج مثلث الدال ہے قالہ ابن مالکؒ۔ دجاجۃ کے معنی ہیں مرغی۔ اس میں تاء للوحدۃ ہے مثل حمامۃ۔ اس لیے دجاجۃ کا اطلاق ذکر وانثی دونوں پر ہوتا ہے۔ سُمیت دجاجۃً لکثرۃ اقبالھا وادبارھا وحرکتھا یقال دجّ القومُ اذا اقبلوا و ادبروا۔ دجاجہ کی کنیت اُمّ الولید وام حفصہ وام جعفر وام عقبہ وام احدیٰ وعشرین وام نافع ہے۔ مشہور ہے کہ مرغی بہت کم سوتی ہے اور سوجانے کے بعد بہت جلد بیدار ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی نیند بمقدار خروجِ نفس ورجوعِ نفس ہے اور اس کا سبب خوف ہے جو ہر وقت اس پر سوار رہتا ہے۔

ماہرین کہتے ہیں کہ نر اور مادہ کا پتہ انڈے سے لگایا جاسکتا ہے۔ اگر انڈا طویل اور نرم اطراف والا ہو

تو اس کے اندر مادہ ہوگی اور اگر انڈا گول اور عریضۃ الاطراف ہو تو اس کے اندر نر ہوگا۔ کہتے ہیں کہ مرغی کا انڈہ گندگی میں دبا دیا جائے تو بھی اس کے اندر بچہ بن جاتا ہے۔ ویعرف الفرخ الذکر من الفرخ الانثی بعد عشرۃ ایام بان یعلق بمنقارہ فان تحرك فذکر وان سکن فانثی۔ ابن ماجہ میں ایک روایت ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعًا ان النبی علیہ السلام امر الاغنیاء باتخاذ الغنم وامر الفقراء باتخاذ الدجاج وقال عند اتخاذ الاغنیاء الدجاج یأذن اللہ بھلاك القری۔ لیکن یہ حدیث محدثین کے نزدیک موضوع ہے اور بعض اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی راوی کذاب ہے قال ابن حبان کان یضع الحدیث۔ حدیثِ شیخین و ترمذی ہے عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال رأیتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأکل دُجاجۃً قال ذلك فی حدیث طویل۔ کتاب کامل میں ہے عن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یأکل دجاجۃً امر بھا فربطت ایامًا ثم یأکلھا بعد ذلك۔ قال ابن وحشیۃ ودماغ الدجاجۃ اذا وضع علی لسعۃ الحیۃ خاصۃً ابرأھا۔

۱۱۔ **الدّیك** ۔ مرغ ۔ آیت فخذ اربعۃ من الطیر کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دیک کا معنی ہے مرغ ای ذکر الدجاج۔ اس کی کنیت ہے ابو حسان وابو حماد وابو سلیمان و ابو مدلج و ابو نبھان و ابو یقظان۔ مرغ میں متعدد اچھے اخلاق ہیں۔

اوّلاً یہ کہ وہ رات کے اوقات کو اچھی طرح جانتا ہے اور رات کو تقسیم کر کے اس کے متعدد حصوں میں اذان دیتا ہے اور اس میں اسے کبھی غلطی نہیں لگتی اِلّا نادرًا۔ خواہ رات طویل ہو یا مختصر اور فجر سے کچھ قبل تا طلوعِ فجر مسلسل اذان دیتا رہتا ہے۔ تہذیب میں ترجمہ بزی راوی عن ابن کثیر کی مروی یہ حدیث مذکور ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدیك الابیض الافرق حبیبی وحبیب حبیبی جبرائیل یحرس بیتہ وستۃ عشر بیتًا من جیرانہ۔ طبریؒ نے یہ حدیث ذکر کی ہے ان النبی علیہ السلام کان لہ دیك ابیض۔ بعض کتابوں میں ہے ان الصحابۃ رضی اللہ عنہم یسافرون بالدیکۃ لتعرفھم اوقات الصلوات۔

رُوی انہ کان لسعید بن جبیرؓ دیك یقوم فی اللیل بصیاحہ فلم یصح لیلۃً حتی اصبح فلم یصلّ سعیدٌ تلك اللیلۃ فشق ذلك علیہ فقال مالہ قطع اللہ صوتہ فلم یسمع لہ صوت بعد ذلك۔

ثانیًا عن ابی ھریرۃ ان النبی علیہ السلام قال اذا سمعتم صِیاحَ الدیکۃ فاسألوا اللہ من فضلہ فانھا رأت ملکًا واذا سمعتم نھاقَ الحمیر فتعوّذوا باللہ من الشیطان فانھا رأت شیطانًا۔ قال القاضی العیاض سببہ رجاء تامین الملائکۃ علی الدعاء وشھادتھم لہ بالاخلاص والتضرع وفیہ استحباب الدعاء عند حضور الصالحین والتبرك بھم۔

ثالثًا رُوی الثعلبی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ اصوات یُحبّھا اللہ صوت الدیك وصوت قارئ القرآن

وصوت المستغفرین بالاسحار ۔ وروی احمد وابوداؤد عن زید بن خالد الجهنیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسبوا الدیك فانه یوقظ للصلوٰۃ وفی روایۃ فانه یدعو الی الصلوٰۃ وفیه دلیل علی ان کل من استفید منه الخیر لا ینبغی ان یُسبّ ویُستهان بل حقّه ان یکرم ویُشکر ویتلقی بالاحسان ۔ وروی الحاکم فی المستدرك والطبرانی و رجاله رجال الصحیح عن ابی هریرۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ اذن لی ان اُحدّث عن دیكٍ رجلاه فی الارض وعنقه منثنیۃ تحت العرش وهو یقول سبحانك ما اعظم شانك قال فیردّ علیه ما یعلم ذلك من حلف بی کاذبًا ۔ وروی الحاکم عن معدان بن ابی طلحۃ عن عمرؓ انه قال علی المنبر رایتُ فی المنام کان دیکًا نقرنی ثلٰث نقرات فقلتُ اعجمیّ یقتلنی وانی جعلتُ امری الی هؤلاء الستۃ الذین توُفّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو عنهم راضٍ عثمان وعلیّ وطلحۃ والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنهم ۔

۱۲۔ **الذُّباب** ۔ مکھی۔ ذباب اَن یضرب مثلًا ما بعوضۃً کی شرح میں مذکور ہے ۔ ذباب کا واحد ذُبابۃٌ ہے۔ ذُباب اسم جنس ہے ۔ جمع قلت اذِبّۃ ہے مثل اہلۃ جمع ہلال ۔ اور جمع کثرت ذِبّان بکسر ذال و تشدید با ہے ۔ کہتے ہیں اَرضٌ مَذِبّۃ بفتح المیم والذال ۔ یعنی وہ زمین جس میں مکھیاں زیادہ ہوں ۔ لیکن فرا کہتے ہیں کہ یوں کہنا چاہیے ارض مذبوبۃ ای ذات ذُباب ۔ کما یقال ارض موحوشۃ ۔ ای ذات الوحوش ۔ ذباب کی کنیت ابو حفص وابو حکیم وابو الحدرس ہے ۔ ذباب کو ذباب اس لیے کہتے ہیں لکثرۃ حرکته واضطرابه ۔ وقیل لانّه کلما ذُبّ آب ۔ او لانّه یُذَبُّ ای یُدفع ۔ افلاطون کا قول ہے کہ ذباب سب چیزوں سے زیادہ حریص ہے ۔ مکھی کے اجفان یعنی ابرو نہیں ہیں اور ابرو ہی آنکھ کو گرد و غبار سے محفوظ رکھتی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اجفان کا کام مکھی کے دو ہاتھوں کے ذمہ لگا دیا ہے اس لیے مکھی ہر وقت اپنے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں صاف کرتی رہتی ہے ۔

مکھی عفونت اور گندی چیزوں سے پیدا ہوتی ہے ۔ مچھر کی طرح اس کی بھی خرطوم ہوتی ہے جو اس کی خوراک کا آلہ ہے ۔ ماہرین حیوانات کہتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ مکھی سفید چیز پر سیاہ گندگی اور سیاہ کپڑے پر سفید گندگی ڈالتی ہے اور کدو کی بیل پر مکھی نہیں بیٹھتی یا بہت کم بیٹھتی ہے ۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل کا سایہ فرما دیا جب وہ مچھلی کے پیٹ سے نکلے تاکہ مکھیاں اُن پر بیٹھ کر انھیں تکلیف نہ پہنچا سکیں ۔ شاعر ابو العلاء کہتا ہے ؎

یا طالبَ الرزقِ الهنیئ بقوّۃٍ   هیهات انتَ بباطلٍ مشغوفٗ

رعتِ الاُسودُ بقوّۃٍ جیفَ الفلا   ورعی الذبابُ الشهدَ وهو ضعیفٗ

مکھی کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے بڑے اسرار ہیں کما حدث یحیی بن معاذ ان ابا جعفر المنصور کان جالسًا فالحّ علی وجهه ذبابٌ حتی اضجره فقال انظروا من فی الباب فقالوا مقاتل بن سلیمان فقال علیّ به فلما دخل علیه قال له هل تعلم لماذا خلق اللہ الذباب ۔ قال نعم لیُذِلّ به الجبابرۃ ۔ فسکت المنصور ۔ مقاتل موصوف مشہور محدث و مفسر

گزرے ہیں۔ تاریخ ابن نجار میں ہے بسند متصل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یقع علی جسدہ ولا ثیابہ ذباب اصلا۔

مرفوع حدیث ہے ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قال اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیمقلہ فان فی احد جناحیہ داءً وفی الاٰخر دواءً وانہ یتقی بجناحہ الذی فیہ الداء رواہ ابن ماجہ والبخاری والنسائی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ بڑے تامل وتجربہ کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ مکھی بائیں جانب کے پر کے ذریعہ اپنی حفاظت کرتی ہے اس لیے اولاً پانی وغیرہ میں بایاں پر ڈالتی ہے اور یہی جانب مناسب داء ہے اور دائیں جانب مناسب دواء ہے۔ عربی زبان میں مکھی کا بہت ذکر آیا ہے چنانچہ کہتے ہیں اجرأ من ذبابۃ واھون من ذبابۃ واخطأ من ذبابۃ۔

۱۳۔ **الزنبور**۔ بھڑ۔ اس کی جمع زنابیر ہے۔ زنبور آیت ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ کے تحت شرح میں مذکور رہے۔ ابن خالویہ نے کتاب لیث میں لکھا ہے کہ بھڑ کی کنیت ابوعلی ہے زنبور کی متعدد انواع ہیں۔ روایت ہے کہ حسان بن ثابت رض کا بیٹا عبدالرحمٰن ایک دن روتا ہوا باپ کے پاس آیا اس وقت عبدالرحمٰن چھوٹا بچہ تھا فقال لہ حسان ما یبکیک فقال لسعنی طائر کانہ ملتفٌ فی بردی حبر فقال حسان یا بنی قلت الشعر ورب الکعبۃ ای ستقولہ ۔ وما احسن ما قیل ؎

وللزنبور والبازی جمیعا   لدی الطیران اجنحۃ وخفقٌ
ولکن بین ما یصطادُ بازٌ   وما یصطادہ الزنبور فرقٌ

وعن انس رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قتل زنبوراً اکتسب ثلث حسناتٍ ولکن یکرہ احراقُ بیوتہ بالنار قال الخطابی فی معالم السنن۔ وسئل امام احمد عن تدخین بیوت الزنابیر فقال اذا خشی اذاھا فلا باس بہ وھو احب الی من تحریقھا۔

۱۴۔ **السُّمانیٰ**۔ بضم السین وفتح النون بروزن حباریٰ۔ بٹیر۔ منّ وسلویٰ کی تفسیر علامہ بیضاوی ترنجبین و سُمانیٰ سے کرتے ہیں۔ سمانی یعنی بٹیر مشہور پرندہ ہے کہتے ہیں کہ اس کے بچے انڈوں سے نکلتے ہی فی الفور اڑنے لگتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ یہ سردی میں خاموش رہتا ہے اور موسم ربیع آتے ہی وہ آواز نکالتا ہے اور شور کرتا ہے۔

بٹیر اُن پرندوں میں سے ہے جن کے بارے میں صحیح طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بحر مالح سے نکل کر آتے ہیں۔ بٹیر حلال ہے اور اس کا گوشت بڑا لذیذ ہوتا ہے۔ اور اس کا گوشت درد گردہ کے لیے جس کا سبب پتھری ہو مفید ہے۔ کیونکہ اس کا گوشت پتھری کو توڑتا ہے اور پیشاب کی نالی کو صاف کرتا ہے۔ اور اس کے خون کا قطرہ کان میں ڈالیں تو وہ کان کے درد کے لیے مفید ہے۔ سمانیٰ وہی سلویٰ ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ سلویٰ اور پرندہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سلویٰ شہد کا نام ہے۔

۱۵۔ **السَّمك** ۔ مچھلی۔ اس کا واحد سَمَکَۃٌ ہے۔ جمع اَسْماک وسُموک ہے۔ انما حُرِّم علیکم المیتۃ کی شرح میں سمک مذکور ہے۔ حدیث شریف میں ہے اُحلّت لنا میتتان ودمان الکبد والطحال والسمك والجراد۔ رواہ الدار قطنی والبیھقی۔ بحری حیوانات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے۔ اور عند الشافعی وغیرہ تمام حیواناتِ بحری حلال ہیں۔ بعض نے کلب وخنزیرِ بحری کا استثناء کیا ہے۔ والتفصیل فی شروح الاحادیث۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ مذکورہ صدر حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں صرف سمک کی حلت کا ذکر ہے۔ حالانکہ سمندر بے شمار حیوانات کا مسکن ہے۔ حدیث شریف ہے ان النبیّ علیہ السلام قال ان اللہ عزوجل خلق الف اُمّۃٍ منھا ستمائۃ فی البحر اربعمائۃ فی البرّ۔

قزوینی عجائب المخلوقات میں لکھتے ہیں عن عبد الرحمٰن بن ھارون المغربی قال رکبتُ بحر المغرب فوصلت الی موضع یقال لہ البرطون وکان معنا غلامٌ صقلیٌّ معہ صنارۃ فالقاھا فی البحر فصاد بھا سمکۃً نحو الشبرِ فنظرنا فاذا خلف اُذنھا الیمنیٰ مکتوبٌ لا الٰہ الا اللہ۔ وفی قفاھا محمدٌ وخلف اُذنھا الیسریٰ رسول اللہ۔

۱۶۔ **رُخال** ۔ بضم الراء۔ جمع رَخِل ککتف وھو ولد الضأن۔ ضأن کا اطلاق بھیڑ اور دُنبے پر ہوتا ہے۔ آیت ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ الآیۃ کے تحت الناس کی شرح میں رُخال مذکور ہے۔ بعض ماہرینِ علمِ عربیّت کہتے ہیں کہ فُعال وزن اوزانِ جمع میں معروف نہیں ہے۔ لہذا رخال اسم جمع ہے رَخِل کے لیے نہ کہ جمع۔ اسی طرح اُناس بھی اسم جمع ہے نہ کہ جمع۔

۱۷۔ **الشاۃ** ۔ بکرا۔ بھیڑ۔ آیت ففدیۃ من صیامٍ او صدقۃ او نُسُك کے بیان میں مذکور ہے۔ شاۃ میں تاء تانیث نہیں بلکہ یہ تاء وحدت ہے۔ لہذا ضأن ومعز کے ذکر وانثیٰ دونوں پر شاۃ کا اطلاق ہوتا ہے۔ لفظِ شاۃ اصل میں شاھۃ تھا کیونکہ اس کی تصغیر شوَیھۃ اور جمع شِیاہ بالہاء ہے۔

فی سنن ابن ماجہ وکامل ابن عدی فی ترجمۃ ابی رزین بن عبد اللہ من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنھما مرفوعًا الشاۃ من دوابِّ الجنۃ وفی البیھقی وغیرہ ان النبی علیہ السلام کان یکرہ من الشاۃ اذا ذُبحت سبعًا الذکر والاُنثیین والدم والمرارۃ والحیا والغدۃ والمثانۃ وروی مسلم انہ کان بین مصلّی رسول اللہ و بین الحائط ممرّ الشاۃ۔

وفی کتاب ربیع الابرار للزمخشری اختلطت غنم البادیۃ بغنم اھل الکوفۃ فسأل ابوحنیفۃ رحمہ اللہ کم تعیش الشاۃ قالوا سبع سنین فترك اکل لحم الغنم سبع سنین۔ شاۃ سے متعلق لقمان حکیم سے ایک عجیب حکایت منقول ہے۔ وہ حکایت یہ ہے ان سیّدہ اعطاہ شاۃً وامرہ ان یذبحھا ویاتیہ باطیب ما فیھا فذبحھا واتاہ بقلبھا ولسانھا ثم اعطاہ فی یوم اٰخر شاۃً اُخری وامرہ ان یذبحھا ویاتیہ باخبث ما فیھا فذبحھا واتاہ

بقلبها و لسانها فسألہ عن ذلك فقال هما أطيبُ فيها إن طابا و أخبثُ ما فيها إن خبُثا ۔

ابن عدی نے ایک اور عجیب و غریب حکایت ذکر کی ہے ان اباجعفر البصری وکان من اهل الخیر و الصلاح قال أضجعتُ شاۃً لاذبحها فمرّ ایوب السختیانی فالقیتُ الشفرۃ و قمتُ معه اتحدّث فوثبتِ الشاۃُ فحفرت فی اصل الحائط و دحرجتِ الشفرۃ فالقتها فی الحفرۃ والقت علیها التراب فقال لی ایوب اما تری اما تری فجعلتُ علیٰ نفسی ان لا اذبح شیئاً بعد ذلك الیوم ۔

۱۸۔ **طاووس** ۔ آیت فخذ اربعة من الطیر کے بیان میں مذکور ہے ۔ طاووس حسین ترین پرندہ ہے ۔ اس کی کنیت ابوالحسن وابوالوشی ہے ۔ طاووس پرندوں میں ایسا ہے جس طرح گھوڑا جانوروں میں ۔ یہ گھوڑے کی طرح صاحب عجب و فخر و خود پسند ہے فمن طبعہ العفة وحب الزهو بنفسه والخیلاء والاعجاب بریشه وعقدہ لذنبه کالطاق لاسیما اذا کانت الانثی ناظرۃ الیه واعجب الامور انه مع حسنه یتشاءم به و فی امثال العرب ازهی من طاووس ۔ طاووس کا گوشت حرام ہے اور عند البعض حلال ہے ۔

۱۹۔ **عنقاء** ۔ ختم اللہ علیٰ قلوبهم وعلیٰ سمعهم الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے ۔ عنقاء ایک پرندہ ہے ۔ پہلے زمانے میں موجود تھا لیکن اب معدوم ہے ۔ اہل منطق کے نزدیک یہ ایک فرضی پرندہ ہے جو کسی وقت موجود نہ تھا ۔ یہ ان کی اصطلاح ہے ۔ لیکن اہل تاریخ کی رائے میں عنقاء زمانہ قدیم میں موجود تھا ۔ ابوالعلاء معری کہتا ہے

الجُود والخِلُّ و العَنقاء ثالثةٌ ۔۔۔ أسماء اشياء لم توجَد ولم تكن

اسے عنقاء مُغرِب و عنقاء مغربة بھی کہتے ہیں ۔ سُمّیت بذلك لطول عنقها ۔

وقیل هو طائر یکون عند مغرب الشمس قال القزوینی انها اعظم الطیر جثة واکبرها خلقا تخطف الفیل کما تخطف الحدأۃ الفأر وکانت فی قدیم الزمان بین الناس فتأذّوا منها الی ان سلبت یوماً عروساً بحلیها فدعا علیه حنظلة النبی علیه السلام فذهب اللہ بها الی بعض جزائر البحر المحیط وراء خط الاستواء وعند طیران عنقاء مغرب یُسمع لاجنحتها دویّ کدویّ الرعد القاصف وتعیش الفی سنة وذکرها ارسطو فی بعض الکتب و ذکر طریق اصطیاد الناس لها وقال ان لها بطناً کبطن الثور وعظام کعظام السبع وهی من اعظم سباع الطیر اھ

وذکر العکبری فی شرح المقامات کان بارض الرسّ جبل عالٍ فیه عنقاء وهی عظیمة لها وجه کوجه الانسان وفیها من کل حیوان شبه وهی من احسن الطیر فذهبت یوماً بصبیّ ثم ذهبت بجاریة فشکوا ذلك الی نبیهم حنظلة بن صفوان علیه السلام فدعا بها فاصابتها صاعقة فاحترقت وکان حنظلة علیه السلام فی زمن الفترۃ بین عیسیٰ و محمد علیهما السلام اھ

وذکر ابن خلکان وغیرہ ان العزیز بن نزار بن المعز صاحب مصر اجتمع عندہ من غرائب الحیوان مالم یجتمع عند غیرہ فمن ذلك العنقاء وهو طائر جاءہ من صعید مصر فی طول البلشون لکنه اعظم جسماً منه له لحیة وعلیٰ

رأسه وقاية وفيه عدة الوان ومشابهة من طيور كثيرة۔

وفي السيرة الحلبية ج ۱ ص۲۱ ذكر حنظلة النبي عليه السلام وذكر ان قومه ابتلاهم الله تعالى بطير عظيم ذي عنق طويل كان فيه من كل لون فكان ينقض على صبيانهم يخطفهم اذا اعوزه الصيد وكان اذا خطف احدًا منهم اغرب به اي ذهب به الى جهة المغرب فقيل له لطول عنقه ولذهابه الى جهة المغرب عنقاء مغرب فشكوا ذلك الى حنظلة عليه السلام فدعا على تلك العنقاء فارسل الله عليها صاعقة فاهلكتها ولم تعقب اھ حنظلہ علیہ السلام کے زمانے کے بارے میں بعض علما مثل بیضاوی وزمخشری کہتے ہیں کہ ہمارے نبی وعیسٰی علیہما السلام کے مابین زمانہ فترۃ میں مبعوث ہوئے تھے لیکن قولِ حق یہ ہے کہ وہ عیسٰی علیہ السلام سے مقدم ہیں۔

عنقاء نسناس وغیرہ بعض حیوانات چونکہ مفقود ہیں اس واسطے لوگوں میں ان کے بارے میں عجیب داستانیں اور غلط باتیں مشہور ہیں۔ نسناس کے بارے میں قزوینی لکھتے ہیں انہ امة من الامم لكل واحد منهم نصف بدن ونصف رأس ويد ورجل كانه شق انسان نصفين يقفز على رجل واحدة قفزًا شديدًا ويعدو عدوًا شديدًا منكرًا وقال الميداني في كتاب الامثال ان الناس يأكلون النسناس يقال انهم من نسل ارم بن سام اخي عاد وثمود ليست لهم عقول وهم يتكلمون بالعربية ويتسمون باسامي العرب ويقولون الاشعار اھ یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ وروى ابو نعيم في الحلية عن ابن عباس انه قال ذهب الناس وبقي النسناس قيل ما النسناس قال الذين يتشبهون بالناس وليسوا منهم۔

بعض نے کہا ہے کہ حیوان ناطق تین قسم پر ہے ناس ونسناس ونسانس۔ اور جنّ کی دو نوعیں ہیں۔ اول جنّ جو قوی واعلیٰ ہیں۔ دوم حنّ اور یہ ضعیف نوع ہے۔ اس قسم کی باتیں اہل علم واہل تاریخ کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۱ ص ۳۶۵ پر لکھا ہے کہ عنقاء مغرب کی طرح نسناس سے متعلق حکایات بھی صحیح نہیں ہیں۔ مسعودی فرماتے ہیں وقد زعم كثير من الناس ان الحيوان الناطق ثلاثة اجناس ناس ونسناس ونسانس وهذا محال من القول لان النسناس انما وقع هذا الاسم على السفلة من الناس والرذال وقد قال الحسن ذهب الناس وبقي النسناس قال الشاعر ؎

ذهب الناس فاستقلوا وصرنا　　خلفا في اراذل النسناس

اراد به ما وصفنا اي ذهب الناس وبقي من لا خير فيه (وقد ذهب) كثير من الناس الى ان الجن نوعان اعلاهم واشدهم الجن واضعفهم الحن وانشد الراجز

مختلف نجواهم جن وحن

وهذا التفصيل بين الجنسين من الجن لم يرد به خبر ولا صح به اثر وانما ذلك من توهم الاعراب على ما بينا آنفا وقد غلب على كثير من العوام الاخبار عن معرفة النسناس وصحة وجوده في العالم كالاخبار عن وجود الصين وغيرها

من الممالك النائية والامصار القاصية فبعضهم يخبر عن وجودهم فى المشرق و بعضهم فى المغرب فاهل الشرق يذكرون كونها بالمغرب واهل المغرب يذكرون انها بالمشرق وكذلك كل صقع من البلاد يشير سلطانه الى ان النسناس فيما بعد عنهم من البلاد ونأى عن الديار وقد رووا فى ذلك خبرا مخرجه من طريق الآحاد ان ذلك فى بلاد حضرموت من الشحر وهو ما ذكرناه عن عبدالله بن كثير بن عفير المصرى عن ابيه يعقوب بن الحرث بن نجيم عن شيبة بن الحرث التميمى قال قدمت الشحر فنزلت على راسها فتذاكرنا النسناس فقلت صيد والنا منها فلما ان رجعت اليه اذا بنسناس منها مع بعض اعوانه المهرة فقال لى النسناس انا بالله وبك فقلت لهم حلوه فحلوه فلما حضر الغداء قال هل اصطدتم منها شيئا قالوا نعم ولكن خلاه ضيفك قال استعدوا فانا خارجون فى قنصه فلما خرجنا الى ذلك السحر خرج منها واحد يعدو وله وجه كوجه الانسان وشعرات فى ذقنه ومثل الثدى فى صدره ومثل رجلى انسان رجلاه وقد الظ به كلبان وهو يقول ؎

الويل لى مما به دهانى	دهرى من الهموم والاحزان
قفا قليلا ايها الركبان	واستمعا قولى وصدقانى
انكما حين تحاربانى	الفيتمانى حضر ايمانى
لولا سباقى ماملكتمانى	حتى تموتا او تفارقانى
لست بخوار ولا جبان	ولا بنكس رعش الجنان
لكن قضاء الملك الرحمن	يذل ذا القوة والسلطان

قال فالتقيا به كلبان فاخذاه ويزعمون انهم ذبحوا منها نسناسا فقال آخر من شجرة كان ياكل السماق قال فقالوا نسناس اخر خذوه فاخذوه وذبحوه وقالوا لو سكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى انا صمت فاخذوه فذبحوه وقالوا لو سكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى يا لسان احفظ الرأس قالوا نسناس خذوه فاخذوه وزعم من روى هذا الخبر ان المهرة تصطادها فى بلادها وتأكلها قال المسعودى وجدت اهل الشحر من بلاد حضرموت وساحلها وهى تسعون مدينة على الشاطئ من ارض الاحقاف وهى ارض الرمل وغيرها مما اتصل بهذه الديار من ارض اليمن وغيرها من عمان وارض المهرة يستطرفون اخبار النسناس اذا ما حدثوها ويتعجبون من وصفه ويتوهمون انه ببعض بقاع الارض مما قد نأى عنهم وبعد كسماع غيرهم من اهل البلاد بذلك عنهم وهذا يدل على عدم كونه فى العالم وانما ذلك من هوس العامة واختلاطها كما وقع لهم اخبار عنقاء مغرب وهذا يدل على عدم كونه فى العالم ورووا فيه حديثا عزوه الى ابن عباس ونحن لم نحل وجود النسناس والعنقاء وغيرذلك مما اتصل بهذا النوع من الحيوان الغريب النادر فى العالم من طريق العقل فان ذلك غير ممتنع فى القدرة لكن احلنا ذلك لان الخبر القاطع للعذر لم يرد بصحة وجود ذلك فى العالم و

هذا باب هو داخل فی حیز الممکن الجائز خارج عن باب الممتنع والواجب ويحتمل هذه الانواع من الحيوان النادر ذكرها كالنسناس والعنقاء والعربد وما تصل بهذا المعنى ان تكون انواعا من الحيوان اخرجتها الطبيعة من القدرة الى الفعل ولم تحكمه ولم يتأت فيه الطبع كتأتيه فى غيره من الحيوان فبقى شاذا فريدا متوحشا نادرا فى العالم طالبا للبقاع النائية من البر مباينا لسائر انواع الحيوان من الناطقين وغيرهم للضدية التى فيه لغيره مما قد احكمته الطبيعة وعدم تشاكله والمناسبة التى بينه وبين غيره من اجناس الحيوان وانواعه والله تعالى اعلم بصحة هذا الخبر وليس لنا فى ذلك الا النقل وان نعزوه الى راويه وهو المقلد بعلم ذلك فيما حكاه ورواه فينظمه على حسب ما يأتى نظمه فى ذلك الموضع المستحق له والله ولى التوفيق برحمته (واما ما ذكره) عن ابن عباس فهو خبر يتصل بخبر خالد بن سنان العبسى وقد قدمنا فيما سلف من هذا الكتاب خبر خالد بن سنان العبسى وانه ذكر انه كان فى الفترة بين عيسى ومحمد عليهما الصلاة والسلام وذكرنا خبره مع النار واطفائه لها (فلنذكر الان خبر العنقاء) على حسب ما رووه فلا بد من اعادة خبر خالد لذكر العنقاء واتساع الخبرين ومخرج هذه الاخبار كلها عن ابن عفير حدثث للحسن بن ابراهيم قال حدثنا محمد بن عبد الله المروزى قال حدثنا اسد بن سعيد بن كثير عن ابن عفير عن عكرمة عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله خلق طائرا فى الزمان الاول من احسن الطير وجعل فيه من كل جنس قسطا وخلق وجهه على مثال وجوه الناس وكان فى اجنحته كل لون حسن من الريش وخلق له اربعة اجنحة من كل جانب منه وخلق له يدين فيهما مخالب وله منقار على صفة منقار العقاب غليظ الاصل وجعل له ابناء على مثاله وسماها بالعنقاء واوحى الله تعالى الى موسى ابن عمران انى خلقت طائرا عجيبا خلقته ذكرا وانثى وجعلت رزقه فى وحش بيت المقدس وانستك بهما ليكونا مما فضلت به بنى اسرائيل فلم يزالا يتناسلان حتى كثر نسلهما وادخل الله موسى وبنى اسرائيل فى التيه فمكثوا فيه اربعين سنة حتى مات موسى وهارون فى التيه وجميع من كان مع موسى من بنى اسرائيل وكانوا ستمائة الف وخلفهم نسلهم فى التيه ثم اخرجهم الله تعالى من التيه مع يوشع بن نون تلميذ موسى ووصيه فانتقل ذلك الطائر فوقع بنجد والحجاز فى بلاد قيس عيلان ولم يزل هنالك ياكل من الوحوش وياكل الصبيان وغير ذلك من البهائم الى ان ظهر نبى من بنى عبس بين عيسى ومحمد صلى الله عليهما وسلم يقال له خالد بن سنان فشكا اليه الناس ما كانت العنقاء تفعل بالصبيان فدعا الله عليها فقطع نسلها فبقيت صورتها تحكى فى البسط وغير ذلك (وقد ذهب جماعة) من ذوى الدراية الى ان اقوال الناس فى امثالهم عنقاء مغرب انما هو للامر العجيب النادر وقوعه وقولهم جاء فلان بعنقاء مغرب يريدون انه جاء بامر عجيب قال شاعرهم

وصبحهم بالجيش عنقاء مغرب

والعنق السرعة قال ابن عباس وكان خالد بن سنان نبى بنى عبس بشر برسول الله صلى الله عليه وسلم فلما حضرته

الوفاة قال لقومه اذا انا مت فادفنوني في حقف من هذه الاحقاف وهي تلول عظام من الرمل واحرسوا قبري ايامًا فاذا رأيتم حمارًا اشهب ابتر يدور حول الحقف الذي فيه قبري ايامًا فاجتمعوا ثم انبشوا قبري واخرجوني الى شفير القبر واحضروا لي كاتبًا ومعه ما يكتب فيه حتى املي عليكم ما يكون وما يحدث الى يوم القيامة قال فرصدوا قبره واجتمعوا عليه لينبشوه كما امرهم فحضر ولده وشهروا اسيوفهم وقالوا والله لا نترك احدًا ينبشه اتريدون ان نعير بذلك غدًا وتقول لنا العرب هؤلاء ولد المنبوش فانصرفوا عنه وتركوه قال ابن عباس ووردت ابنة له عجوز قد عمرت على النبي صلى الله عليه وسلم فتلقاها بخير واكرمها واسلمت وقال لها مرحبا بابنة نبي ضيعه اهله انتهى كلام المسعودي بحذف۔

۲۰۔ **العجل**۔ گائے کا چھوٹا بچہ۔ قصۂ بنی اسرائیل میں عجل مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ثم اتخذتم العجل من بعدہ۔ عجل کی جمع عجول ہے۔ مفرد میں عِجّوْل بکسرِ عین و تشدیدِ جیم بھی مستعمل ہے جمع عجاجیل ہے۔ مادہ کو عجلۃ کہتے ہیں۔ سمی عجلًا لاستعجال بنی اسرائیل عبادتہ وکانت مدۃ عبادتہم لہ اربعین یومًا فعوقبوا فی التیہ اربعین سنۃ سنۃ فی مقابلۃ یوم۔ وعن حذیفۃ بن الیمان ان النبی علیہ السلام قال لکل امۃ عجلٌ وعجل ھذہ الامۃ الدینار والدرھم۔

فائدہ۔ اس فائدہ میں ہم تفصیل اولادِ حیوانات پیش کرتے ہیں۔ ولد بقرہ کو جب کہ وہ چھوٹا ہو عجل کہتے ہیں۔ ولد حمار کو جحش۔ ولد فرس کو مُہر۔ ولد ناقہ کو حُوار۔ ولد فیل کو دَغفل۔ ولد شاۃ کو حَمَل۔ خصوصًا بکری کے ولد کو جَدی۔ ولد اسد کو شِبل۔ ولد ظبی کو خِشف۔ ولد ضبع کو فُرعُل۔ ولد دُبّ کو دَیسم۔ ولد خنزیر کو خِنّاص۔ ولد ثعلب کو ہِجرس۔ ولد کلب کو جِروٌ۔ ولد فارہ کو درص۔ ولد ضبّ کو حِسل۔ ولد قرد کو قِشّۃ۔ ولد ارنب کو خِرنق۔ ولد حیّۃ کو حِربش۔ ولد دجاج کو فرّوج کہتے ہیں۔ ولد نعام کو رَأل۔ ولد عصفور کو فرخ کہتے ہیں۔ کذا قال الثعلبی فی فقہ اللغۃ ص ۹۳۔

۲۱۔ **العنکبوت**۔ مکڑی۔ آیت اَن یضرب مثلًا ما بعوضۃً کے ذیل میں یہ مذکور ہے۔ اس کی جمع عناکب ہے۔ کنیت ابوخیثمہ وابوقشعم اور انثی کی ام قشعم ہے۔ اس کی آٹھ ٹانگیں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں۔ افلاطون لکھتا ہے اشیاء میں حریص تر مکھی ہے اور قانع و صابر تر مکڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حریص تر کو قانع کا رزق مقرر فرمادیا ہے۔ فسبحان اللطیف الخبیر۔ مکڑی کے جالے سے گھر کو صاف رکھنا چاہیے کیونکہ اس سے فقر وافلاس پیدا ہوتا ہے۔ فاسند ابن عطیۃ وغیرہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ قال طھروا بیوتکم من نسج العنکبوت فان ترکہ فی البیت یورث الفقر۔ وفی مراسیل ابی داؤد عن یزید بن مرثد ان النبی علیہ السلام قال ان العنکبوت شیطانٌ فاقتلوہ۔

عنکبوت کا مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے کیونکہ اس نے غارِ ثور پر فورًا بڑا جالا بنادیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو مشرکین کے شر سے محفوظ رکھا۔ وفی الحلیۃ للحافظ ابی نعیم عن عطاء بن میسرۃ قال نسجت

العنکبوتُ مرّتین علی نبیّین علی داؤد حین کان جالوت یطلبه وعلی النبی علیه الصلوٰۃ والسلام فی الغار۔ وفی تاریخ ابن عساکر انّ العنکبوتَ نسجت ایضاً علی عورۃ زید بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہم لما صُلِبَ عُریاناً فی ۱۲۱ھ فاقام مصلوباً اربع سنین۔ قرآن میں ہے وانّ اوھن البیوت لبیت العنکبوت لوکانوا یعلمون۔

۲۲۔ **الغُراب**۔ کوّا۔ آیت شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کی تفسیر میں غراب مذکور ہے۔ غراب کو غراب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سیاہ ہوتا ہے اور یہ مادہ غ رب سیاہی پر دلالت کرتا ہے قال اللہ تعالیٰ وغرابیب سود۔ وروی راشد بن سعد ان النبی علیہ السلام قال ان اللہ تعالیٰ یبغض الشیخ الغربیب اس کی تفسیر راشد بن سعد نے یہ کی ہے کہ مراد وہ شیخ ہے جو بالوں کو سیاہ خضاب لگائے۔ غراب کی متعدد جموع مستعمل ہیں جو ابن مالک نے اس شعر میں جمع کی ہیں ؎

بالغُرابِ اِجمع غرابًا ثم اَغرِبۃ　　　وَاَغرُبٍ وغرابینٍ وغِربان

غراب کی کنیتیں یہ ہیں ابو حاتم۔ ابو بجادف۔ ابو الجراح۔ ابو حذر۔ وغیرہ۔ جن کا بیان لفظ ابن دایہ میں گزر چکا ہے۔ غراب کی متعدد اقسام ہیں۔ مثل غُداف و زاغ و أکحل وغراب الزرع۔ ایک قسم کا نام غراب اعصم ہے وہ بہت قلیل الوجود ہے۔ عرب میں مثل ہے أعزّ من الغراب الاعصم۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم مثل المرأۃ الصالحۃ فی النساء کمثل الغراب الاعصم فی مائۃ غراب۔ رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ۔ وفی روایۃ ابن ابی شیبۃ قیل یا رسول اللہ وما الغراب الاعصم؟ قال الذی احدی رجلیہ بیضاء۔ و عن عمرو بن العاصؓ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمرّ الظھران فاذا بغربان کثیرۃ فیھا غراب اعصم احمر المنقار والرجلین فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ من النساء الامثل ھذا الغراب فی ھذہ الغربان۔ واسنادہ صحیح اخرجہ احمد والحاکم۔

کوّوں کی ان اقسام کی حلت وحرمت پر فقہاء نے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ بعض حرام، بعض مکروہ اور بعض مباح ہے۔ عرب بلکہ غیر عرب بھی کوّے کو بدشگون سمجھتے ہیں اور کسی سفر وغیرہ میں اگر کوّا ان کے سامنے آجاتا تو وہ اس کا مطلب یہ لیتے تھے کہ اس کام میں، تجارت میں اور سفر میں خسارہ اور نقصان ہوگا۔ اس لیے وہ کوّے کے نام سے غربت واغتراب وغریب کا اشتقاق کرتے تھے۔ کوّے کی ایک قسم شدید السواد ہے۔ اور ایک قسم غراب ابقع ہے جس میں سواد و بیاض دونوں موجود ہوں۔ یہی غراب ابقع غراب بَین کہلاتا ہے قال صاحب المجالسۃ سُمّی غرابَ البَین لانہ بان عن نوح علی نبینا وعلیہ افضل الصلوٰۃ والسلام لما وجّھہ لینظر الی الماء فذھب ولم یرجع ولذلک تشاءموا بہ۔

حدیث میں کوّے کو فاسق کہا ہے اور یہ ان اجناس فواسق میں سے ہے جن کا قتل حِل وحرم میں جائز ہے

غرابِ بین اس لیے کہلاتا ہے کہ جب لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر چلے جاتے تو وہ ان کی جگہ پر آکر بیٹھ جاتا تھا۔ بین کا معنی فراق ہے گویا کہ یہ کوا فراق کی اطلاع دیتا ہے۔ اس لیے عرب اس سے تشاؤم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جہاں پر یہ زیادہ بیٹھتا ہے وہاں پر لوگوں میں فراق آتا ہے اور وہ علاقہ خراب وغیر آباد ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط عقیدہ ہے اور عقائد اسلام کے خلاف ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کوا واعظ ہے اور لوگوں کو فراق وفنا۔ اور تباہی کی طرف متوجہ کرتا ہے اور گویا کہ کہتا ہے کہ تمہارے فراق کے دن قریب ہیں اور کسی وقت تمہارے یہ گھر غیر آباد ہو جائیں گے کسی نے کوے کی لسانِ حال کے بارے میں کیا خوب کہا ہے ؎

اَنوحُ علی ذهابِ العُمرِ مِنّی	وحقٌّ ان اَنوحَ واَن اُنادی
واَندبُ کلما عاینتُ رکبًا	حدا بهم لوشكِ البین حادی
یُعنّفنی الجهولُ اِذا راٰنی	وقد اُلبستُ اَثوابَ الحدادِ
فقلتُ له اتّعظْ بلسانِ حالی	فانی قد نصحتُك باجتهادِ
وها انا كالخطیبِ ولیس بدعًا	علی الخُطباءِ اَثوابُ السوادِ
اَنوحُ علی الطُّلولِ فلم یُجبنی	بِساحتِها سوی خُرسِ الجمادِ
فاكثرُ فی نواحیها نواحی	من البینِ المفتّتِ للفؤادِ
تیقّظْ یا ثقیلَ السمعِ وافهم	اشارةَ مَن تَسیرُ به الغوادی
فما من شاهدٍ فی الكونِ اِلّا	علیه من شهودِ الغیبِ بادی

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوا خوش خبری سناتا ہے کسی مسافر کے آنے کی یا تجارت میں کامیابی کی وغیرہ وغیرہ۔

ابو الهیثم کہتا ہے ان الغراب یُبصِر من تحت الارض بقدر منقارہ۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اور پرندوں کے بجائے غراب اس لیے بھیجا کہ غراب کا مأخذ غربت ہے۔ غریب کا معنی ہے عجیب ونادر۔ مسافر کو بھی غریب کہتے ہیں۔ اور یہ قتل بھی دنیا میں پہلا قتل تھا اس لیے یہ قتل بھی بڑا غریب ومستغرب تھا تو اس لفظی مشابہت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غراب ہی کو بھیجا۔ کما صرّح به القرآن۔

ایک حدیث ہے عن الزهری عن ابی واقد عن روح بن حبیب قال بینما انا عند ابی بکرؓ اذ اُتی بغراب وفیه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما صِید قطّ صیدٌ الّا بنقص من تسبیح ولا انبتَ الله نابتة اِلّا وُكّل بها ملكًا یُحصِی تسبیحها حتی یأتی به یوم القیامة ولا عضت شجرة ولا قطعت الّا بنقص من تسبیح ولا دخل علی امرئٍ مكروه الا بذنب وما عفا الله عنه اكثر یا غراب اعبد الله ثم خلّی سبیله۔

۲۳۔ **الفرس**۔ گھوڑا۔ آیت واٰتی المال علی حبه ذوی القربی والیتمی والمسٰكین وابن السبیل

والسائلین الخ کے تحت فرس مذکور ہے۔ فرس کی جمع أفراس ہے۔ ذکر و انثیٰ دونوں پر فرس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ابن جنی و فرا کے نزدیک مادہ کو فرسۃ کہا جاتا ہے۔ گھوڑے سوار کو فارس کہتے ہیں۔ فرس کی کنیت ابوشجاع و ابوطالب و وابومدرک و ابومضی و ابوالضمار و ابوالمنجی ہے۔

حیوانات میں گھوڑا متعدد اخلاق میں انسان سے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس میں انسان کی طرح علوّ ہمت و شرفِ نفس و کرم موجود ہوتا ہے۔ بعض عرب کا خیال ہے کہ یہ دراصل وحشی جانور تھا۔ سب سے پہلے اسے رام کر کے اس پر سواری حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کی ہے۔ حدیث شریف ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الشیطان لا یُخبّلُ احداً فی دار فیھا فرس عتیق۔ رواہ الطبرانی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو گھوڑا اعرابی سے خریدا تھا اس کا قصہ مشہور ہے کہ جب اعرابی نے انکار کر دیا تو حضرت خزیمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گواہی دی تھی اس گھوڑے کا نام مرتجز تھا اور اعرابی کا نام سواد ابن حارث تھا۔ وفیہ فاقبلَ النبیؐ علیہ السلام علی خزیمۃ فقال بما تشھد؟ قال بتصدیقك یا رسول اللہ فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شھادۃ خزیمۃ شھادۃ رجلین۔ اخرجه ابوداؤد والنسائی۔ ایک روایت میں ہے ھل حضرتنا یا خزیمۃ قال لا قال فکیف تشھد بذلك فقال خزیمۃ بأبی انت و امی یا رسول اللہ اُصدِقك علی اخبار السماء وما یکون فی غد ولا اصدقك فی ابتیاعك ھذا الفرس فقال علیہ الصلاۃ والسلام انك لذو الشھادتین یا خزیمۃ۔ وفی مسند الحارث ان النبی علیہ السلام رد الفرس علی ذلك الاعرابی وقال لا بارك اللہ لك فیھا۔ فأصبحت من الغد شائلۃ برجلیھا ای ماتت۔

ایک اور حدیث ہے عن ابن عمر مرفوعاً ان یکن الخیر فی شئ ففی ثلث المرأۃ والدار والفرس۔ وفی روایۃ الشؤم فی ثلث المرأۃ والدار والفرس۔ رواہ ابن ماجۃ۔ وعن سالم عن ابیہ ان النبی علیہ السلام قال البرکۃ فی ثلث فی الفرس والمرأۃ والدار۔ علامہ سہیلیؒ لکھتے ہیں کہ گھوڑے میں بیس اعضاء ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک کسی پرندے کے نام سے مسمّیٰ ہے۔

۲۴۔ **فَرَاشَۃٌ**۔ اس کی جمع فراش ہے۔ آیت ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃً کے ذیل میں فراشہ مذکور ہے۔ فراش ان اڑنے والی چیزوں کا نام ہے جو رات کو چراغ پر آ کر گرتی ہیں۔ چراغ پر آ کر ان کے گرنے اور روشنی کی طرف اڑنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں دن کی روشنی چاہتی ہیں۔ جب رات کو چراغ کی روشنی دیکھتی ہیں تو وہ یہ خیال کرتی ہیں کہ ہم تاریک جگہ میں قید ہیں اور یہ چراغ روشن جگہ کی طرف ایک دریچہ اور سوراخ ہے۔ اس لیے وہ بار بار روشنی کی طرف اڑ کر اپنے آپ کو آگ میں ڈالتی ہیں۔ پھر جب وہ چراغ سے دوسری جانب کو گزر جاتی ہیں تو وہ سمجھتی ہیں کہ ہم عین دریچہ و سوراخ میں ابھی تک نہیں پہنچیں لہٰذا وہ پھر واپس آتی ہیں تا آنکہ وہ جل جاتی ہیں۔

انسان کو ان چیزوں کی جہالت پر ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو انسان کی جہالت فراش کی جہالت سے بہت زیادہ ہے اور خسارہ بھی بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ انسان شہوات نفسانیہ اور خواہشات شیطانیہ میں اپنے آپ کو شب و روز ڈالتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تباہ ہو کر اور اپنی قیمتی زندگی ان میں ختم کر کے اپنے آپ کو آتش جہنم کا ایندھن بنا لیتا ہے۔ اس لیے امام غزالیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے فلیتَ جھل الآدمیّ کان کجھلِ الفراش فانھا باغترارھا بظاھرالضوء ان احترقت تخلّصت فی الحال والآدمیّ یبقی فی النار ابدَ الآباد اومدةً مدیدةً فلذلك کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انکم تتھافتون فی النار تھافُتَ الفراش وانا آخذ بحُجزکم۔

قال اللہ تعالی یوم یکون الناس کالفراش المبثوث۔ ھذا التشبیہ بالفراش فی الکثرة والانتشار والضعف والذلة۔ وروی مسلم عن جابرؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مثلی ومثلکم کمثل رجل اوقد نارًا فجعل الجنادب والفراش یقعنَ فیھا وھو یذبّھنّ عنھا وانا آخذ بحجزکم عن النار وانتم تفلّتُون من یدی۔ وروی البیھقی عن النواس بن سمعانؓ ان النبی علیہ السلام قال مالی اراکم تتھافتون فی الکذب تھافتَ الفراشِ فی النار۔ کل الکذب مکتوبٌ الا الکذبِ فی الحرب والکذب فی اصلاح ذات البین وکذب الرجل علی امرأته لیرضیھا۔

۲۵۔ **القُراد**۔ چچڑی۔ فراشة و قُراد دونوں مذکورہ صدر آیت میں مذکور ہیں۔ قُراد کی جمع قُردان ہے۔ قُراد ایک جاندار ہے جو اونٹوں اور دوسرے جانوروں کا خون چُوستا ہے۔ جانوروں کے لیے وہ ایسا ہے جیسے جُوں انسان کے لیے ہے یقال قرّدْ بعیرك تقریدًا ای انزع منه القُراد ویقال اَسمع من قُرادٍ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قوت شنوائی بہت تیز ہے۔ کہتے ہیں کہ اونٹوں کے قدموں کی آہٹ ایک دن کی مسافت سے سُن لیتا ہے اور پھر وہ ان کی طرف حرکت شروع کر دیتا ہے۔ ویقال اَعمر من قُراد۔

عرب کا یہ خیال تھا کہ قراد سات سو سال تک زندہ رہتا ہے۔ قال الشیخ حمزة وھذا من اکاذیبھم و انما الضجر منھم به دعاھم الی ھذا القول فیه۔

۲۶۔ **القِردة**۔ بندر۔ قال اللہ تعالی فقلنا لھم کونوا قِردةً خاسئین۔ اس کی کنیت عرب کے نزدیک ابوخالد۔ ابوجیب۔ ابوخلف۔ ابوربّہ۔ ابوقشہ ہے۔ قِردٌ کی جمع قُرُودٌ اور قِرَدَةٌ ہے۔ بندر ذکی، سریع الفہم اور عجیب جانور ہے۔ وہ ہر قسم کی صنعت سکھانے پر سیکھ جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سلطانِ نوبہ نے خلیفہ متوکل باللہ کو ایک ایسا بندر دیا تھا جو درزی تھا اور ایک دوسرا بندر تھا جو صائغ یعنی زرگری کا کام کر سکتا تھا۔ بعض لوگ اسے اپنی دکان کی حفاظت سکھاتے ہیں اور بعض لوگ چوری کرنا سکھا دیتے ہیں تو وہ چوریاں کرتا ہے قردہ یعنی بندریا کے پیٹ سے بہ یک وقت دس یا بارہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ نر بندر اپنی مادہ کے بارے میں بڑے

غیرت مند ہوتے ہیں۔ بندر انسان کی طرح ہنستا کھیلتا اور نقلیں اتارتا ہے۔ انگلیاں اور ناخن بھی رکھتا ہے۔ انسان کی طرح مادہ اپنے بچوں کو اٹھاتی ہے۔

قدیم امتوں میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کی وجہ سے مسخ کرکے بندر بنا دیا تھا۔ روی الطبرانی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اٰخر الزمان تأتی المرأۃ فیجد زوجھا قد مسخ قردًا فانہ لا یؤمن بالقدر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ وہ ممسوخ امتیں تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہیں۔ لہٰذا موجودہ بندروں کی نوع ان ممسوخین کی نسل سے نہیں ہے۔ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تناسل کا سلسلہ جاری رہا ففی صحیح مسلم عن ابی سعید وجابر رضی اللہ عنہما قالا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُتی بضب فابی ان یاکلہ وقال لا ادری لعلہ من القرون التی مسخت۔

فائدہ مہمہ۔ بندر کی انسان سے مشابہتِ کثیرہ کے پیشِ نظر ڈارون نے یہ نظریہ پیش کیا جو آج کل یورپ اور یورپی تہذیب یافتہ لوگوں میں مقبول ہے کہ انسان بندر کی نسل سے تعلق رکھتا ہے اور انسان کی موجودہ صورت بندر کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ یعنی بندر ترقی کرکے انسان بن گیا۔ یہ نظریۂ ارتقاء کہلاتا ہے۔ ڈارون وغیرہ کے نزدیک انسان کی موجودہ ہیئت وصورت دفعۃً پیدا نہیں ہوئی بلکہ بطریقۂ ارتقاء یعنی بطریقۂ ترقی آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے ہزاروں لاکھوں سال میں ترقی کرکے ان کی شکل بدلتے بدلتے انسانی صورت تک پہنچی ہے۔

مگر یہ نظریہ موجبِ کفر ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی نصوص کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو دفعۃً مٹی سے بنایا اور پہلے انسان آدم علیہ السلام ہیں۔ اگر نظریۂ ارتقاء صحیح ہو تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ترقی آج کیوں بند ہے۔ بلکہ لازم ہے کہ اب بھی بعض بندر انسان بنتے جائیں۔ بہرحال اسلامی نقطۂ نظر سے نظریۂ ارتقاء باطل اور کفر ہے۔ اسلام میں ایسے گمراہ کن نظریے کی ذرہ بھر گنجائش نہیں ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہوئے نیکی سے بیگانہ ترقی اس کو کہتے ہیں جہاں انسان رہتے تھے وہاں بندر اچھلتا ہے

یہ بندۂ عاجز وخاطی اس قسم کے جدید انکشافات ونظریات وعلومِ جدیدہ سے بخوبی واقف ہے اور نظریاتِ جدیدہ وانکشافاتِ حدیثہ کے مکمل پس منظر وتہہ منظر وتفصیلات وجرح وتعدیل صحیح وخطاء سے باخبر ہے۔ وللہ الحمد ولا فخر۔ لیکن اکثر طلبہ واہلِ علم اس قسم کے نظریات سے آگاہ نہیں ہوتے۔ نیز انہیں علوم جدیدہ سے متعلق کتابیں عموماً دستیاب نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اضافۂ معلوماتِ طلبہ وعلماء کی خاطر ہم یہاں پر نظریۂ ارتقاء کے بارے میں کتب متعلقہ سے چیدہ چیدہ حوالے وعبارات منّ وعن ذکر کرتے ہیں نقلِ کفر کفر نہ باشد۔ امید ہے کہ ان حوالوں سے انہیں اہل یورپ کی گمراہی کی تفصیل اور اس کے چند اسباب ومبادی کا کچھ پتہ چل سکے گا نیز اس طرح علماء وطلبہ کو

اس گمراہ نظریہ کی تردید آسان ہوجائے گی۔ کتبِ متعلقہ کے چند حوالوں کے پیشِ نظر نظریۂ ارتقاء کی تشریح یہ ہے بعض ماہرینِ نظریۂ ارتقاء کی عبارات کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں:۔

◎ مسئلہ ارتقاء(۱) ◎

"اگر غور سے دیکھا جائے تو اس دنیا میں ہر روز کوئی نہ کوئی نئی بات نظر آتی ہے۔ ہر شے میں اس حد تک تبدیلی نظر آتی ہے کہ لوگ دنیا کو تغیر پسند کہنے لگے۔ کسی طرف نظر ڈالیے ہر شے میں جدت محسوس کیجیے گا۔ اگر دنیا فی الحقیقت تغیر پسند واقع ہوئی ہے تو کوئی زمانہ ایسا بھی رہا ہوگا جب کہ موجودہ عالم کی صورت ہی کچھ اور ہوگی۔ اس نقطۂ نظر سے تخلیقِ عالم کے دقیق مسئلہ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

بالعموم ہر ذی عقل شخص کے دل و دماغ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کیونکر پیدا ہوئی؟ کیا جس شکل و صورت میں آج ہم ہر شے کو دیکھتے ہیں بعینہٖ اسی طرح یا اس سے ملتی جلتی کسی شکل میں یہ پیدا ہوئی تھی؟ آج جو مختلف قسم کے حیوانات، نباتات وغیرہ دکھائی دیتے ہیں کیا دنیا کے شروع میں بھی یہ ایسے ہی تھے؟ لیکن ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ دنیا تغیر پسند ہے۔ ایسی حالت میں آغازِ عالم کے وقت ان کی شکل و صورت کیا تھی؟ اس باب میں دو رائیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیا کو پیدا کرتے وقت خالق نے ہر شے کو اُسی صورت میں خلق کیا جیسی وہ آج نظر آتی ہے۔ دوسری رائے اس کے خلاف ہے کہ دنیا کے آغاز میں کائنات کی شکل و صورت یہی نہ تھی یہ تو اس کی ترقی یافتہ صورت ہے یہ دنیا بعض اجزاء کے اشتراک سے ایک دم وجود میں نہیں آگئی بلکہ اس نے رفتہ رفتہ یہ صورت اختیار کی ہے۔

علماء نے ان دونوں نظریوں کی مکمل تحقیقات بہت زمانہ قبل کی ہے لیکن ہم ان کی پیروی نہ کریں گے بلکہ جدید تحقیقات کے مطابق اس مسئلہ پر غور کریں گے۔ دنیا کے وجود پذیر ہونے سے قبل ہماری زمین بھی نہ تھی تمام دنیا میں ایک نادیدنی مادّہ پھیلا ہوا تھا جس کو قدرت کا نام دیا گیا ہے۔ رفتار اور حرارت میں تغیر ہوتے ہوتے تمام سیارے اور ہماری زمین پیدا ہوئی۔ زمین بتدریج سرد ہوتی گئی اور حسبِ قانون ہوا، پانی وغیرہ وجود میں آئے بعد ازاں کائنات کا ارتقاء شروع ہوگیا۔

بعض لوگوں کو اس کی سچائی میں شک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو ہم تک یہ کیوں کر پہنچا؟۔ کیا اس ارتقاء کو کسی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟ کیا کسی نے کائنات کی پیدائش کی یہ کیفیت اسی صراحت کے ساتھ قلم بند کی تھی؟ اگر یہ نہیں ہوا ہے تو ہم کیونکر یقین کرسکتے ہیں کہ دنیا اسی طریقہ سے وجود میں آئی ہے۔

اس کے جواب میں پنڈت جواہر لال نہرو کی کتاب "باپ کے خطوط بیٹی کے نام" کا مندرجۂ ذیل حوالہ کافی ہوگا:

"خواہ ہمارے پاس اُس قدیم زمانہ کی تحریر شدہ کتب نہ ہوں تاہم خوش قسمتی سے ہمارے پاس کئی ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس باب میں کتاب ہی کی طرح ہمیں بہت سی باتیں بتاتی ہیں۔ پہاڑ، چٹانیں، سمندر، ندیاں، کواکب،

ریگستان اور قدیم زمانے کے جانداروں کے پنجر اور اسی قبیل کی دیگر اشیا۔ ہمارے لیے وہ کتابیں ہیں جن سے آغازِ آفرینش کی کیفیت واضح ہو جاتی ہے۔ کائنات کی کہانی کو سمجھنے کا صحیح طریقہ یہی نہیں ہے کہ دوسروں کی تحریریں پڑھ لی جائیں، بلکہ خود قدرت کی کتاب کو پڑھنا چاہیے۔

آگے چل کر وہ لکھتا ہے ..... " سڑک پر یا پہاڑ کے دامن میں چھوٹے موٹے پتھروں کو ہم دیکھتے ہیں وہ گویا قدرت کی کتاب کا ایک ایک ورق ہے اور اگر ہم اس کو پڑھ سکیں تو تھوڑی بہت باتیں ہم کو معلوم ہو سکتی ہیں..... اگر کسی بڑی چٹان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیے جائیں تو ہر ٹکڑا اکھُردرا اور بے ڈول ہوگا سڑک پر پڑے ہوئے گول پتھر سے وہ بالکل متفرق ہوگا۔ فرض کرو وہ کسی پہاڑ کے دامن میں پڑا رہا۔ برسات کے دنوں میں بارش کا پانی اس کو وادی میں بہا کر کسی چشمے تک لے گیا جہاں سے دھکے کھاتے کھاتے وہ ایک چھوٹی ندی میں جا پہنچا۔ چھوٹی ندی نے اس کو بڑی ندی میں پہنچا دیا۔ اس دوران میں رگڑیں کھاتے کھاتے اس کی نوکیں جھڑ گئیں اور کھُردرا پن مٹ گیا۔ اب وہ چکنا اور چمک دار ہو گیا اس طرح وہ چکنا چمک دار گول مول بن گیا کسی طرح وہ ندی سے خشکی میں پہنچ گیا اور اب ہم اسے سڑک وغیرہ پر دیکھتے ہیں۔ اگر وہ ندی کے باہر نہ ہو جاتا بلکہ اسی کے ساتھ بہتا رہتا تو وہ اور بھی چھوٹے سے چھوٹا ہوتا جاتا اور آخر میں ریت کا ذرہ بن کر اپنے اور ساتھیوں کے ساتھ سمندر کے اس ساحل کو خوشنما بناتا جہاں چھوٹے چھوٹے بچے ریت کے گھروندے بنا کر کھیلا کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا بیان پتھر کے ایک چھوٹے ٹکڑے کے ارتقاء کی دل کش تصویر ہے۔ اسی طرح قدرت کی دیگر اشیاء سے بھی کائنات کے ابتدائی ارتقاء کی کیفیت اچھی طرح واضح ہو سکتی ہے صرف وسعتِ نظر درکار ہے اور بس۔ کائنات میں دو قسم کی مخلوق ہے۔ ایک قائم اور دوسری متحرک۔ قائم مخلوق کی چھوٹی سے چھوٹی جنس بیکٹیریا کے نام سے مشہور ہے اور متحرک مخلوق کا سب سے چھوٹا جاندار امیبا کے نام سے۔ کیا تم نے ان دونوں کو کبھی دیکھا ہے؟ تم جواب دو گے نہیں۔ بات یہ ہے کہ آنکھ سے یہ نظر ہی نہیں آسکتے۔ ان کے دیکھنے کے لیے بہت بڑی طاقت کی خوردبین کی ضرورت ہے اور اس پر بھی بڑی توجہ اور غور سے نظر جمانے پر ان کی ہستی کا کچھ ثبوت ملتا ہے۔ ایک بال کی نوک پر یہ ہزاروں کی تعداد میں آسکتے ہیں۔ ان کا جسم خول کا بنا ہوتا ہے۔ کھانے پینے، کہنے سننے وغیرہ کے لیے کسی اور جان دار کی طرح امیبا میں خارجی حواس نہیں ہوتے۔ اس کے باوجود وہ کھاتا پیتا اور بچے دیتا ہے۔ ایک امیبا پھٹ کر دو ہو جاتے ہیں دو کے چار، چار کے آٹھ اور آٹھ کے سولہ۔ اسی التزام سے ان کا شمار بڑھتا جاتا ہے۔ ماہرین نظریۂ ارتقاء نے یہ ثابت کیا ہے کہ امیبا اور بیکٹیریا ہی ہماری اس کائنات کا مبدا ہیں۔

ارتقاء کا مطلب ہے بتدریج ترقی کرنا۔ دوسرے الفاظ میں اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کسی مادہ کا ایک

حالت سے نکل کر مقابلۃً اس سے زیادہ ترقی شدہ حالت میں داخل ہونا۔ اس طرح ارتقار کا مطلب زمانۂ بعید میں ایک نئی جنس کی تخلیق ہوتا ہے۔

دنیائے سائنس میں ڈارون کو اس نظریہ کا گروگھنٹال تسلیم کیا جاتا ہے۔ تاہم ڈارون سے قبل بفن، لیمارک، اسپنسر وغیرہ علماء نے مسئلہ ارتقار کی توضیح وصراحت بہت اچھی طرح کر دی تھی۔ خود ڈارون کے والد ماجد اس مسئلہ کے بہترین ماہر تھے۔ ڈارون نے آغاز آفرینش (ORIGIN OF SPECIES) نامی کتاب لکھ کر بڑی نام وری حاصل کی ہے۔ یہ کتاب عام فہم اور سلیس زبان میں ہے۔

ڈارون کو بچپن ہی سے علم الحیات نیز علم نباتات کی دھن سوار ہوگئی تھی۔ قسم قسم کے کیڑے مکوڑے جمع کرنے کا انھیں شوق تھا۔ اپنی عمر کے بائیسویں سال (۱۸۳۱ء) میں انھیں ایک زریں موقع ہاتھ آیا۔ جنوبی امریکہ کی طرف ایک جہاز جارہا تھا۔ اس کے کپتان نے اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص علمی تحقیقات کے لیے سفر کرنا چاہے تو اس کو وہ اپنے جہاز میں نہایت خوشی سے جگہ دیں گے۔ ڈارون نے اپنی خدمات پیش کیں۔ پانچ برس کے متواتر سفر کے بعد انھوں نے اپنی تحقیقات کے نتائج شائع کیے۔

ڈارون کے دماغ میں ارتقار کا نظریہ کیونکر سمایا؟ یہ ایک نہایت دل چسپ داستان ہے۔ ایک دن وہ میتھس نامی مصنف کی ایک کتاب مطالعہ کر رہے تھے جس میں انسان کی ترقی پر اظہار خیالات کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مذکور تھا کہ انسان کی آبادی یا شمار میں اضافہ زمین کے توازن کے اعتبار سے ہوتا ہے اور قیام زندگی کے وسائل غلہ وغیرہ پر بہت کم نظر ہوتی ہے اس سے ڈارون کا دماغ بیدار ہوگیا۔ اس کے بعد انھوں نے اس اصول کو تمام جانداروں اور نباتات پر بھی چسپاں کیا۔ اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حیوانات کے بڑھتے ہوئے شمار کے مقابلے میں جب غلہ وغیرہ کی فصل کم پیدا ہوگی تو ایک ایسا دن ضرور آئے گا کہ غلہ کی کشمکش زندگی کا باعث ہوگی۔ ظاہر ہے کہ کمزوروں کو کچل دیا جائے گا اور صرف وہی زندہ رہ سکیں گے جو اس وقت کے حالات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہونگے اس طرح کسی زمانۂ بعید میں اس کش مکش کی نوبت آئے گی اور کٹتے چھٹتے ایک زمانہ میں ایک بالکل نئی جنس رُو نما ہو جائے گی۔

ملکی آب وہوا کے لحاظ سے جان داروں کے رُوپ رنگ میں تبدیلی لابدی ہے اور یہ تبدیلی دوسری جنس کی قلّت پر پورا پورا اثر کرتی ہے۔ گلاب کی آج ہم صدہا اقسام دیکھتے ہیں۔ کیا وہ ابتدا ہی سے اتنے اقسام کے تھے؟ گھوڑے، گائے، بیل، بکری، انسان غرض ہر جنس کی بہت سی اقسام ہیں۔ لیکن ان میں بہت سی اقسام وہ ہیں کہ جن کا وجود کچھ زمانہ قبل بالکل نہ تھا۔ کتّوں کی صدہا اقسام پیدا ہوگئی ہیں۔ حتیٰ کہ ان کو برابر برابر کھڑا کر دیا جائے تو کسی کو یہ خیال بھی نہ ہو سکے گا کہ یہ سب ایک ہی کتّے سے پیدا ہوئے ہوں گے۔

جن حیوانات کو رات میں باہر نکلنا پڑتا ہے ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے بھڑکیلا نہیں ہوتا۔ چوہے، اُلو، چمگادڑ

اس کی بین مثال ہیں۔ اسی طرح جن جان داروں کو ہرے بھرے اور سرسبز مقامات میں رہنا پڑتا ہے ان کا رنگ بالعموم سبز ہوتا ہے۔ خشک گھاس میں رہنے والے جان داروں کا رنگ ان کے آس پاس کی فضا کے مطابق ہوتا ہے

بیشتر یہ تبدیلیاں ہمارے مختلف اعضاء کے زیادہ یا کم استعمال کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ خود ہمارے درمیان کسی کے بازو زیادہ مضبوط ہوتے ہیں. کسی کی پیدل چلنے کی طاقت بڑھی چڑھی ہوتی ہے. کسی کا دماغ اچھا ہوتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے. جس شخص نے اپنے جس عضو سے زیادہ کام لیا وہی مضبوط اور ترقی پذیر ہوتا گیا۔ لوہار کے بازو اور فلسفیوں کا دماغ اسی لیے زیادہ مضبوط اور توانا ہوتے ہیں۔

بعض ایسے عضو بھی ہیں جن کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، پھر ان کی ترقی و قیام کی کیا خاص وجہ ہو سکتی ہے؟ مور کے پنکھ کے خوش نما رنگ اور ہرن کے ٹیڑھے میڑھے خوبصورت سینگ اب تک کیوں ضائع نہیں ہوگئے ؟ کیونکہ ان سے تو کچھ کام نہیں لیا جاتا ہے۔ اگر غائر نظر سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ ان کی خوشنمائی اور خوبصورتی مادہ کو لبھانے میں ممد ہوتی ہے۔

آج تک جتنے جان دار پائے جاتے ہیں، نظریہ ارتقاء کے مطابق، ابتدائے آفرینش میں وہ الگ الگ پیدا نہیں ہوئے تھے۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کو لو۔ ان میں ہاتھی، گھوڑا، مچھلی، پرند، انسان، بندر وغیرہ صدہا اقسام ہیں اور پھر ہر قسم کی کئی اقسام ہیں۔ مثال کے طور پر ایک عام ٹٹو سے لے کر اعلیٰ درجہ کے عربی گھوڑے تک کتنا فرق ہے۔ ارتقائیوں کا قول ہے کہ یہ جنس ابتداءً ایک ہی جنس سے پیدا ہوئی ہیں۔ دیگر الفاظ میں اس کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ریڑھ والے تمام جان داروں کی پیدائش شروع میں ایک ہی نوع سے ہوئی ہے. ان کی ساخت بدن کی یکسانیت اور ان کی پرانی عادات و خصائل ان کی بتدریج ترقی کا ثبوت ہیں۔

مسئلہ ارتقاء (۲)

اب تک ہم نے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے کہ ارتقاء کیا ہے۔ لیکن اب ہم آپ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو کہنے میں کچھ بے ڈھنگی سی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ نظریہ ارتقاء کے مطابق انسان بندر کی اولاد ہے۔ سچ مچ یہ کیسی بے معنی بات ہے۔ وہ انسان جو مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ، مہذب، ہر قسم کے عیش و آرام پر قادر، اپنی دماغی قوت سے زمین و آسمان کے قلابے ملا دینے والا اور ایک بالکل بے عقل اور وحشی جانور بندر کی اولاد، لیکن سچ پوچھو تو بات پتے کی ہے۔

کائنات میں ہمیں ایک طرح کی ترقی یا اصلاح نظر آتی ہے۔ اس کے متعلق گزشتہ باب میں کافی بحث ہو چکی ہے پھر اس بات کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان جان دار ہے۔ لہذا جب گھوڑا، زیبرا، گدھا وغیرہ مختلف جان دار

ایک ہی نوع سے پیدا ہوئے ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ انسان بھی کسی اپنے ایسے جان دار سے پیدا ہوا ہو اور پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے موجودہ درجہ کو پہنچا ہو۔ اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لیے مندرجہ ذیل مثالیں کافی ہوں گی۔

انسان کے جسم کی بتدریج ترقی کے باب میں متعدد علمائے سائنس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمارا مورثِ اعلیٰ ضرور کوئی بندر کے ایسا جان دار ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہکسلے نے ۱۸۶۳ء میں "کائنات میں انسان کا درجہ" نامی کتاب شائع کر کے اس پر روشنی ڈالی تھی۔ اس کے سات آٹھ برس کے بعد ڈاروِن نے "انسان کا زوال" نامی کتاب شائع کی۔ قدیم ہندستان کے علما نے بھی بندر کے لیے لفظ "وانر" نہایت مناسب استعمال کیا تھا مطلب یہ کہ بندر اور انسان کی مشابہت کوئی جدید انکشاف نہیں ہے۔

لوگ عام طور پر جن بندروں کو دیکھتے ہیں انھیں کو ارتقا کا مورثِ اعلیٰ تصور کرتے ہیں۔ لیکن بات در اصل کچھ اور ہی ہے۔

بندروں کو چار درجوں پر منقسم کیا جاتا ہے۔ گبن، آرنگ اُتانگ چمپانزی اور گوریلا ان کے نام ہیں۔ یہ چاروں ایک حد تک انسان سے ملتے جلتے ہیں۔ انسان کی طرح ان کے بھی ۳۲ دانت ہوتے ہیں۔ حالانکہ عام قسم کے بندروں کے ۳۶، ۴۰، ۴۴ دانت ہوتے ہیں۔ دُم ان چاروں میں کسی کی نہیں ہوتی۔ ان کی ناک، کان، ٹھڈی انسان کی ایسی ہوتی ہے۔ عام بندروں کی طرح ان کے گال میں تھیلی نہیں ہوتی۔ ان کے ہاتھ مقابلۃً کچھ بڑے ہوتے ہیں حتیٰ کہ چلتے وقت زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں میں پانچ پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ البتہ ان کے انگوٹھے اتنے موٹے نہیں ہوتے جتنے موٹے انسان کے ہوتے ہیں۔ اپنے پاؤں کے انگوٹھوں کو بہ حسبِ خواہش ہلا ڈُلا سکتے ہیں۔

ان چاروں میں گبن سب سے چھوٹا اور نازک ہوتا ہے۔ یہ جزائر جاوا، بورنیو اور ملاکا، سیام، اراکان وغیرہ ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس کا قد زیادہ سے زیادہ ۳ فیٹ ہوتا ہے۔ تمام دن یہ درختوں ہی پر رہتا ہے شام کے وقت ان کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں زمین پر اترتی ہیں۔ انسان کی ذرا سی آہٹ پاتے ہی یہ بھاگ جاتے ہیں ان کی آواز بہت تیز ہوتی ہے اور بہت دور تک سُنائی دیتی ہے۔ ان کے چلّانے کی آواز بہت کچھ "کو ایک کو ایک ہاہا" کی ایسی ہوتی ہے۔

سطحِ زمین پر یہ انسان کی طرح دونوں پاؤں سے چلتے ہیں۔ چلنے میں جسم ایک طرف کو جھکا ہوتا ہے۔ ہاتھ لمبے ہونے کی وجہ سے زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ان کی چال کچھ عجیب سی ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ چلنے میں یہ ادھر اُدھر جھوکا کھاتے ہیں اور ویسے ان کا چلنا بھی بھاگنے کے برابر ہوتا ہے۔ درختوں پر یہ ۲۰ فیٹ لمبی چھلانگ مار سکتے ہیں لیکن زمین پر زیادہ تیزی سے نہیں بھاگ سکتے۔ شکاری انھیں میدان میں نکال کر ہی ان کا پیچھا کرتے ہیں۔

طبیعت کے لحاظ سے گبن بہت غریب ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کو ستایا جائے تو انسان کو چبا ڈالتا ہے۔

درختوں کی کونپلیں، پھل، پھول اور کیڑے اس کی غذا ہیں۔ پانی پیتے وقت ہاتھوں کو پانی میں ڈبوکر پانی کو زبان یا ہونٹوں سے چاٹتا ہے اس کو پالتو بنانے میں زیادہ دقت نہیں اٹھانی پڑتی۔ بچوں کی طرح یہ بھی ہر وقت کچھ نہ کچھ شرارت کرتے رہتے ہیں۔ یہ بہت سمجھ دار ہوتے ہیں۔ ذیل کے واقعہ سے اس کی تائید ہوگی۔

کسی انگریز نے ایک گبن پالا تھا۔ چیزوں کو ادھر اُدھر کر دینے کی اس کو بہت بُری عادت پڑ گئی تھی کاغذوں اور کتابوں کے تو وہ پرخچے اڑا دیتا تھا غسل خانے سے صابُن لے اڑتا تھا۔ اس کے لیے دو ایک بار اس کو سزا بھی دی گئی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ انگریز کمرے میں بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا تھا۔ گبن کُھلا ہوا تھا اور وہیں موجود تھا۔ اپنے آقا کو اس نے لکھنے میں مصروف دیکھا تو صابن اڑا لے جانے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے آقا کی طرف دیکھا کہ وہ دیکھ تو نہیں رہا ہے اور چُپ چُپاتے صابن لے کر باہر جانے لگا۔ اس کے آقا نے اسے دیکھ لیا اور زور سے کچھ کہا گبن نے سمجھا کہ اس کی چوری پکڑی گئی۔ صابن کو اس نے وہیں رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا اور ایک قصوروار کی طرح چپ چاپ دور جا بیٹھا۔

آرنگ اُتانگ زیادہ سے زیادہ چار فیٹ اونچا ہوتا ہے جسم کچھ موٹا ہوتا ہے۔ یہ صرف سماترا اور بورنیو میں ہوتا ہے۔ زیادہ تر میدان کی جھاڑیوں میں رہتا ہے۔ کسی قدر سُست ہوتا ہے۔ رات کو سوتے وقت درختوں کی پتّیاں بچھا کر سوتا ہے کبھی کبھی گھاس ہی پر پڑ رہتا ہے اور انسان کی طرح ایک ہاتھ کا تکیہ بنا لیتا ہے۔ ان کا اوڑھنا بھی پتّوں ہی کا ہوتا ہے۔ آفتاب غروب ہوتے ہی یہ سو جاتے ہیں اور طلوع آفتاب سے قبل کبھی نہیں اٹھتے۔

درختوں پر انسان کی طرح آہستہ آہستہ چڑھتے ہیں۔ گبن کی ایسی چھلانگیں مارنا انھیں نہیں آتا اور نہ زمین ہی پر سیدھے دوڑ سکتے ہیں۔ ان کا جسم مضبوط ہوتا ہے۔ شکاریوں سے اپنے بچاؤ کی زیادہ کوشش نہیں کرتا۔ درختوں کے پتے پھول اور پھل اس کی غذا ہیں۔ شکاری ان کو نیچے اتارنے کے لیے بالعموم مرچوں کی دُھونی دیتے ہیں اس سے یہ گھبرا کر خود بخود نیچے اُتر آتے ہیں۔

پروفیسر ڈیول کے سرکس کے ایک آدمی نے آرنگ اتانگ نامی چھوٹی سی کتاب میں شروع سے آخر تک ایک پالتو آرنگ اُتانگ کی کہانی لکھی ہے۔ اس کا نام اینی تھا۔ اینی کی قوتِ حافظہ اور نقل اتارنے کی مشق حیرت انگیز تھی۔ ہر کام کو بڑی توجہ سے دیکھنا اور پھر اسی سلسلے کے ساتھ خود بھی اس کو کرنا، یہ اس کا معمول تھا۔ ایک دن اس نے اپنے آقا کو ہاتھ مُنہ دھوتے دیکھا۔ اس کے بعد اس نے بھی ٹھیک اسی طرح شروع سے اخیر تک سب کام کیے۔ بُرش سے دانت صاف کیے، صابن لگایا، پانی ختم ہو جانے پر ملازم کو برتن دے کر اور پانی لانے کا اشارہ کیا۔ ان باتوں سے آرنگ اتانگ کی سمجھ داری کا بہترین ثبوت ملتا ہے۔

چمپانزی اور گوریلا صرف افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا قد پانچ فیٹ تک ہوتا ہے۔ چمپانزی بیٹھا ہوتا ہے تو بالکل انسان معلوم ہوتا ہے گبن کی طرح شریر ہوتا ہے۔ ان کے گروہ میں سے اگر کوئی بندوق کا شکار ہو جائے

تو یہ شکاری پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پھر شکاری کے لیے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہوتا کہ اپنی بندوق ان کے حوالہ کر کے وہاں سے ٹل جائے۔ بندوق ہاتھ میں آتے ہی یہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں اور شکاری کا پیچھا کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

گوریلا سات آٹھ فیٹ تک اونچا ہوتا ہے۔ یہ بہت زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ ان میں نر کے مقابلہ میں مادہ کا شمار زیادہ ہوتا ہے۔ اور بندروں کے مقابلہ میں یہ زیادہ ظالم ہوتا ہے۔ انسان سے مڈبھیڑ ہو جائے تو یہ بھاگتا نہیں بلکہ اسی پر حملہ کر دیتا ہے۔ اکیلا دکیلا آدمی ان سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ بندوق کی نالی کو دانتوں سے چبا ڈالتا ہے۔ اس کو زندہ پکڑنا بہت مشکل ہے۔

مذکورہ بالا چاروں بندروں کا تذکرہ پڑھ کر کیا آپ کے دل میں یہ خیال نہیں اٹھتا کہ انسان بھی انھیں بندروں کی اصلاح شدہ صورت ہے۔ ہمیں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے ہمیں تین طریقوں سے کام لینا چاہیے۔ سب سے پہلے ہمیں انسان اور اُن بندروں کی جسمانی ساخت کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ دوسرے ان کے رحم میں جو مطابقت پائی جاتی ہے اس پر غور کرنا چاہیے۔ تیسرا اور زبردست ثبوت اُن پنجروں پر غور کرنے سے حاصل ہوگا جو بندر سے انسان بننے تک مختلف زمینوں کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کی اندرونی جسمانی ساخت میں بہت کچھ مطابقت پائی جاتی ہے۔ عام بندروں اور انسان میں خارجی مطابقت بھی نمایاں ہے۔ ان میں بھی گوریلا، چمپانزی وغیرہ انسان نما بندروں میں تو بظاہر کوئی فرق پایا ہی نہیں جاتا۔ دونوں کے پنجر چند معمولی مستثنیات کے علاوہ بالکل یکساں ہوتے ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کے منکوں کی تعداد، دانت، ہاتھ، پاؤں کی ہڈیاں، جوڑوں، کمر، کولھوں، کندھوں وغیرہ کی ہڈیوں کی تعداد دونوں میں یکساں ہے۔ جگر میں چار تھیلیاں ٹھیک انسانوں کی طرح ہوتی ہیں۔ رگ، پٹھے دماغ، دورانِ خون کی نالیاں بھی ہر بات میں ملتی جلتی ہیں جس طرح انسان کے دماغ کے تین حصے ہیں ٹھیک ویسے ہی بندر کے بھی ہیں۔ جس طرح انسان کے پیٹ میں ناف سے تین اُنگل نیچے داہنے ہاتھ کی طرف آنت کا ایک چھوٹا سا حصہ نکلا رہتا ہے ٹھیک ویسا ہی ان بندروں میں بھی ہوتا ہے۔ ہکسلے نے ثابت کیا ہے کہ انسان نما بندر جتنی مطابقت انسان سے رکھتے ہیں اُتنی مطابقت عام بندروں سے نہیں رکھتے۔ لہٰذا اس بات کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ انسان اور انسان نما بندروں کے مورثِ اعلیٰ ایک ہی تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس دعوے کو صحیح تسلیم نہ کر لیا جائے۔

بہتوں کو اس دعوے کو تسلیم کرنے میں چند وجوہ مانع ہیں جن کو بلا وجہ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو سیدھا چلنا کیسے آ گیا۔ پھر انسان کا دماغ کس قدر کام کرتا ہے کہ اس کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ اس لیے بہت سے لوگ نظریۂ ارتقا کو صحیح ماننے کے لیے تیار نہیں۔ لیکن اگر ہم غور سے کام لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے سیدھا چلنے کی عادت کچھ قدیم سے نہیں ہے، کیونکہ عارضۂ فتق اسی حالت میں لاحق ہوتا ہے جب غذا کی نالیوں اور

اور اس کے مختلف حصوں کے دباؤ کو طے کے پٹھے برداشت نہیں کر سکتے۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ ہم سیدھے چلتے ہیں لیکن ابھی تک ہمارے پٹھے اس بوجھ کو برداشت کرنے کے قابل نہیں ہو سکے۔ تم نے علم الصحت اور علم الابدان کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ انسان کے شکم کے پٹھے آنتوں کا بوجھ برداشت کرنے کے اتنے ہی قابل ہوتے ہیں جتنے چوپایوں میں ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے سیدھے چلنے کی عادت بہت پرانی نہیں ہے۔

رہا دماغ کا فرق! یہ دماغ کی ساخت میں نہیں ہوتا بلکہ وزن اور جسامت میں ہوتا ہے۔ دونوں کا دماغ ایک ہی کام کرتا ہے۔ جس طرح انسان کے دماغ میں مختلف طبقے اور مراکز ہیں وہی ان بندروں کے بھی ہوتے ہیں۔ وزن اور جسامت کا فرق کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ ایسی مثالیں مل چکی ہیں جن میں انسان کا دماغ بہت چھوٹا اور ہلکا تھا۔ تمام انسانوں کی قوتِ متخیلہ یکساں نہیں ہوتی۔ ایک جماعت کے طلبا مختلف قسم کے دماغ کے مالک ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی لڑکا سب میں اوّل ہوتا ہے اور کوئی آخری۔ یہ فرق کیوں؟ اس سے ظاہر ہے کہ دماغ کی کوئی نہ کوئی حالت ایسی ضروری ہوگی جب یہ بہت چھوٹا ہوگا اور اب چونکہ اس سے کام لیا جانے لگا ہے لہٰذا یہ بڑا اور مضبوط ہوگیا ہے۔ لہٰذا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ بندر کی دماغ کی ترقی یافتہ صورت انسانی دماغ ہے نامناسب نہ ہوگا۔

دورانِ حمل کی کیفیات پر اگر غور کیا جائے تو دونوں میں بہت کچھ یکسانیت نظر آئے گی۔ ہر جان دار کی ابتدا حمل میں ایک چھوٹی سی تھیلی سے ہوتی ہے۔ اس تھیلی کی لمبائی $\frac{1}{12}$ انچ کے قریب ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ تھیلی بڑی ہونے لگتی ہے اور بڑھتے بڑھتے ایک لوتھڑا سی ہوجاتی ہے۔ اس لوتھڑے کے وسط میں ایک خلا پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور یہیں حمل کی نشو و نما ہوتی ہے۔ شروع میں حمل کی جسامت قریب قریب $\frac{1}{5}$ انچ ہوتی ہے۔ ایک ہی ہفتہ میں اس کی جسامت دُگنی ہوجاتی ہے۔ اور پھر ہڈیاں، گوشت، خون وغیرہ بننا شروع ہو کر چوتھے مہینے حمل ظاہر ہوتا ہے۔

انسان کی دُم کے متعلق دورانِ حمل کی حالت سے ثبوت ملنا نہایت حیرت انگیز ہے۔ انسان اور گبن وغیرہ بندروں میں اگر موجودہ زمانے میں دُم نہیں ہوتی تو نہ سہی، لیکن حمل کی حالت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی زمانے میں ان کے دُم ضرور رہی ہوگی۔ انسان کا حمل جب ایک مہینے کا ہوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں کے جوڑ کے وسط میں دُم ہوتی ہے جو مڑی رہتی ہے۔ دم کی لمبائی اُس وقت کے پیروں سے تقریباً دگنی ہوتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا ہے کہ کبھی نہ کبھی دونوں کے دم ضرور رہی ہوگی۔ ریڑھ کی ہڈی کا آخری منکا کسی قدر باہر کو نکلا ہوتا ہے اور عام طور پر اس کو دُمچی کہتے ہیں۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ یہی منکا ہماری قدیم زمانے کی دُم کا بقیہ ہے۔ انسان کے لیے دم کا چونکہ اب کوئی مصرف باقی نہ تھا لہٰذا رفتہ رفتہ وہ بالکل معدوم ہوگئی۔

دُم کے مانند انسان کے کانوں کے باب میں بھی یہی کیفیت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جانور اپنے کان ہلا ڈلا سکتے ہیں

لیکن انسان کے کان نہیں ہلتے۔ بات یہ ہے کہ کانوں سے مکھی وغیرہ اڑانے کا کام لیا جاتا تھا۔ جب اس کام کو انسان کے ہاتھوں نے سرانجام دینا شروع کر دیا تو چونکہ کانوں سے پھر کچھ کام نہ لیا گیا لہٰذا یہ بے کار ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم اپنے کانوں کو ہلا ڈلا نہیں سکتے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ کانوں میں اب بھی وہ چیزیں موجود ہیں جن سے انھیں حرکت دی جاتی تھی۔ آج بھی بہتیرے انسان ایسے ملتے ہیں جو نہایت عمدگی سے اپنے کانوں کو حرکت دے سکتے ہیں۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں خصوصًا دودھ پلانے والوں کا حمل ایک ماہ تک بالکل نہیں شناخت کیا جاسکتا۔ لیکن جیسے جیسے مدّت بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے ان کے حمل ایک دوسرے سے متفرق ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً دوسرے ماہ میں انسان کا حمل دُم دار بندروں اور کتّوں کے حمل سے پہچانا جاسکتا ہے۔ لیکن گبّن وغیرہ انسان نما بندروں اور انسان کا حمل بالکل یکساں رہتا ہے۔ بچہ پیدا ہونے پر یہ انسان نما بندر بھی نال کاٹ ڈالتے ہیں مگر اپنی ناسمجھی کے باعث اس کو باندھنا نہیں جانتے جس کی وجہ سے ماں کا بہت زیادہ خون خارج ہوجاتا ہے اور وہ نڈھال ہوجاتی ہے۔

جرمنی کے مشہور فلسفی ہیکیل نے "انسان کی ترقی" کے نام سے دو بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ اس نے یہ ثابت کیا ہے کہ ترقی یافتہ بندر کا نام انسان ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جس طرح ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کی دَورانِ حمل میں یکساں حالت ہوتی ہے اُسی طرح تمام جان داروں کا مورثِ اعلیٰ بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ جس طرح حمل ایک چھوٹے سے مدوّر لوتھڑے سے بتدریج بڑھتا یا ترقی کرتا ہے اُسی طرح تمام جان داروں کو ایک چھوٹے سے خلاء دار جان دار امیبا سے پیدا ہونا چاہیے۔ لیکن ابھی تک اس باب میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

امیبا سے انسان وغیرہ بہت سے بڑے بڑے جان دار کیوں کر بن گئے مندرجہ ذیل مثال سے یہ بات صاف ہوجائے گی۔ مینڈک کے متعلق تم نے پڑھا ہوگا کہ پہلے پہل بہت چھوٹے چھوٹے انڈے جھلّی میں لپٹے ہوئے پانی پر تیرتے رہتے ہیں۔ پھر جھلّی کے الگ الگ ٹکڑے ہوجاتے ہیں اور ہر ایک انڈا آزاد۔ اس دوران میں ہر ایک انڈے میں ایک دُم نکل آتی ہے۔ ایک بڑے سے سر میں ایک لمبی دُم کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ رفتہ رفتہ دُم کم ہوتی جاتی ہے اور پچھلے دو پیر نکل آتے ہیں۔ بعد ازاں کچھ دنوں کے بعد اگلے پیر نکلنے لگتے ہیں اور دُم قریب قریب بالکل جاتی رہتی ہے۔ اس زمانے میں اس کے پھیپھڑوں میں مچھلی کی طرح پانی میں سے ہوا کھینچنے کی طاقت ہوتی ہے۔ کچھ دنوں بعد وہ مینڈک بن جاتا ہے اور ناک کے ذریعہ سانس لینے لگتا ہے۔ اگر ہم ایک مینڈک کو زیادہ دیر تک پانی میں ڈبوئے رکھیں تو وہ مرجائے گا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اب اس کے پھیپھڑے دیگر پھیپھڑوں کے مطابق ہیں مینڈک کی اس ترقی سے زندگی کی ترقی پر خاص روشنی پڑتی ہے۔ اسی طرح انسان وغیرہ ہر ایک جان دار لاکھوں برس سے

جن مختلف کیفیات و حالات سے گزر چکا ہے۔ زمانۂ حال کی تھوڑی سی عمر ہی میں ان سب حالات سے گزرتا ہے۔

تیسرا درجہ جس کے ذریعہ نظریۂ ارتقاء کے صحیح ہونے کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے، وہ ہے قدیم زمانہ کی تہذیب کی کہانی۔ یعنی قدیم اقوام کی تہذیبوں کے آثار ڈھونڈتے ڈھونڈتے جو پرانے پنجر دستیاب ہوں ان سے حالات کا افتراق معلوم کرنا اس ذریعہ سے بھی نظریۂ ارتقاء کو بہت تقویت ملی ہے۔

نظریۂ ارتقاء کے متعلق لوگوں میں بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ترقی کا بھوت ہر وقت ہمارے پیچھے لگا رہتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انسان کے پیدا ہوتے ہی اس کی ترقی کا دور شروع ہو جانا چاہیے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ہم روز بروز ہر چیز میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور دیکھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ترقی کا دار و مدار ہے حالات کی تبدیلی پر۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حالات تو جوں کے توں رہیں اور ترقی ہوتی رہے۔ اگر انسان ہی کی مثال لی جائے تو چار پانچ ہزار برس قبل کے پنجروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دوران میں انسان کی ساختِ بدن میں کوئی قابلِ ذکر تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ظاہر ہے۔ انسان نے اپنے آپ کو معاشرتی و سیاسی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے لہٰذا قدرت کے تمام قوانین انسانوں کی اس قیدیوں ایسی حالت پر عائد نہیں ہوتے اور اسی لیے زندگی کی کشمکش کا اصل اصول انسان کی ذات پر چسپاں نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے نیز اسی قسم کی دیگر وجوہ کے باعث انسان کی ترقی کم از کم اس کی جسمانی ساخت کے نقطۂ نظر سے نہیں ہوئی۔

اس نظریہ کے باب میں دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ارتقاء سے مقابلۃً ہر شخص ترقی یافتہ حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ ارتقاء میں تنزّل کا بھی اُتنا ہی امکان ہے جتنا ترقی کا۔ ارتقاء کا مفہوم ہے تبدیل شدہ حالت میں قیام کر سکنے کی اہلیّت۔ پھر وہ حالت خواہ اس کو نیچے لے جائے خواہ اوپر۔ اگر حالات اس طرح تبدیل ہوں کہ اس جان دار کا اوپر کی طرف اٹھنا مفید ہوگا تو وہ ضرور اس کا ارتقاء ہوگا۔ لیکن اگر اس کے تنزّل میں فائدہ ہے تو وہ ضرور ترقی معکوس کرے گا۔ بلندی اور پستی کا معیار ہمارے تخیّل نے مقرر کر رکھا ہے ورنہ ان کی اصلیت کچھ بھی نہیں۔"

(نظریۂ ارتقاء والوں کی عبارات کے حوالے ختم ہوئے)

یہ ہے نظریۂ ارتقاء والوں کی تقریر جو انھوں نے انسان اشرف المخلوقات کو کیڑوں اور بندروں کی نسل سے جوڑنے اور ان کی اولاد بنا دینے کی تشریح کے لیے پیش کی ہے۔ یہ نظریہ اصول اسلام کے خلاف ہے۔ بعض اعضاء اور بعض ہڈیوں کی مشابہت سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان بندر کی اولاد میں سے ہو۔ اللہ تعالےٰ نے قرآنِ مجید میں اور نبی علیہ السلام نے احادیث میں تخلیقِ نوعِ انسان کی تفصیل اور دیگر کوائف ذکر فرمائے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ طریقۂ ارتقاء کے برخلاف انسان کو دفعۃً مٹی سے تخلیق کر کے اسے یہ حسین صورت اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

٢٧۔ **النَّمْلَة**۔ یہ واحد نمل ہے۔ جمع نمال ہے۔ مثلاً ما بعوضۃً فما فوقھا کے تحت نملۃ مذکور ہے۔ یقال

طعام مَنمول اذا اصابه النمل۔ نمل کی کنیت ابومشغول ہے اور مادہ کی کنیت اُمّ نوبہ وام مازن ہے۔ نمل انسان کی طرح طلبِ رزق کے لیے بڑے حیلے اختیار کرتی ہے اور خوراک کا ذخیرہ رکھتی ہے اور جن دانوں کے بارے میں انھیں اُگنے کا خطرہ ہو تو وہ انھیں دو حصے کر لیتی ہیں۔ کیونکہ تنصیف کے بعد وہ اُگتے نہیں ہیں۔ اور جب تعفّن کا خطرہ ہو جائے تو وہ ان دانوں کو باہر نکال کر پھیلا دیتی ہیں۔ اور یہ کام وہ اکثر رات کو چاند کی روشنی میں کرتی ہیں۔

سفیان بن عُیینہ کا قول ہے کہ اپنی خوراک کا ذخیرہ صرف چار قسم کے حیوانات کرتے ہیں ۱۔ انسان ۲۔ عقعق ۳۔ چیونٹی اور ۴۔ چوہا۔ چیونٹی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے بدن سے کئی گنا زیادہ وزنی چیز اٹھاتی ہے۔ شہد کی مکھیوں کی طرح چیونٹیاں بھی زمین کے اندر منظم طریقے سے اپنے بِل بناتی ہیں جن میں باقاعدہ کئی منزلیں اور دہلیز و مختلف طبقات ہونے کے علاوہ خوراک کے ذخیرہ کا الگ مقام ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں نملۂ سلیمانؑ کا ذکر موجود ہے۔ حکایت ہے کہ قتادہ تابعیؒ مشہور محدث جب کوفہ میں تشریف لائے اور بہت سے علماء ان کے پاس جمع ہوئے تو قتادہؒ نے فرمایا سلُوا عمّا شئتم۔ ابوحنیفہؒ بھی اس وقت موجود تھے اور وہ بالکل نوعمر تھے۔ تو ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قتادہ سے نملۂ سلیمان علیہ السلام کا سوال کرو کہ وہ مادہ تھی یا نر۔ لوگوں نے سوال کیا تو قتادہ لاجواب ہو گئے۔ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ وہ مادہ تھی۔ قرینہ یہ ہے کہ اس کا فعل مؤنث ہے۔ اگر وہ مادہ نہ ہوتی تو فعل مذکر ہوتا اور قالت کے بجائے قال ہوتا۔ فقال ابوحنیفۃ کانت انثیٰ۔ فقیل لہ کیف عرفت ذلك۔ فقال من قولہ تعالیٰ "قالت" ولو کانت ذکرًا لقال قال نملۃ۔ لانّ النملۃ مثل الحمامۃ والشاۃ فی وقوعھا علی الذکر و الانثیٰ۔ انتھیٰ کذا فی کتب التاریخ۔

دارقطنی میں ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ہے ان النبی علیہ السلام قال لا تقتلوا النملۃ فانّ سلیمان علیہ السلام خرج ذات یوم یستسقی فاذا ھو بنملۃ مستلقیۃ علی قفاھا رافعۃ قوائمھا تقول اللھم انّا خلق من خلقك لا غنی لنا عن فضلك اللھم لا تؤاخذنا بذنوب عبادك الخاطئین واسقنا مطرًا تنبت لنا بہ شجرًا وتطعمنا بہ ثمرًا فقال سلیمان علیہ السلام لقولہ ارجعوا فقد کُفیتم وسُقیتم بغیرکم۔

۲۸۔ **النّاقۃ**۔ اونٹنی۔ لفظ ناقۃ دراصل نَوَقۃ بروزن فعلۃ تھا۔ پھر واو الف ہو کر ناقۃ ہوا۔ اس کی جمع نوق ہے یہ جمع کثرت ہے اور جمع قلت اَدْنُق ہے۔ اونق دراصل انوق تھا۔ ثقلِ ضمہ واو کی وجہ سے قلبِ مکانی کرنے کے بعد اَدْنُق ہوا پھر ثقلِ واو کی وجہ سے اینق بنایا گیا نیاق بھی اس کی جمع ہے۔ ناقہ کی کنیت امّ بو وامّ حائل وامّ حوار وام السقب وام مسعود ہے۔ امثالِ عرب میں کئی امثال ناقہ سے متعلق ہیں۔ وہ کہتے ہیں لا ناقتی فیھا ولا جملی۔ یضرب عند التبرّی من الظلم والاساءۃ وقالوا استنوق الجملُ ای صار ناقۃً یضرب المثل لرجل یکون فی حدیث اوامر ثم یخلط بغیرہ۔

ناقہ احادیث میں متکرر الذکر ہے۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال جاء رجل بناقۃ مخطومۃ

نفقال هذہ فی سبیل اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لك بها یوم القیامۃ سبعمائۃ ناقۃ مخطومۃ اخرجہ مسلم۔
ناقۂ صالح علیہ السلام قرآن مجید میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ هذہ ناقۃ اللہ۔ اضافتِ ناقہ الی اللہ للتشریف و التکریم ہے۔ یہ ناقہ صالح علیہ السلام کا معجزہ تھی جو ان کی دعا کی برکت سے قوم کے مطالبہ پر بالفور ایک بڑی چٹان سے نکلی تھی اور حاملہ تھی۔ پھر ایک بڑے بدبخت شخص نے اسے قتل کر دیا۔ اس شقی قاتل کا نام قُدار بن سالف تھا۔ کتاب مہذب میں اس کا نام عیزار بن سالف لکھا ہے۔ قتلِ ناقہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر عذاب نازل فرمایا۔

روی الطبرانی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اشقی الناس ثلاثۃ عاقر ناقۃ ثمود وابنُ آدم الاوّلُ الذی قتل اخاہ ماسُفِكَ علی وجہِ الارض دمٌ الالحقَ منہ اثمٌ لانہ اوّلُ من سنَّ القتلَ وقاتِلُ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ وعن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما نزل الحجر فی غزوۃ تبوك امرهم ان لایشربوا من بئرِها ولایستقوا منها فقالوا قد عجنّا منها واستقینا فامرهم علیہ السلام ان یطرحوا ذلك العجین ویُهریقوا ذلك الماءَ وامرهم ان یستقوا من البئر التی کانت تردها الناقۃ۔

۲۹۔ **النَّسْر**۔ گدھ۔ عُقاب۔ فما ربحت تجارتهم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ نسر کی جمع ہے اَنسُر و نُسور۔ اور کنیت ابو مالک و ابو المنهال و ابو یحییٰ و ابو الابرد ہے۔ مادہ کو ام قشعم کہتے ہیں۔ نسر پرندوں میں ممتاز اوصاف کا حامل پرندہ ہے اس کے چند احوال یہ ہیں:۔

اوّلاً، کہتے ہیں کہ یہ تمام پرندوں میں طویل العمر ہے اور ہزار سال تک اس کی عمر ہوتی ہے۔ عرب کا محاورہ اور مثل ہے وہ کہتے ہیں فلان اعمر من نسر۔

ثانیاً، کہتے ہیں کہ اس کی نظر بڑی تیز ہے اور وہ چار سو فرسخ کی مسافت سے مردہ جانور کو دیکھ لیتا ہے اسی طرح اس کی قوتِ حاسہ بھی نہایت تیز ہے۔ لکن قالوا اذا اشمّ الطیبَ مات لوقتہ۔

ثالثاً، هو اشدّ الطیر طیرانا واقواها جناحًا۔

رابعًا، وہ بڑا حریص پرندہ ہے اور اپنی طاقتِ برداشت سے بہت زیادہ کھاتا ہے اور کبھی مردہ جانور کا گوشت اتنا کھا جاتا ہے کہ پھر وہ اڑ نہیں سکتا اور ایک کمزور آدمی بھی اسے ہاتھ سے پکڑ سکتا ہے۔

خامسًا۔ وہ اپنے رفیق کی محبت میں غلو کی حد تک پہنچا ہوا ہوتا ہے حتیٰ کہ اپنے الیف و رفیق کی جدائی کے بعد غم والم سے مرجاتا ہے۔

سادسًا، لیس فی سِباع الطیر اکبر جثّۃً منہ ویقال للنسر ابو الطیر ایضًا قال الشاعر ؎

فلا و ابی الطیرِ المربّۃ فی الضحیٰ   علی خالدٍ لقد وقعت علی لحم

سابعًا، نسر سیّد الطیر ہے۔ امام یافعیؒ اپنی کتاب نفحات الازہار و لمحات الانوار میں لکھتے ہیں عن علیّ بن

ابی طالب ؓ قال سمعت حبیبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ہبط علی جبرائیل فقال یا محمد ان لکل شئ سیّدًا وسیّد البشر اٰدم وسیّد ولد اٰدم انت وسیّد الروم صہیب ؓ وسیّد فارس سلمان ؓ وسیّد الحبش بلال ؓ وسیّد الشجر السدر وسیّد الطیر النسر وسیّد الشہور رمضان وسیّد الایّام یوم الجمعۃ وسیّد الکلام العربیۃ وسیّد العربیّۃ القراٰن وسیّد القراٰن سورۃ البقرۃ۔ ھذا واللہ اعلم بحال سند ھذا الحدیث۔

۳۰۔ **النعامۃ**۔ شترمرغ۔ صُمٌّ بُکمٌ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ نعامۃ کا اطلاق ذکر وانثی دونوں پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع نعام اور کنیت ام البیض وام ثلاثین ہے۔ ظلیم صرف نر شترمرغ کو کہتے ہیں اور صرف مادہ کو قلوص کہتے ہیں۔ حکایاتِ عرب میں ہے ان النعامۃ ذھبت تطلب قرنین فقطعوا اُذنیھا فلذلک سمیت بالظلیم کانھم ظلموھا حیث قطعوا اذنیھا۔ نعام کو شترمرغ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اگرچہ پرندہ ہے لیکن اونٹ سے مشابہ ہے۔ امثالِ عرب میں ہے ان النعام استطیر فاستبعر واستحمل فاستطار۔

کہتے ہیں کہ اس کی قوتِ سامعہ نہیں ہے لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اسے نہایت اعلیٰ درجہ کی قوتِ شامہ عطا فرمائی ہے۔ فھو یدرک بانفہ مایحتاج فیہ الی السمع فربما شمّ رائحۃ الصائد من بُعد۔ اس لیے عرب کہتے ہیں اَشمّ من نعامۃ۔ ابن خالویہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا حیوان لایسمع و لایشرب الماء ابدًا الا النعام ولا مخّ لہ۔ شترمرغ بزدلی میں مشہور ہے۔ شترمرغ کا گوشت کھانا حلال ہے۔ اس کا انڈا بہت بڑا ہوتا ہے۔

کعب احبار ؒ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے زمانۂ ادریس ؑ تک گندم کا دانہ شترمرغ کے انڈے کے برابر ہوتا تھا۔ پھر جب لوگوں نے گناہ اور کفر کا راستہ اختیار کیا تو وہ دانے چھوٹے ہوکر مرغی کے انڈے کے برابر ہوئے پھر کبوتر کے انڈے کے برابر ہوئے پھر گولی کے برابر ہوئے۔ بہرحال لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے زمین کی برکات میں کمی آئی۔ کعب کے الفاظ یہ ہیں عن کعب الاحبار قال لما اھبط اللہ اٰدم علیہ الصلاۃ والسلام جاءہ میکائیل بشئ من حبّ الحنطۃ وقال ھذا رزقک ورزق اولادک من بعدک قم فاحرث الارض وابذر الحبّ قال ولم یزل الحبُ من عھد اٰدم علیہ السلام الی زمن ادریس علیہ السلام کبیضۃ النعامۃ فلما کفر الناسُ نقص الی بیضۃ الدجاجۃ ثم الی بیضۃ الحمامۃ ثم الی قدر البندقۃ وکان فی زمن العزیز علی قدر الحمصۃ۔

۳۱۔ **الھرّۃ**۔ بلی۔ بلی کو عربی میں سنّور بھی کہتے ہیں۔ بلی نہایت عاجزی کرنے والا اور انسان کے ساتھ اُنس ومحبت کرنے والا حیوان ہے۔ اسی اُنس اور گھروں میں اختلاط کی وجہ سے اس کے جھوٹے کو اسلام میں صرف مکروہ کہا ہے۔ حالانکہ اس کے گوشت کی حرمت کے پیشِ نظر وہ حرام ہونا چاہیے۔ اور بعض ائمہ اس کے جھوٹے کو

طاہر کہتے ہیں۔ ابوحنیفہؒ اسے مکروہ کہتے ہیں۔ صحیح حدیث ہے انها من الطوافين عليكم والطوافات۔ صحابہؓ میں مشہور صحابی ابوہریرہؓ کی یہ کنیت نبی علیہ السلام نے رکھی تھی کیونکہ انھوں نے چھوٹی بلی پال رکھی تھی جو عموماً ان کے پاس ہوتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انت ابوھریرۃ۔

ایک مرسل حدیث ہے کہ بلی شیر سے پیدا ہوئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کی صورت شیر سے ملتی جلتی ہے۔ اخرج ابن ابی حاتم باسنادہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما حمل نوح علیہ السلام فی السفینة من کل زوجین اثنین قال له اصحابه وکیف نطمئن او تطمئن مواشینا ومعنا الاسد فسلط الله علیه الحمّٰی فکانت اول حمّٰی نزلت فی الارض فهو لایزال محموماً ثم شکوا الفارة فقالوا الفویسقة تفسد علینا طعامنا وشرابنا ومتاعنا فاوحی الله تعالی الی الاسد فعطس فخرجت الهرۃ منه فتخبات الفارۃ منها۔ ہرہ کا ذکر متعدد احادیث میں ثابت ہے۔ حدیث جابر ہے ان النبی علیه السلام نهی عن ثمن الهر اخرجه ابن ماجة۔ حدیث صحیح ہے بروایت ابوہریرہؓ قال ان الشیطان عرض للنبی صلی الله علیه وسلم فی صلاته قال عبد الرزاق فی صورة هرٍ قال علیه السلام فشدّ علیّ یقطع علیّ صلاتی۔ الحدیث۔ و عن سلمان الفارسیؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم اوصی بالهر وقال ان امرأة عذبت فی هرةٍ ربطتها۔ الحدیث

وفی تاریخ ابن النجار فی ترجمة محمد بن عمر الحنبلی عن انسؓ قال کنت جالسا عند عائشةؓ ابشرها بالبراءة فقالت والله لقد هجرنی القریب والبعید حتی هجرتنی الهرة وما عُرض علیّ طعام ولا شراب فکنت ارقد وانا جائعة فرأیت اللیلة فی منامی فتیً فقال مالکِ حزینة فقلت مما ذکر الناس فقال ادعی بهذه الکلمات یفرج عنك فقلت وما هی فقال قولی دعاء الفرج "یا سابغ النعم ویا دافع النقم ویا فارج الغمم ویا کاشف الظلم ویا اعدل من حکم ویا حسیب من ظلم ویا ولیّ من ظلم ویا اوّل بلا بدایة ویا اٰخر بلا نهایة ویا من له اسمٌ بلا کنیة اجعل لی من امری فرجاً ومخرجاً قالت فانتبهت وانا ریّانة شبعانة وقد انزل الله براءتی وجاءنی الفرج۔ یہ حدیث فائدہ دعا کی وجہ سے ہم نے ذکر کردی لیکن اس کی سند کا حال معلوم نہیں ہے۔ بظاہر یہ صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ صحیح احادیث میں ہے کہ تہمت کا پتہ چل جانے کے بعد حضرت عائشہؓ سو نہ سکیں۔ ہذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

۳۲۔ الضَّبّ۔ بفتح ضاد۔ گوہ۔ آیت یخادعون اللہ والذین اٰمنوا کی شرح میں مذکور ہے۔ یہ بری جانور ہے اور معروف ومشہور ہے۔ اس کی کنیت ابوحسل ہے۔ ضِباب و اَضُبّ اس کی جمع ہیں۔ انثی کو ضَبّۃ کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ یہ پانی نہیں پیتی اور اسے کبھی پیاس نہیں لگتی۔ اس لیے عرب میں محاورہ ہے لا افعله حتی یرد الضبُّ۔

ابن خالویہ لکھتے ہیں الضب لایشرب الماء ویعیش سبع مائة سنة فصاعداً ویقال انه یبول فی کل اربعین یوماً قطرة۔ مچھلی اور گوہ کے اس تضاد کی وجہ سے یہ محاورہ مشہور ہے کہ جو شخص متضاد کام کرے تو کہتے ہیں

جمع بین الضبّ والنون اور کہتے ہیں لا افعل حتی یجتمع الضبُّ والحوت چنانچہ حاتم اصم اس تضاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

وکیف اَخافُ الفقرَ واللہ رازقی ۔۔۔ ورازقُ ھذا الخلقِ فی العُسرِ والیُسرِ

تکفّلَ بالارزاق للخلقِ کلّھم ۔۔۔ وللضبِّ فی البیدا وللحُوت فی البحرِ

حدیث شریف ہے عن انس قال ان الضبّ لیموت فی جحرہ ھزلاً من ظلم بنی آدم۔

ضب اور عقارب میں کہتے ہیں کہ دوستی ہے اس لیے گوہ کے بلوں کے دہانوں کے اندر عموماً بچھو رہتے ہیں تاکہ اگر کوئی شکاری ہاتھ اندر کرے تو وہ اسے ڈنک مارے گویا کہ بچھو محافظِ ضب ہے۔ گوہ پر نسیان کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے وہ عموماً اپنے بل کو بھول جاتی ہے اس لیے عرب کا محاورہ ہے اَضلّ مِن ضبّ واَحیرُ من ضبّ۔ اور عقوق میں وہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے اس لیے محاورہ ہے اعقّ من ضب اور طولِ عمر کی وجہ سے یہ محاورہ مشہور ہے اَحییٰ من ضب کہتے ہیں کہ اس کا سر کاٹنے کے بعد بھی وہ ایک دن تک زندہ رہتی ہے۔

اس کی دُم میں بہت سے عقدے ہیں حکی انّ بعض الحاضرۃ کسا اعرابیًا ثوبًا فقال لہ الاعرابی لاکافئنّك علی فِعلك بما اُعلِمك۔ کم فی ذنب الضب من عقدۃ؟ قال لا ادری قال فیہ احدیٰ وعشرون عقدۃً۔ جنگل کے بعض حصوں میں ضب کی کثرت ہوتی ہے اس زمین کو کہتے ہیں ارض ضببۃ" ومضبّۃ" ای کثیرۃ الضباب۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں عرب کے جنگلی لوگ گوہ کثرت سے شکار کرکے کھاتے تھے۔ گوہ دھوکہ دینے میں مشہور ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مسکن اور گھر کے مختلف سوراخ بناتی ہے شکاری آدمی ایک طرف اس کا انتظار کرتا ہے اور وہ دوسری طرف سے نکل جاتی ہے۔ اس لیے عربی میں محاورہ ہے اَخدع من ضبّ۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

واخدع من ضبّ اذا جاء حارش ۔۔۔ اَعَدّ لہ عند الذنابۃِ عقربا

امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک گوہ کھانا حلال ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرام ہے۔

ضب کے بارے میں نبی علیہ السلام کے معجزے کی حکایت مشہور ہے۔ دارقطنی و بیہقی میں ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک محفل میں بیٹھے تھے اتنے میں ایک اعرابی آیا قد صاد ضبًّا وجعلہ فی کُمّہ لیذھب بہ الی رحلہ فاتاہ فقال یا محمد ما اشتملت النساء علی ذی لھجۃ" اکذب منك فلولا ان تُسمّینی العرب عجولا لقتلتك وسررتُ الناسَ بقتلك اجمعین فقال عمر رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ دعنی اقتلہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا اَما علمت انّ الحلیم کاد ان یکون نبیًّا ثم اقبل الاعرابی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال واللات والعزّیٰ لا اُمنتُ بك حتی یؤمن ھذا الضبّ واخرج الضب من کمّہ وطرحہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ان اٰمن بك اٰمنتُ بك۔

فقال صلی اللہ علیہ وسلم یا ضبُّ فکلّمه الضبُّ بلسانٍ فصیحٍ عربی لبّیك وسعدیك یا رسول ربّ العالمین فقال صلی اللہ علیہ وسلم من تعبد قال الذی فی السماء عرشُه وفی الارض سلطانُه وفی البحر سبیله وفی الجنّة رحمته وفی النار عذابه فقال صلی اللہ علیہ وسلم فمن انا یا ضب؟ قال انت رسول ربّ العالمین وخاتم النبیین قد افلح من صدّقك وقد خاب من کذّبك فقال الاعرابی اشهد ان لا اله الّا اللہ وانك رسول اللہ حقاً واللہ لقد أتیتُك وما علی وجه الارض احدٌ ابغض الیّ منك وواللہ لانت الساعةَ أحبُّ الیّ من نفسی ومن ولدی لقد آمن بك شعری وبشری وداخلی وخارجی وسرّی وعلانیتی۔

فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی هداك الی هذا الدین الذی یعلو ولا یُعلیٰ علیه ولا یقبله اللہ الا بصلوٰة ولا یقبل الصلوٰة الا بقرأن۔ قال فعلمنی فعلّمه قل هو اللہ احد قال زدنی فما سمعتُ فی البسیط ولا فی الوجیز أحسنَ من هذا قال یا أعرابی ان هذا کلام اللہ لیس بشعرٍ انك ان قرأتَ قل هو اللہ احد مرّةً کان لك کأجر من قرأ ثلث القرأن وان قرأتَها مرتین کان لك کأجر ثلثی القرأن واذا قرأتَها ثلاث مرات کان لك کأجر من قرأ القرأن کلّه قال الاعرابی نعم الإله إلهنا یقبل الیسیر ویعطی الجزیل۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الك مال؟ قال ما فی بنی سلیم قاطبةً رجل هو افقر منّی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابه أعطوه فأعطوه حتی أبطروه قال فقام عبد الرحمٰن بن عوف فقال یا رسول اللہ ان عندی ناقة عشراء دون البختیّة وفوق الاعربی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفتَ ناقتك فاصف مالك عند اللہ یوم القیامة؟ قال نعم قال لك ناقة من درّة جوفاء قوائمها من زبرجد اخضر وعنقها من زبرجد اصفر علیها هودج وعلی الهودج السندس والاستبرق وتمرّ بك علی الصراط کالبرق الخاطف یغبطك بها کل من رأك یوم القیامة فقال عبد الرحمٰن قد رضیتُ فخرج الاعرابی فلقیه الفُ اعرابیّ من بنی سلیم علی الف دابّة معهم الف سیفٍ والف رمحٍ فقال لهم این تریدون؟ قالوا نذهب الی هذا الذی سفّه الهتنا فنقتله قال لا تفعلوا انا اشهد ان لا اله الّا اللہ وانّ محمّداً رسول اللہ وحدّثهم الحدیث۔

فقالوا باجمعهم نشهد ان لا اله الّا اللہ وان محمّداً رسول اللہ ثم دخلوا فقیل لرسول اللہ فتلقّاهم بلا رداء ونزلوا عن رکبهم یقبلون حیث ولّوا عنه وهم یقولون لا اله الّا اللہ محمد رسول اللہ ثم قالوا یا رسول اللہ مُرنا بامرك قالوا کونوا تحت رایة خالد بن الولید فلم یؤمن من العرب ولا من غیرهم الف غیرهم۔ قال البیهقی اخرجه شیخنا ابو عبد اللہ الحافظ فی المعجزات قال ابن کثیر فی البدایة ج ٦ ص ١٥٠ ورواه الحافظ ابو نعیم فی الدلائل و قال البیهقی وما ذکرناه أجود الاسانید فیه وهو ایضاً ضعیف۔

٣٣- **الفصیل**۔ شرح بسملہ میں بیان اسم اللہ میں مذکور ہے فصیل کا معنی ہے اونٹنی کا چھوٹا بچہ جب کہ وہ دودھ سے چھڑایا گیا ہو۔ تو یہ فعیل بمعنی مفعول ہے مثل جریح بمعنی مجروح۔ اس کی جمع فُصلان و فصال ہے۔ عربی میں مثل ہے

اِستنّتِ الفِصال حتی القرعیٰ۔ یہ اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جو بڑوں اور بزرگوں کے سامنے زیادہ کلام کرے۔ قرعیٰ جمع قریع ہے وھوالذی بہ قَرَعٌ وھو بثر ابیض یطلع فی الفصال۔

۳۴۔ **الحوت**۔ مچھلی۔ آیت ولقد علمتم الذین اعتدَوا منکم فی السبت کے بیان میں مذکور ہے۔ اس کی جمع حیتان ہے قال اللہ تعالیٰ اذ تاتیھم حیتانھم یوم سبتھم الآیہ سعید بن جبیر سے روایت ہے انہ قال لما اھبط اللہ اٰدم الی الارض لم یکن فیھا غیر النسر فی البرّ والحوتِ فی البحر وکان النسر یأوی الی الحوت فیبیت عندہٗ فلما رأی النسر اٰدم علیہ السلام اتی الحوت وقال یا حوت لقد اُھبط الیوم الی الارض من یمشی علی رجلیہ ویبطش بیدیہ فقال الحوت لئن کنت صادقًا فما لی منجاً منہ فی البحر ومالک مخلص منہ فی البر۔
حوت کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ یہ وعاء و مسکن تھی یونس بن متی علیہ السلام کے لیے۔ اس میں اختلاف ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے۔ بقول مقاتل بن حیانؒ تین دن رہے اور بقول عطاء رحمہ اللہ سات دن اور بقول ضحاکؒ بیس دن اور بقول سدی وغیرہ چالیس دن۔ وقال الشعبیؒ التقمہ ضحیً ولفظہ عشیۃً۔

۳۵۔ **الحیّۃ**۔ سانپ۔ آیت فازلّھما الشیطٰن عنھا کی شرح میں مذکور ہے۔ سانپ انسان کا دشمن ہے۔ سانپ کی مختلف قسمیں اور مختلف الوان ہیں بعض سانپ زہریلے نہیں ہوتے۔ سانپ کی بہت سی کنیتیں ہیں یعنی ابوالربیع و ابوعثمان و ابوالعاصی و ابومذعور و ابووثاب و ابویقظان و اُمّ طبق و ام عافیہ و اُمّ الفتح وغیرہ۔ بعض نے لکھا ہے ان الحیّۃ تعیش الف سنۃ وھی فی کل سنۃ تسلخ جلدھا وتبیض ثلثین بیضۃً علی عدد اضلاعھا۔

اعرابِ عرب کا خیال تھا کہ سانپ شتر مرغ کی طرح بہرا ہوتا ہے وہ آوازیں نہیں سن سکتا۔ سانپ کا زہر قاتل ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ اس کے ڈسنے کا علاج تریاق سے ہوتا ہے اور تریاق کا بڑا جزء سانپ کا زہر ہے۔ نیز سانپ کے زہر سے اطباء بعض بڑی مفید دوائیاں بناتے ہیں جن سے لاعلاج مریض شفایاب ہوتے ہیں۔

بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک باندی نے اُن سے کہا من ایّ جنس انت قال انا اٰدمیٌّ مثلک قالت کیف تکون اٰدمیا وقد اطعمتُک السمّ اربعین یومًا فما اضرّک فقال لھا اما علمتِ ان الذاکرین اللہ تعالیٰ لا یضرّھم شئ وانی کنت اذکر اللہ باسمہ الاعظم قالت وما ھو؟ قال باسم اللہ الذی لا یضرّ مع اسمہ شئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ثم قال ما الذی حملک علی ذلک قالت بغضک قال انتِ حرّۃ لوجہ اللہ وانتِ فی حلّ مما صنعتِ۔ جنات عمومًا سانپ کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ احادیث میں سانپ کا ذکر بہت آیا ہے۔ روی البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ رض مرفوعًا ان الایمان لیأرز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الی جحرھا۔ وفی صحیح مسلم عن ابن عمرؓ مرفوعًا ان الاسلام

غریباوسیعود غریبا کمابدا وھو یأرز بین المسجدین کما تأرز الحیۃ الی جحرھا۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

فصل

فصل ہذا میں اُن بلاد و قبائل واقوام وغیرہ کا تذکرہ ہے جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل میں یعنی تا نہایتِ سورۃ بقرہ مذکور ہیں

الانصار رضی اللہ عنہم۔ آیت ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورھا الخ کے بیان میں انصار کا ذکر موجود ہے۔ انصار رضی اللہ عنہم کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ پر آیا ہے قال اللہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبی والمھجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ الآیۃ انہیں لقبِ انصار سے اللہ تعالےٰ نے ملقب فرمایا ہے صحیح بخاری میں ہے عن غیلان بن جریر قال قلت لانس بن مالک رضی اللہ عنہ ارأیت اسم الانصار ی اکنتم تسمون بہ ام سماکم اللہ تعاقال بل سمانا اللہ تعالیٰ۔ لفظ انصار جمع ہے۔ ایک کو انصاری کہتے ہیں۔ مثل اعراب واعرابی۔ اعراب جمع ہے اور اعرابی مفرد ہے۔

انصار رضی اللہ عنہم کے دو گروہ ہیں اوس وخزرج۔ یہ دو بڑے قبیلے ہیں۔ انصار کے جد اعلیٰ یعنی اوس و خزرج دونوں بھائی ہیں۔ دونوں بیٹے ہیں حارثہ کے اور حارثہ کا نسب یہ ہے۔ حارثۃ بن ثعلبۃ بن عمرو بن عامر بن حارثۃ بن امرئ القیس بن ثعلبۃ بن مازن بن عبد اللہ بن الازد بن الغوث بن نبت بن مالک ابن زید بن کھلان بن سبأ۔ اوس وخزرج کی والدہ کا نام قیلہ ہے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے میں خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اور اوس کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ تھے۔ خزرج بن حارثہ کے پانچ بیٹے تھے جشم وعوف وحارث وعمرو وکعب۔ عوف بن الخزرج سے ہیں بنو الحبلی رہط رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول۔ اور عمرو بن الخزرج کی اولاد ہیں بنو النجار۔ اور سعد بن عبادہؓ کے قبیلہ کا جد اعلیٰ کعب بن الخزرج ہے اور اوس ابن حارثہ کا ایک بیٹا تھا یعنی مالک بن اوس۔ پھر مالک سے آگے قبیلۂ اوس میں متعدد قبائل پیدا ہوئے۔

انصار کا قبولِ اسلام کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ روایات میں ہے کہ جب قریش نے اسلام کی مخالفت کی اور آزادانہ تبلیغ اسلام میں مانع ہوئے تو نبی علیہ السلام موسم حج میں آئے ہوئے ایک ایک قبیلہ کے پاس کبھی تنہا اور کبھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جاتے تھے۔ آپ اُن قبائل سے یہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے علاقہ میں جگہ دو یعنی پناہ دو تاکہ میں آزادی سے تبلیغ اسلام کر سکوں۔ لیکن اکثر قبائل تو صاف انکار کر دیتے اور بعض قبائل کچھ اعذار ذکر کرتے تھے۔

اتفاق سے ایک سال جمرۂ عقبہ کے قریب یعنی وہ گھاٹی جو مکہ مکرمہ سے منیٰ جاتے ہوئے جمرۂ عقبہ کے قریب بائیں جانب ہے قبیلۂ خزرج کی ایک جماعت ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی اپنی دعوت پیش کردی چونکہ انھوں نے یہود سے ایک نبی کے آنے اور اس کے مفصل احوال سُنے ہوئے تھے اس لیے وہ آپؐ کی دعوت سے بہت متاثر ہوئے فقال بعضھم لبعض بادِرُوا الاتباعہ لا تسبقُنا الیھود الیہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

فقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمنعون ظھری حتی اُبلغ رسالۃ ربّی قالوا یارسول اللہ انا ترکنا قومنا یعنُون الاوس والخزرج بینہم من العداوۃ والشر فدعنا حتی نرجع الی عشائرنا لعل اللہ ان یصلح بیننا وندعوھم الی ما دعوتنا فعسی ان یجمعھم علیك فان اجتمعت کلمتھم علیك واتبعوك فلا احدٌ اعزُّ منك وموعِدك الموسم العام المقبل۔ یہ چھے آدمی تھے یا آٹھ یعنی ابواُمامہ واسعد بن زرارہ وعوف بن الحرث بن رفاعۃ ویعرف بابن عفراء ورافع بن مالک بن عجلان وقطبۃ بن عامر بن حدیدۃ وعقبۃ بن عامر وجابر بن عبداللہ بن رئاب وعبادۃ بن الصامت وابوالھیثم بن تیہان رضی اللہ عنہم بعض مؤرخین نے عبادہ وابوالہیثم کا ذکر نہیں کیا۔ یہ عقبۂ اُولیٰ ہے۔

اس گروہ نے واپس مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی قوم کو حالات سے مطلع کردیا۔ انصار کے ہر گھر میں نبی علیہ السلام کا ذکر ہونے لگا۔ چنانچہ آئندہ سال موسمِ حج میں بارہ آدمی انصار کے اسی غرض سے آئے اور اُسی جگہ پر اُن کے اور نبی علیہ السلام کے مابین گفتگو ہوئی۔ ان سب نے اسلام قبول کرلیا اور سابقہ بات کو مزید پختہ کیا۔ ان میں دو کے سوا سب قبیلۂ خزرج کے تھے یعنی ابوالہیثم بن تیہان وعویم بن ساعدۃ۔ یہ عقبۂ ثانیہ ہے۔

نبی علیہ السلام نے ان انصار کی درخواست پر تعلیمِ اسلام وقرآن کے معلّم کے طور پر عبداللہ بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ اور بعض کے نزدیک مصعب رضی اللہ عنہ کو پہلے بھیجا بعدہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ مصعب رضی اللہ عنہ کی برکت سے بہت سے انصار حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ ان میں سعد بن معاذؓ واسید بن حضیرؓ بھی داخل ہیں۔

پھر آئندہ سال موسمِ حج میں مصعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصار کا بڑا گروہ نبی علیہ السلام سے ملنے آیا۔ اور عقبہ کے قریب نبی علیہ السلام سے ۷۳ مردوں اور دو عورتوں پر مشتمل گروہ ملا۔ یہ ملاقات رات کو ہوئی۔ سب نے بیعت کی اور طے پایا کہ نبی علیہ السلام اپنے رفقاء سمیت مدینہ منورہ تشریف لائیں گے۔ اس رات بیعت کے الفاظ یہ تھے قال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُبایعکم علی ان تمنعُونی ما تمنعون منہ نساءکم وابناءکم وانفسکم ولکم الجنّۃ۔

نبی علیہ السلام نے ان میں سے بارہ نقیب یعنی امراء منتخب فرمائے۔ انتخاب کرنے والے جبریل علیہ السلام تھے

ان نقباء میں نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے ۔ ثم قال علیہ السلام للنقباء انتم کفلاء علی غیرکم ککفالۃ الحواریین لعیسٰی علیہ السلام وانا کفیل علی قومی یعنی المهاجرین ۔

ثم قالوا یا رسول اللہ مالنا ان نحن وفینا قال رضوان اللہ والجنۃ قالوا رضینا ابسط یدک فبایعوہ واول من بایعہ البراء بن معرور وقیل اسعد بن زرارۃ وقیل ابو الهیثم بن التیهان وبایع المرأتان من غیر مصافحۃ یہ بیعت عقبہ ثالثہ ہے ۔

اس کے بعد مکہ سے مسلسل صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہجرت شروع کی ۔ انصار رضی اللہ عنہم نے بڑی قربانیاں پیش کیں ۔ اور اپنی زمینوں اور گھروں اور اموال میں مهاجرین کو حصہ دار بنایا ۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں انصار کے لقب سے نوازا ۔ اور انصار کی برکت اور تعاون سے اسلام کو مرکز ملا اور پھر مدینہ منورہ سے اسلام ساری دنیا میں پھیلا ۔

الاوس ۔ آیت وان یاتوکم اساری تفادوھم کی تفسیر میں مذکور ہے ۔ انصار مدینہ شریفہ کے دو بڑے گروہ تھے اوس وخزرج ۔ اوس وخزرج دو بھائی تھے جو سیل عرم یا اس سے کچھ قبل مأرب یعنی یمن سے نکل کر یہاں پر آباد ہوگئے تھے ۔ اوس وخزرج عمرو بن عامر بن حارثہ بن ثعلبۃ کی اولاد ہیں ۔ ان دونوں کی اولاد کو قبیلہ اوس وقبیلہ خزرج کہتے ہیں ۔

کتب تاریخ میں ہے کہ جب مأرب یمن میں سیل عرم کا حادثہ درپیش ہوا یا اس کا خطرہ ہونے لگا تو عمرو بن عامر اپنے خاندان سمیت وہاں سے نکلا ۔ اس کی اولاد واہل خاندان متفرق ہوگئے ۔ چنانچہ اوس وخزرج دونوں بھائی تو یثرب میں آکر ٹھیر گئے ۔ غسان ملک شام چلا گیا ازد عمان میں آباد ہوا اور خزاعہ تہامہ میں رہائش پذیر ہوا ۔ اور پھر مدت کے بعد ہر ایک کا خاندان بڑے قبیلے کی صورت اختیار کر گیا ۔

اوس وخزرج کو ابنا قیلہ بھی کہتے ہیں ۔ قیلہ ان دونوں کی ماں کا نام تھا ۔ اوس کا نسب یہ ہے اوس بن حارثۃ بن ثعلبۃ بن عمرو بن عامر بن حارثۃ ۔ خزرج کا نسب نامہ بھی یہی ہے ۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۴ ص ۱۳۵ ۔ وکذا فی سیرۃ ابن هشام ج ۱ ص ۱۴ علی هامش الروض ۔ بعض مؤرخین نے یہاں پر عمرو بن عامر کے انتقال کا یہ قصہ لکھا ہے ان عمرا رأی جرذا یحفر فی سد مأرب الذی کان یحبس علیهم الماء فیصرفونہ حیث شاءوا فعلم انہ لابقاء للسد فاعتزم علی النقلۃ عن الیمن فکاد قومہ فامر اصغر ولدہ اذا اغلظ علیہ ولطمہ ان یقوم الیہ فیلطمہ ففعل ابنہ ما امرہ بہ فقال عمرو لا اقیم ببلدۃ لطم وجهی فیها اصغر ولدی وعرض اموالہ فقال اشراف الیمن اغتنموا غضبۃ عمرو فاشتروا منہ اموالہ وانتقل فی ولدہ وولد ولدہ وقالت الازد لا نتخلف عن عمرو بن عامر فباعوا اموالهم وخرجوا معہ فساروا حتی نزلوا بلاد عک مجتازین فتفرقوا فی البلدان ۔ انتهی ما فی سیرۃ ابن هشام ۔ ج ۱ ص ۱۷ ۔

اُحُد۔ تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ احد بضمِ اول و ثانی مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کی شمالی جانب واقع ہے۔ اس پہاڑ کے قریب نبی علیہ السلام اور کفار مکہ کے مابین مشہور جنگ واقع ہوئی تھی جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت ۷۰ صحابہ شہید ہوئے اور نبی علیہ السلام کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ رباعی یعنی دانت بھی ٹوٹ گئے نیز دونوں ہونٹ مبارک زخمی ہوئے۔ یہ جنگ ۳ھ میں ہوئی تھی۔ شوال کا مہینہ تھا۔

احد کی وجہ تسمیہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ اسم مرتجل ہے قالہ یاقوت فی المعجم ج ۱ ص ۱۰۹ وقیل سمّی بذلك لتوحّدہ وانفرادہ عن غیرہ من الجبال التی ھناك۔ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۲۱۶ اس پہاڑ میں بقول بعض مؤرخین ہارون علیہ السلام کی قبر ہے۔ کیونکہ دونوں بھائی موسیٰ و ہارون علیہما السلام حج یا عمرہ کی نیت سے سفر کر رہے تھے۔ جبل احد کے قریب ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا اور اسی میں مدفون ہوئے وعن ابن دحیۃ انّ ھذا باطل وان نصّ التوراۃ انہ دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقیل لا مخالفۃ فان المدینۃ شامیّۃ وقیل دفن بالتیہ ھو واخوہ موسیٰ علیہ السلام اھ

وفی الحدیث ان النبی علیہ السلام قال احد جبل یُحِبُّنا ونُحِبُّہ وھو علی باب من ابواب الجنّۃ و عَیر جبل یُبغِضُنا ونُبغِضُہ وھو علی باب من ابواب النار وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انہ قال خیر الجبال احد والاشعر وَوَرِقان کذا فی المعجم وقال الحلبی فی سیرتہ ج ۲ ص ۲۱۶ قال صلی اللہ علیہ وسلم ان احدًا ھذا جبل یحبّنا ونحبّہ اذا مررتم بہ فکلوا من شجرہ ولو من عضاھہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم احد رُکنٌ من ارکان الجنّۃ واُخِذ من ھذا انہ افضل الجبال وقیل افضلھا عرفۃ وقیل ابو قبیس وقیل الذی کلم اللہ علیہ موسیٰ علیہ السلام وقیل قاف اھ

اَیلۃ۔ بفتح ہمزہ۔ آیت ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت کے بیان میں مذکور ہے۔ ایلہ بحر قلزم کے ساحل پر بطرف شام ایک مشہور شہر ہے۔ یہ حجاز کا منتہیٰ اور شام کا مبدأ ہے۔ آباد وسرسبز علاقہ میں واقع ہے۔ یہ یہود کا وہ مشہور شہر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں یوم سبت میں مچھلی کا شکار کرنے اور اس کے لیے مختلف حیلے اختیار کرنے کی پاداش میں مسوخ کر کے بندر و خنازیر بنا دیا تھا۔ ہفتہ کے دن ان پر مچھلیوں کا شکار کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا تھا۔ انہوں نے مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مسخ کر دیا۔

کہتے ہیں کہ ایلہ کے یہود کے پاس اب بھی ہمارے نبی علیہ السلام کا ایک خط ہے جس پر ان کے ساتھ معاہدہ مکتوب ہے۔ اور نبی علیہ السلام کی چادر بھی ہے جو آپ نے یہود کے رئیس یوحنّہ بن رؤبہ کو ہدیۃً دی تھی جب کہ سفر تبوک میں یوحنہ بن رؤبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں معاہدہ کے لیے حاضر ہوا تھا۔

اہل تاریخ لکھتے ہیں قدِم یوحنّۃ بن رؤبۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ایلۃ وھو فی تبوك فصالحہ

على الجزية وقرر على كل حالم بارضه فى السنة دينارًا فبلغ ذلك ثلاثمائة دينار واشترط عليهم قرى من مر بهم من المسلمين وكتب لهم كتابًا ان يحفظوا ويمنعوا۔ ایلہ اقلیم ثالث میں ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس قریہ میں یہود ممسوخ ہوئے تھے اس کا نام طبریہ ہے نہ کہ ایلہ۔ قرآن مجید میں ہے واسئلهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر الآية

روى الحاكم فى المستدرك باسناده عن عكرمة قال دخلت على ابن عباس رضى الله عنهما وهو يقرأ فى المصحف قبل ان يذهب بصره ويبكى فقلت له ما يبكيك جعلنى الله فداك فقال هذه الآية. واسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر الآية۔ ثم قال أتعرف ايلة قلت وما ايلة؟ قال قرية كان بها اناس من اليهود حرم الله تعالى عليهم صيد الحيتان يوم السبت فكانت الحيتان تاتيهم فى يوم سبتهم شرعًا بيضًا سمانًا كامثال المخاض فاذا كان غير يوم السبت لا يجدونها ولا يدركونها الا بمشقة ومؤنة ثم ان رجالًا منهم اخذ حوتًا يوم السبت فربطه الى وتد فى الساحل وتركه فى الماء حتى اذا كان الغد اخذه فاكله ففعل ذلك اهل بيت منهم فاخذوا وشووا فوجد جيرانهم ريح الشواء ففعلوا كفعلهم وكثر ذلك فيهم۔

فافترقوا فرقًا فرقة اكلت وفرقة نهت وفرقة قالت لم تعظون قومًا الله مهلكهم فقالت الفرقة التى نهت انا نحذركم غضب الله وعقابه ان يصيبكم بخسف اوقذف اوبعض ماعنده من العذاب و الله ما نساكنكم فى مكان انتم فيه وخرجوا من السور ثم غدوا عليه من الغد فضربوا باب السور فلم يجبهم احد فتسور انسان منهم السور فقال قردة والله لها اذناب تتعاوى ثم نزل ففتح الباب ودخل الناس عليهم فعرفت القردة انسابها من الانس ولم تعرف الانس انسابها من القرد قال فيأتى القرد الى نسيبه وقريبه فيحتك به ويلصق اليه فيقول الانسى انت فلان فيشير براسه أن نعم ويبكى۔

قال ابن عباس رضى الله عنهما فاسمع الله يقول فانجينا الذين ينهون عن السوء واخذنا الذين ظلموا بعذاب بئيس بما كانوا يفسقون۔ فلا ادرى ما فعلت الفرقة الثالثة فكم قد أرينا من منكر ولم ننه عنه قال عكرمة فقلت ما ترى جعلنى الله فداك انهم قد انكروا وكرهوا حين قالوا لم تعظون قومًا الله مهلكهم او معذبهم عذابًا شديدًا فاعجبه قولى ذلك وامر لى ببردين غليظين فكسانيهما۔ شہر ایلہ کا ذکر احادیث میں مکرر ہے۔ فروى ابوذر مرفوعًا حديث الحوض الكوثر وهو طويل وفيه۔ عرضه مثل طوله ما بين عمان الى ايلة ماؤه اشد بياضًا من اللبن واحلى من العسل۔ اخرجه الترمذى فى جامعه ج ۲ ص ۸ ابواب صفة القيامة۔

بیت المَقدِس۔ وادخلوا الباب سجدًا وغیرہ کئی آیات کے بیان میں متکرر الذکر ہے۔ مَقدِس بفتح میم وکسر دال مخفف کا معنی ہے پاک وطاہر۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پاک ومبارک جگہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا۔ یہ ہمارا قبلۂ اوّل تھا۔ یہ ایک مبارک مسجد ہے جس میں نماز پڑھنے کا بہت ثواب ہوتا ہے۔ اس مسجد کے نام سے سارے شہر پر جس میں یہ واقع ہے بیت المقدس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ شہر ایلیاء کے نام سے بھی معروف ہے بیت المقدس کے بے شمار فضائل میں سے چند فضائل یہ ہیں۔

(ا) اس کے سترہ نام ہیں اور کثرتِ اسماء شرفِ مسمی پر دال ہے۔ (۱) المسجد الاقصیٰ۔ اقصیٰ کا معنی ہے ابعد یعنی بعید تر۔ سُمّی بہ لبُعدہ عن الاقذار والخبائث او لعلوّ مرتبتہ عند اللہ فالبعد کنایۃ عن بعد الرتبۃ وارتفاعھا (۲) مسجد ایلیاء علیٰ وزن کبریاء وجاز فیہ القصر معناہ بیت اللہ۔ (۳) بیت المقدِس یعنی گناہوں سے پاک ہونے کی جگہ۔ مقدس مثل مَرجع مصدر ہے یا ظرفِ مکان ہے۔ (۴) البیت المُقدّس۔ ای المطھر (۵) بیت القُدُس، بسکون دال وبضم دال (۶) سَلَّم۔ لکثرۃ سلام الملائکۃ فیہ۔ (۷) اورشَلِم، معناہ بالعبرانیۃ بیت السلام (۸) اوشلیم (۹) بیت ایل (۱۰) کورۃ ایلیا۔ (۱۱) صِھیُون (۱۲) مصروث (۱۳) بابوش (۱۴) کورشیلا (۱۵) آزیل (۱۶) شلیم (۱۷) صلمون۔ ذکر ھذہ الاسماء ابن خالویہ وغیرہ۔

(ب) بیت المقدس جس طرح مسلمانوں کے نزدیک محترم ومبارک ہے اسی طرح یہود ونصاریٰ بھی اسے محترم ومبارک سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ یہود ونصاریٰ کا قبلہ تھا اور ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک مسلمانوں کا قبلہ بھی یہی بیت المقدس تھا۔ نصف رجب ۲ھ میں تحویل قبلہ ہوئی۔ وقیل فی نصف شعبان وقیل فی جمادی الآخرۃ۔ تحویل قبلہ بوقت ظہر ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام بنوحارثہ میں تھے۔ بنوحارثہ میں اول نماز بطرف کعبۃ اللہ جو پڑھی گئی وہ ظہر تھی۔ پھر اول نماز جو کعبۃ اللہ کی طرف مسجد نبوی میں پڑھی گئی وہ عصر کی نماز تھی ففی الصحیحین عن البراء ان اول صلاۃ صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلھا للکعبۃ صلاۃ العصر۔

ج۔ مسجد بیت المقدس کو یہ عظیم شرف حاصل ہے کہ یہ اسراء کا منتہیٰ ہے اور معراج کا مبدأ ہے۔ اس مبارک مسجد سے ہمارے نبی علیہ السلام نے آسمانوں کی طرف سفر معراج شروع کیا تھا۔ اسی مسجد میں آپ نے تمام انبیاء اللہ کو دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھائی معراج سے پہلے کما قال الجمہور یا معراج کے بعد یعنی آسمانوں سے واپسی پر نماز پڑھائی۔ کما قال بعض العلماء۔ ذکر القرطبی فی تفسیرہ عن ابن عباس انھم کانوا سبع صفوف ثلاث صفوف من الانبیاء المرسلین واربعۃ من سائر الانبیاء وکان خلف ظھرہ ابراھیم الخلیل وعن یمینہ اسماعیل وعن یسارہ اسحاق علیھم الصلاۃ والسلام۔

د۔ قال بعض العلماء لم یختلف احد انہ صلی اللہ علیہ وسلم عرج بہ من عند القبۃ التی یقال لھا قبۃ

المعراج من عند یمین الصخرۃ وقد جاء ان صخرۃ بیت المقدس من صخور الجنۃ وفی لفظ سیدۃ الصخور صخرۃ بیت المقدس وجاء ان صخرۃ بیت المقدس علی نخلۃ والنخلۃ علی نھر من انھار الجنۃ قال الذھبی اسنادہ مظلم۔

قال ابن العربی فی شرح الموطا صخرۃ بیت المقدس من عجائب اللہ تعالی فانھا صخرۃ قائمۃ شعثاء فی وسط المسجد الاقصی قد انقطعت من کل جھۃ لا یمسکھا الا الذی یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ فی اعلاھا من جھۃ الجنوب قدم النبی علیہ السلام حین رکب البراق وقد مالت من تلک الجھۃ لھیبتہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی جھۃ الاخری اصابع الملائکۃ التی امسکتھا لما مالت کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۳۷۳۔

وسئل الجلال الدین السیوطی رحمہ اللہ عن غوص قدمہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحجر ھل لہ اصل فی کتب الحدیث فاجاب بانہ لم یقف فی ذلک علی اصل ولا رأی من خرّجہ فی شئ من کتب الحدیث وفی کتاب العرائس قال ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ ما من ماء عذب الا وینبع من تحت الصخرۃ بیت المقدس ثم یتفرق فی الارض۔ واخرج الترمذی باسنادہ عن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما کان لیلۃ أسری بی قال فاتی جبریل الصخرۃ التی ببیت المقدس فوضع اصبعہ فیھا فخرقھا فشدّ بھا البراق۔

۸۔ سفر معراج کے دو حصے ہیں۔ اوّل مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک۔ دوئم بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف اول حصہ کا نام اسراء ہے قرآن میں اس کا ذکر صریحًا موجود ہے۔ دوسرے حصہ کا نام معراج ہے۔ دونوں حصوں پر بھی اسراء ومعراج کا اطلاق ہوتا ہے۔

بیت المقدس کی طرف اسراء میں کئی حکمتیں ہیں۔ فقیل فی حکمۃ ذلک ان باب السماء الذی یقال لہ مصعد الملائکۃ یقابل بیت المقدس فیحصل العروج مستویا من غیر تعویج قال الحافظ ابن حجر فیہ نظر لورود ان فی کل سماء بیتا معمورًا وان الذی فی السماء الدنیا حیال الکعبۃ فکان المناسب ان یصعد من مکۃ لیصل الی البیت المعمور من غیر تعویج أھ ویمکن ان یقال ھذا لا یستلزم ان یکون الباب من تلک الجھۃ حتی یرد ما اورد فیمکن ان یکون الباب مقابل بیت المقدس۔

ثم ان فی ھذا ردًا لما ذکر علماء الھیئۃ الحدیثۃ ان الارض تدور علی محورھا وتتم الدورۃ فی کل ۲۴ ساعۃً اذ بحرکۃ الارض لا تستمر مقابلۃ ذلک الباب بیت المقدس الا ان یقال لیس المراد دوام المقابلۃ واستمرارھا حتی یرد ما ذکر بل المراد نفس المقابلۃ ولو فی بعض الاوقات فالارض تدور ویحاذی فی کل ۲۴ ساعۃ ھذا الباب بیت المقدس۔

۹۔ بیت المقدس کی فضیلت میں کئی احادیث وارد ہیں۔ قرآن شریف میں اسے مبارک کہا گیا ہے قال اللہ تعالی سبحان الذی اسری بعبدہ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ ما حول کی برکت کے دو مطلب ہیں قال الزرکشی فی اعلام الساجد ص ۲۸۶ فیہ تاویلان احدھما ان جعل حولہ من

الانبياء المصطفين الاخيار والثانی بکثرة الثمار ومجاری الانہار وقال اللہ تعالی ونجیناه ولوطا الی الارض التی بارکنا فیہا للعالمین ۔

وروی ابو المعالی فی کتاب فضائل القدس بسنده عن انس رضی اللہ عنہ قال ان جنة الفردوس تحن شوقا الی بیت المقدس وصخرة بیت المقدس من جنة الفردوس وهی صرة الارض وروی انہ من دفن فی بیت المقدس وقی فتنة القبر وسؤال الملکین ومن دفن فی بیت المقدس فی زیتون الملة یعنی بایلیاء فکانما دفن فی السماء الدنیا وزیتون الملة مقبرة کبیرة من مقابر بیت المقدس ۔ راجع الانس الجلیل ج ۲ ص ۴۱۳

وقال کعب الاحبار من دفن فی بیت المقدس فقد جاز الصراط وروی ابونعیم فی تاریخ اصبہان بسنده والبزار فی مسنده عن ابی هریرة رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات فی بیت المقدس فکانما مات فی السماء ۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۱۹ ۔ وروی ابن ماجہ باسناده عن میمونة مولاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت قلت یا رسول اللہ افتنا فی بیت المقدس قال ارض المحشر والمنشر ائتوه فصلوا فیہ فان صلاة فیہ کالف صلاة فی غیره ورواه ابوداؤد ایضا ۔ وعن ام سلمة رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اهل بحجة اوعمرة من المسجد الاقصی غفر لہ ما تقدم من ذنبہ واخرجہ البیہقی ایضا فی سننہ ج ۵ ص ۳۰ وفی روایة وجبت لہ الجنة وقال صلی اللہ علیہ وسلم کما رواه احمد وذکر الدجال فانہ یلبث فیکم اربعین صباحا یرد فیہا کل منهل الا اربع مساجد مسجد الحرام ومسجد المدینة والطور ومسجد الاقصی ۔ وروی عن کعب کما فی الانس الجلیل ج ۱ ص ۲۰۵ صوم یوم فی بیت المقدس براءة من النار ۔

وروی الخطیب کما فی الاعلام ص ۲۹۲ من حدیث جابر رضی اللہ عنہ مرفوعا اول من یدخل الجنة الانبیاء ثم مؤذنو البیت المقدس ثم مؤذنو مسجدی ثم سائر المؤذنین قال الخطیب غریب تفرد بہ محمد بن عیسی وفی الانس الجلیل ج ۱ ص ۲۰۵ فی بعض الروایات ثم الشهداء بعد الانبیاء ۔ وعن ابی امامة ان النبی علیہ السلام قال لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خالفهم قیل ماهم وفی روایة فاین هم یا رسول اللہ؟ قال ببیت المقدس واصل هذا الحدیث فی صحیح البخاری وروی انهم بالشام ۔ راجع عمدة القاری ج ۱۶ ص ۱۶۴

ز ۔ روی النسائی وابن ماجہ عن عبد اللہ بن عمرو عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سلیمان بن داؤد لما بنی بیت المقدس سأل اللہ ثلاثا فاعطاه اثنتین وارجو ان یکون قد اعطاه الثالثة سألہ ملکا لا ینبغی لاحد بعده فاعطاه ایاه وسألہ حکما یواطی حکمہ تعالی فاعطاه ایاه وسألہ من اتی هذا البیت یرید بیت المقدس لا یرید الا الصلاة فیہ ان یخرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ارجوان یکون قد اعطاه الثالثة ۔ راجع ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۰۲ والاتحافات السنیة فی الاحادیث القدسیة ص ۵ ومجمع الزوائد ج ۴ ص ۵

ح ۔ مسجد اقصیٰ میں نماز و دیگر اعمالِ صالحہ کا بہت ثواب ملتا ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد مسجدی ھذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصی رواہ الشیخان۔ وعن ابی الدرداء مرفوعًا فضل الصلاۃ فی المسجد الحرام علی غیرہ بمائۃ الف صلاۃ وفی مسجدی الف صلاۃ وفی مسجد بیت المقدس خمسمائۃ صلاۃ اخرجہ البزار۔ وعن ابن عباس مرفوعًا صلاۃ فی مسجدی ھذا بعشرۃ آلاف صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الحرام بعشرۃ امثالھا مائۃ الف صلاۃ وصلاۃ الرجل فی بیت المقدس بالف صلاۃ۔ رواہ الطبرانی۔ وعن انس مرفوعًا صلاۃ الرجل فی بیتہ بصلاۃ وصلاتہ فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاۃ وصلاتہ فی المسجد الذی یجمع فیہ بخمسمائۃ صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الاقصیٰ ومسجد المدینۃ بخمسین الف صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الحرام بمائۃ الف صلاۃ۔ اخرجہ ابن ماجۃ۔

ط ۔ مشہور ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی اور اس کی تکمیل سلیمان علیہ السلام نے کی۔ راجع تاریخ الامم والملوک۔ ج ۱ صفحہ ۲۵۲ وفی الصحیحین عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اول مسجد وضع علی الارض فقال المسجد الحرام قلت ثم ایّ؟ قال المسجد الاقصیٰ قلت وکم بینھما؟ قال اربعون عامًا ثم الارض کلھا لک مسجد فحیثما ادرکتک الصلاۃ فصلّ۔ قال اللہ تعالی ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا۔

حدیث ہذا میں یہ اشکال ہے کہ بیت المقدس کے بانی سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں اور کعبۃ اللہ کے بانی ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور دونوں کے درمیان مدت ہزار سال سے بھی زیادہ ہے۔ اس اشکال کے کئی جوابات ہیں۔

جواب اول یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کے مؤسس نہیں ہیں بلکہ انہوں نے صرف تجدیدِ عمارت کی تھی اور مؤسس دراصل یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر ابراہیمی کے چالیس سال بعد بحکم اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی بنیاد رکھتے ہوئے اس کی تعمیر کی تھی پھر جب وہ عمارت گر گئی تو سلیمان علیہ السلام نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ قالہ الزرکشی وغیرہ۔

جواب۲ دوم۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے اول معمار و مؤسس نہیں ہیں بلکہ بیت اللہ شریف کو آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ پھر چالیس سال بعد بعض اولادِ آدم علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ حکاہ ابن الجوزی وغیرہ۔

جواب۳ سوم، ابن ہشام متوفی ۲۲۳ھ نے کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ دونوں کے اول بانی و مؤسس آدم علیہ السلام ہیں اور دونوں کی تعمیر میں چالیس سال کا زمانہ فاصل تھا۔ قال ان آدم علیہ السلام لما بنی البیت امرہ جبریل علیہ السلام بالمسیر الی بیت المقدس ان یبنیہ فبناہ ونسک فیہ اھ

ی۔ قال فی الانس الجلیل روی عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال وسط الدنیا بیت المقدس وارفع الارض کلھا الی السماء بیت المقدس وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ومعاذ بن جبل ان بیت المقدس اقرب الی السماء باثنی عشر میلا وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۰ ان بیت المقدس اقرب الی السماء بثمانیۃ عشر میلا قال بعض الحفاظ وفیہ نظر اھ

بغداد۔ شہر بغداد مرکز اسلام رہا ہے۔ ابن کثیر بدایہ میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں چار لغات ہیں۔ بغداد بالدال بغداذ بالذال۔ بغدان بالنون۔ مغدان بالمیم فی الاول والنون فی الآخر۔ لیکن معجم البلدان ج ۱ ص ۴۵۶ پر سات لغات درج ہیں۔ یہ کلمہ عجمی ہے جو مرکب ہے بَغ و داد سے۔ بغ ھو البستان وداد اسم رجل او داد بمعنی عطیۃ وبغ اسم صنم ای عطیۃ الصنم اسی وجہ سے یہ نام ابن المبارکؒ واصمعی مکروہ سمجھتے تھے اور اسے مدینۃ السلام کہتے تھے۔ اس کے بانی منصور نے اس کا نام مدینۃ السلام ہی رکھا تھا۔ کیونکہ اس کے قریب دجلہ کا نام وادی السلام ہے کذا فی البدایۃ والنہایۃ وقال یاقوت فی معجم البلدان بغ اسم للصنم فذکر انہ اُھدی الی کسریٰ خصی من المشرق فاقطعہ ایاہ وکان الخصی من عباد الاصنام ببلدہ فقال بَغ داد ای الصنم اعطانی وقیل ان کسریٰ قد وھب لھذا الخصی بُستاناً ھھنا وبغ ھو البستان وداد اعطی فقال بغداد فسمیت بہ۔

خطیب بغدادی نے یہ حدیث ذکر کی ہے عن جریر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تُبنیٰ مدینۃ بین دجلۃ ودجیل وقطربل والصراۃ تُجبیٰ الیھا خزائن الارض وملوکھا جبابرۃ فلھی اسرع ذھاباً فی الارض من الوتد الحدید فی الارض الرخوۃ۔ قال وھو حدیث ضعیف۔

متعدد ائمہ اسلام نے اس کی مدح کی ہے عن یونس قال قال لی الشافعیؒ ھل رأیتَ بغداد؟ قلتُ لا، قال ما رأیتَ الدنیا وقال بعضھم الدنیا بادیۃ وبغداد حاضرتھا۔ وقال ابن علیۃ ما رأیتُ أعقَل فی طلب الحدیث من اھل بغداد ولا أحسنَ دعۃ منھم قال ابن مجاھد رأیتُ ابا عمرو بن العلاء فی النوم فقلتُ ما فعل اللہ بك فقال لی دعنی من ھذا مَن أقام ببغداد علی السنّۃ والجماعۃ نُقِل من جنّۃ الی الجنّۃ وقیل مِن محاسن الاسلام یومُ الجمعۃ ببغداد وصلاۃ التراویح بمکۃ ویومُ العید بطرسوس وقال بعضھم رأیتُ ای فی المنام کانّ ملکین أتیا بغدادَ فقال احدھما لصاحبہ اقلبھا فقد حق القول علیھا فقال الآخر کیف اقلب ببلد یُختَم فیھا القران کل لیلۃ خمسۃ آلاف ختمۃ۔

شہر بغداد کی تعمیر کی ابتداء خلیفہ منصور نے ۱۴۵ھ میں کی تھی۔ اور ۱۴۶ھ میں تکمیل ہوئی۔ پھر منصور اس میں منتقل ہوا۔ اس سے پہلے کوفہ کے قریب ہاشمیہ میں مقیم تھا۔ وقال یاقوت شرع فی عمارتھا ۱۴۵ھ و ونزلھا ۱۴۹ھ۔

بغداد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے منجمین کے مشورے سے ایک مبارک ساعت کا انتخاب کیا گیا ان میں

ایک منجم کا نام نوبخت تھا۔ منجموں نے بتایا کہ اس وقت مشتری قوس میں ہے جو اس شہر کی سعادت وطول زمانہ وکثرتِ عمارات وکثرتِ دولت وثروت پر دلالت کرتا ہے۔ قال بعضہم قلتُ له وأُبشِّرك یا امیرالمؤمنین انه لایموت فیھا احد من الخلفاء ابداً فرأیتُه یبتسم۔

مگر اہلِ نجوم کی یہ بات بعد میں غلط ثابت ہوئی۔ کئی خلفاء اس میں مرے اور امین الرشید وغیرہ کئی اس میں قتل ہوئے۔ ابن زُریق کوفی مدح بغداد میں کہتا ہے ؎

سافرتُ أبغی لبغدادٍ وساکنِھا مِثلاً قد اخترتُ شیئاً دونه الیاسُ
ھیھات بغداد والدنیا باجمعھا عندی وسُکّانُ بغدادٍ ھم الناسُ

بعض نے بغداد کی مذمت میں یہ اشعار کہے ہیں ؎

بغداد ارضٌ لأھلِ المال طیّبةٌ وللمفالیسِ دارُ الضنكِ والضیقِ
اصبحتُ فیھا مضاعًا بین اظھرھم کأنّنی مصحفٌ فی بیت زندیقِ

بدر۔ یسئلونك عن الشھرالحرام کی شرح میں مذکور ہے۔ بدر بفتح با، وسکونِ دال کا اصلی معنی کمال وامتلاء ہے یقال غلام بدرٌ اذا کان ممتلئًا شابًا لحمًا وسُمّی بدرُ القمر بدرًا لتمامه وعظمه۔ بدر مدینہ منورہ ومکہ مکرمہ کے مابین ایک کنویں یا چشمے کا نام ہے جو ساحلِ بحر سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ بعدہٗ اس مقام کا نام بھی بدر مشہور ہوا۔

اسی مقام بدر پر مشرکینِ مکہ اور صحابہؓ کے درمیان اسلام کی اوّلین جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ ستر کفار قتل اور ستر گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے فرشتے نازل ہوئے تھے۔ یہ دو پہاڑوں کے مابین جگہ ہے بلکہ ہر طرف پہاڑ ہیں۔ اب یہاں پر ایک شہر آباد ہے۔ بدر میں جو مسجد اب موجود ہے وہ نبی علیہ السلام کے عریش کی جگہ پر تعمیر ہوئی ہے۔ کذا اخبرنی بعض سُکّان بدر۔

بدر کا نام منسوب ہے بدر بن یخلد بن النضر بن کنانہ کی طرف وقیل ھو اسم رجل من بنی ضمرة سکن ھذا الموضع فنسب الیه فقیل بدرٌ ثم غلب اسمه علیه ای بغیر النسبة فقیل بدر۔ راجع تاج العروس ج۳ ص۳۴

اور بقول مؤرخ زبیر بن بکار یہ مقام منسوب ہے بدر بن قریش بن حارث بن یخلد کی طرف۔ لانه کان احتفر ھذہ البئر۔ یہ وہی قریش ہے جس کے نام سے حسب قول بعض علماء قریشِ مکہ قریش کہلاتے ہیں۔ کذا فی معجم البلدان وقیل بدر بئر حفرھا رجل من غفار ثم من بنی النار اسمه بدر وروی یونس عن ابن ابی زکریا عن الشعبی قال بدر اسم رجل کانت له بدر کذا فی الروض الانف ج ۲ ص۶۱

لفظ بدر پر الف لام داخل کرنا صحیح نہیں۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں یہاں پر ایک بازار یعنی میلہ لگتا تھا یکم ذوالقعدہ سے آٹھ ذوالقعدہ تک جس میں بہت سے لوگ شریک ہوتے تھے۔ کذا قیل۔ قال فی المفصّل

فی تاریخ العرب ج ۷ ص۳۷۶ واما بدر فکان موضعا فیہ ماء وکان موسما من مواسم العرب تجتمع لهم بها سوق کل عام یجتمعون فیہ للتجارة وللتنزہ فکانوا ینحرون ویطعمون ویشربون ویسمعون الغناء انتهی. راجع تاریخ الطبری ج ۲ ص۲۷۹ والبلدان ج ۲ ص۸۸

جنگ بدر رمضان شریف ۲ھ میں واقع ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۳۱۳ تھی۔ ان میں ۸۰ سے کچھ کم مہاجرین تھے اور انصار ۲۴۰ کے لگ بھگ تھے ذکر الامام الدوانی وغیرہ انہ سمع من مشائخ الحدیث ان الدعاء عند ذکر اسماء اصحاب بدر مستجاب وقد جرب ذلک۔

صحابہ کے پاس صرف پانچ گھوڑے تھے مقداد و زبیر و مرثد رضی اللہ عنہم کے تین اور دو گھوڑے نبی علیہ السلام کے تھے وقیل لم یکن فی الجیش الا فرسان فرس المقداد و فرس الزبیر وعن علی رضی اللہ عنہ ما کان فینا فارس یوم بدر غیر المقداد ویمکن ان یقال فی الجمع انہ لم یقاتل یوم بدر فارسا الا المقداد وغیرہ ممن کان لہ فرس قاتل راجلا۔ مسلمانوں کے پاس ۷۰ اونٹ تھے جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب نبی علیہ السلام کے حکم سے فوج مسلمین کی گنتی ہوئی اور معلوم ہوا کہ وہ ۳۱۳ ہیں تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا عدۃ اصحاب طالوت الذین جازوا معہ النہر۔

مشرکین ۹۵۰ یا ۱۰۰۰ تھے اور پوری طرح مسلح تھے۔ ان کے ساتھ ۱۰۰ گھوڑے تھے گانے والی عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ ابلیس بھی بصورت سراقۃ بن مالک مدلجی ان کے ساتھ تھا۔ سراقۃ بن مالک قبیلہ بنوکنانہ کا رئیس تھا۔ بنوکنانہ اور قریش میں دشمنی تھی۔ قریش کو خطرہ تھا کہ کہیں ہماری عدم موجودگی میں بنوکنانہ مکہ مکرمہ پر حملہ نہ کر دیں۔ اسی وجہ سے ان کی تسلی کی خاطر شیطان سراقۃ بن مالک کی شکل میں ان کے ساتھ آیا اور کہا کہ بنوکنانہ کی فکر نہ کرو بلکہ بنوکنانہ بھی تمہاری مدد کے لیے آرہے ہیں وقال ابلیس لهم لاغالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم۔

مدینہ منورہ سے نکل کر نبی علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اللهم انهم حفاۃ فاحملهم وعراۃ فاکسهم جیاع فاشبعهم عالۃ فاغنهم من فضلهم یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور شرکاء بدر کو غنیمت میں کافی مال ہاتھ آیا۔ اس جنگ میں عشق و محبت جرأت صحابہؓ اور قدرت باری تعالیٰ کے عجیب و غریب ایمان افروز مناظر سامنے آئے نبی علیہ السلام نے بوقت جنگ صحابہ کی صفیں بنائیں تو ایک شخص سواد بن غزیۃ حلیف بنی النجار صف سے قدرے باہر نکلے ہوئے تھے نبی علیہ السلام نے لوہے کے بغیر تیر کی لکڑی سے سوادؓ کے ننگے پیٹ پر آہستہ سے ٹھوکا دیا اور فرمایا استویا سواد فقال یارسول اللہ اوجعتنی وقد بعثک اللہ بالحق والعدل فاقدنی ای مکنی من القود ای القصاص من نفسک فکشف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بطنه وقال استقد ای خذ القود فاعتنق سواد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقبل بطنه فقال ما حملک علی هذا یا سواد فقال یارسول اللہ حضر ما تری فاردت ان یکون اٰخر العهد بک ان یمس جلدی جلدک فدعا له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیر۔ وسواد هذا جعله صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر عاملا علی خیبر۔ کذا فی کتب التاریخ۔

اقول ووقع له صلی اللہ علیہ وسلم مع بعض الانصار وھو سواد بن عمرو مثل الذی وقع له مع سواد بن غزیۃ ففی ابی داؤد ان رجلا من الانصار کان فیه مزاح فبینما ھو یحدث القوم یضحکھم اذ طعنه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خاصرته بعود کان فی یدہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی لفظ بعرجون وفی اٰخر بعصا فقال اصبرنی یارسول اللہ ای اقدنی ومکنی من نفسك لاقتص منك فقال اصبر ای اقتص قال ان علیك قمیص ولیس علی قمیص فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قمیصه فاحتضنه وجعل یقبل کشحه۔

ومن خصائصه صلی اللہ علیہ وسلم انه ما التصق ببدنه مسلم وتمسه النار کذا فی الخصائص الصغری وفیها فی محل اٰخر ولا تاکل النار شیئا مس جسدہ وکذلك الانبیاء علیهم الصلاۃ والسلام۔

اس جنگ میں مسلمانوں میں سے اول شہید عمر رضی اللہ عنہ کا غلام مہجع تھا پھر حارثہ بن سراقہ شہید ہوئے۔
مسلمانوں کی امداد کے لیے ہزار فرشتے آئے تھے ۵۰۰ جبریل علیہ السلام کے ساتھ اور ۵۰۰ میکائیل علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ بعض روایات میں تین ہزار اور بعض میں پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے تھے۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کان مع المسلمین من مؤمن الجن سبعون لکن لم یثبت انھم قاتلوا بل کانوا مددا فقط۔

جنگ بدر میں ۷۰ کفار قتل اور ۷۰ گرفتار کیے گئے۔ ان میں سے ۲۴ اور بقول بعض ۲۳ رؤسار مکہ کی لاشیں وہاں پر قلیب گڑھے میں ڈالی گئیں۔ یعنی ابوجہل، عتبۃ بن ربیعہ، شیبۃ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، حرث بن عامر وغیرہ۔
مسلمانوں میں ۱۴ شہید ہوئے چھ مہاجر اور آٹھ انصار جن میں چھ خزرج کے اور دو اوس کے تھے۔
چھ مہاجرین یہ ہیں:۔
(۱) عبیدۃ بن الحارث بن عبد المطلب۔ یہ سخت زخمی ہو گئے تھے۔ بدر سے واپس آتے ہوئے مقام صفرا میں وفات پاگئے۔ (۲) مہجع مولی عمر بن الخطاب۔ وھو اول قتیل روی انه اول من یدعی یوم القیامۃ من شھداء ھذہ الامۃ۔ کذا فی السیرۃ النبویۃ لاحمد زینی ج ۱ ص ۳۱۷۔

قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۱۶۱ ونقل بعض المشائخ انه اول من یدعی من شھداء ھذہ الامۃ وانه علیه السلام قال یومئذ مھجع سید الشھداء ای من ھذہ الامۃ فلاینافی ماجاء ان سید الشھداء یوم القیامۃ یحیی بن زکریا علیهما السلام وقائدھم الی الجنۃ وذابح الموت یوم القیامۃ یضجعه ویذبحه بشفرۃ فی یدہ والناس ینظرون الیه لکن جاء سید الشھداء ھابیل الا ان تجعل الاولیۃ اضافیۃ فیراد اول اولاد اٰدم لصلبه انتھی۔ وفی الحدیث المرفوع سید الشھداء حمزۃ رضی اللہ عنه۔
(۳) عمیر بن ابی وقاص۔ (۴) عاقل بن بکیر لیثی (۵) صفوان بن بیضاء فہری (۶) ذو الشمالین۔ ان کا نام عمیر ہے۔ وقیل الحرث وقیل عمرو بن عبد عمرو الخزاعی۔ انھیں ذو الیدین بھی کہا جاتا تھا۔

انصار کے آٹھ شہداء کے نام یہ ہیں۔ (۱) عوف بن عفراء (۲) معوذ بن عفراء یہ دونوں بھائی ہیں (۳) حارثہ ابن سراقہ (۴) یزید بن الحرث بن قیس (۵) رافع بن المعلی (۶) عمیر بن الحمام بن الجموح۔ یہ چھے خزرجی ہیں (۷) سعد بن خیثمۃ (۸) مبشر بن عبد المنذر۔ یہ دو اَوسی ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ سب شہداء عبیدہ کے سوا بدر میں مدفون ہیں۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ صفراء میں یا مقام روحاء میں مدفون ہیں کیونکہ وہ زخمی حالت میں یہاں سے اٹھائے گئے تھے۔

فتح بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے اہل مدینہ کو خوش خبری پہنچانے اور اطلاع دینے کے لیے عبداللہ بن رواحہ و زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو بھیج دیا۔ چنانچہ اہل مدینہ اس اطلاع سے بہت خوش ہوئے اور نبی علیہ السلام کے استقبال کے لیے مقام روحاء تک گئے۔ شہر کے بچوں اور چھوٹی بچیوں نے استقبال کرتے ہوئے کہا ؎

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع
ایہا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

جنگ بدر میں فتح عظیم کے بعد یہود مدینہ اور دیگر دشمنانِ اسلام خائف ہوئے اور بہت سے مسلمان ہوگئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بھی بہ ظاہر اسلام میں داخل ہوگیا۔ وقالت الیھود تیقنا انہ النبی الذی نجد نعتہ فی التوراۃ وامن منھم جماعۃ۔

بدر سے آتے ہوئے مقام صفراء سے گزر کر نبی علیہ السلام نے مالِ غنیمت میں سے خُمس نکال کر باقی مال فوج میں تقسیم فرمادیا۔ مالِ غنیمت ۱۵۰ اونٹوں ۱۰ گھوڑوں اور اسلحہ اور کپڑوں، قیمتی چمڑوں اور نقد دراہم و دنانیر وغیرہ مختلف اشیاء پر مشتمل تھا۔ آپؐ نے اعلان فرمایا من قتل قتیلاً فلہ سلبہ ومن اسر اسیرًا فھو لہ۔

جو صحابہ بحکم نبی علیہ السلام جنگ بدر میں غیر حاضر تھے ان کا حصہ بھی مالِ غنیمت میں سے مقرر فرمایا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اول، عثمان رضی اللہ عنہ جو نبی علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے رہ گئے تھے۔ فتح بدر کی خوش خبری مدینہ منورہ میں اس وقت پہنچی جب کہ حضرت رقیہؓ دفنائی جارہی تھیں۔ بوقت وفات ان کی عمر بیس سال تھی۔ اس واسطے عثمان رضی اللہ عنہ بھی بدریین میں شمار ہوتے ہیں۔ دوم ابولبابہ رضی اللہ عنہ جنھیں مدینہ منورہ میں آپؐ نے نائب مقرر فرمایا تھا۔ سوم عاصم بن عدی جو اہل قبا پر نائب مقرر ہوئے تھے۔ چہارم و پنجم، طلحۃ بن عبیداللہ و سعید بن زید جنھیں نبی علیہ السلام نے دشمن یعنی قافلہ ابوسفیان وغیرہ کی جاسوسی اور پتہ کرنے کے لیے جنگ سے پہلے بھیجا تھا اور پھر وہ اس وقت واپس آئے جب کہ جنگ ختم ہوچکی تھی۔ ششم حرث بن حاطب رضی اللہ عنہ جن کو بنو عمرو بن عوف پر نائب مقرر فرمایا تھا۔

راستہ میں قیدیوں میں سے نضر بن الحرث کے قتل کا آپؐ نے حکم دیا۔ اس کے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں

اور اسی طرح عقبۃ بن ابی معیط بن ذکوان کو بھی قتل کروایا۔ یہ مستہزئین میں سے تھا۔ نبی علیہ السلام کے چہرۂ انور پر عقبہ نے مکہ مکرمہ میں تھوکا تھا ولما بزق فی وجھہ رجع بزاقہ الیہ واحترق وجھہ وصار اثر ذلک باقیاً فی وجھہ الی موتہ وھو الذی وضع سلا الجزور علی ظھر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو ساجد وکان شدید السفہ الفجور ویروی ان النبی علیہ السلام قال لہ بمکۃ لا القاک خارج مکۃ الا علوت راسک بالسیف۔ عقبہ کے قاتل کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض اس کے قاتل عاصم بن ثابت رض ہیں وھو الصحیح اور عند البعض علی بن ابی طالب رض قاتل ہیں۔ قیل انہ بعد قتلہ صلب علی شجرۃ۔ کذا فی سیرۃ احمد زینی دحلان۔ ج ۱ ص ۴۰۶

قال ابن حبیب المؤرخ فی کتابہ المحبر ص ۴۷۵ قتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقبۃ بن ابی معیط بعرق الظبیۃ منصرفہ من بدر قام بصلبہ فھو اول مصلوب فی الاسلام وأسرت ھذیل یوم الرجیع خبیب بن عدی الانصاری وابن الدثنۃ الانصاری رضی اللہ عنھما بعد ما اعطوھما اماناً ووثقوا لھما الا یغدروا بھما فلما صارا فی ایدیھم غدروا بھما وباعوھما من قریش فصلبوھما بالتنعیم رحمھما اللہ ورضی عنھما۔

وفی انسان العیون ج ۲ ص ۱۸۷ قال ابن حبیب ھو ای عقبۃ اول مصلوب فی الاسلام ورده ابن الجوزی بان اول من صلب فی الاسلام خبیب بن عدی وقد یقال لا مخالفۃ لان المراد بالثانی اول مصلوب من المسلمین وبالاول اول مصلوب من الکفار وذکر ان اول من استعمل الصلب فرعون ولعل المراد بہ فرعون موسی بن عمران علیہ السلام لا فرعون ابراھیم علیہ السلام وھو اول الفراعنۃ ولا فرعون یوسف علیہ السلام وھو ثانی الفراعنۃ وفی قول ان فرعون یوسف ھذا ھو فرعون موسی علیہ السلام بمعنی انہ بقی الی زمن موسی علیہ السلام اھ

روی الطبرانی وابن ابی مندۃ عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال بینما انا سائر بجنبات بدر اذ خرج رجل من حفرۃ فی عنقہ سلسلۃ فنادانی یا عبد اللہ اسقنی فلا ادری اعرف اسمی او دعانی بدعایۃ العرب وخرج رجل من تلک الحفرۃ فی یدہ سوط فنادانی یا عبد اللہ لا تسقہ فانہ کافر ثم ضربہ بالسوط فعاد الی حفرتہ فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسرعاً فاخبرتہ بذلک فقال لی قد رأیتہ قلت نعم قال ذاک عدو اللہ ابو جھل وذاک عذابہ الی یوم القیامۃ۔

مقامِ بدر میں لوگ آج تک بعض پُر اسرار طبل و نقارے کی آواز سنتے رہتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ جنگِ بدر کی فتح کی خوشی کے نقارے ہیں۔ زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۴۳۸ پر لکھتے ہیں قال الامام المرجانی وضربت طبل خانۃ النصر ببدر فھی تضرب الی یوم القیامۃ۔

علامہ محمد بن محمد بن مرزوق تلمسانی متوفی ۷۸۱ھ شرح بردہ میں لکھتے ہیں ومن آیات بدر الباقیۃ

ماكنتُ اسمعه من غير واحد من الحجاج انهم اذا اجتازوا ببدر يسمعون هيئةَ الطبل كهيئة طبل ملوك الوقت ويعتقدون ان ذلك لنصر اهل الايمان قال وربما انكرتُ ذلك وربما تأوّلته بان الموضع صلب فتستجيب فيه حوافرُ الدواب وكان يقال لى انه دهس (اى سهل برمل ولا تراب ولا طين) غير صلب وغالب ما يسير هناك الابل واخفافها لا تصوت فى الارض الصلبة فكيف بالرمال۔

قال ثم لما مَنَّ اللّٰهُ علىَّ بالوصول الى ذلك الموضع المشرق نزلت عن الراحلة امشى وبيدى عود طويل من شجر السعدان المسمى بام غيلان وقد نسيتُ ذلك الخبر الذى كنتُ اسمع فما راعنى وانا سائر فى الهاجرة الا واحدٌ من عبيد الاعراب الجمالين يقول اتسمعون الطبل فأخذتنى لما سمعتُ كلامه قشعريرة بيّنة وتذكّرتُ ما كنتُ اُخبرتُ به وكان فى الجوّ بعض ريح فسمعت صوت الطبل وانا دهِشٌ متحيّر مما اصابنى من الفرح او الهيبة او ما اللّٰه اعلم به فشككتُ وقلتُ لعلّ الريح سكنت فى هذا العود الذى فى يدى اوجدتُ مثل هذا الصوت وانا حريص على طلب التحقيق لهذه الاية العظيمة فالقيت العود من يدى وجلستُ على الارض او ثبتُّ قائمًا او فعلتُ جميع ذلك فسمعتُ صوت الطبل سماعًا محققا وصوتا لا اشك انه صوت طبل وذلك من ناحية اليمين ونحن سائرون الى مكة المشرفة ثم نزلنا ببدر فظللت اسمع ذلك الصوت يومى اجمع المرة بعد المرة قال ولقد اُخبرتُ ان ذلك الصوت لا يسمعه جميع الناس انتهى كلام ابن مرزوق۔

قال صاحب الخميس ولما نزلت بدرًا سنة ستّ وثلاثين وتسعمائة وصلّيتُ الفجر يوم الاربعاء اوائل شعبان واقمنا يومًا ابتكرتُ نحو ذلك الصوت يجئ من كثيبٍ ضخم طويل مرتفع كالجبل شمالى بدر فطلعتُ اعلاه وتتابع الناس لسماعه وكانوا زهاء مائةٍ من رجال ونساء فما سمعتُ شيئًا فنزلتُ اسفله فسمعتُ من سفح الكثيب صوتًا كهيئة الطبل الكبير سماعًا محقّقا بلا شك مرارًا متعددة وسمعه الناس كلهم كما سمعتُ و كان الصوت يجئ تارةً من تحتنا ثم ينقطع وتارةً من خلفنا ثم ينقطع وتارةً من قُدّامنا وتارةً من شمالنا فسمعنا سماعًا محققا وكان الوقت صحوًا لا ريح فيه انتهى۔

بابل۔ قرآن مجید میں مذکور ہے وما انزل على الملكين ببابل۔ بابل بکسر با۔ بروزن فاعل ہے۔ یہ ایک قدیم شہر کا نام ہے جو کوفہ وحلّہ کے آس پاس تھا۔ بقول بعض یہ ایک علاقہ کا نام تھا۔ جس میں کوفہ بھی داخل ہے۔ عند الاخفش یہ غیر منصرف ہے علمیت وتانیث کی وجہ سے۔

قرآن میں بابل مذکور ہے قال اللّٰہ تعالیٰ وما انزل على الملكين ببابل هاروت وماروت۔ شہر بابل کو نوح علیہ السلام نے طوفان کے بعد تعمیر کیا تھا۔ لہٰذا طوفان کے بعد یہ پہلا شہر ہے جو آباد ہوا۔ نوح علیہ السلام بمع دیگر رفقاء کے اس میں مقیم ہوگئے۔ اس کے بعد مدت تک یہ دار المملکت رہا۔ اس میں کلدانی لوگ آباد تھے۔ ان کا آخری

بادشاہ تھا۔ دارا کے قتل کے بعد ان کی قوت ختم ہوگئی۔ عند البعض اس شہر کا بانی ضحاک بادشاہ تھا جسے افریدون بادشاہ نے گرفتار کر کے مقام دُنباوند میں قید کر دیا۔ اس کی گرفتاری کے دن کو مجوس نے عید کا دن بنالیا۔ جسے عید مہرجان کہتے ہیں۔

مشہور ہے کہ ضحاک کے تین منہ اور چھے آنکھیں تھیں اور ہزار سال تک وہ حاکم اور بادشاہ رہا۔ ابو المنذر کہتے ہیں کہ شہر بابل کی اول تعمیر بیوراسب جبار بادشاہ نے کی واشتق اسمہا من اسم المشتری لان بابل بلسانہم اسم للمشتری استتم بناؤھا جمع الیہا کل من قدر علیہ من العلماء وبنیٰ لہم اثنی عشر قصراً علیٰ عدد البروج وسمّاھا بأسمائہم فلم تزل عامرۃً حتی خرّبہا الاسکندر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بابل میں جب بہت سے قبائل جمع ہوئے اور بہ حکم خداوندی ان کی زبانیں مختلف ہوئیں قال حتی افترقوا علیٰ اثنین وسبعین لسانا وانقطع الصوتُ وتبلبلتِ الالسنُ فسمّیت بابل۔ کذا فی المعجم۔ بابل زمانہ قدیم میں سحر و نجوم کا مرکز تھا۔ اب تباہ شدہ حالت میں اس کے کھنڈرات باقی ہیں۔

وقال یاقوت ذکر اھل التوراۃ انّ مقام أدم علیہ السلام کان ببابل فلما قُتِل قابیلُ ھابیلَ مَقَتَ أدم قابیل فھرب قابیل باھلہ الی الجبال عن ارض بابل فسمیت بابل یعنی بہ الفرقۃ ثم بعد مدۃ حینما کثرت اولاد قابیل نزلت اولاد قابیل بمصر۔

فائدہ ۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ بابل یعنی عراق کے حکمران دنیا کے اوّلین بادشاہ تھے جنھوں نے زمین آباد کی اور اس میں شہر تعمیر کیے۔ فُرسِ اولیٰ نے حکومت ملوکِ بابل سے لی جس طرح رومیوں نے یونانیوں سے حکومت چھین لی تھی۔ مؤرخ مسعودی لکھتے ہیں کہ نمروذ جبار بابل کا پہلا حاکم ہے نمروذ کے زمانے میں ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے اور اسی نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ نمروذ نے عراق میں متعدد نہروں کی کھدائی کا حکم دیا۔ ان میں ایک نہر کوثی ہے جو طریق کوفہ میں ہے اور قصر ابن ہبیرہ و بغداد کے درمیان سے گزرتی ہے۔ لیکن بعض اہل تاریخ مسعودی کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ نمروذ بابل کا سب سے پہلا بادشاہ تھا۔

مسعودی کی تحقیق کے مطابق ملوک بابل کے بادشاہوں کے اسماء اور مدتِ حکومت مندرجہ ذیل جدول سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

عدد	اسماء الملوك مع ذكر بعض الاحوال	مدة الملك
۱	نمروذ الجابر المشهور۔	۶۰ سنۃً

۲	ثم	ملك بعده بولوس وكان متجبّراً وصاحب حروب۔	۷۰ سنة
۳	ثم	فيومنوس وكان باغياً على الناس۔	۱۰۰ "
۴	ثم	سوسوس۔	۹۰ "
۵	ثم	كورش۔	۵۰ "
۶	ثم	اذفر وقيل اسمه انمر۔	۲۰ "
۷	ثم	سملا وقيل اسمه شبرم۔	۴۰ "
۸	ثم	بوسميس وقيل فرسميس۔	۷۰ "
۹	ثم	انيوس۔	۳۰ "
۱۰	ثم	افلاوس وقيل ابلاوس۔	۱۵ "
۱۱	ثم	الحلوس۔	۴۰ "
۱۲	ثم	اومرنوس وقيل اومونوس۔	۳۰ "
۱۳	ثم	كلوس وقيل بعتكلوس۔	۳۰ "
۱۴	ثم	سيبفروس وقيل سفروس۔	۴۰ "
۱۵	ثم	مارنوس۔	۳۰ "
۱۶	ثم	وسطاليم۔	۴۰ "
۱۷	ثم	امنوطوس وقيل اميرطوس۔	۶۰ "
۱۸	ثم	تباوليوس۔	۵۰ "
۱۹	ثم	العداس۔	۳۰ "
۲۰	ثم	اطيروس۔	۶۰ "
۲۱	ثم	ساوساس۔	۲۰ "
۲۲	ثم	فاربنوس۔ ملك ۵۰ سنة وقيل ۴۵ سنة۔	۵۰ "
۲۳	ثم	سوسا اذربنوس فغزاه ملك من ملوك فارس من عقب ارا ملك فارس۔	۴۰ "
۲۴	ثم	مسروس۔	۵۰ "
۲۵	ثم	طاطايوس۔	۳۰ "
۲۶	ثم	طاطاوس۔	۴۰ "
۲۷	ثم	افروس۔	۴۰ "

عدد	اسماء الملوك وذكر بعض احوالهم	مدة الملك
٢٨	ثم لاوسيس۔	٥٠
٢٩	ثم افريقريس ملك ٣٠ سنة او ٥٠ او ٤٢ سنة۔	٣٠
٣٠	ثم منطورس۔	٢٠
٣١	ثم فولاتسما۔	٦٠
٣٢	ثم هنقلس ملك ٣٥ سنة او ٥٠ سنة وكانت له حروب مع بعض ملوك الصابئة۔	٣٥
٣٣	ثم مرجد وقيل اسمه سيموجد۔	٣٠
٣٤	ثم مردوح۔	٤٠
٣٥	ثم سنجاريب وهو الذى اتى بيت المقدس۔	٣٠
٣٦	ثم نشوه منوشا وقيل اسمه سوسا۔	٣٠
٣٧	ثم بختنصر الجبار المشهور مخرب بيت المقدس و قاتل بنى اسرائيل۔	٤٥
٣٨	ثم فرمودوج وقيل قرمودج۔	١
٣٩	ثم بنطسفر وقيل نيطعز۔	٦٠
٤٠	ثم منسوس۔	٨
٤١	ثم مسوسا۔	١
٤٢	ثم داونوس۔	٣١
٤٣	ثم كسرجوس۔	٢٠
٤٤	ثم مرطياسة ملك ٩ اشهر وقتل۔	٩ من الاشهر
٤٥	ثم فنحست۔	٤١ سنة
٤٦	ثم احترست۔	٣
٤٧	ثم شعرياس۔	١
٤٨	ثم داريوس۔	٢٠
٤٩	ثم الطحست۔	٢٩
٥٠	ثم دارواليسع	١٥

هذا مارسمت اسماء هؤلاء الملوك فى كتب التواريخ وللمورخين فى هذا الباب اختلاف كثير قال المسعودى

قالوا وهم الذین شیّدوا البنیان ومدّنوا المدن وحفروا الانهار وغرسوا الاشجار واستخرجوا المعادن من الحدید والرصاص والنحاس وغیر ذلك وطبعوا السیوف واتخذوا عدّة الحرب وغیر ذلك من الحیل ونصبوا قوانین الحرب بالقلب والمیمنة والمیسرة والاجنحة وجعلوا ذلك مثالاً لاعضاء جسد الانسان وقد ذهبت طائفة من الناس الی ان هؤلاء کانوا من النبط وغیرهم من الامم۔

علم نجوم میں اہل بابل نے قدیم زمانے میں بڑی ترقی کی تھی۔ سیارات وثوابت کے بارے میں ان کی متعدد تحقیقات آج تک صحیح تسلیم کی جاتی ہیں۔ آج کل دوربینوں کے ذریعے کواکب کی تفصیل معلوم کی جاتی ہے لیکن زمانہ قدیم میں بعض اہل بابل نے ایسا سرمہ ایجاد کیا تھا جس کے استعمال سے وہ خالی آنکھ سے دور دراز ستاروں کی حرکات واحوال دیکھ سکتا تھا۔ حکی الامام فخر الدین فی اول السرّ المکتوم قال قال ثابت ابن قرة ذکر بعض الحکماء کحلاً یقوّی البصر الی حیث یری مابعد عنه کأنه بین یدیه قال فعل بعض اهل بابل فحکی انه رأی جمیع السیارة والثابتة فی مواضعها وکان ینفذ نور بصره فی الاجسام الکثیفة فکان یری ما وراءها فامتحنته انا وقسطا بن لوقا ودخلنا بیتاً وکتبنا کتاباً فکان یقرأه علینا ویعرفنا اوّل سطر من الکتاب وآخره کأنه معنا وکنا نأخذ القرطاس نکتب بیننا وبینه جدار وثیق فاخذ هو قرطاساً ونسخ ما کنا نکتبه کأنه ینظر فیما نکتب سأله قسطا عن اخ له ببعلبك فنظر ثم اخبر انه علیل وانه ولد له مولود وطالعه ثلاثة اجزاء من الثور ففحصنا عنه فکان کما قال انتهی۔

بصرہ۔ شرح تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ شہر بصرہ عراق کا معروف شہر ہے۔ زمانہ قدیم میں بصرہ وکوفہ علمی مرکز تھے۔ بصرتان کوفہ و بصرہ کو کہا جاتا ہے۔ بصرہ وکوفہ دونوں شہروں کی تعمیر خلافت عمرؓ میں ہوئی۔ عتبۃ بن غزوان نے بحکم عمر رضی اللہ عنہ افواج اسلام کے لیے ایک مناسب جگہ تلاش کی تو یہ جگہ جس میں اب بصرہ ہے منتخب کی۔

قال الاصمعی عبد الرحمن بن ابی بکرة اول مولود ولد بالبصرة فنحر ابوه جزوراً اشبع اهل البصرة وکان تمصیر البصرة فی سنة ۱۴ھ قبل الکوفة بستة اشهر وکان ابوبکرة اوّل من غرس النخل بالبصرة۔

بصرہ کے معنی لغوی ووجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قولِ اوّل۔ ابن انباری کہتے ہیں البصرة فی کلام العرب الارض الغلیظة وقال قطرب هی الارض الغلیظة التی فیها حجارة تقلع وتقطع حوافر الدواب۔ تعمیر شہر سے قبل چونکہ بصرہ کی زمین سخت اور پتھریلی تھی اسی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔

قولِ ثانی۔ قیل البصرة حجارة رخوة فیها بیاض۔

قولِ ثالث ۔ قال ابن الاعرابی البصرة حجارة صلابٌ وسُمّیت بصرة لغلظها وشدّتها کما تقول ثوب ذوبصر اذا کان شدیداً جیداً قال ورأیتُ فی تلك الحجارة فی اعلی المربد بیضا صلابًا ۔

قولِ رابع ۔ ذکر الشرقی بن القطامی ان المسلمین حین وافوا مکان البصرة للنزول بها نظروا الیها من بعید وابصروا الحصی علیها فقالوا انّ هذہ ارض بصرة یعنون حصبة فسمیت بذلك ۔

قولِ خامس ۔ قیل البصرة الطین العلك ۔

قولِ سادس ۔ قیل هی الارض الطیبة الحمراء ۔

قولِ سابع ۔ قال احمد بن محمد الهمدانی حکایة عن محمد بن شرحبیل بن حسنة انما سُمّیت البصرة لانّ فیها حجارة سوداء صلبة ۔

قولِ ثامن ۔ قال حمزة بن الحسن الاصبهانی سمعتُ مُوبَذ بن اسوهشت یقول البصرة تعریب بَس راہ لانها کانت ذات طرق کثیرة انشعبت منها الی اماکن مختلفة ۔

بصرہ وکوفہ دین اسلام وعلم وجیوشِ اسلام ومجاہدین کے مرکز تھے لہٰذا دونوں کی افضلیت میں اہلِ کوفہ وبصرہ میں مقابلے ومفاخرے ہوتے رہتے تھے ۔ طرفین کا تھوڑا سا کلام یہاں پر نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے بعض اہل کوفہ نے کہا ان البصرة اَسرعُ الارضِ خرابًا واَخبثُها ترابًا وابعدُها من السماءِ واَسرعُها غرقًا ۔ اس کے جواب میں اہلِ بصرہ نے کہا کیف یکون باسرع غرقًا ؟ ومفیضُ مائِها فی البحرِ ثم یخرج ذلك الی البحرِ الاعظم ثم اذا جاوز الابلة بعدة فراسخ یصبُّ فی دجلة سامرا ودجلة عبادان ولم یدخل البصرة ماءٌ قط فکیف تکون اسرع خرابًا ؟

احنف بن قیس بصری نے اہل کوفہ کو کہا نحن اَغذی منکم بریةً واکثر منکم بحریةً وابعد منکم قسریةً واکثر منکم ذریةً ۔

اہل بصرہ میں سے بعض لوگوں نے فقہاء اہل کوفہ کے بارے میں کہا ابحثُ الناسِ لصغیرٍ واترکُہ لکبیرٍ یتکلّف احدهم القول فی الدور والدین والعین وهولم یحکم طلاق السنّة اھ راجع لحساب الدور مبسوط السرخسی ج ۲۹ ص ۱۳۵ تا ۹۱ وجواب اهل الکوفة انّ هذا کذب فنحن بیّنا احکام کبیرٍ وصغیرٍ واذا بحثنا لصغیرٍ فبحثُنا لکبیرٍ بطریق الاولی والتحقیق شعارُنا وتفصیلُ انواع الاحکام دثارُنا وابوحنیفة امامُنا وابن مسعود وعلیّ وغیرهما من الاف الصحابة رضی الله عنهم قُدوتُنا وفی سنّة رسول الله علیه وسلم اُسوتُنا فنحن نفضِّل الشیخین ونُحب الختنین ونری المسح علی الخفّین ۔

وعاب الکوفیون بعض فقهاء البصریین فقال کان الحسن اَزرق وقتادة اعمٰی وابن ابی عروبة اعرج وهشام اعمٰی وواصل احدب وعبد الوارث اَبرص ویحیی بن سعید احول ۔

فقال بعض البصريين يعيب فقهاء الكوفيين كان علقمة اعرج وابراهيم اعوق وسليمان اعمش ورشيد اعرج وابومعاوية اعمى ومسروق مفلوجا وشريح سناطا اى لالحية له ـ كذا فى كتاب معدن الجواهر بتاريخ البصرة والجزائر لنعمان بن محمد بن العراق من علماء القرن العاشر ومن هذا الكتاب نقلت اكثر هذه المقالات فى المناضلة والمفاخرة بين اهالى المصرين ـ

وفيه فقال بعض البصريين يهجو اهل الكوفة ؎

اذا سقى الله قوما صوب غادية ... فلا سقى الله اهل الكوفة المطرا

السارقون اذا ما جن ليلهم ... والدارسون اذا ما اصبحوا السورا

وارسل الريح تذرى فى وجوههم ... حتى اذا لم يروا عينا ولا اثرا

القى العداوة والبغضاء بينهم ... حتى يكون لمن عاداهم جورا

وقال اليعقوبى منتصرا لاهل الكوفة ـ اهل الكوفة على قلة اموالهم اهل تجمل وتستر وكفاف و عفاف وليس فى البلدان اشد عفافا منهم ولا اشد تجملا وهى طيبة الهواء عذبة الماء ماؤها الفرات الاعظم وهى دار العرب ومادة الاسلام ومعدن العلم بها ائمة القراء والفصحاء الذين ترجع عامة الناس الى قراءتهم وفقهاؤها الذين عليهم المعتمد هم اهل العلم بالشعر فصيح اللغة لان اهلها عرب كلهم لا تخالطهم الانباط ولا الفرس ولا الخزر ولا السند ولا الهند ولا يتناكحون فى هذه الاجناس فيفسدوا لغاتهم وان اصل الرواية ومعرفة اللغة كان فيهم ومن روايتهم صار الى اهل البصرة وغيرها لان اهل الحيرة كان اول من دون الشعر وكتبه وكان ذلك فى ايام آل المنذر وكانت شعراء الجاهلية تفد عليهم وكان آل المنذر يأمرون كتابهم من اهل الحيرة ان يكتبوا اشعارهم فاخذ الناس عنهم اهـ كذا فى معدن الجواهر

وحكى ابن جنى باسناده عن حماد الراوية قال امر النعمان فنسخت له اشعار فى الطنوج وهى الكراريس فكتبت له ثم دفنها فى قصره الابيض فلما كان المختار بن ابى عبيد قيل له ان تحت القصر كنزا فاحتفره فاخرج تلك الاشعار فمن ثم اهل الكوفة اعلم بالاشعار من اهل البصرة ـ

قال الجاحظ من عيوب البصرة اختلاف هوائها فى يوم واحد لانهم يلبسون القميص مرة والمبطنات مرة لاختلاف جواهر الساعات ولذلك سميت الرعناء ـ

وقال الجاحظ بالبصرة ثلاث اعجوبات ليست فى غيرها منها ان عدد المد والجزر فى جميع الدهر شئ واحد فيقبل عند حاجتهم اليه ويرتد عند استغنائهم عنه ثم لا يبطئ عنها الا بقدر هضمها واستمرائها وجمامها واستراحتها لا يقتلها غطسا ولا غرقا يجئ على حساب معلوم وعادة قائمة يزيدها القمر فى امتلائه كما يزيدها فى نقصانه فلا يخفى على اهل الغلات متى يتخلفون ـ

والاعجوبة الثانية ادّعاء اهل انطاكية واهل حمص وجميع بلاد الفراعنة الطلسمات وهذه البلاد بدُن مالاهل البصرة وذلك ان لو التمست فی جمیع بیادرها و رباطها المعوذة وغیرها علی نخلها فی جمیع معاصر دبسها ان تصیب ذبابةً واحدةً لما وجدتها الّا فی الفرط ولو ان معصرة دون الغیظ او تمرة منبوذة دون المسناط لما استبقیتها من کثرة الذبان ۔

والاعجوبة الثالثة ان الغربان القواطع فی الخریف یجیٔ منها ما یسوّد جمیع نخل البصرة واشجارها ثم لم یوجد فی جمیع الدهر غرابٌ واحدٌ ساقطٌ الّا علی نخلة مصرومة ولم یبق منها عذق واحد ومناقیر الغربان معاول وتمر الاعذاق فی ذلک الوقت غیر متماسکةٌ فلو خلاها الله تعالی ولم یمسکها بلطفه لاکتفی کل عذق منها بنقرة واحدة حتی لم یبق علیها الا الیسیر ثم الغربان فی ذلک تنتظر أن تصرم وبعد الصرم وقطع کل عذق تری النخلة سوداء من کثرة الغربان۔ فسبحان من قدّلهم ذلک وارام هذه الاعجوبة ۔ اھ بتصرف وحذف ۔

بصرہ کے اوّل گورنر اس کے معمار تھے یعنی عتبۃ بن غزوان ۔ ان کے بعد مجاشع بن مسعود یا مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہم ۔ اور بقول بعض علماء عتبہ کے بعد بصرہ کے والی ابوسبرۃ بن رہم تھے ان کے بعد عبدالرحمٰن بن سہل ان کے بعد مغیرۃ بن شعبہ پھر وہ معزول ہوئے اور ابوموسٰی اشعری گورنر مقرر ہوئے ۔ رضی اللہ عنہم ۔

قال المورخ المسعودی فی مروج الذهب ج ۲ ص۲۵۹ بعد ما ذکر ان الخلیفة الهادی دعا ابن دأب فی وقت من اللیل وجری بینهما کلام طویل ۔ قال ابن دأب ثم قال الهادی دع عنك ذکر المغرب و اخباره وهلم بنا الی ذکر فضائل البصرة والکوفة وما زادت به کل واحدة منهما علی الاخری قال قلتُ ذکر عن عبد الملك بن عمیر انه قال قدم علینا الاحنف بن قیس الکوفة مع مصعب بن الزبیر فما رأیتُ شیخاً قبیحاً الّا ورأیت فی وجه الاحنف منه شبهاً کان صعل الرأس مائل الشدق ولکنه کان اذا تکلم جلّی عن نفسه فجعل یفاخرنا ذات یوم بالبصرة ونفاخره بالکوفة ۔

فقلنا الکوفة اغذی وامرأ وافسح واطیب فقال له رجل والله ما اشبه الکوفة الّا بشابّةٍ صبیحة الوجه کریمة الحسب ولا مال لها فاذا ذکرت حاجتها فکفّ عنها طالبها وما أشبّه البصرة الّا بعجوز ذات عوارض موسرة فاذا ذکرت یسارها وذکرت عوارضها فکفّ عنها طالبها ۔

فقال الاحنف اما البصرة فان اسفلها قصب و اوسطها خشب واعلاها رطب نحن اکثر ساجًا وعاجًا ودیباجًا ونحن اکثر قندًا ونقدًا والله ما اتی البصرة الّا طائعًا ولا اخرج منها الّا کارهًا فقام الیه شابٌّ فقال یا ابا بحر بم بلغت فی الناس ما بلغت فوالله ما انت باجملهم ولا باشرفهم قال یا ابن اخی بترکی ما لا یعنینی کما عناك من امری ما لا ینبغی ان یعنیك اھ

فائدہ گورنر بصرہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ نے وہ عظیم تاریخی خط بھیجا جس میں آدابِ قضاء و سیاستِ عدل کے نصائح درج ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اسی طرح ہر خلیفہ راشد کا خط گورنروں اور وُلاۃ کے نام احکامِ شرعیہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ لیکن ان میں سے بیشتر ضائع ہو گئے۔

مذکورہ صدر خط متعدد کتب میں مذکور ہے نیز کئی محققین نے اس کی سند وصحت کے بارے میں بڑی مفید تحقیقات پیش کی ہیں۔ موطّأین اور کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۴۰ و مصنف عبد الرزاق میں ہے عن معمر عن قتادۃ ان عمر کتب الخ۔ کتاب البیان والتبیین للجاحظ ج ص ۱۶۹ و عیون الاخبار ج ص ۶۶ میں ہے قال ابن قتیبۃ بلغنی عن کثیر بن ھشام عن جعفر بن برقان قال کتب عمر الخ کتاب الانساب للبلاذری مخطوطہ ج ۲ ص ۶۲۳ و کتاب الکامل للمبرد، ص ۹ میں اس خط کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸ھ نے عقد فرید ج ا ص ۳۳ میں اس خط کا ذکر کیا ہے۔ دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ نے سنن ج ص ۵۱۲ میں، امام ابوبکر باقلانی متوفی ۴۰۳ھ نے بغیر اسناد اعجاز القرآن ص ۲۱۴ میں۔ علامہ ماوردی متوفی ۴۵۰ھ نے بغیر اسناد کتاب احکام سلطانیہ ص ۱۱۹ میں۔ بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۹ میں اور ص ۱۵۰ پر۔ شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے مبسوط ج ۱۶ ص ۶۰ و ۶۵ پر۔ علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ نے بغیر اسناد بدائع الصنائع ج ۷، ص ۹ پر۔ ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے تاریخ عمر ص ۹۵ پر۔ علامہ نویری متوفی ۷۳۲ھ نے بغیر اسناد نہایۃ الارب فی فنون الادب ج ۶ ص ۲۵۷ پر۔ ابن القیم متوفی ۷۵۱ھ نے اعلام الموقعین ج ا ص ۷۱ پر ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ نے مقدمہ ج ا ص ۱۸۴ پر۔ قلقشندی متوفی ۸۲۱ھ نے صبح اعشیٰ ج ۱۰ ص ۱۹۳ پر علی متقی متوفی ۹۷۵ھ نے کنز العمال ج ۳ رقم حدیث ۲۶۳۲ میں۔ ابن فرحون متوفی ۷۹۹ھ نے تبصرۃ الاحکام فی اصول الاقضیۃ و مناہج الاحکام ج ا ص ۱۲ پر رسالہ عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام وہ خط یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من عبد اللہ عمر امیر المؤمنین الی عبد اللہ بن قیس سلام علیك. اما بعد فانّ القضاء فریضۃ محکمۃ وسنّۃ متّبعۃ فافہم اذا اُدلی الیك فانہ لاینفع تکلم بحق لانفاذ لہ۔ آسِ بین الناس فی مجلسك ووجھك وعدلك حتی لا یطمع شریف فی حیفك ولا یخاف ضعیف جورك البیّنۃ علی المدّعی والیمین علی من انکر. والصلح جائز بین المسلمین الا صلحا حرّم حلالا او احلّ حراما لایمنعك قضاء قضیتہ بالامس راجعت فیہ الیوم نفسك وھدیت لرشدك ان تراجع للحق فان الحق قدیم ومراجعۃ الحق خیر من التمادی فی الباطل۔ الفھم الفھم فیما یختلج فی صدرك مما لم یبلغك فی الکتاب والسنۃ واعرف الامثال والاشباہ وقِس الامور عند ذلك ثم اعمد الی احبّھا الی اللہ تعالیٰ واشبھھا بالحق فیما تری. اجعل للمدعی امدا ینتھی الیہ فان احضر بیّنۃ اخذ بحقہ والا وجّھت القضاء

علیه فانّ ذلك اجلی للعمی وابلغ فی العذر۔

المسلمون عدول بعضهم علی بعض الّا محدود حدّاً او مجرّب علیه شهادة زور اوظنین فی ولاءٍ او قرابةٍ۔ فانّ الله تولّی منکم السرائر ودرأ عنکم بالبیّنات۔ ثم ایاك والزجر (الضجر) والقلق والتأذی بالناس والتنکر للخصوم فی مواطن الحق التی یوجب الله بها الاجر ویحسن بها الذخر فانه من یخلص نیّته فیمابینه وبین الله ولو علی نفسه یکف الله مابینه وبین الناس ومن یتزیّن للناس بمایعلم الله منه خلافه یشنه الله فماظنك بثواب غیرالله فی عاجل رزقه وخزائن رحمته والسلام۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس متبرک و شہیر عالم خط کی روایات میں قدرے اختلاف ہے۔ اختلاف کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الوثائق السیاسیۃ تالیف محمد حمید اللہ۔

بَعلَبَکّ بفتح فسکون ففتح ثم فتح وتشدید الکاف۔ بحث الحجّ کے اواخر میں بعلبک مذکور ہے۔

بعلبک قدیم شہر ہے۔ دمشق سے ۱۲ فرسخ دور ہے۔ اس کا طول بلد ۶۸ درجہ ۲۰ دقیقہ ہے اقلیم رابع میں ہے بعض علماء کی رائے میں اس کا طول ۶۲ درجہ ۲۰ دقیقہ اور عرض ۳۷ درجہ ۳۰ دقیقہ ہے۔ قال یاقوت هواسم مرکب من بعل اسم صنم وبك من بكّ عنقه ای دقّها فاما ان یکون نسب الصنم الی بك وهواسم رجل او جعلوه یبكّ الاعناق هذا ان کان عربیًا والافلا اشتقاق اھ یہ لفظ غیر منصرف ہے علمیّت وترکیب کی وجہ سے کما قال یاقوت وغیرہ یا علمیت وعجمہ کی وجہ سے کما قال غیرواحد من العلماء۔ بعلبک میں بناء آخر اسمین بالفتح مثل خمسۃ عشر بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ لام معرب ہو حسب عوامل اور مضاف ہو بک کی طرف فتقول هذا بعلبُكٍ ورایتُ بعلَبكٍ ومررت ببعلِبكٍ برفع اللام ونصبه وجرّه۔

قیل ان بعلبك کانت مهر بلقیس وبها قصر سلیمان علیه السلام وهومبنی علی اساطین الرخام وبها قبرالیاس النبی علیه السلام وبقلعتها مقام ابراهیم الخلیل علیه السلام۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب ۱۴ھ میں دمشق کو فتح کیا اور حمص جانے لگے تو بعلبک پر گزرے تو اس کے باشندوں سے صلح ہوئی اور بغیر جنگ کے انہوں نے مسلمانوں کی حکومت تسلیم کر لی۔

بحر روم۔ آیت ومالنا الّا نقاتل فی سبیل الله وقد اخرجنا من دیارنا الخ کے بیان میں مذکور ہے۔ بحر روم کو بحر شام و مصر بھی کہتے ہیں کما فی مروج الذهب ج ۱ ص ۹۳۔ بحر روم کے ساحل پر یا اس کے قریب یہ بلاد و ممالک واقع ہیں روم۔ شام۔ مصر۔ طرابلس۔ صیدا۔ انطاکیہ۔ لاذقیہ۔ صور۔ اسکندریہ وغیرہ۔ بحر روم کا مبدأ ایک خلیج ہے جو بحر اوقیانوس سے متعلق ہے۔ بحر روم سے ایک خلیج نکلتی ہے جو شہر رومیہ سے متصل ہے کہتے ہیں کہ اس سمندر کا طول ۵۰۰۰ میل ہے اور چوڑائی کہیں ۷۰۰ میل کہیں ۸۰۰ میل اور کہیں ۶۰۰۔ اور کہیں اس سے بھی کم ہے۔ کم از کم چوڑائی بلاد مغرب میں سے شہر طنجہ و سبتہ کے اور ساحل اندلس کے مابین ہے جو تقریبًا

دس میل ہے۔

اسی مقام سے اندلس و مغرب والے ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں۔ ساحلِ سبتہ کے بالمقابل بجانب اندلس جبلِ طارق واقع ہے۔ یہ پہاڑ موسیٰ بن نصیر رحمہ اللہ کے غلام طارق کے نام سے موسوم ہے۔ کیونکہ یہاں سے طارق رحمہ اللہ نے بحر روم کو عبور کرکے ارضِ اندلس کو فتح کیا تھا۔ جزیرۂ قبرص اسی بحر روم میں ساحلِ شام و ساحلِ روم کے مابین واقع ہے۔ بحر روم میں بہت سے جزائر واقع ہیں قال الامام الرازی فی تفسیرہ الکبیر ج ۲ ص۶۹ وفی ھذا البحر بحر الروم مائۃ واثنتان وستون جزیرۃ عامرۃ منھا خمسون جزیرۃ عظام اھ

اسی بحر روم و شام کے ذریعہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے غزوۂ بحر شروع کیا تھا چنانچہ ۲۸ھ میں حضرت عثمانؓ کی خلافت میں حضرت معاویہؓ نے غزوۂ بحر شروع کرتے ہوئے بحر روم کے اہم جزیرہ قبرص کو فتح کرلیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ خلافتِ عمر و خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہما میں ملکِ شام کے گورنر تھے۔ بقولِ بعض علماء جزیرۂ قبرص جنگ سے اور بقولِ بعض صلح سے فتح ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ کچھ حصہ صلح سے اور کچھ حصہ جنگ سے مفتوح ہوا ہو۔ بعض مؤرخین کی رائے میں غزوۂ قبرص ۳۳ھ میں ہوا تھا۔

قال ابن جریر فی تاریخ الامم ج ۵ ص۵ مما ذکر انہ کان فیھا ای فی سنۃ ۲۸ من الھجرۃ فتح قبرس علی ید معاویۃؓ غزاھا بامر عثمانؓ ایاہ وذلک فی قول الواقدی فاما ابو معشر فانہ قال کانت قبرس ۳۳ھ غزاھا فیما ذکر جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھم ابوذر وعبادۃ بن الصامت ومعہ زوجتہ ام حرام والمقداد وابوالدرداء وشداد بن اوس رضی اللہ عنھم ثم قال ان صلح قبرس وقع عن جزیۃ سبعۃ الاف دینار یؤدونھا الی المسلمین فی کل سنۃ ویؤدون الی الروم مثلھا لیس للمسلمین ان یحولوا بینھم وبین ذلک وعلیھم ان یؤذنوا المسلمین بمسیر عدوھم من الروم الیھم قال الواقدی غزا معاویۃ فی ۲۸ھ قبرس وغزاھا اھل مصر وعلیھم عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح حتی لقوا معاویۃ فکان علی الناس۔

وعن جبیر بن نفیر قال لما سبیناھم ای اسرنا رجالَ قُبرس ونساءھم نظرتُ الی ابی الدرداء یبکی فقلتُ ما یُبکیک فی یوم اعزّ اللہ فیہ الاسلام واھلہ واذلّ فیہ الکفر واھلہ قال فضرب بیدہ علی منکبی وقال ثکلتک امّک یا جبیر ما اھونَ الخلق علی اللہ اذا ترکوا امرہ بینا ھی امّۃ ظاھرۃٌ قاھرۃٌ للناس لھم الملک اذ ترکوا امر اللہ فصاروا الی ما تریٰ فسلّط اللہ علیھم السباء واذا سلّط السباء علیٰ قوم فلیس للہ فیھم حاجۃ۔ قال الواقدی ان معاویۃ صالح اھل قبرس فی ولایۃ عثمان وھو اوّل من غزا الروم وفی العھد الذی بینہ وبینھم الا یتزوجوا فی عدونا من الروم الا باذننا۔ وفی ھذہ السنۃ غزا حبیب بن مسلمۃ سوریۃ من ارض الروم۔ جزیرۂ قبرص کے بارے میں چند سال قبل (راس وقت ۱۴۰۲ھ ہے) حکومت ترکی اور یونان کے مابین بڑا نزاع پیدا ہوگیا تھا۔ یہ جزیرہ ترکی کے قریب ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر شام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے غزوہ بحر روم کی اجازت مانگی مگر آپ نے اجازت نہ دی۔ کیونکہ سمندری جنگ میں خطرات بہت ہوتے ہیں نیز اس کے لیے بحری تیاری ضروری ہوتی ہے اور وہ حسب خواہ نہ تھی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بایں شرط اجازت ملی جو طبری نے ذکر کی ہے قال له عثمان رضی اللہ عنہ لا تنتخب الناس وخیّرهم فمن اختار الغزو طائعًا فاحمله واعِنْه۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے سمندری فوج کا امیر عبداللہ بن قیس حارثی کو مقرر کیا۔ ابن قیس نے ۵۰ غزوات کیے اور یہ دعا مانگتے رہے کہ سمندر میں کسی مسلمان فوجی کو نقصان نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ ذکر الطبری ان معاویة کتب الی عمر رضی اللہ عنہ کتابا فی غزو البحر یُرغّبه فیه ویقول یا امیر المؤمنین انّ بالشام قریة یسمع اهلها نباح کلاب الروم وصیاح دیوکهم وهم تلقاء ساحل من سواحل حمص فکتب عمر رضی اللہ عنہ الی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ یستشیره ان صِفْ لی البحر فکتب الیه عمرو یا امیر المؤمنین انی رأیت خلقًا عظیمًا یرکبه خلقٌ صغیر لیس الّا السماء والماء وانما هم کدُودٍ علی عودٍ ان مال غرق وان نجا برق فلما قرأه عمر رضی اللہ عنہ کتب الی معاویة لا والله لا احمل فیه مسلمًا ابدًا وکتب ایضًا الیه انا سمعنا ان بحر الشام یُشرف علی اطول شئ علی الارض یستأذن فی کل یوم ولیلة فی ان یفیض علی الارض فیغرقها فکیف احمل الجنود فی هذا الکافر المستصعب وتالله لمسلمٌ احب الیّ مما حوت الروم فایاك ان تعرّض لی وقد تقدّمتُ الیك وقد علمت مالقی العلاء الحضرمی منّی۔

البحر ۔ تفسیر آیت تجری من تحتها الانهٰر ہیں اور قرآن شریف میں بھی مذکور ہے۔ بحر لغت عربی میں سمندر کو کہتے ہیں۔ دریا پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا الّا مجازاً۔ سمندر کو محیط بھی کہتے ہیں۔ چھوٹے سمندر بہت ہیں۔ البتہ بڑے سمندر علماء طبقات ارض کی تصریح کے مطابق پانچ ہیں۔

۱۔ محیط باسفیکی۔ اسے بحر الکاہل و بحر محیط بھی کہتے ہیں۔ اس کی وسعت ۶۴۰۰۰۰۰۰ مربع میل ہے یہ سب سے بڑا سمندر ہے۔ بقول علماء ہیئت جدیدہ اسی مقام و محل وقوع سے چاند جدا ہوا تھا۔

۲۔ محیط اطلنطی۔ بحر اوقیانوس و بحر ظلمات بھی اس کے نام ہیں۔ اس کی وسعت ۳۱۵۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ جزائر خالدات اسی بحر میں واقع ہیں۔ ارسطو وغیرہ علماء ہیئت کے نزدیک یہی جزائر مبدأ طول بلاد ہیں۔ لیکن قدیم علماء ہند کی رائے میں مقام گنگدژ مبدأ طول بلاد ہے۔

۳۔ بحر ہند۔ اس کے ساحل پر ہندستان وغیرہ بہت سے ممالک واقع ہیں۔ اس سے کئی خلیجیں نکلتی ہیں۔ مثلاً خلیج حبش جو ارض بربر تک پہنچتی ہے۔ خلیج بحر ایلہ جسے بحر قلزم بھی کہتے ہیں۔ اس خلیج کے مشرق میں یمن و عدن اور مغرب میں ارضِ حبشہ واقع ہے۔ خلیج بحر فارس۔ جسے خلیج فارس بھی کہتے ہیں۔ یہی خلیج بحر بصرہ و فارس ہے۔ اس کے مشرق میں مکران اور مغرب میں عمان واقع ہیں۔ بحر ہند کی وسعت ۲۸۹۲۹۰۰ مربع میل اور بعض ماہرین کے نزدیک ۲۸۰۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔

۴۔ بحرِ منجمد شمالی۔ اس کی وسعت ۵۵۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ یہ منجمد ہے اور قطب شمالی کے ارد گرد واقع ہے۔

۵۔ بحرِ منجمد جنوبی۔ اس کی وسعت ۵۷۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ یہ قطب جنوبی پر محیط ہے اور منجمد ہے۔

فائدہ۔ بعض ماہرین طبقات الارض کی رائے ہے کہ سمندر میں سب سے گہری جگہ فلپائن کے قریب ہے۔ اس جگہ پر گہرائی ۳۴ ہزار ۴ سو ۳۰ فٹ ہے۔ یعنی تقریباً ساڑھے چھے میل سے کچھ زیادہ۔ راجع التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۶۹ وکتابی المسمی فلکیات جدیدۃ ص ۵۷ ومروج الذہب ج ۱ ص ۱۲۴ وفی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۲۶ ان قاع البحر یختلف فی البعد باختلاف الجہات فقد صادفوا جہات منہ لم یسبر غورہا المسبار مطلقاً ویظن انہا تبلغ من اثنی عشر الف متر الی خمسۃ عشر الف متر ا ھ میٹر ایک گز یعنی تین فٹ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔

بنوہاشم۔ تلك امة قد خلت لها ما كسبت الآیۃ کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے خصوصی خاندان وقبیلہ کا نام بنوہاشم ہے۔ بنوہاشم قریش میں ایک بطن (خاندان) ہے لہذا نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی۔ لغتِ عربی میں چھوٹے قبیلے بالفاظ دیگر خاص خاندان کو بطن کہتے ہیں۔ قریش بڑا قبیلہ ہے اس میں متعدد بطون ہیں۔

مؤرخ مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۳۹۶ پر لکھتے ہیں کہ قریش میں ۲۵ بطون تھے۔ ان میں سے چند بطون کے نام یہ ہیں۔ (۱) بنوہاشم (۲) بنواسد بن عبد العزی (۳) بنوعبد الدار۔ یہ کعبۃ اللہ کے حجبۃ تھے (۴) بنو زہرۃ بن کلاب (۵) بنوتیم بن مرۃ (۶) بنومخزوم (۷) بنویقظہ وغیرہ وغیرہ۔ ہاشم ہمارے نبی علیہ السلام کے دادا عبد المطلب کے والد ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ابن عبد مناف بن قصی۔ ہاشم اپنے والد عبد مناف کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہو کر اپنی قوم کے سردار اور بڑے محترم ہوئے۔ وفاتِ عبد مناف کے بعد سقایہ ورفادہ ان کے سپرد ہوا۔ سقایہ ورفادہ کا مطلب ہے حجاجِ بیت اللہ کو کھلانا پلانا۔ ہاشم تنگ دست حاجیوں کو کھلاتے تھے۔ ایک سال قحط ہوا تو ہاشم نے ملکِ شام کا سفر کیا وہاں سے آٹا وغیرہ خرید کر لائے اور مکہ مکرمہ میں اونٹوں کو ذبح کر کے سب لوگوں کو ثرید کھلانے لگے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ہاشم رکھا گیا۔

دراصل ان کا نام عمرو تھا۔ ہاشم کا معنی ہے توڑنے والا۔ ثرید روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے بنتا ہے اسی وجہ سے انھیں ہاشم کہا گیا یقال ھشم الشئ کسرہ وھشم الثرید لقومہ ای کسر الخبز وفتّہ وبلّہ بالمرق فجعلہ ثریدًا۔

قیل سمّی بہ لانّہ اوّل من ھشم الثرید بعد جدّہ ابراھیمؑ فان ابراھیمؑ اول من ثرّد الثرید واطعمہ

المساكين وفيه ان اول من ثرّد واطعمه بمكة قصيّ جدّ هاشم قال فی کتاب الامتاع وقصيّ اول من ثرّد الثريد واطعمه بمكة وفيه ايضًا ان هاشمًا اول من اطعم الثريد بمكة وقيل ان اول من فعل ذلك عمرو ابن لحيّ وقد يقال لامنافاة فالاولية اضافية فاولية قصيّ لكونه من قريش واوليّة عمرو بن لحي لكونه من خزاعة واوّليّة هاشم باعتبار شدّة مجاعة حصلت لقريش۔

ہاشم کے تین بھائی تھے نوفل وعبدشمس ومطلب۔ چاروں بھائی قوم قریش میں اشراف شمار ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے انھیں مُجیرون کہا کرتے تھے ای لکرمهم وفخرهم وسيادتهم على سائر العرب۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ چاروں بھائیوں کی قبریں مختلف ملکوں میں ہیں۔ ہاشم کی مقام غزہ (مصر) میں۔ عبدشمس کی مکہ میں۔ نوفل کی عراق میں اور مطلب کی یمن میں مقام برعا میں فقال بعضهم ولا يعرف بنواب تباينوا فی محال موتهم مثلهم كذا فی انسان العیون۔ ج ا ص۵ تاریخ طبری ج ۲ ص میں ہے کہ چاروں بھائیوں کو مُجبرون (بالباء دون الياء) کہا جاتا تھا۔

ہاشم کو عمرو العُلا کہا کرتے تھے لعلوّ مرتبته۔ اہل تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بنو عبدمناف قریش میں بلکہ سارے عرب میں بلکہ آس پاس کے ممالک عراق ویمن وشام کے سلاطین کے درباروں میں نہایت شریف ومفخم اور بڑے بلند مراتب واعزازات کے مالک سمجھے جاتے تھے خصوصًا ہاشم بن عبدمناف کہ جن کی شرافت وعزت وسخاوت ضرب المثل تھی اور شعراء اشعار میں ان کی شرافت وسخاوت وعزت وخوش اخلاقی بطور مدح وضرب المثل ذکر کرتے تھے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

وَأَطعمَ فِي المَحْلِ عَمْرُو العُلا ۔۔۔ فَلِلْمُسْنِتِيْنَ بِهٖ خِصْبُ عَامٍ

نیز ہاشم کے بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

عَمْرُو العلاءُ ذوالندیٰ مَن لا يُسابِقُه ۔۔۔ مرُّ السَّحابِ ولا ريحٌ تُجارِيه

جِفانُهُ كالجوابی للوُفودِ إذا ۔۔۔ لَبَّوا بمكةَ ناداهم مناديه

أوْ أمحَلُوا أخصبُوا منها وقد مُلِئَت ۔۔۔ قُوتًا لِحاضرةٍ منهم وباديه

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

قل للذی طَلَبَ السماحةَ والندی ۔۔۔ هلا مررتَ بآلِ عبدِ منافِ

الرائشونَ وليس يُوجَدُ رائشٌ ۔۔۔ والقائلون هَلُمَّ للأضيافِ

حدیث مرفوع ہے السخيُّ قريب من الله وقريب من الجنة وبعيد من الشيطان بعيد من النار۔

ہاشم ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں آپؐ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہاشم میں وہ کمالات واخلاق جمع فرما دیے تھے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ اسی وجہ سے ہاشم تمام قریش میں بے نظیر شخص سمجھے جاتے تھے اور

ان کی شرافت و عظمت مسلّم تھی۔ چنانچہ ہاشم کا لقب عرب نے ابو البطحاء وسید البطحاء رکھا تھا۔ یعنی کل مکہ و تہامہ کا سردار و سید۔

سبحان اللہ نبی علیہ السلام کے آباء واجداد کتنے شریف و مکارم اخلاق سے متصف تھے۔ یہ سب امور نبی علیہ السلام کی برکات اور آپؐ کی نبوت و رسالت کی تمہید تھے۔ کیونکہ ان کی پشت سے اللہ جل جلالہ سید الکونینؐ کو پیدا فرمانے والا تھا۔ کل مورخین کا ہاشم کی شرافت وعلو مرتبہ پر اتفاق درحقیقت نبی علیہ السلام کی مندرجہ ذیل احادیث کی شرح و تفسیر ہے۔ اخرج مسلم والترمذی عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم اسماعیل واصطفی من ولد اسماعیل بنی کنانة واصطفی من بنی کنانة قریشا واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم۔ واخرج ابن سعد فی طبقاتہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر العرب مضرؐ خیر مضر بنو عبد مناف وخیر بنی عبد مناف بنو ھاشم وخیر بنی ھاشم بنو عبد المطلب واللہ ما افترق فرقتان منذ خلق اللہ ادم الا کنتُ فی خیرھما۔

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن عائشةؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی جبریل قَلَّبْتُ الارض مشارقھا ومغاربھا فلم اَجِد رجلاً افضل من محمد ولم اجد بیتًا افضل من بنی ھاشم واخرج البزار فی مسندہ والطبری فی کتابہ ذخائر العقبی عن ابن عباس قال دخل ناسٌ من قریش علی صفیة بنت عبد المطلبؓ فجعلوا یتفاخرون ویذکرون الجاھلیة فقالت صفیة منّا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا انبت النخلة والشجرة فی الارض اللِّبَاء (اللیاء حَبٌّ ابیض کالحمص یؤکل لعل المراد شور زمین) فذکرت ذلک للنبی علیہ السلام فغضب وامر بلالاً فنادی فی الناس فقام علی المنبر فقال ایھا الناس مَن انا ؟ قالوا انت رسول اللہ۔ قال انسبونی قالوا محمد بن عبد اللہ ابن عبد المطلب قال فمابال اقوام یُنزِلون اَصْلِی فواللہ انی لافضلھم اصلاً وخیرھم موضعًا۔

نبی علیہ السلام کی ان احادیث کی شرح و تصدیق کے لیے اور ناظرین کے اطمینان قلب و ازدیادِ ایمان کے طور پر ہم ہاشم کے مزید چند فضائل و اخلاق کریمہ ذکر کرتے ہیں۔

قال بعضھم لم تزل مائدة ھاشم منصوبة لا ترفع فی السرّاء والضرّاء وقال ابن الصلاح روینا عن الامام سھل الصعلوکی رضی اللہ عنہ انہ قال فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام اراد فضل ثرید عمرو العلاء ای ھاشم الذی عظم نفعہ وقدرہ وعمّ خیرہ وبرہ وبقی لہ ولعقبہ ذکرہ انتھی۔ وفی انسان العیون کان ھاشم یحمل ابن السبیل ویؤمن الخائف۔ اس سلسلہ میں ہاشم کی تقریر و خطبہ قابل ذکر ہے جو وہ ہمیشہ ایام حج سے کچھ قبل بیت اللہ شریف کے سامنے قریش کے

مجمع میں فرماتے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کان اذا اھلّ ھلال ذی الحجۃ قام صبیحتہ واسند ظہرہ الی الکعبۃ من تلقاء بابھا ویخطب ویقول فی خطبتہ یا معشر قریش انکم سادۃ العرب واحسنھا وجوھا واعظمھا احلاماً و اوسط العرب ای اشرفھا انسابا واقرب العرب بالعرب ارحاما یا معشر قریش انکم جیران بیت اللہ تعالیٰ اکرمکم اللہ بولایتہ وخصکم بجوارہ دون بنی اسمٰعیل وانہ یأتیکم زوار اللہ یعظمون بیتہ فی اضیافہ واحق من اکرم اضیاف اللہ انتم فاکرموا ضیفہ وزوارہ فانھم یأتون شعثاً غبراً من کل بلد علی ضوامر کالقداح فاکرموا ضیفہ وزوار بیتہ فورب ھذہ البنیۃ لوکان لی مال یحمل ذلک لکفیتکموہ و انا مخرج من طیب مالی وحلالہ مالم یقطع فیہ رحم ولم یؤخذ بظلم ولم یدخل فیہ حرام فمن شاء منکم ان یفعل مثل ذلک فعل واسالکم بحرمۃ ھذا البیت ان لا یخرج رجل منکم من مالہ لکرامۃ زوار بیت اللہ وتقویتھم الا طیبا لم یؤخذ ظلماً ولم یقطع فیہ رحم ولم یؤخذ غصبا۔

ہاشم کی یہ تقریر بڑی اہم باتوں پر مشتمل ہے۔ اوّل یہ کہ جوارِ بیت اللہ بڑی سعادت و نعمت ہے لہٰذا جیرانِ بیت اللہ یعنی اہلِ مکہ پر اس کا شکر واجب ہے۔ دوم اسی وجہ سے اہلِ مکہ پر خصوصاً مکارمِ اخلاق کی پابندی کرنا لازم ہے۔

سوم حجاج بیت اللہ واجب الاحترام ہیں۔ چہارم۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں لہٰذا ان کی خدمت کرنا اور انھیں خوش رکھنا اہلِ مکہ کا فرض ہے۔ پنجم۔ ہاشم خود بھی مکارمِ اخلاق سے متصف تھے اور دوسروں کو بھی تبلیغ کرتے تھے اور یہی ہمارے اسلام کا حکم ہے۔ ششم۔ مہمان کو کھلانا اور اس کا اکرام کرنا ضروری امور میں سے ہے۔

ہفتم۔ ہاشم حلال و حرام مال برابر نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ بعض اہلِ جاہلیت کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ حلال و حرام میں فرق نہیں کرتے تھے۔ ہاشم ظلم و قطع رحم سے حاصل کردہ مال کو حرام سمجھتے تھے خود بھی اس قسم کے مال حرام سے بچتے اور دوسروں کو بھی نصیحت کرتے تھے۔

ہشتم۔ اسی طرح وہ یہ اہتمام بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کو حلال کھلایا جائے اور حرام کھانے سے انھیں بچانا ضروری ہے۔ اور یہ سب وہ اخلاق ہیں جن کی تاکید ہمارے نبی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔

قرآن مجید میں قریش کے جن رحلتین فی الشتاء والصیف کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بطور انعام و احسان کیا ہے ان کے اوّل جاری کرنے والے ہاشم ہی ہیں قال اللہ تعالیٰ لایلف قریش ایلافھم رحلۃ الشتاء والصیف۔ ابن حبیب مؤرخ لکھتے ہیں وکان ھاشم اول من رحل الرحلتین اھ وقال الطبری فی تاریخہ ج ۲ ص۱۸۰ ان ھاشما اول من سن الرحلتین لقریش رحلۃ الشتاء ورحلۃ الصیف اھ

ہاشم اس زمانے کے سلاطین کے ہاں بھی بڑے معزز و محترم تھے اور وہ ہاشم کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔

ہاشم کے دیگر تین بھائی بھی بڑے شریف و محترم تھے۔ سب تاجر تھے اور چاروں بھائیوں نے اپنی قوم قریش کے لیے مختلف بادشاہوں سے ان کے ملک میں آنے جانے کی سہولت و حفاظت کی خصوصی اجازت حاصل کی تھی۔ ان بھائیوں کی وجہ سے قریش کی قدر و منزلت بلند ہوگئی تھی۔ کتاب محبر میں ہے اصحاب الایلاف من قریش الذین رفع اللہ بھم قریشًا ونعش فقرائھا والایلاف العھود ھاشم وعبد شمس والمطلب ونوفل بنو عبد مناف فکان متجر ھاشم الی الشام فھلک بغزّۃ وکان متجر عبد شمس الی الحبشۃ فمات بمکۃ وکان متجر المطلب الی الیمن فمات بموضع یقال لہ ردمان وکان متجر نوفل الی العراق فمات بموضع یقال لہ سلمان وکان کل من ھؤلاء رئیس من یخرج معہ ممن یتّجر فی وجھہ وکان اخذ لھم الایلاف من الملوک ومن اشراف القبائل فھؤلاء سادۃ قریش وناعشوھم۔

قال ابن جریر فی تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۱۸۰ کان ھاشم وعبد شمس وھو اکبر ولد عبد مناف والمطلب وکان اصغرھم اُمّھم عاتکۃ بنت مرۃ ونوفل وامّہ واقدۃ بنی عبد مناف فسادوا بعد ابیھم جمیعًا وکان یقال لھم المجبّرون فکانوا اول من اخذ لقریش العصم فانتشروا من الحرم۔ اخذ لھم ھاشم حبلًا من ملوک الشام والروم وغسّان واخذ لھم عبد شمس حبلًا من النجاشی الاکبر واخذ لھم نوفل حبلًا من الاکاسرۃ فاختلفوا بذلک السبب الی ارض الحبشۃ والعراق وارض فارس واخذ لھم المطلب حبلًا من ملوک حمیر فاختلفوا بذلک السبب الی الیمن فجبّر اللہ بھم قریشًا فسمّوا المجبّرین انتھی۔ وسمّوا المجیرین بالیاء اذ کانوا یؤلفون للجوار یتبعون بعضھم بعضًا یجیرون قریشًا بمیرھم۔

دیکھیے المفصل فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۰۳ وتاج العروس، ج ۶ ص ۴۴۔ وذیل الامالی ص ۱۹۹
عبد شمس حسب قول بعض مؤرخین ہاشم سے بلکہ سب بھائیوں سے بڑا تھا۔ لیکن بعض کتب تاریخ میں ہے کہ دونوں توأمین ہیں۔ بوقت ولادت ایک کے قدم کی انگلی دوسرے کے ماتھے سے قدرتی طور پر پیوست تھی۔ انگلی کو جب الگ کرنے لگے تو خون نکل آیا۔ اس سے لوگوں نے بدفالی کے طور پر کہا کہ دونوں کے مابین جھگڑے ہوں گے اور خون بہے گا۔ قال فی تاریخ الامم وقیل ان عبد شمس وھاشما توأمان وان احدھما وُلِد قبل صاحبہ واصبع لہ ملتصقۃ بجبھۃ صاحبہ فنحیت عنھا فسال من ذلک دم فتطیر من ذلک فقیل تکون بینھما دماء اھ وفی السیرۃ الحلبیّۃ ج ۱ ص ۳ وکانت رجلُ ھاشمٍ ای اصبعھا ملصقۃ بجبھۃ عبد شمس ولم یمکن نزعھا الّا بسیلان دم فکانوا یقولون سیکون بینھما دم فکان بین ولدیھما ای بین بنی العباس وبین بنی امیّۃ سنۃ ثلاث وثلاثین ومائۃ من الھجرۃ ووقعت العداوۃ

بین ھاشم وبین ابن اخیه امیة بن عبد شمس۔

اصحابِ تاریخ لکھتے ہیں کہ ہاشم کی عزت بہت زیادہ ہونے لگی۔ قریش انھیں افضلِ قریش سمجھتے تھے۔ توہاشم کے رشتہ داروں کو حسد ہونے لگا۔ چنانچہ جو کام ہاشم کرتے وہ بھی بطور مقابلہ وہی کام کرتے تھے ، مگر ہاشم کے مرتبہ تک نہ پہنچ سکے ۔ ایک سال مکہ میں سخت قحط پڑگیا تو ہاشم نے شام سے گندم آٹا وغیرہ منگایا اور اونٹوں کو ذبح کرکے سب قریش کو کھلاتے رہے اس سے ان کی بہت شہرت ہوئی اور شعراء نے ہاشم کی مدح میں اشعار کہے تو ان کے بھتیجے امیۃ بن عبد شمس نے حسد کیا۔

قال ابن جریر فحسدہ امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف وکان ذا مال فتکلف ان یصنع صنیع هاشم فعجز عنه فشمت به ناس من قریش فغضب ونال من هاشم ودعاه الی المنافرة فکرہ هاشم ذلك لسنّه وقدرہ ولم تدعه قریش واحفظوہ قال فانی انافرك علی خمسین ناقة سود الحدق تنحرها ببطن مكة والجلاء عن مكة عشر سنین فرضی بذلك امیة وجعلا بینهما الكاهن الخزاعی فنفر هاشما علیه فاخذ هاشم الابل و اطعمها من حضرہ وخرج امیة الی الشام فاقام بها عشر سنین فكانت هذہ اوّل عداوة وقعت بین هاشم و امیة۔ اھ

وقال فی انسان العیون ان هاشماً لما ساد قومه بعد ابیه حسدہ امیة ابن اخیه فتكلف ان یصنع كما یصنع هاشم فعجز فعیّرته قریش وقالوا له اتتشبه بهاشم ثم دعا هاشما للمنافرة فابی هاشم ذلك لسنّه وعلو قدرہ فلم تدع قریش فنافرہ هاشم بما ذكر وجعلا بینهما الكاهن الخزاعی وكان بعسفان فخرج كل منهما فی نفر فنزلوا علی الكاهن فقال الكاهن قبل ان یخبروہ خبرهم ۔ والقمر الباهر والكوكب الزاهر و الغمام الماطر وما بالجو من طائر وما اهتدی بعلم مسافر من منجد وغائر لقد سبق هاشمُ امیةَ الی المفاخر فنُصِرها شم علی امیة ثم ذكر بقیة القصة۔

اس قصہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مفاخر وکمالات ومکارم اخلاق وشرافت میں ہاشم بے نظیر تھے۔ حتی کہ کاہنوں کے نزدیک بھی وہ سب پر فائق تھے جبھی تو نبی علیہ السلام فرماتے ہیں ما افترق فرقتان منذ خلق الله تعالیٰ آدم الا کنت فی خیرھما۔

جس شخص کی پشت میں جوہرِ سیّدِ عالم ہو اس کا مقابلہ کوئی اور شخص نہیں کرسکتا ۔ یہ منافرت وتخاصم و مسابقت مذکورۂ صدر قصہ کے بعد ان کی اولاد میں بھی جاری رہی۔ چنانچہ عبد المطلب بن ہاشم اور حرب بن امیۃ بن عبد شمس میں بھی اسی طرح مقابلہ ہوا مفاخر ومکارم میں جس میں عبد المطلب جیت گئے۔

طبری لکھتے ہیں تنافر عبد المطلب بن هاشم وحرب بن امیة بن عبد شمس الی النجاشی الحبشی فابی ان ینفّر بینهما فجعلا بینهما نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد الله بن قرط فقال لحرب یا ابا عمرو

اَتُنافر رجلاً هو اطول منك قامةً واعظم منك هامةً واوسم منك وَسامةً واقلّ منك لامةً و اکثر منك ولداً واجزل منك صفداً واطول منك مذوداً فنفرہ علیہ فقال حرب انّ من انتکاث الزمان اَن جعلناك حکماً اھ

ان چاروں بھائیوں میں پہلے ہاشم کا انتقال مقام غزہ میں ہوا جو ملک شام میں ہے۔ پھر عبد شمس مکہ میں مرا اس کی قبر اجیاد میں ہے۔ پھر نوفل اور آخر میں مطلب مرا۔ ابن قتیبہ معارف ص ۳۳ پر لکھتے ہیں کہ ہاشم کے کئی بیٹے تھے۔ عبدالمطلب بن ہاشم و اسد بن ہاشم وغیرہ۔ پھر اسد بن ہاشم کا ایک بیٹا تھا حنین بن اسد اور ایک بیٹی فاطمہ بنت اسد۔ فاطمہ زوجۂ ابوطالب تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ۔ لہذا حنین علی رضی اللہ کا ماموں ہے۔ حنین لاولد مرا۔ اس لیے دنیا میں جو بھی ہاشمی ہیں وہ سب اولاد عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ ہاشم کے اور بیٹے بھی تھے لیکن کسی کی نسل آگے نہیں چلی۔ سب لاولد مرے۔

ہاشم کے مذکورہ صدر احوال سے ناظرین کو معلوم ہوگیا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے آباء واجداد کتنے شریف اور مکارم اخلاق سے موصوف تھے۔ کتب تاریخ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہاشم کو یہ مکارم و مفاخر اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں ملے تھے۔ چنانچہ ہاشم کے والد عبد مناف بن قصی اور دادا قصی بھی ان پاکیزہ اخلاق و ممتاز کمالات سے متصف تھے۔ روایت ہے کہ قصی بن کلاب بن مرہ بھی ایام حج کی ابتداء میں قریش کو جمع کرکے انھیں نصیحت کرتے تھے کہ تم جیرانِ بیت اللہ ہو اور حجاج کرام اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں جن کی مہمان نوازی واکرام تم سب کا فرض ہے لہذا انھیں خوب کھلاؤ اور پلاؤ۔ کاش کہ آج بھی اہل حرم و اہلِ مکہ حجاج وزوّار بیت اللہ کی ایسی تعظیم کرتے ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

قال محمد بن اسحاق ان قصی بن کلاب بن مرّۃ قال لقریش، یا معشر قریش انکم جیرانُ اللہِ واھلُ الحرم وان الحاجّ ضِیفانُ اللہ وزوّار بیتہ وھم احقّ الضیفِ بالکرامۃ فاجعلوا لھم طعاماً و شراباً ایام ھذا الحج حتی یصدروا عنکم ففعلوا فکانوا یخرجون لذلك کل عامٍ من اموالھم خرجاً تخرجہ قریش فی کل موسم من اموالھم فیدفعونہ الی قصیّ فیصنعہ طعاماً للحاج ایام الموسم بمکۃ ومنی فجری ذلك من امرہ فی الجاھلیۃ علی قومہ وھی الرفادۃ حتی قام الاسلام الی یومك ھذا وھو الطعام الذی یصنعہ السلطان بمکۃ ومنی للناس حتی ینقضی الحج انتہی۔

بنو سلمہ۔ آیت قد نری تقلّبَ وجھك فی السماء فلنولّینّك قبلۃً ترضٰھا فولّ وجھك شطر المسجد الحرام کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ بنو سلمہ قبیلۂ خزرج کے اندر ایک قبیلہ وخاندان ہے۔ سعد بن علی بن اسد رضی اللہ عنہ بنو سلمہ میں سے ہیں۔ سعد بن علی انصار کے اُن چھے آدمیوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے

سب سے پہلے نبی علیہ السلام سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر ان چھے آدمیوں کی کوشش سے دوسرے سال عقبۂ اولیٰ کے بارہ انصار مدینہ منورہ سے مکہ آکر مسلمان ہوئے۔ عقبۂ اولیٰ کے بارہ انصار میں بھی سعد بن علی موجود تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ تحویل قبلہ کا حکم اس وقت نازل ہوا جب کہ نبی علیہ السلام بنو سلمہ میں تھے۔ بنو سلمہ میں آپ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ ابھی دو رکعتیں پڑھی گئی تھیں کہ نماز کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا نبی علیہ السلام نماز کے اندر ہی گھوم کر عورتوں کی صفوں کی جگہ پر آگئے۔ اور مرد اور عورتوں نے بھی اسی طرح اپنا رُخ تبدیل کرلیا۔ تفسیر بیضاوی میں بھی یہی روایت ذکر کی گئی ہے۔

قال فی السیرة الحلبیة ج ۲ ص ۱۲۸ وخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم زائرا ام بشر بن البراء بن معرور فی بنی سلمة فصنعت له طعاما وحانت صلاة الظهر فصلی رسول الله صلی الله علیه وسلم باصحابه فی مسجد هناك فلما صلی رکعتین نزل جبریل فاشار آن صلّ الی الکعبة واستقبلِ المیزاب فاستدار رسول الله صلی الله علیه وسلم الی الکعبة ای فاستدار النساء مکان الرجال والرجال مکان النساء ای فقد تحوّل من مقدم المسجد الی مؤخره لان من استقبل الکعبة فی المدینة یلزم ان یستدبر بیت المقدس قیل وکان ذلك وهم راکعون وکان هذا قبل تحریم العمل الکثیرة فی الصلاة او ان هذا العمل لم یکن علی التوالی انتهی۔ وفی تفسیر البیضاوی کان ذلك قبل قتال بدر بشهرین وفیه فسمی المسجد مسجد القبلتین۔

ویعلم من کتب الحدیث ان بیوت بنی سلمة فی المدینة کانت بعیدة من المسجد النبوی۔ فاخرج الترمذی فی تفسیر سورة یٰس من جامعه ج ۲ ص ۱۶۷ عن ابی سعید الخدری قال کانت بنو سلمة فی ناحیة المدینة فارادوا النقلة الی قرب المسجد فنزلت هذه الآیة انا نحن نحیی الموتیٰ ونکتب ما قدموا وآثارهم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان آثارکم تکتب فلا تنتقلوا۔ هذا والله اعلم بالصواب۔

ثقیف۔ آیت وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ الآیة وآیت وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثقیف عرب میں مشہور قوم ہے۔ شہر طائف ان کا مرکز تھا۔ حجاج ظالم ثقفی تھا۔ کذاب مختار بن ابی عبیدہ بھی ثقفی تھا۔ ثقیف اس قوم کا جد اعلیٰ ہے۔

ثقیف کون تھا۔ اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض اہلِ اخبار کہتے ہیں کہ زمانۂ قدیم میں ثقیف ایک آوارہ مسکین شخص تھا وہ ایک شخص ابن خالہ کے ساتھ طلب رزق میں نکلا۔ اس کا ساتھی ابن خالہ جس کا نام نخع تھا یمن چلا گیا اور ثقیف وادی القریٰ میں ایک بوڑھی لاولد یہودی عورت کے پاس مقیم ہوا۔ اس نے ثقیف کو بیٹا بنالیا۔ مرتے وقت اس عورت نے اپنے مال کی جو دنانیر وغیرہ پر مشتمل تھا ثقیف کے لیے وصیت کردی۔ ثقیف یہاں سے نکل کر طائف کے امیر عامر بن ظرب عدوانی کی پناہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ عامر نے بڑا مال دیا اور اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کردیا۔ مدت کے بعد ثقیف کی اولاد کثیرہ نے اپنی ننھیال بنو عامر کا مقابلہ شروع کردیا۔ طرفین میں لڑائیاں ہوئیں اور بالآخر بنو ثقیف غالب ہوئے انھوں نے بنو عامر کو طائف سے نکال دیا اور خود طائف کے مالک ہوگئے۔ طائف کے باغات و اموال کو دیکھ کر عرب کے دیگر کئی قبائل حسد کی بنا پر ثقیف سے لڑنے لگے مگر ثقیف جمے رہے تا آنکہ اسلام آیا۔ شہر طائف کا بیان ہماری اسی کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ابرہہ مکہ پر حملہ کے ارادے سے جاتے ہوئے طائف پر گزرا تو طائف کے امیر مسعود بن معتب ثقیف کا وفد لے کر اس سے ملا اور اطاعت قبول کرتے ہوئے رہنمائی کے لیے ایک شخص ابو رغال کو ساتھ بھیج دیا۔ مقام مغمّس میں ابو رغال ہلاک ہوا۔ وہیں اس کی قبر موجود ہے۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ج ۴ ص ۱۴۸ و ۱۴۶۔

بقول بعض اہل اخبار ثقیف کا نام قسیّ تھا۔ اور بنو ثقیف بنو ہوازن میں سے ایک قبیلہ ہے سلسلۂ نسب یہ ہے قسیّ بن منبّہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمۃ بن خصفۃ بن قیس عیلان۔ دیکھو تاج العروس ج ۶ ص ۵۱ وغیرہ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ ثقیف ابو رغال کا بیٹا ہے۔ اور ابو رغال قوم ثمود ہی سے تھا۔ حماد الراویہ کہتے ہیں کہ ابو رغال طائف کا ایک ظالم بادشاہ تھا۔ فمرّ ابو رغال فی سنۃٍ مجدبۃٍ بامرأۃٍ تُرضع صبیًّا یتیمًا بلبن عنزٍ لها فأخذها منها فبقی الصبیُّ بلا مُرضِعۃ فمات فرماہ اللّٰہ بقارعۃ فاھلکہ فرجمت العربُ قبرہ وصار رجم قبرہ سنۃً للناس۔ راجع الاغانی ج ۴ ص ۷۴ والمفصل ج ۴ ص ۱۴۹۔ بہر حال بعض علماء اخبار کے نزدیک ثقیف ابو رغال کا بیٹا ہے اور ابو رغال میں علماء کے متعدد اقوال ہیں ایک قول حماد راویہ کا ہے جو گزر گیا۔

اور عند البعض یہ شعیب نبی علیہ السلام کا اور عند البعض صالح نبی علیہ السلام کا غلام تھا۔ یا قدیم زمانہ میں عشّار تھا یعنی حکومت کی طرف سے مال وصول کرنے والا تھا۔ اور عند البعض یہ ابرہہ حبشی کا دلیل تھا جریر کہتا ہے ؎

اذا مات الفرزدق فارجموه كما ترمون قبر ابی رغال

قال ابن سیدۃ کان عبدًا لشعیب علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام وکان عشارًا جائرًا فقبرہ بین مکۃ و الطائف یرجم الیوم۔

وقال ابن المکرم ورأیتُ فی ھامش الصحاح ما صورتہ ابو رغال اسمہ زید بن مخلف عبد کان لصالح النبی علیہ السلام بعثہ مصدقًا انہ اتی قومًا لیس لھم لبن الا شاۃ واحدۃ ولھم صبیٌ قد ماتت اُمُّہ فھم یعاجونہ بلبن تلک الشاۃ یعنی یغذونہ فابی ان یأخذ غیرھا فقالوا دعھا نحایی ھذا الصبیّ فابی فیقال انہ نزلت بہ قارعۃٌ من السماء ویقال بل قتلہ ربُّ الشاۃ فلما فقدہ صالح علیہ السلام قام فی الموسم ینشد الناس فأُخبِر بصنیعِہ فلعنَہ۔ فقبرُہ بین مکۃ والطائف یرجمہ الناس۔ راجع تاج العروس ج ۷ ص ۳۴۸۔

احادیث وسنن میں ابو رغال کا ذکر موجود ہے۔ فعن انس رضی اللہ عنہ قال سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین خرجنا معہ الی الطائف فمررنا بقبرٍ فقال ھذا قبرُ ابی رغال وھو ابو ثقیف وکان من ثمود وکان بھذا الحرم یدفع عنہ فلما خرج منہ اَصابتہ النقمۃُ التی اصابت قومہ بھذا المکان فدُفن فیہ الحدیث وبسطہ شراح المواھب۔

معارف ابن قتیبہ ص ۴۱ میں ہے کہ ثقیف بیٹا ہے منبہ بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ کا۔ اور اسی ثقیف کا نام قسی بھی ہے۔ اور یہی ثقیف قاتل ابی رغال ہے۔ وکان ابو رغال مصدقًا فمر بہ ثقیف فقتلہ فقیل قسا علیہ فسُمّی قسیًّا اھ مغیرۃ بن شعبہؓ مشہور صحابی ثقفی ہیں۔ امیۃ بن ابی الصلت شاعر و زاہد جاہلیت بھی ثقفی ہے۔ اسے خود کو نبوت ملنے کی توقع تھی۔ اس کا حال اسی کتاب میں دوسری جگہ پر ملاحظہ کر لیں۔

حدیبیہ فان اُحصِرتم فما استیسر من الھدی کے بیان میں حدیبیہ مذکور ہے۔ حدیبیہ بضم اول وفتح ثانی وکسر باء ہے۔ اور یاء میں تخفیف وتشدید دونوں صحیح ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ تشدید کو لازم قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں جعرانہ میں تخفیف ہی صحیح ہے۔ حدیبیہ مسجد حرم سے نو میل دور ہے۔ قال النحاس سالت کل من اثق بعلمہ عن الحدیبیۃ فلم یختلفوا فی انھا بالتخفیف وقیل اھل العربیۃ یخففون والمحدثون یشددون۔

وجوہ تسمیہ یہ ہیں۔ (۱) سُمیت ببئرٍ ھناک عند مسجد الشجرۃ التی بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحتھا۔ (۲) قال الخطابی سمیت بشجرۃ حدباء کانت فی ذلک الموضع وفی الحدیث انھا بئر۔ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں اور کچھ حل میں ہے وھو ابعد الحل من البیت وعند مالک رضی اللہ عنہ انھا جمیعھا من الحرم

اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مشرکین مکہ کے مابین معاہدہ صلح ہوا تھا۔ اور اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے احرام عمرہ سے احلال کیا تھا جب کہ مشرکین نے انھیں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔ صلح کے وقت ہجرت کے پانچ سال اور دس ماہ گزر چکے تھے۔ کذا فی المعجم لیاقوت ج ۲ ص ۲۳۰۔ یہ صلح ذوالقعدہ میں ہوئی اور اسلام کی فتح واشاعت کا عظیم سبب بن گئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نبی علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ اپنے صحابہ سمیت بیت اللہ وحرم میں امن سے حلق وتقصیر کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ تو سوموار کے دن یکم ذی قعدہ ۶ھ ہجری میں بہ نیت عمرہ ہدی ساتھ لیے ہوئے روانہ ہوئے۔ صحابہ رفقاء کی تعداد ۱۴۰۰ اور ۱۵۰۰ کے درمیان تھی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ ثنیہ حدیبیہ کے قریب پہنچ کر نبی علیہ السلام کی اونٹنی قصواء بامرِ خداوندی بیٹھ گئی۔ پھر کئی دن کے بعد اسی مقام پر صلح ہوئی جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔ اس سفر پر روانہ ہوتے وقت آپؐ نے مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ نمیلۃ بن عبد اللہؓ یا ابن ام مکتومؓ کو مقرر فرمایا۔

الحجاز بکسر حاء۔ وقولوا للناس حسناً کی شرح میں مذکور ہے۔ حجاز جزیرۂ عرب میں ایک خِطّہ وعلاقہ کا نام ہے۔ ابن الانباری حجاز کے اشتقاق میں دو قول ذکر کرتے ہیں الاول انہ ماخوذ من حَجَزَ الرجلُ بعیرَہ اذا شدّہ شدّاً یُقَیِّدُہ بہ ویقال للحبل حجاز او سُمِّیَ حجازاً لانہ یحتجز بالجبال۔ مگر ابن الانباری کے یہ دونوں قول مبہم ہیں۔

دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے حجز بمعنی منع سے یقال حجزہ ای منعہ۔ والحجازُ جبلٌ ممتدٌ حائلٌ بین الغَوْرِ غورِ تہامۃَ ونجدٍ فکانہ منع کل واحد منہما ان یختلط بالآخر فہو حاجز بینہما۔ خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں سُمِّیَ حجازاً لانہ فصل بین الغور والشام وبین البادیۃ۔

اصمعی کہتے ہیں خطۂ حجاز کی تحدید کے بیان میں کہ مدینہ منورہ۔ خیبر۔ فدک۔ ذوالمرہ۔ دارِ اشجع۔ دارِ مزینہ۔ دارِ جہینہ وغیرہ علاقے حجاز میں داخل ہیں صنعاء سے لے کر شام تک علاقہ حجاز کہلاتا ہے سمّی بذلک لانہ حجز بین تہامۃ ونجد۔ پس مکہ تہامی ہے اور مدینہ حجازی ہے اور طائف بھی حجازی ہے قالہ الاصمعی۔ اور عند البعض مدینہ طیبہ کی نصف زمین حجازی اور نصف تہامی ہے۔ ابراہیم حربی کہتے ہیں تبوک وفلسطین حجازی ہیں۔ تہامہ پست خطے کو کہا جاتا ہے اسے غور بھی کہتے ہیں اور نجد ظاہر وبلند خطے کو کہا جاتا ہے۔ کذا فی المعجم لیاقوت وغیرہ۔

مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کا خطہ سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے پست ہے۔ اسی وجہ سے وہ تہامہ میں داخل ہے۔ طائف سے مکہ کو جاتے ہوئے گزریں تو آگے علاقہ تہامہ ہے۔ مکہ سے عسفان تک تہامہ ہے عسفان مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ کے مابین ہے۔

وقيل سمّيت تهامة لشدة حرّها ورکود ریحها وهو من التهم وهو شدة الحر ورکود الريح يقال تهم الحرُّ اذا اشتدّ وقيل سمّي بذلك لتغيّر هوائها يقال تهم الدُّهنُ اذا تغيّر ریحه وقال الاصمعی التهمة الارضُ المتصوّبة الی البحر۔

امام شافعیؒ کا قول ہے الحجاز مکة والمدینة والیمامة ومخالیفها ای قُراها. کذا فی اعلام الساجد للزرکشی ص۴۲۔

الحَرَم وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ حَرَم بفتح حا و را، ارضِ مکہ کا نام ہے۔ حرم دو ہیں حرمِ مکہ و حرمِ مدینہ۔ حرم کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں۔ اوّل حِرمیّ بکسر حا، وسکون را علی غیر القیاس۔ دوم، حُرمی بضم حا، وسکون را علی غیر القیاس۔ سوم حَرَمیّ بفتح حا، و را، موافق قیاس۔

حَرَم و حَرام کا ایک معنی ہے مثل زمن و زمان۔ سُمّی الحرمُ حراماً لانہ حرام انتهاكه وحرام صيدُه ورفثه۔ حرم مکہ کی حدود معروف ہیں۔ ان پر علامات و منارات زمانہ قدیم سے قائم ہیں۔ جو دراصل ابراہیم علیہ السلام نے مقرر فرمائے تھے۔ جاہلیت والے بھی ان منارات و حدود کو جانتے تھے۔ ظہور اسلام کے بعد بھی انہی حدود کو برقرار رکھا گیا۔ نبی علیہ السلام نے زید بن مربع انصاری کو خط دے کر اس میں یہ لکھا اَن قرّوا قریشاً علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابراهیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے اس خطہ کو حرم محترم و مقام امن بنایا ہے قال اللہ تعالیٰ اولم یروا انا جعلنا حرماً اٰمناً ویتخطف الناس من حولهم۔

یاقوت معجم البلدان ج ۲ ص ۲۴۴ پر لکھتے ہیں البیت الحرام والمسجد الحرام والبلد الحرام کله یراد به مکة۔ علامہ بشاری لکھتے ہیں حدودِ حرم پر سفید علامات محیط ہیں۔ بطرف مغرب تنعیم تین میل ہے اور طریق عراق میں ۹ میل اور طریق یمن میں ۷ میل اور طریق طائف میں ۲۰ میل اور ایک طرف ۱۰ میل یہ حدود حرم ہیں۔

علامہ ازرقی نے تاریخ مکہ ج ۲ ص ۱۰۱ پر اس پر بحث کی ہے فذکر باسناده عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال اول من نصب انصابَ الحرم ابراهيم علیہ السلام یُریه ذلك جبریل علیہ السلام فلما کان یوم فتح مکة بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمیم بن اسد الخزاعی فجدّد ما رثّ منها۔ بعض احادیث میں ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حرم مقرر فرمایا یعنی اسے محترم اور امن کی جگہ بنایا۔ فقد قال النبی علیہ السلام فی الخطبة للغد من یوم الفتح ایها الناس ان اللہ سبحانه قد حرّم مکة یوم خلق السموت والارض ویوم خلق الشمس والقمر ووضع هذین الجبلین

فہی حرام الی یوم القیامۃ الحدیث۔

بعض احادیث میں ہے کہ حرم شریف کا محاذی حصہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کا حصہ بھی حرم ومحترم ہے اور اس کا حکم آسمانوں اور بقیہ زمینوں میں وہی ہے جو حکم ہماری اِس زمین پر حرم شریف کا ہے۔ فاخرج الازرقی عن مجاهد قال ان هذا الحرم حرم ماحذاءه من السموٰت السبع والارضين السبع وان هذا البيت رابع اربعة عشر بيتاً فی کل سماءٍ بيت وفی کل ارضٍ بيتٌ۔

حرم کی ان حدود کی تقرری کی وجہ فرشتوں کا قیام ہے۔ آدم علیہ السلام کی حفاظت کے لیے مکہ مکرمہ میں ان کے ارد گرد فرشتوں کی صفیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑی ہوئیں۔

فعن عبد الرحمٰن بن حسن بن القاسم عن ابیہ قال سمعت بعضَ اهلِ العلم يقول انه لما خاف اٰدم عليه السلام علی نفسه من الشيطان فاستعاذ باللّٰه سبحانه فارسل اللّٰه عزوجلّ ملائكةً حفّوا بمكة من كل جانبٍ ووقفوا حواليها قال فحرّم اللّٰه تعالیٰ الحرم من حيث كانت الملائكة عليهم السلام وقفتْ۔

بعض روایات میں ایک اور وجہ مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تعمیر بیت اللہ کے وقت جبریل علیہ السلام جب مقام ابراہیم کا پتھر لائے تو چاروں طرف اس کی روشنی پھیل گئی۔ پس جہاں تک اس کی روشنی پہنچی اس کے منتہیٰ کو حدودِ حرم مقرر فرما دیا گیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے بعد میں ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لے جاکر وہ حدود بتلادیں اور ابراہیم علیہ السلام نے چاروں طرف ان پر علامات مقرر فرمائیں۔ بہرحال حرم مکہ شریف انوار الٰہی کا مرکز ہے جہاں پر ہر وقت انوار برستے رہتے ہیں۔

الحماسۃ ۔ تفسیر الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین میں مذکور ہے۔ دیوان حماسہ اشعار جاہلیت وعرب عرباء کا مشہور مجموعہ ہے۔ اس کا مؤلف مشہور شاعر ابوتمام حبیب بن اوس طائی متوفی ۲۳۱ھ ہے دیوان حماسہ دس ابواب پر مرتب ہے۔ حماسہ[1]۔ مراثی[2]۔ ادب[3]۔ نسیب[4]۔ ہجاء[5]۔ اضافات[6]۔ صفات[7]۔ سیر[8]۔ ملح[9]۔ مذمۃ النساء[10]۔

باب اول یعنی حماسہ کے نام سے یہ کتاب مشہور ومعروف ہے۔ حماسہ کا معنی ہے شجاعت۔ دیوان حماسہ کے باب اول میں شجاعت وجنگ وجدال سے متعلق اشعار جمع ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت وشہرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابوتمام کے بعد حماسہ علماء وائمہ عربیت کے مابین ایک اصطلاحی لفظ بن گیا ہے۔ چنانچہ ان کی اصطلاح میں اب ہر اس کتاب کو حماسہ کہا جاتا ہے جس میں قدیم یا غیر قدیم شعراء عرب کے اشعار جمع ہوں مثل حماسۃ البحتری وحماسۃ ابی الحجاج یوسف الاندلسی وغیر ذلک۔ اس کی نظیر علامہ مجد الدین فیروزآبادی کی کتاب قاموس اللغات ہے۔ زیادہ شہرت وقبولیت کی وجہ سے آج کل

لغت عربیہ میں ہر کتابِ لغت پر قاموس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ مثل قاموس الجیب۔ قاموس المدارس۔
وفی مجلۃ المشرق الحماسۃ فی اللغۃ الشدۃ والبأس وفی اصطلاح ارباب الادب مجامیع شعریۃ ضمّنوھا کثیراً من منظومات الاقدمین لاسیما التی غلبت علیھا المعانی الدالّۃ علی التحمّس والبسالۃ فی الحروب وکان اوّل من طرّق ھذا الباب حبیب بن اوس الشاعر الشھیر بابی تمام الطائی وضع حماستہ فی عشرۃ ابواب افتتحھا بالشعر الحماسی فکان لمجموعہ من الرواج ماضاعف شھرتہ حتی قیل انّ اباتمام فی اختیارہ الشعر اشعرُ منہ فی نظمہ لہ انتھیٰ۔

دیوان حماسہ کی تالیف کا سبب ایک اتفاقی واقعہ ہے۔ وہ یہ کہ ابوتمام امیر عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں قصیدہ مدحیہ پیش کرنے کے لیے خراسان گیا۔ ابن طاہر کی ملاقات اور اس کی مدح کرنے اور انعام وصول کرنے کے بعد واپس عراق لوٹا تو راستے میں ہمدان شہر پہنچ کر ابوالوفا بن سلمہ کا مہمان ہوا۔ ابنِ سلمہ نے بڑا اکرام کیا۔ قیامِ ہمدان کے دوران سخت برف باری سے باہر نکلنا مشکل ہوگیا۔ راستے برف سے بند ہوگئے۔ ابوتمام غمگین ہوا مگر ابوالوفا خوش ہوا کیونکہ ابوتمام سے علمی خدمت لینے کا موقع مل گیا چنانچہ ابوالوفا نے اپنا کتب خانہ اسے مطالعہ کے لیے اور تالیف کے لیے پیش کر دیا۔ ابوتمام مطالعۂ کتب میں مشغول ہوگیا اور شعر وشاعری سے متعلق پانچ کتابیں تصنیف کیں۔ کتاب الحماسۃ کتاب الوحشیات وغیرہ۔ دیوان حماسہ کا قلمی نسخہ مدت تک آل سلمہ کے پاس محفوظ رہا انھوں نے اسے قیمتی سرمایہ سمجھتے ہوئے مدت تک چھپائے رکھا۔ جب آل سلمہ کے احوال دگرگوں ہوئے اور ابوالعواذل دینور سے ہمدان آئے تو اسے دیوان حماسہ کا نسخہ مل گیا وہ اسے اصبہان ساتھ لے آیا۔ اصبہان کے ادباء وعلماء نے یہ کتاب بہت پسند کی اور اس موضوع سے متعلق دیگر کتب سے توجہ ہٹا کر صرف حماسہ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اس طرح دیوانِ حماسہ کو مشرق ومغرب میں شہرت حاصل ہوئی۔ بہت سے علماء نے اس کے حواشی اور شرح لکھیں۔

ابن جنی متوفی ۳۹۲ھ جیسے امام عربیت بھی حماسہ کے شرّاح میں سے ہیں۔ حماسہ کی چند شروح یہ ہیں
(۱) شرح عثمان بن جنی (۲) شرح علی بن سید اللغوی متوفی ۴۵۸ھ یہ چھے جلدوں میں ہے (۳) شرح حسن بن بشر آمدی متوفی ۳۷۱ھ وقیل ۳۳۵ھ (۴) شرح ابوبکر محمد بن یحییٰ صولی متوفی ۴۷۶ھ (۵) شرح ابوالفضل عبداللہ بن احمد میکالی متوفی ۴۷۵ھ (۶) شرح عبداللہ بن ابراہیم شیرازی متوفی ۴۷۶ھ وقیل ۵۸۴ھ (۷) شرح ابراہیم بن محمد بن ملکون اشبیلی متوفی ۵۸۴ھ (۸) شرح حسن بن علی استرابادی نحوی متوفی ۷۱۷ھ (۹) شرح ابونصر قاسم بن محمد واسطی بیہقی متوفی ۵۴۴ھ (۱۰) شرح شیخ اعلم ابوالحجاج یوسف بن سلیمان شنتمری متوفی ۴۷۶ھ پانچ جلدوں میں (۱۱) شرح ابوالبقاء عبداللہ بن حسین عکبری متوفی ۶۱۶ھ یہ مختصر شرح ہے (۱۲) شرح ابوزکریا یحییٰ بن علی مشہور بہ خطیب تبریزی متوفی ۵۰۲ھ۔ انھوں نے حماسہ کی تین شرحیں لکھی ہیں

اصغر۔ متوسط۔ اطول (۱۳) شرح ابوعلی احمد بن محمد مرزوقی متوفی سنہ ۴۲۱ھ یہ شرح مشہور و معروف ہے۔
(۱۴) عنوان النفاسۃ فی شرح الحماسۃ لمحمد بن قاسم بن زاکور الفقیہ المالکی المتوفی سنہ ۱۱۲۰ھ کما فی کتاب ھدیۃ العارفین ج ۲ ص ۱۵۵۔

دیوان حماسہ کی شہرت اور اس کے طریقہ تالیف کی مقبولیت جب بہت بڑھ گئی تو کئی علماء و ائمہ فنِ عربیت نے اسی طرز کی کتابیں تالیف کر کے ان کا نام حماسہ رکھا۔ چنانچہ حاجی خلیفہ کاتب چلپی متوفی سنہ ۱۰۶۷ھ نے کشف الظنون میں تقریباً چھ حماسوں کا ذکر کیا ہے جو ابوتمام کے دیوان حماسہ کے مقابلے میں تصنیف کیے گئے تھے۔ ان میں سے کئی اس بندۂ عاجز کی نظر سے گزرے ہیں اور کئی تلف ہو گئے جن کا صرف نام باقی ہے اور کئی ایسے بھی ہوں گے جن کا نام بھی کتابوں میں نہیں آسکا۔

فمنها[۱] الحماسۃ لابی عبادۃ ولید بن عبد اللہ البحتری المتوفی سنہ ۲۸۴ھ ومنها[۲] الحماسۃ لابی الحسن علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلی المتوفی سنہ ۶۰۱ھ رتبها علی اربعۃ عشر بابا۔ ومنها[۳] الحماسۃ لابی الحجاج یوسف بن محمد البیاسی الاندلسی المتوفی سنہ ۶۵۳ھ وھی فی مجلدین صنفها بتونس فی شوال سنہ ۶۴۶ھ جمع فیهما ما استحسنہ من اشعار العرب جاهلیها ومخضرمیها واسلامیها ومولدیها و غیر ذلک ومنها[۴] الحماسۃ لابن الشجری النحوی المشهور اللغوی المتوفی سنہ ۵۴۲ھ وھو کتاب غریب مطبوع ونسخۃ منها موجودۃ فی مکتبۃ خانقاہ السراجیۃ من مضافات بلدۃ کندیاں مدیریۃ میانوالی طالعتها واستفدت منها ومنها[۵] الحماسۃ لابی الحسن علی بن ابی الفرج البصری المتوفی سنہ ۶۵۶ھ وحماسۃ تعرف بالحماسۃ البصریۃ ومنها[۶] الحماسۃ العسکریۃ۔

مجلہ مشرق جو بیروت سے شائع ہوتا تھا اس کے ص ۵۲۷ پر کشف الظنون کی طرف دس سے زائد حماسوں کے ذکر کرنے کا حوالہ محض غلط ہے۔ کیونکہ اس میں چھ سات حماسوں کا ذکر ہے۔ دیکھیے کشف الظنون ج ۱ ص ۶۴۶ عمود ۳ عدد ۶۹۲۔ ان حماسوں میں سے اکثر غیر مطبوع ہیں۔ بعض ضائع ہو چکے ہیں اور بعض کے قلمی نسخے مختلف ملکوں کے قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں۔ قال فی مجلۃ المشرق فی ذکر حماسۃ ابی تمام۔ وذلک ما حدا بغیرہ من الادباء الی ان یقتصوا آثارہ ویجاروہ فی العمل فتعددت الحماسات حتی ان الحاج الخلیفۃ فی کتابہ کشف الظنون عدّ منها بضع عشر۔ صاحب مجلہ کا یہ قول کہ کشف الظنون میں بضع عشر حماسوں کا ذکر ہے درست نہیں ہے۔ بہرحال کئی علماء نے حماسہ کے نام سے ابوتمام کے مقابلے میں کتابیں لکھیں۔ جن میں سے اکثر ضائع ہو چکی ہیں۔

وقد اخنی الدھر علی بعضها فاخذ تهاید الضیاع کحماسۃ الاعلم الشنتمری المتوفی فی اشبیلیہ سنہ ۴۷۶ھ سنہ ۱۰۸۳ء وحماسۃ علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلی والحماسۃ العسکریۃ وقد نجا بعضها الآخر

مع عزة وجودها فی خزائن الکتب کحماسۃ الخالدیین هما اخوان ابوعثمان سعید ابوبکر محمد ابناهاشم اللذان اشتهرا فی خدمۃ سیف الدولۃ الحمدانی صاحب حلب فی القرن الرابع الهجری حماستهما مشهورۃ بالاشباہ والنظائر منها نسخۃ فی المکتبۃ الخدیویۃ فی قائمتها ج۴ ص۲۰۲ وکالحماسۃ البصریۃ فی هذه المکتبۃ ج۴ ص۲۲۹ لصدر الدین علی بن ابی الفرج البصری الذی قتل بامر ملک المغول هولاکو سنۃ ۶۵۹ھ ۱۲۶۱ء بعد ان خدم مدۃ امیر حلب الملک الناصر صلاح الدین ابا المظفر یوسف وحماسۃ تضاهی حماسۃ ابی تمام وکحماسۃ ابی الحجاج یوسف بن محمد البیاسی الذی ولد فی بیاس مدینۃ الاندلس ثم رحل الی تونس حیث توفی سنۃ ۶۵۳ھ ۱۲۵۵ء ولم یبق من حماسته سوی بعض الفصول فی احد مخطوطات خزانۃ غوطا من اعمال المانیا۔

نعم بقیت من تیار الزمان والحوادث حماسۃ ابی عبادۃ الولید بن عبید الشهیر بالبحتری فالبحتری لما رأی ما نال رصیفہ و قرنہ ابوتمام من السمعۃ الطیبۃ بتالیف للحماسۃ فقصد مجاراتہ فوضع لوزیر الخلیفۃ المتوکل الفتح بن خاقان حماسۃً عارض فیها حماسۃ ابی تمام وقد ذکر ابن خلکان حماسۃ البحتری فی تالیف هذا الشاعر فی ترجمتہ وکاد یتلف هذا التالیف فی جملۃ ما طمس من الاثار لولا همۃ احد المستشرقین الهولندیین ل قونر الذی عثر فی القرن السابع عشر علی نسخۃ منہ فی الاستانۃ فابتاعها وارسلها التوع فی خزانۃ دولتہ فی لندن وهذه النسخۃ موجودۃ فی خزانۃ کتب لندن حلی وجهها الاول بالذهب والنقوش هی فی ۲۰۰ صفحۃ وفی کل صفحۃ ۱۵ سطراً۔ وقد امتازت حماسۃ البحتری بعدۃ امور منها[۱] وفرۃ ابوابها فان البحتری جعلها ۱۷۴ باباً ضمنها معظم المعانی الادبیۃ التی دارت فی السنۃ شعراء العرب ومنها[۲] ان عدد الشعراء الذین روی اشعارهم فیها یبلغ نحو الستمائۃ واکثرهم من شعراء الجاهلیۃ و المخضرمین ولم یذکر من شعراء العهد العباسی سوی نفر قلیلین مثل صالح بن عبد القدوس وکفی بذلک دلیلاً علی سعۃ محفوظات البحتری للشعر القدیم ومنها[۳] التحاشی لکل معنی بذیٔ تنبو عنہ الاسماع فلا تجد فیها شیئاً من المجون۔ طبعت حماسۃ البحتری فی سنۃ ۱۹۰۹ء بمصارف بعض المستشرقین المسیحیین فی بیروت۔

الخزرج۔ آیت وان یاتوکم اساری تفادوهم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ انصار کے دو گروہوں میں سے ایک کا نام خزرج تھا۔ یہ قبیلہ مآرب یمن سے آکر مدینہ منورہ میں آباد ہوا تھا۔ ان کے نسب و دیگر احوال کی تفصیل بیانِ اوس میں ملاحظہ کریں۔ خزرج اوس کا بھائی تھا۔

ظہورِ اسلام کے وقت قبیلۂ اوس کے سردار کا نام سعد بن عبادہ تھا۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ خزرجی ہیں اسی طرح ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ خطیب النبی علیہ السلام بھی خزرجی ہیں۔ رافع بن عجلان رضی اللہ عنہ خزرجی تمام انصار میں اول اسلام لانے والے ہیں۔ کذا فی المفصل ج ۴ ص ۱۳۸۔

قبیلۂ خزرج کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ ان کی برکت سے اسلام مدینہ منورہ میں آیا۔ کیونکہ مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے افرادِ خزرج نے نبی علیہ السلام سے ملاقات کرکے اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ میں مہاجرین کو پناہ دینے کا عہد کیا۔ پھر ان کی محنت سے قبیلۂ اوس میں بھی اسلام داخل ہوا۔ بیانِ انصار میں اس بحث کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

اوس وخزرج کے مابین جس طرح اسلام سے پہلے سلسلۂ تفاخر جاری تھا اسی طرح ظہورِ اسلام کے بعد بھی امورِ دین میں اور اسبابِ مقرّبہ الی اللہ و رسولہ میں مسابقت کا سلسلہ قائم تھا۔ امورِ ایمانیہ وتحصیل اسبابِ رضاء اللہ ورضاء رسولہ میں مسابقت قوتِ ایمان وکمالِ ایمان کی علامت ہے۔

اخرج ابن جریر باسنادہ عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ قال افتخر الحیّان الاوس والخزرج فقال الاوس منّا اربعۃٌ من اھتزّ له العرش سعدُ بن معاذ ومَن عُدِلت شھادتُه شھادۃ رجلین خزیمۃُ بن ابی ثابت ومَن غسّلته الملائکۃ حنظلۃُ بن ابی عامر ومن حمته الدبرُ عاصم بن ابی ثابت ای ابن ابی الافلح فقال الخزرج منّا اربعۃٌ جمعوا القراٰن لم یجمعه غیرُھم کذا فی الاتقان ج ۱ ص ۷۱۔ ثم ان حدیث جامعی القراٰن اخرجہ البخاری وغیرہ عن قتادۃ قال سالتُ انس بن مالك رضی اللہ عنه من جمع القراٰن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال اربعۃ کلھم من الانصار ابیّ بن کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید قلت من ابو زید قال احد عمومتی وروی ایضًا من طریق ثابت عن انس رضی اللہ عنه قال مات رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولم یجمع القراٰن غیر اربعۃٍ ابو الدرداء ومعاذ بن جبل وزید بن ثابتٍ وابو زید۔ ثم ان ابا زید ھذا اسمه قیس بن السکن کما روی ابن ابی داؤد عن انس ان ابا زید الذی جمع القراٰن اسمه قیس بن السکن قال وکان رجلًا منّا من بنی عدی بن النجار احد عمومتی ومات ولم یدع عقبًا ونحن ورثناہ قال ابن ابی داؤد مات قریبًا من وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فذھب علمه ولم یؤخذ عنه وکان عقبیًّا بدریًّا۔

اوس وخزرج کے مابین مسابقت کی تصریح صحیح احادیث میں مروی ہے۔ اسلام کے عظیم دشمن ابورافع یہودی کا قتل اسی اسلامی مقابلہ واغتباط کا نتیجہ تھا۔ صحیح احادیث میں ہے کہ کعب بن الاشرف یہودی مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا۔ شرانگیزی کرتا رہتا تھا۔ وہ مدینہ منورہ کا باشندہ تھا۔ یہود بنی نضیر میں شمار ہوتا تھا کیونکہ اس کی ماں یہود بنی نضیر میں سے تھی۔ دراصل وہ قبیلۂ طی کا فرد تھا۔ جنگ بدر کے بعد ام الفضل زوجۂ عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ مسلمان عورتوں کے نام اشعار میں ذکر کرتا تھا۔ نبی علیہ السلام کے حکم سے اوس میں سے محمد بن مسلمہ وابونائلہ وعباد بن بشر وحارث بن اوس بن معاذ وابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہم نے جاکر ایک رات کعب بن الاشرف کو قتل کر دیا۔ یہ ربیع الاول ۳ھ کا قصہ ہے۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۳ ص ۴۔

قتل کعب کے بعد انصار خزرج نے چاہا کہ ہم بھی اوس کے مقابلہ میں کسی بڑے دشمن اسلام کو قتل کریں تاکہ ہمیں بھی دربار نبوت میں اس قسم کا شرف حاصل ہوجائے۔ چنانچہ انہوں نے ابورافع یہودی کے قتل کا ارادہ کیا۔ ابورافع بڑا شیطان تھا۔ نبی علیہ السلام اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا تھا۔ مدینہ منورہ سے بہت دور ارضِ حجاز میں یعنی خیبر میں اپنے ایک مضبوط قلعہ میں رہتا تھا۔ نبی علیہ السلام کی اجازت وحکم سے

ابو رافع بن ابی الحقیق کے قتل کے لیے انصار خزرج کی ایک جماعت جمادی الآخرہ ۳ھ میں عبداللہ بن عتیک یا عبداللہ بن عقبہ کی امارت میں روانہ ہوئی اور کئی دن کے سفر کے بعد وہاں پہنچ کر ایک عجیب حیلہ سے اسے قتل کر دیا۔

اخرج الامام الطبری فی تاریخه ج ۳ ص۲ باسناده عن عبد الله بن کعب بن مالك قال کان مما صنع الله به لرسوله انّ هذین الحیّین من الانصار الاوس والخزرج کان یتصاولان مع رسول الله صلی الله علیه وسلم تصاول الفحلین لا تصنع الاوس شیئاً فیه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم غناء الّا قالت الخزرج والله لا یذهبون بهذه فضلاً علینا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الاسلام فلا ینتهون حتی یوقعوا مثلها قال واذا فعلت الخزرج شیئاً قالت الاوس مثل ذلك فلما اصابت الاوس کعب بن الاشرف فی عداوته لرسول الله صلی الله علیه وسلم قالت الخزرج لا یذهبون بها فضلاً علینا ابداً قال فتذاکروا من رجل لرسول الله صلی الله علیه وسلم فی العداوة کابن الاشرف فذکروا ابن ابی الحقیق وهو بخیبر فاستاذنوا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی قتله فاذن لهم۔

فخرج الیه من الخزرج ثمانیة نفر عبد الله بن عتیك ومسعود بن سنان وعبد الله بن انیس وابو قتادة الحارث بن ربعیّ وخزاعیّ بن الاسود ثم ذکر قصة قتله بطولها وعن البراء قال بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم الی ابی رافع الیهودی وکان بارض الحجاز اه

داوردان۔ بفتح واو وسکون را۔ الم تر الی الذین خرجوا من دیارهم الآیة کی شرح میں متکرر الذکر ہے۔ داوردان ایک قریہ ہے شہر واسط سے ایک فرسخ مشرق کی طرف۔ یہ آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارهم وهم الوف حذر الموت قریہ داوردان سے متعلق ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قریۂ داوردان میں طاعون واقع ہوا فهرب عامّة اهلها فنزلوا ناحیةً منها فهلك بعض من اقام فیها وسلم الآخرون فلما ارتفع الطاعون رجعوا سالمین قال من بقی فیها اصحابنا الهاربون کانوا احزم منا ولئن وقع الطاعون ثانیاً لنخرجنّ فوقع فخرجوا وهم بضعةٌ وثلاثون الفاً حتی نزلوا ذلك المکان وهو وادٍ افیح فناداهم ملك من اسفل الوادی وآخر من اعلاه ان موتوا فماتوا فاحیاهم الله تعالی بحزقیل فی ثیابهم التی ماتوا فیها وبُنی فی موضع حیاتهم دیر یعرف بدیر هرقل وانما هو حزقیل۔ کذا فی معجم البلدان۔

روم۔ آیت واذ نجیناکم من آل فرعون کے بیان میں مذکور ہے۔ روم مشہور قوم ہے یہ جمع ہے رومیّ کی مثل عرب وعربیّ وزنج وزنجیّ۔ روم کے نسب اور وجہ تسمیہ میں علماء کے متعدد اقوال ہیں (۱) سمّوا بذلك لانّهم من ولد روم بن سماحیق بن هریان بن علقان بن العیص بن اسحاق بن

ابراهیم علیہ السلام۔ (۲) وقیل انہم من ولد رُمیل بن الاصفر بن الیفز بن العیص بن اسحاق (۳) وقیل هم بنو رُومیّ بن بُزنطی بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام۔ (۴) بعض کے نزدیک روم عیص بن اسحق کا بیٹا تھا۔ قالہ الجوهری وقیل تزوّج عیصو بن اسحاق بَسمَۃ بنت اسماعیل علیہ السلام وکان رجلاً اشقر فولدت لہ الروم۔

(۵) یہ نام ماخوذ ہے راموا فعل ماضی بمعنی قَصَدُوا سے فقد حکی ابن الکلبی انما سُمّیت الروم لانهم کانوا سبعۃ رَاموا فتح دمشق ففتحوها وقتلوا اهلها۔ وسُمّوا بنی الاصفر لِشُقرتهم لانّ الشُقرۃ اذا أفرطت صارت صُفرۃً صافیۃً وقیل انّ عِیصو کان اصفر لِمرضٍ کان ملازماً لہ۔

(۶) رُومیہ ایک بڑا شہر ہے اہل روم کا۔ اس کے باشندے کو رومی کہتے ہیں۔ اور رومی کی جمع روم ہے۔ قال البعض انما سمیت الروم رُوماً لِاضافتهم الی مدینۃ رُومیۃ فسمّی من کان بها رُومیّاً۔ کذا فی معجم البلدان لیاقوت۔

الشام۔ بسملہ کی شرح کی ابتدا میں مذکور ہے۔ شام مشہور قدیم ملک ہے۔ اس میں چار لغات ہیں۔ (۱) شأم بفتح شین وسکون ہمزہ (۲) شَأَم بفتح ہمزہ (۳) شام بالالف بعد الشین (۴) شَآم بالمد عربی میں لفظ شام مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ یقال اشأم الرجل اذا اتی الشام وتَشاءم انتسب الی الشام۔ وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) شام جمع شامۃ ہے سمیت بذلک لکثرۃ قُراها وتدانی بعضها من بعض فشُبّهت بالشامات۔ (۲) یہ شمال مقابل یمین سے مشتق ہے سمیت بذلک لان قوماً من کنعان بن حام خرجوا عند التفریق فتشاءموا الیها ای اخذوا ذات الشمال فسمّیت بالشام۔

(۳) سمیت بسام بن نوح علیہ السلام لانّہ اوّل من نزلها فجعلت السین شیناً۔ (۴) زمانہ قدیم میں یہاں پر ایک قریہ کا نام شامین تھا۔ بنی اسرائیل کے تقریباً نو اسباط داود علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد متفرق ہو کر اس میں آباد ہوئے۔ پھر تغیر وتصرف کے بعد شامین شام ہو گیا۔ اس سے قبل اس کا نام سُوری تھا۔ (۵) وقیل سمیت بذلک لانها علی شمال کعبۃ اللہ۔ والیمن سمیت بذلک لانها علی یمین الکعبۃ۔

قدیم شام کے چند مشہور شہر یہ ہیں۔ بیت المقدس۔ انطاکیہ۔ طرسوس۔ عرش۔ بلقا۔ دمشق۔ حمص۔ حماۃ۔ حلب۔ منبج۔ معرّہ۔ عسقلان وغیرہ۔ فلسطین بھی اسی کا حصہ ہے۔ آج کل شام ایک چھوٹے سے خطہ کا نام ہے۔ نیز زیادہ تر مشہور نام آج کل سُوریا ہے۔

شام کے فضائل میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام شام میں یعنی دمشق کی جامع مسجد کے منارہ پر آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ (۲) اور دمشق کے باب لُدّ کے پاس آپ دجال کو قتل کریں گے۔ کما جا۔

فی الاثر۔ (۳) عن عبداللہ بن عمرو بن العاص انه قال قُسِّم الخیرُ عشرۃ اعشارٍ فجُعِل تسعۃ اعشارٍ فی الشام وعُشر فی سائر الارض وقُسِّم الشرُّ عشرۃ اعشارٍ فجُعِل عُشرٌ بالشام وتسعۃ اعشار فی سائر الارض۔

(۴) وعن النبی علیہ السلام الشام صَفوۃُ اللہِ من بلادِہ والیہ یُجتبیٰ صفوتُہ من عبادہ یا اھلَ الیمن علیکم بالشام فان صَفوۃ اللہ من الارض الشام الا من ابیٰ فان اللہ تعالیٰ قد تکفّل لی بالشام۔

الشہر الحرام۔ قرآن شریف و تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یسئلونك عن الشهر الحرام شہر حرام مفرد ہے۔ اس کی جمع اَشہُرحرم ہے۔ اشہرحرم کا معنی ہے محترم و معظم مہینے۔ یہ چار مہینے ہیں تین متصل ہیں یعنی ذوالقعدہ و ذوالحجہ والمحرم اور ایک جدا ہے یعنی رجب۔ عرب ان چار مہینوں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جنگ و جدال وغیرہ امور قبیحہ سے بچتے تھے یہاں تک کہ وہ ان مہینوں میں اپنے دشمن اور باپ، بھائی بیٹے کے قاتل کو تنہا پا کر بھی کچھ نہیں کہتے تھے۔ ان مہینوں کی حرمت ان کے عقیدے اور عمل میں اتنی مسلّم و ثابت تھی جس طرح ایک مسلمان کے قلب میں بیت اللہ شریف و کتاب اللہ وغیرہ شعائر اللہ کی حرمت و عظمت مسلّم و ثابت ہے۔ بلکہ جاہلیت کے کفار اس سلسلے میں کئی مسلمانوں سے بھی بہت آگے تھے چنانچہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مسلمان مساجد میں چوریاں اور قتل کرتے ہیں۔ حرمین میں رہتے ہوئے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مگر زمانۂ جاہلیت میں ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں جنھوں نے ان مہینوں کے احترام کا عقیدہ رکھتے ہوئے ان میں قتل و جدال کیا ہو۔

اشہرحرم کی حرمت و تعظیم اہلِ جاہلیت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان اور بڑی نعمت تھی۔ وہ تو جنگ جو قبائل تھے۔ قتل کا بدلہ ضرور لیتے تھے۔ اکثر قبائل ڈاکو تھے۔ ادنیٰ سی چیز کے لیے قتل کر دینا ان کا معمول تھا۔ جنگ و جدال اور ایک دوسرے قبائل پر انفرادی و اجتماعی صورت میں حملے کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ایسی حالت میں ایک شریف انسان کو کسی سے ملنے یا تجارت وغیرہ اغراض کے لیے ضروری سفر کرنا بھی خطرے کے پیش نظر ناممکن تھا۔ اگر ہمیشہ اور سارے سال یہی حال رہا کرتا تو بھوک و افلاس سے تباہ ہو جاتے۔ زندگی کا سارا نظام معطل رہتا اور نہ کبھی حج و عمرہ ادا کر سکتے

اللہ تعالیٰ رزاق ہیں اور اسباب کے تحت رزق بہم پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے اشہرحرم کے چار ماہ کی شدید حرمت و عظمت ان کے قلوب میں ڈال دی اس طرح ان چار ماہ میں سارا عرب آزادی سے بے خوف و خطر متحرک ہو جاتا اور ہر شخص ان مہینوں میں قائم ہونے والی منڈیوں بازاروں میں تجارت وغیرہ اغراض کے لیے شریک ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ان اشہرحرم کے امن و اطمینان والے زمانے میں جزیرۂ عرب کے باشندے دوسرے قبائل کو دیت ادا کرنے یا ان سے وصولی کے لیے یا دیگر مشکلات کے حل کے لیے یا کسی قبیلہ سے مصالحت یا

ان کی مدد لینے کیلیے اور حج کعبۃ اللہ ادا کرنے کے لیے اطمینان سے سفر کرسکتے تھے۔ اگر یہ اشہر حرم نہ ہوتے تو سارا جزیرۂ عرب ایک عظیم جیل خانے کا نمونہ ہوتا۔

ان چار مہینوں کی غایتِ حرمت کا عقیدہ ملّتِ ابراہیمیہ سے عرب نے پایا تھا۔ یہ آسمانی و ربّانی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا اور نصوصِ قرآن و سنت میں ان کی تعظیم و حرمت مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ان عدۃ الشهور عند اللہ اثنا عشر شهرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم ذلك الدين القيم۔ توبہ۔ وذلك ان تحريم القتال فی الاشهر الحرم كان حكماً معمولاً به من عهد ابراهيم و اسمٰعيل وكان من حرمات اللہ ومما جعله مصلحةً لاهل مكة قال اللہ تعالیٰ جعل اللہ الكعبة البيت الحرام قياماً للناس والشهر الحرام وذلك لما دعا ابراهيم عليه السلام لذريته بمكة اذ كانوا بوادٍ غير ذی زرع أن يجعل افئدة من الناس تهوی اليهم فكان فيما فرض على الناس من حج البيت قواماً لمصلحتهم ومعاشهم اھ۔ كذا قال العلامة السهيلی فی الروض۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۸۸۔ تفسیر نیسابوری ج ۱۰ ص ۳۷ علی ہامش الطبری۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵۴۔ روح المعانی ج ۱۰ ص ۸۹۔ کتاب الازمنة والامكنة للمرزوقی ج ۱ ص ۲۲۱۔ بلوغ الارب ج ۳ ص ۸۲۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۸ ص ۴۷۲۔ الروض الانف ج ۲ ص ۶۰۔

قال الآلوسی واختلف فی ترتيبها فقيل اولها المحرم وآخرها ذو الحجة فهی من شهور عام وظاهر ما اخرجه سعيد بن منصور وابن مردويه عن ابن عباس رضی اللہ عنهما يقتضيه وقيل اولها رجب فهی من عامين واستدل بما اخرجه ابن جرير وغيره عن ابن عمر قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجة الوداع بمنی فی اواسط ايام التشريق فقال يا ايها الناس ان الزمان قد استدار فهو اليوم كهيئته يوم خلق اللہ السموات والارض وان عدة الشهور عند اللہ اثنا عشر شهراً منها اربعة حرم اولهن رجب مضر بين جمادی وشعبان وذو القعدة وذو الحجة والمحرم وقيل اولها ذو القعدة وصحح النووی لتواليها واخرج الشيخان الا ان الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق اللہ السموات والارض السنة اثنا عشر شهراً منها اربعة حرم ثلاثة متواليات ورجب مضر الحديث۔

سوال:۔ اشہر حرم کے تین ماہ متوالی و متصل ہیں اور ایک یعنی رجب مضر منفرد و منفصل ہے۔ اس کی حکمت و وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ چونکہ ان کی تقرری کا سبب وحی اور تعلیم انبیاء علیہم السلام ہے اس لیے اولاً تو یہ مفوّض الی اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا توقف کر کے تفویض الی اللہ اسلم طریقہ ہے واللہ عالم باسرار الامور۔ ثانیاً، اشہر حرم کی تقرری کا بڑا سبب حسب قول علماء حج و عمرہ کی ادائیگی ہے۔ حج کے لیے دور دراز اطرافِ عرب سے لوگ آتے تھے

اس واسطے اشہر حرم میں سے تین ماہ متصل مقرر کرنا قرین عقل ہے تاکہ دور دراز علاقوں والے آسانی سے حج کے لیے آسکیں اور پھر حج کے بعد واپس اپنے گھروں میں بھی پہنچ سکیں۔ اور عمرہ کے لیے رجب کو اشہر حرم میں داخل کیا گیا۔ جاہلیت والے اشہر حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں وانما کانت الاشہر المحرمۃ اربعۃ ثلاثۃ سرد و احد فرد لاجل اداء مناسك الحج والعمرۃ فحرم قبل اشہر الحج شہرا وھو ذو القعدۃ لانہم یقعدون فیہ عن القتال وحرم شہر ذی الحجۃ لانہم یوقعون فیہ الحج ویشتغلون فیہ باداء المناسك وحرم بعدہ شہرا اٰخر وھو المحرم لیرجعوا فیہ الی اقصی بلادھم اٰمنین وحرم رجب فی وسط الحول لاجل زیارۃ البیت والاعتمار بہ لمن یقدم الیہ من اقصی جزیرۃ العرب فیزورہ ثم یعود الی وطنہ فیہ اٰمنا انتہی تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص۳۵۵۔

صاحب مفصل اس وجہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تحریم رجب کی وجہ عمرہ ہو تو پھر تو یہاں پر بھی حج کی طرح مدت طویلہ ہونی چاہیے۔ قال فی المفصل ج ۸ ص۴۲۷ تعلیل اھل الاخبار لحرمۃ رجب لا یتناسب مع تعلیلھم لحرمۃ الاشہر الثلاثۃ المحرمۃ اذ ذلك یستوجب اعطاء المعتمرین ایضا مدۃ مناسبۃ قبلہ وبعدہ للاعتمار فیہ حتی یضمنوا ذھابھم الی مکۃ وعودتھم منھا بامان فالسفر سفر واحد لا یتغیر من حیث الطول او القصر فی موسم الحج او فی موسم العمرۃ اذ لا یعقل ابدا بلوغ مکۃ و العودۃ الی المواطن فی العربیۃ او الخلیج او العراق والبلاد القاصیۃ فی خلال شہر واحد ھذا حاصل کلامہ۔

اس اعتراض کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ حج کے لیے تین ماہ کی تعیین میں کچھ دیگر عوامل بھی کارفرما تھے مثل امور اقتصادیہ ومنافع مادّیہ واسواق عکاظ و ذوالمجاز وغیرہ میں تجارت کرنا اور اپنے مفاخر وفضائل سے قبائل عرب کو آگاہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ثانیاً یہ کہ عمرہ کے لیے عموماً اطراف عرب اور بلاد بعیدہ سے لوگ نہیں آتے تھے بلکہ قریب کے علاقوں کے ہی باشندے آتے تھے۔ اس لیے عمرہ کے لیے ایک ماہ کافی ہے۔ البتہ حج کے لیے جزیرۂ عرب ویمن و عراق وغیرہ بعید تر علاقوں سے بھی لوگ آیا کرتے تھے اس لیے حج کے لیے مدت وسیعہ یعنی تین ماہ اور عمرہ کے لیے ایک ماہ کی تقرری مناسب وقرین عقل ہے۔

وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص۱۵۶ جعل اللہ الاشہر الحرم اربعۃ ثلاثۃ سردا وواحد فردا وھو رجب اما الثلاثۃ فلیأمن الحجاج فیھا وارد ین لمکۃ وصادرین عنھا شہرا قبل شہر الحج وشہرا اٰخر بعدہ قدر ما یصل الراکب من اقصی بلاد العرب ثم یرجع واما رجب فکان للعمار یأمنون فیہ مقبلین ومدبرین راجعین نصف الشہر للاقبال ونصف الاٰخر للایاب لان العمرۃ لا تکون من اقاصی بلاد العرب کالحج واقصی

منازل بلاد المعتمرین خمسة عشر یومًا اہ وھذا مأخوذ من السھیلی فانہ قال فی الروض الانف ج ۲ ص۶ بعد ذکر العبارۃ المذکورۃ۔ اذ لا تکون العمرۃ من اقاصی بلاد العرب کما یکون الحج الا تری انا لا نعتمر من بلاد المغرب فاذا اردنا عمرۃً فانما تکون مع الحج واقصی منازل المعتمرین بین مسیرۃ خمسۃ عشر یومًا فکانت الاقوات تأتیھم فی المواسم وفی سائر العام تنقطع عنھم ذؤبان العرب وقطاع السبل فکان فی رجب امان للسالکین الیھا مصلحۃ لاھلھا ونظرًا من اللہ لھم دبّرہ وابقاہ من ملّۃ ابراھیم اہ۔

سوال۔ مذکورہ صدر حدیث مبارک میں ہے رجب مضر اور ایک حدیث میں ہے رجب الذی بین جمادی وشعبان پس مضر کی طرف اضافت اور بین جمادی وشعبان سے وصف کی وجہ کیا ہے؟

جواب اوّل۔ رجب کا معنی ہے عزت وعظمت۔ والترجیب ھو التعظیم۔ وانما نسب رجب الی مضر لان مضر وھی قبیلۃ کانوا اشد تعظیمًا لہ من غیرھم وکأنھم اختصوا بہ قال العلماء وانما اضیف رجب الی ھذہ القبیلۃ لانھم کانوا یحافظون علی تحریمہ اشد من سائر العرب وذکروا انھم کانوا یرجّبون فیہ فیقدمون الرجبیّۃ وتعرف عندھم بالعتیرۃ وھی ذبیحۃ تنحر فی ھذا الشھر وکانوا یقولون ھذہ ایام ترجیب وتعتیر راجع عمدۃ القاری ج ۱۸ ص۴۲ تاج العروس ج ۱ ص۲۶۶ والمفصل ج ۸ ص۴۹۳۔ روح المعانی ج ۱۰ ص۸۹ وص۹۰ رجب کا ذکر کئی آیات میں مستقل طور پر موجود ہے قال اللہ تعالی یا ایھا الذین اٰمنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام۔ قال الألوسی واختلف فی المراد منہ فقیل رجب وقیل ذوالقعدۃ وروی ذلک عن عکرمۃ وقیل الاشھر الاربعۃ الحرم اہ روح المعانی ج ۶ ص۵۳ راجع تفسیر الطبری ج ۶ ص۳۶ وقال اللہ تعالی یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ۔ بقرہ آیت ۲۱۷۔ المراد عند المفسرین شھر رجب وان الآیۃ نزلت فی امر قتل ابن الحضرمی من قریش فی اٰخر یوم من جمادی الاٰخرۃ اوفی اول یوم من شھر رجب علی الشک۔

جواب ثانی۔ مضر کی طرف حدیث مذکور میں اضافتِ رجب احتراز ہے رجبِ ربیعہ سے۔ کیونکہ قبیلہ ربیعہ رمضان شریف کو اشہر حرم میں داخل کرتے تھے وہ حرمتِ رجب کے قائل نہ تھے۔ واضیف رجب الی مضر لان ربیعۃ کانوا یحرمون رمضان ویسمونہ رجب ولھذا بیّن فی الحدیث بما بیّن اہ کذا فی الروح ج ۱۰ ص۹۰ اس جواب ثانی سے نبی علیہ السلام کے قول بین جمادی وشعبان کا فائدہ بھی معلوم ہوگیا۔ قال فی المفصل ویذکر علماء الاخبار ان تاکید الرسول صلی اللہ علیہ وسلم علی رجب مضر الذی بین جمادی وشعبان فی خطبۃ حجۃ الوداع ھو ان ربیعۃ کانت تحرّم فی رمضان وتُسمّیہ رجبًا فعرف من ثم برجب ربیعۃ فوصفُہ بکونہ بین جمادی وشعبان تاکید علی انہ غیر رجب ربیعۃ المذکور الذی ھو بین شعبان وشوال وھو رمضان الیوم فرجب اذًا عند الجاھلیین رجبان رجب مضر ورجب ربیعۃ وبین الطائفتین اختلاف فی مسائل اخری کذلک اہ۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ۲ ص۳۵۱ وقولہ علیہ السلام فی خطبۃ الوداع ورجب مضر

الذی بین جمادی وشعبان۔ انما قال ذلك لان ربیعۃ کانت تحرّم فی رمضان وتسمیہ رجبًا من رجبتُ الرجل ورجّبتہ اذا اعظمتہ ورجبتُ النخلۃ اذا دعمتہا فبیّن علیہ السلام ان رجب مضر لا رجب ربیعۃ وانہ الذی بین جمادیٰ شعبان اھ دیکھیے بلوغ الارب ج۳ ص ۲۷، تفسیر الطبری ج۲ ص ۸۸ تفسیر ابن کثیر ج۲ ص ۲۵۵۔

فائدہ۔ اشہر حرم میں حرمتِ قتال وجنگ کا حکم اوّلاً اسلام میں بھی باقی رہا اور مسلمانوں کو ان مہینوں میں قتال حرام قرار دیا گیا تھا اِلّا یہ کہ کوئی اور قوم ان سے جنگ شروع کر دے تو مسلمان ان سے جنگ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ سریّۂ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ثابت ہوتا ہے۔ احادیث وکتب تاریخ میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے عبداللہ بن جحش کو چند صحابہ کے ساتھ جن کی تعداد آٹھ تھی بطرف نخلہ قریش کے احوال معلوم کرنے کے لیے بھیجا یہ ۲ھ غزوۂ بدر سے دو ڈھائی ماہ قبل کا واقعہ ہے۔ مقام نخلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے قریش کا چھوٹا سا قافلہ پایا۔ صحابہ نے بڑے تردد کے بعد حملہ کر کے عمرو بن الحضرمی کو قتل اور عثمان بن عبداللہ وحکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ اور قافلہ کے مال اور اونٹوں کو قبضہ میں لے لیا۔ یہ واقعہ یکم رجب کا تھا۔ دراصل یہ حضرات شک میں پڑ گئے تھے کہ یہ جمادی ثانیہ کا آخری دن ہے یا رجب کا پہلا روز ہے۔ ابن سیدہ کا قول ہے کہ یہ رجب کی آخر تاریخ تھی نہ کہ جمادی الآخرہ کی آخری تاریخ۔ جب یہ حضرات مدینہ منورہ واپس پہنچے تو نبی علیہ السلام نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا واللہ ما امرتکم بقتال فی الشہر الحرام نیز مالِ غنیمت قبول کرنے سے انکار فرماتے ہوئے اس معاملہ کو وحی آنے تک موقوف کر دیا ولئے ان یستلم العیر والاسیرین اسی عمرو بن الحضرمی کا قتل جنگ بدر کا سبب بنا کما ہو مسطور فی الکتب۔ ابن جحشؓ اور ان کے رفقاء بڑے مغموم ہوئے وسُقِط فی ایدیھم ای ندموا وظنوا ان قد ھلکوا وعنفہم اخوانہم من المسلمین وقالت قریش قد سفك محمد صلی اللہ علیہ وسلم الدم الحرام واستحلّ الشہر الحرام وصارت قریش تُعیّر بذلك مَن بمکۃ من المسلمین یقولون لہم یا معشر الصباۃ قد استحللتم الشہر الحرام وقاتلتم فیہ۔ انسان العیون ج۲ ص۱۵۶۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یسئلونك عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل تو اس آیت کے نزول کے بعد نبی علیہ السلام نے غنیمت قبول کرتے ہوئے اس میں سے خمس نکال کر باقی مال اصحاب سریّہ میں تقسیم فرما دیا۔ روح المعانی ج۲ ص ۱۰۸۔ اس کے بعد اصحاب سریّہ خوش ہو گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ جنگِ بدر سے واپسی پر سریّہ ہذا کا مال تقسیم فرمایا۔ یہ حکم اسلام میں اوّلاً تھا بعدہٗ اشہر حرم میں حرمتِ قتال کا حکم منسوخ ہوا۔ وبہ قال سفیان الثوری رحمہ اللہ۔ علماء کا اس حکم کے نسخ میں اختلاف ہے بعض علماء نسخ حکم ہذا کے منکر ہیں۔ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ حکم تحریم قتال فی الاشہر الحرم تا قیامت باقی ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کی حرمت و تعظیم تو تا قیامت باقی ہے منسوخ نہیں ہے البتہ حکم تحریم قتال منسوخ ہے۔ قال الآلوسی فی روح المعانی فالانصاف ان القول بالنسخ لیس بضروری نعم ھو ممکن وبہ قال ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما کما رواہ عنہ الضحاك۔ واخرج ابن ابی حاتم عن سفیان الثوری انہ سئل عن ھذہ الآیۃ فقال ھذا شئ منسوخ ولا بأس بالقتال فی الشہر الحرام خالف عطاء فی ذلك فقد روی عنہ انہ سئل عن القتال فی الشہر الحرام فحلف باللہ تعالیٰ ما یحلّ للناس ان یغزوا فی الحرم ولا فی الشہر الحرام الّا ان یقاتلوا فیہ و

جعل ذلك حكماً مستمراً الی یوم القیامۃ والامۃ الیوم علی خلافہ فی سائر الامصار اہ۔ خلفاء راشدین اور ان کے بعد مسلمانوں نے غزوات میں اشہر حرم کا خیال کبھی نہیں کیا۔ یہ گویا کہ اجماع ہے اس بات پر کہ ان مہینوں میں حرمتِ قتال کا حکم منسوخ ہے۔ قال السہیلی فی الروض ج۲ ص۱۶ فی بیان تحریم القتال فی الاشہر الحرم وابقاہ اللہ تعالیٰ من ملۃ ابراہیم علیہ السلام لم یغیر حتی جاء الاسلام فکان القتال فیہ محرماً کذلک صدراً من الاسلام ثم اباحتہ اٰیۃ السیف وبقیت حرمۃ الاشہر الحرم لم تنسخ قال اللہ تعالیٰ منہا اربعۃ حرم فلا تظلموا فیہن انفسکم۔ فتعظیم حرمتہا باق وان ابیح القتال وقد روی عن عطاء ان تحریم القتال فیہا حکم ثابت لم ینسخ اہ۔ ھذا واللہ اعلم۔

الصَّفا۔ بفتح صاد مقصوراً۔ قرآن شریف میں صفا مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ انّ الصّفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ صفا شعائر اللہ میں سے ہے اور واجب الاحترام ہے۔ یہ ایک پہاڑی کا نام ہے آجکل یہ مسجد حرم کی عمارت میں داخل ہے۔ پہاڑی باقی نہیں ہے۔ صرف تھوڑا سا نشان اس کا باقی ہے پہلے یہ پہاڑی جبل ابو قبیس کا حصہ تھی۔

صفا جمع ہے صفاۃ کی قال یاقوت الصفا والصفوان والصفواء کلہ العریض من الحجارۃ الملس الصفا والمروۃ ھما جبلان بین بطحاء مکۃ والمسجد اما الصفا فکان مرتفع من جبل ابی قبیس بینہ وبین المسجد الحرام عرض الوادی الذی ھو طریق وسوق ومن وقف علی الصفا کان بحذاء الحجر الاسود والمشعر الحرام بین الصفا والمروۃ۔

اسلام سے قبل صفا پر ایک بت رکھا ہوا تھا جس کا نام تھا نہیک مجاود الریح۔ صفا و مروہ کے مابین فاصلہ تقریباً ۷۶۶ گز ہے اور حجر اسود سے صفا تک فاصلہ ۲۶۲ گز ہے۔

صفا و مروہ پر زمانہ جرہم سے دو بُت نصب تھے ایک کا نام اِساف تھا دوسرے کا نام نائلہ تھا۔ یہ دونوں دراصل انسان تھے جو بیت اللہ شریف میں بدفعلی کے مرتکب ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں پتھر بنا دیا۔ ان کا قصہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی تولیت نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد مدت تک قبیلہ جرہم کے قبضہ میں تھی۔ جرہم کے ایک شخص اِساف اور ایک عورت نائلہ نے بیت اللہ شریف کے اندر زنا کا ارتکاب کیا اس جرم میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنا دیا۔ جرہم نے دونوں کو صفا و مروہ پر اس نیت سے رکھ دیا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور آیندہ کوئی اس قسم کے گناہ کی جرأت نہ کرے تاآنکہ عمرو بن لحیّ کا زمانہ آیا۔ وہ اہل مکہ کا رئیس تھا اس نے لوگوں کو اُن دونوں پتھروں کی عبادت پر لگا دیا اور کہا کہ تمہارے آباء و اجداد ان دونوں کی پرستش کرتے تھے۔ پھر کئی صدیوں کے بعد قُصیّ بن کلاب نے دونوں پتھروں کو وہاں سے اٹھا کر بیت اللہ کے سامنے زمزم کے قریب رکھ دیا تاکہ لوگ ان کے لیے یہاں پر جانوروں کی قربانی کریں۔ فتح مکہ کے موقعہ پر نبی علیہ السلام نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا۔

وقال بعض اھل العلم انہ لم یفجر بھا فی البیت وانما قبّل نائلۃ فمسخھما اللہ تعالیٰ حجرین۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ جرہم سے قبل بیت اللہ شریف کے متولی قوم عمالقہ تھی۔ جب ان کی سرکشی اور شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کرکے مکہ سے نکال دیا اور جرہم بیت اللہ شریف کے متولی ہوئے۔ پھر جب جرہم نے بھی کچھ مدت کے بعد اس قسم کا فسق شروع کردیا جس کا نمونہ قصۂ اساف و نائلہ ہے تو انھیں بھی ذلت سے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور پھر قبیلۂ خزاعہ کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ عمرو بن لحیّ قبیلہ خزاعہ کا سردار و رئیس تھا اور اس عمرو بن لحیّ نے ہی پہلے پہل مکہ مکرمہ میں بت پرستی شروع کرائی اور بت نصب کیے۔

الطور۔ آیت واذ وٰعدنا موسٰی اربعین لیلۃ کی شرح میں بلکہ خود قرآن مجید میں بھی مذکور ہے طور ایک مبارک پہاڑ کا نام ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس کا نام آیا ہے۔ یہود اس پہاڑ کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ ان کا یہ زعم ہے کہ اسی پہاڑ میں ابراہیم علیہ السلام کو ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کا حکم ہوا تھا اور ان میں سے بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں نہ کہ اسماعیل علیہ السلام۔ کوہ طور مصر کے قریب مقام مدین کے پاس ہے۔

کہتے ہیں کہ اس پہاڑ میں اولیاء اللہ رہتے ہیں اور وہ کسی وقت بھی اولیاء اللہ سے خالی نہیں رہتا اور اسی پر بنی اسرائیل کو مصر سے نکالنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا خطاب ثانی ہوا تھا قیل سمی طورًا باسم بطور بن اسماعیل علیہ السلام اسقطت باؤہ للاستثقال۔ وقیل سمی باسم طور بن اسمٰعیل ابن ابراھیم علیھما السلام وکان یملکہ فنسب الیہ وقد ذکر العلماء ان الطور ھذا الجبل المشرف علی نابلس ولذا یحجہ السامرۃ من الیھود۔ وقیل الطور فی کلام العرب الجبل ولا یُسمّی طورًا حتی یکون ذا شجر ولا یقال للاجرد طور وقیل کل جبل یقال لہ بلسان النبط طور فاذا کان علیہ نبط و شجر قیل طور سیناء۔ اس پہاڑ کو طور سینا بھی کہتے ہیں۔ سینا میں فتحِ سین وکسرِ سین دونوں جائز ہیں۔ یہ ممدود ہے۔ سیناء ایک خاص قسم کے پتھر کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے۔ سینا مقصور بھی پڑھا جاتا ہے۔ عند البعض یہ مصر میں ہے۔ وقال الجوھری طور سیناء جبل بالشام وھو طور اضیف الی سیناء وھو شجر وکذلک طور سینین۔ وقال الاخفش السینین شجر والفتح فی سین سیناء اجود۔ کذا فی معجم البلدان لیاقوت۔

طائف۔ یسئلونك عن الشھر الحرام کے بیان میں مذکور ہے۔ شہر طائف مکہ مکرمہ کے قریب مشہور شہر ہے۔ اقلیم ثانی میں ہے۔ اس کا عرض بلد ۲۱ درجہ ہے۔ شہر طائف کا پرانا نام وَجّ تھا سمیت بوجّ بن عبد الحیّ من العمالیق وھو اخو اجأ الذی سمّی بہ جبل طیّ وھو من الامم الخالیہ۔

وجہ تسمیہ بہ طائف عند بعض العلماء یہ ہے کہ قبیلہ صدِف کا ایک شخص مسمی بہ دَمّون بن عبد الملک اپنا ابنِ عم قتل کرکے مسعود بن معتب ثقفی کے پاس پناہ لینے کے لیے آیا۔ قاتل کے پاس بہت زیادہ مال تھا۔

کیونکہ وہ تاجر تھا۔ فقال القاتل أحالفکم لتزوجونی وأزوجکم وأبنی لکم طوفاً علیکم مثل الحائط لا یصل الیکم أحد من العرب قالوا فابن فبنیٰ بذلک المال طوفاً علیھم فسمیت الطائف اھ طائف ٹھنڈا اور سرسبز و آباد علاقہ ہے۔ اس میں باغات بکثرت ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک اور وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ سُمّیت الطائف لان ابراھیم علیہ السلام لما أسکن ذریتہ مکۃ وسأل اللہ تعالی ان یرزق ولدہ واھلھا من الثمرات أمر اللہ قطعۃ من الارض أن تسیر بشجرھا حتی تستقر بمکان الطائف فاقبلت وطافت بالبیت ثم اقرھا اللہ بمکان الطائف فسمیت الطائف لطوافھا بالبیت۔ ابن عباسؓ طائف میں مدفون ہیں۔

شوال ۸ھ میں غزوہ حنین سے واپسی پر مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کیا تو اہل طائف قلعہ بند ہوگئے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں چھوڑ دیا اور جعرانہ تشریف لے گئے تاکہ حنین کی غنیمت وگرفتار لوگوں کو تقسیم کر دیں۔ اہل طائف نے ڈر کر صلح کے لیے وفد بھیجا فصالحھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان یُسلموا وعلی أن لا یزنوا ولا یُربوا وکانوا اھل زنا وربا۔

الطاعون ۔ آیت فانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء اور آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم الخ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ احوال طاعون میں اس فقیر روحانی بازی کا مستقل رسالہ ہے موسوم بہ الطاحون فی زمن الطاعون۔ اس رسالہ کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ وہ رسالہ یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم طاعون ایک سخت مہلک وبا کا نام ہے بہت سی قومیں طاعون کی وجہ سے تباہ ہوچکی ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بیماری چند گھنٹوں میں مریض کو ختم کر دیتی ہے۔

دائرۃ المعارف ج ۵ ص ۷۳۷ پر ہے الطاعون مرضٌ من أنواع الحمّی الخبیثۃ سریع العدوی وصف الممیز لہ ظھور دُمّلٍ کبیر للمصاب قد عُلم انہ یتولّد من الجراثیم المضرۃ المتسببۃ من البقاع الحیوانیۃ المتعفّنۃ ویُعرف الطاعون بوجود الجراثیم فی الدم علی شکل الضمۃ ینتشر الطاعون بسرعۃٍ بدخول جراثیمہ الی الاجسام وتکاثرھا فیھا۔ ومما یجب الانتباہ لہ إنّ الفیران بجولانھا فی الاماکن القذرۃ تتلوّث بہ فیشتدّ فتکُ الطاعونِ بھا عند ظھورہ فی بلدٍ وقد یتعدّی الطاعونُ من الفیران الی الناس من وُلوغھا فی مأکلھم اومشربھم فیجب اتقاؤھا بحمایۃ المواد الغذائیۃ من عبث الفیران فیھا۔ انتھی

ثم قال فی بیان ابتداء الطاعون وکیفیۃ بدئہ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ جراثیم طاعونیہ بدن میں تین یا سات دن تک پوشیدہ رہتے ہیں اس کے بعد بدن کی صحت بدلنی شروع ہوجاتی ہے اور اعضا میں رعشہ و درد سر شروع ہوجاتا ہے پھر چہرے کا رنگ پیلا ہوکر آنکھیں پھر جاتی ہیں کلام میں لکنت اور چلنے میں اضطراب

اور میلان الی النوم شروع ہوجاتا ہے۔ پیاس زیادہ لگتی ہے اور زبان سفید ہوکر اس میں تشقق یا چھالوں جیسے نشان پیدا ہوجاتے ہیں پھر دماغ چکرانا، قے واسہال شروع ہوجاتا ہے اور تنفّس میں تیزی اور سینے اور پھیپھڑوں میں جلن اور بول کی قلت شروع ہوجاتی ہے اور مریض کے تھوک کے ساتھ خون آنے لگتا ہے اور کبھی بدن پر پھوڑے اور دیگر سرخ جلتے ہوئے نشان ظاہر ہوجاتے ہیں۔ بغلوں میں سخت تپش اور جلن ہوتی ہے گردن ایک طرف مڑجاتی ہے اور ساتویں دن میں مریض مرجاتا ہے اور کبھی یہ مرض بارہ دن تک بھی رہتا ہے اور بارھویں دن موت کا سبب بنتا ہے اور اگر طاعون سخت ہو تو بہت جلد انسان کو موت کی آغوش میں پہنچا دیتا ہے۔

ومما جرّب فی علاج ھذا المرض ان یکثر الانسان فی اثناء انتشارہ من اکل الزیت والادّھان بہ اذ قد ثبت بالتجربۃ ان العُمّال الذین یشتغلون باخراج الزیت لایموت منھم احدٌ فی ھذا الوباء۔ ومن الوسائل الواقعۃ منہ تنظیف البیوت والمراحیض بالقاء المواد المطھّرۃ فیھا واغلاء الماء قبل شُربہ لقتل ما فیہ من الجراثیم ورشّ الحوائط بالجیر وتطھیر الشوارع۔ بہرحال طاعون کی اصل علامت ایک خاص پھوڑا ہے جو گردن میں یا بدن کے کسی حصے میں ظاہر ہوتا ہے۔

بعض احادیث میں ہے کہ طاعون و دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ بھی ان دونوں کے دخول سے محفوظ رہے گا۔ بعض اہل تاریخ کا یہ قول کہ ۷۴۹ھ کا طاعون مکہ مکرمہ میں داخل ہوگیا تھا درست نہیں ہے۔ علی التسلیم ممکن ہے کہ معمولی اثر پہنچا ہو۔ بنابریں طاعون سے مکہ مکرمہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہوگا کہ طاعون کی شدت سے مکہ محفوظ ہوگا۔ لہٰذا اگر طاعون کا معمولی اثر مکہ میں پہنچ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اخرج احمد عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ ومکۃ محفوفتان بالملائکۃ علی کل نقب منھا ملک لایدخلھا الطاعون ولا الدجال وفی الصحیحین والموطأ من حدیث ابی ھریرۃ مرفوعًا علی أنقاب المدینۃ ملائکۃ لایدخلھا الطاعون ولا الدجال۔ قال بعض العلماء ھذہ معجزۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم لانّ الاطبّاء من اوّلھم الی اٰخرھم عجزوا عن ان یدفعوا الطاعون عن بلد من البلاد بل عن قریۃ من القریٰ وقد امتنع الطاعون من المدینۃ بدعائہ وخبرہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ المدۃ المتطاولۃ۔ کذا فی الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۸۲

طاعون کے ظاہری اسباب پر اطباء نے بڑی بحثیں کی ہیں اور باطنی سبب گناہوں اور زنا و منکرات کی کثرت و انتشار ہے۔ ایک اور حدیث میں اس کا سبب وخز شیاطین وجنّ قرار دیا ہے اخرج ابن ماجہ والبیھقی عن ابن عمرؓ مرفوعًا لم تظھر الفاحشۃ فی قوم قطّ حتی یُعلنوا بھا الاّ فشا فیھم طاعونٌ وفی روایۃ الا ابتلاھم اللہ بالاوجاع التی لم تکن فی اسلافھم واخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ما فشا الزنا فی قوم قط الا کثر فیہم الموت ۔ واخرج احمد والحاکم عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فناء امتی بالطعن والطاعون قیل یا رسول اللہ ھذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون قال وَخزُ اَعدائکم من الجنّ و فی کلٍ شہادۃٌ۔ طعن کا معنی ہے نیزہ مارنا یہ کنایہ ہے حرب سے ۔ اور وخز کا معنی ہے تیز چیز سے کسی کو مارنا یقال وَخَزَہٗ وَخزاً اطعَنَہ طعنۃً غیر نافذۃ بابرۃٍ اَو رمحٍ او نحو ذلک طاعون بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے بطور عذاب بھیجا تھا لیکن امتِ محمدیہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے رحمت یعنی حصولِ شہادت کا ذریعہ بنایا۔

طاعون سے مرنے والا مسلمان شہید ہے اور یہ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی برکات و خصوصیات میں سے ہے اخرج الشیخان عن اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطاعون رجس (ای عذاب) اُرسل علی طائفۃ من بنی اسرائیل وعلی من کان قبلکم و اخرج البخاری عن عائشۃ سألتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الطاعون فاخبرنی انہ عذاب یبعثہ اللہ علی من یشاء وان اللہ جعلہ رحمۃً للمؤمنین لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہٖ صابراً محتسباً یعلم انہ لا یصیبہ الا ما کتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر شہید۔ وفی حدیث آخر الشہداء خمسۃ المطعون (ای المیت بالطاعون) والمبطون والغریق وصاحب الہدم والشہید فی سبیل اللہ۔ وفی بعض الروایات زیادۃ وھی المرأۃ تموت بجمعٍ ای النفاس ومن قُتِل دون مالہ او دینہٖ او عرضہ او دمہٖ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس شہر میں طاعون واقع ہو جائے اور تم اس میں مقیم ہو تو اس شہر سے طاعون کے خوف سے نہ نکلو اور اگر تم اس شہر سے باہر ہو تو اس میں مت جاؤ۔ چونکہ طاعون امتِ محمدیہ کے لیے رحمت اور حصولِ شہادت کا ذریعہ ہے اس لیے بعض احادیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی امت کے لیے طاعون کی دعا مانگی ہے۔

ففی الحدیث عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ قال کنتُ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اللّٰھم طعناً وطاعوناً۔ اخرجہ ابو یعلی واخرج احمد عن معاذ بن جبل قال ان الطاعونَ شہادۃٌ ورحمۃٌ ودعوۃُ نبیّکم قال ابو قلابۃ فعرفتُ الشہادۃ وعرفت الرحمۃ ولم ادر ما دعوۃ نبیکم حتی انبئتُ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما ھو ذات لیلۃ یصلی اذ قال فی دعائہٖ فحمّی اِذن وطاعوناً ثلاث مرات فلما اَصبح قال لہ انسانٌ من اَھلِہٖ یا رسول اللہ قد سمعتُک اللیلۃ تدعو بدعاء قال وسمعتہ قال نعم قال انی سألتُ ربی اَن لا یُھلِک اُمّتی بِسَنۃٍ فاعطانیھا وسألتُ اللہ ان لا یسلّط علیھم عدوًّا غیرھم فاعطانیھا وسألتُہ ان لا یلبسہم شِیعاً ولا یذیق بعضھم بأس بعض فابیٰ علیّ فقلتُ فحمّی اِذن او طاعوناً ثلاث مرات واخرج احمد والطبرانی عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم اجعَل فناء امتی قتلاً فی سبیلک بالطعن والطاعون۔ کذا فی الحاوی ج ۱ ص ۳۸

بعض احادیث میں ہے کہ قیامت سے قبل چھ بڑی علامتیں واقع ہوں گی ایک موتِ نبی علیہ السلام ہے۔ دوم فتح بیت المقدس اور سوم طاعون ہے۔ واخرج البیھقی فی دلائل النبوۃ عن عوف بن مالک ؓ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک وھو فی خباء من ادم فقال یا عوف احفظ خلالاً ستاً بین یدی الساعۃ احداھن موتی ثم فتح بیت المقدس ثم موتان یظھر فیکم یستشھد اللہ بہ ذراریکم وانفسکم ویزکی بہ اعمالکم ثم استفاضۃ المال بینکم الحدیث۔ الموتان علی وزن بطلان الموت الکثیر۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعونِ عمواس کے وقوع کی طرف نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے حدیثِ متقدم میں اشارہ فرمایا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی مہلک وباتھی طاعون کی جو خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں واقع ہوئی تھی۔ عمواس بیت المقدس اور رملہ کے مابین ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اوّلاً یہ طاعون اس شہر میں ظاہر ہوا اور پھر سارے ملک شام میں پھیل گیا۔ اس طاعون میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کی وفات ہوئی اور اس وبا میں صرف مسلمان غازیوں میں سے تیس ہزار اشخاص لقمۂ اجل بنے۔ یہ وبا ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں پھیلی تھی۔ اخرج الحاکم عن عوف بن مالک انہ قال فی طاعون عمواس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اعدد ستاً بین یدی الساعۃ قال قد وقع منھن ثلاث یعنی موتہ وفتح بیت المقدس والطاعون قال و بقی ثلاث۔

حافظ سیوطیؒ خصائص ج ۲ ص ۷۷ پر لکھتے ہیں باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بالطاعون الذی وقع بالشام ثم احال علی حدیث عوف بن مالک ثم قال اخرج احمد عن معاذ بن جبل ؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستھاجرون الی الشام فتفتح لکم ویکون فیکم داء کالدمل اوالحزۃ یاخذ بمراق الرجل یستشھد اللہ بہ انفسکم وذراریکم ویزکی بہ اعمالکم۔ واخرج الطبرانی عن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنزلون منزلاً یقال لہ الجابیۃ یصیبکم فیہ داء مثل غدۃ الجمل یستشھد اللہ بہ انفسکم و ذراریکم ویزکی بہ اعمالکم۔ الحزۃ الحزۃ والعنق وقطعۃ من اللحم قطعت طولاً والغدۃ طاعون الابل یقال غد البعیر غداً اصابہ داء الغدۃ وھو طاعون الابل والغدۃ قطعۃ لحم صلبۃ تحدث عن داء بین الجلد واللحم۔

ابن ابی حجلہ اپنی تالیف فی الطاعون میں لکھتے ہیں کہ اسلام میں پہلا طاعون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ملک فارس کے شہر مدائن میں پھیلا۔ یہ طاعونِ شیرویہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں کوئی مسلمان نہیں مرا۔ شیرویہ بادشاہِ ایران اس میں مرگیا تھا۔ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں۔ لم یکن طاعون اشد من ثلاثۃ طواعین طاعون ازدجرد وطاعون عمواس وطاعون الجارف انتھی۔ طاعونِ جارف بصرہ میں واقع ہوا تھا۔ اسے جارف اس لیے کہتے ہیں کہ جرف کا معنی ہے زمین کھودنا تو اس طاعون نے انسانوں کو

اس طرح تباہ کر دیا تھا جس طرح پانی کا ریلا زمین میں گڑھے بنا کر ویران کر دیتا ہے فسمّی بذلك لانہ جرف الناس کما یجرف السیل الارض فیاخذ معظم الارض۔

طاعونِ جارف کی تاریخ وقوع میں اختلاف ہے۔ عند البعض یہ ۶۴ھ میں اور عند البعض شوال ۶۹ھ میں واقع ہوا تھا قال ابن کثیر ھذا ھو المشھور الذی ذکرہ شیخنا الذھبی اور عند البعض ۷۶ھ اور عند البعض ۸۷ھ میں اور عند البعض ۸۰ھ میں واقع ہوا تھا۔ واقدیؒ لکھتے ہیں کہ طاعون جارف میں انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۸۳ اشخاص مر گئے تھے اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۴۰ اشخاص مرے تھے۔

آگے ہم طواعینِ کبار کے زمانۂ وقوع اور ان کے بعض احوال کے بارے میں مؤرخین و محدثین کی کتابوں سے چند حوالے ذکر کرتے ہیں۔ ان حوالوں میں ایک دانا شخص کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔ ان سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ انسان کی یہ زندگی کس قدر فانی اور غیر باقی ہے اور موت ہر وقت انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہے ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں — سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے تقویٰ والی زندگی اختیار کی۔

قال المدائنی کانت الطواعین العظام المشھورۃ فی الاسلام خمسۃ طاعون شیرویہ فی المدائن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم طاعون عمواس ثم طاعون الجارف ثم طاعون الفتیات ثم طاعون الاشراف انتھی۔ وذکر سیف بن عمر عن شیوخہ۔ قالوا ما کان طاعون عمواس وقع مرتین لم یر مثلھا وطال مکثہ وذلك انہ وقع بالشام فی المحرم وصفر ثم ارتفع ثم عاد وفنی فیہ خلق کثیر من الناس حتی طمع العدو وتخوفت قلوب المسلمین لذلك قال سیف واصاب اھل البصرۃ ایضًا تلك السنۃ طاعون فمات بشرٌ کثیرٌ وجمٌّ غفیر۔

وفی مرآۃ الزمان لما کان سنۃ ثمان عشرۃ اصاب جماعۃ من المسلمین بالشام الشراب فجلدھم ابوعبیدۃ بامر عمر وقال عمر عند ذلك لیحدثنّ فی ھذا العام حادث فوقع الطاعون۔ قال ھشام انما حدث الطاعون بالشام لاجل ھؤلاء الذین شربوا الخمر وممن مات فی طاعون عمواس من مشاھیر الصحابۃ ابوعبیدۃ بن الجراح ومعاذ بن جبل وشرحبیل بن حسنۃ والفضل بن العباس وھو ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابومالك الاشعری ویزید بن ابی سفیان اخو معاویۃ والحارث بن ھشام اخو ابی جھل وابوجندل الذی جاء یوم الحدیبیۃ یرسف فی قیودہ وسھیل بن عمرو الذی قام بمکۃ یوم مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فثبّت الناس وھو والد ابی الجندل۔ رضی اللہ عنھم اجمعین۔ واخرج الحاکم عن عوف بن مالك انہ قال فی طاعون

عمواس ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال اعدد ستا بین یدی الساعة قال فقد وقع منهن ثلاث یعنی موته علیہ السلام وفتح بیت المقدس والطاعون قال وبقی ثلاث فقال معاذ ان لها اهلا ثم وقع الطاعون بالکوفة سنة تسع واربعین فخرج المغیرة بن شعبة منها فارا فلما ارتفع الطاعون رجع الیها فاصابه الطاعون فمات فی سنة خمسین ذکرہ ابن کثیر فی تاریخه ثم وقع فی سنة ثلاث وخمسین ومات فیها زیاد ذکرہ فی مرأة الزمان۔

وقال ابن کثیر فی سنة ثلاث وخمسین فی رمضان توفی زیاد بن ابی سفیان ویقال له زیاد بن ابیه وزیاد بن سُمیّة وهی اُمّه مطعونا وکان سبب ذلك انه کتب الی معاویة یقول له انی قد ضبطت لك العراق بشمالی ویمینی فارغة وهو یعرض له ان یستنیبه علی بلاد الحجاز ایضا فلما بلغ اهل الحجاز جاؤا الی عبد الله بن عمرؓ فشکوا الیه ذلك وخافوا ان یلی علیهم زیاد فیعسفهم کما عسف اهل العراق فقام ابن عمرؓ فاستقبل القبلة فدعا علی زیاد والناس یؤمّنون فطعن زیاد بالعراق فی یدہ فضاق ذرعا بذلك واستشار شریحا القاضی فی قطع یدہ فقال له شریح انّی لا اری لك ذلك فانه ان لم یکن فی الاجل فسحة لقیت الله اجزم قد قطعت یدك خوفا من لقائه وان کان لك اجل بقیت فی الناس اجذم فیعیر ولدك بذلك فصرفه عن ذلك ویقال ان زیادا جعل یقول انام انا والطاعون فی فراش واحد واخرج ابن ابی الدنیا عن عبد الرحمن بن السائب الانصاریؓ قال جمع زیاد اهل الکوفة فملأ منهم المسجد والرحبة والقصر لیعرضهم علی البراءة من علی بن ابی طالبؓ قال عبد الرحمن فانی لمع نفر من اصحابی من الانصار والناس فی امر عظیم فهوّمت تهویمة فرأیت شیئا اقبل طویل العنق مثل عنق البعیر اهدب اهدل فقلت ما انت فقال انا النقاد ذو الرقبة بعثت الی صاحب هذا القصر فاستیقظت فزعا فقلت لاصحابی هل رأیتم ما رأیت قالوا لا فاخبرتهم وخرج علینا خارج من القصر فقال ان الامیر یقول لکم انصرفوا عنّی فانی عنکم مشغول واذا الطاعون قد اصابه۔

ثم وقع بالبصرة طاعون الجارف وسُمّی بذلك لانه جرف الناس کما یجرف السیل الارض فیأخذ معظمها واختلف فی سنته فقیل وقع فی سنة اربع وستین وجزم به ابن الجوزی فی المنتظم وقیل کان فی شوال سنة تسع وستین قال ابن کثیر وهذا هو المشهور الذی ذکرہ شیخنا الذهبی وغیرہ وقیل سنة سبعین وقیل سنة ست وسبعین وقیل سنة ثمانین قال ابن کثیر حکاہ ابن جریر عن الواقدی ومات فیه لانس بن مالك ثلاثة وثمانون ولدا ولابی بکرة اربعون ولدا۔ قال ابن کثیر کان ثلاثة ایام مات فی اول یوم منه من اهل البصرة سبعون الفا وفی الیوم الثانی منه احد وسبعون الفا وفی الیوم الثالث منه ثلاثة وسبعون الفا واصبح الناس فی الیوم الرابع موتی الا القلیل من آحاد الناس حتی ذکر ان ام الامیر بها ماتت فلم یجد من یحملها۔ وقال صاحب المرأة مات فیه اهل الشام الا الیسیر۔

وقال الحافظ ابونعیم الاصفهانی حدثنا عبید الله حدثنا احمد بن عصام حدثنی معدی عن رجل یکنی ابا الفضل وکان قد ادرک زمن الطاعون قال کنا نطوف فی القبائل وندفن الموتی فلما کثروا لم نقدر علی الدفن فکنا ندخل الدار قدمات اهلها فنسد بابها قال فدخلنا دارا نفتشها فلم نجد فیها احدا حیا فسددناها فلما مضت الطواعین کنا نطوف فننزع تلک السد عن الابواب ففتحنا سدة الباب التی کنا قد فتشناها فاذا نحن بغلام فی وسط الدار طری دهین کانما اخذ ساعتئذ من حجر امه قال فنحن وقوف علی الغلام نتعجب منه فدخلت کلبة من شق الحائط فجعلت تلوذ بالغلام والغلام یحبو الیها حتی مص من لبنها قال معدی و انا رأیت ذلک الغلام فی مسجد البصرة وقد قبض علی لحیته وقال ابن ابی الدنیا فی کتاب الاعتبار حدثنی یحیی بن عبد الله الخثعمی عن محمد بن سلام الجمحی قال زعم یحیی انه لما وقع الطاعون الجارف بالبصرة وذهب الناس فیه وعجزوا عن موتاهم وکانت السباع تدخل البیوت فتصیب من الموتی وذلک سنة سبعین ایام مصعب وکان یموت فی الیوم سبعون الفا فبقیت جاریة من بنی عجل ومات اهلها جمیعا فسمعت عواء الذئب فقالت ؎

الا ایها الذئب المنادی بسحرة ۔۔۔ هلم أنبئک الذی قد بدا لیا

بدالی انی قد یتمت وانی ۔۔۔ بقیة قوم اورثونی المباکیا

ولاضیر انی سوف اتبع من مضی ۔۔۔ ویتبعنی من بعد من کان تالیا

وقال ابن ابی الدنیا حدثنی الفضل بن جعفر حدثنا احمد بن محمد العجلی حدثنی محمد بن ابراهیم التیمی قال نزل بناحی من العرب فاصابهم الطاعون فماتوا وبقیت جویریة مریضة فلما افاقت جعلت تسأل العرب عن ابیها وامها واخیها فیقال مات مات مات فرفعت یدیها وقالت ؎

لولا الاسی ماعشتُ فی الناس ساعةً ۔۔۔ ولکن متی نادیت جاوبنی مثلی

قال الحافظ ابن حجر وکان بمصر سنة ست وستین طاعون. ثم فی سنة وفاة عبد العزیز بن مروان سنة خمس و ثمانین وقیل سنة اثنین وقیل سنة اربع وقیل سنة ست وکان بالشام طاعون سنة تسع وسبعین ذکره ابن جریر وغیره ثم وقع بالبصرة طاعون الفتیات سنة سبع وثمانین وسمی بذلک لکثرة من مات فیها من النساء الشواب والعذاری قال ابن ابی الدنیا فی الاعتبار حدثنی محمد بن علی بن عثام الکلابی قال سمعت حامد ابن عمر بن حفص البکراوی قال حدثنی ابوبحر البکراوی عن امه قالت خرجنا هاربین من طاعون الفتیات فنزلنا قریبا من سنام قالت وجاء رجل من العرب معه بنون له عشرة فنزل قریبا منا فلم یمض الا ایام حتی مات بنوه اجمعون وکان یجلس بین قبورهم فیقول ؎

بنفسی فتیة هلکوا جمیعا ۔۔۔ برابیة مجاورة سناما

اقول اذا ذكرتُ العهد منهم بنفسی تلك اصداء وهاما

فلم ار مثلهم هلكوا جميعا ولم ار مثل هذا العام عاما

قالت وكان يبكی من سمعه ثم طاعون الاشراف وقع والحجاج بواسط حتی قيل فيه لايكون الطاعون والحجاج فی بلد واحد سمی بذلك لكثرة من مات فيه من اشراف الناس۔

ثم وقع بالشام طاعون مات فيه ولی العهد ايوب ابن الخليفة سليمان بن عبد الملك اخرج ابن ابی الدنيا فی الاعتبار من طريق عبد الله بن المبارك عن الحكم بن كنانة قال اخبرنی يزيد بن المهلب قال حملت حملين مسكًا من خراسان الی سليمان بن عبد الملك فانتهيت الی باب ابنه ايوب وهو ولی العهد فدخلت عليه فاذا دار مجصصة حيطانها وسقوفها خضر واذا وصف وصائف عليهم حلل خضر وحلی من الزمرد فوضعت الحملين بين يدی ايوب وهو قاعد علی سريره فانتهب المسك من بين يديه ثم عدت بعد احد عشر يومًا فاذا ايوب وجميع من معه فی داره قد ماتوا اصابهم الطاعون واخرج ابن ابی الدنيا عن حاتم بن عطارد قال حدثنی ابو البطال قال بعثت الی سليمان بن عبد الملك ومعه ستة احمال مسك فمررت بدار ايوب ابن سليمان فادخلت عليه فمررت بدار ما فيها من الثياب والنجد بياض ثم دخلت منها الی دار اخری صفراء وما فيها كذلك ثم ادخلت منها الی دار حمراء وما فيها كذلك ثم ادخلت منها الی دار خضراء وما فيها كذلك فاذا انا بايوب علی سرير والحقنی من كان فی تلك الدور فانتهبوا ما معی من المسك ثم مررت بدار ايوب بعد سبعة عشر يوما فاذا الدار بلاقع فقلت ما هذا قالوا طاعون اصابهم۔

وقال الحافظ ابن حجر وقع بالشام طاعون عدی بن ارطاة سنة مائة قلت وذلك فی خلافة عمر ابن عبد العزيز واخرج ابن سعد عن ارطاة بن المنذر قال كان عند عمر بن عبد العزيز نفر يسألونه أن يتحفظ فی طعامه ويسألونه ان يكون له حرس اذا صلی لئلا يشد ثائر فيقتله ويسألونه ان يتنحی عن الطاعون ويخبرونه ان الخلفاء قبله كانوا يفعلون ذلك قال لهم عمر فاين هم فلما اكثروا عليه قال اللهم ان كنت تعلم انی اخاف يوما دون يوم القيامة فلا تؤمن خوفی واخرج محمد بن خلف المعروف بوكيع فی كتاب الغرر من الاخبار عن ابی الزناد قال قال عبد الله بن حسن كنت عند عمر بن عبد العزيز فوقع بالشام طاعون فقال ارحل فانك لن تغنم اهلك مثل نفسك فقضی حوائجی واتبعنی اياها۔

قال الحافظ ابن حجر ثم وقع ايضا بالشام فی سنة سبع مائة ثم فی سنة خمس عشرة وكذا فی تاريخ ابن كثير فی المرأة وقع فی سنة ست عشرة طاعون شديد بالشام والعراق وكان اعظم ذلك فی واسط ذكره ابن كثير ايضًا ثم وقع بالبصرة طاعون غراب وهو رجل مات فيه سنة سبع وعشرين ومائة ثم وقع بالبصرة طاعون مسلم بن قتيبة فی رجب وشعبان ورمضان سنة احدی وثلاثين ومائة ثم خف فی شوال وبلغ فی كل يوم الف جنازة. قال ابن سعد توفی فيه

اسحق بن سويد العدى وفرقد بن يعقوب السبجي وايوب السختياني قال ابن سعد اخبرنا على بن عبد الله حدثنا سفيان قال سمعت داؤد بن ابى هند يقول اصابني الطاعون فاغمى على فكأن اثنين اتياني فغمز احدهما عكوة لساني وغمز الآخر أخمص قدمى فقال اى شئ تجد قال تسبيحا وتكبيرا وشيئا من خطوة الى المسجد وشيئا من قرائة القرآن قال ولم اكن اخذت القرآن يومئذ قال فكنت اذهب فى الحاجة فاقول لو ذكرت الله حتى اتى حاجتى قال فعوفيت فاقبلت على القرآن فتعلمته۔

هذا كله فى الدولة الاموية بل نقل بعض المؤرخين ان الطواعين فى زمن بنى امية كانت لا تنقطع بالشام حتى كان خلفاء بنى امية اذا جاء زمن الطاعون يخرجون الى الصحراء ومن ثم اتخذ هشام بن عبد الملك الرصافة منزلا ثم خف ذلك فى الدولة العباسية فيقال ان بعض امرائهم خطب بالشام فقال احمد الله الذى رفع عنكم الطاعون منذ ولينا عليكم فقام بعض من له جراءة فقال الله اعدل من ان يجمعكم علينا والطاعون فقتله واخرج ذلك ابن عساكر فى تاريخه وسمى الذى قام جعونة الحارث واخرج ابن عساكر عن الاصمعى قال لقى المنصور اعرابيا بالشام فقال احمد الله يا اعرابى الذى رفع عنكم الطاعون بولايتنا اهل البيت قال ان الله لم يجمع علينا حشفا وسوء كيل ولايتكم والطاعون ثم كان فى سنة اربع وثلاثين بالرى ثم فى سنة ست واربعين ببغداد ثم فى سنة احدى وعشرين ومائتين بالبصرة قلت كذا ذكره الحافظ ابن حجر والمؤرخون قبله۔

فكان بين هذين الطاعونين خمس وسبعون سنة وفى هذه المدة كان مولد الامام الشافعى رضى الله عنه ووفاته فلم يقع فى حياته طاعون وبذلك يعرف ان قوله السابق لم ار للوباء انفع من البنفسج لم يرد به الطاعون لان الوباء غير الطاعون ويحتمل ان اراد الطاعون والمراد الذى تصل صاحبه وقام احتاج الى علاجه فيدهن به كما يستعمل الناس الآن فى علاجه الدهان بزبد اللبن البقرى ودهن اللوز وظن طائفة من الناس ان مراد الامام ان الادهان بدهن البنفسج يمنع الطاعون من اصله وليس كما ظنوا والله اعلم ثم فى سنة تسع واربعين ومائتين بالعراق ثم فى سنة ثمان ومائتين باذربيجان وبرذعة فمات لمحمد بن ابى الساج ثمانون ولدا ذكره صاحب المرآة ثم فى سنة تسع وتسعين ومائتين بارض فارس ثم فى سنة احدى وثلث مائة ببغداد ثم فى سنة اربع وعشرين وثلاثمائة باصبهان ثم فى سنة اربعين وثلاثمائة بالعراق۔

وكثر فيه موت الفجأة حتى ان القاضى لبث ثيابه ليخرج الى الحكم فمات وهو يلبس احد خفيه قلت رأيت فى كتاب نشوار المحاضرة للتنوخى ان موت الفجأة وقع للناس فى كل حال منهم من مات وهو يصلى ومنهم من مات وهو يأكل ومنهم من مات وهو يمشى ومنهم من مات بالجامع ومنهم من مات فى الحمام وفى جميع الاحوال الاحالة واحدة وهى الخطبة فلم ينقل قط ان خطيبا مات فجأة على منبره ثم وقع فى سنة اربعمائة بالبصرة ثم وقع فى سنة ثلاث وعشرين واربعمائة طاعون عظيم ببلاد الهند والعجم وبلاد الجبل وامتد الى بغداد وفنى الناس ولم يشاهدوا

مثله ومات بالموصل فی هذه السنة اربعة آلاف صبی بالجدری ثم وقع بشیراز سنة خمس و عشرین واربعمائة ووصل الی البصرة وبغداد ثم فی سنة تسع وثلاثین واربعمائة بالموصل والجزیرة وبغداد بحیث صلی الجمعة بالبصرة اربعمائة نفس وکانوا اکثر من اربعمائة الف ثم وقع سنة ثمان واربعین بمصر والشام وبغداد ثم وقع بالعجم سنة تسع واربعین ثم وقع بمصر سنة خمس وخمسین واربعمائة ودام فیها عشرة اشهر

ثم بدمشق سنة تسع وستین وکان اهلها نحو خمسمائة الف فلم یبق منهم سوی ثلاثة آلاف خمسمائة ثم وقع فی سنة ثمان وسبعین واربعمائة بالعراق ثم فی سنة اثنتین وخمسین وخمسمائة بالحجاز والیمن ثم فی سنة خمس و سبعین وخمسمائة ببغداد ثم فی سنة تسع واربعین سبعمائة ولم یعهد نظیرة فی الدنیا فانه طبق الارض شرقاً وغرباً ودخل البلاد کلها حتی دخل مکة المشرفة ووقع فی الحیوانات ایضاً۔ هذا والله اعلم وعلمہ اتم۔

هذا آخر رسالة الطاعون فی الطاعون

والحمد لله رب العٰلمین

عدنان۔ خطبۂ تفسیر بیضاوی کی ابتداء میں مذکور ہے۔ عدنان نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے جدِّ اعلیٰ ہیں۔ نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں عدنان اکیسویں جدّ واب ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب آپؐ کے احوال میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ کُل قبائلِ عرب کا نسب یا تو عدنان تک پہنچتا ہے یا قحطان تک۔ لہٰذا عرب دو قسم پر ہیں عدنانی و قحطانی۔ عرب میں جتنے قبائل ہیں وہ یا تو عدنانی ہوں گے یا قحطانی۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۷ قال بعضهم ولا یخرج عربی فی الانساب عن عدنان وقحطان وولد عدنان یقال لهم قیس وولد قحطان یقال لهم یمن اھ باتفاقِ اہلِ علم عدنان سلالۂ اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام سے ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلۂ آباء عدنان تک صحیح طور پر اہلِ تاریخ کو معلوم ہے اور عدنان سے اوپر اسماعیل علیہ السلام تک سلسلۂ نسب صحیح ویقینی طور پر کسی معلوم نہیں ہے۔ اور اسمٰعیل علیہ السلام سے اوپر آدم علیہ السلام تک سلسلۂ نسب بھی مجہول ہے۔ ترجمۂ شالخ میں تفصیل گزر چکی ہے۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۹۳ پر لکھتے ہیں۔ لاخلاف ان عدنان من سلالة اسماعیل بن ابراهیم علیهما السلام واختلفوا فی عِدّة الآباء بینه وبین اسماعیل علی اقوال کثیرة فاکثر ما قیل اربعون اباً وهو الموجود عند اهل الکتاب اخذوه من کتاب ارمیا بن حلقیا وقیل بینهما ثلاثون وقیل عشرون وقیل خمسة عشر وقیل عشرة وقیل تسعة وقیل ان اقلّ ما قیل فی ذلك اربعة لما رُت ام سلمة رضی الله عنها مرفوعاً انتهی۔ ام سلمہؓ کی روایت بیانِ ترجمۂ شالخ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ بعض مؤرخین نے

نبی علیہ السلام کا شجرۂ آباء آدم علیہ السلام تک ذکر کیا ہے۔ کما بیّنّا فی ترجمۃ شالخ۔ لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک صرف عدنان تک یہ شجرہ صحیح ہے۔

نزار بن معد بن عدنان تک سلسلۂ آباء کے بارے میں ابو جعفر بن جریر طبری نے انس وابوبکر بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہما وغیرہ کی ایک مرفوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے روی الطبری باسنادہ الی انس وابی بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ھشام قال بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجالا من کندۃ یزعمون انہم منہ وانہ منہم فقال انما یقول ذلک العباس وابو سفیان بن حرب فیأمنا بذلک وانا لن ننتفی من اٰبائنا نحن بنو النضر بن کنانۃ۔

قال وخطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار۔ وما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھا فاُخرِجتُ من بین ابویّ فلم یصبنی شئ من عھد الجاھلیۃ وخرجتُ من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن اٰدم حتی انتھیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا۔ قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۲۵۵ وھذا حدیث غریب جدا من حدیث مالک تفرد بہ القدامی وھو ضعیف ثم ذکر لہ شواھد من وجوہ اخر۔

قال ابوبکر بن سلیمان وکان اعلم قریش باشعارھم وانسابھم یقول ما وجدنا احدا یعرف ما وراء معد بن عدنان فی شعر شاعر ولا علم عالم اھ۔ وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا قالت ما وجدنا احدا یعرف ما وراء عدنان ولا قحطان الا تخرّصا۔ ارادت عائشۃ رضی اللہ عنہا المبالغۃ للتنفیر عن الخوض فی ذلک وعن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتسب حتی بلغ النضر بن کنانۃ ثم قال فمن قال غیر ذلک ای مما زاد علی ذلک فقد کذب نقول اطلاق الکذب علی من زاد علی کنانۃ الی عدنان یخالف ما سبق من ان المجمع علیہ الی عدنان الا ان یقال لا مخالفۃ لانہ یجوز ان یکون اللہ اوحی الیہ بالزیادۃ وعمرو بن العاص لم یسمع ما زاد علی النضر بن کنانۃ الی عدنان مع ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ الذی سمعہ غیرہ وفی الجامع الصغیر للسیوطی عن البیھقی انہ صلی اللہ علیہ وسلم انتسب فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الی ان قال ابن مضر بن نزار۔

معد بن عدنان بخت نصر کے زمانے میں تھے۔ وقیل لہ معد لانہ کان صاحب حروب وغارات علی بنی اسرائیل ولم یحارب احدا الا رجع بالنصر والظفر۔ کذا ذکر الحلبی۔ انسان العیون ج ۱ ص ۱۷ میں ہے ولما سلط اللہ بخت نصر علی العرب امر اللہ تعالی ارمیاء النبی علیہ السلام ان یحمل معد

معد بن عدنان علی البراق کیلا تصیبہ النقمۃ وقال فانی سأخرج من صلبہ نبیا کریمًا اختم بہ الرسل ففعل ارمیاء ذلك واحتملہ معہ الی ارض الشام فنشا مع بنی اسرائیل ثم عاد بعد ان ھدأت الفتن بموت بخت نصر۔

وایضا فیہ وکان عدنان فی زمن عیسٰی علیہ السلام وقیل فی زمن موسٰی علیہ السلام قال الحافظ ابن حجر وھو اولیٰ ومما یضعّف القول الاوّل ما فی الطبرانی عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما بلغ وُلد معد بن عدنان اربعین رجلًا وقعوا فی عسکر موسی علیہ السلام فانتھبوہ فدعا علیھم موسٰی علیہ السلام فاوحی اللہ الیہ لا تدع علیھم فان منھم النبی الامیّ البشیر النذیر الحدیث اذ یبعد بقاء معد الی زمن عیسٰی علیہ السلام و معلوم انہ لا خلاف فی ان عدنان من وُلد اسماعیل علیہ السلام اھ۔

عرفات۔ قرآن شریف میں مذکور ہے فاذا افضتم من عرفات الآیۃ۔ لفظ عرفات مفرد ہے صورتِ جمع میں۔ عرفات معروف ومشہور جگہ ہے۔ جہاں پر ۹ ذوالحجہ کو حجاج کا جانا ازروئے شرع فرض ہے اس جگہ کا نام عرفہ بھی ہے۔ یوم عرفہ کا معنی ہے یوم القیام بعرفۃ۔

لفظ عرفات منصرف ہے۔ مگر تانیث وعلمیت کی وجہ سے اسے غیر منصرف ہونا چاہیے تھا۔ اخفش کہتے ہیں انما صُرِفَ لانّ التاء صارت بمنزلۃ الیاء والواو فی مسلمِیْنَ وصار التنوین بمنزلۃ النون فلما سُمّی بہ ترك علی حالہ وکذلك القول فی اذرِعات۔ فرار کے نزدیک عرفات کا واحد نہیں ہے۔ اور لوگوں کا یہ قول یوم عرفۃ مولّد ہے اصلی عربی نہیں ہے۔ لیکن اکثر علماء عربیت کے نزدیک یوم عرفۃ بھی صحیح عربی لفظ ہے۔ وجہ تسمیہ میں بعض علماء کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو مناسکِ حج بتلاتے ہوئے وقوفِ عرفہ کے وقت فرمایا عرفتَ؟ قال نعم فسُمّیت عرفۃ۔

اور عند البعض وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جنت سے نزول و خروج کے بعد آدم وحوّا علیہما السلام میں ایک مدت تک جدائی رہی۔ پھر اسی مقام پر دونوں کی پہلی ملاقات ہوکر تعارف حاصل ہوا تو عرفہ نام رکھا گیا۔ و قیل ان الناس یعترفون بذنوبھم فی ذلك الموقف وقیل بل سمی بالصبر علی ما یکابدون فی الوصول الیھا لان العرف الصبر واقول اوسمی بذلك لما یحصل للناس فی ھذا الموقف من معرفۃ اللہ اومعرفۃ انفسھم بالخشوع والدعاء وفی الحدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ۔

العمالقہ۔ آیت واذ نجیناکم من اٰل فرعون وآیت ومالنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اُخرجنا من دیارنا کی شرح میں مذکور ہے۔ عمالقہ کو عمالیق بھی کہا جاتا ہے۔ عمالقہ عرب بائدہ کو کہتے ہیں یعنی عرب بائدہ میں سے ایک قسم کا نام ہے۔ عرب بائدہ قدیم عرب کو کہا جاتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں بلکہ وہ ختم ہو چکے ہیں۔

عرب بائدہ میں شامل ہیں عاد۔ ثمود۔ عمالقہ۔ طسم۔ امیم۔ جدیس وجرہم وغیرہ۔ کما قیل۔ یہ ابناء سام بن نوح ہیں۔ بنو حام سے مقابلہ کے بعد شکست کھاکر بنو سام بابل سے جزیرۂ عرب میں منتقل ہوئے۔

بہت سے مؤرخین کے نزدیک عرب بائدہ کی تقسیم دو قسموں کی طرف ہے۔ اوّل عمالیق اور یہ نسل لاوذ بن سام میں سے ہیں۔ دوّم وہ قبائل جو نسل ارم بن سام بن نوح میں سے ہیں عاد۔ ثمود۔ نمرود وغیرہ ارمی یعنی نسل ارم بن سام میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عرب بائدہ سامی تھے اور اکثر آرامی تھے یعنی نسل ارم بن سام سے سوائے عمالقہ کے کہ وہ نسل لاوذ بن سام میں سے ہیں۔ وہ بابل کے حکمران تھے۔ پھر جزیرۂ عرب میں آئے۔

فراعنۂ مصر عرب بائدہ یعنی عمالقہ تھے۔ عمالقہ وغیرہ نے مصر، شام۔ عراق۔ بابل۔ حجاز۔ مدینہ منورہ ومکہ مکرمہ پر مدت تک حکومت کی ہے۔ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں تھیں ایک عراق میں اور ایک مصر میں۔

مصر میں اوّلاً نسل حام بن نوح آباد تھی۔ پھر سامی یعنی عمالقہ نے ۲۳۰۰ قبل المیلاد حملہ کرکے مصر کو فتح کیا اور ان میں اپنی حکومت قائم کی اور قبطیوں کی حکومت ختم کی۔ سب سے پہلے عمالقہ میں سے ولید بن دومغ نے حکومت قائم کی ویقال ثوران بن اراشۃ بن فادان بن عمرو بن عملاق۔ اور انہی میں سے تھا فرعونِ ابراہیم علیہ السلام جس نے سارہؓ زوجہ ابراہیمؑ کو بری نگاہ سے دیکھا تھا اور پھر انھیں ہاجرہ ام اسماعیل علیہ السلام بخش دی تھیں۔ کما فصل فی التفاسیر۔ واسمُ فرعونِ ابراھیم علیہ السلام سنان بن الاشل ومنھم فرعون یوسف علیہ السلام واسمہ ریّان بن الولید وفرعون موسٰی علیہ السلام وھو الولید بن مصعب و ذکر البعض ان الریّان بن الولید یسمّیہ القبط نفراوش وان وزیرہ کان اطفیر وھو العزیز صاحب قصۃ یوسف علیہ السلام۔ راجع ابن خلدون۔ ج ۲ ص ۲۷

بہرحال کتب تاریخ میں اس سلسلہ میں بڑا اختلاط واختلاف ہے۔ قیل ان یوسف علیہ السلام جاء مصر فی زمن ملک من العمالقۃ اسمہ نوب سنۃ ۱۷۵۰ ق م۔ کذا فی تاریخ العرب قبل الاسلام لجرجی زیدان۔ ج ۱ ص ۵۲ و ص ۵۹ لفظ مصر کے بیان میں عمالقہ کی حکومت کے کچھ احوال بیان ہو چکے ہیں۔ فراجعہ۔ مؤرخین کے اقوال وتحقیقات اس بارے میں متضاد ومختلف ہیں۔ میرے اس بیان میں جو تھوڑا اختلاف نظر آتا ہے اس کا سبب اہل تاریخ کا اختلاف ہے۔ ہم ان کے چند حوالے یہاں ذکر کرتے ہیں

حجاز وتہامہ یعنی مکہ ومدینہ وطائف وغیرہ پر عمالقہ کی حکومت تھی۔ موسٰی علیہ السلام نے فرعون کی تباہی کے بعد بنی اسرائیل کی فوج بھیجی۔ بنی اسرائیل نے فتح حاصل کی اور عمالقہ کے بادشاہ ارقم بن ابی الارقم کو قتل کیا۔ پھر خود بنی اسرائیل میں سے کئی افراد جو فوجی تھے یثرب یعنی مدینہ شریفہ میں آباد ہوگئے اور بڑے بڑے

قلعے بنائے۔

مدینہ منورہ میں یہود کی یہ پہلی آمد اور ابتدائی رہائش کا قصہ ہے۔ یہ قصہ سیلِ عرم سے پہلے کا ہے۔ سیل عرم جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے اس کے بعد یا اس کے قریب اوس وخزرج مدینہ منورہ میں آکر آباد ہوئے۔

دائرۃ المعارف میں ہے کہ عرب دو قسم پر ہیں۔ اول عرب بائدہ یعنی وہ قدیم قبائل جو تقریباً ختم ہوگئے۔ دوم عرب باقیہ۔ عرب بائدہ یہ قبائل ہیں عمالقہ۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس۔ امیم۔ جرہم۔ حضر موت وغیرہ۔ پھر عرب بائدہ دو قسم پر ہیں۔ اول عمالیق اولاد لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ دوم بقیہ سارے قبائل۔ اور یہ نسل ارم بن سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہیں۔ عمالقہ شمالی حجاز جزیرۂ سیناء کے قریب رہتے تھے۔ پھر انہوں نے مصر پر قبضہ کرکے حکومت قائم کی۔ عمالقہ کی حکومت مصر پر ۲۲۱۳ق تا ۱۷۰۳ق قائم رہی۔ کذا فی دائرۃ المعارف لفرید وجدی۔ ج ۶ ص ۲۳۲۔

بلعم بن باعوراء بن سنور قوم عمالقہ سے تھا یا ان میں ویسے مقیم تھا۔ بلعم کی طرف قرآن مجید میں اشارہ موجود ہے۔ یوشع بن نون یا موسیٰ علیہما السلام کی فوج جو بنی اسرائیل پر مشتمل تھی پر بلعم نے بددعا کی کوشش کی تھی۔ بلعم مستجاب الدعاء تھا۔ حسب قول بعض اہل تاریخ وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ یوشع بن نون علیہ السلام بعد وفات موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی فوج لے کر ملک شام کے بادشاہ سمیدع سے جنگ کے لیے آگے بڑھے۔ سمیدع عمالقہ میں سے تھا۔ جنگ کے دوران سمیدع قتل ہوا۔

عمالقہ نے بلعم بن باعوراء سے بنی اسرائیل پر بددعا کرنے کی درخواست کی۔ بلعم چونکہ صالحین و زاہدین میں سے تھا اسی وجہ سے اس نے اولاً تردد کیا اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام یا یوشع علیہ السلام کے خلاف کفار کی نصرت و کامیابی کے لیے دعا نہیں کرنی چاہیے لیکن بعدہ عمالقہ کی کامیابی کے لیے دعا شروع کردی۔ دعا الٹی زبان سے نکلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے درجہ ولایت چھین کر مردود کردیا۔

مؤرخ مسعودیؒ مروج الذہب ج ۱ ص ۳۰ پر لکھتے ہیں وسار ملك الشام وهو السميدع بن هوبر الى يوشع بن نون فكانت بينهما حروبٌ الى ان قتله يوشع عليه السلام واحتوىٰ على جميع ملكه ولحق به غيرهٗ من الجبابرة والعماليق وكانت مدة يوشع بن نون فى بنى اسرائيل بعد وفاة موسىٰ عليه السلام تسعًا وعشرين سنة وكان بقرية من قرى البلقاء من بلاد الشام رجل يقال له بلعم بن باعوراء بن سنور بن وسيم وكان مستجاب الدعوة فحمله قومه على الدعاء على يوشع بن نون عليه السلام فلم يتأتَّ له ذلك وعجز عنه فاشار على بعض ملوك العماليق ان يبرزوا الحسان من النساء نحو عسكر يوشع ففعلوا فانتشروا اى بنو اسرائيل الى النساء فوقع فيهم الطاعون فهلك منهم سبعون الفًا وقيل انّ

یوشع علیہ السلام قُبِض وھو ابن مائة وعشرین سنة انتھی۔ قال فی السیرة الحلبیة ج ۱ ص ۱۸ قیل ان من العمالیق فرعون موسی علیہ السلام ومنھم الریان بن الولید فرعون یوسف علیہ السلام اھ
ابن اسحق فرماتے ہیں کہ عملیق بن لاوذ پوتا ہے سام بن نوح علیہ السلام کا۔ اسی عملیق کی نسل عمالقہ ہیں۔
سام بن نوحؑ کے پانچ بیٹے تھے۔ (۱) ارفخشد (۲) لاوذ (۳) ارم (۴) اشوذ (۵) غلیم۔ کذا فی التوراة۔
پھر لاوذ کے چار بیٹے تھے۔ (۱) طسم (۲) عملیق (۳) جرجان (۴) فارس۔ قال ابن اسحق ومن العمالقة امة جاسم فمنھم بنو لف وبنو ھزان وبنو مطر وظفار ومنھم الکنعانیون وبرابرة الشام وفراعنة مصر وکانت طسم والعمالیق وامیم وجاسم یتکلمون بالعربیة وفارس یجاورونھم الی المشرق ویتکلمون بالفارسیة۔ وفی لقطة العجلان ص ۳۰ لنواب صدیق حسن خان وعن غیر ابن اسحق ان عبد بن ضخم وامیم من ولد لاوذ اھ۔

اس بات کا ذکر پہلے اجمالاً ہوچکا ہے کہ عمالقہ عرب بائدہ میں سے ہیں۔ عرب دو قسم پر ہیں بائدہ وباقیہ عرب باقیہ ابھی تک موجود ہیں اور عرب بائدہ زمانہ حال میں موجود نہیں ہیں بائدہ کے قبائل فنا ہوچکے ہیں۔
العمالقة ھم اھل شمال الحجاز حمایلی جزیرة سیناء فتحوا مصر مدة الفراعنة واسسوا فیھا اُسرةً ملکیةً اما دولة العمالقة فی مصر فتبتدئ من سنة ۲۲۱۳۔ الی۔ ۱۷۰۳ قبل المیلاد جاؤھا من طریق برزخ السویس او البحر الاحمر فاقاموا بھا وکثر عددھم فیھا ثم سنحت لھم الفرصة وثبوا علی ملوکھا وملکوا البلاد دونھم وکان اوّلُ ملوکھم سلاطیس وحکم بعدہ بنوہ الی سنة ۱۷۰۳ قبل المیلاد۔ فتمکن المصریون من انتزاع الملك من ایدیھم وطردھم فتفرقوا فی جزیرة العرب قبائل واتخذ او أنشأوا دُوَلاً فی الیمن والحجاز وسائر جزیرة العرب۔ کذا فی دائرة المعارف لفرید وجدی ج ۶ ص ۲۳۲ وایضاً فیھا ص ۲۳۵۔ اقدم الامم التی غزت بلاد العرب المصریون فی عھد احمس منقذ مصر من حکم العمالقة فانہ بعد أن أخرجھم من مصر طاردھم الی اواسط جزیرة سیناء نحو سنة ۱۷۰۰ قبل المیلاد اھ۔
قدماء عرب کو عمالقہ کہنے کی وجہ تسمیہ بیان سابقہ سے معلوم ہوگئی۔ وہ یہ کہ اس میں عملیق بن لاوذ بن سام ابن نوح علیہ السلام کا نام ملحوظ ہے۔ عرب عملیق کی جمع عمالقہ یا عمالیق بنا کر قدماء عرب کے لیے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔

اور بعض مستشرقین مذکورہ صدر بات سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں واصل لفظ العمالقة مجھول والغالب فی نظرنا انہ محتوہ من اسم قبیلة عربیة کانت مواطنھا بجھات العقبة او شمالیھا حیث کان العمالیق علی قول التوراة ویسمیھا البابلیون مالیق اومالوك۔ فاضاف الیھا الیھود لفظ عم۔ ای الشعب او الامة فقالوا "عم مالیق" او "عم مالوك" فقال العرب عمالیق او عمالقة۔ ثم اطلقوہ علی

طائفة كبيرة من العرب القدماء۔ كذا فى كتاب العرب قبل الاسلام تاليف جرجي زيدان ج ۱ ص ۳۵

سابقہ بیان طویل میں یہ اشارہ موجود ہے کہ عمالقہ یعنی عرب قدماء نے عراق پر بھی اور مصر پر بھی اور یمن و حجاز و تہامہ و نجد وغیرہ پر بھی حکومت کی ہے۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں گزری ہیں۔ اول حکومتِ عراق۔ دوم حکومتِ مصر۔

عراق پر عرب یعنی عمالقہ نے تقریباً ۲۴۵ سال حکومت کی۔ ان کے بادشاہوں کی تعداد ۹ ہے اور عند البعض ۱۱ بادشاہوں نے ۳۳۴ سال حکومت کی۔ مؤرخین کے نزدیک عمالقہ کے اس دورِ حکومت کا نام حکومت دولت بابلیہ اولیٰ یا دولت حمورابی ہے۔ یہ نسبت ہے ان کے بڑے بادشاہ حمورابی نامی کی طرف۔ حمورابی کی حکومت سے پہلے عراق پر کلدانیوں کے ۴۹ بادشاہوں نے ۴۵۸ سال تک حکومت کی۔ یہ دولت کلدانیہ کہلاتی ہے۔ حکومتِ حمورابی کے زوال کے بعد دولت اشوریین تھی۔ اشوریین کے ۴۵ بادشاہوں نے ۵۲۶ سال تک عراق و بابل وغیرہ پر حکومت کی۔

عرب قدماء یعنی عمالقہ میں سب سے پہلے عراق کا جو حاکم و بادشاہ بنا اس کا نام ساموابی ہے۔ اس نے حکومت عراق پر سنہ ۲۴۶۰ ق م میں قبضہ کیا۔ بعدہ اس کا بیٹا سامولیلا بادشاہ ہوا۔ بعدہ زابوم بادشاہ ہوا بعدہ امیل سین بعدہ سینموبلیت بعدہ حمورابی وغیرہ وغیرہ۔ بعض مستشرقین کے نزدیک ان کی حکومت کی ابتداء سنہ ۲۴۱۶ ق م میں ہوئی۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے۔

اسم بادشاہ	مدتِ حکومت	از تاریخ ق م	تا تاریخ ق م
ساموابی	۳۱ سال	۲۴۱۶	۲۳۸۵
سامولیلو	۱۵ "	۲۳۸۵	۲۳۷۰
زابوم	۳۵ "	۲۳۷۰	۲۳۳۵
امیل سین	۱۸ "	۲۳۳۵	۲۳۱۷
سینموبلیت	۳۰ "	۲۳۱۷	۲۲۸۷
حمورابی	۵۵ "	۲۲۸۷	۲۲۳۲
شمسوایلونا	۳۵ "	۲۲۳۲	۲۱۹۷
ابیشوع	۲۵ "	۲۱۹۷	۲۱۷۲
عمی دیتانا	۲۵ "	۲۱۷۲	۲۱۴۷
عمی صادوفا	۳۴ "	۲۱۴۷	۲۱۱۳
شمسودیتانا	۳۱ "	۲۱۱۳	۲۰۸۲
	کل ۳۳۴		

العُزّٰی ۔ فلا تجعلوا للہ أنداداً کی شرح میں مذکور ہے ۔ عُزّٰی ایک بُت یا بُت خانہ کا نام ہے ۔ یہ قبیلہ غطفان کا بُت تھا ۔ بقول بعض عزّی کیکر کے ایک درخت کا نام تھا جس کی پرستش غطفان کرتے تھے سب سے پہلے اس کی عبادت ظالم بن اسعد بن ربیعہ بن مالک بن مرۃ بن عوف نے شروع کی تھی اور اس کے پاس ایک کمرہ تعمیر کیا جس کا نام بُسّ رکھا تھا ۔ گویا کہ یہ کعبہ تھا عزیٰ کا ۔ اس بیتِ عزی کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی ۔ اس کی خدمت کے لیے متعدد لوگ بطور خادم مقرر کیے گئے تھے ۔ عزّٰی تانیثِ اعزّ ہے مثل کُبریٰ مؤنث اکبر ہے ۔ پس عزیٰ بمعنی عزیزۃ ہے ۔

ابن حبیب مؤرخ محبّر ، ص ۳۱۵ پر لکھتے ہیں وکانت هذه الاصنام کلها فی بلاد العرب تعبد مع اللہ عزوجل ولا الٰه الا هو وکانت العزی شجرۃً بنخلة عندها وثنٌ تعبدها غطفان سدنتها من بنی صرمة بن مرة وکانت قریش تعظمها وکانت غنیّ وباهلة تعبدها معهم فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن الولید فقطع الشجرۃ وهدم البیت وکسر الوثن اھ وکان بعث خالد ۸ھ کما فی المحبّر ص ۱۲۴ ۔

وکانت تلبیة من نسك للعزّی لبّیك اللهم لبیك لبیك وسعدیك ما احبّنا الیك ۔ کذا فی المحبّر ص ۳۱۱ ۔ وکانت العزی بوادٍ من نخلة الشامیة یقال له حُراض وذلك فوق ذات عرقٍ الی البستان بتسعة امیالٍ فبنی ظالم بن اسعد علیها بُسًّا ای بیتاً وکانوا یسمعون فیه الصوت و کانت اعظم الاصنام عند قریش وکانوا یزورونها ویهدون لها ویتقربون عندها بالذبائح ۔ کذا فی معجم البلدان ج ۴ ص ۱۱۶ ۔

قریش نے عزیٰ کی تعظیم کے لیے ایک خطہ مثلِ حرم مقرر کیا تھا ۔ اس میں بت کے نام پر ذبائح پیش کرتے تھے ۔ مذبح و منحر کا نام غبغب تھا ۔

اس میں اہل تاریخ کا اختلاف ہے کہ عزی بُت کا نام تھا یا درخت کا یا تین درختوں کا یا بیت کا نام تھا ۔ قیل والذی اراه انه کان للعزی بیت هو بُسّ فیه صنم العزّی وکان حوله حرم کحرم مکة به سَمرۃ او ثلاث سَمرات کان الناس یُقدّسونها ۔ کذا قال الدکتور جواد علی فی کتابه المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۶ ص ۲۴۵ ۔

قریش عزیٰ کی کتنی تعظیم کرتے تھے اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل قصہ سے ہو سکتا ہے ۔ یاقوت نے لکھا ہے کہ قریش میں ابو اُحیحہ سعید بن العاصی بن امیہ مرض وفات میں زار و قطار رو رہا تھا ۔ ابولہب عیادت کے لیے آیا اور اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس غم سے رو رہا ہوں مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میری موت کے بعد لوگ عزی جیسے محترم بُت کی پرستش ترک نہ کر دیں ۔ ابولہب نے اس کو تسلی دی اور کہا

ماعبدت فی حیاتك لاجلك ولاتُترك عبادتها بعدك لموتك فقال ابواحیحة الان علمت ان لی خلیفة اھ

وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال كانت العزی شیطانة تأتی ثلاث سمرات ببطن نخلة فلما افتتح النبی علیه السلام مكة بعث خالد بن الولید فقال له ائت بطن نخلة فانك تجد ثلاث سمرات فاعضد الاولی فاتاها فعضدها فلما عاد الیه قال هل رأیت شیئًا ؟ قال لا قال فاعضد الثانیة فاتاها فعضدها فلما عاد الیه قال هل رأیت شیئا ؟ قال لا قال فاعضد الثالثة فأتاها فاذا هو بحناسة نافشة شعرها واضعة یدیها علی عاتقها تصرف بانیابها وخلفها دبیة بن حرمی السلمی سادنها فقال خالد ؎

یاعزّ كفرانك لاسبحانك إنی رأیت اللہ قد اھانك

ثم ضربها ففلق رأسها فاذا هی حممة ثم عضد الشجر وقتل دبیة السادن ۔ كذا فی المعجم ۔

تم الجزء الاول من آثار التكمیل

ویلیه الجزء الثانی اوله ۔ العرب

فہرست مضامین اثمار التکمیل (جزء اوّل)

مضمون	صفحہ
ترجمۂ انس رضی اللہ عنہ	۲
موت کے وقت انس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کا ایک بال مبارک زبان کے نیچے رکھوایا۔	۲
ترجمہ ابن سیرین رحمہ اللہ	۴
تجارت میں آپ کے تقویٰ کا قصہ	۵
آسمان کی سُرخی کا سبب	۵
مقولۂ جالس الحسن او ابن سیرین کی شہرت کے دو لطیف اسباب کا ذکر۔	۶
ترجمۂ ابوالشعثاء تابعی رحمہ اللہ	۷
ترجمۂ امرؤ القیس صحابی رضی اللہ عنہ	۷
امرؤ القیس کے خصم کے نام میں بیضاوی کی غلطی	۸
ترجمۂ امرؤ القیس شاعر صاحب قصیدہ سبع معلقات	۸
بقول اصمعی امرؤ القیس کے متعدد قصائد اُسکے اپنے نہیں ہیں	۹
مراقسہ پچیس ہیں	۹
ترجمۂ ابوجہل فرعون ھذہ الامۃ	۱۰
ترجمۂ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۰
تحقیق اوّل مُسلم	۱۲
ترجمۂ سعید بن جبیر تابعیؒ	۱۳
آپ کے مرغ کا عجیب قصہ	۱۳
آپ مغرب و عشاء کے مابین قرآن ختم کرتے تھے	۱۳
صبح کی سنت و فرض کے درمیان کلام کرنا ممنوع ہے	۱۴
صبر و شکر میں افضل کونسا ہے؟	۱۴
ہابیل کے دبنے کا انجام خیر	۱۴
حجاج کی مجلس میں آپ کے قتل کا قصہ	۱۴
ترجمۂ اُمیۃ بن ابی الصلت	۱۵
امیہ و ابوسفیان کا سفر شام اور نصاریٰ کا نبی آخر الزمان کے بارے میں اُمیہ کو مطلع کرنے کا عجیب قصہ	۱۵
امیہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں جانتا تھا	۱۷
ترجمۂ امام احمد رحمہ اللہ	۱۸
آپ کے تقویٰ کے قصّے	۱۹
آپ کے بارے میں رؤیائے صادقہ	۲۰
امام احمد کے جنازے میں یہود و مجوس کے اسلام لانے کا قصہ مصنف کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔	۲۱
بوقتِ نزع شیطان سے کلام کرنا	۲۲
ترجمۂ اخفش	۲۲
اخفش تین اشخاص ہیں	۲۲
کسائی و اخفش کے مابین گفتگو	۲۲
ترجمۂ ابن جنّیؒ	۲۳
ترجمۂ ابن المبارک رحمہ اللہ	۲۴
آپ کے استقبال کا قصّہ	۲۵
ترجمۂ ابن ابی لیلیٰ	۲۶
ترجمۂ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ	۲۶
آپ کے تابعی ہونے کے ادلّہ	۲۷
آپکا ثقہ ہونا اور متبحر ہونا مسلّم ہے۔	۲۷
عہدِ قضا سے انکار پر آپ کی تعذیب کا قصّہ	۲۸
ختم قرآن کے بارے میں قصّے	۲۹
ان صحابہ کے نام جن سے ابوحنیفہؒ ملے ہیں	۲۹
احادیث میں آپ کے بارے میں پیشین گوئی کا بیان	۳۰

مضمون	صفحہ
آپ کی وفات حالت سجدہ میں ہوئی	۳۱
آپ نے سو بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا	۳۱
خواب میں اللہ تعالیٰ نے وہ دعا بتلائی جو مغفرت کا ذریعہ ہے	۳۱
ترجمۂ قاری احمد بزّیؒ	۳۱
ترجمۂ امام ابو یوسف رحمہ اللہ	۳۲
ابتدائے تعلیم کا قصہ باپ کا اسے مجلس ابوحنیفہ سے اُٹھا کر	
لے جانا اور پھر ابوحنیفہ کا اسکی مالی مدد کرنا	۳۲
ہارون رشید کے دربار میں فالودے کا قصہ	۳۳
کیمیا کے بارے میں ابو یوسف کا قول	۳۴
آپ کے حلقۂ درس میں امام احمد شریک ہوتے تھے	۳۴
آپ کے حلقے میں چور لانے کا علمی قصہ	۳۴
حدیث الہدیّۃ مشترکۃ کا معنیٰ	۳۴
ترجمۂ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	۳۵
آپ نے اپنے پاس نبی علیہ السلام کی داڑھی مبارک کے چند	
بال بطور تبرک رکھے تھے۔	۳۶
ترجمۂ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۳۶
آپ کے حافظے کا عجیب قصہ	۳۷
بعض گمراہ لوگوں کا ابوہریرہ پر اعتراضات اور ان کی تردید	۳۸
ترجمۂ اعشیٰ شاعر	۳۸
اسلام لانے کی غرض سے اعشیٰ کا سفر کرنا اور مشرکین کا	
مختلف حیلوں سے اُسے روکنا	۳۸
ترجمۂ اضبط بن قریع شاعر جاہلی	۴۰
ترجمۂ اوس بن حجر شاعر جاہلی	۴۱
ترجمۂ امام اوزاعی رحمہ اللہ	۴۱
خواب میں امام اوزاعی کا اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنا اور کلام کرنا	۴۲
آپ کے زیادہ رونے کا قصۂ عجیب	۴۲
آپ سیاہ رنگ کا کپڑا نہیں پہنتے تھے	۴۳
حمام میں آپ کی موت کا عجیب قصہ	۴۳
ترجمۂ سعید بن المسیب رحمہ اللہ	۴۳
تعظیم حدیث کے بارے میں آپ کا قصہ	۴۴
مصحف و مسجد کی تصغیر سے آپ منع کرتے تھے	۴۴
مستجاب دعا کی حکایت	۴۴
ترجمۂ ابولہب ہاشمی	۴۵
ترجمۂ ابوالعالیہ رحمہ اللہ	۴۵
ابوالعالیہ دو ہیں ثانی کا ترجمہ	۴۵
فرماتے ہیں، عالم اٹھارہ ہزار ہیں	۴۶
ترجمۂ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۴۶
ترجمۂ اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ	۴۷
اُبیّ کے دائمی مریض ہونے کا قصۂ عجیب	۴۷
ترجمۂ عدی بن الرقاع شاعر	۴۸
ترجمۂ ابوعلی فارسی نحوی رحمہ اللہ	۴۸
ابوعلی کا شعر پر قادر نہ ہونے کا قصہ	۴۹
ترجمۂ ابوتمام شاعر	۵۰
تشبیہ بالادنی کے بارے میں حکایت علمیہ	۵۰
ترجمۂ اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ	۵۱
اخنس کے سوال کے جواب میں ابوجہل کا اعتراف کہ	
محمد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔	۵۲
ترجمہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین	۵۲
عجیب ترکیب عبداللہ بن ابی بن سلول	۵۲
ترجمۂ ابوالحسن اشعری امام المتکلمین	۵۳
ترجمۂ قاری ابوعمرو بن العلاء	۵۴
فرجۃ کے بارے میں آپ کے ادبی عشق کا قصہ	۵۵
حدیث فی الجنین غرۃ عبد کا مطلب	۵۵
ابوعمرو کے دو راویوں کا ذکر	۵۶

عنوان	صفحہ
ترجمۂ ابودُواد شاعر	۵۶
ترجمۂ ابن مسعود رضی اللہ عنہ	۵۷
فقۂ حنفی میں آپ کی روایات پر اعتماد زیادہ کیا جاتا ہے۔	۵۸
ترجمۂ ابن عباس رضی اللہ عنہما	۵۸
آپ کے جنازے کیوقت سفید پرندے کا قصہ	۵۸
ترجمۂ ابن عمر رضی اللہ عنہما	۵۹
ترجمۂ ابوزید حنفی رحمہ اللہ	۵۹
ابوزید تین ہیں۔ تینوں کے ترجمے کا ذکر	۵۹
علم فقہ میں ابوحنیفہ کے تبحر کے مسلّم ہونے کا قصہ	۶۰
ابوزید صوفی کی شہادت کا قصۂ عجیب	۶۱
ترجمۂ آزر	۶۱
قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا	۶۲
ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام	۶۲
بیان اختلاف کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا یا عم	۶۲
ذکر وجوہ خمسہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آزر عم ابراہیم علیہ السلام تھا	۶۲
جب آزر عم ہے تو قرآن میں اسپراب کے اطلاق کیوجہ کیا ہے	۶۵
ترجمۂ بلال رضی اللہ عنہ	۶۵
بلالؓ کی اذیتوں کا اور صدّیقؓ کا اُسے خرید کر آزاد کرنیکا قصہ	۶۵
وہ لوگ جنہیں حضرت صدّیقؓ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا	۶۶
ترجمۂ بشیر بن نعمان رضی اللہ عنہ	۶۷
ترجمۂ بخت نصر کافر وظالم بادشاہ	۶۷
بخت نصر کے زمانے کا تعین	۶۸
بخت نصر کی شکل تبدیل ہونے کے بارے میں قصے	۶۸
ترجمۂ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ	۶۹
ترجمۂ ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ	۷۲
شہید ہونے کے بعد خواب میں ثابتؓ کی وصیّت کا عجیب قصّہ	۷۳
ترجمۂ ثعلب نحوی رحمہ اللہ	۷۳
عام گفتگو میں ثعلب غلطی کرتے تھے	۷۴
امام احمدؒ سے آپ کی ملاقات کا قصہ	۷۵
دوستوں میں بے تکلفی ہوتی ہے	۷۵
فقہاء ونحاۃ اہلِ کوفہ کی فضیلت	۷۵
ترجمۂ جریر شاعر اور اس کے متعلق قصے	۷۷
ترجمۂ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۷۹
ترجمۂ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ	۸۰
ترجمۂ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ	۸۰
ترجمۂ جمیلہ بنت ابی رضی اللہ عنہا	۸۰
ترجمۂ جُمل بنت یسار رضی اللہ عنہا	۸۱
ترجمۂ جعدی نابغہ شاعر رضی اللہ عنہ	۸۱
نابغہ کی طویل عمر اور نبی علیہ السلام کی اس کے لئے دعا	۸۱
ترجمۂ حسن بصری رحمہ اللہ اور آپ کا زہد وخوف آخرت	۸۲
آپ کے حزن اور تقویٰ کی نو علامات کا ذکر	۸۳
فقیہ کی تعریف حسن بصری کے نزدیک	۸۴
ترجمۂ حذیفہ رضی اللہ عنہ	۸۴
قلوب کی چار اقسام	۸۵
ترجمۂ حسّان الشاعر رضی اللہ عنہ	۸۶
یہ بات غلط ہے کہ حسانؓ بزدل تھے	۸۶
ترجمۂ حاتم طائی مشہور سخی	۸۶
موت کے بعد حاتم کی سخاوت کا عجیب قصّہ	۸۷
ترجمۂ حمزہ قاری رحمہ اللہ	۸۸
قرأت حمزہ کی سند	۸۸
امام ابوحنیفہؒ کا حمزہ کی صحت قرأت کا اعتراف	۸۹
قرأت حمزہ پر بعض علماء کی تنقید اور اس کا جواب	۹۰
ترجمۂ قاری حفص بن سلیمانؒ	۹۱

اِس زمانہ میں سارے عالم میں قرأت عاصم بروایت حفص پڑھی جاتی ہے	۹۱	سلمانؓ کا بعد الموت افضل اعمال کے بارے میں اطلاع دینا	۱۰۹
ترجمۂ حُطیئہ شاعر	۹۲	ترجمۂ شماخ رضی اللہ عنہ	۱۰۹
حُطیئہ کی ھجاء کے بارے میں عمرؓ کا فیصلہ	۹۳	ترجمۂ قاری شعبہ بن عیاش راوی امام عاصم	۱۱۰
ترجمۂ خلف بن ہشام قاریؒ	۹۴	شعبہ کا قرآن سے یہ استدلال کرنا کہ ابوبکرؓ خلیفہ اوّل ہیں	۱۱۰
خلف کی احتیاط فی الحدیث کا قصہ	۹۴	ترجمۂ امام شافعیؒ	۱۱۱
خلف راوی لقراءۃ حمزہ کے علاوہ مستقل قاری تھے	۹۶	امام محمد حنفی سے امام شافعی نے بہت استفادہ کیا آپ کا قول من طلب علمًا فلیدقق کیلا یضیع دقیق العلم اور دیگر اقوال و مواعظ وغیرہ	۱۱۲
ترجمۂ خلاد بن خالد راوی لحمزہؒ	۹۶	ترجمۂ شالخ جدّ سادس ابراہیم علیہ السّلام	۱۱۴
ترجمۂ خلیل بن احمد نحویؒ	۹۶	فائدہ: ابراہیم علیہ السّلام کے اجداد کا سلسلۂ نسب میں اختلاف اور ذکر قول حق	۱۱۴
خلیل کی موت اور ان کے بیٹے کی جہالت کے دو قصّے	۹۷	عدنان تک سلسلۂ نسب	۱۱۴
ترجمۂ دوری ابو عمر قاری راویؒ	۹۸	عدنان سے اوپر سلسلہ معلوم نہیں ہے	۱۱۵
ابو عمر اصغر و اکبر کی توضیح	۹۹	ترجمۂ صہیب رضی اللہ عنہ	۱۱۶
ترجمۂ رفاعہ رضی اللہ عنہ	۹۹	کیا صہیبؓ رومی تھے یا عربی	۱۱۶
ترجمۂ رؤبہ شاعر	۱۰۰	صہیبؓ کا قصۂ ہجرت	۱۱۷
مسمّی بروبہ تین اشخاص ہیں	۱۰۰	ترجمۂ قاری صالح بن زیاد سوسی	۱۱۸
ترجمۂ رَوحؒ قاری ثامن کے راوی	۱۰۰	ترجمۂ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا	۱۱۸
ترجمۂ رُویسؒ قاری ثامن کے راوی	۱۰۱	ترجمۂ ضحّاک تابعی رحمہ اللہ	۱۱۹
ترجمۂ زہیر شاعر	۱۰۲	جنگ میں طالوت کے رفقاء کی تعداد وہ تھی جو شرکاءِ بدر کی تعداد تھی	۱۲۰
ترجمۂ زید بن عمرو بن نفیل مُوحّد جاہلیت	۱۰۲	طاوس نوع انسانی میں اول دبّاغ ہیں	۱۲۰
زید کی پیشین گوئی نبی خاتم الانبیاءؐ کے بارے میں	۱۰۳	ترجمۂ طاووس تابعی رحمہ اللہ	۱۲۰
ترجمۂ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۱۰۴	طاووس کے علمی و زاہدانہ قصّے اور اقوال	۱۲۰
ترجمۂ سیبویہ نحوی	۱۰۵	ترجمۂ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	۱۲۲
سیبویہ و کسائی کا مناظرہ	۱۰۵	ترجمۂ عمرو بن قرہ رضی اللہ عنہ	۱۲۳
ترجمۂ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۱۰۷	ترجمۂ عائشہؓ زوجۃ النبی علیہ السلام	۱۲۳
سلمان فارسی کی شادی کا عجیب قصّہ	۱۰۸		
ابوالدرداء و سلمان کے سامنے ہانڈی کا تسبیح پڑھنا اور کرامت کا ظہور	۱۰۹		

ترجمہ عباس رضی اللہ عنہ	۱۲۴
ترجمہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	۱۲۵
آپ اغنیاء میں سے تھے	۱۲۶
ترجمہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	۱۲۶
ترجمہ علی رضی اللہ عنہ	۱۲۶
ترجمہ عمر رضی اللہ عنہ	۱۲۷
سفر عمرہ پر جاتے وقت آپ سے نبی علیہ السلام نے دعا طلب فرمائی	۱۲۹
آپ کی شہادت کا قصہ	۱۲۹
لقب امیر المؤمنین کی اول تقرری پر بحث	۱۲۹
ترجمہ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ	۱۳۰
ترجمہ عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ	۱۳۰
عمرو کے بت کا قصہ	۱۳۱
ترجمہ عمار رضی اللہ عنہ	۱۳۱
عمار کا حضرت علیؓ کا ساتھ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ علیؓ معاویہؓ کے مقابلہ میں حق پر تھے	۱۳۲
آپ کی شہادت سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعض رفقاء کے پریشان ہونے اور سوال وجواب کا قصہ	۱۳۳
حدیث ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ کے مطلب پر بحث	۱۳۳
ترجمہ علقمہ رضی اللہ عنہ	۱۳۴
علقمہ وعامر کا تفاخر اور عرب کا ان کے مابین حکم بننے سے انکار کا قصہ	۱۳۴
ترجمہ علقمہ تابعیؒ تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ عنہ	۱۳۴
علقمہ کے علم وزہد کے بارے میں اقوال وقصے	۱۳۵
علقمہ کے حافظے کا ذکر	۱۳۵
ترجمہ عثمان رضی اللہ عنہ	۱۳۶
ترجمہ عبدان حضرمی	۱۳۷
ترجمہ عناق	۱۳۷
ترجمہ قاری عثمان ورش رحمہ اللہ	۱۳۷
ترجمہ عکرمہ تابعی رحمہ اللہ	۱۳۸
ترجمہ عطاء بن ابی رباح تابعی رحمہ اللہ	۱۳۹
عطاء کے اقوال زرین	۱۳۹
ترجمہ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ	۱۴۰
ترجمہ قاری امام عاصم رحمہ اللہ	۱۴۱
عاصم کے بارے میں محدثین کی رائے	۱۴۱
عاصم کے دو راوی ہیں	۱۴۲
عاصم کے دو شیوخ میں سے ابو عبدالرحمٰن سلمی کا ترجمہ	۱۴۲
شیخ دوم زرّ بن حبیش کا ترجمہ	۱۴۲
آپ کے علم قرأت کا منبع ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں	۱۴۳
فقہ حنفی کا منبع بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں	۱۴۳
ابن کثیر کی قرأت کا ماخذ	۱۴۴
ترجمہ ابن عامر تابعی قاری رحمہ اللہ	۱۴۵
ترجمہ عیسیٰ قالون قاری رحمہ اللہ	۱۴۵
ترجمہ ابن ذکوان قاری راوی رحمہ اللہ	۱۴۶
ترجمہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	۱۴۶
ترجمہ عمرو بن عبداللہ حضرمی	۱۴۷
اس سریہ کا بیان جس میں عمرو قتل کیا گیا	۱۴۷
کیا اس کا قتل اشہر حرم میں واقع ہوا تھا؟	۱۴۷
عمرو کا قتل جنگ بدر کا سبب بنا، حکیم وعتبہ کی جنگ بدر روکنے کی کوشش اور ابوجہل کی ضد	۱۴۸
تقسیم شقاوت وسعادت کا معاملہ	۱۴۹
عمرو کے بھائی علاء حضرمیؓ کی کرامات کے قصے	۱۴۹
دعا یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم کی برکات کے قصے	۱۴۹

موسیٰ کاظم کی دعا کی برکت اور ہارون رشید کا قصہ ۱۵۰
بعض مجرب مقبول دعاؤں کا ذکر ۱۵۰
کسی حاکم کے پاس جانے کی دعا ۱۵۱
آیات شفا کے بارے میں نبی علیہ السلام کی خواب میں بشارت ۱۵۱
درد کی دعا ۱۵۱
قبولیت دعا کے مجرّب اشعار ۱۵۱
قاضی سبکیؒ کے حوالہ سے ایک قصیدہ کا ذکر جس کا پڑھنا دفع مشکلات و قضاء حاجات کے لئے مجرب ہے ۱۵۲
احوال فرعون ۱۵۵
ترجمہ قنبل قاری راویؒ ۱۵۵
ترجمہ قطرب نحوی ۱۵۶
ترجمہ قتادہ تابعی رحمہ اللہ ۱۵۶
ترجمہ کعب احبار تابعی رحمہ اللہ ۱۵۸
کعب کے اقوال و نصائح ۱۵۹
ترجمہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ۱۵۹
ترجمہ کسائی القاری المقری النحویؒ ۱۶۰
ہارون کی مجلس میں کسائی اور محمد حنفی کے مابین گفتگو ۱۶۱
ترجمہ لیث بن خالد قاری راویؒ ۱۶۲
ترجمہ مرثد رضی اللہ عنہ ۱۶۲
قصہ مرثد و عناق فاحشہ بوقت حمل اسراء ۱۶۲
ترجمہ امام محمد حنفی رحمہ اللہ ۱۶۳
امام محمد کا ہارون کے لئے کھڑے نہ ہونے کا قصہ ۱۶۳
امام شافعیؒ کی والدہ امام محمد کے عقد نکاح میں تھیں ۱۶۴
امام شافعی کا اعتراف کہ میں امام محمد کی کتابوں کی برکت سے اس مقام پر پہنچا ۱۶۴
امام محمد کی توثیق از طرف ائمہ دین ۱۶۴
ترجمہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ۱۶۵
ترجمہ معاذ رضی اللہ عنہ ۱۶۶
معاذؓ ان چار انصار میں سے ہیں، جنہوں نے نبی علیہ السلام کے عہد میں قرآن یاد کیا تھا ۱۶۶
طاعون میں سے حصہ ملنے کے لئے معاذ کی دعا ۱۶۶
ترجمہ مجاہد تابعی رحمہ اللہ ۱۶۷
اللہ تعالیٰ کسی بندے کی نیکی سے اس کی اولاد و اولاد اولاد تک کو محفوظ رکھتے ہیں ۱۶۷
علم دین دو قسم کے آدمی نہیں سیکھ سکتے ۱۶۸
قیامت کے دن تین قسم انسانوں یعنی غنی و فقیر و عبد کا قصہ ۱۶۸
ترجمہ مبرّدؒ ۱۶۸
ترجمہ امام مالک رحمہ اللہ ۱۶۹
امام مالک کے بارے میں ابن کثیر کا رؤیا صالحہ ۱۶۹
امام مالک کے بارے میں ایک حدیث میں پیشین گوئی ۱۷۰
امام مالک تین سال تک والدہ کے پیٹ میں رہے ۱۷۰
امام مالک کا کثرت سے لا ادری کہنا ۱۷۱
امام ابوحنیفہؒ نے بھی امام مالک سے روایت کی ہے ۱۷۱
ترجمہ مسطح رضی اللہ عنہ ۱۷۱
ترجمہ مسروق تابعی رحمہ اللہ ۱۷۲
ترجمہ زمخشری رحمہ اللہ ۱۷۴
ترجمہ قاری نافع تابعی رحمہ اللہ ۱۷۷
نافع کے منہ سے مشک کی خوشبو آنے کی وجہ ۱۷۷
ترجمہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ۱۷۸
وائل اور معاویہ کے واقعہ سفر کا عجیب قصہ ۱۷۸
ترجمہ ولید بن مغیرہ ۱۷۹
ولید مستہزئین اور زنادقہ میں سے تھا ۱۷۹

عنوان	صفحہ
ترجمۂ ہشام قاری راوی ابن عامرؒ	۱۷۹
ہشام بغیر اُجرت تحدیث نہیں کرتے تھے	۱۸۰
ترجمۂ ابوخراش ھذلی تابعی رحمہ اللہ	۱۸۰
ھذلی کے بیٹے کی رہائی کا عجیب قصہ	۱۸۰
ہذلی گھوڑے سے بھی زیادہ تیز رفتار تھے	۱۸۱
ہذلی کی مروّت اور مہمانوں کی بے مروّتی کا عجیب قصہ جو اس کی موت کا سبب بنا	۱۸۱
ترجمۂ ہابیل رحمہ اللہ	۱۸۲
قتلِ ہابیل کی تفصیل	۱۸۲
قتلِ ہابیل پر آدم علیہ السّلام کا مرثیہ	۱۸۲
ترجمۂ یعقوب قاری ثاسن رحمہ اللہ	۱۸۳
آپ کا خاندان علمی خاندان تھا	۱۸۳
آپ کے جدِّ اول واضعین عربیت میں سے ہیں	۱۸۳
عجیب اتفاق کہ آپ کی اور آپ کے والد وجدّ کی عمریں ۸۸ سال تھیں	۱۸۴
ترجمۂ یحییٰ ابن المبارک قاری راویؒ	۱۸۵
یحییٰ اور کسائی میں مناظرے ہوا کرتے تھے	۱۸۵
یحییٰ و مامون کا قصہ	۱۸۵
فصل دوم	۱۸۶
حیوانات کے بیان میں	۱۸۶
بیان اسد	۱۸۶
کثرت اسماء کے بارے میں مصنف کی رائے	۱۸۷
بیان ابل اور اس کے عجیب خصائص	۱۸۸
بیان ابن دایہ	۱۸۹
بیان بعوضۃ	۱۸۹
قبر پر اشعار لکھنے کے بارے میں زمخشری کی وصیّت	۱۹۰
بیان بقرہ	۱۹۰
بیان جراد	۱۹۱
بیان حمار	۱۹۲
بعض محدثین کی غلطی کا عبرت انگیز قصہ	۱۹۲
گدھے کے مارنے کا عجیب قصہ	۱۹۲
گدھے کی سواری احادیث میں تواضع کی علامت قرار دی گئی ہے اور آجکل کا گدھا سائیکل ہے	۱۹۳
بیانِ ثور	۱۹۳
بیانِ حمامہ	۱۹۳
کبوتر میں انسانی خصلتوں کا ذکر	۱۹۴
حرمین کے کبوتروں کی نسل	۱۹۴
فخرالدین رازی کے پاس کبوتر کا باز کے خوف سے بیٹھ جانا	۱۹۴
بیان دجاجہ	۱۹۴
بیان دیک	۱۹۵
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خواب میں مرغ دیکھنا	۱۹۶
بیان ذباب	۱۹۶
منصور خلیفہ اور مکھی کا قصہ	۱۹۶
بیان زنبور	۱۹۷
بیان سُمانیٰ	۱۹۷
بیان سمک	۱۹۸
عجیب مچھلی جس پر کلمہ توحید لکھا ہوا تھا	۱۹۸
بیان رُخال	۱۹۸
بیان شاۃ	۱۹۸
بکرے سے متعلق ابوحنیفہؒ کے تقویٰ کا قصہ	۱۹۸
ابوجعفر اور بکری کا عجیب قصہ	۱۹۹
بیان طاووس	۱۹۹
بیان عنقاء	۱۹۹

حنظلہ علیہ السّلام کی بددعا سے عنقاء پرندہ دنیا سے ختم ہوا	۱۹۹
نسناس کے بارے میں نفیس بیان	۲۰۰
حیوان ناطق تین قسم پر ہے	۲۰۰
بیان عجل	۲۰۳
اولاد حیوانات کے اسماء میں ادبی فائدہ	۲۰۳
بیان عنکبوت	۲۰۳
گھر میں مکڑی کے جالوں کی کثرت سے افلاس پیدا ہوتا ہے	۲۰۳
عنکبوت کے احسانات	۲۰۳
بیان غراب	۲۰۴
کوے سے متعلق اشعار	۲۰۵
بیان فرس	۲۰۵
بیان فراشہ	۲۰۶
بیان قراد	۲۰۷
بیان قردہ	۲۰۷
کیا مسوخ بندروں میں تناسل کا سلسلہ جاری رہا؟	۲۰۸
ڈارون کا نظریہ ارتقاء کہ انسان دراصل بندر کی اولاد میں سے ہے	۲۰۸
ڈارون کا نظریہ مردود ہے	۲۰۸
افادۂ علماء وطلبہ کی خاطر ڈارون کے نظریئے کی تفصیل	۲۰۸
بیان نملہ	۲۱۸
نملہ سلیمان علیہ السّلام کا قصہ	۲۱۹
بیان ناقہ	۲۱۹
بیان نسر	۲۲۰
سادات اشیاء سے متعلق حدیث	۲۲۱
بیان نعامہ	۲۲۱
گندم کے دانے پہلے موٹے ہوتے تھے۔ انسان کے گناہوں سے وہ چھوٹے ہوگئے	۲۲۱
بیان ہرّہ	۲۲۱
مستجاب دعاء عائشہ رضی اللہ عنہا	۲۲۲
بیان ضبّ	۲۲۲
ضبّ کی دم کے عقدوں کی تعداد کے بارے میں اعرابی کا قصہ	۲۲۳
شہادت ضبّ کے معجزے کی حدیث	۲۲۳
بیان فصیل	۲۲۴
بیان حوت	۲۲۵
بیان حیّہ	۲۲۵
کیا سانپ بہرہ ہوتا ہے؟	۲۲۵
ہر آفت سے حفاظت کی مجرب دعا	۲۲۵
فصل سوم	۲۲۶
بلاد و قبائل واقوام وغیرہ کے بیان میں	۲۲۶
بیان انصار رضی اللہ عنہم	۲۲۶
اسلام انصار کی تفصیل	۲۲۶
بیان قبیلۂ اوس	۲۲۸
سیل عرم کے خطرے کے بعد اوس وخزرج مدینہ میں آباد ہوئے	۲۲۸
بیان جبل اُحد	۲۲۹
کیا جبل اُحد میں ہارون علیہ السّلام کی قبر موجود ہے؟	۲۲۹
قریہ ایلہ کا بیان	۲۲۹
ایلہ میں یہود مسوخ ہوئے تھے	۲۳۰
بیان بیت المقدس قبلۂ اولیٰ	۲۳۱
فضائل بیت المقدس	۲۳۱
بیت المقدس کی طرف اسراء میں بیانِ حکمت	۲۳۲

عنوان	صفحہ
احادیث فضائل بیت المقدس	۲۳۴
بیت المقدس و کعبۃ اللہ کی تعمیر کے مابین از روئے حدیث ۴۰ سال کا فاصلہ تھا	۲۳۴
حدیث ہذا میں اشکال اور اس کے جوابات	۲۳۴
بیانِ بغداد اور اس کے فضائل	۲۳۵
بیانِ بدر اور وجہ تسمیہ	۲۳۶
غزوۂ بدر میں صحابہؓ کی تعداد	۲۳۷
اس موقعہ پر عشقِ صحابہ و قدرت باری تعالیٰ کے ایمان افروز واقعات	۲۳۷
بدر میں اول شہید	۲۳۸
بدر میں شریک فرشتوں کی تعداد	۲۳۸
بدر میں ۱۴ شہداء کے نام	۲۳۸
بدر سے غیر حاضران چھ صحابہؓ کے نام جو حاضر شمار کئے گئے	۲۳۹
اوّل مصلوب کا ذکر	۲۴۰
مقامِ بدر میں آج تک پر اسرار طبل و نقارے کی آواز آنے کی تفصیل	۲۴۰
بیانِ بابل	۲۴۱
آدم علیہ السلام کا مسکن بابل تھا	۲۴۱
نمرود بابل کا پہلا حاکم تھا	۲۴۲
ملوک بابل کے اسماء و مدت حکومت کا تفصیلی اہم نقشہ	۲۴۲
اہلِ بابل کا سرمہ جس کے ذریعہ بعید ستاروں کو وہ دیکھ سکتے تھے	۲۴۵
بیانِ بصرہ	۲۴۵
بصرہ کی وجہ تسمیہ میں آٹھ اقوال ہیں	۲۴۵
اہلِ بصرہ و کوفہ میں مقابلۂ تفاخر اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے میں طرفین کے اقوالِ عجیبہ	۲۴۶
بقول جاحظ بصرہ کے تین عجوبے	۲۴۷
ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام عمر رضی اللہ عنہ کا اہم خط جس میں آداب قضا و سیاست عدل درج ہیں	۲۴۹
عمرؓ کے خط ہذا کے تاریخی مفصل حوالے	۲۴۹
بیان بعلبک	۲۵۰
بیان بحر روم	۲۵۰
اسی بحر کے ذریعہ صحابہؓ نے غزوہ بحر کی ابتدا کی تھی	۲۵۱
غزوہ بحر ہذا کی تفصیل	۲۵۱
بحور خمسہ اور اُن کی وسعت کا بیان	۲۵۲
سمندر میں سب سے گہری جگہ	۲۵۳
بنو ہاشم کا بیان	۲۵۳
ہاشم کی سخاوت اور مروّت کا بیان	۲۵۳
ہاشم اور اس کے تین بھائی سلاطین کے درباروں میں محترم تھے	۲۵۴
نبی علیہ السلام کی برکت سے ہاشم میں ظہور کمالات	۲۵۴
نبی علیہ السلام کے اجداد کے کمالات آپ کی نبوت کی تمہیدات ہیں	۲۵۵
ہاشم کی شرافت و علو مرتبہ پر اہلِ تاریخ کا اتفاق	
نبی علیہ السلام کی احادیث کے لئے تفسیر ہے	۲۵۵
حدیث فضل عائشۃ کفضل الثرید کی عجیب شرح	۲۵۵
ہاشم کی تقریر سے لطیف آٹھ استنباطات	۲۵۶
چاروں بھائیوں کا سلاطین سے قریش کے لئے تجارتی سہولتیں حاصل کرنا	۲۵۷
عبد شمس و ہاشم کے توأمین ہونے کا عجیب قصہ	۲۵۷
اُمیّہ کے حسد اور ہاشم سے مقابلے کا قصہ	۲۵۸
عبد المطلب و حرب بن اُمیّہ کے مفاخرے کا قصہ	۲۵۸
ایام حج میں قصی کی سبق آموز تقریر	۲۵۹

عنوان	صفحہ
احوال بنو سلمہ	۲۵۹
بیان قبیلہ ثقیف	۲۶۰
ابورغال کون تھا؟	۲۶۱
بیان حدیبیہ	۲۶۲
صلح حدیبیہ کا مختصر ذکر	۲۶۳
بیان حجاز اور وجہ تسمیہ و بیان حدود حجاز	۲۶۳
بیان حرم۔ حرم کی حدبندی ابراہیم علیہ السلام نے کی ہے	۲۶۴
حرم کے محاذی آسمانوں کا حصہ بھی محرم ہے	۲۶۵
حدودِ حرم کی تقرری کی وجہ فرشتوں کا قیام ہے	۲۶۵
بیان احوال دیوان حماسہ	۲۶۵
اس کی تالیف کا سبب	۲۶۶
حماسۂ ابوتمام کے علاوہ دیگر حماسوں کی تفصیل	۲۶۷
قبیلۂ خزرج کا بیان	۲۶۸
مدینہ میں اسلام خزرج ہی کے واسطے سے پہنچا	۲۶۸
اوس و خزرج میں اسلام کے بعد مسابقت کے چند احوال ایمانیہ	۲۶۹
قتل کعب کے بعد قتل ابورافع یہودی اسی مسابقت کا نتیجہ تھا	۲۶۹
بیان بلدۂ داوردان	۲۷۰
بیان قبیلہ روم	۲۷۰
بیان ملک شام اور ذکر وجوہ تسمیہ	۲۷۱
بیان شہر حرام	۲۷۲
اشہر حرم کی تعظیم اہل جاہلیت پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت تھی	۲۷۲
حرمت اشہر حرم کی تاریخ	۲۷۳
اشہر حرم کی ترتیب میں اختلاف ہے	۲۷۳
اشہر حرم کے تین متوالی اور رجب کے منفصل ہونے کی حکمت پر لطیف بحث	۲۷۳
رجب مضر کی اضافت کی وجہ	۲۷۵
اشہر حرم میں حرمت قتال کا حکم اسلام میں منسوخ ہے یا نہیں	۲۷۶
بیان صفا۔ صفا و مروہ پر دو بت اساف و نائلہ نصب تھے	۲۷۷
اساف و نائلہ کا قصۂ مسخ	۲۷۷
بیان جبلِ طور	۲۷۸
یہ پہاڑ کسی وقت بھی اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہوتا	۲۷۸
بیان بلدۂ طائف	۲۷۸
بیان طاعون	۲۷۹
تفصیل طاعون میں مؤلف کے رسالہ الطاعون کی تلخیص	۲۷۹
طاعون کی حقیقت و اسباب	۲۷۹
طاعون مدینہ و مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا	۲۸۰
طاعون کے روحانی اسباب	۲۸۰
طاعون میں مرا ہوا شہید ہے	۲۸۱
ذکر طاعون عمواس	۲۸۲
بڑے طواعین کے احوال تاریخیہ	۲۸۳
بیان عدنان جدّ عرب و جدّ حادی و عشرین لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم	۲۸۸
کل عرب یا عدنانی ہونگے یا قحطانی	۲۸۸
کیا نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب عدنان سے اوپر معلوم ہے؟	۲۸۸
ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب	۲۸۹
معد بن عدنان بخت نصر کے معاصر تھے	۲۸۹
بختنصر کے ظلم سے اللہ تعالیٰ نے معد بن عدنان کو کیسے بچایا؟	۲۸۹

عدنان موسیٰ علیہ السّلام کے معاصر تھے	۲۹۰
بیان عرفات اور وجہ تسمیہ	۲۹۰
بیان قوم عمالقہ	۲۹۰
عمالقہ اولاد سام بن نوح ہیں	۲۹۱
عمالقہ عرب بائدہ ہیں اور اَب موجود نہیں۔	۲۹۱
فراعنۂ مصر عمالقہ تھے	۲۹۱
فراعنۂ ابراہیم و یوسف و موسیٰ علیہم السّلام کے اسماء	۲۹۱
مدینہ میں یہود کی پہلی آمد کا قصہ	۲۹۱
تفصیل عرب بائدہ و باقیہ	۲۹۲
بلعم بن باعوراء قوم عمالقہ میں سے تھا	۲۹۲
قصہ بلعم	۲۹۲
عمالقہ کے بارے میں مزید تاریخی بحث	۲۹۳
عمالقہ کی وجہ تسمیہ کی تحقیق	۲۹۳
زمانۂ قدیم میں عراق پر عمالقہ کے حکمرانوں کے اسماء و مدّت حکومت کا نقشہ	۲۹۴
بیان عزی	۲۹۵
عزی بت کے تفصیلی احوال	۲۹۵

مقدمة شرح البيضاوی

المسمّاة

اثمار التکمیل

لما فی

انوار التنزیل

الجزء الثانی

لإمام المحدّثین نجم المفسّرین زبدة المحقّقین

العلامة الشیخ مولانا محمّد موسیٰ الروحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیّب آثارہ

إدارۂ تصنیف وأدب

الجُزءُ الثانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

العرب۔ یہ لفظ تفسیر ہذا میں متکرر الذکر ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل کتاب ہے موسوم بہ تجبیر الحسب بمعرفۃ اقسام العرب۔ اس کا محصل پیش خدمت ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اصحاب تاریخ کہتے ہیں کہ کل عرب تین طبقات پر منقسم ہیں ہر عربی شخص ان تین طبقات میں سے کسی ایک میں ضرور داخل ہوگا۔ گویا کل عرب تین بڑے قبائل پر منقسم ہیں۔
طبقۂ اولیٰ کو عرب بائدہ کہتے ہیں۔ یہ قدیم تر طبقہ ہے جو ختم ہو چکا ہے۔ اس طبقہ کا ایک قبیلہ بھی اب روئے زمین پر موجود نہیں ہے
طبقۂ ثانیہ عرب عاربہ ہے۔ یہ قحطانیہ بھی کہلاتا ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب قحطان تک پہنچتا ہے
قحطانیین کا اصل وطن و مسکن یمن ہے۔ اہلِ یمن و بادشاہانِ یمن سارے اولادِ قحطان ہیں۔
طبقۂ ثالثہ عرب مستعربہ کے نام سے موسوم ہے۔ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کو عرب مستعربہ و عدنانیین کہتے ہیں۔ عرب مستعربہ سارے کے سارے اولاد عدنان ہیں اور عدنان کا سلسلۂ نسب اسمٰعیلؑ تک جا پہنچتا ہے۔ عدنان ہمارے نبی علیہ السلام کا جدِ اعلیٰ ہے۔ لہٰذا ہمارے نبی علیہ السلام اور تمام قبائل قریش و قبائل حجاز عدنانی یعنی عرب مستعربہ ہیں۔
ہمارے نبی علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک عرب کے صرف آخری دو طبقے موجود تھے یعنی عدنانیہ و قحطانیہ۔ لہٰذا آپ یوں بھی تقسیم کر سکتے ہیں کہ عرب دو قسم پر ہیں بائدہ و باقیہ۔ بائدہ کی نسل ختم ہو چکی ہے اور اگر کہیں شاذ و نادر موجود ہو تو وہ عاربہ و مستعربہ میں داخل ہو گئی ہے۔ و باقیہ کی دو قسمیں ہیں قحطانیہ و عدنانیہ۔ پس موجودہ دور میں عرب یا قحطانی ہونگے یا عدنانی۔ ان دو قسموں سے کوئی عربی باہر نہیں ہے۔ کتاب ہذا میں ہم نے قحطان و عدنان کا الگ الگ ترجمہ ذکر کیا ہے۔ فراجع ذلک ان شئت التفصیل۔
بیان عرب بائدہ۔ عرب بائدہ کے بعض قبائل کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ بائدہ کے قبائل یہ ہیں عاد۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس۔ امیم۔ جاسم۔ عبیل۔ عبد بن ضخم۔ جرہم اولی۔ عمالقہ۔ وحضورا۔ راجع تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۰۳۔ قوم عاد و قوم ثمود کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ عرب بائدہ سام بن نوحؑ کی اولاد ہیں۔ سام کے کئی بیٹے تھے اول ارم بن سام بن نوحؑ دوم لاوذ بن سام بن نوحؑ سوم ارفخشذ (بالذال وقیل بالدال المهملۃ) ابن سام بن نوحؑ۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۱۳۔ فاما عاد فهو عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام وکانوا ینزلون

الاحقاف من الرمل فارسل اللہ الیھم ھوداً علیہ السلام واما ثمود فھو ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام وکانوا ینزلون الحجر فارسل اللہ الیھم اخاھم صالحاً علیہ السلام واما طسم جدیس فھما ابنا لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ونزلوا الیمامۃ (لاوذ بالذال الذال المھملۃ)۔

واما اخوھما عملیق فھو عملیق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نزل بعضھم بالحرم وبعضھم بالشام وجمع عملیق عمالقۃ فالعمالقۃ امم تفرقوا فی البلاد ومنھم فراعنۃ مصر والجبابرۃ ومنھم ملوک فارس و اھل خراسان۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص۱۳۔ اس کتاب میں ایک اور جگہ پر عمالقہ کی کچھ تفصیل مذکور ہے فراجع ذلک۔

فرعونِ موسیٰ وفرعونِ ابراہیم وفرعونِ یوسف علیہم السلام عمالقہ میں سے تھے۔ یہ تین مشہور ہیں۔ ان تین کے بارے میں مؤرخ محمد بن حبیب بغدادی متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب المحبر۔ ص ۴۶۶ پر لکھتے ہیں الفراعنۃ وھم ثلاثۃ نفر اولھم سنان بن الاشل بن علوان بن العبید بن عریج بن عملیق بن یلمع بن عابر بن اسلیحا ابن لوذ بن سام بن نوح علیہ السلام ویکنی ابا العباس وھو فرعون ابراھیم علیہ الصلاۃ والسلام۔ والثانی الریان بن الولید بن لیث بن فاران بن عمرو بن عملیق بن یلمع وھو فرعون یوسف علیہ السلام۔ والثالث الولید بن مصعب بن ابی اھون بن الھلواث بن فاران بن عمرو بن عملیق بن یلمع وھو فرعون موسیٰ علیہ السلام قال (لعلہ قیل) کان فرعون یوسف جد فرعون موسیٰ علیھما السلام واسمہ برخون انتھی۔ معارف ومحبر کی عبارتوں میں باعتبار اسماء وغیرہ کچھ اختلاف ہے۔ اسی طرح دیگر کتبِ تاریخ میں بھی ان اقوام قدیمہ کے نسب وبعض تفصیلات میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ قومیں زمانۂ انضباطِ تاریخ سے بہت پہلے گزری ہیں اس واسطے اہلِ تاریخ اس قسمِ اختلاف میں معذور رہیں۔

ملاحظہ ہوں تاریخ طبری، ج ۱ ص ۱۰۳ ومروج الذہب للمسعودی ج ۱ ص ۹۲۔ المعارف لابن قتیبۃ۔ ص ۱۳۔

واما امیم فھو امیم بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نزل بارض فارس فاجناس الفرس کلھم من ولد امیم ثم قال ابن قتیبۃ فی المعارف والانبیاء کلھم عجمیھم وعربیھم والعرب کلھا یمنیھا ونزاریھا من ولد سام بن نوح علیہ السلام اھ۔ قال الامام الطبری فی تاریخ الکبیر ج ۱ ص۱۰۲ عن وھب بن منبہؒ یقول ان سام بن نوحؑ ابو العرب وفارس والروم وان حام بن نوحؑ ابو السودان وان یافث بن نوح علیہ السلام ابو الترک ویاجوج وماجوج۔

ثم قال الطبری فی احوال بنی جاسم وغیرھم وکان اھل البحرین واھل عمان منھم امۃ یسمون جاسم وکانوا ساکنی المدینۃ منھم بنو ھف وسعد بن ھزان وبنو مطر وبنو الازرق وکان بنو امیم بن لاوذ بن سام بن نوحؑ اھل وبار بارض الرمل رمل عالج فاصابتھم من اللہ عزوجل نقمۃ من معصیۃ اصابوھا

فهلکوا وبقیت منهم بقیۃ وهم الذین یقال لهم النسناس (قلتُ وقد رقمنا بعض احوال النسناس فی بیان عنقاء مغرب من فصل الحیوان فی هذا الکتاب فراجعه) فکانت طسم والعمالیق وامیم وجاسم قومًا عربًا السانهم الذی جبلوا علیه لسان عربی وکانت فارس من اهل المشرق ببلاد فارس یتکلمون بهذا اللسان الفارسیّ اھ مافی تاریخ الطبری۔

وعن سمرۃ بن جندب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وُلدُ نوحٍ ثلاثۃٌ سام وحام ویافث فسام ابوالعرب وحام ابوالزنج ویافث ابوالروم۔ وعن سعید بن المسیّب یقول وُلد نوح علیہ السلام ثلاثۃٌ و وُلدُ کلِ واحدٍ ثلاثۃٌ سام وحام ویافث فولد سام العرب وفارس والروم وفی کل ھؤلاء خیرٌ وولد یافث الترک والصقالبۃ ویأجوج ومأجوج ولیس فی واحدٍ من ھؤلاء خیرٌ ووُلد حام القبطُ والسودانُ والبربر۔ اثر سعید بن المسیّبؒ مذکورہ صدر مرفوع روایتِ سمرۃ بن جندبؓ کے خلاف ہے اور روایتِ مرفوعہ بہرحال اَولیٰ ہے غیر مرفوع روایت سے۔

سوال۔ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے چنانچہ خود مجھ سے کئی طلبہ وعلماء نے سوال کیا کہ اہلِ پاکستان وہندستان نوح علیہ السلام کی اولادِ ثلاثہ میں سے کس کی نسل سے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ پاکستان وہندستان اولادِ حام بن نوح علیہ السلام ہیں قال ابن اسحاق کما حکی عنہ الامام الطبری فی تاریخ ج ا ص۱۰۱ ومن وُلد حام بن نوح علیہ السلام النوبۃ والحبشۃ وفزّان والهند والسند واهل السواحل فی المشرق والمغرب۔

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا جدّ وہی ہے جو عرب کا ہے یعنی سام بن نوح۔ فذکر ابنُ جریر باسنادہٖ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اَوحی اللہ الی موسی علیہ السلام انک یا موسیٰ قومک واهل الجزیرۃ واهل العال من وُلدِ سام بن نوح۔ وقال ابن عباس والعرب والنبط والهند والسند من ولد سام بن نوح علیہ السلام انتھی ماذکر ابن جریر فی تاریخ الامم والملوک ج ا ص۱۰۱ اور ہند وسند میں بلاریب اہل پاکستان یعنی پنجاب وسرحد وبلوچستان داخل ہیں۔

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ہند وسند اولادِ یافث بن نوح علیہ السلام ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حام کے تین بیٹے تھے قوط بن حام وکنعان بن حام وکُوش بن حام۔ اور حبشہ وہند وسند اولاد کوش بن حام ہیں۔ ایک اور روایت ہے کہ ہند وسند اولاد قوط بن حام ہیں۔ کذا فی تاریخ الطبری۔ قال القزوینی فی اٰثار البلاد ص۹۴ قالوا السند والهند کانا اَخوَین من ولد توقیر بن یقطن بن حام بن نوح علیہ السلام انتھیٰ۔

یہ تین اقوال ہوئے۔ اول یہ کہ ہمارا جد حام ہے دوم یہ کہ سام ہے سوم یہ کہ یافث ہے۔ ہم پاک وہند کے

باشندوں کے لیے اولادِ یافث یا اولادِ حام ہونے کی بجائے اولادِ سام ہونا موجب فخر و مسرت ہے۔

اوّلاً تو اس لیے کہ اس طرح ہم عرب کے قریب ہو کر ان کے ابناءِ عم ہو جائیں گے۔ اور عرب کی فضیلت مسلّم ہے۔ مرفوع احادیث میں ان کے فضائل مروی ہیں۔ لہٰذا ان کا قریب یا قریب تر ہونا باعثِ مسرت ہے۔

ثانیاً اس طرح ہم نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے قریب تر ہو جاتے ہیں جو موجب فخر ہے آپؐ بھی سامی ہیں اور ہم بھی سامی۔

ثالثاً۔ سامی النسل ہونے میں ہم کل انبیاء اللہ و رسل اللہ صلوات اللہ و تسلیماتہ علیہم کے نسلاً قریب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کل انبیاء علیہم السلام سامی النسل تھے کما قدمنا آنفاً۔ اور یہ عظیم سعادت ہے۔ قال غیر ابن اسحاق من المؤرخین ان نوحاً دعا لسام بان یکون الانبیاء والرسل من ولدہ ودعا لیافث بان یکون الملوک من ولدہ۔

رابعاً۔ سامی ہونے کے طفیل ہم خیر و برکات والی نسل و جماعت میں داخل ہوتے ہیں جیسا کہ سعید بن المسیّبؒ کی مذکورہ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ سام کی اولاد ہی خیر و برکت والی جماعت ہے بخلاف اولادِ یافث کہ عموماً شر والی جماعت ہے۔

خامساً۔ حامی النسل ہونے میں ہم حبش و سوڈان و بربر و قبط کے اخوان و ابناءِ عم ہوں گے اور یہ بات ہمارے لیے موجب برکت و باعثِ مسرت نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان اقوام کو دنیا میں دیگر قومیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتیں۔ یافثیؔ النسل ہونا بھی ایسا ہی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ حبش اولادِ یافث ہیں۔

سادساً۔ یافثی النسل ہونے میں ہم رومیوں کے ابناءِ عم اور بجائے عرب کے رومیوں سے قریب تر ہوں گے اور یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے۔ رومی ہمیشہ اسلام کے دشمن رہے ہیں اور آج بھی اسلام دشمنی میں آگے آگے ہیں۔

سابعاً۔ یافث ابوالترک ہے۔ تو یافثی ہونے میں ہم روس و تاتار و ترک و چین کے قریب ہوں گے کیونکہ عربی کی قدیم تاریخ میں لفظ تُرک سے صرف موجودہ ترک مراد نہیں ہیں بلکہ لفظ ترک صقالبہ اہل روس و قوم تاتار و چین وغیرہ سب کو شامل ہے۔ کما صرح بہ اصحاب التاریخ۔ ظالم و جابر چنگیز تاتاری ہی تھا۔ اور یہ قرب و رشتہ ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔

ثامناً۔ یافثی النسل ہونے کی صورت میں ہم بعض خاص خیر و برکات سے محروم ہوں گے اور بعض خاص قسم کے شر و فساد کی حامل نسل سے وابستہ ہوں گے۔ کیونکہ ابن المسیّب کی مذکورہ روایت سے اولادِ یافث کا

مسلوب الخیر ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ قرابت وتعلق ہمارے لیے روح فرسا ہے۔

تاسعًا۔ یافثی النسل ہونے کی حالت میں ہم نسلِ یاجوج وماجوج سے وابستہ ہوں گے اوران کے ابناءِ عم ہوں گے۔ کیونکہ یاجوج وماجوج اولادِ یافث ہیں۔ اور یہ رشتہ ہم مسلمانوں کے لیے سوہانِ روح وقلب ہے۔

عاشرًا۔ حامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی بددعا کی زد میں آتے ہیں یا اس کی زد میں آنے کا خطرہ ہے اور یہ نہایت دکھ اور بڑی خطرناک بات ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے حام اور اولادِ حام کو یہ بددعا دی تھی کہ وہ اولادِ سام ویافث کے ماتحت یا غلام رہیں۔ اسی طرح اگر ہم سامی النسل ہوں تو نوح علیہ السلام کی نیک دعا کا مصداق بنتے ہیں اور یہ بات ایمان افزا وسعادتِ عظیم ہے۔

روی ضمرۃ بن ربیعۃ عن ابن عطاء عن ابیہ قال وُلدُ حامٍ کلھم اسودُ جعدُ الشعر وولدِ یافث کلُ عظیمُ الوجہ صغیرُ العینین وولدُ سامٍ کلُ حسن الوجہ حسن الشعر قال ودعا نوح علیہ السلام علی حام ألا یعدُو شعرُ ولدہ أذانھم وحیث ما لقی ولدہ ولدَ سامٍ استعبدوھم۔ کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص۱۰۱۔

اسی بددعا کا اثر ہے کہ حام کی اولاد کے بعض قبائل کالے ہیں اور جو کالے رنگ والے نہیں ان میں اس بددعا کا ظہور کسی اور صورت میں ہوگا۔ قال ابن اسحاق ویزعم اھل التوراۃ ان ذلک السواد فی اولادِ حام لم یکن الا عن دعوۃٍ دعاھا نوحٌ علی ابنہ حام وذلک ان نوحًا علیہ السلام نام فانکشف عن عورتہ فراٰھا حام فلم یغطّھا وراٰھا سام ویافث فالقیا علیھا ثوبًا فواریا عورتہ فلما ھبّ من نومتہ علِم ما صنع حامٌ وسام ویافث فقال ملعون کنعان بن حام یکونون عبیدًا لاخوتہ وقال یُبارک اللہ ربّی فی سام ویکون حامُ عبدَ اخویہ ویقرض اللہ یافث ویحلّ فی مساکن سام ویکون حام عبدًا لھم انتھی ما ذکرہ ابن اسحاق تاریخ الامم ج ۱ ص۱۰۲۔ ومثل ذلک فی المعارف لابن قتیبۃ ص۱۲۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص۱۵۴ ان السفینۃ لنوح علیہ السلام طافت ببیت المقدس اسبوعًا وطافت ببیت اللہ۔ وروی ان نوحًا علیہ السلام قال لاھل السفینۃ وھی تطوف بالبیت العتیق انکم فی حرم اللہ وحول بیتہ لا یمس احد امرأۃ وجعل بینھم وبین النساء حاجزا ویذکر ان ولدہ حامًا تعدّی وطیٔ زوجتہ فدعا علیہ بان یسوّد اللہ لون بنیہ فاجاب اللہ دعاءہ فی اولادہ فجاء ولدہ اسود وھو ابو السودان۔

حادی عشر۔ سامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام کی مذکورہ صدر دعا کے مصداق ہوں گے اور قیامت تک اولادِ حام کے مقابلے میں بلند مناصب اور دیگر فوائد وثمراتِ طیبات کے قابل ومستحق

بنتے ہیں۔ اور یہ وہ بے بہا سعادت ہے جو بزورِ بازو حاصل نہیں ہو سکتی۔

ثانی عشر۔ سامی النسل ہونے کی تقدیر پر ہم باعتبار اصل حرمی یعنی باشندگانِ حرم شریف ہوں گے اور حرم مکہ شریفہ ہی ہمارا وطنِ اصلی ہوگا اور ہم اجدادِ قدیمہ کے پیشِ نظر جیرانِ بیت اللہ ہوں گے اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں میں سے سام اور اس کی اولاد نے مکہ مکرمہ کو اپنا مسکن و وطن اختیار کیا تھا۔ بعدہ مکہ مکرمہ سے نکل کر ادھر ادھر اطرافِ عالم میں منتشر ہوئے قال ابن جریر فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۰۳ فوُلِدَ لسام عابر وأشوذ وأرفخشد ولاوذ وإرم وكان مقامه بمكة قال فمن وُلِدِ أرفخشد الانبياء والرسلُ وخيارُ الناس والعرب كلها والفراعنةُ بمصر اھ۔

بیان "عرب عاربہ"۔ عرب کا دوسرا طبقہ عرب متعربہ و قحطانیہ کہلاتا ہے۔ ان میں سے اکثر یمن کے باشندے تھے۔ یمن میں یعرب بن قحطان اور اس کی اولاد مدت مدید تک حکمران رہی۔ انہوں نے یمن کے سابق حکمران عرب بائدہ سے سخت لڑائیاں لڑ کر حکومت حاصل کی تھی۔ یمن کے بادشاہان تبابعہ (جمع تبع) قحطانی النسل تھے۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ و دیگر ارضِ حجاز پر بھی انھوں نے حکومت کی ہے۔ مؤرخین نے ان کی حکومت کے احوال بسط سے ذکر کیے ہیں لیکن ان کے اقوال میں بڑا اختلاف ہے۔

قحطان کا نام توراۃ سِفرِ تکوین میں یقطان ہے۔ نسابین کا اس کے سلسلۂ نسب میں اختلاف ہے۔ تاہم اس بات پر اتفاق ہے کہ قحطان مثلِ عدنان سامی النسل یعنی اولاد سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہے۔ فقیل ہو قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ (بالذال وروی بالدال المهملة ایضًا) بن سام بن نوح علیہ السلام یہ اکثر نسابین کی رائے ہے۔

ملاحظہ ہوں المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۳۵۴ و مروج الذهب ج ۱ ص ۲۷۶ وابن هشام ج ۱ ص ۴ ونهاية الارب ج ۲ ص ۲۷۵ وتاريخ الامم والملوك ج ۱ ص ۲۰۵ وتاريخ ابن خلدون ج ۱ ص ۹ والاكليل ج ۱ ص ۸۲ وكتاب الاشتقاق ص ۲۱۷ والاخبار الطوال ص ۹ والتنبيه ص ۸۷۔

اور تورات میں قحطان کا نسب یوں ہے یقطان بن عابر بن شالخ بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ کذا فی سفر التکوین۔ الاصحاح العاشر الآية ۲۵ فما بعدها۔ وقال ابن سعد فی طبقاته ج ۱، القسم الاول ص ۱۸ وابن خلدون فی تاریخہ ج ۱ ص ۹ ویقطن ہو قحطان بن عابر بن شالخ اھ۔ بعض اہل تاریخ کے نزدیک قحطان ہود نبی اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹے ہیں اور بقول بعض قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے۔ راجع ترجمۃ قحطان من ہذا الکتاب۔

بہر حال عرب باقیہ دو قسم پر ہیں۔ قحطانیہ[1] وعدنانیہ[2]۔ موجودہ زمانہ میں کوئی عربی شخص ان دو طبقوں سے خارج نہیں ہے۔ بس وہ یا عرب عاربہ یعنی قحطانی ہوگا یا عرب مستعربہ میں شمار ہوگا یعنی عرب عدنانی اسمٰعیلی ہوگا۔

عدنانی کو اسماعیلی بھی کہتے ہیں۔ عدنان کا سلسلۂ نسب اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام تک جا پہنچتا ہے۔
بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اولادِ قحطان کی زبان عربی تھی اور اوّل اوّل عربی بولنے والے یعرب بن قحطان ہیں۔ قیل اوّل من تکلّم بالعربیۃ یعرب بن قحطان وقحطان اوّل من قیل له اَنعِم صباحًا ومن قیل له اَبیتَ اللعنَ۔ راجع السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۸ ومروج الذھب للمسعودی ج ۱ ص ۲۷۷
بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ قحطانیہ اصل عرب ہیں اور عربی زبان میں بھی وہ اصل ہیں۔ اور عدنانیہ طبقہ تابع ہے قحطانیہ کا۔ اور قحطانیوں سے انھوں نے عربی زبان سیکھی تھی۔ اسی وجہ سے انھیں مستعربہ کہتے ہیں ای التابعۃ للعرب۔ اور قحطانیوں کو عرب عاربہ کہتے ہیں۔ یعنی اصل العرب فی العربیۃ۔
لیکن یہ قول تحقیق کے خلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ عربی زبان کے اوّل متکلم اسماعیل علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام ووحی اسماعیل علیہ السلام کو یہ زبان سکھادی تھی۔ یاد رکھیں نسبِ عربیت یعنی عربی قومیت اور چیز ہے اور زبانِ عربی اور چیز ہے یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ عرب بائدہ و مستعربہ اگرچہ قومیت کے لحاظ سے عرب ہیں یعنی سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ عرب بائدہ کی زبان ہرگز عربی نہ تھی۔ اسی طرح عرب عاربہ کی زبان بھی عربی نہ تھی۔ علی التسلیم ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ یعرب اور اس کی اولاد کی زبان کے بعض کلمات ولہجات کچھ کچھ عربی زبان سے مشابہ ہوں لیکن موجودہ قرآنی فصیح عربی سے وہ ناآشنا تھے۔ محققین نے اس بات کی تصریح کی ہے۔
اس بات کی تائید ان کتباتِ تجربہ سے ہوتی ہے جو ماہرینِ آثار قدیمہ و مستشرقین کو تبابعۂ یمن و بادشاہانِ حمیر کے محلات و ملوکِ سبائیین کے قلعوں سے زمانۂ حال میں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کتبات کی لغت ہرگز لغتِ عربیہ قرآنیہ کے موافق نہیں ہے۔ والتفصیل فی کتابی المستقل فی بیان اللغۃ العربیۃ واوّل متکلم بھا ان شئتَ التحقیق فراجعھا۔
بیان "عرب مستعربہ" عرب کا یہ طبقہ اسماعیلیہ و عدنانیہ کہلاتا ہے۔ اولادِ عدنان و قبائلِ اولادِ عدنان عرب مستعربہ ہیں۔ ان کا اصل وطن مکہ۔ مدینہ۔ طائف۔ جدہ۔ خیبر وغیرہ سرزمینِ حجاز ہے۔ قریش عدنانی ہیں ہمارے نبی علیہ السلام عدنانی ہیں۔ عدنان کا شجرۂ نسب اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔
عدنان کا مشہور بیٹا معد بن عدنان ہے۔ یہ ہمارے نبی علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں۔ عدنان و معد بن عدنان مشہور ظالم بادشاہ بخت نصر کے معاصر ہیں۔ جب عرب اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی میں حد سے آگے نکلے اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور بنی اسرائیل پر بخت نصر بادشاہِ بابل و عراق کو مسلط کر دیا۔ بنی اسرائیل اور بیت المقدس کو تباہ کرنے کے بعد بخت نصر اپنی افواج کو لے کر عرب کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے مقابلے میں عدنان فوج لے کر آیا۔ عدنان کو شکست ہوئی۔ بخت نصر

ہزارہا عرب مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے واپس بابل لوٹا۔ یہ جنگ مقام ذات عرق میں ہوئی۔ عدنان صحیح وسالم بچ گیا۔ بخت نصر کی واپسی کے بعد عدنان مرگیا۔

اس جنگ وتباہی سے قبل اللہ تعالیٰ نے معدبن عدنان کو بعض انبیاء کے ساتھ ملک شام پہنچا کر محفوظ رکھا۔ کیونکہ معد بن عدنان کی نسل سے اللہ تعالیٰ کو نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا تھا۔ تاریخ طبری ج ۱ص ۲۹۲ میں ابن جریر لکھتے ہیں وان اللہ تعالی أوحی الی ارمیا وبرخیا ان اللہ قد اندرقومکما فلم ینتھوا فعادوا بعد الملک عبیدًا وبعد نعیم العیش عالۃً یسألون الناس وقد تقدمت الی اھل عربۃ بمثل ذلک فابوا الا لجاجۃً وقد سلطت بخت نصر علیھم لانتقم منھم فعلیکما بمعد بن عدنان الذی من ولدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذی اخرجہ فی اخر الزمان اختم بہ النبوۃ وارفع بہ من الضعۃ فخرجا تطوی لہما الارض حتی سبقا بخت نصر فلقیا عدنان قد تلقاھما فطویاہ الی معدٍ ولمعدٍ یومئذ اثنتا عشرۃ سنۃً فحملہ برخیا علی البراق وردف خلفہ فانتھیا الی حران من ساعتھما وطویت لارمیا الارض فاصبح بحران فالتقی عدنان وبخت نصر بذات عرق فھزم بخت نصر عدنان۔ اھ

تو عدنان معاصر بخت نصر ہے اور بخت نصر بن نابو بولصر بادشاہ بابل کی وفات ۵۶۱ھ قبل میلاد عیسیٰ علیہ السلام میں ہوئی۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۵۱۔ یہ محققین وزمانہ حال کے مستشرقین کی رائے ہے اور بعض مؤرخین کے نزدیک بخت نصر عیسیٰ علیہ السلام کا معاصر بلکہ ان سے کچھ مؤخر ہے۔

عکاظ۔ آیت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم کی شرح میں مذکور ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل تصنیف ہے مسمّی بہ غایۃ الطلب فی أسواق العرب اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مقام عکاظ میں ایک بڑا بازار اور میلہ لگتا تھا۔ اسے عرب سوق عکاظ کہتے تھے۔ جزیرۂ عرب میں اسی طرح کئی بازار لگتے تھے جن میں مختلف قبائل تجارت اور دیگر کئی مقاصد کے لیے شرکت کرتے تھے۔ یہ بازار عربوں کی تجارت اور شان وشوکت کے مظہر ہوتے تھے۔ ان میں سب سے بڑا سوق عکاظ تھا۔ یہ درحقیقت ایک بڑا میلہ ہوتا تھا جس میں قبائل مختلف اغراض کے لیے کثرت سے شرکت کرتے تھے بعض کا مقصد تجارت ہوتا اور شعراء اپنے اشعار کی تشہیر کرانے کی غرض سے آتے تھے۔

عکاظ میں جلسے منعقد ہوتے تھے جن میں ہر قبیلہ والے اپنے شعراء پیش کرتے تھے۔ شعراء اپنے اشعار میں اپنی بڑائی اور اپنے آباء وقبیلہ کے مناقب ومفاخر بیان کرتے تھے۔ پھر ان اشعار پر تنقید یا تحسین وداد کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ کسی قبیلہ کے مفاخر وخوبیوں کے اظہار کے لیے شعر سب سے مؤثر اور عظیم ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اس واسطے ہر قبیلہ اپنے شاعر کی بادشاہ کی طرح تعظیم کرتا تھا۔ شاعر بے تاج بادشاہ ہوتا تھا۔

سبع معلقات مشہور قصائد اسی بازار عکاظ میں عظیم فصاحت وسلاست وبلاغت کی وجہ سے بازار کے خاص حصے میں لٹکائے گئے تھے۔ بازار عکاظ والوں کا انتخاب آج بھی مسلّم ہے اور آج تک یہ سبع قصائد

ابلغ و افصح و احسن شمار ہوتے ہیں۔

اسی طرح خطبا، وفصحا، عرب اپنے خطبوں میں اپنے قبائل کی تعریف کرتے ہوئے اپنی فصاحت و بلاغت پر اتراتے تھے۔ چنانچہ ان جلسوں میں خطیبوں کے مقابلے بھی ہوتے تھے۔ تاہم نثر کے مقابلے میں نظم کا چرچا زیادہ تھا۔ سوقِ عکاظ خصوصًا اور دیگر بازار عمومًا لغتِ عربیہ کی فصاحت و بلاغت کی تہذیب و تنقیح و عظمت کا منبع تھے۔

دائرۃ المعارف لفرید وجدی ج ۶ ص ۵۳۵ میں ہے عکاظ نخل بقرب الطائف فکانت قبائل العرب تقصدھا لانھا فی طریقھا الی الحج فیجتمعون منہ فی مکان یقال لہ الابتداء فتعمر اسواقہم بالناس فینتھز الشعراء ھذہ الفرصۃ فیعرضون ماقالوہ من نُخَبِ قصائدھم علی نَقَدَۃِ القریض ھناك ویکون لذلك احتفالٌ حافل یشھدہ الجماھیر فتشیع قصائدھم شیوعًا تامًّا و یترنّم بھا الرکبان فی کل صقع و فی ذلك غایۃ مایتمنّاہ شاعر لشعرہ۔

ولقد کان لھذہ السوق العظیمۃ وغیرھا من اسواق العرب تأثیر کبیر فی تھذیب اللغۃ العربیۃ فان کل شاعر و خطیب کان یفضی باحسن ما فتح اللہ بہ علیہ من المعانی العالیۃ فی العبارات الجزلۃ المتخلۃ فیتلقفھا السامعون ویدخلونھا الی کلامھم ویلفظون ماسواھا من وحشی الکلمات ومتنافر التراکیب و فی ذلك من اثر التھذیب اللغوی مالا یستھان بہ وکانت قریش لقربھا من تلك السوق (سوق عکاظ) اسبق القبائل لالتقاط کل معنی حسن و لفظ جزل وعبارۃ شاردۃ فنسب الیھا التھذیب الاخیر للغۃ و استأھلت الشرف العظیم بنزول القرآن الکریم بلغتھا واعتبرت لھجتھا اخلص لھجات العرب من التعقید و التنافر انتہٰی۔

وقال فی المفصّل ج ۷ ص ۳۷۷ واشھر الاسواق واعرفھا سوق عکاظ وھی سوقُ تجارۃٍ وسیاسۃٍ وادبٍ فیھا کان یخطب کل خطیب مصقع و فیھا علّقت القصائد السبع الشھیرۃ افتخارًا بفصاحتھا علی کل من یحضر الموسم من شعراء القبائل علی مایذکرہ بعض اھل الاخبار وفیہ ص ۳۸۱ ویظھر من الروایات ان حظّ المفاخرۃ والمباھاۃ والتمدّح والذمّ لم یکن باقلّ من حظ البیع والشراء فی سوق عکاظ فقد کان الشعراء یعرضون اجود واحدث ماعندھم من شعر علی الحاضرین وکان کثیر من الحاضرین انما یفدون الیھا للوقوف علی احدث مایقال من صنوف الشعر وھو صنف رائج اکثر من رواج النثر بالطبع لمافیہ من ایقاع وموسیقی ووزن وسھولۃ فی الحفظ واثر فی النفس لذلك کان للشاعر فی ھذہ السوق مکانۃ تزید کثیرًا علی مکانۃ التاجر فیھا لما للشعر من اثر فی الحیاۃ العامۃ لمجتمع ذلك الیوم۔

ویقال ان الشاعر الشھیر النابغۃ الذبیانی کان یحضر سوق عکاظ فتضرب لہ قبۃ من ادم یجلس تحتھا فیفد الیہ الشعراء من یرید ان یفتخر بشعرہ علی غیرہ لینشد امامہ شعرہ فیحکم علی شعرہ برأیہ لما رأیہ من

اثر فی الناس وکان الشاعران الاعشی وحسان بن ثابت ممن احتکما الیہ وکذلک الشاعرۃ الخنساء اھ۔
راجع الاغانی ج ۹ ص ۱۵۶ وشعراء النصرانیۃ ج ۵ ص ۶۳۰ وتاج العروس ج ۵ ص ۲۵۴ واللسان ج ۹ ص ۲۴۷ و البلدان ج ۶ ص ۲۰۳ وابن خلدون ص ۶۳۲

بازار عکاظ کے محل وقوع و زمانۂ انعقاد میں متعدد اقوال ہیں۔ مؤرخ ابن حبیب محبّر میں لکھتے ہیں کہ عکاظ عرفات کے قریب ہے۔ قال وعکاظ باعلی نجد قریبًا من عرفات اھ محبر ص ۲۶۷ بعض مؤرخین کی رائے ہیں عکاظ ایک نخلستان (نخل) کا نام ہے۔ جو طائف سے ایک رات اور مکہ مکرمہ سے تین رات کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسی مقام پر یہ میلہ لگتا تھا۔

کتاب مفصل فی تاریخ العرب ج ۷، ص ۳۷۸ میں ہے وذکر ان عکاظ نخل فی واد بینہ وبین الطائف لیلۃ وبینہ وبین مکۃ ثلاث لیال وبہ کانت تقام سوق العرب وقیل عکاظ ماء ما بین نخلۃ والطائف الی بلد یقال لہ الفتق کانت موسمًا من مواسم الجاھلیۃ تقوم ھلال ذی القعدۃ وتستمر عشرین یومًا وکانت تجتمع فیہ قبائل العرب فیتعاکظون ای یتفاخرون ویتناشدون ما احدثوا من الاشعار یقیمون علی ذلک شھرًا یتبایعون ثم یتفرقون فلما جاء الاسلام ھدم ذلک انتھی۔ راجع تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۴ وفی المفصل وان للباحثین فی موضع سوق عکاظ آراء متباینۃ فیہ ولا زالت ھذہ الآراء متباینۃ حتی الیوم اھ۔
راجع لسان العرب ج ۷، ص ۲۴۷۔ البکری ج ۴ ص ۹۶۱ القاموس ج ۲ ص ۳۹۶ تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۵ مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳ شرح دیوان الحماسۃ ج ۳ ص ۱۵۱۳ اخبار مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۱۲۳ قال فی اخبار مکۃ وعکاظ وراء قرن المنازل بمرحلۃ علی طریق صنعاء فی عمل الطائف علی برید منھا وھی سوق لقیس بن عیلان وثقیف وارضھا لنصر اھ

سوق عکاظ کا انعقاد ہر سال ۱۵ ذوقعدہ سے آخر ذوقعدہ تک ہوتا تھا۔ محبر۔ ص ۲۶۷ میں ہے کہ سوق رابیہ وسوق عکاظ دونوں ایک ہی دن یعنی نصف ذی قعدہ سے شروع ہوتے تھے۔ رابیہ مکہ مکرمہ سے بہت دور ایک مقام کا نام ہے۔ رابیہ تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ قال فی المحبر وکانتا ای سوق عکاظ ورابیہ تقومان فی یوم واحد للنصف من ذی القعدۃ الی آخر الشھر وکانت عکاظ من اعظم اسواق العرب وکانت قریش تنزلھا وھوازن وطوائف من افناء العرب اھ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ سوق عکاظ یکم ذی قعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا قال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص ۱۲۱ فاذا کان الحج فی الشھر الذی یسمونہ ذا الحجۃ خرج الناس الی مواسمھم فیصبحون بعکاظ یوم ھلال ذی القعدۃ فیقیمون بہ عشرین لیلۃ تقوم فیھا اسواقھم بعکاظ والناس علی مداعیھم ورایاتھم منحازین فی المنازل تضبط کل قبیلۃ اشرافھا وقادتھا فاذا مضت العشرون انصرفوا الی مجنۃ

فاقاموا بها عشراً اسواقہم قائمۃ فاذا رأوا ھلال ذی الحجۃ انصرفوا الی ذی المجاز فاقاموا بہا ثمان لیال اسواقھم قائمۃ ثم یخرجون یوم الترویۃ من ذی المجاز الی عرفۃ فیتروّون ذلک الیوم من الماء لانہ لا ماء بعرفۃ ولا بالمزدلفۃ یومئذٍ وکان یوم الترویۃ اٰخر اسواقہم انتھی۔

تفصیل کے لیے دیکھیے مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳۔ قاموس ج ۲ ص ۳۹۶۔ صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۱۰۔ البلدان ج ۳ ص ۷۰۴۔ الازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۵۔ الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶۔ المفصّل ج ۷ ص ۳۷۸۔

بعض علماء کے نزدیک یہ بازار شوال میں لگتا تھا محققین کی رائے میں یہ قول خطا ہے۔ بلوغ الارب ج ۱ ص ۲۷۰ پر ہے وکانت تقوم ھذہ السوق فی قول اوّل ذی القعدۃ الی عشرین منہ ثم یتوجّھون الی مکۃ فیقفون بعرفات ویقضون مناسک الحج ثم یرجعون الی اوطانہم وفی قول اٰخرانہم کانوا یقیمون بہ جمیع شوال الی غیر ذلک من الاقوال المختلفۃ ولعل ذلک لاختلاف العادۃ فی السنین او لاختلاف القبائل فی الاقامۃ فی ھذا الموسم والذی علیہ صاحب قبائل العرب انہم کانوا یقیمون فی ھذہ السوق من نصف ذی القعدۃ الی اٰخرہ انتہی۔

وفی المفصّل وغیرہ وھم یخطّئون رأی مَن یذھب الی انّ انعقاد السوق کان فی شھر شوّال وحجتہم ان انعقاد السوق کان فی الشھر الحرام لیراعی الناس حرمۃ تلک الایام فلا یعتدون علی من یقصد السوق وشھر شوال لا یدخل فی جملۃ اشھر الحرم ویستدلون بدلیل اٰخر ھو تقاتل بعض العرب فی ایام عکاظ فانہم اطلقوا علی تلک الحروب والایام ایام الفجار وھی اربعۃ ایام یوم شمطہ ویوم العبلاء ویوم الحریرۃ ویوم شرب وھذہ الاسماء اسماء اماکن فی عکاظ وما کان العرب لیطلقوا علی تلک الایام ایام الفجار لو لم تکن قد وقعت ھذہ الایام والحروب فی شھر الحرام انتہی بتصرف۔

ملاحظہ ہوں الاغانی ج ۹ ص ۱۷۶، ج ۱۰ ص ۹۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۳۷۷۔ الکامل لابن الاثیر ج ۱ ص ۳۵۸۔ المفصل ج ۷ ص ۳۷۸۔

عرب کے عام بازاروں میں بازار کے نگراں اور منتولّی تاجروں سے باقاعدہ ٹیکس اور کسٹم وصول کرتے تھے۔ جسے عربی میں عشور کہتے ہیں۔ اسی طرح بازاروں تک پہنچنے اور واپسی کے لیے خفارہ کی ضرورت ہوتی تھی خفارہ کے معنی ہیں حفاظت کی ذمہ داری۔ راستے میں متعدد قبائل شرکاء کی حفاظت اور بخیریت پہنچنے کی ذمہ داری لیتے تھے۔ تاکہ چوروں اور ڈاکوؤں سے وہ شرکاء محفوظ رہیں۔ اس کے برخلاف سوق عکاظ میں نہ عشور تھے اور نہ خفارہ کی ضرورت۔ یہ محفوظ مقام تھا اور اشہر حرم کی وجہ سے کسی کا خطرہ نہیں تھا۔ عکاظ میں ہر قسم کی تجارت ہوتی تھی۔ یعنی چمڑے، غلّہ، کپڑوں، جانوروں اور غلاموں، باندیوں وغیرہ مختلف اشیاء کی خرید و فروخت ہوتی تھی

چمڑے کی تجارت اس میں بہت زیادہ ہوتی تھی۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی زید بن حارثہؓ کو اسی سوق عکاظ میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خریدا گیا تھا۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زیدؓ نبی علیہ السلام کو ہبۃً دے دیا۔ قال ابن قتیبۃ فی المعارف ص۶۳ ثم ان خدیجۃ ملکت زید بن حارثۃ اشتراہ لہا حکیم بن حزام بسوق عکاظ باربعمائۃ درھم فسألہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تھب لہ زیدًا وذلک بعد اَن تزوّجہا فوھبتہ لہ فاعتقہ وزوّجہ اُمّ ایمن فولدت لہ اُسامۃ بن زید اھ۔ اخبار مکہ ج اص ۱۲۵ پر ازرقی لکھتے ہیں۔ و کانوا یرون ان افجر الفجور العمرۃ فی اشھر الحج تقول قریش وغیرھا من العرب لاتحضروا سوق عکاظ ومجنّۃ وذی المجاز الا محرمین بالحج وکانوا یعظمون ان یأتوا شیئًا من المحارم او یعدو بعضھم علی بعض فی الاشھر الحرم وفی الحرم۔
عکاظ کے اس بازار اور میلے کے انعقاد و اجراء کی ابتداء واقعۂ فیل کے پندرہ سال بعد ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ قال فی المفصّل ولو اخذنا بھذہ الروایۃ نکون قد جعلنا مبدأ ھذا السوق ۵۸۵ء او ۵۸۶ء للمیلاد تقریبًا ای ان تاریخ عکاظ لم یکن بعید عھدٍ عن الاسلام فھو قبلہ بنحو ربع قرن وقد اُقیمت وعمر الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰنذاک ۱۵ سنۃً ویذھب الناس بعد سوق عکاظ الی سوق اخرٰی ھی سوق مجنّۃ فیقیمون بہا عشرۃ ایام فاذا رأوا ھلال ذی الحجۃ فی نہایۃ ھذہ الایام العشرۃ قصدوا سوق ذی المجاز وھی سوق جاھلیۃ فیقیمون فیہا ثمانیۃ ایام یبیعون و یشترون ثم یخرجون یوم الترویۃ من ذی المجاز الی عرفۃ اھ۔
بعض محققین کی رائے میں سوق عکاظ کی ابتداء ۵۴۰ء میں ہوئی اور ظہور اسلام کے بعد ۱۲۹ھ تک ہر سال باقاعدہ اس کا انعقاد ہوتا رہا۔ ۱۲۹ھ میں خوارج کے خوف سے یا ان کے حملے اور لوٹنے کے بعد یہ ختم ہوا اور پھر کبھی اس کا اجراء نہ ہوسکا۔ دائرۃ المعارف میں ہے عُکاظ اشھر اسواق العرب فی الجاھلیّۃ واعظمھا اتّخذت سوقًا بعد عام الفیل بخمس عشرۃ سنۃ ای سنۃ ۵۴۰ء للمیلاد ثم بقیت فی الاسلام الی ان نھبھا الخوارج الحروریّۃ حین خرجوا بمکۃ مع المختار بن عوف سنۃ ۱۲۹ للھجرۃ اھ۔
علامہ ازرقی لکھتے ہیں قال الکلبی وکانت ھذہ الاسواق بعکاظ ومجنّۃ وذی المجاز قائمۃ فی الاسلام حتی کان حدیثًا من الدھر فاما عکاظ فانما ترکت عام خرجت الحروریۃ بمکۃ مع ابی حمزۃ المختار بن عوف الازدی الاباضی فی سنہ ۱۲۹ھ خاف الناس ان ینھبوا وخافوا الفتنۃ فترکت حتی الاٰن ثم ترکت مجنّۃ وذو المجاز بعد ذلک واستغنوا بالاسواق بمکۃ وبمنٰی وبعرفۃ اھ راجع تاج العروس ج ۵ ص۲۵۴
وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کانت عکاظ ومجنّۃ وذو المجاز اسواقًا فی الجاھلیّۃ فلما کان

الاسلام تاثموا من التجارة فیہا فانزل الله لیس علیکم جناح فی مواسم الحج قرأ ابن عباس کذا۔ کذا فی ارشاد الساری ج ۴ ص ۳۷۔ وفی تفسیر الطبری قال ابن عباس کان ذو المجاز وعکاظ متجر الناس فی الجاہلیة فلما جاء الاسلام ترکوا ذلك حتی نزلت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم فی مواسم الحج۔ طبری ج ۲ ص ۱۶۴

سوق عکاظ کے انعقاد میں اگرچہ قریش کا بہت زیادہ دخل تھا۔ لیکن اس بازار و میلہ کے اصل سرپرست و نگرانِ اعلیٰ بنو تمیم تھے۔ اس میلہ میں جھگڑوں اور خصومات کے فیصلے بنو تمیم کا رئیس اعلیٰ کرتا تھا۔ اسی طرح تجارت کی بعض اشیاء کے نرخ میں جب نزاع پیدا ہوتا تو بنی تمیم کا رئیس ہی نرخ طے کرتا تھا۔ بنو تمیم کے رئیس کی یہ عدالت بڑی محترم و بارعب ہوتی تھی اور سب شرکاء عکاظ اس کی تعظیم کرتے اور اس کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے۔

قال فی صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۱۰ والمفصل ج ۷ ص ۳۸۳ کانت فی ہذہ الاسواق مجتمعات تعقد فیہا العقود والمعاہدات والاتفاقات القبلیة والعائلیة ومواضع یعلن فیہا عن التبنی وعن الخلع ای خلع الافراد لجرائم یرتکبونہا ویجب ان لا ننظر الی ہذہ الاسواق نظرتنا الی السوق بالمعنی المفہوم من ہذہ اللفظة فی الوقت الحاضر فقد کانت اسواق الجاہلیة اوسع مجالاً من ذلك بکثیر کانت مجامع لاہل اللسان من شعراء ومن خطباء من مرموقین معروفین ومن مغمورین طلاب شہرة وہی ساحات محاکم یجلس فیہا المتخاصمون للاستماع الی قرار حاکم مہاب محترم وقد کانت الحکومة فی ہذہ السوق الی بنی تمیم وکان آخر من حکم منہم بہا الاقرع بن حابس التمیمی الصحابی رضی الله عنہ۔ انتہی بتصرف۔

سوق عکاظ میں وعظ و تبلیغ و اصلاح معاشرہ وغیرہ مقاصد کے لیے بڑے بڑے معزز و بزرگ بھی تشریف لے جاتے تھے۔ مشہور مؤحد و واعظِ جاہلی قس بن ساعدہ بھی اسی بازار میں تشریف لے جاتے تھے اور وعظ کی مجلس منعقد کراتے ہوئے لوگوں کو توحید و آخرت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی سوق عکاظ و مجنہ و ذو المجاز وغیرہ مواسم میں دعوتِ اسلام کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ وقیل انہ علیہ السلام مکث سبع سنین یتبع الناس فی مواسمہم فی سوق عکاظ وکان فیمن دعاہم وکلمہم ودعاہم الی الاسلام بنو عامر بن صعصعة۔ البکری ج ۵ ص ۲۵۹ والبدایة لابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۱

قس بن ساعدہ بازار میں وعظ کرتے ہوئے اور نبی آخر الزمان کے آنے کی اطلاع دیتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان خاتم الانبیاء کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے اور عن قریب وہ ظاہر ہوں گے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں بازار عکاظ میں وعظ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تاہم ظہور اسلام سے قبل ہی قس وفات پاگئے۔

قالوا قس بن ساعدة اول من قال البینة علی المدعی والیمین علی من انکر واول من تألّہ من العرب ای ترك عبادة الاوثان واول من قال اما بعد واول من کتب من فلان الی فلان و

اوّل من اتكأ على عصا اوقوس اوسيف عند الخطبة۔ روى ابن عباس رضى الله عنهما قال ان قس بن ساعدة كان يخطب قومه بسوق عكاظ فقال سيأتيكم حق من هذا الوجه واشار بيده الى نحو مكة قالوا له و ماهذا الحق ؟ قال رجل ابلج احور من ولد لؤى بن غالب يدعوكم الى كلمة الاخلاص وعيشٍ ونعيمٍ لا ينفد ان فاذا دعاكم فاجيبوه ولو علمت أن أعيش الى مبعثه لكنتُ اوّل من يسعى اليه۔ قد رويت هذه القصة من طرق متعددة قال الحافظ ابن كثير هذه الطرق كلها على ضعفها كالمتعاضدة على اثبات اصل القصة وقال ابن حجر طرق هذا الحديث كلها ضعيفة۔

وعن ابن عباس رضى الله عنهما قال قدم وفد عبد القيس على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ايكم يعرف القسّ بن ساعدة الايادى قالوا كلنا يا رسول الله نعرفه قال فما فعل قالوا هلك قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما انساه بعكاظ على جمل احمر وهو يقول ايها الناس اجمعوا واسمعوا وعُوا من عاش مات ومن مات فات وكل ماهو اٰتٍ اٰت انّ فى السماء لخبرًا وانّ فى الارض لعبرًا مهادٌ موضوعٌ وسقفٌ مرفوعٌ ونجوم تمور وبحار لا تغور أقسم قسّ قسمًا حاتمًا لان كان فى الامر رضا ليكونن سخطًا ان لله دينًا هو احبُّ اليه من دينكم۔ الذى انتم عليه مالى ارى الناس يذهبون ولا يرجعون أرضوا بالمقام فقاموا أم تُرِكوا هنالك فناموا ثم قال صلى الله عليه وسلم ايكم يَروِى شعره فانشده عليه الصلاة والسلام

فى الذاهبينَ الاوّلـــينَ من القرون لنا بصائرْ
لما رأيتُ موارداً ... للموت ليس لها مصادِر
ورأيتُ قومى نحوهــا ... تسعى الاصاغرُ والاكابر
لا يرجِعِ المـاضى إلىّ ... ولا من الباقين غابر
أيقنتُ انّى لا محا ... لة حيث صار القوم صائرْ

راجع لتفصيل ترجمة قس رسالتى النجم السعد فى مباحث اما بعد وانسان العيون ج ۱ ص۱۹۶ والبداية لابن كثير۔ روى بعض الناس ان القسّ كان من اسباط العرب اى من ولد ولدهم شيخاً عمر سبعمائة سنة وقيل ستمائة سنة ادرك من الحواريين سمعان هذا والله اعلم۔

اسی سوق عکاظ کے سفر کے دوران جنّات نے نبی علیہ السلام کا قرآن سنا تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں وارد ہے۔ وفى الصحيحين عن ابن عباس رضى الله عنهما قال ماقرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم على الجن ولا راٰهم انطلق النبى صلى الله عليه وسلم فى طائفة من اصحابه عامدين الى سوق عكاظ وقد حيل بين الشياطين وخبر السماء فرجعتِ الشياطين الى قومهم فقالوا مالكم ؟ قالوا حيل بيننا وبين خبر السماء وأرسلت علينا الشهب فقالوا ماذاك الا من شئ حدث فاضربوا مشارق الارض ومغاربها

فالتقی الذین اخذ وانحو تهامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وہم بنخلة عامدین الی سوق عکاظ وهو صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باصحابہ صلاۃ الفجر فلما سمعوا القرآن انصتوا له وقالوا هذا الذی حال بیننا وبین خبر السماء ورجعوا الی قومهم فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یهدی الی الرشد۔ الآیتین۔

وهذا الذی ذکرہ ابن عباس رض اول ما کان من امر الجن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یکن النبی علیہ السلام رآهم اذ ذاک انما اوحی الیہ بما کان منهم۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال فی قوله تعالی و اذ صرفنا الیک نفرا الآیة قال کانوا سبعة من جن نصیبین فجعلهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسلا الی قومهم فعلم ان ابن عباس لم ینف کلامه صلی اللہ علیہ وسلم الاحیث استمعوا فی صلاۃ الفجر ولم یرد نفی الکلام بعد ذلک وقوله فجعلهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسلا الی قومهم دل علی انه کلمهم بعد ذلک ولهذا قالوا یا قومنا اجیبوا داعی اللہ فدل علی انهم اجتمعوا به صلی اللہ علیہ وسلم قبل عودهم الی قومهم۔

واخرج البیهقی باسنادہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنه قال هبطوا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو یقرأ القرآن ببطن نخلة فلما سمعوا قالوا انصتوا قالوا صه وکانوا تسعة احدهم زوبعة فانزل اللہ و اذ صرفنا الیک نفرا من الجن الی قوله مبین وفی الصحیحین من حدیث ابن مسعود انه صلی اللہ علیہ وسلم آذنته بهم شجرۃ۔

فائدہ۔ ارضِ عرب میں سوق عکاظ کے علاوہ کئی بازار لگا کرتے تھے۔ سوق عکاظ ومجنة وذوالمجاز کے علاوہ اکثر بازاروں کا نگران وسرپرست قبیلہ تاجروں سے ٹیکس (عشور) کسٹم وصول کرتا تھا۔ ہر بازار کا ضامن وذمہ دار ایک خاص قبیلہ ہوتا تھا جس کی کوشش سے وہ بازار کامیاب رہتا تھا۔ وہ ضامن قبیلہ ہی شرکاء بازار اور ان کے مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا تھا کیونکہ بازار کے اندر چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا تھا۔ اس ضامن قبیلہ کے رئیس کے کارندے بازار کے اندر اور ارد گرد حفاظت پر مامور ہوتے تھے تاہم بازار تک دور دراز علاقوں پر سے گزرنے کے لیے خفارہ کے بغیر پہنچنا مشکل تھا۔ اس واسطے راستہ میں واقع قبائل کی حفاظت ومدد سے یہ کام آسان ہو سکتا تھا۔

یعقوبی لکھتے ہیں کہ عرب کے مشہور بازار دس ہیں۔ قال الیعقوبی فی کتابه ج ۱ ص ۲۳۹ ان اسواق العرب کانت عشرۃ اسواق یجتمعون بها فی تجاراتهم ویجتمع فیها سائر الناس ویأمنون علی دمائهم واموالهم اھ وفی المفصل ج ۷ ص ۳۶۹ وتقع هذہ الاسواق فی مواضع مختلفة متناثرۃ من جزیرۃ العرب فهی اذن اسواق عربیة وهناک اسواق اخری قصدها العرب للاتجار فی مواسم فی اوقات مختلفة کانت خارج جزیرۃ العرب فی العراق او فی بلاد الشام او فی الحبشة اھ۔

ان اسواق کے احوال کے لیے دیکھیے بلوغ الارب ج ١ ص ٢٦٤۔ کتاب الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ٢ ص ١٦١۔ المفضلیات ص ٢٠٨۔ معجم البکری ج ٣ ص ٩٥٩۔ النقائض ج ١ ص ١٣٩۔ العقد الفرید ج ١٢ ص ١٦ و ج ١٥ ص ٢٤٠۔ الاغانی ج ١٤ ص ١٤٥۔ المحبر ص ٢٦٣۔ البیان والتبیین ج ٣ ص ١٠٠ الاغانی ج ١٤ ص ٢٣۔ ج ١١ ص ٦، ٨٢ ج ١٢ ص ١٦ ج ١٥ ص ٢٤٠۔ اُسد الغابۃ ج ٢ ص ٢٢٤۔

ان بازاروں کی حفاظت کرنے والے محرمون اور ان میں فساد کرنے والے اور ظلم و لُوٹ مار کرنے والے محلون کہلاتے تھے۔ قال الیعقوبی فی کتابہ ج ١ ص ٢٣٠ وکان فی العرب قوم یستحلون المظالم اذا حضروا هذه الاسواق فسموا المحلون وکان فیهم من ینکر ذلک وینصب نفسه لنصرة المظلوم والمنع من سفک الدماء فیسمون الذادة المحرمون واما المحلون فکانوا قبائل من اسد وطئ وبنی بکر وقوم من بنی عامر بن صعصعة واما الذادة المحرمون فکانوا من بنی عمرو بن تمیم وبنی حنظلة بن زید مناة وقوم من هذیل وقوم من بنی شیبان وقوم من بنی کلب بن وبرة فکانوا هؤلاء یلبسون السلاح لدفعهم عن الناس۔ انتہی۔ وراجع عقد الفرید ج ٢ ص ٢٠٦ والبیان والتبیین ج ٣ ص ١٠١

عرب کے مشہور بازاروں کے نام یہ ہیں ١۔ سوق دومۃ الجندل۔ ٢۔ سوق ہجر ٣ سوق عمان۔ ٤ سوق المشقر۔ ٥۔ سوق عدن ابین۔ ٦۔ سوق صنعاء۔ ٧ سوق حضرموت۔ ٨ سوق ذی المجاز۔ ٩ سوق مجنۃ۔ ١٠ سوق عکاظ۔ ١١ سوق جباشۃ۔ ١٢ سوق صحار۔ ١٣ سوق بدر۔ ١٤ سوق بنی قینقاع۔ ١٥ سوق الشحر۔ ١٦ سوق عنز۔
یہ تو عام بازار تھے۔ ان کے علاوہ بعض چھوٹے بازار بھی تھے جو کسی خاص قبیلہ سے متعلق ہوتے تھے۔

وقد ذکر بعض اهل الاخبار ان اسواق العرب الکبیرة کانت فی الجاهلیة ثلاث عشرة سوقًا واولها قیامًا دومة الجندل قاله المرزوقی فی الازمنة والامکنة ج ٢ ص ١٦١ راجع لبیانها الطبری ج ٢ ص ٢٢٦ صبح الاعشیٰ ج ١ ص ٤١٠ کتاب الصفة ص ١٧٩۔

تکمیل افادہ کی غرض سے ہم یہاں پر مذکورہ بالا بازاروں میں سے چند مشہور بازاروں کے مختصر احوال ذکر کرتے ہیں:۔

(الف) سوق دومۃ الجندل۔ یہ شام و حجاز کے مابین ایک مقام ہے۔ ہر سال یکم ربیع الاوّل کو اس کا انعقاد ہوتا تھا اور ١٥ دن تک زور شور کے ساتھ جاری رہتا۔ ویسے تھوڑا بہت ربیع الاول کے آخر تک جاری رہتا تھا۔ بنو کلب و جدیلۃ طی اس سوق کے جیران تھے۔ اس سوق کی تولیت و حکومت دو رئیسوں یعنی اُکید رعبادی ثم سکونی اور قُنافۃ الکلبی میں بدلتی رہتی تھی۔

قال فی المحبر ص ٢٦٣ فکان العبادیون اذا غلبوا ولیها اُکیدر واذا غلب الغسانیون ولّوها قُنافة وکانت غلبتهما ان الملکین کانا یتحاجیان فایما مَلِکٌ غلَب صاحِبه باخراج مایُلقی علیه ترکه والسوق فصنع فیها

ماشاء ولم يبع فيها احد شيئا الا باذنه حتى يبيع الملك كلما اراد بيعه مع ما يصل اليه من عشورها وكان لكلب فيها قن كثير فى بيوت الشعر فكانوا يكرهون فتياتهم على البغاء وكانوا اكثر العرب وكانت مبايعة العرب فيها القاء الحجارة وذلك انه كان ربما اجتمع على السلعة نفر يساومون بها صاحبها فايهم رضى القى حجرة فربما تفق فى السلعة رهط فلا يجدون بدا من ان يشتركوا وهم كارهون وربما اتفقوا فالقوا الحجارة جميعا اذا كانوا اعدوا على امر بينهم فوكسوا اصاحب السلعة اذا طابقوا عليه اه۔

عبارتِ محبر سے معلوم ہوا کہ سوق دومۃ جندل میں بیع القاء الحصاۃ والحجر رائج تھی۔ یہ وہ بیع ہے کہ جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا اور اسے ختم کر دیا۔ فروى مسلم عن ابى هريرةؓ قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر۔ قال النووى فى شرح صحيح مسلم ج ۲ ص ۲ واما بيع الحصاة ففيه ثلاث تأويلات احدها ان يقول بعتك من هذه الاثواب ما وقعت عليه الحصاة التى ارميها او بعتك من هذه الارض من هنا الى ما انتهت اليه هذه الحصاة۔ والثانى ان يقول بعتك على انك بالخيار الى ان ارمى بهذه الحصاة والثالث ان يجعلا نفس الرمى بالحصاة بيعا فيقول اذا رميت هذا الثوب بالحصاة فهو مبيع منك هكذا اه۔

قال فى المفصل ج ۷ ص ۳۷۱ وكان اكيدر صاحب دومة الجندل يرعى الناس ويقوم بامرهم اول يوم وتدوم سوقهم الى نصف الشهر وكان اكيدر يعشر الناس (*تعشیر کا معنی ہے ٹیکس لینا یا مال پر کسٹم وصول کرنا۔ بہرحال وہ شرکاء سوق سے کچھ مال وصول کرتا تھا*) وربما تولاها بنو كلب الذين يأتونها متأخرين فيتولونها وتدوم عند قدوم بنى كلب الى آخر الشهر ويتولون هم حينئذ تعشير الناس اه۔

راجع البلدان ج ۴ ص ۱۰۶، ج ۲ ص ۶۲۵ واليعقوبى ج ۱ ص ۲۲۶ وابن خلدون ج ص ۲۷۳

ويعرف البيع فيها ببيع الحصاة وهو نوع من انواع المقامرة ابطله الاسلام وكان مكس هذه السوق لمن يتولى الاشراف عليها ودومة الجندل فى غائط من الارض خمسة فراسخ ومن مغربه عين تثج فتسقى ما به من النخل والزرع ودومة ضاحية بين غائطها واسم حصنها مارد۔ كما فى تاج العروس ج ۸ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۵ وهو حصن قديم ورد ذكره فى الشعر الجاهلى وقد اكتسب شهرة كبيرة بين الجاهليين حتى ضربوا به وبالابلق حصن السموأل المثل فى العز والمنعة فقالوا "تمرد مارد وعز الابلق" قالوا قصدتهما الزباء فعجزت عن قتالهما فقالت تمرد مارد وعز الابلق وذهب مثلا لكل عزيز ممتنع۔ ودومة الجندل مفرق من مفارق الطرق مهم يقصده اصحاب القوافل الذاهبون الى العراق والى الشام وبالعكس لوجود العذب بها وهى اليوم يسمى الجوف فى المملكة السعودية۔

راجع المفصل ج ۷ ص ۳۷۲ و الازمنة والامكنة للمرزوقى ج ۲ ص ۱۶۱ ومراصد الاطلاع ج ۲ ص ۵۳۲ و

التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۸۹ والمسالك والممالك ص ۱۱۵ والکامل ج ۲ ص ۱۹۲
بعض بعید قبائل سوق دومۃ الجندل تک راستے میں واقع قبائل کی مدد و تعاون ہی سے جسے خفارہ کہتے ہیں پہنچ سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے بغیر تاجر و شرکاء سوق چوروں اور ڈاکوؤں کے خطرے کے پیشِ نظر شریکِ سوق نہیں ہوسکتے تھے۔ محبّر میں ہے وکان کل تاجر یخرج من الیمن والحجاز یتخفّر بقریش مادام فی بلاد مضر لان مضر لم تکن تعرض لتجار مضر ولا یھیجھم حلیف لمضریّ کان ذلك بینھم فکانت کلب لا یھیجھم لحلفھم بنی تمیم وطئ لا تھیجھم لحلفھم بنی اسد وکانت مضر تقول قضت عنا قریش مذمّۃ ما اورثنا اسمٰعیل علیہ السلام من الدین اھ

(ب) سوق المشقّر۔ یہ سوق مقام ہجر میں تھا۔ سوق دومۃ الجندل کے بعد لوگ اس بازار میں چلے جاتے تھے۔ سوقِ مشقّر یکم جمادی الآخرہ سے آخر ماہ تک پورے ایک مہینے جاری رہتا تھا۔ اس بازار میں اہل فارس بھی سمندر پار کر کے شریک ہوتے تھے۔ بنو عبد القیس و تمیم اس بازار کے جیران تھے۔ اس بازار کے بادشاہ و نگران بنو تمیم میں سے ہوتے تھے۔ ملوکِ فارس ہی نے یہاں پر مختلف قبائل کے اپنی طرف سے بادشاہ و رؤسا مقرر کیے تھے۔ بازار مشقّر کا انتظام بھی دومۃ الجندل کی طرح تھا یہاں کا رئیس تجار سے عشور وصول کرتا تھا۔ وکان من یؤمّھا من التجار یتخفرون بقریش لانھا لا توتی فی بلاد مضر وکان بیعھم فیھا الملامسۃ والھمھمۃ اما الملامسۃ فھی الایماء یؤمی بعضھم الی بعض فیتبایعون ولا یتکلمون حتی یتراضوا ایماءً واما الھمھمۃ فکیلا یحلف احدھم علی کذب ان زعم المشتری انہ قد بدا لہ۔ کذا فی المحبر۔

وفی المفصّل ویحمی المشقر حصن قدیم قویم یقال ورثہ امرؤ القیس وقد اشیر الیہ فی الشعر۔
یہ ایک مضبوط قلعہ تھا جس میں بادشاہِ فارس کی کچھ فوج رہتی تھی۔ اور غلّہ جمع کرنے کے گودام تھے جو بوقتِ ضرورت عرب میں وہ تقسیم کرتے تھے اور اسی قلعہ کے ذریعہ وہ اعراب کی شرارتوں سے مملکت فارس کی سرحدات کی حفاظت کرتے تھے۔

دیکھیے کتاب الیعقوبی ج ۱ ص ۲۲۶۔ معجم البکری ج ۴ ص ۱۱۹۳۔ الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص ۱۶۲۔ آثار البلاد و اخبار العباد ص ۷۳۔ مراصد الاطلاع ج ۳ ص ۱۲۷۵۔

فائدہ۔ بیع ملامسہ کو نبی علیہ السلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ ففی صحیح مسلم روی ابو ھریرۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الملامسۃ والمنابذۃ قال النووی فی شرحہ ج ۲ ص ۲ ولاصحابنا ثلاثۃ اوجہ فی تأویل الملامسۃ احدھا تاویل الشافعی وھو ان یأتی بثوب مطوی اوفی ظلمۃ فیلمسہ المستام فیقول صاحبہ بعتکہ بکذا بشرط ان یقوم لمسك مقام نظرك ولا خیار لك اذا رأیتہ والثانی ان یجعلا نفس اللمس بیعا فیقول اذا لمستہ فھو مبیع لك والثالث ان یبیعہ شیئا علی انہ متی لمسہ انقطع

خیار المجلس وغیرہ وھذا البیع باطل علی التاویلات کلھا اھ۔

(ج) سوق صُحار۔ یہ سوق عمان میں یکم رجب سے صرف پانچ دن تک قائم رہتا تھا۔ جلندی بن مستکبر اس کا متولی وحاکم تھا اور وہی اس بازار کے عشور وصول کرتا تھا۔ یہ سوقِ صُحار سوقِ مشقر کے فوراً بعد منعقد ہوتا تھا۔ کذا فی محبر۔ ص ۲۶۵۔ ویذکر بعض اهل الاخبار ان البیع فی سوق صحار هو بالقاء الحجارة۔ راجع الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶ الازمنة والامکنة ج ۲ ص ۱۶۳ المفصل ج ۷ ص ۳۷۶

(د) سوق دَبا۔ یہ عرب کا خاص سوق تھا۔ کیونکہ اس میں عرب کے علاوہ خارج عرب یعنی سندو ہندوچین واہل مشرق ومغرب کے تاجر بھی شرکت کرتے تھے۔ سوقِ دَبا سوق صحار کے بعد منعقد ہوتا تھا۔ یہ بازار ماہِ رجب کے آخری دن شروع ہوتا تھا قال فی المحبر وکان بیعهم فیها المساومة وکان الجلندی بن المستکبر یعشّرهم فیها وفی سوق صحار ویفعل فی ذلك فعل الملوك بغیرها اھ۔ ودبا احدی فرضتی العرب۔

(ہ) سوق الشحر شحر مهرة۔ سوق دبا کے بعد سوق شحر اس پہاڑ کے دامن میں منعقد ہوتا تھا جس میں بقولِ بعض اہل تاریخ ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ ولم تکن بها عشور لانها لیست بارضِ مملکةٍ وکانت التجار تخفّر فیها بنی محارب بن هرب من مهرة وکان قیامها للنصف من شعبان وکان بیعهم بها القاء الحجارة۔ کذا فی المحبر ص ۲۶۶ وکان غالب مایعرض فیها الادم والبزّ وسائر المرافق ویشترون بها الکندر والصبر ویقصدها تجار من البر والبحر۔

راجع الازمنة والامکنة ج ۲ ص ۱۶۳ والیعقوبی ج ۱ ص ۲۲۶ وتاج العروس ج ۶ ص ۲۹۳ والمفصل ج ۷ ص ۳۷۷

(و) سوق عدن۔ سوق شحر کے بعد سوق عدن یکم رمضان سے دس دن تک منعقد کیا جاتا تھا وکانوا لا یتخفّرون هنا باحد لانها ارض مملکةٍ وامرها محکم وکانت الابناء تعشّرهم بها ولا تشترون فی اسواقهم ولا تبیع والابناء ابناء الفرس الذین فتحوا الیمن مع وهرز وقتلوا الحبشة۔ کذا فی المحبر۔ واما ما قبل حکم الابناء فقد کان یعشر هذه السوق ملوك حمیر ثم من ملك الیمن من بعدهم واشهر مایباع فیها الطیب ولم یکن احد یحسن صنع الطیب من غیر العرب حتی ان تجار العرب ترجع بالطیب المعمول تفخر به فی السند والهند ویرحل به کذلك تجار البر الی فارس والروم۔

راجع الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶ والازمنة والامکنة ج ۲ ص ۱۶۵ والمفصل ج ۷ ص ۳۷۵

(ز) سوق صنعاء۔ سوق عدن کے بعد سوق صنعاء ۱۵ رمضان کو شروع ہوتا اور آخر رمضان تک جاری رہتا تھا۔ وکان بیعهم بها الجسّ جسّ الایدی انتهی مافی المحبر۔ وقد اشتهرت هذه السوق ببیع الخرز والادم والبرود وکانت تجلب الیها معافر والقطن والکتان والزعفران والاصباغ ویشترون بها من البر والحدید وحاصلات الیمن۔

راجع صبح الاعشی ج ۱ ص۴۱۰ والازمنۃ والامکنۃ ج ۵ ص۱۶۵ الیعقوبی ج ۱ ص۲۳۶
بیع جس ایدی کو بیع الملامسہ کہتے ہیں۔ بیع الملامسہ سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔
(ح) سوق الرابیہ۔ سوق رابیہ و عکاظ ایک ہی دن یعنی ۱۵ ذو القعدہ کو شروع ہوتے تھے۔ سوق عکاظ کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ رابیہ حضر موت یعنی یمن میں ایک مقام کا نام ہے۔ قال فی المحبر فاما الرابیۃ فلم یکن یصل الیہا احد الا بخفارۃ لانہا لم تکن ارض مملکۃ وکان من عز فیہا بز صاحبہ فکانت قریش تتخفر فیہا ببنی آکل المرار وسائر الناس یتخفرون بآل مسروق بن وائل من کندۃ اھ
(ط) سوق مجنۃ۔ سوق عکاظ بقول بعض یکم ذو قعدہ سے ۲۰ ذو قعدہ تک جاری رہتا تھا۔ پھر ۲۱ ذو قعدہ سے لوگ سوق مجنۃ میں چلے جاتے تھے۔ سوق مجنۃ دس دن تک قائم رہتا تھا۔ قال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص۱۲۳ ومجنۃ سوق باسفل مکۃ علی برید منہا وھی سوق لکنانۃ وارضہا من ارض کنانۃ وھی التی یقول فیہا بلال رضی اللہ عنہ بعد الھجرۃ ؎

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃً بفخٍ وحولی اذخرٌ وجلیلُ
وھل اردن یوماً میاہ مجنۃٍ وھل یبدون لی شامۃٌ وطفیلُ

وشامۃ وطفیل جبلان مشرفان علی مجنۃ انتہی۔
(ی) سوق ذو المجاز۔ سوق مجنۃ کے بعد یکم ذو الحجہ سے آٹھ دن تک جاری رہتا تھا۔ ذو المجاز ایک مقام کا نام ہے جو عرفات سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ذو المجاز سے ۸ ذو الحجہ کو لوگ تجارت بند کر کے حج کے لیے عرفات و منیٰ کی طرف چلے جاتے تھے۔
(یا) سوق حُباشۃ۔ یہ عرب کے مشہور و قدیم اسواق میں سے ہے۔ وھی سوق بتہامۃ یُتاجِر فیہا اھل الحجاز واھل الیمن وکان فی جملۃ من حضرھا وتاجر فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تقام فی شھر رجب وحباشۃ سوق اُخریٰ کانت لبنی قینقاع. کذا فی المفصل۔
وقال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص۱۲۳ وحباشۃ سوق الازد وھی فی دیار الاوصام من بارق من صدر قنونا وحلی من ناحیۃ الیمن وھی من مکۃ علی ست لیال وھی آخر سوق خربت من اسواق الجاھلیۃ وکان والی مکۃ یستعمل علیہا رجلاً یخرج معہ بجند فیقیمون بہا ثلاثۃ ایام من اول رجب متوالیۃ حتی قتلت الازدُ والیاً کان علیہا من غنی بعثہ داؤد بن عیسی بن موسی فی سنۃ ۱۹۷ھ فاشار فقہاء مکۃ علی داؤد بن عیسی بتخریبہا فخربہا وتُرکت الی الیوم وانما ترک ذکر حباشۃ مع ھذہ الاسواق لانہا لم تکن فی مواسم الحج ولا فی اشھرہ وانما کانت فی رجب انتہی۔
حباشہ بضم حا مہملہ ہے۔ یہ حباشہ ہی بڑا باعث تھا تصنیف یاقوت لکتاب معجم البلدان کا۔ کما صرح

به فی خطبته ومقدّمة کتابه ۔ اسی لفظ حباشہ پر یاقوت بن عبداللہ حموی اور ایک محدّث کے مابین مرو شاہجہاں شہر میں ایک مجلس علمی میں گفتگو ہوئی۔ یاقوت کہتا تھا کہ یہ بضم حاء ہے اور وہ محدث کہتے تھے کہ حاء مفتوح ہے۔ معجم البلدان ج ۱ صنا ۔

فارس۔ آیت وقلنا یاٰدم اسکن انت وزوجك الجنّة کے بیان میں مذکور ہے۔

فارس ایک وسیع مملکت کا نام تھا قدیم زمانہ میں جو موجودہ مملکت ایران سے کہیں زیادہ وسیع تھی۔ ایک طرف اس کی حدود مکران سے متصل تھیں دوسری طرف کرمان سے نیز عراق کا اکثر بلکہ تقریباً سارا حصہ ارض فارس میں داخل تھا۔ اور تقریباً سارا افغانستان بھی فارس کا حصہ شمار ہوتا تھا۔ لفظِ فارس عربی میں غیر منصرف ہے تانیث وعلمیت کی وجہ سے۔ یہ ایک شہر کا نام بھی تھا۔ فارس لفظ عربی ہے لیکن یہ دراصل فارسی لفظ ہے معرب پارس ہے تعریب کے بعد یہ فارس ہوا۔

ملک فارس کا اکثر حصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح ہوا۔ اس کی فتح کی ابتداء مشہور صاحب کرامات صحابی علاء حضرمیؓ نے کی تھی جو اولاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بحرین پر عامل تھے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کے بھی عامل رہے اسی پر۔ علاء حضرمیؓ نے فارس کے ایک جزیرے کو فارس کے قریب فتح کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کیونکہ ان کی اجازت کے بغیر یہ اقدام کیا تھا۔ وقال عمر غرّرت المسلمین وامره ان یلحق بسعد بن ابی وقاص بالکوفة فسار نحوه فلما بلغ ذا قارمات العلاء الحضرمیؓ۔

فائدہ۔ ارض فارس پر زمانۂ قدیم سے کئی خاندان حکمران رہے ہیں۔ ظہور اسلام کے وقت فارس پر ساسانیوں کی حکومت تھی۔ دولت بنی ساسان کا ہر بادشاہ کسریٰ کے لقب سے ملقب ہوتا تھا۔ ساسانی دولت وحکومت سے قبل فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ نہیں کہا جاتا تھا۔ حکومت ساسانی کا پہلا بادشاہ ازدشیر ہے اور یہ اردشیر بابکان کے نام سے مشہور ہے۔ یہی شخص دولتِ ساسانیہ کا مؤسّسِ اول ہے۔ اردشیر بابکان نے ۲۳۰ھ قبل میلاد المسیح علیہ السلام میں بڑی جنگ کے بعد حکومت حاصل کی اور اس طرح اکاسرہ کی حکومت قائم ہوئی اور پھر سیکڑوں برس اردشیر کے خاندان میں ہی حکومت چلتی رہی۔ تاآنکہ کسریٰ انوشیروان ۵۸۰ء میں حاکم ہوا۔ مشہور حکیم بزرجمہر اس کا وزیر تھا۔ نوشیروان کا عدل مشہور ہے۔ انوشیروان ۶۲۰ء میں فوت ہوا اور اسی کے زمانہ حکومت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا۔ اکاسرہ کا آخری بادشاہ یزدجرد ۳۱ھ میں خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل ہوا۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۵ ص۱۔

ملک فارس کی وجہ تسمیہ میں مؤرخین کہتے ہیں کہ فارس بن علم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ موسوم ہوا ہے۔ وقال ابن الکلبی سمیت بفارس بن مأسور بن سام بن نوحؑ ۔ وقال ابوبکر احمد

الحلواني سميت بفارس بن مدين بن إرم بن سام بن نوح عليه السلام۔ وقيل سميت بفارس بن طهمورث واليه ينسب الفرس لانهم من ولده وكان ملكاً عادلاً قريب العهد من طوفان نوح عليه السلام۔

فائدہ۔ شاہانِ ملکِ فارس کے احوال میں اس فقیر روحانی بازی کا ایک مختصر مگر جامع ومفید تاریخی رسالہ ہے جس کا نام ہے عبرۃ السائس باحوال ملوک فارس۔ عام فائدہ کی خاطر قدرے تصرف کے بعد اسے کتاب ہذا کا جزء بنانا اور یہاں پر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ رسالہ یہ ہے:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ملوک و شاہانِ فارس کے دو طبقے ہیں۔ اولٰی قدماء جنھیں کینیہ کہا جاتا ہے۔ ان کا آخری بادشاہ دارا تھا، جس کو سکندر نے قتل کرایا۔ عند البعض کینیہ سے پہلے ملوک فارس کا ایک طبقہ اور بھی تھا۔ سکندر نے حکومتِ کینیہ ختم کر دی۔ دوم متاخرین جو حکومت ساسانیہ و کسرویہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ حکومت، حکومتِ کینیہ کی طرح مدت طویل تک قائم رہی پھر مسلمانوں نے اسے ختم کر دیا۔ حکومت ساسانیہ کا بانی اور اول حاکم اردشیر ابن بابک شاہ تھا۔

اہل فارس قدیم تر قوم ہے۔ ان کے قدماء کی تاریخ مختلف فیہ و مجہول ہے۔ علماء و اصحاب تاریخ نے ان کے احوال اور ان کے حکمرانوں کے اسماء وکوائف ذکر کیے ہیں لیکن وہ احوال یقینی نہیں۔ اسی وجہ سے خود اصحاب تاریخ کے اقوال ان کے بارے میں باہم متضاد ہیں۔

قتلِ دارا کے بعد فارسی لوگ یونانیوں کے ماتحت ہو گئے۔ سکندر کی موت کے بعد مدت تک طوائف الملوکی رہی۔ چھوٹے چھوٹے علاقوں اور صوبوں کے گورنر مستقل بادشاہت کے مدعی بن گئے۔ یہ طوائف الملوکی سکندر کی موت کے بعد حسب قول نصاریٰ و اہل کتاب ۵۲۳ سال تک اور بقول مجوس ۲۶۶ سال تک جاری رہی۔ پھر اردشیر بن بابک شاہ نے بزور بازو طوائف الملوکی ختم کی اور متحدہ فارس کا حاکم و بادشاہ بن گیا اور شاہنشاہ سے موسوم ہوا۔ اس طرح ساسانی حکومت قائم ہوئی تا آنکہ اسلام نے اس کو ختم کر دیا۔ ساسانی دور کا آخری بادشاہ یزدجرد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قتل کیا گیا۔

اہل فارس کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا۔ کیومرث سے یزدجرد تک کی مدت میں مؤرخین کا بڑا اختلاف ہے۔ ابن سعید کتاب تاریخ الامم لعلیؒ بن حمزہ اصفہانی سے نقل کرتے ہیں کہ کیومرث سے یزدجرد (یزدگرد) تک کا زمانہ ۴۲۸۱ سال پر مشتمل ہے۔ ہر ساسانی بادشاہ کو کسریٰ کہا جاتا ہے۔ اس سے متقدم شاہانِ فارس کسریٰ سے ملقب نہیں ہوتے تھے۔ فارسیوں کا دعویٰ ہے کہ ہماری بادشاہی کا سلسلہ دنیا میں قدیم تر ہے۔ مؤرخینِ فارس کے دعوے کے مطابق ان کا اول بلکہ کل اولادِ آدم میں اول بادشاہ کیومرث (بالثاء و التاء کما قیل) ہے۔

قال فی لفظة العجلان ص۳۹ امۃ الفرس من اقدم امم العالم واشدھم قوۃ وآثاراً فی الارض و کانت لہم فی العالم دولتان عظیمتان طویلتان۔ الاولی منہما الکینیۃ وھی التی غلب علیہا الاسکندر والثانیۃ الساسانیۃ الکسرویۃ وھی التی غلب علیہا المسلمون واما قبل ھاتین الدولتین فبعید اخبارہ متعارضۃ ولاخلاف بین المحققین انہم من ولد سام بن نوح علیہ السلام وارض ایران ھی بلاد الفرس ولما عربت قیل لہا اعراق وقیل انہم من ولد ایران بن افریدون وھم ینسبون الفرس الی کیومرث و معناہ ابن الطین کانت ملوک الفرس من اعظم ملوک الارض فی قدیم الزمان۔

وھم اربع طبقات۔ الاولی یقال لہم الفیشدادیۃ ومعناھا اول سیرۃ العدل وعدتہا تسعۃ وھم اوشہنج وطھمورث وجمشید وبیوراسپ وھو الضحاک وافریدون بن اثفیان ومنوچہر وفراسیاب وزو وکرشاسف وھذہ الطبقۃ قدیمۃ وقد نقل فی مدۃ ملکہم وحروبہم امور یاباھا العقل و یمجہا السمع۔

والثانیۃ یقال لہم الکیانیۃ وھم الذین فی اول اسمائہم کی وھی لفظۃ التنویۃ قیل معناھا الروحانی وقیل الجبار وعدۃ الکیانیۃ تسعۃ ایضاً وھم کی کاؤس وکیخسرو وکیلھراسف، کی بشتاسف و کی اردشیر وبھمن وخمانی بنت اردشیر ودار الاول ودار الثانی وھو الذی قتلہ الاسکندر واستولی علی ملکہ۔

والثالثۃ۔ ھم بعض ملوک الطوائف ویقال لہذہ الطبقۃ الاشغانیۃ وعدتہم احد عشر۔

الرابعۃ ھم الاکاسرۃ لان کل واحد منہم یقال لہ کسری ویقال لہم ایضاً الساسانیۃ نسبتہ الی جدھم ساسان وملک منہم عدۃ من النساء واولہم اردشیر بن بابک واخرھم یزدجرد الذی قتل فی ایام عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ انتہی بحذف۔

علامہ محمد بن حبیب اخباری متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب محبر، ص ۳۹۲ پر لکھتے ہیں کہ جیومرت (کیومرث) جنس جن کا فرد تھا نہ کہ جنس انس کا اور جیومرت یعنی کیومرث جنات کا پہلا بادشاہ تھا۔ اس کے بعد جنوں کا بادشاہ طھمورث بن کیومرث بنا۔ اس کے بعد اوشینک (اوسہنج) بادشاہ ہوا۔ اوشینک یعنی اوسہنج کے زمانے میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ فبعض المجوس یقول ان آدم ابن شینک ولیس کلھم یقول ذلک۔ اور نوع انس میں پہلا بادشاہ جم شاذ بن یونجہان من ولد قابیل تھا۔ وکان جمشاذ یقطع الدنیا کل یوم کما تقطعہا الشمس یضحی بالمشرق ویمسی بالمغرب ملکہا والناس مائۃ نفس فیما بین نوح وآدم علیہما السلام والثانی بعدہ نمرود بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام ملکہا والناس عشرۃ الاف نفس والثالث ھو الضحاک بن قیس ذو الحیتین صدیق ابلیس ثم سلیمان بن داؤد علیہما السلام ثم ذو القرنین ھو ھرمس بن میطون بن

رومی بن لنطی بن کسلوحین بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام انتہی

قال العبد الضعیف الرحمانی انا لا اری صحۃ ما قال ابن حبیب من وجوہ ۔ منہا[1] عدم ثبوت ما ادّعی بدلیل شاف اذ من اخبرہ من ملوک الجنّ ولم یثبت ذلک بنصّ ۔ ومنہا[2] المشہور ان جیومرث واوسہنج من الانس لا من الجنّ ومنہا[3] ان قبل خلق آدم کانت الارض خالیۃ عن ملک الجن والملائکۃ اخلت عامۃ الارض عنہم وترکوھم فی الجبال والجزائر کما ثبت فی الآثار الصحیحۃ ولم یترک لہم احدًا برأس ویملک فکیف یصح قول ابن حبیب ان جیومرث واوشینک یعنی اوسہنج وطہمورث ملکوا الارض کلہا ۔ و منہا[4] ان اکثر المؤرخین صرّحوا بخلافہ وقالوا انّ اوّل ملک من البشر فی الارض غیرہم شاذ ۔ ومنہا[5] ان کون الناس الی نوح علیہ السلام مائۃ نفس بعید عقلًا کیف وعمر آدم علیہ السلام الف سنۃ وکان نوح علیہ السلام طویل العمر وھذہ المدۃ الطویلۃ توجب لعدد الکثیر من الانفس ۔ ومنہا[6] ان قصر اولاد آدم الی زمن نوح علیہ السلام فی مائۃ نفس خطأ نقلًا وخلاف ما صرح بہ الثقات من اھل التاریخ وقد اخرج الطبری فی تاریخہ باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لم یمت آدم حتی بلغ وُلدہ وُولد وُلدہ اربعین الفًا بنوذ ۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۹۴ ۔

مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۲۲۰ پر لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فارسیوں کے دعوے کے مطابق ان کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا ۔ کیومرث ایک مجہول شخص ہے ۔ اس کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں ۔ (۱) یہ اصلِ نوعِ انسانی ہے یعنی کیومرث آدم علیہ السلام کا نام ہے ۔ (۲) وہ ابنِ آدم یعنی ہابیل وقابیل کا بھائی ہے ۔ (۳) کیومرث کا نام اُمیم ہے ۔ وہو امیم بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ امیم سب سے پہلے ارضِ فارس میں آباد ہوا تھا ۔ (ایک چوتھا قول بھی ہے کہ وہ نوعِ جنّ میں سے تھا ۔ کما قدمنا من ابن حبیب النسّابۃ) ۔

آدم علیہ السلام سے تا کیومرث کوئی بادشاہ نہ تھا ۔ کیومرث بنی آدم میں پہلا بادشاہ ہے ۔ یہ اپنے زمانے میں بڑا محترم ومکرم شمار ہوتا تھا ۔ اس زمانے کے لوگوں نے دیکھا کہ انسانوں میں بغض وعناد ۔ جھگڑوں ۔ شرارتوں اور جنگ وجدال کا معاملہ حد سے بڑھ گیا ۔ طاقت ور کمزور کو ذلیل کرتا ہے ۔ ایک دوسرے کے حقوق ضائع کیے جاتے ہیں ۔ ان لوگوں کو یقین ہوگیا کہ صرف رعب وخوف کے ذریعہ سے ہی شریر کو شرارت سے روکا جاسکتا ہے ۔ یہ تو عالم کبیر یعنی نوع انسانی کا حال تھا ۔

پھر انہوں نے عالم کبیر کو عالم اصغر یعنی جسمِ انسانی پر قیاس کرکے بادشاہ کے وجود کو جو مرکزِ طاقت اور مرکزِ تدبیر ہو ضروری سمجھا ۔ تفصیلِ مقام یہ ہے کہ انہوں نے صورت وجسم انسان حسّاس ودرّاک پر غور کیا تو انھوں نے دیکھا کہ انسان کے مختلف افعال وگوناگون تصرفات وخواصِ ظاہریہ وباطنیہ کا ایک مرکز ہے ، جو

ان سب امور کا منبع ہے۔ اسی طرح انسان کے جملہ اعضاء آنکھ۔ کان۔ ناک۔ منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ ظاہری و باطنی محسوس وغیر محسوس ارکانِ بدن جسم کے اندر ایک مرکزی قوت سے مربوط ہیں۔ اس مرکزِ قوت و منبع تدبیر و انتظام کا نام دل ہے۔ دل تمام بدن اور جملہ اعضاء و اجزاء بدن کا بادشاہ و حاکمِ اعلیٰ و مدبر ہے۔ وہ مرکزِ قوت ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق ارکانِ بدن کو چلاتا اور روکتا ہے۔ باقی سب اعضاء دل کے تابع اور بمنزلہ رعایا و خدام ہیں۔ دل کے طفیل جسم انسانی کے یہ اعضاء باہم مربوط ہیں۔ اچھے اور برے راستے پر ڈالنے والا یہی دل ہے۔ بہرحال قلب بدن کا امیر و حاکم ہے۔ عالم اصغر کے حسین و قوی نظم و ضبط سے دانشورانِ اہلِ فارس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عالم کبیر و نوع انسانی کے انتظام و اصلاح کے لیے ایک مختار صاحب قوت حاکمِ اعلیٰ اور بادشاہ کی تقرری ناگزیر ہے۔

چنانچہ انہوں نے کیومرث سے قوم کا امیر و حاکم بننے کی درخواست کرتے ہوئے اپنی وفاداری و فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ کیومرث نے امارت و بادشاہت قبول کرتے ہوئے مجلس قوم میں جو خطبہ دیا اس کے چند قیمتی جملے یہ ہیں ان النعم لا تدوم الا بالشکر و انا نحمد اللہ علی آیادیہ و نشکرہ علی نعمہ و نرغب الیہ فی مزیدہ ونسألہ المعونۃ علی ما دفعنا الیہ وحسن الھدایۃ الی العدل الذی بہ یجتمع الشمل ویصفو العیش فثقوا بالعدل منا و انصفونا من انفسکم نوردکم الی افضل ما فی ھممکم والسلام۔

پھر کیومرث کے سر پر تاج رکھا گیا۔ وہ پہلا انسان ہے کہ جس کی تاج پوشی ہوئی۔ کیومرث نے آخر دم تک عدل و انصاف سے حکومت کی اور لوگ اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔

کیومرث پہلا شخص ہے جس نے کھانا کھاتے وقت خاموش رہنے کی تلقین کی وقال لتاخذ الطبیعۃ بقسطھا فیصلح البدن بما یرد الیہ من الغذاء وتسکن النفس عند ذلک فتدبر کل عضو من الاعضاء تدبیرا یؤدی الی ما فیہ صلاحہ من اخذ صفو الطعام فیکون الذی یرد الی الکبد وغیرہ من الاعضاء القابلۃ للغذاء ما یناسبھا وما فیہ صلاحھا فان الانسان متی شغل عن طعامہ بضرب من الضروب انصرف قسط من التدبیر وجزء من التغذی الی حیث انصباب الھمۃ ووقوع الاشتراک فاضر ذلک بالانفس الحیوانیۃ والقوی الانسانیۃ واذا کان ذلک ادی الی مفارقۃ النفس الناطقۃ لھذا الجسد المرئی وفی ذلک ترک للحکمۃ وخروج عن الصواب۔ کذا فی المروج۔ ج ۱ ص ۲۲۱

بعض ثقات یہ کہتے ہیں کہ بنی آدم کا پہلا حاکم و بادشاہ اوشہنج (اوشہنق) تھا۔ اوشہنج بطنِ حواء سے آدم علیہما السلام کا بیٹا ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ہے۔ قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۷۰ وکان بعضھم یزعم ان اوشھنج ھذا ھو ابن آدم علیہ السلام لصلبہ من حواء واما ھشام الکلبی فانہ فیما حدثت عنہ قال بلغنا واللہ اعلم ان اول ملک ملک الارض اوشھنق بن

عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام قال والفرس تدعیہ وتزعم انہ کان بعد وفاۃ آدم بمائتی سنۃ قال وانما کان ھذا الملک فیما بلغنا بعد نوح بمائتی سنۃ فصیرہ اھل فارس بعد آدم بمائتی سنۃ ولم یعرفوا ما کان قبل نوح ثم رد الطبری قول الکلبی ورجح القول الاول ۔ وقال ان ملک اوشہنج ھذا کان اربعین سنۃ ۔ مسعودی نے اوشہنج کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کیومرث کی اولاد یعنی نسل میں سے ہے اور کیومرث کے بعد بادشاہ بنا۔

سلسلۂ شاہان فُرس میں پانچواں بادشاہ ضحاک کے نام سے مشہور ہے۔ بقول مسعودی اس کا اصل نام بیوراسب بن ارواد سب بن رسنوران بن نیاداس بن طلح بن قروال بن ساہر فرس بن کیومرث ہے۔ یہ عجوبہ زمانہ شخص تھا۔ بعض کے نزدیک فرس میں سے تھا اور بعض کے نزدیک عرب میں سے تھا۔ یہ بڑا ساحر تھا۔ اقالیم سبعہ کا حکمراں تھا۔ بڑا جابر وسرکش وظالم تھا۔ ابونواس وغیرہ کی رائے میں وہ عرب یمن کا ایک فرد ہے۔ قالوا ھو الضحّاک بن علوان بن عبید بن عویج من الیمن۔ ضحاک نے اپنے بھائی سنان بن علوان کو حاکم مصر مقرر کیا تھا۔ سنان بن علوان فراعنہ مصر میں سے پہلا فرعون ہے۔ مصر میں ابراہیم علیہ السلام کی تشریف آوری کے وقت یہی فرعونِ مصر تھا اور اسی کے ساتھ حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ پیش آیا تھا۔ پھر اس نے ہاجرہ امّ اسماعیل علیہ السلام سارہ کو دی۔ یہ اہل یمن کا بیان ہے۔ مگر فُرس اس بیان کے منکر ہیں۔ کما فی تاریخ الطبری ج ا ص ۹۸

فُرس کہتے ہیں الضحّاک ھو الازدھاق وھو بیوراسب بن ارندا سب وقیل فی اسم ابیہ ارو ادسب وقیل انہ ماسب۔

قدیم اسماء کے تلفظ میں عموماً ایسا اختلاف نظر آتا ہے۔ علماء تاریخ بھی اس بارے میں مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری اس کتاب میں اسماء قدیمہ کا اس قسم کا اختلاف موجود ہے۔ مصنف اس میں معذور ہے۔

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ضحاک کا نام قرشت تھا۔ یہ جابر تھا اللہ تعالیٰ نے اسے مسخ کرکے اژدہا بنادیا جس کے سات سر تھے۔ کہتے ہیں کہ اب بھی اس کی صورت ومورتی شہر دباوند میں موجود ہے۔ اقالیم سبعہ کا مالک تھا۔ روی الطبری عن الامام الشعبی قال ابجد وھوز وحطی وکلمن وسعفص وقرشت کانوا ملوکاً جبابرۃ فتفکر قرشت یوماً فقال تبارک اللہ احسن الخالقین (ای جعل نفسہ احسن الخالقین فمسخہ اللہ فجعلہ اجدھاق (وھو معرب اژدہا۔ سانپ) ولہ سبعۃ ارؤس فھو ھذا الذی بد نباوندو ۔ جمیع اھل الاخبار من العرب والعجم تزعم انہ ملک الاقالیم کلھا وانہ کان ساحراً فاجراً، اھ ۔ ثم قال ملک الضحاک بعد جم فیما یزعمون الف سنۃ وسار بالجور وبسط یدہ فی القتل وکان اوّل من سنّ الصلب والقطع واول من وضع العشور (ای الخراج) وضرب الدراھم واوّل من تغنّی و

وغُنّی له اھ۔

وفی المروج ج ۱ ص ۲۲۴ انه کان ساحرًا وملك الاقالیم السبعة وکان ملکه الف سنة وبغی فی الارض وتمرد وانه مقید فی جبل دباوند بین الری وطبرستان اھ قیدہ افریدون وفی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۰۱ کان عمرہ الف سنة ومُلکه منها کان ستمائة سنة وقیل کان عمرہ ۱۱۰۰ سنة الی ان خرج علیه افریدون فقتله وزعم بعضهم ان نوحًا علیه السلام کان فی زمانه وانه ارسل الیه والی من فی مملکته۔

وقال الطبری ایضاً قبیل هذا ان الضحاك کان عاصیًا وانه غصب الارض واهلها بسحرہ و خبثه وهوّل علیهم بالحیّتین اللتین کانتا علی منکبیه فلقی الناس منه کل جهد وذبح الصبیانُ یقول البعض الذی کان علی منکبیه کان لحمتین طویلتین ناتئتین علی منکبیه کل واحد منهما کرأس الثعبان و انه کان بخبثه ومکرہ یسترهما بالثیاب ویقول للتهویل وترهیب الناس انهما حیّتان تقتضیانه الطعام وکانتا تتحرّکان تحت ثوبه اذا جاع کما یتحرّك العضو من الانسان عند التهابه بالجوع والغضب وکان الناس منه فی جهد شدید ویقال انه خرج فی منکبه سلعتان فکانتا تضربان علیه فیشتدّ علیه الوجع حتی یطلیهما بدماغ انسان فکان یقتل لذلك فی کل یوم رجلین ویطلی سلعتیه بدماغیهما فاذا فعل ذلك سکن مایجد۔

قال هشام بن محمد بلغنا ان افریدُن وکان مولدہ بدنباوند خرج حتی ورد منزل الضحّاك وهو عنه غائب بالهند فحوی علی منزله ومافیه فاقبل الضحّاك وقد سلبه الله قوّته فاوثقه افریدون و صیّرہ بجبال دنباوند فالعجم تزعم انه الی الیوم موثق فی الحدید یعذّب هناك وبعض المجوس تزعم انه جعله اسیرًا فی تلك الجبال موکلًا به قومٌ من الجن ومنهم من یقول انه قتله هذا ما فی تاریخ الطبری وفی کتاب اللقطة ص ۴۰ وغیرہ من الکتب ماحاصله ان اول من خرج علی الضحّاك رجل باصبهان اسمه کابی وکان حدّادًا فدعا الناس الی مجاهدة الضحّاك فی ۳۹۳ سنة من هبوط اٰدم علیه السلام وکان معه عصا فعلق باطرافها جرابًا کان عندہ ثم نصب ذلك العلم فاسرع الناس الی اجابته لما کانوا فی فنون الجور فلما غلب کابی علی الضحّاك تفاءل الناس بذلك العلم فعظموا امرہ وزادوا فیه حتی کان جمیع ملوك الفرس علمهم الاکبر الذی یتبرّکون به وسموہ درفش کابیان۔ فکانوا یظهرونه فی الامور العظام وقال هشام بعد ذکر قصة اخری لرفع العلم بلغنا ان هذا العلم کان جلد اسدٍ انه لم یزل محفوظاً عند ملوك فارس فی خزائنهم فالبسه ملوك فارس الذهب والدیباج تیمّنًا به طبری ج ۱ ص ۹۹ ثم بعد الفتح ملکوا علیهم افریدُن۔

فائدہ۔ اتخذت الفرس بامر افریدون یوم قتل افریدون الضحّاك اوحبسه فی جبل دباوند عیدًا ویوم نجاة من الاٰفات وسموا هذا العید عید المهرجان وکان ذلك فی شهر مهر ماہ مهروز ذکرہ الطبری

فی التاریخ ج ا ص۹۹ وللفرس عیدان مشهوران وبقیا حتی فی الاسلام عند بعض ملوك العراق وایران کانوا یظهرون فیهما المسرّات وهما مهرجان ونیروز (نوروز) امّا المهرجان فقد مرّ وجهُ تقریرہ۔

ومهر فی الفارسیۃ اسم الشمس قال القزوینی وذکروا ان فی هذا الیوم یوم مهرجان دحا الله الارض وجعل الاجساد قرار الارواح اھ ویوم مهرجان دائماً هو یوم ٢٢ سبتمبر اذ فی هذا الیوم تکون الشمس فی الاعتدال الخریفی ویعتدل اللیل والنهار فی جمیع العالم اذ مدار الشمس یسامت فیه خط الاستواء وبعد هذا الیوم تصیر الشمس الی البروج الجنوبیۃ وتکون فیها الی ستۃ اشهر ثم بعد ستۃ اشهر تصل الشمس الی الاعتدال الربیعی فی ٢١ من شهر مارس (مارچ) ویعتدل اللیل والنهار فی العالم لکون الشمس مسامتۃ لخط الاستواء ثم بعد ٢١ مارس تدخل الشمس فی البروج الشمالیۃ وتکون فیها الی نحو ستۃ اشهر ویوم ٢١ مارس هو یوم عید النیروز عند الفرس۔ نوروز معناہ فی الفارسیۃ الیوم الجدید وهو اول یوم من السنۃ الفارسیۃ والفرس زعموا ان الله فی هذا الیوم ادار الافلاك وسیّر الشمس والقمر والکواکب۔

وقد ذکرنا فی ترجمۃ جمشید بالدال المعجمۃ والمهملۃ وجہ بدء النیروز وذکرنا هنالك انهم کانوا یتزیّنون ویظهرون انواع الفرح فی النیروز الی ستۃ ایام فکان عیدهم الی ستۃ ایام۔ وکذلك مهرجانهم الی عدّۃ ایام بل قال البعض انهم کانوا یجعلون جمیع الشهر عیدًا باظهار انواع الزینۃ والفرح۔

قال فی المروج ج ٢ ص١٩٧ ان شهر تشرین الاول ٣١ یومًا وفیہ المهرجان وبین النیروز والمهرجان ١٦٩ یومًا وعند الفرس فی معنی المهرجان انہ کان لهم ملك فی قدیم الزمان من ملوك الفرس قد عمّ ظلمہ خواصّ الناس وعوامّهم وکان یسمّی مهر وکانت الشهور تسمّی باسماء الملوك فقیل مهرماہ ومعنی ماہ هو الشهر وان ذلك الملك طال عمرہ واشتدّت وطأتہ فمات فی النصف من هذا الشهر وهو مهرماہ فسمّی ذلك الیوم الذی مات فیہ مهرجان وتفسیرہ نفس مهر ذهبت وبعض اهل العراق وغیرهم من العجم یجعلون هذا الیوم اول یوم من الشتاء اھ بتصرف۔

وفی بعض کتب التاریخ ان زرادشت الذی تزعم الفرس انہ نبیّهم وجاء بکتاب ادّعاہ وحیًا من الله تعالی هو الذی رتّب لهم عیدین النیروز فی الاعتدال الربیعی والمهرجان فی الاعتدال الخریفی و کان زرادشت کما قیل فی ایام بشتاسف۔

مزید تفصیل مندرجہ ذیل نقشہ وجدول سے معلوم کی جاسکتی ہے:۔

هذا جدول ملوك فارس من بدء نوع الانسان الى ظهور الاسلام

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۱	کیومرث ۔ هو اوّل من ملك الارض وتُوّج بتاج قیل هو آدم وقیل ابن آدم وقیل من نسل نوح علیه السلام وقال ابن حبیب المؤرخ کان من الجنّ قبل آدم علیه السلام ۔	۴۰
۲	ثم اوشهنج[1] بن فروال بن سیامك بن یرنیق بن کیومرث وقیل هو اخ الکیومرث بن آدم کان ینزل الهند ۔	۴۰
۳	ثم طهمورث بن نوبجهان بن ارفخشذ بن اوشهنج کان ینزل سابور وظهر فی عهده بوداسف الذی احدث مذاهب الصابئة والفرس تزعم ان الله اعطی طهمورث لطاعته قوة وقال الکلبی اعطی من القوة ما خضع له ابلیس وشیاطینه وقیل انه ابتنی مدینة سابور ونزلها وانه وثب علی ابلیس فرکبه فطاف علیه فی جمیع الارض وانه اول من امر باتخاذ الکلاب لحفظ المواشی ۔	۳۰
۴	ثم جمشید[2] اخو طهمورث قیل کان فی زمنه الطوفان وقیل کان قبل الطوفان ۔ وهو اوّل من امر بغزل الابریسم والقطن	۹۰۰

[1] قال ابن حبیب کان من الجنّ ملك الارض کلها وحکی الطبری فی تاریخه ج۱ ص۸۲ انه اول من اقطع الشجر وبنی البناء واول من استخرج المعادن والحدید وانه بنی مدینة الریّ وانه قهر ابلیس وجنوده ومنعهم من الاختلاط بالناس وقتل مردتهم وملك الاقالیم کلها ۱۲

[2] وشید معناه عندهم الشعاع لقبوا به فقالوا جمشید لجماله واسمه الاصلی جم ملك ۶۰۰ سنة وقیل ۹۰۰ سنة وستة اشهر کما فی المروج ج۱ ص۲۲۳ وانه سخر الشیاطین علی ما زعمت الفرس وذللهم وامرهم بعمل الرخام والجص وصنعة النورة وامر بعجلة من زجاج فصعد فیها الشیاطین ورکبها واقبل علیها بمساعدة الشیاطین فی الهواء من بلده من دنباوند الی بابل فی یوم واحد وذلك فی یوم النیروز فاتخذ الناس للاعجوبة التی رأوه عید نوروز وامرهم باتخاذ ذلك الیوم وخمسة ایام بعده عیدًا وهو عید الفرس المسمی بالنیروز (نوروز) ودفع الله عنه وعنهم الحرّ والبرد والاسقام والهرم والحسد الی مدة طویلة ثم ان جمشید بطر وتکبر بعد ما کان مطیعًا لله خاضعًا له وجحد احسان الله واخبرهم

	اسماء الملوک وبعض احوالهم	مدۃ الملک بالسنین
۵	ثم بیوراسب بن اروادسب وھو الضحاک وھو الذی قتل جمشید۔	۱۰۰۰
۶	ثم افریدون بن اثقابان بن جمشید ملک الاقالیم السبعۃ وکانت دار مملکتہ بابل وھو اشہر ملوک الفرس۔	۵۰۰

جمشید انہ ولیہم وربہم والدافع عنہم بقوتہ الاسقام والھرم وغیرذلک فجاء النقص والھوان فی ملکہ بعد ما ادعی الربوبیۃ و وثب علیہ بیوراسب فغلبہ علی ملکہ وقتلہ۔ کذا ذکر الطبری ج ۱ ص۸۸۔

ف۳ وکان الضحاک ساحرًا ملک الاقالیم السبعۃ وفی اللقطۃ ص۶۱ انہ یقال لہ الدہاک ومعناہ عشر آفات فلما عرب قیل الضحاک وکان ابراھیم علیہ السلام فی اواخر ایام الضحاک واول ملک افریدون والفرس یجعلون الضحاک قبل الطوفان لانہم یعترفون بالطوفان وفی الطبری ج ۱ ص۹۹ قال بعض العلماء ان الضحاک ھو نمرود وھو الذی اراد احراق ابراھیم علیہ السلام ۱۲۔

ف۴ وفی زمنہ وزمن بیوراسب کان ابراھیم الخضر علیہما السلام کما فی الطبری ج ۱ ص۱۹۲ ویقال کان افریدون قبل ابراھیم الخلیل علیہ السلام بکثیر ویقال ان افریدون ھو نوح النبی علیہ السلام والصحیح انہ من ولد جمشید بینہما تسعۃ آباء وانہ الذی محا آثار ثمود وقیل ھو ذوالقرنین المذکور فی القرآن ویدل کلام الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص۱۹۳ ان ابراھیم وموسٰی والخضر علیہم السلام وفرعون مصر کلہم کانوا فی زمن بیوراسب و افریدون وللمؤرخین فی ذلک اختلاف کثیر وافریدون ھو الذی قتل الضحاک الذی کان اظلم الناس دجالا ساحرًا وقیل حبسہ وجعلوا یوم قتل الضحاک عیدًا سموہ المہرجان وقد تقدم بیانہ وبیان النیروز۔

وافریدون اول من تسمّٰی بکیّ ومعناہ التنزیہ ای مخلص متصل بالروحانیات وقیل معناہ البہاء لانہ کان یغشاہ نور من یوم قتل الضحاک وقیل معناہ مدرک الثار وفی تاریخ الطبری ج ۱ ص۱۰۱ قیل ان افریدون اول من سمی بالکیّۃ فقیل لہ کیّ افریدون وتفسیر الکیّۃ التنزیہ کما یقال روحانی یعنون بہ ان امرہ مخلص منزہ یتصل بالروحانیۃ وقیل ان معنی کی طالب الدخل وقیل معناہ البہاء وان البہاء یغشی افریدون حین قتل الضحاک۔

وکان افریدون رجلاً جسیمًا بہیًا مجربًا عادلاً فی ملکہ وکان طولہ تسعۃ ارماح کل رمح ثلاثۃ ابواع وعرض حجزتہ ثلاثۃ ارماح وعرض صدرہ اربعۃ ارماح۔

وکان لہ ثلاثۃ ابناء اسم الاکبر سرم والثانی طوج والثالث ایرج وھو اصغرہم وقسم الارض بینہم

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۷	ثم منوجهر (منوچهر) بن ایران بن افریدون وکان ینزل بابل دار مملکته قیل کان فی زمنه موسیٰ وهارون ویوشع علیهم السلام ۔	۱۴۸
۸	ثم سهم بن ابان بن اثقبان بن یوح بن منوجهر کانت دار مملکته بابل قاله المسعودی	۶۰

اثلاثا وجعل ایرج ملك العراق والهند والحجاز وجعله صاحب التاج والسریر وفوض الیه الولایة علی اخویه قیل وبه سمیت مملکة بابل وارضها وماحولها ایران فایران مصحف لفظة ایرج وقیل سمیت ارض بابل لهذا السبب ایران شهر قیل ان افریدون اول من نظر فی الطب والنجوم واول من ذلل الفیلة وامتطاها ونتج البغال واول من اتخذ الاوز والحمام ویقال ان الترك من اولاد افریدون فان الترك الذی تنسب الیه الاتراك کان ابن ارشسب بن طوج بن افریدون ویقال فی اشسب شهراسب ۔

۵۵ هو اول من خندق الخنادق وزعم البعض ان منوشهر هذا ابن منشخورین افریقیس بن اسحاق بن ابراهیم علیهما السلام انتقل الیه الملك بعد ان مضی ۱۹۲۲ سنة من عهد جیومرث ذکره الطبری والفرس ینکر هذا النسب ولا تعرف لها ملکا الا فی اولاد افریدون تملك منوجهر (منوشهر) ۱۲۰ سنة ثم وثب علیه ابن لابن طوج الترکی فنفاه عن العراق ۱۲ سنة ثم غلب علیه منوشهر وتملك بعد ذلك ۲۸ سنة فمدة جمیع ملکه ۱۴۸ سنة وکان ملك الیمن فی عهده الرائش بن قیس بن صیفی بن سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان ویقال ان موسی علیه السلام ظهر فی سنة ۶۰ من ملك منوشهر

قال الطبری وقد یزعم بعض المجوس ان افریدون وطئ ابنة لابنه ایرج یقال لها کوشك فولدت لافریدون جاریة اسمها فرکوشك ثم وطئ افریدون فرکوشك هذه فولدت لافریدون جاریة اسمها زوشك ثم وطئ افریدون زوشك فولدت لافریدون جاریة اسمها فرزوشك ثم وطئ افریدون فرزوشك هذه فولدت لافریدون جاریة اسمها بیتك ثم وطئ افریدون بیتك هذه فولدت لافریدون جاریة اسمها ایرك ثم وطئ افریدون ایرك هذه فولدت لافریدون جاریة اسمها ایزك ثم وطئ افریدون ایزك هذه فولدت لافریدون جاریة اسمها ویرك ثم وطئ افریدون ویرك هذه فولدت لافریدون ابنا اسمه منشجزفاغ وبنتا اسمها منشجزك ثم ان منشجزفاغ وطئ اخته منشجزك فولدت له ابنا اسمه منشخورو بنتا اسمها منشرارك ثم ان منشخورو وطئ اخته منشرارك هذه فولدت له منوشهر ای منوجهر وکان مولده بدنباوند وقیل بالری ۔

ثم ان منوشهر لما کبر صار الی جده افریدون فتوسم فیه افریدون الخیر وتوجه بتاجه ۱۲

	اسماء الملوک وبعض احوالھم	مدۃ الملک بالسنین
۹	ثم فراسیاب بن اطوج بن یاسر بن رامی بن ارس بن بوک بن ساساسب بن زیست بن نوح بن دوم بن سرور بن اطوج بن افریدون وکان عمرہ اربعمائۃ سنۃ۔	۱۲
۱۰	ثم زو بن طہماسب وقیل فی اسمہ زاب وقیل زاغ وکان محمود السیرۃ محسنا فی رعیتہ وھو الذی طرد فراسیات بن فشنج بن رستم بن ترک وترک ھذا جد سائر الترک الموجودین الیوم۔	۳
۱۱	ثم کیقباذ بن زاغ بن نوجیاہ بن میسو بن نوذر بن منوشھر قیل ان الملوک الکیبیۃ واولادھم من نسلہ۔	۱۰۰
۱۲	ثم کیقاوس بن کیبیۃ بن کیقباذ الملک قیل ان الشیاطین کانت مسخرۃ لہ عن امر سلیمان بن داؤد علیھما السلام۔	۱۵۰

۵۶ قیل بعد موت منوشھر (منوجھر) غلب علی مملکۃ فارس فراسیات (فراسیاب) بن فشنج بن رستم بن ترک فھو من الترک لا من الفرس وقیل ان فراسیات من نسل افریدون فھو من الفرس وقیل ان الترک کلھم من اولاد افریدون وکان فراسیات جائرا اجبارا اعظم جورہ وخرب ما کان عامرا من بلاد فارس دفن الانھار والقنی ولم یزل الناس منہ فی اعظم البلایا والفتن الی ان ظھر علیہ زو بن طہماسب من نسل منوجھر فطردہ زو الی ترکستان فعمر زو ما خرب وافسد ویوم طرد زو فراسیات اتخذہ الفرس عیدا ویوم سرور لما رفع اللہ عنھم شر فراسیات وجعلوہ الثالث من اعیادھم النوروز والمھرجان ۱۲

۵۷ کان کیقاوس فی زمن سلیمان علیہ السلام قیل بنی کیقاوس بلدۃ کبیرۃ بمساعی الشیاطین لھا سور من صفر وسور من شبہ وسور من نحاس وسور من فخار وسور من فضۃ وسور من ذھب وکانت الشیاطین بنوا ھذہ البلدۃ ما بین السماء والارض مع ما فیھا من الحیوانات والناس وکان کیقاوس لا یحدث ای لا یبول ولا یتغوط وھو یاکل ویشرب وکان منصورا مظفرا فی کل امر فلما رای عزۃ تجبر فغزا بلاد الیمن وعلی الیمن یومئذ ذو الاذعار بن ابرھۃ ذی المنار بن الرائش فظفر بکیقاوس وحبسہ فی بئر ثم جاء رستم واطلق کیقاوس۔ یقال لکیقاوس قابوس ایضا ۱۲

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۱۳	ثم کیخسرو بن سیاوخش بن کیقاوس قیل انه زهد بعد مدة فی الملك وتنسّك فغاب للعبادة فلا یدری این مات قیل ان سیاوخش والد کیخسرو بنی فی حیاة ابیه مدینة القندهار من ارض افغانستان وکیقاوس بنی مدینة کشمیر فی ارض الهند ولم یکن لکیخسرو عقب ۔	۶۰
۱۴	ثم لهراسف[۵۸] بن قنوج بن کیمس بن کیناسس بن کیناسة بن کیقباذ الملك و قد احسن و عدل فی الرعیّة و بنی بلدة بلخ ۔	۱۲۰
۱۵	ثم بشتاسب[۵۹] بن لهراسب وهو الذی اطلق سبایا بنی اسرائیل واساراهم و اذن لهم بالذهاب الی ارضهم بلاد الشام و فلسطین وعمارة بیت المقدس بعد ما خرّبها بخت نصر فعمروها۔	۱۵۰
۱۶	ثم بهمن بن اسفندیار بن بشتاسب کان دار مملکته بلخ ویقال له اردشیر بهمن بن اسفندیار وکان متواضعًا مرضیًّا یکتب فی کتبه من اردشیر عبد الله وخادم الله	

۵۸ وهو الذی غضب علی بنی اسرائیل وأهلکهم وشتّت شملهم حیث عیّن بخت نصر مرزبان بابل والعراق ومعنی مرزبان النائب والحاکم علی حصّة من الملك (ای گورنر) وکان اسمه بالفارسیّة بخترشه وهذا هو الاصحّ وقیل کان بخت نصر ملکًا مستقلًّا قال الطبری فی تاریخه ج ا ص۱۸ کان بختنصر فی زمان لهراسب وکان بختنصر اصبهذ (گورنر) ما بین الاهواز الی ارض الروم من غربی دجلة اه بحاصله و بختنصر هو الذی سبی بنی اسرائیل وقتلهم وخرّب بلادهم وکان ینزل بابل وکان فی زمانه ارمیا النبی علیه السلام الذی مکث فی نومه ۷۰ سنة او مکث ۱۰۰ سنة کما فی القرآن المجید قاله الطبری وقیل کان ذلك عزیر النبی علیه السلام وکان بختنصر بعد داؤد و قبل عیسی علیهما السلام ویورّخ کثیر من القدماء کبطلیموس صاحب المجسطی تاریخ الامم من عهد بختنصر وکانت نیابة بختنصر ۴۰ سنة وقیل عاش اکثر من ۳۰۰ سنة وکان فی خدمة لهراسب ثم فی خدمة بشتاسب بن لهراسب ثم فی خدمة بهمن ۱۲

۵۹ وفی زمنه انتبه ارمیاء او عزیر علیهما السلام من النوم بعد ۷۰ سنة او ۱۰۰ سنة فنظر الی بیت المقدس کیف تعمر ویُبنیٰ مسجدها وقال اعلم ان الله علی کل شیٔ قدیر وفی عهد بشتاسب وقیل اسمه یستاسف ظهر زرادشت الذی تزعم المجوس انه نبیّهم وکان زرادشت عند البعض من العلماء خادمًا لبعض تلامذة ارمیاء النبی علیه السلام

مدة الملك بالسنين	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
	السادس لاهم وهو ابو دارا الاکبر وابو ساسان ابی الملوك الساسانیة من الفرس المتأخرة	
۱۱۲	علی ماسیأتی توفی بهمن وله ابنان دارا الاکبر وساسان وبنت اسمها خمانی وقیل حمایة۔	
	ثم حمایة بنت بهمن بن اسفندیار کانت حسنة السیاسة قاله المسعودی وقال	۱۷
	الطبری اسمها خمانی وتلقّبت بشهرازاد وانما ملکت خمانی بعد ابیها لانها حملت من ابیها	
	فسألته ان یعقد التاج له فی بطنها ففعل ذلك بهمن فلما رأی ساسان ذلك وکان	
۳۰	کبیرًا حینئذ لحق باصطخر فتزهّد ولحق بالجبال یرعی الغنم ولذا قیل له الراعی۔	
	ثم اخوها وابنها ای دارا بن بهمن وکانت دار مملکته بابل وهو دارا الاکبر اخو	۱۸
	ساسان ابی الملوك الساسانیة وبعد ما کبر دارا حوّلت اخته وامّها خمانی التاج عن	
	راسها الیه وبنی هو مدینة بفارس سماها دارابجرد وکانت دار مملکته بابل کان ضابطا	
	لملکه قاهرًا لمن حوله من الملوك وکان معجبا بابنه دارا الاصغر ومن حبّ ایاه سمّاه باسم	
۱۲	نفسه وصیّر له الملك من بعده۔	
	ثم دارا الثانی الاصغر ابن دارا الاکبر ابن بهمن اساء السیرة فی رعیته وقتل رؤساءهم	۱۹
۱۴	وکان غرًّا جبّارًا حقودًا۔	

اثیرا عنده فکذب علیه فدعا علیه الله فبرص فلحق ببلاد اذربیجان فاظهر بها دین المجوسیة ثم توجه الی بشتاسب وهو ببلخ فاعجبه ودخل بشتاسب فی المجوسیة وقسر الناس علی الدخول فیه وقتل فی ذلك رعیته مقتلة عظیمة وکان قبل هذا علی دین الصابئین ۱۲

له وهو آخر سلسلة ملوك الفرس القدماء وقد ملّه اهل فارس واحبّوا الراحة منه غزا الاسکندر الرومی فلحق کثیر من اعلامهم بالاسکندر فالتقیا ببلاد الجزیرة وقیل بناحیة خراسان مما یلی الخزر فاقتتلا سنة قتالا شدیدا ثم ان دارا قتله اصحابه وتقربوا بذلك الی الاسکندر فقتل الاسکندر قاتلیه وقال هذا جزاء من اجترأ علی ملکه وکان الاسکندر امر باسر دارا وعدم قتله فلما اخبر بذلك ذهب الیه فوجده یجود بنفسه فوضع رأسه فی حجره وبکی علیه وقال سلنی حوائجك فسأله دارا ان یتزوّج ابنته روشنك ویقتل قاتلیه فوفی له الاسکندر وتزوّج بروشنك وبعد قتل دارا سهل لاسکندر التسلّط علی جمیع ملوك الدنیا وملك فارس والروم والشام ومصر وهدم کثیرًا من المدن والحصون وبیوت النیران فی فارس واحرق کتبهم ودواوین دارا

مدۃ الملک بالسنین	اسماء الملوک وبعض احوالهم	
۱۴	ثم الاسکندر بن فیلفوس المقدونی الیونانی الرومی کان نیلفوس ابوہ ملکا علی الیونانیین وکان من بلدۃ مقدونیۃ ۔	۲۰
۳۸	ثم بعد موت الاسکندر ملک کل قطر و ناحیۃ امراء الاسکندر وکان ابنہ صغیرًا وذکر الطبری ان اسم ابنہ الاسکندروس وانہ ابیٰ واختار النسک والعبادۃ فملکت الیونانیۃ علیھم بطلیموس ابن لوغوس وکان علی مصر والشام ونواحی المغرب ملکہ وکل من ملک ھذہ البلاد یسمّٰی بطلیموس وکان مُلکہ ۳۸ سنۃ ۔	
۲۹	ثم ابنہ اورغاطس	
۱۷	ثم بطلیموس ساطر	
۱۱	ثم بطلیموس الاحسندر	
۸	ثم بطلیموس الذی اختفی عن ملکہ	
۱۶	ثم بطلیموس دوسیوس	
۱۷	ثم بطلیموس قالوبطری ۔ وکل ھؤلاء من الیونانیین ۔	
۵	ثم ملک الشأم فیما ذکر الروم المصاص فکان اول من ملک منھم جایوس یولیوس ۔	
۵۶	ثم ملک الشأم اغوسطوس ولما مضی من ملکہ ۴۲ سنۃ ولد عیسٰی علیہ السلام و بین مولدہ وقیام الاسکندر ۳۰۳ سنۃ ۔	

ود فاتر علومھم وکان یعبد الاصنام ومعلّمہ ومشیرہ ارسطو الفیلسوف ۱۲

لہ وکان ابوہ یحمل الخراج الی ملک الفرس فلما ملک الاسکندر انکر عن اداء ذلک فوقعت الحرب بینہ وبین دارا و کان ما کان قیل کان یونانیًا وقیل رومیًا والطبری حکی کل ذلک وغزا الھند ووصل الی فنجاب اقلیم باکستان ثم رجع فمات بناحیۃ السواد فحمل الی الاسکندریۃ فی تابوت من ذھب وکان ملکہ ۱۴ سنۃً وقتل دارا کان فی اوّل السنۃ الثالثۃ من ملکہ وبنی اثنتی عشرۃ مدینۃ وسمّاھا کلھا اسکندریۃ منھا الاسکندریۃ بمصر ومنھا مدینۃ اصبھان ومدینۃ ھراۃ ومدینۃ مرو ومدینۃ سمرقند وقرر فی کل ناحیۃ من فارس وغیرھا نوّابًا لہ وخاطب کل واحد بالملک ونحو ذلک من الالقاب وکان مراد الاسکندر تشتیت کلمتھم وغلبۃ کل رئیس منھم علی ناحیتہ فینعدم نظام الملک والانقیاد الی ملک واحد علی الاسکندر لیرجع الامر الیہ وکان ذلک باشارۃ ارسطو معلّمہ ۱۲

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدۃ الملک بالسنین
۲۱	ثم نرجع الی ملوك الفرس فنقول لم يجتمع ملك فارس لاحد بعد الاسكندر وكان الزمان زمان ملوك الطوائف الی مدة ۵۲۳ سنة[۱۲] او اقل لا يخضعون لاحد .	۵۲۳
۲۲	ثم ملك[۱۳] الفرس كلها اردشير بن بابك بن ساسان قيل كان من الفرس من نسل بهمن ابن اسفنديار ای من نسل افريدن وكان من ملوك الطوائف .	۱۵ تقريبًا
۲۳	ثم كسری سابور بن اردشير كتب اليه ملك الروم بلغنی حسن سياستك لرعيتك وسلامة مملكتك وانی احببت ان اسلك طريقتك فكتب اليه سابور نلت ذلك بثمان خصال لم اهزل فی امر ولا نهی ولم اخلف وعدًا ولا وعيدًا قط وحاربت للغنی لا للهوی واجتلبت قلوب الناس ثقة بلا كره وخوفًا بلا مقت وعاقبت للذنب لا للغضب وعممت بالقوت وحسمت الفضول	۳۱
۲۴	ثم هرمز بن سابور كان حسن السيرة فی رعيته	۱
۲۵	ثم بهرام[۱۴] بن هرمز وكان حليمًا فاستبشر الناس بولايته وفی عهده كان مانی بن يزيد الزنديق داعی المذهب الثنوی .	۳

[۱۲] غيران من كان يملك بلاد الجبل يعدُّونه اكبرهم وهم الملوك الاشغانون الذين يُدعون ملوك الطوائف وكان هذا الافتراق قائمًا الی ملك اردشير بابكان وفی هذا الزمان كان رفع عيسٰی وقتل الانبياء منهم يحيٰی وزكريا عليهم الف الف صلاة وسلام قال الطبری وكان ملك الاسكندر وملك سائر ملوك الطوائف فی النواحی ۵۲۳ سنة اھ وقيل ۲۶۶ سنة وقال المسعودی ۵۱۷ سنة وذلك من ملك الاسكندر الی ان ظهر اردشير بن بابك بن ساسان الذی هو جد الملوك الساسانية ۱۲ -

[۱۳] قالوا ان اردشير غلب علی جميع الملوك واسرهم وقتل البعض وخضع له البعض واجتمع به الفرس كلهم وكان ملك الفرس فی اسرته الی ان ظهر الاسلام وهم الملوك الساسانية وكل ملك ساسانی كان يلقب بكسری وآخر من ملك منهم يزدجرد قتل فی عهد عثمان رضی الله عنه وكانت مدة ملكه اربع عشرة وعشرة اشهر ۱۲

[۱۴] قال الطبری دعاه مانی الزنديق الی دينه فوجده داعية الشيطان فامر بقتله وسلخ جلده وحشوه تبنًا وتعليقه علی باب من ابواب مدينة جندی سابور وقتل اصحابه اھ وفی المروج ج ۱ ص ۲۵ ان مانی بن يزيد عرض علی بهرام مذاهب الثنوية فاجابه احتيالًا منه عليه الی ان احضر دعاته المتفرقين فی البلاد فقتله

	اسماء الملوک وبعض احوالہم	مدۃ الملک بالسنین
۲۶	ثم بہرام بن بہرام بن ہرمز ملک ۱۸ سنۃ او ۱۷ سنۃ وکان فی اول ملکہ مشغولًا فی اللذات واللھو والصید والنزھۃ فخربت البلاد وھلک الضعیف واقطع الضیاع لخواصہ فخلت من عمّارھا وقلّ مال الخزانۃ ۔	۱۷
۲۷	ثم بہرام بن بہرام بن بہرام ملک ۴ سنین او تسعًا۔	۴
۲۸	ثم نرسی بن بہرام وھو اخو بہرام المذکور من قبل ای اخو بہرام الثالث	۹
۲۹	ثم ھرمز بن نرسی۔ ثم ھلک ولا ولد لہ فشقّ ذلک علی الناس وکانت بعض نسائہ حبلٰی فملکوا حبلھا فولدت تلک المرأۃ سابور ذا الاکتاف ۔	۷

قتل الرؤساء من اصحابہ وفی ایام مانی ھذا ظہر اسم الزندقۃ وذلک ان الفرس اتاھم زرادشت بکتاب اسمہ البستاہ ثم فسّرہ وسماہ الزند ثم فسر الزند وسماہ البازند وکان الزند بیانًا لتأویل المتقدّم المنزل فمن عدل منہم من البستاہ الی التاویل الذی ھو الزند قالوا ھذا زندی ای منحرف عن ظواھر المنزل الی تأویل ھو بخلاف المنزل فعربتہ العرب وقالوا زندیق والثنویۃ ھم الزنادقۃ ۱۲

۱۵ قیل انہ سار لیلۃ مع الموبذان (قاضی القضاۃ) فی منتزھاتہ وصیدہ نحو المدائن فتوسطوا خربات لا انیس بھا الا البوم واذا بوم یصیح وآخر یجاوبہ فقال بہرام للموبذان ھل احد اُعطی فہم منطق الطیر فقال الموبذان انا افھمہ فقال مایقول ھذان الطائران قال الموبذان ھذا بوم ذکر یخاطب بومۃ ویقول لھا امتعینی من نفسک حتی یخرج منّا اولاد یسبّحون اللہ ویبقی لنا عَقِب یکثرون ذکرنا فاجابتہ البومۃ نعم ھذا ھو الحظّ الاوفر لکن بشرط خصال اوّلھا ان تعطینی من خربات امھات الضیاع عشرین قریۃ مما قد خرّب فی ایام ھذا الملک فقال البوم ان دامت ھذا الملک اعطیتکِ مما یخرّب من الضیاع الف قریۃ فما تصنعین بھا؟ قالت فی اجتماعنا ظھور النسل وکثرۃ الولد فنقطع کل واحد من اولاد نا قریۃ من ھذہ الخربات فقال لھا الذکر ھذا اسھل امر سألتیہ وانا ملیٌّ بذلک فھاتی مابعد ذلک ۔ فلما سمع بہرام ھذا الکلام من الموبذان استیقظ من نومہ وقال ما الغرض الذی لہ قصدتَ بضربک المثل علی لسان الطائر قال الموبذان ایھا الملک ان الملک لایتم عزّہ الا بالشریعۃ والقیام للہ تعالی بطاعتہ والتصرف تحت امرہ ونھیہ ولا قوام للشریعۃ الا بالملک ولا عزّ للملک الا بالرجال ولا قوام للرجال الا بالمال ولا سبیل الی المال الا بالعمارۃ ولا سبیل الی العمارۃ الا بالعدل والعدل المیزان المنصوب بین الخلیقۃ نصبہ الرب وجعل لہ قیمًا وھو الملک وانت انتزعت الضیاع من عمّارھا وھم ارباب

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۳۰	ثم سابور ذوالاکتاف وخلفه والدہ حملًا وتقلّد الوزراء والکتّاب اعمال المملکة۔	۷۲
۳۱	ثم اردشیر بن هرمز بن نرسی فخُلِع بعد اربع سنین وکان جائرًا مفسدًا قتل العظماء۔	۴
۳۲	ثم سابور بن سابور ذی الاکتاف مات تحت فسطاط کان ضرب علیه بعد ما قطع اطنابها وکان عادلًا۔	۵
۳۳	ثم اخوه بهرام بن سابور ذی الاکتاف کان حسن السیاسة فرماه بعض الفتاك برمیة نشابة فقتله کان لقبه کرمان شاه۔	۱۱
۳۴	ثم یزدجرد بن بهرام کرمان شاه وقیل هواخوکرمان شاه۔	۲۲

الخراج واقطعتها الحاشیة واهل البطالة فقلت العمارة والاموال فانتزع الملك الضیاع وردها الی اربابها وتوجه الی امور الملك فحسنت ایامه حتی کانت تدعی ایامه اعیادًا ۱۲

ف۱۶ وضعف امر الفرس فطمعت فیها الترك والروم والعرب وغلبوا علی کثیر من النواحی والاقالیم فغلبت العرب علی سواد العراق وملکهم الحارث بن الاغر الایادی فلما بلغ عمر سابور ۱۶ سنة فتح جمیع النواحی واکثر من القتل والسبی والتخریب وقتل العرب وغزا الروم وبنی فی هذه الغزوات مدینة بارض السواد وهی الانبار وبارض الاهواز مدینة السوس وبارض خراسان مدینة نیسابور وکل ملوك الفرس الثانیة من نسل اردشیر بن بابك بل اکثر الفرس الاولی قبل اردشیر کانوا من المجوس یعبدون النار وکانت لهم بیوت النار فی شتی المواضع وکانت دار مملکة بعض الفرس الثانیة من نسل اردشیر مدینة سابور وتسمی ایضًا جند یسابور من بلاد خوزستان و فی المروج ج۱ ص۲۵۹ ان ملوك الساسانیة یسکنون بطیسون بغربی المدائن فسکن سابور بالجانب الشرقی من المدائن وبنی هناك الایوان المعروف بایوان کسری وکان فی زمنه ملك الروم قسطنطین الذی بنی مدینة قسطنطینیة وکان اول من تنصر من ملوك الروم ثم انما سمی سابور بذی الاکتاف لانه قتل العرب وخلع اکتافهم ظلمًا۔ فلما هلك سابور اوصی بالملك لاخیه اردشیر بن هرمز ۱۲

ف۱۷ وکان یلقب بالاثیم وکان جبارًا جائرًا شیطانًا مریدًا یقتل او یعاقب بادنی زلة سیئ الخلق متهما للناس لا یأتمن احدًا علی شئ وکان الناس من العظماء وغیرهم منه فی بلاء عظیم فتضرعوا الی الله بتعجیل انقاذهم منه فاتفق ان رمحه فرس علی فؤاده رمحة هلك منها مکانه وغاب ذلك الفرس فی مکانه فکانوا یقولون لم نر هذا الفرس من قبل وان الله ارسل هذا الفرس من الغیب لاهلاکه ۱۲

سنۃ الملک	اسماء الملوک و بعض احوالھم	من السنین
۲۳	ثم بهرام جور[۱۸] بن یزدجرد الاثیم نشأ فی العرب فی الخورنق عند النعمان ملک وهو ابن عشرین سنۃ وکان ذا قوۃ و بطش شدید وجرأۃ کبیرۃ فغرق مع فرسه فی جبّ الوحل ولم یجدوا جثّته۔	۳۵

فائدہ ملک فارس کی ارضِ عرب سے متصل سرحدات پر بادشاہِ فارس کی طرف سے بعض نائبین مقرر تھے یہ نائبین بظاہر خود مختار بادشاہ تھے لیکن درحقیقت وہ کسریٰ کے تابع تھے۔ ان نائبین میں سے ایک مشہور بادشاہ تھا نعمان بن امرئ القیس البدء بن عمرو ملک الحیرۃ وهو صاحب الخَوَرْنَق والخَوَرْنَق قصر له اشهر من قفانبك یضرب المثل ببانیه سنمار وکان النعمان المذکور فی زمان یزدجرد الاثیم هذا۔

وکان سبب بناء الخورنق فیما ذکره الطبری فی تاریخ ج ۲ ص ۶۲ ان یزدجرد الاثیم کان لا یبقی له ولد فسأل عن منزل بریٔ مرئ صحیح من الادواء والاسقام فدل علی ظهر الحیرۃ فدفع ابنه بهرام جور الی النعمان هذا وامره ببناء الخورنق مسکنا له وانزله ایاه وامره باخراجه الی البادیۃ من بوادی العرب وکان الذی بنی الخورنق رجلا یقال له سِنِمّار فلما فرغ من بنائه تعجبوا من حسنه واتقان عمله فقال لو علمتُ انکم توفوننی اَجرِی وتصنعون بی ما انا اهله بنیته بناءً یدور مع الشمس حیث دارت فقال وانك لتقدر علی ان تبنی ما هو افضل منه ثم لم تبنه فامر به فطرح من رأس الخورنق فمات سنمار اھ۔ فضربوا به المثل لمن ظلم محسنه ولمن کان مکفِّرًا قال ابو الطمحان القینی ؎

جزاءَ سنمارٍ جزاها وربِّها　　　وباللاتِ والعزّی جزاءَ المکفِّر

وقال سلیط بن سعد ؎

جزی بنوه ابا الغیلان عن کبرٍ　　　وحُسنِ فعلٍ کما یُجزٰی سنمّارُ

وقیل ؎

جزانی جزاه الله شرّ جزائه　　　جزاءَ سنمارٍ وما کان ذا ذنب

وقیل ان الذی امر ببناء الخورنق هو المنذر بن النعمان وهو الذی استحضنه یزدجرد ابنه وکان اسم هذا الابن بهرام جور بن یزدجرد الملك ۱۲

[۱۸] حکی من قوته انه رکب یومًا قبل ان یتملك الی الصید فاذا هو باسد قد شدّ علی عیر فتناول الاسد ظهر العیر بفیه لیفترسه فرماه بهرام رمیۃ فی ظهره فنفذت النشابۃ من بطنه ثم من ظهر العیر الی سرّته حتی

مدۃ الملک بالسنین	اسماء الملوک وبعض احوالهم	
۱۹	ثم یزدجرد[و۱] بن بهرام جور سار فیهم باحسن سیرۃ وکان له ابنان احدهما فیروز والاٰخر هرمز۔	۳۶

افضت الی الارض فساخت فیها الی قریب من ثلثها فتحرکت طویلاً فامر بهرام فصوّر ما کان منه فی امر الاسدُ العیر فی بعض مجالسه۔ ومما حکی من شدّۃ بأسه وشجاعته انه اخذ الرایۃ والتاج بین اسدین ضاریین و قتلهما من غیر سیف وذلک انه لما مات ابوہ یزدجرد الاثیم وکان ظالماً تعاقد العظماء ان لا یملکوا احداً من ذرّیّۃ یزدجرد لسوء سیرته فملکوا رجلاً من عترۃ اردشیر بن بابک یسمی کسریٰ فطلب بهرام جور ان یکون ملکاً فی مقام ابیه واجتمع بالوزراء والکبار القصّۃ طویلۃ وصالحوا علی ان یلقی التاج والرایۃ بین اسدین ضاریین مشبلین فمن تناولهما من بین الاسدین فهو الملک وبهرام جور هو الذی اشار بهذا الطریق من الصلح فجعلوا التاج والرایۃ بین اسدین مجوّعین وارخی وثاقهما وکان هذا بمحضر جمع عظیم ثم قال بهرام لکسریٰ دونک التاج والزینۃ فقال کسریٰ انت اولی بالبدء فلم یکره بهرام قوله ثقۃ ببطشه وحماسته وحمل جرزاً ومشی الی الاسدین فبدر الیه اسد فلما دنا من بهرام وثب وثبۃ فعلا بهرام ظهر الاسد وعصر جنبی الاسد بفخذیه عصراً اثخنه وجعل یضرب علی رأسه بالجرز ثم شدّ الاسد الاٰخر علیه فقبض علی اذنیه وعرکهما بکلتا یدیه فلم یزل یضرب رأسه برأس الاسد الاٰخر الذی کان راکبه حتی دمغهما ثم قتلهما بالجرز فتناول التاج والزینۃ وصار ملک الفرس کلها وکتب علی خاتمه بالافعال تعظم الاخبار۔ ولم یزل ملکاً علی الفرس فرکب یوماً للصید فشدّ علی عیر (الحمار الوحشی) فغاص هو وفرسه فی حومۃ حمأۃ فغرق فسارت الدۃ الی ذلک الجبّ والحومۃ وامرت بنقل الطین فنقلوا طیناً کثیراً حتی جمعوا من ذلک آکاماً عظاماً ولم یقدروا علی جثّۃ بهرام کذا فی کتب التاریخ ۱۲

و۱ احضر یزدجرد هذا رجلاً من الحکماء لاقتباس الرأی منه یسوس به رعیّته فقال له یزدجرد ایها الحکیم الفاضل ما صلاح الملک؟ فقال الرفق بالرعیّۃ واخذ الحق منهم من غیر مشقّۃ والتودّد الیهم بالعدل وامن السبل وانصاف المظلوم من الظالم قال فما صلاح امر الملک؟ فقال وزراؤه واعوانه فانهم ان صلحوا اصلح وان فسدوا فسد ۱۲

	اسماء الملوک وبعض احوالهم	مدۃ الملک بالسنین
۳۷	ثم هرمز بن یزدجرد بن بهرام جور فنازعہ اخوہ فیروز فقتلہ فیروز وولی الملک	
۳۸	ثم فیروز[۲۰] بن یزدجرد تملک بعد ماقتل اخاہ هرمز وثلاثۃ نفر من اهل بیتہ فاظهر العدل وحسن السیرۃ۔	۲۷
۳۹	ثم بلاس (بلاش) بن فیروز نازعہ فی الملک اخوہ قباذ ففر قباذ الی خاقان ملک الترک یسألہ المعونۃ وکان بلاس حسن السیرۃ وبنی بالسواد ای بقرب المدائن مدینۃ ساباط فمات بعد اربع سنین من ملکہ۔	۴
۴۰	ثم قباذ[۲۱] بن فیروز وقیل فی اسمہ قباد بالمهملۃ. وفی زمنہ ظهر مزدک الزندیق والیہ تنسب المزدکیۃ ودخل قباذ فی المزدکیۃ فقتل ابنہ انوشروان هذا الزندیق۔	۴۳

ـہ۲۰ قحط الناس فی زمنہ سبع سنین فاحسن التدبیر وقسم الخزائن وکف عن الجبایۃ واخذ الجزیۃ وامر ان یکون حال الغنی والفقیر والشریف والوضیع فی التأسی واحدًا واخبرهم انہ ان بلغہ ان انسیًّا مات جوعًا عاقب اهل المدینۃ او اهل القریۃ فلم یمت احد منهم جوعًا الا رجلًا واحدًا ثم ابتهل الی ربہ فانزل الغیث هلک فیروز فی الحرب علی یدی ملک الهیاطلۃ المسمی اخشنواز فی بلاد خراسان ۱۲

ـہ۲۱ کان قباذ عند النزاع مع اخیہ بلاش ذهب الی خاقان مستنصرًا بہ علی اخیہ بلاش فمر بحدود نیسابور ومعہ جماعۃ متنکرین فنزلوا عند رجل من الاساورۃ فتاق قباذ الی الجماع وامران تلتمس لہ امرأۃ ذات حسب فصار رفیق لہ الی امرأۃ صاحب المنزل وکان رجلًا من الاساورۃ وکانت لہ ابنۃ بکر فائقۃ فی الجمال فتکلم معها ان تبعث بابنتها الی قباذ فاعلمت زوجها ولم یزل ذلک الرفیق واسمہ زرمهر یرغب المرأۃ وزوجها حتی فعلا وصارت الابنۃ الی قباذ واسمها نیوندخت فغشیها قباذ فحملت انوشروان وهو الملک المشهور بالعدل فامر لها بجائزۃ حسنۃ وحباها حباء جزیلا وما کانت تعلم ان قباذ من ابناء الملوک۔

وقیل ان ام تلک الجاریۃ سالتها عن هیئۃ قباذ فقالت انها لاتعرف غیر انها رأت سراویلہ منسوجًا بالذهب فعلمت امها انہ من ابناء الملوک وسرها ذلک ومضی قباذ الی خاقان فوجہ مع قباذ جیشا فلما انصرف قباذ بذلک الجیش وصار فی ناحیۃ نیسابور استخبر من ام الجاریۃ حالها فاخبرتہ انها ولدت غلامًا فاتتہ ومعها انوشروان وقد شابهہ فی جمالہ وصورتہ وفی هذا الموضع ورد الخبر بموت بلاش فامر بحملہ وحمل امہ علی مراکب نساء الملوک ودخل المدائن ملکًا بغیر حرب لموت بلاش۔

	اسماء الملوک وبعض احوالهم	مدۃ الملک بالسنین
۴۱	ثم کسریٰ انوشروان[۲۲] بن قباذ بن فیروز بن یزدجرد بن بہرام جور وھو الملک المعروف بالعدل اشہر ملوک الفرس الثانیۃ الملوک الساسانیۃ حارب ملوکاً۔	۴۸

وعمّر قباذ فی عہدہ مدناً منہا مدینۃ الرجّان (ارجان) ومدینۃ حلوان وظہر فی عہدہ مزدک رئیس المزدکیۃ الزنادقۃ وتابعہ قباذ فبعد مضی عشر سنین من ملکہ اجتمع العظماء فعزلوا قباذ وحبسوہ لمتابعۃ مزدک وللمزدکیۃ شیوعیۃ العہد القدیم کانت المزدکیۃ تقول الناس شرکاء سواء فی کل شیٔ من الاراضی والدور والمال والارزاق حتی النساء فدخل السفلۃ فی ھذا الدین وتابعوا مزدک فوقع الناس منہم فی بلاء عظیم وقوی امر المزدکیۃ حتی کانوا یدخلون علی الرجل فی دارہ فیغلبونہ علی منزلہ ونسائہ وامواله لا یستطیع الامتناع منہم حتی کانت آفۃ عمیاء وفتنۃ دھیاء وصاروا لا یعرف الرجل منہم ولدہ ولا المولود اباہ ولا یملک الرجل شیئاً مما یتسع بہ۔

وکان مزدک ینہی الناس عن المخالفۃ والمباغضۃ والقتال ولما رای ان اکثر ذلک انما یقع بسبب النساء والاموال احلّ النساء واباح الاموال وجعل الناس شرکاء فیہما کاشتراکہم فی الماء والنار والکلاء ومذہب مزدک مثل مذہب المانویۃ فی القول بالاصلین النور والظلمۃ وکان یقول ان النور یفعل بالاختیار والظلمۃ تفعل علی الخبط والاتفاق والنور عالم حسّاس والظلام جاھل اعمی ویقول ان الارکان ثلاثۃ الماء والارض والنار ولما اختلطت ھذہ الثلاثۃ حدث عنہا مدبّر الخیر ومدبّر الشر فما کان صفوھا فہو مدبّر الخیر وما کان من کدرھا فہو مدبر الشر ویُری عنہ ان معبودہ قاعد علی کرسیّہ فی العالم الاعلی ہیئۃ قعود الملک فی العالم الاسفل وبعد عزلہم قباذ ملکوا اخاہ جاماسب وکان ملک جاماسب ست سنین ثم فرّ قباذ من الحبس بحیلۃ وغلب علی اخیہ فی الملک فتملّک مرۃ ثانیۃ وکان زمان ملکہ مع سنی ملک اخیہ ثلاثا واربعین سنۃ وبغیر سنی ملک اخیہ سبعاً وثلاثین سنۃً ۱۲

۲۲ فتح بلاداً کثیرۃ من مُلک فارس التی قبض علیہا بعض الملوک فی زمن من قبلہ وبلاداً من الترک والروم وکان منصوراً مظفراً قتل مزدک بن بامدادو اصحابہ وثبّت المجوسیۃ مذہب اجدادہ وردّ الاموال التی اخذتہا اصحاب مزدک الی اہلہا۔

کان انوشروان ذا رأفۃ برعیتہ شدیداً علی اعدائہ فتح انطاکیۃ وکثیراً من بلاد الروم ومملکتہ تہابہ جمیع الامم وکان مکرّماً للعلماء وزوّجہ خاقان ملک الترک ابنتہ وھادنہ ملوک السند والہند وغیرہما وکثر جندہ وحملت الیہ الہدایا من سائر الملوک۔

وفی زمانہ کان مولد النبی علیہ السلام ومولد ابیہ عبد اللہ بن عبد المطلب وفی زمانہ کان مُلک الحبشۃ علی الیمن وقوع واقعۃ اصحاب الفیل الذین جاؤ الھدم بیت اللہ وکان مولد النبی علیہ السلام لمضی ۴۲ سنۃ من ملک انوشروان قالہ الطبری ولما کانت لیلۃ ولد فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارتجس ایوان کسری وسقطت منہ اربع عشرۃ شرفۃ وخمدت نار فارس التی کانت الفرس تعبدھا ولم تخمد قبل ذلک بالف عام وغاضت بُحیرۃ ساوۃ ورأی الموبذان ابلاً صعاباً تقود خیلاً عراباً قد قطعت دجلۃ وانتشرت فی بلادھا فافزع کسری مارأی وجمع العظماء ثم ورد علیہ کتاب بخمود النار وقصّ علیہ الموبذان مارأی فازداد غمًّا فقال حادث یکون من عند العرب۔

فکتب کسری الی النعمان ملک الحیرۃ ان یوجّہ الیہ عالمًا بما ارید ان اسألہ عنہ فوجہ الیہ عبد المسیح بن عمرو بن حیّان الغسّانی فاخبرہ بمارأی فقال عبد المسیح لاعلم لی بذلک وعلم ذلک عند خالی فی مشارف الشام یقال لہ سطیح قال فأتہ وأتنی بجوابہ فرکب عبد المسیح حتی قدم علی سطیح وقد اشفی علی الموت فحیّاہ۔

فقال سطیح لہ عبد المسیح علی جمل یسیح الی سطیح وقد اوفی علی الضریح بعثک ملک بنی ساسان لارتجاس الایوان وخمود النیران ورؤیا الموبذان یا عبد المسیح اذا کثرت التلاوۃ وبعث صاحب الھراوۃ وفاض وادی السماوہ وغاضت بحیرۃ ساوہ وخمدت نار فارس فلیست الشام لسطیح شامًا یملک منھم (ای من الساسانیۃ) ملوک وملکات علی عدد الشرفات وکل ماھو اٰت اٰت ثم مات سطیح مکانہ ثم قام عبد المسیح وقدم علی کسری واخبرہ بقول سطیح فقال کسری الی ان یملک منا اربعۃ عشر ملکًا قد کانت امور فملک منھم عشرۃ فی اربع سنین وملک الباقون الی خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ واٰخرھم یزدجرد قتل فی خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ۔

کان وزیر انوشروان رجلاً حکیمًا اسمہ بزرجمھر ولھذا الحکیم اقوال فی الادب والحکمۃ مشھورۃ و انوشروان کسری ھو الذی ورد علیہ ابن ذی یزن من الیمن یَستَنصِرہ علی الحبشۃ الذین تملکوا علی الیمن فبعث معہ جیشًا علیہ قائد لہ اسمہ وھرز فافتتحوا الیمن ونفوا السودان وکان ملک انوشروان کما قال ابن قتیبۃ فی المعارف ص۲۹۲ سبعا واربعین سنۃ وسبعۃ اشھر اھ۔ وکان لانوشروان مائدۃ من الذھب عظیمۃ علیھا انواع من الجواھر مکتوب علیھا ما اکلتہ وانت تشتھیہ فقد اکلتہ وما اکلتہ وانت لاتشتھیہ فقد اکلک کان انوشروان یدعی کسری الخیر۔

وجلس یومًا للحکماء لیأخذ من اٰدابھم فقال لھم دلونی علی حکمۃ فیھا منفعۃ لخاصّۃ نفسی وعامۃ رعیتی فتکلم کل واحد منھم ثم قال بزرجمھر بن البختکان ایھا الملک انا جامع لک ذلک فی اثنتی عشرۃ کلمۃ

فقال هات فقال ۱ اولهن تقوی الله فی الشهوة والرغبة والرهبة والغضب والهوی فاجعل من ذلک کله لله لا للناس والثانیة ۲ الصدق فی القول والعمل والوفاء بالعدات والشروط والعهود والمواثیق والثالثة ۳ مشورة العلماء فیما یحدث من الامور والرابعة ۴ اکرام العلماء والاشراف واهل الثغور والقواد والکتاب والخول بقدر منازلهم والخامسة ۵ التعهد للقضاء والفحص عن العمال محاسبة عادلة ومجازاة المحسن منهم باحسانه والمسیئ علی اساءته والسادسة ۶ تعهد اهل السجون بالعرض لهم فی الایام لتستوثق من المسیئ وتطلق البریئ والسابعة ۷ تعهد سبیل الناس واسواقهم واسعارهم وتجاراتهم والثامنة ۸ حسن تأدیب الرعیة علی الجرائم واقامة الحدود والتاسعة ۹ اعداد السلاح وجمیع الات الحرب والعاشرة ۱۰ اکرام الولد والاهل والاقارب وتفقد ما یصلحهم والحادیة عشرة ۱۱ اذکاء العیون فی الثغور لیعلم ما یتخوف فیؤخذ له اهبته قبل هجومه والثانیة عشرة ۱۲ تفقد الوزراء والخول والاستبدال بذی الغش و العجز عنهم۔

فامر انوشروان ان یکتب هذا الکلام بالذهب وهذا مشتمل علی سیاسة المملکة وسئل انوشروان ما اعظم الکنوز وانفعها عند الاحتیاج فقال معروف اودعته الاحرار وعلم تورثه الاعقاب و قیل له من اطول الناس عمراً فقال من کثر علمه فتأدب به من بعده او معروفه فیشرف به عقبه انوشروان قال یوماً لبزرجمهر من یصلح من ولدی للملک فقال لا اعرف ولدک ولکنی اصف لک من یصلح لذلک۔ اسماهم للمعالی واطلبهم للادب واجزعهم من العامة وارأفهم بالرعیة واوصلهم للرحم وابعدهم من الظلم۔

کان ملک الیمن فی ایام قباذ وانوشروان تبع واسمه تبان اسعد ابوکرب وتبع هذا فتح بلاداً کثیرة من المشرق وسار فی اطراف الاراضی فمر فی مسیره علی المدینة المنورة فلم یهج اهلها وخلف بین اظهرهم ابنا له فقتل غیلة فحارب الانصار وعلیهم عمرو بن مبذول فکانوا یحاربونه بالنهار ویقرونه باللیل فیعجبه ذلک منهم ویقول والله ان قومنا هؤلاء لکرام فجاء حبران من الیهود حین سمعا ان تبع یرید اخراب المدینة الشریفة فقالا له ایها الملک لا تفعل والا لم نأمن علیک عاجل العقوبة لان هذه البلدة مهاجر نبی یخرج من قریش فی اخر الزمان فتناهی عما اراد وانصرف الی الیمن معه الحبران المذکوران ولما وصل الی مکة وکانت مکة فی طریق الیمن فاخبره نفر من الهذلیین ان فی الکعبة ملأ د اثرا من اللؤلؤ والزبرجد و الیاقوت والذهب والفضة واراد الهذلیون هلاک تبع بطریق الحیلة اذ قد عرفوا من هلاک من اراد الکعبة وبغی علیها فاجمع ثم نهاه الحبران وقالا له انهم ارادوا اهلاکک وامراه بتعظیم بیت الله والطواف و الخضوع عنده ففعل۔

واری فی المنام ان یکسوه فکساه فهو اول من کسا البیت کذا فی تاریخ الطبری وکان تبع ممن یعبد الاوثان

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٤٢	ثم هرمز[٢٣] بن انوشروان و امه فاقم بنت خاقان ملك الترك كان عادلاً كثير الادب والاحسان الى المساكين والضعفاء وكثير الحمل على العظماء والاشراف لاستطالتهم على المساكين والوضعاء كما هو عادة العظماء في التكبر والظلم على الضعفاء ۔	١٢

فتهود باشارة هذين الحبرين وحمل اهل اليمن على اختيار اليهودية ولبعض المؤرخين كلام في من تبع هذا وحكى انه اخبره بعض الكهنة بظهور نبي من قريش وانه يملك ارض اليمن فقدم عليه مرة شافع بن كليب الصدفي الكاهن فقال له تبع ما بقي من علمك فهل تجد لقوم ملكاً يوازي ملكي قال لا الا الملك غسان نجل قال فهل تجد ملكا يزيد عليه ۔

قال نعم قال ولمن ؟ قال اجده لبار مبرور ايد بالقهور ووصف في الزبور وفضلت امته في السفور يفرج الظلم بالنور احمد النبي طوبى لامته صلى الله عليه وسلم ۔

٢٣ؕ قيل ان هرمز هذا كان عادلاً اربيا ردئ النية وانه كان مانعاً للاشراف من التجبر على الضعفاء مقصياً لهم وانه لاجل ذلك قتل من العلماء واهل البيوتات والشرف ١٣٦٠٠ رجلاً ولم يكن له رأى الا في تألف المساكين والسفلة واستصلاحهم ففسد عليه كثير من الاشراف فخلع عن الملك وسمل المخالفون عينيه وصار الملك الى ابنه كسرى ابرويز بعد حوادث وحروب كثيرة جرت ثم قتل بعض الناس هرمز حينما كان ابرويز غائباً ۔

ثم لما ملك ابرويز بعد ابيه وبعد مضي مدة من ملكه وقعت بينه وبين قيصر ملك الروم حروب طالت الى عدة سنين وغلبت جيوش فارس على اكثر بلاد الروم واحتوت على مصر واسكندرية وبيت المقدس وفلسطين وحاصرت القسطيطينية دار مملكة الروم ثم ان هرقل بكى الى الله ودعا الله ان ينقذه ورعيته من جنود فارس ثم استعد لقتال جنود فارس وهزمهم هرقل وخلص منهم جميع بلاده وغلب على بلاد فارس حتى المدائن دار مملكة فارس وتحصن كسرى ابرويز في المدائن خوفاً من جنود قيصر ملك الروم وكانت هذه الحروب بعد مضي اربع عشرة سنة من ملك كسرى ابرويز الى سنة ٢٨ من ملكه كما يعلم من كلام الطبري ج ٢ ص ١٤٠ وقيل اقل من ذلك وغير من ذلك من اقوال متعددة ۔

وفي هذه الحروب نزل قول الله تعالى الم غُلبت الروم في ادنى الارض وهم من بعد غَلَبهم سيغلبون في بضع سنين لله الامر من قبل ومن بعد ويومئذ يفرح المؤمنون بنصر الله ينصر من يشاء وهو العزيز الرحيم

	اسماء الملوک وبعض احوالھم	مدة الملک بالسنین
۴۳	ثم کسریٰ[۲۴] ابرویز بن ھرمز بن انوشروان کان اشدّ ملوکہم بطشًا وابعدھم غورًا وابلغ من جمع الباس والنجدة والنصر والظفر وجمع الاموال ومساعدة القدر مبلغًا کبیرًا ولذلک سمی ابرویز ومعناہ بالعربیۃ المظفر وفی زمنہ بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو صاحب الحرب مع قیصر التی نزلت فیہا الم غُلبت الروم الخ ثم قتلہ ابنہ شیرویہ بن ابرویز۔	۳۸

وَعْدَ اللہِ لایخلف اللہ وعدہٗ ولکن اکثر الناس لایعلمون۔ الروم۔ رُوِیَ انّ ادنی الارض یوم اذرعات بھا التقوا فھزمت فارسُ الرومَ فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وھم بمکۃ فشقّ ذلک علیھم وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکرہ ان یظھر الامّیون المشرکون من المجوس علی اھل الکتٰب من الروم وفرح الکفار من اھل مکۃ وشمتوا فقالوا للمسلمین انکم اھل کتاب مثل النصاری ونحن امّیون مثل المجوس وقد غلب اخواننا علی اخوانکم وانکم ان قاتلتمونا لنظھرن علیکم فانزل اللہ الم غلبت الروم الخ ففرح المسلمون بھذہ الآیۃ۔

فلقی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ابی بن خلف الجمحی فقال واللہ لیغلبن الروم علی فارس اخبرنا بذلک نبیّنا فقال ابی بن خلف کذبت فقال ابوبکر انت اکذب فخاطرہ عشر قلائص الی ثلاث سنین فان غلبت الروم علی فارس غرمت وان غلبت فارس علی الروم غرمت انا فاخبر ابوبکر النبی علیہ السلام فقال ماھکذا ذکرتُ لک انما البضع ما بین الثلاث الی التسع فزایدہ فی القلائص ومادّہ فی الاجل فلقی ابوبکر اُبیًّا فجعلاھا مائۃ قلوص ای ناقۃ الی تسع سنین فغلبت الروم علی فارس قبل تمام المدۃ فاخذ ابوبکر القلائص من ورثۃ ابیّ بن خلف۔

[۲۴] قال ھشام بن محمد فی سنۃ عشرین من ملک ابرویز بعث اللہ محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم وھاجر فی سنۃ ۳۳ من ملکہ الی المدینۃ وقال الطبری ولمضی ۳۲ سنۃ وخمسۃ اشھر وخمسۃ عشر یومًا من ملکہ ھاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھلکہ ابنہ شیرویہ واسم شیرویہ قُباذ وجاء خبر قتلہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیۃ ففرح۔

ثم ان ابرویز قد بنی علی دجلۃ طاق مجلسہ ولم یر لہ مثل وکان یعلق تاجہ فیجلس فیہ ثم اصبح ذات غداۃ وقد انقصمت طاق مجلسہ من وسطھا من غیر ثقل وانخرقت علیہ دجلۃ فاحزنہ فسأل الکھنۃَ المنجّمین فاخبروہ ان ھذا الامر حدث من السماء وانہ قد بعث نبیٌّ اوھو مبعوث فلذلک حیل بیننا وبین علمنا۔

	اسماء الملوک وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۴۴	ثم شیرویہ[۲۵] بن ابرویز بن ہرمز بن انوشروان وکان اسم شیرویہ قباذ ملک بعد قتل ابیہ والفرس تسمیہ المشئوم وفی ایامہ کان الطاعون بالعراق واقالیم فارس کان ملکہ سنة وستة اشہر قالہ المسعودی وقال الطبری کان ملکہ ثمانیة اشہر۔	۸-اشہر

وعن الحسن البصریؒ ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا یا رسول اللہ ما حجة اللہ علی کسرٰی فیک قال بعث اللہ الیہ ملکاً فاخرج یدہ من سور جدار بیتہ الذی ہو فیہ تلألأت نوراً فلما رأہا فزع فقال لم ترع یا کسرٰی ان اللہ بعث رسولاً وانزل علیک کتاباً فاتبعہ تسلم دنیاک واٰخرتک قال سانظر قال المسعودی فی المروج ج۱ ص۲۷۵۔ ان ابرویز ہو الذی قتل الوزیر الحکیم المشہور بزرجمہر بن البختکان حیث اتہمہ بالمیل الی الزنادقة من الثنویة ومال بعد ذلک ابرویز الی الظلم وتجبر والناس منہ فی بلاء عظیم وکانت عندہ اثنتا عشرة الف امرأة وجاریة ونحو الف فیل فملکوا شیرویہ وحبسوا ابرویز ثم امر بقتل ابرویز۔ ثم ابرویز ہذا ہو الذی ارسل الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکتاب یدعوہ الی الاسلام بید شجاع بن وہب وفی روایة بید عبد اللہ بن حذافة فمزقہ فدعا علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یمزقوا کل ممزق وفی کتب الحدیث ان ارسال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکتب الی الملوک کان بعد الحدیبیة ونظراً الی ہذا الاصح ان قتل شیرویہ لابرویز کان بعد الحدیبیة وما ذکر الطبری ان خبر قتلہ وصل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیة کما قدمنا فمشکل الا ان یقال ان المراد من یوم الحدیبیة فی کلام الطبری زمن قضاء عمرة الحدیبیة بعد عام صلح الحدیبیة۔

۲۵ کانت الفرس تسمیہ المشئوم لسوء سیرتہ وقبح افعالہ وکان فی زمانہ الطاعون فی فارس فہلک فیہ مائتا الف من الناس فالمکثر یقول ہلک نصف الناس والمقل یقول الثلث وبعد قتل الوالد ابرویز خرق جیبہ وبکی بکاءً کثیراً ثم قتل اخوتہ وہم سبعة عشر اخاً لہ وذلک بمشورة وزیرہ فیروز فابتلی بالاسقام ولم یلتذ بشیء من لذات الدنیا وجزع لقتل اخوتہ جزعاً شدیداً وفی الیوم الثانی من قتل اخوتہ دخلت علیہ اختاہ بوران وآزرمیدخت فاغلظتا لہ وقالتا حملک الحرص علی ملک لایتم علی قتل ابیک و جمیع اخوتک فبکی بکاءً شدیداً ورمی بالتاج عن رأسہ ولم یزل ایامہ کلہا مغموماً مدنفاً ویقال انہ ہلک من قدر علیہ من اہل بیتہ قالہ الطبری وقال ابن قتیبة فی کتاب المعارف ص۲۹۳ ان شیرویہ امر بابیہ فسملت عیناہ وقتل من اخوتہ ثمانیة عشر رجلاً وخفف المؤنة علی الناس ورفع الخراج وظہر الطاعون

مدۃ الملک بالسنین	اسماء الملوک وبعض احوالہم	
۱½ سنۃ	ثم اردشیر بن شیرویہ بن ابرویز بن ہرمز بن انوشروان وکان اردشیر صغیراً ابن سبع سنین فقتلہ شہریار و سماہ الطبری شہر براز وسماہ ابن قتیبۃ خرہان وکان ملک اردشیر سنۃ و ستۃ اشہر قالہ الطبری وقال المسعودی وابن قتیبۃ کان ملکہ خمسۃ اشہر۔	۴۵
۴۰ یوماً	ثم شہر براز[۲۶] (شہریار) وہو فرخان ماہ اسفندار القاتل لاردشیر ولم یکن من بیت المملکۃ۔	۴۶
۱½ سنۃ	ثم بوران بنت ابرویز بن ہرمز بن انوشروان فقالت یوم ملکت البر انوی بالعدل امر واحسنت السیرۃ فی الرعیۃ ووضعت بقایا الخراج عن الناس وامرتہم بالطاعۃ والمناصحۃ۔	۴۷
شہران	ثم جشنشدہ وقال المسعودی اسمہ فیروزخشنشدہ من بنی عم ابرویز وکان ملکہ اقل من شہر وقال المسعودی کان ملکہ شہرین۔	۴۸
۶ اشہر	ثم ابنۃ[۲۷] لکسریٰ ابرویز یقال لہا ارزمی دخت۔	۴۹

فہلک فیمن ہلک فیہ وکان ملکہ لخمس سنین واشہر مضت من مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وکان ملکہ سبعۃ اشہر ۱۲

۲۶ ولما جلس علی سریر الملک ضرب بطنہ علیہ وبلغ من شدۃ ذلک علیہ انہ لم یقدر علی اتیان الخلاء فدعا بطست فوضع امام السریر فتبرز فیہ فقتل بعد اربعین یوماً من ملکہ وقیل بعد ۲۲ یوماً منہ قیل احتالت لہ امرأۃ من اہل بیت الملک یقال لہا بوران فقتلتہ وقیل اسمہا آرزمید خت فملکوا علیہم بوران بنت کسریٰ ابرویز ۱۲

۲۷ وقال الطبری اسمہا آزرمیدخت یقال ارسل الیہا عظیم فارس فرخ ہرمز یسألہا ان تزوج نفسہا فارسلت الیہ ان التزویج للملکۃ غیر جائز وقالت انک ترید قضاء الشہوۃ منی فصر الیّ لیلۃ کذا وکذا فرکب الیہا فی تلک اللیلۃ وامرت آزرمیدخت الی صاحب حرسہا ان یقتلہ لیلۃ التواعد فقتلہ فبلغ الخبر رستم بن فرخہرمز خلیفۃ ابیہ بخراسان فاقبل فی جند عظیم الی المدائن دار المملکۃ وسمل عینی آزرمیدخت وقتلہا وقیل بل سمّت وکان ملکہا ستۃ اشہر وقیل اربعۃ اشہر وقال المسعودی سنۃ واربعۃ اشہر وقیل غیر ذلک ۱۲

	اسماء الملوک وبعض احوالهم	مدۃ الملک بالسنین
۵۰	ثم کسری بن مِهر جشنَش وکان من عقب اردشیر بن بابک وقتل بعد ان ملک بایام۔	عدۃ ایام
۵۱	ثم قیل ان الذی ملک بعد آزرمیدخت اسمہ خُرّ زاذ خسرو وقال المسعودی اسمہ فرخان خسرو بن کسرے ابرویز وھو طفل فکانت مدۃ ملکہ شھرًا وقیل عدۃ اشھر ثم خالفوہ۔	عدۃ اشھر
۵۲	ثم فیروز بن مھرانجُشنَس وکان من نسل بعض بنات انوشروان جاؤا بہ فملکوہ کرھًا وکان رجلاً ضخم الرأس فلما تُوِّج قال ما اضیق ھذا التاج فتطیّر العظماء من افتتاح کلامہ بالضیق وقتلوہ ساعۃ تکلم بما تکلم بہ وقیل قتلوہ بعد ایام۔	عدۃ ایام
۵۳	ثم فَرُّخ زاد خسرو ابن کسری ابرویز۔	۶ شھور
۵۴	ثم یزدجرد بن شھریار بن ابرویز بن ھرمز بن انوشروان	۲۰ سنۃ

۲۸ وقال الذین قالوا ملک بعد آزرمیدخت کسرے بن مھرجشنش لما قتل کسرے ھذا طلب عظماء فارس من لہ عنصر من اھل ذلک البیت ولو من قبل النساء فاتوا برجل یقال لہ فیروز بن مھرانجُشنَس ویسمی ایضًا جُشنَسدَہ ۱۲

۲۹ وکان قد فرّ الی حصن الحجارۃ قریب من نصیبین فذھب الیہ بعض العظماء فجاؤا بہ اذ لم یجدوا احدًا من ابناء الملوک فملکوہ ثم قتلوہ بعد ستۃ اشھر۔ وقیل ملک بعد فرخان خسرو رجل اسمہ یزدجرد بن شھریار بن ابرویز وھو اٰخر الملوک ۱۲

۳۰ ظفر بہ اھل اصطخر وقد ھرب الیھا کما ذکر الطبری حین قتل شیرویہ اخوتہ فملکوہ وکان حدثا واقبلوا بہ الی المدائن وقتلوا فرخزاد خسرو وکان ملکہ فی مقابلۃ ملک اٰبائہ کالخیال والحلم وکانت الوزراء یدبّرون امر المملکۃ لحداثۃ سنّہ وضعف امر المملکۃ الفارسیّۃ واجترأ علی فارس اعداؤھم من کل وجہ وغزت العرب المسلمون بلادہ بعد ان مضت سنتان من ملکہ وقیل اربع سنین وھو اٰخر ملوک الساسانیۃ قتل فی خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ بمرو من خراسان وکان عمرہ کلہ الی ان قتل ۲۸ سنۃ قال المسعودی وذلک لسبع سنین ونصف خلت من خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ وھی ۳۱ھ و قیل غیر ذلک وکان ملکہ عشرین سنۃ وقیل غیر ذلک اھ ویزدجرد ھو الذی قاتل المسلمون افواجہ فی خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ وبعدہ۔

فائدة قد آن لنا ان نذکرھنا تفصیل ماکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم الی کسری عظیم فارس وغیرہ من الملوك فنقول وباللہ التوفیق ان الذی کتب الیہ النبی علیہ السلام من ملوك فارس اسمہ ابرویز ابن ھرمز بن انوشیروان وابرویز ھذا ھوجدّ یزدجرد۔ واختلفوا فی زمن کُتُبِ النبی علیہ السلام الی الملوك فذکر الواقدی انّ ذلك کان فی اٰخر سنة ستّ فی ذی الحجة بعد الحدیبیّة وذکر البیھقی ھذہ الکتب بعد غزوة مؤتة التی کانت فی جمادی الاولی سنہ ۸ ولاخلاف بینھم ان بدأ ھذہ الکتب کان قبل فتح مکّة و بعد الحدیبیة کذا فی البدایة لابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۲۔

قال الواقدی وفی سنة ستّ من الھجرة فی ذی الحجّة منھا بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستة نفر مصطحبین حاطب بن ابی بلتعة الی المقوقس صاحب الاسکندریة وشجاع بن وھب الی الحارث ابن ابی شمر الغسانی یعنی ملك العرب النصاری ودحیة بن خلیفة الکلبیّ الی قیصر وعبداللہ بن حذافة السھمیّ الی کسری وسلیط بن عمرو الی ھوذة بن علی الحنفی وعمرو بن امیة الی النجاشی اھ۔ وقد روی مسلم فی صحیحہ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب قبل موتہ الی کسری وقیصر والی النجاشی والی کل جبار یدعوھم الی اللہ عزوجل ولیس بالنجاشی الذی صلّی علیہ۔

امّا کتابہ الی ھرقل فکتب فیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدٰی امّا بعد فاَسلِم تَسلَم یُؤتِكَ اللہ اجرك مرتین فان ابیتَ فان اثم الاکاریین علیك۔ وفی روایة امابعد فانی ادعوك بدعایة الاسلام اسلم تسلم یُؤتك اللہ اجرك مرتین فان تولیت فانما علیك اثم الاریسیّین ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الاّ اللہ ولانشرك بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولّوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون قولہ بدعایة الاسلام ای بالکلمة الداعیة للاسلام وھی کلمة التوحید والاریسیون والاکارون ھم الفلاحون فی القریٰ۔

وامّا کتابہ الی النجاشی ففیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی النجاشی ملك الحبشة سلم انت (ای انت سالم لان السلم یأتی بمعنی السلامة) فانی احمد الیك اللہ الذی لا الٰہ الاّ ھو الملك القدوس السلام المؤمن المھیمن واشھد ان عیسی بن مریم روح اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول (ای المنقطعة عن الرجال اوعن الدنیا والعفیفة) وانی ادعوك الی اللہ وحدہ لاشریك لہ والموالاة علی طاعتہ وان تتبعنی وتؤمن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وانی ادعوك وجنودك الی اللہ وقد بلغت و نصحت فاقبلوا نصیحتی والسلام علی من اتبع الھدٰی۔

وامّا کتابہ للمقوقس ملك القبط وھم اھل مصر والاسکندریة ففیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد بن عبد اللہ ورسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام أسلم تسلم یؤتک اللہ أجرک مرتین فان تولیت فانما علیک اثم القبط ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۔

واما کتابہ الی المنذر بن ساوی التمیمی وکان بالبحرین ففیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی المنذر بن ساویٰ ففیہ سلام علیک فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو واشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ اما بعد فانی اذکرک اللہ عزوجل فانہ من ینصح فانما ینصح لنفسہ وانہ من یطع رسلی ویتبع امرھم فقد اطاعنی ومن نصح لھم فقد نصح لی وان رسلی قد اثنوا علیک خیرًا وانی قد شفعتک فی قومک فاترک للمسلمین ما اسلموا علیہ (ای من مال وزوجات) وعفوت من اھل الذنوب فاقبل منھم وانک مھما تصلح فلن نعزلک عن عملک ومن اقام علی یھودیتہ او مجوسیتہ فعلیہ الجزیۃ ۔

قال اھل التاریخ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا فی جواب کتاب ارسلہ المنذر جوابًا لکتاب آخر ارسلہ لہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ذلک یدعوہ الی الاسلام فاسلم المنذر وحسن اسلامہ ۔ واما الکتاب الاول لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للمنذر ففی شرح المواھب قال ولم نر احدًا ذکر لفظ ذلک الکتاب ۔

واما کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الحرث بن ابی شمر الغسانی وکان بدمشق نائبًا من قیصر ففیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی الحرث بن ابی شمر سلام علی من اتبع الھدیٰ و اٰمن وصدق فانی ادعوک الی أن تؤمن باللہ وحدہ لا شریک لہ یبقی لک ملکک ۔

واما کتابہ الی کسریٰ ملک فارس وھو ابرویز بن ھرمز بن انوشروان ففیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ واٰمن باللہ ورسولہ وشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ ادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لِأُنذِرَ من کان حیًا ویحق القول علی الکافرین أسلِم تَسلَم فان ابیت فعلیک اِثم المجوس ۔

ارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب کسریٰ علی ید عبد اللہ بن حذافۃ لانہ کان یتردد علیہ کثیرًا وقیل بید اخیہ خنیس وقیل اخیہ خارجۃ وقیل شجاع بن وھب وقیل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنھم ۔ وفی انسان العیون للحلبی ج ۳ ص ۲۴۷ ۔ قال عبد اللہ بن حذافۃ رضی اللہ عنہ فاتیت الی بابہ

وطلبت الاذن علیہ حتی وصلت الیہ فدفعت الیہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرئ علیہ فاخذہ ومزقہ ای وفی روایۃ ان کسری لما اعلم بکتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذن بحامل الکتاب ان یدخل علیہ فلما وصل امر کسری ان یقبض منہ الکتاب فقال لاحتی ادفعہ الیک کما امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کسری ادنہ فدنا فناولہ الکتاب۔

فدعا من یقرؤہ فقرأہ فاذا فیہ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی کسری عظیم فارس فاغضبہ حین بدأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسہ وصاح ومزق الکتاب قبل ان یعلم ما فیہ وامر باخراج حامل ذلک الکتاب فاخرج فلما رأی ذلک قعد علی راحلتہ وسار فلما ذھب عن کسری سورۃ غضبہ بعث فطلب حامل الکتاب فلم یجدہ فلما وصل الیہ صلی اللہ علیہ وسلم واخبرہ الخبر قال صلی اللہ علیہ وسلم مزق کسری ملکہ۔

وکتب کسری الی بعض امرائہ بالیمن یقال لہ باذان انہ بلغنی ان رجلا من قریش خرج بمکۃ یزعم انہ نبی فسر الیہ فاستتبہ فان تاب والا فابعث الی برأسہ یکتب الیّ ھذا الکتاب ای الذی بدأ فیہ بنفسہ وھو عبدی ای وفی روایۃ ان تکفینی رجلا خرج بارضک یدعونی الی دینہ والا فعلت فیک کذا یتوعدہ فابعث الیہ برجلین جلدین فیأتیانی بہ فبعث باذان بکتاب کسری الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع قھرمانہ وبعث معہ رجلا اخر من الفرس وبعث معھما الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأمرہ ان ینصرف معھما الی کسری فخرجا وقدما الطائف فوجدا رجلا من قریش فی ارض الطائف فسألاہ عنہ فقال ھو بالمدینۃ فلما قدما علیہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ قالا لہ شاھنشاہ ملک الملوک کسری بعث الی الملک باذان یأمرہ ان یبعث الیک من یأتی بک وقد بعثنا الیک فان ابیت ھلکت واھلکت قومک وخربت بلادک۔

وکانا علی زی الفرس من حلق لحاھم واعفاء شوار بھم فکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم النظر الیھما ثم قال لھما ویلکما من امرکما بھذا قالا امرنا ربنا یعنیان کسری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن امرنی ربی باعفاء لحیتی وقص شاربی ثم قال لھما ارجعا حتی تأتیانی غدا واتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخبر من السماء بان اللہ قد سلط علی کسری ابنہ یقتلہ فی شھر کذا فی لیلۃ کذا فلما کان الغد دعاھما واخبرھما الخبر وکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی باذان ان اللہ قد وعدنی ان یقتل کسری یوم کذا من شھر کذا فلما اتی الکتاب باذان توقف وقال ان کان نبیا فسیکون ما قال فقتل اللہ کسری فی الیوم الذی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ید ولدہ شیرویہ قیل قتلہ لیلا بعد ما مضی من اللیل سبع ساعات فیکون المراد بالیوم فی تلک الروایۃ مجرد الوقت ای وفی روایۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم لرسول باذان اذھب الی صاحبک وقل لہ ان ربی قد قتل ربک

اللیلۃ ثم جاء الخبر بان کسری قتل تلك اللیلۃ فکان کما اخبر صلی اللہ علیہ وسلم۔

فلما جاءہ صلی اللہ علیہ وسلم ھلاك کسری قال لعن اللہ کسری اول الناس ھلاکا فارس ثم العرب وعن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنھما انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لتفتحن عصابۃ من المسلمین او رھط من امتی کنوز کسری التی فی القصر الابیض فکنت انا و ابی فیھم واصبنا من ذلك الف درھم وقدم علی باذان کتاب ولد کسری شیرویہ فیہ اما بعد فقد قتلت کسری ولم اقتلہ الا غضبا لفارس فانہ قتل اشرافھم نتفرق الناس فاذا جاءك کتابی ھذا فخذ لی الطاعۃ ممن قبلك وانظر الرجل الذی کان کسری یکتب الیك فیہ فلا تزعجہ حتی یاتیك امری فیہ فبعث باذان باسلامہ واسلام من معہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وفی تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۳۷ لما اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کسری مزق کتابی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزق اللہ مُلکہ وفیہ اَنّ باذان بعث قَھرمانہ بانویہ مع خرخرۃ من الفرس قال لقھرمانہ اختبر الرجل وعرفنی بامرہ وفیہ اَنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لھما ان اللہ سلط علی کسری ابنہ شیرویہ لیلۃ کذا ومن شھر کذا وذلك لعشر مضین من جمادی الاولی سنۃ سبع وقال اِذھبا و اَخبراہ بذلك عنّی وقولا لہ انّ دِینی وسلطانی یبلغ ما بلغ مُلك کسریٰ وان اسلمتَ اعطیتُك ما تحت یدك ومَلّکتُك علی قومك۔

واعطی خرخرۃ منطقۃً فیھا ذھب وفضۃ وکان بعض الملوك اھداھا لہ صلی اللہ علیہ وسلم فقدما علی باذان واخبراہ فقال ما ھذا کلام ملك ما اَری الرجل الا نبیًّا کما یقول ونحن ننتظر مقالتہ وکانت حمیر تسمی خرخرۃ ذا المفخرۃ للمنطقۃ التی اعطاہ ایاھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمنطقۃ بلسانھم المفخرۃ وقد کان بانویہ قال لباذان ما کلّمت رجلًا قطُّ اَھیبَ عندی منہ فقال ھل معہ شرط قال لا انتھی وکذا فی البدایۃ ج ۴ ص ۲۷

وفی الحدیث مرفوعًا عن ابی ھریرۃ اذا ھلك کسری فلا کسری بعدہ واذا ھلك قیصر فلا قیصر بعدہ فوالذی نفسی بیدہ لتُنفقُنّ کنوزَھا فی سبیل اللہ اخرجہ مسلم۔ وقال الشافعیؒ لما اُتی کسری بکتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزّقہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُمزّق ملکہ وحفظنا ان قیصر اکرم کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووضعہ فی المسك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثَبّتَ مُلکُہٗ فباد ملك الاکاسرۃ بالکلیۃ وزال ملك قیصر عن الشام بالکلیۃ وان ثبت لھم مُلكٌ فی الجملۃ ببرکۃ دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لھم حین عَظّموا کتابہ۔ قال ابن کثیر وفی ھذا بشارۃ عظیمۃ بان ملك الروم لا یعود ابدًا الی ارض الشام وکانت العرب تسمی قیصر لمن ملك الشام مع الجزیرۃ من الروم اھ۔

فائدہ۔ قال المسعودی فی المروج ج ۱ ص ۲۸۱ ذھب الاکثر من الناس ان جمیع من ملك من اٰل ساسان

من اردشیر بن بابك الی یزدجرد بن شهریار من الرجال والنساء ثلاثون ملکاً امرأتان وثمانیة وعشرون رجلا وقیل اثنان وثلاثون ملکاً وعدد الملوك الاول وهم الفرس الاول من کیومرث الی دارا بن دارا تسعة عشر ملکا منهم امرأة وهی حمایة بنت بهمن وفراسیاب الترکی وسبعة عشر رجلا وعدد ملوك الطوائف احد عشر ملکا فجمیع الملوك من کیومرث الی یزدجرد ستون ملکاً منهم ثلاث نسوة ومدة ما ملکوا اربعة آلاف سنة واربعمائة وخمسون وقیل ان عدة الملوك من کیومرث الی یزدجرد ثمانون ملکاً۔

وذهب بعض اهل السیر الی ان سنی الفرس الی الهجرة ۳۶۹۰ سنة منها من کیومرث الی منوشهر ۱۹۲۲ سنة ومن منوشهر الی زرادشت ۵۸۳ سنة ومن زرادشت الی الاسکندر ۲۵۸ سنة وملك الاسکندر خمس سنین ومن الاسکندر الی اردشیر ۵۱۰ سنة ومن اردشیر الی الهجرة ۴۰۴ سنة انتهی باختصار ولاصحاب التاریخ فی ذلك اختلاف کثیر۔

قال الطبری فی تاریخه ج ۲ ص ۱۶۹ فجمیع ما مضی من السنین من هبوط آدم علیه السلام الی وقت الهجرة علی زعم الیهود ۴۶۴۲ سنة واشهر وعلی زعم النصاری ۵۹۹۲ سنة واشهر وعلی قول المجوس من الفرس ۴۱۸۲ سنة وعشرة اشهر وتسعة عشر یوماً علی انه داخل فی ذلك مدة ما بین وقت الهجرة ومقتل یزدجرد وذلك ثلاثون سنة وشهران وخمسة عشر یوماً۔

واما علماء الاسلام فقال بعضهم کان بین آدم ونوح علیهما السلام عشرة قرون والقرن مائة سنة وبین نوح وابراهیم علیهما السلام عشرة قرون وبین ابراهیم وموسی علیهما السلام عشرة قرون وبین موسی وسلیمان علیهما السلام ۶۳۶ سنة وقیل غیر ذلك ومن بناء سلیمان لبیت المقدس الی الاسکندر ۷۱۷ سنة ومن الاسکندر الی مولد عیسی علیه السلام ۳۶۹ سنة ومن مولد عیسی السلام الی مبعث محمد صلی اللہ علیه وسلم ۵۵۱ سنة وقیل من عیسیٰ الی محمد علیهما السلام ۶۰۰ سنة۔

وعن بعض اهل الکتاب قال من آدم الی الطوفان ۲۲۵۶ سنة ومن الطوفان الی وفاة ابراهیم علیه السلام ۱۰۲۰ سنة ومن وفاة ابراهیم علیه السلام الی دخول بنی اسرائیل مصر ۷۵ سنة ومن دخول یعقوب علیه السلام مصر الی خروج موسیٰ علیه السلام منها ۴۳۰ سنة ومن خروج موسی من مصر الی بناء سلیمان علیهما السلام لبیت المقدس ۵۵۰ سنة ومن بناء بیت المقدس الی ملك بخت نصر وخراب بیت المقدس ۴۴۶ سنة ومن ملك بخت نصر الی ملك الاسکندر ۴۳۶ سنة ومن ملك الاسکندر الی سنة ست ومائتین من الهجرة ۱۲۴۵ سنة هذا خلاصة ما ذکره الطبری۔ هذا آخر رسالتنا التاریخیة المسماة بعبرة السائس باحوال ملوك فارس۔

وللہ الحمد والمنة ؞

الفترۃ ۔ آیت کان الناس امۃ واحدۃ اور آیت فلولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ کی شرح میں مذکور ہے۔ احوال زمانۂ فترت میں میرا مختصر مستقل رسالہ ہے مسمیٰ بہ النظرۃ الی الفترۃ یہاں پر اس کا اندراج (معمولی تصرف کے بعد) بہت مفید ہوگا ان شاء اللہ۔ وہ رسالہ یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زمانۂ فترت کے مصداق تین ہیں یعنی اس کی تین قسمیں ہیں۔ قرینہ کے ذریعہ ان تین میں سے ایک قسم کی تعیین کی جاتی ہے۔ کتابوں میں تینوں اقسام مستعمل ہیں۔

قسم اول فترۃ وحی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ غارِ حرا میں ہمارے نبی علیہ السلام کو نبوت مل جانے اور اقرأ باسم ربك الآیۃ نازل ہوجانے کے بعد تقریباً تین سال تک وحی کا تسلسل جاری نہ رہا۔ یہ زمانۂ انقطاع زمانۂ فترۃ الوحی کہلاتا ہے۔ فترتِ وحی کی مدت بقول ابن اسحاقؒ وغیرہ تین سال تھی اور بقول سہیلیؒ ڈھائی سال اور بقول حافظ سیوطیؒ دو سال تھی۔ فترت کے بعد پہلی وحی یہ نازل ہوئی یا ایھا المدثر قم فانذر الآیات۔

کتب حدیث و تاریخ میں درج ہے انہ علیہ السلام حزن لفترۃ الوحی بعد نزول اقرأ باسم ربك حزناً شدیداً ومکث مدۃ لا یری جبریل حتی غدا مراراً کی یتردّی من رؤوس شواھق الجبال فکلما وافی بذروۃ جبل کی یلقی نفسہ منھا تبدّی لہ جبریل علیہ السلام فقال یا محمد انك رسول اللہ حقا فیسکن لذلك جأشہ ای قلبہ وتقر نفسہ ویرجع فاذا طالت علیہ فترۃ الوحی غدا لمثل ذلك فاذا وافی ذروۃ جبل تبدّی لہ مثل ذلك وفی روایۃ انہ لما فتر الوحی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم حزن حزناً شدیداً حتی کان یغدو الی ثبیر مرۃً والی حراء مرۃً اخری یرید ان یلقی نفسہ منھا فکلما وافی ذروۃ جبل منھما کی یلقی نفسہ تبدّی لہ جبریل فقال یا محمد انت رسول اللہ حقاً فیسکن لذلك جأشہ وکانت تلك المدۃ اربعین یوماً وقیل خمسۃ عشر وقیل اثنی عشر یوماً وقیل ثلاثۃ ایام کذا ذکر بعض المفسرین واھل التاریخ وفی فتح الباری وغیرہ من شروح الحدیث انھا ثلاث سنین کذا فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۶۱ ۔

ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں لیس المراد بفترۃ الوحی المقدرۃ بثلاث سنین عدم مجیٔ جبریل الیہ بل تأخر نزول القرآن علیہ فقط انتھی۔

سوال فترت الوحی کی مدت میں اختلاف ہے کما علم من العبارات السابقۃ چنانچہ بعض تین سال بعض ڈھائی سال بعض دو سال اور بعض چالیس دن اور بعض پندرہ دن اور بعض بارہ دن اور بعض تین دن ذکر کرتے ہیں۔ اس اختلاف کی توجیہ کیا ہوگی؟

جواب صحیح روایات کے پیشِ نظر فترتِ وحی کی کل مدت تین سال تھی نہ ڈھائی سال اور نہ دو سال۔ باقی زمانۂ فترت کے اندر جبریل علیہ السلام سے ملاقات کا وقفہ کبھی چالیس دن ہوتا تھا اور کبھی پندرہ دن،

اور کبھی بارہ دن اور کبھی تین دن ہوتا تھا۔ امام سہیلی رحمہ اللہ روض الانف ج ا ص۱۶۱ پر لکھتے ہیں وقد جاء فی بعض الاحادیث المسندۃ انھا کانت سنتین و نصف سنۃ فمن ھنا یتفق ما قالہ انس رضی اللہ عنہ ان مکثہ بمکۃ کان عشر سنین وقول ابن عباس ثلاث عشرۃ سنۃ وکان قد ابتدئ بالرؤیا الصادقۃ ستۃ اشھر فمن عدّ مدۃ الفترۃ واضاف الیھا الاشھر الستۃ کانت کما قال ابن عباسؓ ومن عدّھا من حین حمی الوحی وتتابع کما فی حدیث جابر کانت عشر سنین ووجہ اُخری فی الجمع بین القولین ایضًا وھو ان الشعبیؒ قال وُکّل اسرافیل بنبوۃ محمد ثلاث سنین ثم جاءہ بالقرآن جبریل و اذا صح فھو ایضًا وجہ من الجمع بین الحدیثین انتھی۔

بیان سابق سے معلوم ہوا کہ فترتِ وحی کے زمانے میں بھی وقتاً فوقتاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جبریل علیہ الصلاۃ والسلام تشریف لاتے تھے اور آپؐ کے ساتھ تسلّی آمیز کلام فرماتے تھے بایں الفاظ انت رسول اللہ حقاً۔ البتہ صرف نزولِ قرآن تین سال تک مؤخر رہا۔

قسم دوم۔ عہد قدیم میں دو پیغمبروں کے مابین زمانۂ جاہلیت پر فترت کا اطلاق ہوتا ہے۔ مثل فترۃ ادریس علیہ السلام ای الزمان الذی ھو بعد رفعہ الی السماء الی ان بُعث نوح علیہ السلام ومثل فترۃ نوح علیہ السلام ای بعد موتہ الی ان بُعث ھود علیہ السلام ومثل الفترۃ بین اٰدم وادریس علیھما الصلاۃ والسلام۔

قسم سوم۔ عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین طویل زمانۂ جاہلیت زمانۂ فترت کہلاتا ہے۔ اس زمانۂ فترت کی مقدار میں اختلاف ہے قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ا ص۲۲۰ والفترۃ التی کانت بینھما اربعمائۃ سنۃ وقیل ستمائۃ سنۃ وقیل بزیادۃ عشرین سنۃ اھ۔

فائدہ زمانۂ فترت کے بعض اہم واقعات و امور کا ہم یہاں پر ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ ان امور کا ذکر ان شاء اللہ فوائد سے خالی نہ ہوگا اور بہت سے ناظرین کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

امر اوّل۔ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے فعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اولاد علات لیس بینی وبینہ نبیّ اخرجہ البخاری۔ وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اولی الناس بعیسی علیہ السلام والانبیاء اخوۃ اولاد علات ولیس بینی وبین عیسی علیہ السلام نبیّ اخرجہ احمد فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ۔ واخرج احمد ایضًا عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوۃ لعلات ودینھم واحدٌ امھاتھم شتی وانا اولی الناس بعیسی بن مریم لانہ لم یکن بینی وبینہ نبی وانہ نازل الحدیث۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زمانۂ فترت میں چند انبیاء مبعوث ہوئے تھے البتہ وہ صرف نبی تھے رسول اور صاحبِ کتابِ مستقل نہ تھے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مبلّغ و مقرّر تھے۔

چنانچہ ان میں سے ایک خالد بن سنان عبسی ہیں۔ یہ زمانۂ فترت میں تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ نبی تھے۔ بعض احادیثِ ضعیفہ میں ان کی نبوت کی تصریح ہے۔ روی الطبرانی باسنادہ عن ابن عباسؓ قال جاءت بنت خالد بن سنان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبسط لھا ثوبہ وقال بنت نبیّ ضیّعہ قومہ وروی الحافظ ابوبکر البزار باسنادہ عن سعید عن ابن عباس قال ذکر خالد بن سنان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذاک نبیّ ضیّعہ قومُہ ثم قال ولا نعرفہ مرفوعًا الا من ھذا الوجہ وکان قیس بن الربیع الراوی للحدیث ثقۃ فی نفسہ الا انہ کان ردی الحفظ وکان لہ ابنٌ یدخل فی احادیثہ مالیس منھا۔ خالد بن سنان عربی تھے اور بنو اسماعیل علیہ السلام یعنی عرب مستعربہ میں سے تھے۔ قبیلۂ بنو عبس میں سے تھے۔ اور احادیث و آثارِ قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی صاحبِ شریعت نہیں آئے۔

بعض علماء تاریخ و تفسیر کے نزدیک حنظلہ بن صفوان علیہ السلام بھی زمانۂ فترت کے نبی ہیں۔ حنظلہ علیہ السلام اصحاب الرس کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ رسّ کا معنی ہے کنواں۔ حضرت حنظلہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایک بڑے پرندے کی آفت و تباہی سے نجات دی تھی۔ وہ پرندہ عنقاء مغرب تھا جو ان لوگوں کے بچوں اور عورتوں کو کھا جاتا تھا۔ عنقاء کا بیان اس کتاب کی فصل حیوانات میں ملاحظہ کیا جائے۔ علامہ بیضاویؒ نے تبعًا لصاحب الکشاف فترت میں چار انبیاء کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک یعنی خالد بن سنان عربی تھے اور بقیہ تین بنی اسرائیل میں سے تھے۔

اخرج ابو یعلی الموصلی باسنادہ ان رجلاً من عبس یقال لہ خالد بن سنان قال لقومہ انّی اُطفیٔ عنکم نار الحرّتین فقال لہ رجل من قومہ (ھو عمارۃ بن زیاد کما صُرّح بہ فی المستدرک) واللہ یا خالد ما قلت لنا قط الا حقًّا فما شانک وشأن نار الحرّتین تزعم انک تطفئھا فخرج خالد ومعہ اناس من قومہ فیھم عمارۃ بن زیاد فاتوھا فاذا ھی تخرج من شقّ جبل فخطّ لھم خالد خطّۃً فاجلسھم فیھا فقال اِن اَبطأتُ علیکم فلا تدعونی باسمی فخرجت کأنھا خیل شقر یتبع بعضھا بعضًا فاستقبلھا خالد فجعل یضربھا بعصاہ وھو یقول بدا بدا بدا کل ھدی زعم ابن راعیۃ المعزی انی لا اخرج منھا وثیابی بیدی حتی دخل (خالد) معھا (ای مع النار) الشقّ فابطأ علیھم فقال لھم عمارۃ بن زیاد واللہ ان صاحبکم لو کان حیًّا لقد خرج الیکم بعد قالوا فادعوہ باسمہ قال فقالوا انہ نھانا ان ندعوہ باسمہ فدعوہ باسمہ۔

فخرج وھو آخذ برأسہ فقال الم انھکم ان تدعونی باسمی؟ فقد واللہ قتلتمونی فادفنونی فاذا مرّت

بکم الحمر فیها حمار ابتر فانبشونی فانکم تجدونی حیًّا فدنوه فمرّت بهم الحمر فیها حمار ابتر فقلنا انبشوه فانہ امرنا ان ننبشہ فقال لہم عمارۃ لاتنبشوہ لاواللہ لاتحدّث مضرانا ننبش موتانا وقد کان قال لہم خالد ان فی عکن امرأتہ لوحین فان اشکل علیکم امر فانظروا فیہما فانکم ستجدون ما تسألون عنہ قال ولا یمسّہا حائض فلما رجعوا الی امرأتہ سألوہا عنہما فاخرجتہما الیہم وھی حائض فذھب ما کان فیہما من علم۔

علّامہ علی بن برہان الدین حلبی سیرۃ النبی ج ا ص ۲۱ پر لکھتے ہیں لم یبعث بشریعۃ مستقلّۃ من العرب بعد اسمٰعیل الا محمد صلی اللہ علیہ وسلم واما خالد بن سنان وان کان من ولد اسماعیل علی ما قیل فقال بعضہم لم یکن فی بنی اسمٰعیل نبی غیرہ قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا انہ لم یبعث بشریعۃ مستقلّۃ بل بتقریر شریعۃ عیسی علیہ السلام ای وکان بینہ وبین عیسی ثلثمائۃ سنۃ وخالد ھذا ھو الذی اطفأ النار التی خرجت بالبادیۃ بین مکۃ والمدینۃ کادت العرب ان تعبدھا کالمجوس کان یری ضوؤھا من مسافۃ ثمان لیال وربما کان یخرج منہا العنق فیذھب فی الارض فلا یجد شیئًا الا اکلہ فامر اللہ تعالی خالد بن سنان باطفائہا وکانت تخرج من بئر ثم تنتشر فلما خرجت وانتشرت اخذ خالد بن سنان یضربہا ویقول بدا بدا کل ھدی وھی تتأخر حتی نزلت الی البئر فنزل الی البئر خلفہا فوجد کلابًا تحتہا فضربہا وضرب النار حتی اطفأھا وبذٰ کرأنہ کان ھو السبب فی خروجہا فانہ لما دعا قومہ کذبوہ وقالوا انما تخوّفنا بالنار فان تسل علینا ھذہ الحرۃ نارًا ابتعناک فتوضأ ثم قال اللّھم ان قومی کذبونی ولم یؤمنوا بی الا ان تسیل علیہم ھذہ الحرۃ نارًا فارسلہا علیہم نارًا فخرجت فقالوا یا خالد ارددھا فانا مؤمنون بك فردّھا۔

قیل وکان خالد بن سنان اذا استسقی یدخل رأسہ فی جیبہ فیجئ المطر ولا یقلع الا ان فع رأسہ قیل وقدمت ابنتہ وھی عجوز علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتلقاھا بخیر واکرمہا وبسط لہا رداءہ وقال لہا مرحبًا بابنۃ اخی مرحبًا بابنۃ نبی ضیّعہ قومہ فأسلمت وھذا الحدیث مرسل رجالہ ثقات وفی البخاری انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والأخرۃ ولیس بینی وبینہ نبیّ قال بعضہم وبہ یردّ علی من قال کان بینہما خالد بن سنان وقد یقال مرادہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنبیّ الرسول الذی یأتی بشریعۃ مستقلّۃ۔

وحینئذ لا یشکل ھذا لما علمت انہ لم یأت بشریعۃ مستقلۃ ولا ما جاء فی روایۃ اخری لیس بینی وبینہ نبی ولا رسول ولا ما فی کلام البیضاوی تبعا للکشاف من ان بین عیسی ومحمد صلی اللہ علیہما وسلم اربعۃ انبیاء ثلاثۃ من بنی اسرائیل وواحد من العرب وھو خالد بن سنان وبعدہ حنظلۃ بن صفوان علیہما السلام ارسلہ اللہ تعالی لاصحاب الرأس بعد خالد بمائۃ سنۃ لانہ یجوز

ان یکون کل من هؤلاء الثلاثۃ لم یبعث بشریعۃ مستقلۃ بل کان مقرراً لشریعۃ عیسی علیہ الصلاۃ والسلام ایضاً کخالد بن سنان ۔

والرس البئر الغیر المطویۃ ای الغیر المبنیۃ کذا فی الکشاف والذی فی القاموس کالصحاح المطویۃ باسقاط غیر فانہم قتلوا حنظلۃ ودسّوہ فیہا ای وحین دسوہ فیہا غار ماؤہا وعطشوا بعد ریہم ویبست اشجارہم وانقطعت ثمارہم بعد ان کان ماؤہا یرویہم ویکفی ارضہم جمیعاً وتبدلوا بعد الانس الوحشۃ وبعد الاجتماع الفرقۃ لانہم کانوا ممن یعبد الاصنام ای وکان ابتلاہم اللہ تعالی بطیر عظیم ذی عنق طویل کان فیہ من کل لون فکان ینقض علی صبیانہم یخطفہم اذا اعوزہ الصید وکان اذا خطف احداً منہم اغرب بہ ای ذھب بہ الی جہۃ المغرب فقیل لہ لطول عنقہ ولذھابہ الی جہۃ المغرب عنقاء مغرب فشکوا ذلک الی حنظلۃ علیہ السلام فدعا علی تلک العنقاء فارسل اللہ تعالی علیہا صاعقۃ فاھلکتہا ولم تعقب وکان جزاؤہ منہم ان قتلوہ وفعلوا بہ ما تقدم ۔

وذکر بعضہم ان حنظلۃ ھذا کان من العرب من ولد اسمٰعیل علیہ السلام ایضاً علیہ الصلاۃ والسلام ثم رأیت ابن کثیر ذکر ان حنظلۃ ھذا کان قبل موسی علیہ السلام وانما ذکر ان فی زمن عمر بن الخطاب فتحت تستر المدینۃ المعروفۃ وجدوا تابوتاً وفی لفظ سریراً علیہ انیال علیہ السلام ووجدوا طول انفہ شبراً وقیل ذراعاً ووجدوا عند راسہ مصحفاً فیہ ما یحدث الی یوم القیامۃ وان من وفاتہ الی ذلک الیوم ثلثمائۃ سنۃ ثم قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۴۰ لکن ان کان تاریخ وفاتہ محفوظاً من ثلثمائۃ سنۃ فدانیال لیس بنبیّ بل ھو رجل صالح لان عیسی علیہ السلام لیس بینہ وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبیّ بنص الحدیث الذی فی البخاری ۔ قال الحلبی اقول وقد علمت الجواب عن ذلک بان المراد بالنبیّ الرسول وفیہ ان ھذا یبعدہ عطف الرسول علی النبیّ المتقدم فی بعض الروایات الا ان یجعل من عطف التفسیر انتہی ۔

مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۱ ص ۶۷ پر خالد بن سنان کی نبوت کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں ۔

وممن کان فی الفترۃ خالد بن سنان العبسی وھو خالد بن سنان بن غیث بن عبس وقد ذکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذلک نبیّ اضاعہ قومہ ثم ذکر قصۃ النار وانہ اطفاھا ثم قال فلما حضرت خالد بن سنان الوفاۃ قال لاخوتہ اذا انا دفنت فانہ ستجیئ عانۃ من حمیر یقدمہا عیر ابتر فیضرب قبری بحافرہ فاذا رأیتم ذلک فانبشوا عنی فانی ساخرج الیکم فاخبرکم بجمیع ما ھو کائن فلما مات ودفنوہ رأوا ما قال فارادوا ان یخرجوہ فکرہ ذلک بعضہم وقالوا نخاف ان تنسبنا العرب الی نبشنا عن میتٍ لنا واتت ابنتہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمعتہ یقرأ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد فقالت کان ابی یقول ھذا

قول صحیح یہ ہے کہ خالد بن سنان صالح و مؤحد و صاحب کرامات اولیاء اللہ میں سے تھے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ اوّلاً تو اس لیے کہ عیسٰی و رسول اللہ صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین زمانے میں کوئی نبی نہیں آئے۔ صحیح حدیث بخاری میں اس کی تصریح گزر چکی ہے۔ ثانیاً قرآن شریف کی اس آیت لتنذر قوماً ما اتٰھم من نذیر من قبلك سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج۲ ص۲۱۲ قال ابو یونس قال سماك بن حرب سئل النبی علیہ السلام عن خالد بن سنان فقال ذاك نبی اضاعہ قومہ قال ابو یونس قال سماك بن حرب ان ابن خالد بن سنان اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحبا بابن اخی فهذا السیاق موقوف علی ابن عباس ولیس فیہ انہ کان نبیاً والمرسلات التی فیها انہ نبی لایحتج بها هنا والاشبہ انہ کان رجلاً صالحاً لہ احوال وکرامات فانہ ان کان فی زمن الفترۃ فقد ثبت فی صحیح البخاری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ان اولی الناس بعیسی بن مریم انا لانہ لیس بینی وبینہ نبیّ۔ وان کان خالد قبل الفترۃ فلایمکن ان یکون نبیاً لان اللہ تعالٰی قال لتنذر قوماً ما اتاهم من نذیر من قبلك۔

وقد قال غیر واحد من العلماء ان اللہ تعالی لم یبعث بعد اسماعیل علیہ السلام نبیاً فی العرب الّا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء الذی دعا بہ ابراهیم الخلیل وبشرت بہ الانبیاء لقومهم حتی کان اٰخر من بشر بہ عیسی بن مریم علیہ السلام وبهذا المسلك بعینہ یردّ ما ذکرہ السهیلی وغیرہ من ارسال نبی من العرب یقال لہ شعیب بن ذی مهذم بن شعیب بن صفوان صاحب مدین وبعث الی العرب حنظلۃ بن صفوان فکذّبوهما فسلّط اللہ علی العرب بخت نصر فنال منهم من القتل والسبی نحو ما نال من بنی اسرائیل وذلك فی زمن معد بن عدنان والظاهر ان هؤلاء کانوا قوماً صالحین یدعون الی الخیر انتهی۔

امرِ ثانی۔ مشہورِ زمانہ سخی حاتم طائی زمانۂ فترت میں تھے۔ یہ قبیلۂ طی سے تھے۔ طی عرب میں مشہور اور بہت بڑا قبیلہ ہے۔ حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حاتم طائی کفر پر مرا ہے کما یعلم من کتب التاریخ۔ اس کے مکارمِ اخلاق و مناقب و مفاخر و احوال جود و سخا کے کتابوں میں عجیب و حیرت انگیز قصے منقول ہیں۔ تاہم وہ نیک کام اور سخاوت و شہرت اور دنیا میں نیک نامی کی نیت سے کرتا تھا۔ رضاء اللہ و ثواب آخرت کے ارادے سے وہ یہ کام نہیں کرتا تھا۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ وکانت لحاتم مآثر وامور عجیبۃ واخبار مستغربۃ فی کرمہ یطول ذکرها ولکن لم یکن یقصد بها وجہ اللہ والدار الاٰخرۃ وانما کان قصدہ السمعۃ والذکر وعن ابن عمر قال ذکر حاتم عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذاك اراد امراً فادرکہ واخرج احمد فی مسندہ قال قلت لرسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان ابی کان یصل الرحم ویفعل ویفعل فهل له فی ذلك یعنی من اجر قال انّ اباك طلب شیئًا فاصابه۔ واخرج البیهقی باسناده عن علی رضی اللہ عنه قال یا سبحان اللہ ما ازهد كثیرًا من الناس فی خیر عجبًا لرجل یجیئه اخوه المسلم فی حاجة فلا یری نفسه للخیر اهلًا فلو كان لا یرجو ثوابًا ولا یخشی عقابًا لكان ینبغی له ان یسارع فی مكارم الاخلاق فانها تدل علی سبیل النجاح فقام الیه رجل قال فداك ابی وامّی یا امیر المؤمنین اسمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم وما هو خیر منه۔ (ای سمعتُ عنه علیه السلام ما هو خیر من هذا)

لما اُتِیَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبایا طیٔ وقعت جاریة حمراء لعساء زلفاء عیطاء شمّاء الانف معتدل القامة والهامة درماء الكعبین خدلّجة الساقین لفاء الفخذین خمیصة الخصرین ضامرة الكشحین مصقولة المتنین قال فلما رأیتها اعجبتُ بها وقلتُ لأُطلبن الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیجعلها فی فیئ فلما تكلمت اُنسیتُ جمالها لما رأیت من فصاحتها فقالت یا محمد ان رأیتَ اَن تخلی عنّی ولا تشمت بی اَحیاء العرب فانی ابنة سیّد قومی وان ابی كان یحمی الذمار ویفكّ العانی ویشبع الجائع ویكسو العاری ویقری الضیف ویطعم الطعام ویفشی السلام ولم یردّ طالب حاجة قطّ وانا ابنة حاتم طیٔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا جاریة هذه صفة المؤمنین حقًّا لو كان ابوك مؤمنًا لترحّمنا علیه خلّوا عنها فان اباها كان یحبّ مكارم الاخلاق واللہ تعالی یحبّ مكارم الاخلاق فقام ابو بردة رضی اللہ عنه فقال یا رسول اللہ واللہ یحبّ مكارم الاخلاق؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیده لا یدخل الجنة احد الا بحسن الخلق۔

مبرد نحوی ابو عبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حاتم طائی نے شاعر متلمس کے وہ اشعار سنے جن میں مال محفوظ رکھنے کی ترغیب ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں ؎

قلیلُ المالِ تُصلِحه فیبقیٰ ۔۔۔ ولا یبقی الكثیر علی الفساد
وحفظُ المال خیرٌ من فناه ۔۔۔ وعسفٍ فی البلاد بغیر زاد

تو حاتم نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ماله قطع اللہ لسانه حمل الناس علی البخل فهلّا قال ؎

فلا الجود یُفنِی المال قبل فنائه ۔۔۔ ولا البخل فی مال الشحیح یزید
فلا تلتمس مالًا بعیش مقتّر ۔۔۔ لكلّ غدٍ رزق یعود جدید
الم ترانّ المالَ غادٍ ورائحٌ ۔۔۔ وانّ الذی یُعطیك غیرُ بعید

قال القاضی الفرج ولقد احسن فی قوله وان الذی یعطیك غیر بعید ولو كان مسلمًا لرُجی له الخیر فی معاده

وقد قال الله تعالیٰ فی کتابہ واسألوا الله من فضله ۔ وقال تعالیٰ واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۔ انتھی ۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حاتم کا یہ قول الم تران المال الخ بھی بہت خوب ہے ۔ اسی وجہ سے ابو حنیفہؒ کے نزدیک نکاح میں کفاءت بالمال معتبر نہیں ہے فان المال غاد ورائح کما فی کتب الفقه بلکہ تینوں اشعار کا مضمون اسلامی اور حق ہے ۔ ممکن ہے کہ اس کا یہ قول وان الذی یعطیك غیر بعید حاتم کے ایمان باللہ اور موحّد ہونے کی دلیل ہو جائے کیونکہ زمانۂ فترت میں صرف توحید نجات آخرت کے لیے کافی ہے کما صرح بہ العلماء ۔ بہرحال حاتم کا یہ قول دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود و توحید کا معترف تھا ۔ نیز اس بات پر کہ معطی یعنی سب کچھ دینے والے اور تمام امور میں متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں ۔ نیز اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ قریب و غیر بعید ہیں نحن اقرب الیه من حبل الورید اور فترت میں ایمان کے لیے اتنا اعتقاد رکھنا کافی ہے ۔ یہ دلیل اول کا بیان تھا ۔

دلیل دوم ۔ حاتم کا ایک اور شعر ہے جس میں وہ اپنی مملوکہ باندی کو اپنی سخاوت کے بارے میں کہتا ہے نعمان بادشاہ سے ملاقات کرنے اور اس کے تحائف وصول کرنے کے بعد ؎

اِن یَفْنَ ما عندنا فالله یرزقنا ۔۔۔ مِمّن سوانا ولسنا نحن نرتزق

یہ قول فالله یرزقنا بظاہر حصر پر دال ہے یعنی صرف اللہ ہی رازق ہیں معلوم ہوا کہ حاتم موحّد تھا اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہونے کے علاوہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو رزاق اور متصرف فی الامور سمجھتا تھا ۔

دلیل سوم ۔ حاتم خصال حمیدہ و مکارم اخلاق ، پاک دامنی و عفت سے موصوف تھا ۔ لوگوں کی خیر خواہی ہمسایوں کی عزت کا خیال رکھنا ، مہمانوں کا اکرام و اطعام و سخاوت وغیرہ یہ وہ افعال صالحہ ہیں جن کا منبع ایمان باللہ و خوفِ خدا ہی ہو سکتا ہے ۔ ذکر الدارقطنی الحافظ المحدث باسنادہ قال قالت امرأۃ حاتم لحاتم یا ابا سفانة اشتھی ان اکل انا وانت طعامًا وحدنا لیس علیه احدٌ فامرھا فحولت خیمتھا من الجماعة علی فرسخ وامر بالطعام فھیّئ وھی مرخاۃ ستورھا علیه وعلیھا فلما قارب نضج الطعام کشف عن رأسه ثم قال ؎

فلا تطبخی قِدری وسترُكِ دونھا ۔۔۔ علیّ اِذن ما تطبخین حرامُ

ولکن بھذاك الیفاع فاوقدی ۔۔۔ بجزل اذا اوقدت لا بضرام

قال ثم کشف الستور وقدم الطعام ودعی الناس فاکل واکلوا فقالت ما اتممت لی ما قلت فاجابھا فانی لا تطاوعنی نفسی ونفسی اکرم علیّ من ان یثنی علی ھذا وقد سبق لی السخاء ثم انشأ یقول ؎

أمارِس نفسي البخل حتى أعزّها　　واترك نفسَ الجود ما استثيرها

ولا تشتكيني جارتي غير انها　　اذا غاب عنها بعلها لا ازورها

سيبلغها خيري ويرجع بعلها　　اليها ولم تقصر عليها ستورها

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکارم اخلاق اس کی فطرت بن گئے تھے اور وہ بڑا پاکدامن تھا۔ ہمسایہ عورتوں کو کبھی بُری نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا اہل جاہلیت کی آوارگی کے برخلاف وہ زنا اور بے حیائی سے مکمل اجتناب کرتا تھا۔ حاتم کا قول نفسی اکرم علیّ من ان یثنی علیّ هذا قابل غور و فکر ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دکھاوا، ریا اور صرف حُسنِ ثنا اور دنیاوی شہرت و نیک نامی حاصل کرنے کے لیے یہ نیک اعمال نہیں کرتا تھا۔ لہذا ظاہر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اعمال صالحہ کرتا تھا۔ حاتم کے کچھ مزید اشعار سنیے جن میں وہ اپنی عفت اور اجنبی عورتوں کو بُری نگاہ سے نہ دیکھنے پر خوشی و فخر کرتا ہے۔ حاتم کہتا ہے ؎

اذا ما بِتُّ أشرب فوق ريّ　　لسُكرٍ في الشراب فلا رويتُ

اذا ما بتُّ أختِلُ عِرسَ جارِي　　لِيُخفِيني الظلامُ فلا خفيتُ

أأفضح جارتي وأخونُ جاري　　فلا والله أفعل ما حَيِيتُ

اس قطعہ میں مکارم اخلاق کے بیان کے علاوہ اس کا قول فلا واللہ ہمارے دعوے کا گواہ ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی۔ معلوم ہوا کہ وہ موحّد تھا ورنہ یہاں پر بُت کی قسم کھا کر واللّات بھی کہہ سکتا تھا۔ اس سلسلے کے چند اور اشعار حاتم کے سنیے۔ کہتا ہے ؎

ما ضرّ جارًا لي أجاوِرُه　　أن لا يكونَ لِبابِهِ سِترُ

أُغضِي اذا ما جارتي برزتْ　　حتى يُواري جارتي الخِدرُ

مندرجہ ذیل اشعار میں حاتم اپنے مکارم اخلاق کی مزید وضاحت کرتا ہے ؎

وما من شيمتي شتم ابنِ عمّي　　وما انا مُخلِفٌ مَن يرتجيني

وكلمةُ حاسدٍ من غير جرمٍ　　سمعتُ وقلتُ مُرّي فانفذيني

وعابوها عليّ فلم تَعِبني　　ولم يعرق لها يومًا جبيني

وذي وجهين يلقاني طليقا　　وليس اذا تغيّب يأتسيني

ظفرتُ بعيبه فكففتُ عنه　　محافظةً على حسبي وديني

ان پانچ ابیات پر غور کرنے سے چند اہم باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) شعر اول کے پہلے مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ داروں کی مخالفت کے باوجود کسی کو بُرا نہیں کہنا اور سب و شتم سے اجتناب کرنا مومنوں کی خصلت ہے۔ واذا خاطبہم الجاهلون قالوا سلامًا۔ (۲) دوسرے مصرعہ میں بتاتا ہے کہ وہ وعدہ خلافی سے بچتا ہے اور کسی سائل اور طامع مال و امیدوار نفع کو نا امید نہیں کرتا۔ یہ کتنی اچھی خصلت ہے

(۳) دوسرے بیت میں وہ بتاتا ہے کہ وہ حاسدین کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ انھیں معاف کر دیتا ہے۔ (۴) تیسرے شعر میں بتاتا ہے کہ حاسدین کو سزا نہ دینے اور ان کی سنی ان سنی کر دینے کے بارے میں وہ لوگوں کی ملامت کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ (۵) آخری دو شعروں میں یہ ذکر ہے کہ ذو وجہین و منافقین جو پس پشت اس کی غیبت و بدخواہی میں کسر نہیں چھوڑتے کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود حاتم ان کی عیب جوئی سے احتراز کرتا ہے۔

(۶) آخری مصرعہ میں ہے کہ وہ یہ تمام افعال حسنہ و خصال طیبہ اپنی شرافت، عزت اور دین کو بچانے کے پیش نظر اختیار کرتے ہیں نہ کہ ریا و دنیاوی شہرت کے حاصل کرنے کے لیے۔ (۷) لفظ "دینی" دلالت کرتا ہے کہ حاتم اپنی جاہل و کافر قوم کے برخلاف ایک دین و شریعت کا معتقد تھا اور وہ دین توحید ہی ہو سکتا ہے۔ لفظ "دینی" خصوصی طور پر توجہ طلب ہے۔ ایک اور شعر میں تو حاتم نے کمال کر دیا۔ کہتا ہے ؎

وانك إن أعطيتَ بطنكَ سُؤلَه   وفرجكَ نالا منتهى الذمِّ أجمعا

اس شعر میں اپنی عفت و حلال خوری اور حرام مال کھانے سے اجتناب کے بیان کے ساتھ ساتھ اوروں کے لیے بڑی نصیحت بیان کر دی ہے۔ عدیؓ بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شهدتُ حاتماً يكيد بنفسه فقال لی ای بُنیّ انی أعهد من نفسی ثلاثَ خصالٍ واللہ ماخاتلت جارةً لريبة قط ولا اؤتمنت على امانة الا اديتها ولا اوتی احدٌ من قبلی بسوء۔

دلیل چہارم۔ محدث ابن کثیر رحمہ اللہ نے بدایہ ج ۲ ص ۲۱۶ پر باسناده حاتم کی ایک حکایت ذکر کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حاتم متواضع و منکسر المزاج ہونے کے علاوہ اسخی الناس یعنی سب سے زیادہ سخی ہونے کا مدعی ہونا تو کجا بلکہ وہ اس کی نفی کرتا اور کہتا تھا کہ سارے عربی لوگ مجھ سے زیادہ سخی ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس قسم کے دعوے سے سخاوت کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ صرف اور محض دنیاوی نام و شہرت کا طالب تو ہر مجمع میں اسخی الناس ہونے کا دعویٰ و اظہار کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے سب سے بڑا اسخی سمجھیں اور ہر مقام پر اس کی مدح سرائی ہوتی رہے اپنی سخاوت کی نفی تو دور کی بات ہے۔ طالب نام و شہرت اپنی مدح و نام کے ساتھ کسی اور شخص کا نام اپنی ہتک و بے عزتی سمجھتا ہے۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابوبكر بن عيّاش قيل لحاتم هل فی العرب اجود منك فقال كل العرب اجود منّی ثم انشأ يحدّث حاتم قال نزلت علی غلام من العرب يتيم ذات ليلة وكانت له مائة من الغنم فذبح لی شاة منها واتانی بها فلما قرّب الیّ دماغها قلت ما اطيب هذا الدماغ قال فذهب فلم يزل يأتينی منه حتی قلت قد اكتفيت فلما اصبحتُ اذا هو قد ذهب المائة شاة وبقی لا شئ له

فقیل فما صنعت بہ فقال ومتی ابلغ شکرہ ولو صنعت بہ کل شیٔ قال علی کل حال فقد اعطیتہ مائۃ ناقۃ من خیار ابلی اھ۔

دلیل پنجم۔ حاتم طائی اپنے کلام میں کثرت سے قسم ذکر کرتے ہیں لیکن ہر مقام پر وہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھاتے ہیں بتوں کے نام کی قسم نہیں کھاتے مثل قولہ فلا واللہ افعل ماجئت فی الشعر الذی کو من قبلُ۔ نیز اللہ تعالیٰ ہی کو رزاق ومعطی اور قریب سمجھنے کے علاوہ کثرت سے ان شاء اللہ کا استعمال اپنے کلام میں کرتے تھے۔ مثل قولہ لزوجتہ نوار فی زمن القحط۔ اسکتی فواللہ لاشبعنك ان شاء اللہ
حاتم کی بیوی نوار یہ حکایت بیان کرتی ہے کہ قحط سالی میں ایک رات ہمارے تینوں بچے عبد اللہ و سفانہ اور عدی بھوک سے رو رہے تھے ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ تینوں بچوں کو ہم نے بہانے سے سُلا دیا ہم میاں بیوی بھی بھوکے تھے کہ آدھی رات کو ایک ہمسائی عورت نے آکر کہا کہ میرے بچے بھوکے ہیں اور بھوک کے مارے بلبلا رہے ہیں۔ اس عورت نے کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ حاتم نے کہا اپنے بچوں کو جلدی سے میرے پاس لے آ۔ قالت النوار فقلت لہ ماذا صنعت اضطجع واللہ لقد تضاغی اصبیتك فما وجدت ما تعللھم فکیف بھذہ وبولدھا فقال حاتم اسکتی فواللہ لاشبعنك ان شاء اللہ فقام الی فرسہ فوجأ بحربتہ فی لبتہ ثم قدح زندہ واوری نارہ ثم جاء بمدیۃ فکشط عن جلدہ ثم دفع المدیۃ الی تلك المرأۃ ثم قال دونك ثم قال لی یا نوار ابعثی صبیانك فبعثتھم ثم قال سوءۃ اتأکلون شیئًا دون اھل الصرم فجعل یطوف فیھم حتی ھبوا واقبلوا علیہ والتفع فی ثوبہ ثم اضطجع ناحیۃ ینظر الینا واللہ ماذاق مزعۃ وانہ لاحوجھم الیہ فاصبحنا وما علی الارض الا عظم وحافر کذا فی البدایۃ۔

یہ تمام باتیں حاتم کے موحد ومؤمن باللہ وبصفات اللہ کی دلیل ہیں۔ کافر ومشرک واللہ کی بجائے واللات والعزیٰ اور ان شاء اللہ کی بجائے ان شاء اللات والعزیٰ یا اسی قسم کے کسی اور بت کا نام ذکر کرتا ہے۔

دلیل ششم۔ تراجم اعیان کی فصل میں ترجمہ حاتم طائی میں ہم نے ایک وفد کی حکایت ذکر کی ہے جو حاتم کی قبر کے پاس ایک رات ٹھیرا تھا، ان میں سے ایک شخص نے حاتم کی قبر پر آکر اس سے کھانا مانگا۔
وہ حکایت یہ ہے قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۲۱۲ ذکر الخرائطی فی کتاب مکارم الاخلاق باسنادہ عن المحرر مولی ابی ھریرۃ قال مر نفر من عبد القیس بقبر حاتم طئ فنزلوا قریبًا منہ فقام الیہ بعضھم یقال لہ ابو الخیبری فجعل یرکض قبرہ برجلہ ویقول یا ابا جعد اقرنا فقال لہ بعض اصحابہ ما تخاطب من رمۃ وقد بلیت واجنھم اللیل فناموا فقام صاحب القول فزعا یقول یا قوم علیکم بمطیکم فان

حاتمًا اتانی فی النوم وانشد نی شعرًا وقد حفظتہ یقول ؎

ابا الخیبری وانت امرؤٌ ظلوم العشیرۃ شتّامُھا
اتیتَ بصحبك تبغی القری لدی حُفرۃٍ قد صَدَت ھامُھا
اتبغی لی الذنب عند المبیت وحولك طیٔ وانعامُھا
وانا لنُشبعُ اَضیافنَا وتأتی المطیّ فنعتامُھا

قال واذا ناقۃ صاحب القول تکوس عقیرًا فنحروھا وقاموا یشتوون ویاکلون وقالوا واللہ لقد اضافنا حاتم حیًّا ومیتًا قال واصبح القوم واردفوا صاحبھم وساروا فاذا رجل ینوّہ بھم راکبًا جملًا ویقود اٰخر فقال ایکم ابو الخیبری قال انا قال ان حاتمًا اتانی فی النوم فاخبرنی انہ قری اصحابك ناقتك وامرنی ان احملك وھذا بعیرٌ فخذہ ودفعہ الیہ اھ۔

یہ قصہ صاحب احوال وکرامات بزرگوں کے قصوں سے مشابہ ہے۔ موحدین ومؤمنین کے ہاں ایسے کرشموں کا دیکھنا ممکن ہے اور کفار کی قبروں پر ایسے کرشموں کا دیکھنا ناممکن ہے کافر قبر میں مبتلائے عذاب ہوتا ہے وہ کسی شخص کی نصرت واعانت نہیں کرسکتا۔

دلیل ہفتم۔ کتب تاریخ میں حاتم کے مفصل احوال اور قصے درج ہیں مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ حاتم بُت پرست تھا یا کسی وقت بت کے پاس جاکر اس نے بت سے امداد مانگی بلکہ اس کے برخلاف یہ درج ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ ہی کو رازق ومتصرف اور سب کچھ دینے والا سمجھتا تھا۔ کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حاتم نے بت کی تعظیم کی یا اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نے جانوروں کی قربانی پیش کی۔ حالانکہ کفار عرب کا ہر شخص حسب استطاعت بتوں کو خوش کرنے کے لیے نذر ونیاز پیش کرنا اور ان کے نام پر جانور ذبح کرنا فخر وسعادت اور نیک نامی کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ اگر حاتم کافر ومشرک ہوتا اور ثواب آخرت کی بجائے صرف اور محض دنیا کی نیک نامی وشہرت کا طالب ہوتا تو وہ عرب کے اس مروّجہ اور ان کے زعم کے پیش نظر معزز وقابل ستائش سلسلے میں سب سے آگے ہوتا اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تاکہ اسے اپنے مقصود یعنی حصول شہرت ونیک نامی میں کامیابی حاصل ہوجاتی۔ طلب شہرت کی خاطر اس قسم کے مقابلوں کے بہت سے قصے کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن ہمیں اس سلسلے کے شرکاء کے ناموں میں کہیں بھی حاتم کا نام نظر نہیں آتا جب کہ اس کا نام سرفہرست ہونا چاہیے تھا۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حاتم بت پرست ومشرک نہیں تھا بلکہ وہ موحّد تھا۔

دلیل ہشتم۔ حاتم زمانۂ فترت میں تھا اور اشاعرہ ومحدثین ومفسرین کے بے شمار ائمۂ عظام وعلماء کرام نے اہل فترت کے ناجی اور جنتی ہونے کی تصریح کی ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے والدین واجداد کے آخرت میں

ناجی ہونے کے لیے حافظ سیوطیؒ وغیرہ علماء نے متعدد ادلہ کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ اہل فترت میں سے ہیں اور اہل فترت ناجی ہیں۔

قال السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی رسالۃ التعظیم والمنۃ ص۳۱ عند بیان مذہب اہل السنۃ فیمن ہو قبل الدعوۃ۔ قال اہل الاصول قاطبۃ شکر المنعم لیس بواجب عقلاً خلافاً للمعتزلۃ قال الکیا الہراسی وغیرہ المراد بشکر المنعم امتثال الاوامر واجتناب النواہی من الکفر وغیرہ اہ وقد رد ابن السبکی فی شرح مختصر ابن الحاجب قول العلماء الذین ہم من اہل السنۃ وقالوا بوجوب شکر المنعم عقلاً تبعاً للمعتزلۃ ثم قال ابن السبکی وعلی مسألۃ شکر المنعم تتخرج مسألۃ من لم تبلغہ الدعوۃ نعند نایموت ناجیاً ولا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وہو مضمون بالکفارۃ والدیۃ ولا یجب القصاص علی قاتلہ علی الصحیح اذ ہو لیس بمسلم انتہی بحاصلہ۔ قال السیوطی وہو صریح فی نجاتہ وانہ لا یدخل النار وانہ یدخل الجنۃ مع کونہ لا یسمّی مسلماً اہ

ثم قال السیوطی فی ذکر عذر من کفر من اہل الفترۃ وکونہم ناجین۔ ولم یکن کفر العرب انکاراً للصانع ولا لألوہیتہ ولا ادّعوا فی الاصنام انہا تخلق وتدبّر کما ادعی نمرود وقومہ بل کانوا یقرون للہ بالالہیۃ وانہ الخالق المدبّر کما قال اللہ تعالیٰ ولئن سألتہم من خلقہم لیقولن اللہ وکانوا یزعمون فی الاصنام انہا تشفع لہم عند اللہ کما قال تعالیٰ حکایۃ عنہم ما نعبدہم الّا لیقرّبونا الی اللہ زلفیٰ

دلیل نہم۔ مسند احمد کی مذکورہ صدر حدیث میں عدی بن حاتمؓ کے سوال پر نبی علیہ السلام کا قول ان اباك طلب شیئاً فاصابہ حاتم کے موحّد ہونے پر محمول ہو سکتا ہے۔ بہرحال یہ قول اس کے کافر ہونے کی تصریح نہیں ہے بلکہ یہ مجمل ومبہم یا ذومعنیین قول ہے۔ اس قول کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ تیرا باپ حاتم اپنے مقصد ومطلوب میں کامیاب ہوا۔ یہ ہے حدیث ہذا کا مفہوم۔ پس اس کا یہ مطلب متعین کرنا کہ حاتم کافر ہے اور وہ صرف دنیاوی نیک نامی کی خاطر مکارم اخلاق پر عمل کرتا تھا ہرگز درست نہیں۔

بلکہ یہ قول اوّلاً تو مبہم و ذومعنیین ہے۔ جس طرح یہ حاتم کے کفر پر محمول ہو سکتا ہے اسی طرح اس کے موحّد وجنتی ہونے پر بھی حمل ہو سکتا ہے یعنی اس (حاتم) نے اجر وثواب آخرت کو چاہا سو وہ اس نے پالیا۔

ثانیاً۔ اس حدیث میں ظاہری طور پر کامیابی کی خوش خبری سنائی گئی اور فرمایا کہ حاتم کے اعمال صالحہ رائگاں نہیں گئے۔ باقی باطن ونیتِ قلب کہ یہ تعیین ونشان دہی کہ وہ اچھی تھی یا بری، ثواب آخرت کی تھی یا صرف دنیا کی نیک نامی کی تھی نہیں فرمائی بلکہ اس سے سکوت فرمایا اور مبہم چھوڑ دیا۔ چنانچہ نیتِ قلب اچھی تھی یا بری اس کا علم تو حاتم کو ہے یا عدی بن حاتم کو صاحبُ الدار أدری بما فیہا۔ اس کی نظیر حدیث

المرء مع من احبّ ہے۔ حدیثِ ہٰذا میں جنت یا دوزخ میں معیّت کی تخصیص و تعیین سے قطع نظر صرف معیّت و رفاقتِ اخروی کی اطلاع دی گئی ہے۔ باقی جنتی یا دوزخی رفاقت کی تعیین و انتخاب مُحبّ کے سپرد ہے۔ اگر وہ محبِ صالحین ہو تو جنت میں ان کا رفیق ہوگا اور اگر محبِ شیاطین و مفسدین ہو تو دوزخ میں ان کا مصاحب ہوگا۔

دلیل دہم۔ اگر حاتم کافر و غیر موحد یا غیر ناجی ہوتا تو نبی علیہ السلام حدیثِ مذکور میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر المرء مع من احب جیسے مبہم و ذومعنیین جواب نہ دیتے۔ کیونکہ اسی قسم کے کئی سوالات کے جواب میں نبی علیہ السلام نے واضح طور پر مسئول عنہ کے کفر کا ذکر فرمایا۔ مثلاً ایک بار ایک صحابی نے اپنے باپ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا فی النار۔ اخرج مسلم عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلاً قال یا رسول اللہ این ابی؟ قال فی النار۔ اسی طرح عبد اللہ بن جدعان جو حاتم طائی کی طرح سخی و اجوادِ عرب میں سے تھا، کے بارے میں سوال کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح جواب دیا۔

فقد ثبت فی صحیح مسلم ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت یا رسول اللہ ان ابن جدعان کان یطعم الطعام و یقری الضیف فھل ینفعہ ذلک یوم القیامۃ فقال لا۔ انہ لم یقل یوماً رب اغفر لی خطیئتی یوم الدین۔

ابن جدعان اگرچہ بڑا سخی تھا اور سخاوت میں مشہور تھا لیکن اس میں اور حاتم میں بڑا فرق ہے وہ یہ کہ ابن جدعان سخاوت و اطعام الطعام کے سوا دیگر مکارمِ اخلاق و خصالِ مومنین سے موصوف نہ تھا بلکہ سرے سے شریف الطبع و سلیم الفطرۃ بھی نہ تھا وہ اوّلاً انتہائی ذلیل و بدکردار اور غنڈہ قسم کا انسان تھا۔ شرارتوں و بدکرداری کی وجہ سے اپنے قبیلہ اور خاندان میں مبغوض تھا، سب اس سے نالاں تھے یہاں تک کہ اپنے والدین کا بھی نافرمان تھا اس کے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ اس کی سخاوت کا قصہ بھی عارضی ہے وہ فطرۃً و طبعاً سخی نہ تھا اس لیے اس نے صرف اپنی نیک نامی و دنیاوی مدح و ثنا حاصل کرنے کے لیے مال مل جانے کے بعد سخاوت شروع کی تھی۔ ہم آگے بتائیں گے کہ ابن جدعان کو اچانک ایک بڑا خزانہ مل گیا تھا اس میں سے وہ خرچ کرتا تھا۔ مفت را چہ باید، مفت آمد مفت رفتہ کی بات تھی۔

اس کے برخلاف حاتم طائی کا حال ایسا نہ تھا۔ اس کے پاس کوئی پوشیدہ خزانہ نہ تھا۔ وہ سخاوت کے علاوہ اسلام کے بلند و پاکیزہ جملہ خصالِ طیبہ مثل پاک دامنی، عفت، حرام سے اجتناب، بری نگاہ سے بچنا، کسی انسان کو تکلیف اور دکھ نہ پہنچانا، ہمسایوں کا خیال رکھنا، خود بھوکا رہنا اور دوسروں کو کھلانا وغیرہ اخلاقِ شریفہ سے موصوف تھا۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے آج تک حاتم طائی کی سخاوت و شرافت کے ڈنکے چار دانگِ عالم میں بج رہے ہیں اور ابن جدعان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ حاتم آج تک

اگرچہ صرف سخاوت کی وجہ سے مشہور رہے لیکن ابتداء میں اس کی مقبولیت وشہرت میں سخاوت کے علاوہ دیگر اخلاقِ حسنہ کا بھی دخل تھا۔

بہرحال ظاہری قرائن کے پیش نظر حاتم ناجی وموحد معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا معاملہ توحید مستور وپوشیدہ تھا اور اس کا حکم بتلانا زیادہ اہم بھی نہ تھا جتنا ورقہ بن نوفل وقسّ بن ساعدہ وزید بن عمرو بن نفیل کا معاملہ توحید واضح اور اہم تھا۔ کیونکہ ان تینوں کی اسلامی باتیں خود نبی علیہ السلام سُن چکے تھے یہ تینوں اشخاص شرک سے بیزاری اور ایمان باللہ واعتقادِ توحید کا ہر مجلس میں اعلان کرتے ہوئے دیگر لوگوں کو بھی صراطِ مستقیم کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس لیے ان کا معاملہ بالکل واضح تھا۔ دربارِ نبوت میں وہ واضح بشارت کے مستحق تھے اس واسطے نبی علیہ السلام نے تینوں کے جنتی ہونے کی طرف واضح اور غیر مبہم اشارہ فرمایا۔

اخرج ابن عساکر باسنادہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال فی حق زید بن عمرو بن نفیل یبعث یوم القیامۃ امۃ وحدہ وفی روایۃ یحشر ذاك امۃ وحدہ بینی وبین عیسی بن مریم۔ وقال علیہ السلام فی حق قس بن ساعدۃ رحم اللہ قسًا اما انہ سیبعث یوم القیامۃ امۃ واحدۃ وروی البیہقی باسنادہ عن ابن عباس فذکر حدیثًا فیہ طول الی قولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی بعثنی بالحق لقد اٰمن قس بالبعث۔

حاتم جیسے مستور الحال موحدین وناجین لوگوں کے بارے میں آپ مبہم جواب پر اکتفاء فرماتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حاتم کے مؤمن وموت علی التوحید سے متعلق نبی علیہ السلام کے پاس خصوصی وحی نہ آئی ہو اس لیے ایک جامع وذومعنیین جملہ پر اکتفاء کرتے ہوئے فرمایا ان اباك طلب شیئًا فاصابہ۔

سوال مذکورہ صدر روایت علی رضی اللہ عنہ میں حاتم کے مؤمن ہونے کی تصریح ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے حاتم کی صاحبزادی سے فرمایا یا جاریۃ ھذہ صفۃ المؤمنین حقًّا لو کان ابوكِ مؤمنًا لترحمنا علیہ۔

جواب اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند ضعیف ہے۔

ثانیاً یہ ہے کہ مستور الحال موحدین زمانہ فترت پر عام مسلمانوں کی طرح مؤمن ومسلم کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور نہ ان پر بوقت ذکر اسم ترحّم کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کسی حدیث میں عبد المطلب وغیرہ اجدادِ نبی علیہ السلام پر ترحّم منقول نہیں ہے۔ اسی طرح علماء وائمہ کے نزدیک ان کے لیے رحمہ اللہ کا استعمال رائج نہیں حالانکہ وہ موحد تھے کما صرح بہ السیوطی وغیرہ من العلماء رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس واقعہ کے وقت تک حاتم کے موحد ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی علیہ السلام کو مطلع نہ فرمایا ہو۔ ابن سبکی نے شرح مختصر الاصول میں اور سیوطی نے رسالہ التعظیم والمنۃ ص۳۲ میں تصریح کی ہے کہ اہل فترت پر

مسلم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

تنبیہ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حاتم کے ناجی ہونے کے بارے میں یہ بحث صرف ظنی ہے۔ ہم اس کے ناجی ہونے کا قطعی ثبوت پیش کرنے کے مدعی نہیں ہیں کیونکہ یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حاتم ناجی ہے اللہ تعالیٰ ہی عالم الامور والغیوب ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل ہی جانتے ہیں کہ حاتم ناجی ہے یا نہیں۔ اسی طرح اس کے ایمان یا ناجی ہونے کا فتویٰ دینا بھی مقصود نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اوّلاً تو اہل فترت کے ناجی ہونے کے (بشرطیکہ صحیح نصوص کسی کے کفر پر موجود نہ ہوں) متعدد محدثین وائمہ دین قائل ہیں۔ ثانیاً بزرگوں کے اس قول کی تائید میں اس عاجز کے ذہن میں چند دلیلیں آئیں جو سپرد قلم کر دیں۔ فان کان ما ذکرنا حقاً فمن اللہ وتوفیقہ وان کان خطأ فاستغفر اللہ عزوجل۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

امر[۳] ثالث۔ عبداللہ بن جدعان بن عمرو اہل فترت میں سے ہے۔ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد کا ابن عم ہے۔ ابن جدعان کی سخاوت بھی عرب میں مشہور ہے۔ وہ عرب کے چند مشہور اجواد میں سے ہے۔ ابن کثیر بدایہ ج۲ ص ۲۱۷ پر لکھتے ہیں کان من الکرماء الاجواد فی الجاھلیۃ المطعمین للمسنتین وکان فی بدء امرہ فقیراً مملقا وکان شریراً یکثر من الجنایات حتی ابغضہ قومہ وعشیرتہ واھلہ وقبیلتہ وابغضوہ حتی ابوہ فخرج ذات یوم فی شعاب مکۃ حائراً بائراً فرأی شقا فی جبل فظن ان یکون بہ شیئاً یؤذی فقصدہ لعلہ یموت فیستریح مما ھو فیہ فلما اقترب منہ اذا ثعبان یخرج الیہ ویثب علیہ فجعل یحید عنہ ویثب فلا یغنی شیئاً فلما دنا منہ اذا ھو من ذھب ولہ عینان ھما یاقوتتان فکسرہ واخذہ ودخل الغار فاذا فیہ قبور لرجال من ملوک جرھم ومنھم الحارث بن مضاض الذی طالت غیبتہ فلا یدری این ذھب ووجد عند رؤسھم لوحاً من ذھب فیہ تاریخ وفاتھم ومدد ولایتھم۔

واذا عندھم من الجواھر واللآلی والذھب والفضۃ شئ کثیر فاخذ منہ حاجتہ ثم خرج وعلم باب الغار ثم انصرف الی قومہ فاعطاھم حتی احبوہ وسادھم وجعل یطعم الناس وکلما قل ما فی یدہ ذلک الی ذلک الغار فاخذ حاجتہ ثم رجع وکانت لہ جفنۃ یأکل منہ الراکب علی بعیرہ ووقع فیھا صغیر فغرق۔

وذکر ابن قتیبۃ وغیرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد کنت استظل بظل جفنۃ عبد اللہ بن جدعان وفی حدیث مقتل ابی جھل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصحابہ تطلبوہ بین القتلی وتعرفوہ بشجۃ فی رکبتہ فانی تزاحمت انا وھو علی مأدبۃ لابن جدعان فدفعتہ فسقط علی رکبتہ فانھشمت فاثرھا باق فی رکبتہ فوجدوہ کذلک وجعل ابن جدعان منادیا ینادی کل لیلۃ علی ظھر الکعبۃ ان ھلموا الی جفنۃ ابن جدعان وفی صحیح مسلم ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت یا رسول اللہ

ان ابن جدعان کان یطعم الطعام ویقری الضیف فهل ذلك یوم القیامة فقال لا انه لم یقل یوماً رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین۔

قال ابن حبیب المورخ فی کتابه المحبر ص۱۳۷ لما اسن ابن جدعان بن عمرو حجر علیه رهطه فکان اذا اعطی احداً شیئاً رجعوا علی المعطی فاخذوه منه فکان اذا سأل سائل قال کن منی قریباً اذا جلست فانی سالطمك فلا ترض الا بان تلطمنی بلطمتك او تفتدی لطمتك بفداء رغیب ترضاه وله یقول ابن قیس الرقیات ؎

والذی ان اشار نحوك لطما ۔۔۔ تبع اللطم نائل وعطاء

وذکروا ان امیة بن ابی الصلت دخل علی عبد الله بن جدعان وعنده قینتان له فلما راٰهما قال انعم صباحاً اباز هیر ثم انشا یقول ؎

أأذکر حاجتی ام قد کفانی ۔۔۔ حیاؤك ان شیمتك الحیاء

فقال له خذ بید ایهما شئت فاخذ احداهما ثم خرج علی مجالس قریش فقالوا والله یا امیة ابیت شیخنا و سیدنا وعنده جاریتان له تلهیانه فسلبته احداهما فتذمم امیة من ذلك فرجع فلما راٰه عبد الله قال له اکفف حتی اخبرك ما الذی ردك جزت علی قریش فقالوا لك کذا وکذا انا اعاهد الله لتأخذن الاخری فان احداهما لا تصلح الا بالاخری فاخذهما وخرج وهو یقول ؎

عطاؤك زین لامرئ ان حبوته ۔۔۔ بفضل وما کل العطاء بزین

امر رابع۔ اہل جاہلیت و فترت کے ناجی وغیر ناجی ہونے پر علماء نے بحث کی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ چونکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی داعی یعنی پیغمبر نہیں آیا تھا لہٰذا وہ معذور ہیں اور بروز قیامت نجات پائیں گے فاخرج ابن جریر وابن ابی حاتم فی تفسیرهما عن قتادة فی قوله تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ قال ان الله لیس بمعذب احداً حتی یسبق الیه من الله خبراً او یأتیه من الله بینة۔ علماء کے اس گروہ کے نزدیک اہل فترت اگرچہ ناجی ہیں لیکن ان پر مسلم کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ ایک اور گروہ علماء امام غزالی وغیرہ کی رائے میں اہل فترت فی حکم المسلم وفی معنی المسلم ہیں۔ یہ تینوں گروہ عام اشاعرہ وشوافع کے ہیں ان کے نزدیک اہل فترت ناجی ہیں۔

قال الحافظ السیوطی رحمه الله تعالی فی کتابه مسالك الحنفاء ص۲ قد اطبقت ائمتنا الاشاعرة من اهل الکلام والاصول والشافعیة من الفقهاء علی ان من مات ولم تبلغه الدعوة یموت ناجیاً وانه لا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وانه اذا قتل یضمن بالدیة والکفارة نص علیه الامام الشافعی رضی الله عنه وسائر الاصحاب بل زاد بعض الاصحاب وقال انه یجب فی قتله القصاص ولکن الصحیح خلافه

لانہ لیس بمسلم وشرط القصاص المکافاۃ۔

وقد علّل بعض الفقهاء کونہ اذا مات لا یُعذَّب بانہ علی اصل الفطرۃ ولم یقع منہ عناد ولاجاءہ رسول فکذب بہ وسُئِل الشیخ شیخ الاسلام شرف الدین المناوی الشافعی المتوفی سنہ ۸۷۱ھ عن الد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل هو فی النار فزجر السائل زجرۃً شدیدۃ فقال له السائل هل ثبت اسلامہ فقال انہ مات فی الفترۃ ولا تعذیب قبل البعثۃ ونقل سبط ابن الجوزی فی مرأۃ الزمان ذلک عن بعض العلماء حیث قال وقال قوم قد قال اللہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ و الدعوۃ لم تبلغ اباہ ولا امہ فما ذنبهما ؟

ان قلت هل فی القرآن اشارۃ الی ذلک۔

قلت نعم۔ عدۃ آیات من القرآن تشیر الی انہ لا تعذیب قبل البعثۃ۔

الاولیٰ قوله تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ وهذہ الآیۃ هی التی اطبقت ائمۃ السنۃ علی الاستدلال بها فی انہ لا تعذیب قبل البعثۃ وردوا بها علی المعتزلۃ ومن وافقهم فی تحکیم العقل۔

الثانیۃ قوله تعالی ذلک ان لم یکن ربک مهلک القریٰ بظلم واهلها غافلون۔ اورد هذہ الآیۃ زرکشی فی شرح جمع الجوامع استدلالا علی قاعدۃ ان شکر المنعم لیس بواجب عقلا بل بالسمع۔

الثالثۃ قوله تعالی وما کان ربک مُهلِک القریٰ حتی یبعث فی امّها رسولا یتلوا علیهم آیاتنا اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس وقتادۃ فی الآیۃ ای لم یهلک اللہ تعالی اهل مکۃ حتی یبعث الیهم محمدًا فلما کذبوا وظلموا فبذلک هلکوا۔

الرابعۃ قوله تعالی وما اهلکنا من قریۃ الا لها منذرون ذکریٰ وما کنا ظٰلمین۔ اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادۃ فی الآیۃ قال ما اهلک اللہ من قریۃ الا بعد الحجۃ والبیّنۃ والعذر حتی یرسل الرسل وینزل الکتب تذکرۃ لهم وموعظۃ وحجۃ للہ ذکری وما کنا ظالمین۔ یقول ما کنا لنعذبهم الا من بعد البیّنۃ والحجۃ۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اہل فترت کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا۔ پھر اس امتحان کے نتیجہ میں وہ دوزخ میں جائیں گے یا جنت میں فاخرج احمد فی مسندہ والبیهقی فی کتاب الاعتقاد وصححہ عن الاسود ابن سریع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعۃ یحتجون یوم القیامۃ رجلٌ اصمّ لا یسمع شیئًا ورجلٌ احمق ورجلٌ هرم ورجل مات فی فترۃ۔ اما الاصمّ فیقول ربّ لقد جاء الاسلام وما اسمع شیئًا و امّا الاحمق فیقول ربّ لقد جاء الاسلام والصبیان یحذفونی بالبعر واما الهرم فیقول ربّ لقد جاء الاسلام وما اعقل شیئًا واما الذی مات فی الفترۃ فیقول رب ما اتانی لک رسول فیاخذ مواثیقهم

لَیطیعُنّه فیرسل الیهم اَن ادخلوا النار، فمن دخلها کانت علیه بردًا وسلامًا ومن لم یدخلها یستجر الیها۔
واخرج البزار فی مسندہ عن انس مرفوعًا یؤتی باربعۃ یوم القیامۃ بالمولود والمعتوہ ومن مات فی الفترۃ وبالشیخ الفانی کلّھم یتکلّم بحجّتہٖ فیقول اللہ تبارک وتعالیٰ لعنق من جھنم ابرز ویقول لھم انی کنتُ اَبعثُ الی عبادی رُسلًا من انفسھم وانی رسول نفسی الیکم ادخلوا ھذہ فیقول من کتب علیہ الشقاء یا ربّ اَنّیٰ ندخلھا ومنھا کنا نفرّ؟ ومن کتب لہ السعادۃ یمضی فیقتحم فیھا مسرعا فیقول اللہ قد عصیتمونی فانتم لرسلی اَشدّ تکذیبًا ومعصیۃً فیدخل ھؤلاء الجنۃ وھؤلاء النار۔
وقال تاج الدین السبکی فی شرح مختصر ابن الحاجب علی مسألۃ شکر المنعم فیخرج مسألۃ من لم تبلغہ الدعوۃ فعندنا یموت ناجیًا ولا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وھو مضمونٌ بالکفارۃ والدیۃ ولا یجب القصاص علی قاتلہ علی الصحیح وقال البغوی اَمّا من لم تبلغہ الدعوۃ فلا یجوز قتلہ قبل اَن یُدعی الی الاسلام فان قتل قبل ان یدعی الی الاسلام وجب فی قتلہ الدیۃ والکفارۃ وعند ابی حنیفۃ لا یجب الضمان بقتلہ واصلہ انہ عندھم محجوج علیہ بعقلہ وعندنا ھو غیر محجوج علیہ قبل بلوغ الدعوۃ الیہ لقولہ تعالیٰ وماکنّا معذّبین حتّی نبعث رسولًا۔ فثبت انہ لا حجۃ علیہ قبل مجیٔ الرسول انتھی۔
وقال الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ فی البسیط من لم تبلغہ الدعوۃ یضمن بالدیۃ والکفارۃ لا بالقصاص علی الصحیح لانہ لیس مسلمًا علی التحقیق وانما ھو فی معنی المسلم اھ۔ ھذا الحکم الذی قرّرناہ من کون اھل الجاھلیۃ قالوا انہ لیس بعام بل ھو خاص بمن لم تبلغہ دعوۃ نبی اصلا اَمّا من بلغتہ منھم دعوۃ احد من الانبیاء السابقین ثم اصرّ علی کفرہ فھو فی النار قطعًا وھذا لا نزاع فیہ۔
ان قلت صحّت احادیث بتعذیب اھل الفترۃ کصاحب المحجن وغیرہ۔
قلنا اجاب عن ذلک عقیل بن ابی طالب بثلاثۃ اجوبۃ۔ الاول۔ انھا اخبار آحاد فلا تعارض القاطع۔ الثانی قصر التعذیب علی ھؤلاء واللہ اعلم بالسبب۔ والثالث قصر التعذیب فی ھذہ الاحادیث علی من بدّل وغیّر الشرائع وشرع من الضلال ما لا یُعذر بہ فان اھل الفترۃ ثلاثۃ اقسام۔
القسم الاوّل من ادرک التوحید ببصیرتہ ثم من ھؤلاء من لم یدخل فی شریعۃ کقُسّ بن ساعدۃ وزید بن عمرو بن نفیل ومنھم من دخل فی شریعۃ قائمۃ حقّۃ کتبّع ونحوہ۔
القسم الثانی من بدّل وغیّر واَشرک ولم یُوحّد وشرع لنفسہ فحلّل وحرّم وھم الاکثر کعمرو بن لُحَیّ اوّل من سَنّ للعرب عبادۃ الاوثان وشرع الاحکام فبحر البحیرۃ وسیّب السائبۃ وزادت طائفۃ من العرب علی ما شرعہ ان عبدوا الجنّ والملائکۃ وخرقوا لہ البنین والبنات۔
والقسم الثالث۔ من لم یشرک ولم یُوحّد ولا دخل فی شریعۃ نبی ولا ابتکر لنفسہ شریعۃ ولا اخترع

دینًا بل بقی عمرہ علی حین غفلۃ عن ھذا کلہ وفی الجاھلیۃ من کان کذلک۔ فیحمل من صح تعذیبہ علی اھل القسم الثانی لکفرھم بما لا یعذرون بہ واما القسم الاول فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل من قس وزید انہ یبعث امۃ وحدہ واما تبع ونحوہ فحکمھم حکم اھل الدین الذی دخلوا فیہ ما لم یلحق احد منھم الاسلام الناسخ لکل دین واما القسم الثالث فھم الفترۃ حقیقۃ وھم غیر معذبین للقطع کما تقدم انتھی بتصرف۔

امر خامس[۵] اصحاب کہف کا واقعہ زمانۂ فترت میں واقع ہوا تھا یہ وہ زمانہ تھا جس میں طوائف الملوکی کا زمانہ تھا۔ قرآن شریف میں اصحاب کہف ورقیم کا قصہ مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من اٰیٰتنا عجبًا۔

رقیم سے مراد وہ لوح وتختی ہے جس پر ان لوگوں نے اصحاب کہف کے نام واحوال وتاریخ وغیرہ کچھ تفصیل لکھی تھی پھر وہ تختی کہف (غار) کے دروازے پر لٹکا دی تھی۔ یا ان لوگوں نے اس تختی کو صندوق میں بند کر کے سرکاری خزانے میں محفوظ کر دیا تھا۔ اصحاب کہف اہل روم میں سے تھے۔ قوم روم بُت پرست تھی۔ ان کا بادشاہ بڑا ظالم تھا اور بت پرستی پر لوگوں کو مجبور کرتا تھا۔ ملک روم کے کسی پہاڑ میں یہ کہف یعنی غار واقع ہے جس میں اصحاب کہف داخل ہوئے تھے۔ اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت ایمان باللہ وبعیسیٰ رسول اللہ وروح اللہ سے نوازا تھا۔

قال الطبری وکانوا من قوم یعبدون الاوثان من الروم فھداھم اللہ للاسلام وکانت شریعتھم شریعۃ عیسیٰ علیہ السلام فی قول جماعۃ من سلف علمائنا وکان ملکھم کافرًا۔ بعض اہل تاریخ کی رائے میں ان کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام پر مقدم ہے۔ البتہ خواب سے ان کا بیدار ہونا اور لوگوں کو ان کا اور ان کے کہف کا علم عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا تھا۔

قال الطبری فی تاریخہ ج ۲ ص۲ وکان بعضھم یزعم ان امرھم ومصیرھم الی الکھف کان قبل المسیح وان المسیح اخبر قومہ خبرھم فان اللہ عزوجل ابتعثھم من رقدتھم بعد ما رفع المسیح علیہ السلام فی الفترۃ بینہ وبین محمد صلی اللہ علیھما وسلم فاما الذی علیہ علماء الاسلام فعلی ان امرھم کان بعد المسیح فاما انہ کان فی ایام ملوک الطوائف فان ذلک مما لا یدفعہ دافع من اھل العلم بالاخبار القدیمۃ اھ۔

اصحاب کہف کے زمانہ کے بت پرست ظالم بادشاہ کا نام دقینوس تھا۔ کما قال الطبری۔ یا اس کا نام دقیوس تھا۔ کما ذکر المسعودی فی المروج۔ ج ۱ ص ۱۴۳ مشہور یہ ہے کہ اس کا نام دقیانوس تھا۔

قال بعض المؤرخین المعروف ان الملک الذی ھرب منہ اصحاب الکھف اسمہ دقیانوس اھ

وفی البدایۃ ج ۲ ص۱۱۳ انہ اسمہ دقیانوس. مسعودی ملوکِ روم کے احوال میں لکھتے ہیں ثم ملك دقیوس یعبد الاوثان ستین سنۃً وامعن فی قتل النصرانیۃ وطلبھم ومن ھذا الملك ھرب اصحاب الکھف وقد اختلف الناس فمنھم من رأی ان اصحاب الکھف ھم اصحاب الرقیم وزعموا ان الرقیم ھو ما رقم من اسماء اھل الکھف فی لوح من حجر علی باب تلك المغارۃ ومنھم من رأی ان اصحاب الرقیم غیر اصحاب الکھف وموضع اصحاب الکھف ھو الموضع المعروف من بلاد الروم بجارمی کذا فی المروج. ج ۱ ص۳۱۴۔

ثم قال وفی ایام ملك الروم المسمی باوالس وکان علی دین النصرانیۃ استیقظ اصحاب الکھف من رقدتھم فبعثوا کما فی القراٰن المجید احدھم بورقھم الی المدینۃ وکانوا من اھل المدینۃ افسیس من ارض الروم اھ وفی البدایۃ ویقال اسم القریۃ دفسوس۔

کہف والے پہاڑ کا نام طبری نے بنجلوس لکھا ہے اور جس زمانے میں وہ نیند سے بیدار ہوئے اس زمانے کا بادشاہ صالح و مسلمان تھا۔ اور کہف کے پاس بادشاہ نے کنیسہ یعنی عبادت گاہ بنائی جس میں لوگ نماز پڑھتے اور عبادت کرتے تھے۔ اصحابِ کہف بعد میں وفات پا گئے اب وہ زندہ نہیں ہیں۔ قال قتادۃ وغزا ابن عباس رضی اللہ عنھما مع حبیب بن مسلمۃ فمروا بالکھف فاذا فیہ عظام فقال رجل ھذہ عظام اصحاب الکھف فقال ابن عباس لقد ذھبت عظامھم منذ اکثر من ثلثمائۃ سنۃ اھ وقال اللہ تعالٰی ولبثوا فی کھفھم ثلثمائۃ سنین وازدادوا تسعًا قل اللہ اعلم بما لبثوا. وفی البدایۃ یقال انھم استمروا راقدین ویقال بل ماتوا بعد ذلك اھ

اصحابِ کہف کی صحیح تعداد نصوصِ قطعیہ سے معلوم نہیں ہوتی۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ سات تھے اور آٹھواں کلب (کتا) تھا۔ ابن اسحاق کی رائے ہے وہ آٹھ تھے۔ کتا نواں ہے اور بعض کے نزدیک وہ نو تھے۔ ان کے نام طبری نے یہ لکھے ہیں مکسلمینا[۱] محسلمینا[۲] یملیخا[۳]۔ مرطوس[۴]۔ کسوطونس[۵]۔ بیرونس[۶]۔ رسمونس[۷]۔ بطونس[۸]۔ قالوس[۹]۔ کتے کا نام بعض علماء نے قطمیر لکھا ہے۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص۱۱۳ ان اصحاب الکھف کما قیل من ابناء الملوك اوقیل من ابناء الاکابر واتفق اجتماعھم فی یوم عید لقومھم ثم قال واما اختلاف العلماء فی محلۃ ھذا الکھف فقال کثیر ھو بارض ایلۃ وقیل بارض نینوی وقیل بالبلقاء وقیل ببلاد الروم وھو اشبہ وقال شعیب الجبائی اسم کلبھم حمران واسم کھفھم حیزم واما الرقیم فعن ابن عباسؓ انہ قال لا ادری ما المراد منہ وقیل ھو الکتاب المرقوم فیہ اسماؤھم وماجری لھم من بعدھم وقیل ھو اسم الجبل الذی فیہ کھفھم وقال ابن عباس واسمہ بناجلوس وقیل ھو اسم واد عند کھفھم وقیل اسم قریۃ ھنالك ھذا حاصل ما فی البدایۃ۔

علامہ چلپی رحمہ اللہ شرح بیضاوی میں لکھتے ہیں قال النیشاپوری عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان اسماء اصحاب الکھف تصلح للطلب والھرب واطفاء الحریق تکتب فی خرقۃ ویرمی بھا فی وسط النار وبکاء الطفل یوضع

تحت رأسه فی المهد والحرث یکتب علی القرطاس ویرفع علی خشب منصوب فی وسط الزرع والمضرسان وللحمی المثلثة والصداع والغنی والجاه والدخول علی السلاطین یشد علی الفخذ الیمنی ولعسر الولادة تشد علی فخذها الیسری ولحفظ المال والرکوب فی البحر والنجاة من القتل واللہ اعلم انتہی۔

وفی قطب الارشاد ص۴۶۳ ولدفع الفارة من الزرع یکتب اسماء اصحاب الکھف فی اربع قطعات قرطاس ثم توضع فی اربع جرات صغیرة من الخذف ثم تدفن تلک الجرات فی اربع ارکان الزرع تفر منه الفارة باذن اللہ تعالی اھ۔ ویکتبھا بعض العلماء للمحبة ولدفع عقم المرأة ولدفع العین وعن بعض السلف ان کتب اسماء اصحاب الکھف علی ناحیة السفینة امان من الغرق ثم ذکر اسماء اصحاب الکھف وھی یملیخا۔ مکسلمینا۔ مرنوش۔ برنوش۔ شاذنوش۔ کشیفط یونس۔ تبیونس۔ قطمیر وھو اسم کلبھم۔ وفی اسمائھم اختلاف کثیر۔

اصحاب کہف کے احوال کے لیے ملاحظہ فرمائیں تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۱۲۶۔ تفسیر النیسابوری ج ۱۵ ص ۱۱۶۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۳ ص ۷، قطب الارشاد ص ۴۶۳۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۰ تفسیر القرطبی ج ۱۰ ص ۳۵۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۳۔

بعض کتب میں ہے کہ رقیم فلسطین کے اور ایلہ کے قریب ایک وادی ہے۔ وقال البعض الرقیم الذی فیہ الکھف علی فرسخ من عمان او قریة صغیرة بالقرب من البحر المیت او انھا البتراء اھ بتراء ایک جگہ کا نام ہے۔ مقام بتراء کے قریب ایک شق (پہاڑی غار) میں بعض کتبات وخطوط کی دریافت سے پتہ چلتا ہے کہ اس غار میں زمانہ قدیم میں کچھ لوگ مر گئے تھے۔ بعض کا خیال تھا کہ یہی اصحاب کہف کا غار ہے۔ لیکن جب ان خطوط وکتبات کو ماہرین آثار قدیمہ نے پڑھا تو ان سے معلوم ہوا کہ ایک یونانی جماعت اصحاب کہف سے قبل مقام جرش سے آرہی تھی اور شق بتراء میں مر گئی۔ ان کتبات کو ماہر مکتوبات قدیمہ ستار کی نامی شخص نے پڑھا۔

دائرۂ آثار مملکۃ اردنیہ میں اصحاب کہف کے احوال کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ کہف ایک چھوٹے سے شہر رجیب نامی کے پاس ہے۔ قدیمی نام رقیم تھا۔ رقیم میں تصرف کر کے رجیب مستعمل ہوا۔ اس غار میں مدفون قبروں کے الواح کی تاریخ ۴۰۸ء ۴۵۰ء ہے۔ یہ قیصر ثیو دوسیوس ثانی کی حکومت کا زمانہ تھا جب اصحاب کہف خواب سے بیدار ہوئے۔

قال فی المفصل ج ۳ ص ۷۳ وذھب من رأی ان کھف الرجیب ھو کھف اصحاب الکھف الی ان دخول الفتیة الکھف کان فی ایام الطاغیة تراجان سنة ۹۱ سنة ۱۱۷ المشھور فاتح الکورة العربیة ومؤسسھا والآمر بانشاء الممر الحربی المعروف باسم طریق تراجان وبانی مدینة ایلة الرومانیة وصاحب

الملعب الرومانی والآثار العدیدۃ للمبانی التی اقامہا بعمّان ومدن اخری من الاردن وقد کان شدیدًا عاتیًا قاسیًا علی النصاری عدّہم خونۃ مرقۃ خارجون علی الدولۃ والقانون لذلک اصدرہ ۱۱۲ ئر بقتل کل نصرانی لایخلص للقیصر والدولۃ فتکتم منہ النصاری ومن جملۃ من تکتم وانزوی اصحاب الکہف اھ

امر سادس عمرو بن لحی بھی اسی زمانۂ فترت میں تھا۔ یہ بیت اللہ شریف کا متولی اور عرب جاہلیت کا بادشاہ تھا۔ قبیلۂ خزاعہ میں سے تھا۔ بیت اللہ شریف کا متولی اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام تھا۔ نابت کی وفات کے بعد تولیتِ بیت اللہ شریف کئی سو سال تک بنو جرہم کے پاس رہی۔ پھر بنو جرہم سے بڑی جنگ کے بعد قبیلہ خزاعہ نے یہ تولیت چھین لی۔ خزاعہ قبائلِ یمن میں سے ایک قبیلہ تھا خزاعہ میں سے پہلا شخص جو بیت اللہ کا متولی ہوا وہ ربیعۃ بن حارث بن عمرو بن عامر تھا۔ اسی ربیعہ کو لحی کہا جاتا تھا۔ کما فی تاریخ مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۶۰۔ ربیعہ یعنی لحی کے بعد عمرو بن لحی سربراہ و متولی بنا۔ عمرو بن لحی نے بڑی ترقی کی اور اس علاقہ کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔

یہ ظہورِ اسلام سے پانچ چھے سو سال قبل کا قصہ ہے۔ قبیلہ خزاعہ تقریبًا پانچ سو سال تک بیت اللہ شریف کا متولی رہا۔ کما فی تاریخ مکہ ج ۱ ص ۵۵۔ بعض نے تین سو سال لکھا ہے۔ عمرو بن لحی جاہلیت میں بڑا معزز و محترم و مطاع تھا۔ وہ جو حکم اور جو بدعت جاری کرنا چاہتا لوگ اُسے بلاچون و چرا تسلیم کر لیتے تھے۔

علامہ سہیلی روض الانف ج ۱ ص ۶۲ پر لکھتے ہیں کان عمرو بن لحی حین غلبت خزاعۃ علی البیت ونفت جرہم عن مکۃ قد جعلتہ العرب ربًّا لایبتدع لہم بدعۃً الا اتخذوہا شرعۃً لانہ کان یطعم الناس ویکسو فی الموسم فربما نحر فی الموسم عشرۃ آلاف بدنۃ وکسا عشرۃ آلاف حلّۃ حتّی قیل انہ اللاتّ الذی یلتّ السویق للحجیج علی صخرۃٍ معروفۃ تسمّی صخرۃ اللّات ویقال دام امرہ وامر ولدہ علی ھذا بمکۃ ثلاثمائۃ سنۃ فلمّا ھلک سمّیت تلک الصخرۃ اللّات مخففۃ التاء واتخذ صنمًا یعبد انتہی۔

علامہ ازرقی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں ان عمرو بن لحی بلغ بمکۃ وفی العرب من الشرف مالم یبلغ عربی قبلہ ولا بعدہ فی الجاہلیۃ وھو الذی قسّم بین العرب فی حطمۃٍ حطموھا عشرۃ آلاف ناقۃ وقد کان قد اعور عشرین فحلًا وکان الرجل فی الجاہلیۃ اذا ملک الف ناقۃ فقأ عین فحل ابلہ فکان قد فقأ عین عشرین فحلًا وکان اول من اطعم الحاجّ بمکۃ سدایف الابل ولحمانہا علی الثرید وعمّ فی تلک السنۃ جمیع حاجّ العرب بثلثۃ اثواب من برود الیمن وکان قد ذھب شرفہ فی العرب کل مذھب وکان قولہ فیہم دینًا متبعًا لایخالف اھ۔

مؤرخ مسعودی مروج الذہب ج ۲ ص ۵۶ پر لکھتے ہیں کہ لحی کا نام حارثۃ بن عامر ہے۔ لیکن دیگر مؤرخین کے نزدیک لحی نام ہے ربیعۃ بن حارثۃ بن عمرو بن عامر کا۔ کما ذکرنا من قبل۔ مسعودی یہ بھی لکھتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا متولی عمرو بن لحی تھا۔ لیکن علامہ ازرقی وغیرہ بعض محققین کی رائے میں پہلا متولی اس کا باپ تھا یعنی ربیعۃ بن حارثہ۔ قال المسعودی وقد کانت ولایۃ البیت فی خزاعۃ ثلاث مائۃ سنۃ ثم اخذ الولایۃ قصی بن کلاب بن مرۃ واٰخر من ولی البیت من خزاعۃ حلیل بن حبشیۃ بن سلول بن کعب بن عمرو عامر وقال ایضًا ان عمرو بن لحی قد عُمِّرَ فمات ولہ من الوُلد ووُلد الوُلد الفٌ انتہی بتصرف۔

عمرو بن لحی عرب میں پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو بدل ڈالا اور متعدد بدعات اور رسوم شرکیہ عرب جاہلیت میں جاری کرائیں۔ اور یہی عمرو بن لحی پہلا شخص ہے جس نے مکہ مکرمہ میں اور عرب میں بت پرستی شروع کرائی اور تلبیہ جو ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے ایک ہی طریقے پر جاری تھا اس میں مشرکانہ الفاظ کا اضافہ کیا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ عمرو بن لحی ایک بار ملک شام کے سفر پر گیا وہاں ارض بلقاء میں مقام مآب میں قوم عمالیق کو دیکھا جو کہ بتوں کی عبادت کرتی تھی فقال لہم عمرو بن لحی ماھذہ الاصنام؟ قالوا لہ ھذہ اصنام نعبدھا فنستمطرھا فتمطرنا ونستنصرھا فتنصرنا فقال لہم الا تعطونی منہا صنمًا فاسیر بہ الی ارض العرب فیعبدونہ فاعطوہ صنمًا یقال لہ ھُبل فقدم بہ مکۃ فنصبہ وامر الناس بعبادتہ وتعظیمہ کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۸۸۔

وقال الازرقی وھو الذی بحّر البحیرۃ ووصل الوصیلۃ ونصب الاصنام حول الکعبۃ وجاء بھبل من ھیت من ارض الجزیرۃ فنصبہ فی بطن الکعبۃ فکانت العرب وقریش تستقسم عندہ بالازلام وھو اول من غیّر الحنیفیۃ دین ابراھیم علیہ السلام۔ انتہیٰ

علامہ سہیلی روض الانف میں لکھتے ہیں وکانت التلبیۃ من عھد ابراھیم علیہ السلام لبیک لاشریک لک لبیک حتی کان عمرو بن لحی فبینما ھو یلبّی تمثّل لہ الشیطان فی صورۃ شیخ یلبّی معہ فقال عمرو لبیک لاشریک لک فقال الشیخ الاشریکًا ھو لک فانکر ذلک عمرو وقال ما ھذا؟ فقال الشیخ قل تملکہ وما ملک فانہ لا بأس بھذا فقالھا عمرو فدانت بھا العرب انتھی۔ چنانچہ اسلام سے قبل قریش وغیرہ یوں تلبیہ پڑھتے تھے لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک الا شریکًا ھو لک تملکہ وما ملک۔ پس توحید بالتلبیہ میں وہ اپنے اصنام بھی آخر میں داخل کرتے ہوئے انھیں اللہ کے مملوک ظاہر کرتے تھے اسی بات کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون ای ما یوحّد ونی لمعرفۃ حقّی الا جعلوا

معی شریکًا من خلقی کذا فی سیرۃ ابن ھشام۔

وفی صحیح البخاریؒ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعًا ان اول من سیّب السوائب وعبد الاصنام ابوخزاعۃ عمرو بن عامر وانی رأیتہ یجرّ امعائہ فی النار۔ وروی احمد باسنادہ عن ابی ھریرۃ مرفوعًا رأیت عمرو بن عامر الخزاعی یجرّ قصبہ فی النار وھو اول من سیّب السوائب۔

وقال محمد اسحٰق عن ابی ھریرۃؓ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاکثم بن الجون الخزاعی یا اکثم رأیت عمرو بن لحی یجرّ قصبہ فی النار فما رایت رجلًا اشبہ برجل منک بہ ولا بک منہ۔ فقال اکثم عسی أن یضرّنی شبھہ یا رسول اللہ قال لا انک مؤمن وھو کافر انہ کان اول من غیّر دین اسمٰعیل علیہ السلام فنصب الاوثان وبحّر البحیرۃ وسیّب السائبۃ ووصّل الوصیلۃ وحمی الحامی قال اللہ تعالٰی ماجعل اللہ من بحیرۃ ولاسائبۃ ولاوصیلۃ ولاحام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لایعقلون۔

وعن سعید بن المسیّب قال البحیرۃ التی یمنع درّھا للطواغیت فلایحلبھا احد من الناس و السائبۃ التی کانوا یسیّبونھا لاٰلھتھم لایحمل علیھا شیٔ وفی سیرۃ ابن ھشام ج ۱ ص۶۵ قال ابن اسحٰق اما البحیرۃ فھی بنت السائبۃ والسائبۃ الناقۃ اذا تابعت بین عشر اناث لیس بینھنّ ذکر سیبت فلم یرکب ظھرھا ولم یجزّ وبرھا ولم یشرب لبنھا الاضیف فما نتجت بعد ذٰلک من انثی شقّت اذنھا ثم خلّی سبیلھا مع امّھا فلم یرکب ظھرھا ولم یجزّ وبرھا ولم یشرب لبنھا الاضیف کما فعل بامّھا فھی البحیرۃ بنت السائبۃ والوصیلۃ الشاۃ اذا أتمت عشر اناث متتابعات فی خمسۃ ابطن لیس بینھن ذکر جعلت وصیلۃ قالوا قد وصلت فکان ما ولدت بعد ذٰلک للذکور منھم دون اناثھم الا ان یموت منھا شیٔ فیشترکوا فی اکلہ ذکورھم واناثھم والحام الفحل اذا انتج لہ عشر اناث متتابعات لیس بینھن ذکر حمی ظھرہ فلم یرکب ولم یجزّ وبرہ وخلی فی ابل یضرب فیھا لاینتفع منہ بغیر ذٰلک اھ وللمفسرین فی تفسیرھا اقوال ھذا تمت رسالۃ النظرۃ فی الفترۃ۔ وللہ الحمد علم اتم۔

فِلَسطین ۔ آیت وقلنا یاآدم اسکن انت وزوجک الجنۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ فِلَسطین بکسر فا، وفتح لام وسکونِ سین ہے۔ نسبت فَلَسطی ہے۔ اس کے اعراب میں نحاۃ کے دو مذہب ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ غیرمنصرف ہے اور یاء لازم ہے ہر حال میں۔ تقول ھذہٖ فلسطینُ ورأیت فلسطینَ ومررت بفلسطینَ بغیر تنوین۔ دوّم یہ کہ وہ بمنزلہ جمع ہے اور اعراب بالحرف ہے مثلِ جمع تقول ھذہ فلسطونَ ورأیتُ فلسطینَ و مررتُ بفلسطینَ بفتح الفاء واللام۔ کذا ضبطہ الامام الازھری۔

فلسطین قدیم نقشوں اور لغت کے پیشِ نظر ملکِ شام کا آخری صوبہ ہے بجانب مصر۔ عسقلان۔ رملہ۔ غزہ۔

ارسوف ۔ قیساریہ ۔ نابلس ۔ اریحا ۔ عمان اس کے مشہور شہر ہیں ۔ فلسطین بن سام بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے ۔ وہ یہاں پر آباد ہوا تھا ۔ بقول زجاجی فلسطین بن کلثوم من ولد فلان بن نوح علیہ السلام سے موسوم ہے ۔ اور بروایت ہشام بن محمد فلیشین بن کسلوخیم من بنی یافث بن نوح علیہ السلام سے مسمّی ہے کتاب ابن الفقیہ میں ہے کہ فلسطین بن کسلوخیم بن صدقیا بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کے اسم کو منسوب ہے ۔

ابن کلبی فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم میں اور قولہ تعالیٰ الارض التی بارکنا فیہا للعالمین میں ارض سے ارضِ فلسطین مراد ہے ۔ کذا فی المعجم ۔

الفُرات بضم الفاء تجری من تحتہا الانہار کی شرح میں مذکور ہے ۔ فرات عراق میں کوفہ کے قریب ایک مشہور دریا کا نام ہے ۔ اس کا پانی میٹھا ہے اور مفید تر ہے ۔ شاید اسی وجہ سے یا بطور تفاول اس کا نام فرات رکھا گیا ۔ عربی لغت میں فرات کا معنی ہے میٹھا پانی قال اللہ تعالیٰ ھذا عذبٌ فرات وھذا ملح اجاج ۔ اور فرات کا مقابل ماء ملح ہے یقال فرت الماء فروتۃً اذا عذب فھو فُرات ۔ دریائے فرات کا منبع و مخرج جبالِ ارمینیہ ہے ۔ پھر وہاں سے ہوتے ہوئے ارض روم میں داخل ہوتا ہے راستہ میں مزید کئی چھوٹی بڑی نہریں اس سے جا ملتی ہیں ۔ پھر مقام قرنہ میں دریائے دجلہ سے جا ملتا ہے ۔ فرات شہر و قلعہ منبج شہر بالس ۔ شہر رقہ ۔ شہر عانہ شہر ہیت کے مقابل گزرتا ہوا شہر واسط و بصرہ کے مابین جا نکلتا ہے ۔

مقام صِفّین جہاں پر معاویہ و علی رضی اللہ عنہما کی افواج میں جنگ ہوئی تھی کے قریب گزرتا ہے ۔ اس کا طول تقریباً ۵۰۰ فرسخ ہے ۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے ۔ قال المسعودی فی مروج الذھب ج ۱ ص ۱۰۳ ، فیکون مقدار جریانہ علی وجہ الارض نحواً من خمسمائۃ فرسخ وقد قیل اکثر من ھذا آگے جا کر فرات خلیج فارس میں گر جاتا ہے ۔ وفی دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۱۳۵ ویبلغ طول الفرات ۲۸۶۰ کیلو مترا ویصب عند مدینۃ عبادان علی الخلیج الفارسی اھ ۔ وفی معجم البلدان ج ۴ ص ۲۴۲ ثم یصب فی بحر الھند اھ ۔

دریائے فرات کے بہت سے فضائل ہیں روی ان اربعۃ انہار من الجنۃ النیل والفرات و سیحون وجیحون وروی عن علیؓ رضی اللہ عنہ انہ قال یا اھل الکوفۃ ان نھرکم ھذا یصب الیہ میزابان من الجنۃ وعن عبد الملک بن عمیر ان الفرات من انہار الجنۃ ولولا ما یخالطہ من الاذی ما تداوی بہ مریض الا ابرأہ اللہ تعالیٰ وان علیہ ملکاً یذود عنہ الادواء ۔ وروی ان عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق شرب ماء الفرات ثم استزاد فحمد اللہ وقال نھرٌ ما اعظم برکتہ ولو علم الناس ما فیہ من البرکۃ لضربوا علی حافتیہ القباب ولولا ما یدخلہ من الخطائین ما اغتمس فیہ ذو عاھۃ الا برأ وھما یروی عن السدی واللہ اعلم بصحتہ من باطلہ قال مدّ الفراتُ فی زمن علی رضی اللہ عنہ فالقی رمانۃً قطعت الجسر من عظمہا فاُخذت فکان فیہا کرحب فامر المسلمین ان یقتسموھا بینہم وکانوا یرونہا

من الجنۃ۔ وھذا باطل لان فواکہ الجنۃ لم توجد فی الدنیا کذا فی معجم البلدان قلت لاشك فی بطلان ھذا و بعض ما ذکر من قبل نعم خبر اربعۃ انھار من الجنۃ مروی فی الاحادیث الصحیحۃ والحسنۃ۔ وقد فصّلناہ فی بیان النیل من ھذا الکتاب فراجعہ۔

قریش۔ آیت فمن فرض فیھن الحج فلا رفث الآیۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی ہیں۔ بنو ہاشم قریش ہی میں سے ایک خاندان ہے۔

قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ پس جو اولادِ نضر میں سے ہو وہ قریشی ہے اور جو اس کی اولاد میں سے نہ ہو وہ قریشی نہیں کہلاتا۔ اور بعض مؤرخین کے نزدیک فہر بن مالک کا لقب قریش تھا نہ کہ نضر کا۔ پس اولادِ فہر قریشی ہے اور جو شخص فہر کی اولاد سے نہ ہو وہ قریشی نہیں ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک قولِ اوّل مختار ہے: واختارہ ابو عبیدۃ معمر بن المثنی۔ اور بہت سے محققین تاریخ نے قولِ ثانی کو ترجیح دی ہے۔ راجع البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۰ وروض الانف ج ۱ ص ۷۰۔ فہر اور نضر دونوں نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں اجداد کے نام ہیں۔

نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ۔ کذا فی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۵۔

تسمیہ بہ قریش کی وجوہ اشتقاق متعدد ہیں۔ (۱) قیل من التقرش وھو التجمع بعد التفرق وذلك فی زمن قصی بن کلاب کذا فی البدایۃ ج ۱ ص ۲۰۱ وفیہ نظر اذ قریش لیس لقب قصیّ بل کان ھذا الاسم قبل قصیّ قال العلامۃ السھیلی فی روض الانف ج ۱ ص ۷ بعد ذکر ھذا القول والدلیل علی اضطراب ھذا القول ان قریشًا لم یجتمعوا حتی جمعھم قصی بن کلاب۔

(۲) وقیل من التقرش وھو التکسب والتجارۃ قال الجوھری القرش الکسب والجمع قال الفراء وبہ سمیت قریش۔

(۳) وقال ابن الکلبی سمی النضر قریشًا لانہ کان یقرش ای یفتش عن حاجۃ الناس فیسدّھا والتقریش ھو التفتیش وکان بنوہ یقرشون اھل موسم الحج عن الحاجۃ فیرفدونھم بما یبلغھم بلادھم۔

(۴) وفی روض الانف ج ۱ ص ۷ انّ قریشًا تصغیر القرش وھو حوتٌ فی البحر یأکل حیتان البحر سمی بہ ابو القبیلۃ اھ روی البیھقی ان معاویۃ رضی اللہ عنہ قال لابن عباس لم سمیت قریشٌ قریشًا فقال لدابۃ تکون فی البحر تکون اعظم دوابّہ قال فانشد نی فی ذلك شیئًا فانشدہ شعر الجمحی

اذیقول ؎

وقریش هی التی تسکن البحر بها سمیت قریش قریشا
تأکل الغث و السمین ولا تترکن لذی الجناحین ریشا
هکذا فی البلاد حی قریش یأکلون البلاد اکلاً کمیشا

(۵) وقیل سموا بقریش بن الحارث بن یخلد بن النضر بن کنانۃ وکان دلیل بنی النضر فی اسفار التجارۃ فکانت العرب تقول قد جاءت عیر قریش قالوا و بدر بن قریش ھو الذی حفر البئر المنسوبۃ الیہ التی کانت عندھا الوقعۃ العظمیٰ و فی صحیح مسلم عن واثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسمعیل واصطفی قریشا من کنانۃ واصطفی ھاشما من قریش واصطفانی من بنی ھاشم ۔ ایک اور حدیث شریف ہے الائمۃ من قریش۔ احادیث میں قریش کی بڑی فضیلت منقول ہے ۔

قحطان ۔ خطبۂ تفسیر بیضاوی کی ابتدا میں مذکور ہے ۔ قحطان عرب کے جد اعلیٰ کا نام ہے ۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ اہل یمن قحطان کی اولاد ہیں اور دیگر عرب یعنی قریش وغیرہ عدنان کی اولاد ہیں ۔ قحطان کا بیٹا یعرب تھا اور یعرب کے نام کی مناسبت سے عرب کو عرب کہتے ہیں ۔ اولادِ قحطان کو عرب عاربہ کہتے ہیں ۔ اس کے سلسلۂ نسب میں اہل اخبار کے متعدد اقوال ہیں ۔ (۱) حسب قولِ بعض اس کا نسب یہ ہے قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ یہ اکثر نسابین کی رائے ہے ۔

راجع سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴ وسیرۃ ابن ہشام علی ہامش الروض الانف ج ۱ ص ۱۱ ۔ ومروج الذہب ج ۱ ص ۲۷۶ ونہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۷۵ والاخبار الطوال ص ۹ وکتاب الاشتقاق ص ۲۱۷ والاکلیل ج ۱ ص ۸۷ وتاریخ الطبری ج ۱ ص ۲۰۵ وابن خلدون ج ۱ ص ۹ وغیر ذلک ۔

(۲) توراۃ میں قحطان کا نام یقطان لکھا ہے فھو یقطان بن عابر بن شالخ بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ دیکھو توراۃ التکوین الاصحاح العاشر الآیۃ ۲۵ فما بعدہا ۔ نیز ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸ وتاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۹ ۔ یہ دونوں سلسلۂ نسب تقریباً ایک معلوم ہوتے ہیں ۔

بعض اہل اخبار کہتے ہیں کہ عابر ہود علیہ السلام ہیں لہٰذا وہ یوں سلسلۂ نسب ذکر کرتے ہیں قحطان بن ہود بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ لیکن بعض مورخین قحطان کو ہود علیہ السلام کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے ۔ بقول بعض علماء قحطان ہود علیہ السلام کا بھائی یا بھائی کا بیٹا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے ۔ کذا فی الروض الانف ج ۱ ص ۱۳ ۔ بعض کتب تاریخ سے اس کی تائید ہوتی ہے ۔

ففی انسان العیون للحلبی ج ۱ ص ۱۸ وقحطان اول من قیل لہ ابیت اللعن واول من قیل لہ انعم صباحا وھو یعرب بن قحطان

قیل لہ ایمن لان ھود نبیّ اللہ تعالی قال لہ انت ایمن ولدی وسمی الیمن یمنًا بنزولہ فیہ اہ وھذا یدل علی ان قحطان ھو ھود علیہ السلام۔

(۴) بعض علماء کے نزدیک قحطان اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ سارے عرب اولادِ اسماعیلؑ ہیں۔ فھو قحطان بن تیمن بن قیذر بن اسمٰعیل علیہ السلام۔

وقد احتج لکون قحطان من ولد اسماعیل علیہ السلام بقول نبیّنا علیہ السلام ارموا یا بنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیًا قال ھذا القول لقوم من اسلم بن افصی واسلم اخو خزاعۃ وھم بنو حارثۃ بن ثعلبۃ ابن عمرو بن عامر وابناء عمرو بن عامر من سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان انتھی بتصرف ما فی الروض الانف ج ۱ ص۱۳ اور اہل سبأ اہل یمن ہیں یعنی اہل یمن اولاد قحطان ہیں تو ثابت ہوا کہ کل اہل یمن بھی اولادِ اسمٰعیلؑ ہیں جس طرح قریش وغیرہ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک اولاد قحطان یعنی اہل یمن مقابل ہیں اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کے اور حدیث مذکور کی تاویل کرتے ہیں قال ابن ھشام فی سیرتہ فالعرب کلھا من اسمٰعیل علیہ السلام وقحطان (ای کل العرب اما من اسماعیل واما من قحطان فھم نوعان بعضھم من اسماعیل وبعضھم من قحطان) وبعض اھل الیمن یقول قحطان من ولد اسماعیل ویقول اسمٰعیل علیہ السلام ابو العرب کلھا اہ ج ۱ ص۱۳

وفی دائرۃ المعارف ج ۲ ص۵۲۳ عند ذکر التبابعۃ ملوک الیمن وھم بنو حمیر کانوا بالیمن ولم یکونوا یسمّون منھم الملک بتبّع حتی یملک الیمن واوّل من ملک منھم قحطان بن عابر بن صالح و ھو اول من لبس التاج سنۃ ۲۰۳۰ قبل المیلاد ولما مات تولّی بعدہ ابنہ یعرب بن قحطان وھو من کبار ملوک العرب یقال انہ اوّل من حیّاہ ولدہ بقولھم ابیت اللعن وانعم صباحًا ثم ملک بعدہ ابنہ یشجب بن یعرب اہ

قریظہ۔ آیت وان یأتوکم اُساریٰ تُفادوھم کے بیان میں قریظہ مذکور ہے۔ بنو قریظہ مدینہ منورہ میں یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ ان کا سردار کعب بن اسید تھا۔ مسلمانوں اور بنو قریظہ کے درمیان معاہدہ صلح تھا۔ بنو قینقاع و بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد وہ ۵ھ تک مدینہ میں مقیم رہے۔ جنگِ خندق میں انہوں نے بنو نضیر کے رئیس حیی بن اخطب کے کہنے پر معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دیا۔ غزوۂ خندق ختم ہونے کے بعد نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا۔

چند روزہ محاصرے کے بعد بنو قریظہ نے اس شرط پر قلعہ کا دروازہ کھول دیا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کر دیں ہم اس پر راضی ہوں گے۔ چنانچہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق ان میں سے بڑے

مردوں اور بالغ لڑکوں کو قتل کر دیا گیا جو ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے لگ بھگ تھے۔ بچوں اور عورتوں کو غلام اور باندی بنا لیا گیا۔ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔ ان کا محاصرہ ۲۳ ذوقعدہ کو شروع ہوا تھا۔

قُزَح ۔ آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام کی تفسیر میں مذکور ہے۔ قُزَح دراصل اس قوس کا نام ہے جو بارش کے بعد یا فضا کے مرطوب ہونے کی وجہ سے رنگارنگ خطوط سے مرکب نظر آتی ہے۔ مزدلفہ میں ایک پہاڑ کا نام قزح اس لیے رکھا گیا کہ کسی زمانے میں لوگوں کو اس پر سے یہ قوس قزح نظر آتی تھی وعن جبیر بن الحویرث قال رأیتُ ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ علی قزح وھو یقول ایھا الناس اَصبِحوا ثم دَفع وانی لأنظُر الی فخذِہ وقد انکشف مما یخرش بعیرہ بمحجنہ۔ اعلام الساجد میں ہے کہ مزدلفہ کے چار نام ہیں مزدلفہ وجمع وقُزَح ومشعر حرام۔ قال البیضاوی فی تفسیر المشعر الحرام (ھو) جبل یقف علیہ الامام و یسمّٰی قُزَح اھ۔

الکوفۃ ۔ شرح تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہے اس کے علاوہ متکرر الذکر ہے۔ کوفہ ارض بابل یعنی عراق میں مشہور شہر ہے۔ بصرہ کی طرح کوفہ کی تعمیر بھی بحکم عمر رضی اللہ عنہ ہوئی۔ تعمیر ۱۷ھ کو ہوئی وقیل ۱۹ھ وقیل ۱۸ھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء وغیرہ افواج اسلام کی بیماری کی اطلاع دی جو ادھر ادھر بستے تھے فکتب عمر رضی اللہ عنہ الیہ ان العرب لا یُصلِحھا من البلدان الا ما اَصلَح الشاۃ والبعیر فلا تجعل بینی وبینھم بحراً وعلیك بالریف اھ۔

پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کئی لوگوں کے مشورہ سے کوفہ کی موجودہ جگہ کو شہر بسانے کے لیے منتخب کیا۔ اس جگہ کا نام سورستان تھا۔ وسط میں جامع مسجد بنائی جس میں چالیس ہزار انسانوں کی گنجائش تھی۔ اوّلاً جھونپڑیوں اور چھپروں کی آبادی تھی۔ افواج اسلام کی چھاونی تھی۔

کوفہ کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) سمیت بذلك لاجتماع الناس بھا من قولھم قد تکوّف الرملُ ای اجتمع ورکب بعضُہ بعضاً۔ (۲) قیل اُخِذت من الکوفان یقال ھم فی کوفان ای فی بلاءٍ وشر۔ (۳) اوسمیت بذلك لانھا قطعۃٌ من البلادِ من قول العرب قد اَعطیتُ فلاناً کیفۃً ای قطعۃً ثم انقلبت الیاء فی الکوفۃ واواً لانضمام ما قبلھا۔

(۴) قال قطرب سمیت بموضعھا من الارضِ وذلك ان کل رملۃٍ یُخالِطُھا حصباءُ تُسمّٰی کوفۃً۔ (۶) او لانّ جبل ساتید ما یحیط بھا کالکفاف علیھا (۷) قال ابن الکلبی سمیت بجبل صغیر فی وسطھا اسمہ کوفان۔ (۸) وقال ابن القاسم سمیت الکوفۃ لاستدارتھا اخذاً من قول العرب رأیتُ کُوفاناً وکَوفاناً للرُّمیلۃ المستدیرۃ۔

اہالی کوفہ وبصرہ میں دائماً مفاخرہ ومناضلہ ہوتا رہتا تھا۔ بعض بصرہ کو اور بعض کوفہ کو ترجیح دیتے تھے

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس ایک مرتبہ اشراف جمع تھے تو دونوں شہروں کا ذکر آیا۔ محمد بن عمیر نے کوفہ کی مدح میں کہا الکوفۃ سفلت عن الشام ووبائھا وارتفعت عن البصرۃ وحرّھا فھی برّیۃ مریئۃ مریعۃ اذا اتتنا الشمال ذھبت مسیرۃ شھرٍ علی مثل رضراض الکافور واذا ھبّت الجنوب جاءتنا ریح السواد وورده ویاسمینہ واترنجہ ماؤنا عذبٌ وعیشنا خصبٌ فقال فی جوابہ عبدالملک بن الاھتم نحن واللہ اوسع منھم برّیۃ واعدّ منھم فی السریۃ واکثر منھم ذرّیۃ واعظم منھم نفرًا ولا یخرج من عندنا الا سائقٌ اوقائدٌ۔

فقال للحجاج ان لی بالبلدین خبرًا فقال ھات۔ فقال اما البصرۃ فعجوز شمطاء بخراء دفراء اوتیت من کل حلیٍ واما الکوفۃ فبکرٌ عاطلٌ عیطاء لاحلیّ لھا ولا زینۃ۔

فقال عبدالملک ما اراک الا قد فضّلت الکوفۃ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الکوفۃ کنز الایمان وجمّۃ الاسلام وسیف اللہ ورمحہ یضعہ حیث شاء والذی نفسی بیدہ لینصرنّ اللہ باھلھا فی شرق الارض وغربھا کما انتصر بالحجاز۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اھل الکوفۃ اھل اللہ وھی قبّۃ الاسلام یحنّ الیھا کل مؤمن۔ کذا فی المعجم ج۴ ص۲۹۳

مسجد کوفہ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں دو رکعت کا ثواب دس رکعات کے برابر ہے۔ اور ایک حصہ اس کا وہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے وفار التنور۔ نیز اس کے پانچویں ستون کے قریب ابراہیم علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے۔ لیکن یہ اثر وحدیث ضعیف یا موضوع ہے۔

سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خذوا المناسک عن اھل مکۃ وخذوا القراءۃ عن اھل المدینۃ وخذوا الحلال والحرام عن اھل الکوفۃ۔ کوفہ کے کچھ احوال بصرہ کے احوال میں ملاحظہ کریں۔

فائدہ۔ نحاۃ وعلماء عربیت کے نزدیک یہ مقولہ مشہور ہے سرتُ من البصرۃ الی الکوفۃ اس مقولہ کی وجہ استعمال ووجہ تقدّم ذکر بصرہ وتأخر ذکر کوفہ میں بہت سے حقائق ولطائف ہیں جن کا ذکر میں اپنی کتاب بغیۃ الکامل شرح محصول وحاصل للجامی میں کر چکا ہوں۔ فراجعھا تری لطائف خلت عنھا الاسفار۔

کرمان۔ وقلنا یا ادم اسکن انت وزوجک الجنۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ کرمان اقلیم رابع میں ایک مشہور مملکت کا نام ہے، یہ فارس ومکران وسجستان وخراسان کے مابین ہے۔ کرمان کے مشرق میں مکران ہے اور مغرب میں ارض فارس اور شمال میں خراسان اور جنوب میں بحر فارس ہے۔ اس میں باغات بہت ہیں کھجوریں اور دیگر درخت اس میں کثرت سے ہیں نہایت سرسبز وشاداب خطہ ہے یہ نہروں کی

سرزمین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس علاقے کو فتح کیا گیا۔ عثمان بن العاص کو جو بحرین کے گورنر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کرمان فتح کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عثمان بن العاص رضؓ سمندر پار کرتے ہوئے ارض فارس میں پہنچے اور بڑی سخت جنگ کے بعد اس کے بادشاہ کو قتل کردیا اور کچھ علاقہ فتح کرلیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ نے ابن عامر کو امیر بناکر فارس بھیجا۔ ابن عامر نے مجاشع بن مسعود سلمی کو یزدجرد شہنشاہ فارس کے تعاقب میں بھیجا۔ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں یزدجرد قتل کیا گیا۔

کعبۃ اللّٰہ بیت اللہ شریف کا نام کعبۃ اللہ بھی ہے اور بغیر اضافت کے الکعبہ بھی کہتے ہیں۔ کعبۃ اللہ مسلمانوں کا اور انبیاء علیہم السلام کا قبلۂ صلاۃ ہے اور یہ عظیم شرف ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی برکات کا مرکز اور انوار رحمانیہ کا منبع ہے۔ روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو گھر بنایا گیا وہ کعبۃ اللہ ہے۔

اور یہی کعبۃ اللہ زمین کا وہ پہلا خطہ ہے جو آفرینش ارض کے وقت پانی پر خشک ٹیلے کی صورت میں ظاہر ہوا تھا اور پھر یہیں سے اللہ تعالیٰ نے چاروں طرف خشک زمین پھیلادی۔ قرآن مجید میں ہے ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین۔ بیت اللہ شریف کے لامحدود فضائل وبرکات میں سے چند فضائل ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں۔

اوّل یہ فضیلت جس کا بیان ابھی ہوا اور جس کی طرف آیت مذکورہ میں اشارہ ہے قال کعب الاحبار کانت الکعبۃ غُثاءً علی الماء قبل ان یخلق اللّٰہ السموات والارض باربعین سنۃً ومنہا دُحِیتِ الارضُ وعن مجاھد یقول خلق اللّٰہ عزوجلّ ھذا البیت قبل ان یخلق شیئاً من الارضین وعن عطاءٍ عن ابن عباسؓ انہ قال لما کان العرش علی الماء قبل ان یخلق اللّٰہ السموات والارض بعث اللّٰہ تعالی ریحاً ھفّافۃً فصفقتِ الماء فابرزت عن خشفۃٍ (الخشفۃ حجارۃ تنبت فی الارض نباتاً) فی موضع ھذا البیت کانھا قُبّۃ فدحا اللّٰہ الارضین من تحتھا فمادت ثم مادّت فاوتدھا اللّٰہ تعالی بالجبال فکان اوّل جبلٍ وُضِع فیھا ابو قبیس فلذلک سمیت مکۃ اُمَّ القُریٰ۔ وعن مجاھد قال لقد خلق اللّٰہ عزّوجلّ موضعَ ھذا البیت قبل ان یخلق شیئاً من الارض بالفی سنۃ وانّ قواعدہ لفی الارض السابعۃ السفلیٰ۔ ذکر ھذہ الآثار باسنادھا ابو الولید الازرقی فی اخبار مکۃ۔

ثانی احادیث میں ہے کہ بیت اللہ کی سمت اور سیدھ پر ساتوں آسمانوں میں اور ساتوں زمینوں میں اسی طرح کعبۃ اللہ وبیت اللہ ہے اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اور ہر زمین کے باشندے اپنے اپنے کعبہ کی زیارت کے لیے آکر اس کا طواف کرتے ہیں۔ فعن لیث بن معاذ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ھذا البیت خامس خمسۃ عشر بیتاً سبعۃ منھا فی السماء الی العرش وسبعۃ منھا الی تخوم الارض السفلیٰ

لکل بیت منها حرم کحرم هذا البیت ۔ ذکرہ الازرقی ۔ آسمانوں میں موجود کعبہ کا نام بیت معمور ہے ۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کا نام ضراح ہے ۔ بعض روایات میں ہے کہ بیت معمور سماء سادسہ میں ہے ۔

ابن کلبی روایت کرتے ہیں ان بیتًا فی السماء یقال لہ ضراح بحیال الکعبۃ یدخلہ کل یوم سبعون الف ملك من الملائکۃ مادخلوہ قط قبلھا ۔ مجاہد کی روایت ہے کہ زمین میں پہلے اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کو بنایا اور کعبۃ اللہ اول اول ایک مجوف سرخ جنتی یاقوت تھا اس کا ایک دروازہ شرقی اور ایک غربی تھا ۔ طوفان نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے اوپر آسمان کی طرف اٹھالیا اور حجر اسود کو جبل ابوقبیس میں بطور امانت رکھا ۔ فروی ابن جریج کان بمکۃ البیت المعمور فرفع زمان الغرق فھو فی السماء ۔

طوفان نوح علیہ السلام کے بعد بیت اللہ شریف کی جگہ پر کوئی عمارت نہ تھی بس ایک سرخ ٹیلے کی مانند یہ جگہ نظر آتی تھی تا آنکہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ آیا اور انہوں نے بحکم خدا یہاں پر کعبۃ اللہ کی عمارت قائم کی ۔ کما ھو المذکور فی القرآن قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل اور پھر آج تک وہ آباد چلا آرہا ہے ۔ بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تھی بعدہ شیث ابن آدم نے تعمیر کی کما سیاتی بیانہ ۔

ثالث[۳] کعبۃ اللہ اسلام سے قبل ہر زمانے میں معظم و محترم رہا ہے اور بڑے بڑے بادشاہ اس کی زیارت کے لیے آتے تھے اور بہت سے ہدایا اور اموال بھیجتے تھے ۔ ملوکِ فارس کسریٰ وغیرہ بھی اموال ونذرانے بھیجتے تھے ۔ چنانچہ غزالین کا قصہ مشہور ہے وہ یہ کہ عبدالمطلب نے زمزم کی کھدائی میں سونے کے دو بڑے قیمتی غزال پائے تھے یہ دو بڑی مُورتیاں تھیں سونے کی ہرن کی صورت میں جو بعض سلاطین نے بطور نذرانہ بیت اللہ شریف کو بھیجی تھیں ۔

اسی طرح بیت اللہ شریف کے اندر بہت گہرا کنواں تھا جس میں وہ نذرانے ڈالے جاتے تھے جو مختلف امراء وسلاطین بھیجتے تھے ۔ اور وہ کنواں اب بھی سونے اور بیش بہا موتیوں سے پُر ہے جس کا منہ بند کیا گیا ہے ۔

رابع[۴] مؤرخین و دیگر علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے اندر اس کنویں میں اب بھی اتنی عظیم دولت ہے جو شمار سے باہر ہے ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو اس دولت کا پتہ تھا لیکن اسے آپ نے ہاتھ نہیں لگایا شاید مقصد یہ تھا کہ بیت اللہ شریف کو روحانی و باطنی برکات کے ساتھ ساتھ دنیاوی عظمت و بلندی بھی حاصل رہے ۔

بعض کتب تاریخ میں لکھا ہے وقد وجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح مکۃ فی الجب الذی کان فیہ سبعین الف اوقیۃ من الذھب مما کان الملوك یھدون للبیت فیھا الف الف دینار

مرتین بمائتی قنطار زنا. وقال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ لو استعنت بھذا المال علی حربك فلم یفعل ثم ذکر لابی بکر فلم یحرکہ. قالہ الازرقی۔ وفی البخاری بسندہ الی وائل قال جلست الی شیبۃ بن عثمان وقال جلس الی عمر بن الخطاب فقال هممت ان لا ادع فیھا صفراء ولا بیضاء الا قسمتہا بین المسلمین قلت ما انت بفاعل قال ولم ؟ قلت لم یفعلہ صاحباك فقال ھما اللذان یقتدی بھما و خرجہ ابوداؤد وابن ماجۃ۔

بعض کتب تاریخ میں ہے مثل تاریخ ابن خلدون وغیرہ کہ ۱۹۹ھ میں وہ مال حسن بن حسین بن علی بن علی زین العابدین نے نکال لیا۔ قال واقام ذلك المال الی ان کان فتنۃ الافطس وھو الحسن بن الحسین ابن علی بن علی زین العابدین سنۃ تسع وتسعین ومائۃ حین غلب علی مکۃ عمد الی الکعبۃ فاخذ ما فی خزائنہا وقال ما تصنع الکعبۃ بھذا المال موضوعا فیہا لا ینتفع بھا نحن احق بہ نستعین بہ علی حربنا واخرجہ وتصرف فیہ وبطلت الذخیرۃ من الکعبۃ من یومئذ۔ کذا فی تاریخ ابن خلدون وغیرہ۔

خامسؔ۔ بیت اللہ شریف جس طرح ہمارا اور ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا قبلہ ہے اسی طرح کل انبیاء علیہم السلام کا قبلہ بھی یہی تھا مگر بنی اسرائیل کا اور بعض دیگر مورخین کے نزدیک انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ چنانچہ تحویل قبلہ کے بعد یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے و قالوا یا محمد ما ولاك عن قبلتك التی کنت علیہا وانت تزعم انك علی ملۃ ابراھیم ودینہ وفی روایۃ انہم قالوا للمسلمین ما صرفکم عن قبلۃ موسی ویعقوب وقبلۃ الانبیاء۔

یہود کا یہ قول ان کے اس عقیدے پر مبنی ہے کہ بیت المقدس تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ تھا۔ بعض دیگر آثار بھی اس کے موافق ملتے ہیں فروی عن الزھری انہ قال لم یبعث اللہ منذ ھبط آدم علیہ السلام الی الارض نبیا الا جعل قبلتہ صخرۃ بیت المقدس۔ بنا بریں قول ہمارے نبی علیہ السلام کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ آپ کا قبلہ کعبۃ اللہ بنایا گیا اور بیت المقدس کے قبلہ ہونے میں بھی آپ دیگر انبیاء علیہم السلام کے کچھ مدت تک شریک رہے۔

لیکن محقق وصحیح قول یہ ہے کہ کعبۃ اللہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا۔ فعن ابی العالیۃ کانت الکعبۃ قبلۃ الانبیاء وکان موسی علیہ السلام یصلی الی صخرۃ بیت المقدس وھی بینہ وبین الکعبۃ۔

وذکر بعض العلماء ان ذلك مما کتمہ الیہود لان الیہود لم تجد کون الصخرۃ قبلۃ فی التوراۃ وانما کان تابوت السکینۃ علی الصخرۃ فلما غضب اللہ علی بنی اسرائیل رفع وصلوا الی الصخرۃ بمشاورۃ منھم وادعوا انھا قبلۃ الانبیاء۔

بنابریں قول ثانی امام زہریؒ کے قول کی تاویل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قبلہ کعبۃ اللہ تھا۔ البتہ وہ کعبۃ اللہ کی جانب صخرہ بیت المقدس رکھتے تھے اس طرح وہ صخرہ اور کعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ کذا فی انسان العیون للعلامۃ علی الحلبی ج ۲ ص ۱۳۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تحویل قبلہ پہلا نسخ ہے جو قرآن مجید میں واقع ہوا۔

اس قول ثانی کی تائید محمد بن کعب کے قول سے بھی ہوتی ہے فعن محمد بن کعب القرظی قال ما خالف نبیّ نبیًا قطّ فی قبلۃ الّا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استقبل بیت المقدس ای فھو مخالف لغیرہ من الانبیاء فی ذلک وھذا موافق لما تقدم عن ابی العالیہ۔

سادسؔ کعبۃ اللہ کو یہ شرف اور عظیم مقام اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے بخشا تھا اور اللہ تعالیٰ مختار کُل ہیں وہ اپنی رحمت اور فضل جس خطّے کو دینا چاہے یہ اس کی مرضی ہے لا یُسئل عما یفعل وھم یسئلون

نیز بیت اللہ شریف کا یہ شرف کسی ستارے کی سعادت یا اس کی سرپرستی کا مرہون نہیں ہے ستارے بیت اللہ شریف کے محتاج ہو سکتے ہیں لیکن بیت اللہ گردش کواکب کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام زمین و آسمان اپنی بقا میں بیت اللہ شریف کی بقا سے مربوط ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بیت اللہ شریف کی عزت انسانوں کے دلوں میں باقی نہ رہے اور اس کے زائرین و حجاج ختم ہو جائیں یا ان میں بہت کمی آجائے تو اللہ تعالیٰ قیامت برپا کر دیں گے اور یہ سارا عالم نیست و نابود ہو جائے گا۔ چنانچہ قیامت سے کچھ قبل ذو السویقتین من الحبشہ ایک شخص حبش کی فوج لے کر خانہ کعبہ کو گرا دے گا اور یہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے۔

بعض منجمین کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف اس لیے معظم و محترم ہے کہ یہ بیت زحل ہے اور زحل سیارہ ہی اس کا سرپرست ہے۔

لیکن منجمین کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اولاً تو اس لیے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ بیت اللہ شریف کا شرف کسی کوکب کی سرپرستی کا مرہونِ منّت نہیں ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ منجمین کا اتفاق ہے کہ کوکب زحل بدبخت و منحوس ہے اور اس کی نحوست ضرب المثل ہے یقال اشئم من زحل وانحس من زحل۔

مسعودی اپنی کتاب مروج الذہب ج ۱ ص ۳۷۳ پر ان منجمین کا کلام نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں قد ذھب قوم الی ان البیت الحرام علی مرور الدھور معظم فی سائر الاعصار لانہ بیت زحل وان زحل تولاہ ولان زحل من شانہ البقاء والثبوت فما کان لزحل فغیر زائل ولا داثر وعن التعظیم غیر خامل انتہی۔

سابع۔ روایات میں ہے کہ نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی کشتی پانی پر گھومتے گھومتے حرم مکہ میں داخل ہوئی اور پھر کشتی نے بیت اللہ شریف کا بحکم خدا طواف کیا اور پورے سات چکّر لگائے۔ یہ ان کشتی والوں کی خوش نصیبی اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ انھیں ارض امن و اطمینان میں پہنچا کر طواف بیت اللہ شریف نصیب فرمایا۔ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ کشتی چالیس دن تک مسلسل بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ کذا فی تاریخ مکۃ للازرقی ج ا ص ۱۷۔

ثامن قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے پہلے معمار نہیں ہیں بلکہ وہ بیت اللہ شریف کے قواعد اور بنیادوں کو جو پہلے سے موجود تھیں بلند کرنے والے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل۔

علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر کئی بار ہوئی ہے۔ جمہور علماء و مؤرخین لکھتے ہیں کہ دس مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی تعمیر گیارہ بار ہوئی ہے۔ آگے ان کی کچھ تفصیل ہم ذکر کر رہے ہیں:

اوّل بناء ملائکہ۔ بعض روایات میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آسمان میں بیت المعمور پیدا کرنے کے بعد زمین میں کعبۃ اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اثر علی بن الحسین کی عبارت یہ ہے ثم ان اللہ تعالیٰ بعث ملائکۃ فقال لھم ابنوا لی بیتاً فی الارض بمثاله وقدره ای مثال البیت المعمور فامر اللہ من فی الارض من خلقه ان یطوفوا بھذا البیت۔ حلبی ج ۱ ص ۱۴۸

دوم بناء آدم علیہ السلام۔ بناه آدم من خمسۃ اجبل من حراء وطور سیناء وطور زیتا والجودی ولبنان کذا فی الازرقی۔ روی البیھقی فی دلائل النبوۃ عن عبد اللہ بن عمرو مرفوعاً بعث اللہ جبریل الی آدم وحواء فامرھما ببناء الکعبۃ فبناه آدم ثم امر بالطواف به وقیل له انت اول الناس وھذا اول بیت وضع للناس۔

سوم بناء شیث بن آدم علیہما السلام۔ شیث علیہ السلام نبی تھے اور آدم علیہ السلام کے جانشین تھے۔

چہارم بناء ابراہیم علیہ السلام وفی الروض الانف ج ۱ ص ۱۲۹ فی آثار مرویۃ ان ابراھیم بناه من خمسۃ اجبل وان الملائکۃ کانت تاتیه بالحجارۃ منھا وھی طور سیناء وطور زیتا اللذین بالشام والجودی ولبنان وحراء وھما فی الحرم فشاکل ذلک معناھا اذ ھی قبلۃ للصلوات الخمس وعمود الاسلام وقد بنی ای الاسلام علی خمس اھ۔ وفی تاریخ مکۃ ج ا ص ۲۶ فبناه من خمسۃ اجبل من حراء وثبیر ولبنان والطور والجبل الاحمر اھ۔

ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا دروازہ کو بند کرنے کے لیے کواڑ نہیں بنائے تھے۔ سب سے پہلے تبع یعنی اسعد حمیری نے دروازہ کے طاق اور پٹ بنوا کر قفل یعنی تالا لگا دیا تھا۔ نیز ابراہیم علیہ السلام نے اسے مسقف بھی نہیں کیا تھا بلکہ چھت کے بغیر صرف اونچی چار دیواری بنا دی تھی۔ قال الازرقی فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص۲۸ ولم یکن ابراھیم سقف الکعبۃ ولا بناھا بمدر وانما رضمها رضما اھ۔ وکذا فی اعلام الساجد ص۴۶۔

ابراہیم علیہ السلام نے حجر اسود کے مقام تک دیوار اونچی کر لی تو اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا یا اسمٰعیل ابغنی حجرا اضعہ ھھنا یکون للناس علما یبتدئون منہ الطواف فذھب اسمٰعیل یطلب لہ حجرا ورجع وقد جاءہ جبریل بالحجر الاسود وکان اللہ عز وجل استودع الرکن ابا قبیس حین غرق اللہ الارض زمن نوح علیہ السلام وقال اذا رأیت خلیلی یبنی بیتی فاخرجہ لہ فجاءہ اسمٰعیل فقال لہ یا ابہ من این لک ھذا؟ قال جاءنی بہ من لم یکلنی الی حجرك جاء بہ جبریل فوضع جبریل الحجر فی مکانہ وھو حینئذ یتلألأ تلألؤا من شدۃ بیاضہ فاضاء نورہ شرقا وغربا ویمنا وشاما فکان نورہ یضیئ الی منتھی انصاب الحرم من کل ناحیۃ من نواحی الحرم۔

وعن الشعبی لما أمر ابراھیم علیہ السلام ان یبنی البیت وانتھی الی موضع الحجر قال لاسمٰعیل ائتنی بحجر لیکون علما للناس یبتدئون منہ الطواف فاتاہ بحجر فلم یرضہ فأتی ابراھیم بھذا الحجر۔ وعن عبد اللہ ابن عمرو ان جبریل ھو الذی نزل علیہ بالحجر من الجنۃ وانہ وضعہ حیث رأیتم وانکم لن تزالوا بخیر ما دام بین ظھرانیکم فتمسکوا بہ ما استطعتم فانہ یوشك ان یجیئ فیرجع بہ من حیث جاء بہ۔

وعن ابی قلابۃ قال اللہ عز وجل یا آدم انی مھبط معك بیتی یطاف حولہ کما یطاف حول عرشی ویصلی عندہ کما یصلی عند عرشی فلم یزل کذلك حتی کان زمن الطوفان فرفع حتی بوأ لابراھیم مکانہ فبناہ من خمسۃ اجبل حراء وثبیر ولبنان والطور والجبل الاحمر وعن قتادۃ قال ذکر لنا انہ بناہ من خمسۃ اجبل من طور سیناء وطور زیتا ولبنان والجودی وحراء وذکر لنا ان قواعدہ من حراء۔

کعبۃ اللہ مربع نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بھی مربع نہیں بنایا تھا بلکہ قدم میں کعب یعنی پاؤں میں ٹخنے کی مانند اس کی شکل تھی۔ قال ابن اسحاق فلذلك سمیت الکعبۃ "لانھا علی خلقۃ" الکعب قال وکذلك بنیان اساس آدم علیہ السلام اھ۔ کعب کا معنی لغۃً بلندی بھی ہے۔ تو بیت اللہ کی شان و مرتبہ چونکہ بہت بلند ہے اسی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔ یا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ مقام آفرینشِ ارض کے وقت پانی سے بلند تھی اور بُلبلے یا ٹیلے کی طرح اونچی تھی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلانا چاہا تو اسی مقام سے چاروں طرف خشکی پھیلا دی۔ اسی بلندی کی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔

وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۶ جعل ابراھیم ارتفاع البیت تسعۃ اذرع قیل وعرضہ ثلاثین ذراعاً قال البعض وھو خلاف المعروف ولم یجعل لہ سقفاً ولابناہ بمدر وانما رضہ رضاً وجعل لہ باباً ای منفذاً لاصقاً بالارض غیر مرتفع عنہا ولم ینصب علیہ باباً یقفل وانما جعلہ تبع الحمیری بعد ذلک و حفر لہ بئراً داخلہ عند بابہ علی یمین الداخل منہ یلقی فیہا ما یھدی الیہ وکان یقال لھا خزانۃ الکعبۃ۔

پنجم بناء عمالقہ۔ بعض آثار وکتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جرہم سے قبل ایک قوم یعنی عمالقہ مکہ مکرمہ میں آباد تھی اور بیت اللہ شریف کی متوتی تھی۔ پھر معاصی کی کثرت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کرکے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور یہی اللہ تعالیٰ کا قانون رہا۔

آج جو لوگ حرمین میں مقیم ہیں انھیں چاہیے کہ بیت اللہ شریف کی تعظیم کریں اور زائرین وحجاج کی عزت وخدمت کریں ورنہ اللہ تعالیٰ کا قانون ان پر بھی جاری ہوسکتا ہے۔

عن ابن خیثم قال کان بمکۃ حیّ یقال لھم العمالیق فاحدثوا فیہا احداثاً فجعل اللہ یقودھم بالغیث ویسوقھم بالسنۃ ای القحط یضع الغیث امامھم فیذھبون لیرجعوا فلا یجدون شیئاً فیتبعون الغیث حتی الحقھم بمساقط رؤس آبائھم وکانوا من حمیر ای اھل الیمن ثم بعث اللہ علیھم الطوفان قال الراوی فقلت لابن خیثم وما الطوفان ؟ قال الموت۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما انہ کان بمکۃ حیّ یقال لھم العمالیق فکانوا فی عزۃ وکثرۃ وثروۃ وکانت لھم اموال کثیرۃ من خیل وابل وماشیۃ فلم یزل بھم البغی والاسراف علی انفسھم والالحاد بظلم واظھار المعاصی ولم یقبلوا اما اوتوا بشکر حتی سلبھم اللہ تعالیٰ ذلک فنقصھم بحبس المطر عنھم وتسلیط الجدب علیھم فکانوا یکرون بمکۃ الظل ویبیعون الماء فاخرجھم اللہ من مکۃ بالذرّ سلطہ علیھم حتی خرجوا من الحرم وکانوا قوماً عرباً من حمیر فابدل اللہ تعالی الحرم بعدھم بجرھم فکانوا سکانہ حتی بغوا فیہ واستخفوا بحقہ فاھلکھم اللہ جمیعاً۔ قوم عمالقہ کا بیان تفصیلاً اس کتاب میں دوسرے مقام پر مذکور ہے۔ فراجعہ۔

بناء عمالقہ مشکوک ہے۔ کیونکہ اسمٰعیل علیہ السلام وہاجر کے ساتھ سب سے اول یہاں پر قبیلہ جرہم آباد ہوا۔ اور بنو اسمٰعیل کے بعد جرہم متولی ہوئے تو جرہم سے قبل عمالقہ کیسے متوتی وبانی ہوسکتے ہیں۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ عمالقہ نے بناء جرہم کے بعد بیت اللہ کی تعمیر کی مگر یہ بات بھی مشکل ہے کیونکہ باتفاق اصحاب تاریخ جرہم کے بعد خزاعہ ہی متولی تھے۔ ممکن ہے جواب میں یہ کہا جائے کہ عمالقہ جرہم کے ساتھ مکہ میں آباد ہوئے اور وہ اہل ثروت تھے تو عمالقہ نے تولیت جرہم کے زمانے میں تعمیر بیت اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہوگا۔ پھر جرہم کے زمانے میں دوبارہ بیت اللہ کی تعمیر کی ضرورت کسی حادثہ کی وجہ سے درپیش ہوئی ہوگی۔ اس تعمیر

ثانی میں صرف جرہم نے حصہ لیا ہوگا۔ اسی طرح اول تعمیر عمالقہ کی طرف اور ثانی تعمیر جرہم کی طرف منسوب ہوئی راجع تاریخ مکۃ للفاکھی والمقریزی والسیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۶۲۔

ششم بناء جرہم۔ بیت اللہ شریف کی تولیت قوم عمالیق کے بعد (کما قیل) یا نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد (کما قالوا) قبیلۂ جرہم کے قبضہ میں آئی ان کی ولایت کے زمانے میں سیلاب آجانے سے خانۂ کعبہ گر گیا تو انہوں نے تعمیر ابراہیمی کی مانند اس کی تعمیر کی۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ انہوں نے اور عمالیق نے بیت اللہ شریف کی چھت کے بغیر صرف چار دیواری بنادی جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اس کی عمارت پر چھت نہیں ڈالی تھی۔ سب سے پہلے بیت اللہ شریف پر چھت تعمیر قریشی میں ڈالی گئی۔

ہفتم بناء قصی بن کلاب۔ قصی نبی علیہ السلام کے اجداد کے سلسلے میں واقع ہے۔ نسب نبی علیہ السلام کا سلسلہ یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب۔

ہشتم بناء قریش۔ قریشی تعمیر میں نبی علیہ السلام نے بھی حصہ لیا تھا۔ یہ نبوت و بعثت سے قبل کا قصہ ہے۔ قریش کے زمانے میں دو حادثے پیش آئے۔ اول یہ کہ ایک عورت کے ہاتھ بیت اللہ شریف جل گیا۔ وہ عورت بیت اللہ شریف کو عود کی خوشبو پہنچانے کی خاطر عود کا دھواں قریب کرنے لگی جس سے اس کو آگ لگ گئی۔ آگ سے بیت اللہ شریف کی دیواریں کمزور ہوگئیں۔

دوم یہ کہ آتش زدگی کے اس حادثہ کے بعد سیلاب سے اس کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے اور بہت نقصان ہوا اور خطرہ پیدا ہوا کہ اس کی عمارت گر جائے گی۔ چنانچہ قریش نے از سر نو تعمیر کا پختہ ارادہ کر لیا اور چندہ جمع کیا گیا۔

اسی دوران جدہ کے قریب بندرگاہ میں ایک جہاز خراب ہوگیا۔ قریش نے جہاز والوں سے اس جہاز کی لکڑی تعمیر بیت اللہ کے لیے خرید لی۔ جہاز والوں میں ایک ماہر نجار و بنّاء تھا اس سے بات کی گئی تو وہ بیت اللہ شریف کی تعمیر میں حصہ لینے پر آمادہ ہوگیا۔ اس ماہر کا نام باقوم رومی تھا وکان رومیًا وکان فی سفینۃ حبستھا الریح فخرجت الیھا قریش فاخذ واخشبھا وقالوا لہ ابنھا علی بنیان الکنائس وان باقوم الرّوم اسلم بعد ذلک ثم مات فلم یدع وارثا فدفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم میراثہ لسھیل بن عمرو۔ کذا فی الاصابۃ وغیرھا۔ وقال ابن اسحٰق وکان بمکۃ قبطی یعرف نجر الخشب وتسویتہ فوافقھم علی ان یعمل لھم سقف البیت ویساعدہ باقوم الرومی اھ فالقبطی ھو مولی سعید بن العاص۔

اس کے بعد ایک اور مشکل در پیش ہوئی وہ یہ کہ بیت اللہ شریف میں پانچ سو سال سے ایک اژدہا نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ وہ اژدہا کسی کو قریب آنے نہیں دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ قبیلہ جرہم کے زمانے میں بیت اللہ شریف کے خزانے سے لوگ مال چرا کر لے جاتے تھے تو غیب سے یہ اژدہا آیا اور خزانے کے قریب رہنے لگا۔

وہ اژدہا خزانے کے قریب ہر آنے والے چور پر حملہ آور ہوتا تھا۔ دیگر زائرین کو کچھ نہیں کہتا تھا بلکہ ان سے مانوس تھا۔ اس کا سر بکرے کے سر کے برابر تھا۔ اسی طرح اس سانپ نے تقریباً ۵۰۰ سال تک حفاظت بیت اللہ کی۔ اب جب قریش نے دیواروں کو اصلاح و تعمیر کی نیت سے گرانا چاہا تو سانپ نے مقابلہ کیا اس وجہ سے تعمیر کا کام رُک گیا۔

اللہ تعالیٰ نے غیب سے عقاب کی شکل کا ایک بہت بڑا پرندہ بھیجا وہ اس اژدہا پر جھپٹا اور اسے اٹھا کر اجیاد میں اور بقول بعض حجون میں پھینک دیا اور پھر وہ سانپ زمین میں غائب ہوگیا۔ پتہ نہیں چلا کہ کدھر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہی سانپ وہ دابۃ الارض ہے جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ دابہ کی شکل میں لیکن صحیح احادیث میں یہ ثابت نہیں کہ واقعی یہی سانپ دابۃ الارض ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قریش نے حلال چندہ جمع کرنے کا اہتمام کیا تھا۔ اب قریش کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ بیت اللہ شریف کی دیوار گرانے سے کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا ہمارا ارادہ اصلاح و تعمیر ہے نہ کہ توہین و تخریب اور اللہ تعالیٰ مصلحین پر عذاب نازل نہیں فرماتے۔ پھر وہ تنہا اٹھا اور بیت اللہ کی دیوار پر چڑھتے ہوئے کہتا جاتا تھا اللھم لم ترع لا نرید الا الخیر۔ پھر رکنین کی جانب کا کچھ حصہ گرا دیا۔ باقی لوگ دور ہی رہے اور کہا کہ اگر آج رات ولید پر عذاب نازل نہ ہوا تو کل ہم بھی شریک ہوں گے۔ مگر ولید کو کچھ نہ ہوا۔ چنانچہ دوسرے روز سب نے مل کر دیواروں کو گرانا شروع کر دیا۔ تا آنکہ زمین کے اندر قواعد نظر آگئے جو اونٹ کے کوہان کے کے مانند سبز رنگ کے بڑے بڑے حسین پتھر ایک دوسرے میں زنجیر کے مانند گھسے ہوئے تھے۔ بعض نے ان پتھروں میں کُدال ڈال کر ہلایا تو سارا شہر مکہ ہلنے لگا۔ پھر ان بنیادوں پر انہوں نے عمارتِ بیت اللہ قائم کی۔

تعمیر کے وقت قریش نے قرعہ اندازی کے ذریعہ بیت اللہ شریف کی دیواروں کو تقسیم کر لیا۔ ہر ایک قبیلہ اپنے حصہ کی دیوار بنانے میں مصروف ہوگیا۔ تعظیم کعبہ کی خاطر اپنے مونڈھوں پر پتھر لاتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی پتھر لانے والوں میں شریک تھے۔ قریش نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈال کر عمارت کی تکمیل کی۔

قریشی تعمیر کے وقت بعض اہم امور درپیش ہوئے۔ اول امر یہ ہے کہ قریش میں برہنہ ہونا زیادہ عیب نہ تھا لہٰذا ان میں سے بعض لوگ اپنی چادر یعنی تہبند کھول کر کندھے پر ڈال لیتے تاکہ پتھر اٹھانے اور لے جانے میں آسانی ہو۔ چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو بار بار کہا کہ اے بھتیجے آپ بھی ایسا ہی کر لیں، تاکہ آپ کو آسانی ہو۔ ان کے بار بار کہنے پر نبی علیہ السلام نے بھی اپنی چادر یعنی تہبند کھولنا چاہا تو غیب سے آواز آئی مت کھولنا۔ یہ آواز اتنی رعب والی تھی کہ حضورؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ فرشتے کی آواز تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبوت سے قبل بھی نبی علیہ السلام کو ہر قسم کے عیوب سے محفوظ رکھتے تھے اور آپؐ کی حفاظت

کے لیے فرشتے مامور تھے۔

امرِ ثانی یہ کہ جب دیوار حجر اسود کے اس مقام تک بلند ہوئی جو زمانۂ حال میں اس کا محل وقوع ہے تو قبائل قریش میں اس بات پر سخت نزاع پیدا ہوا کہ حجر اسود کو کون اٹھا کر اُس کے مقام پر نصب کرے گا؟ ہر قبیلہ والے کہتے تھے کہ ہم ہی اٹھا کر نصب کریں گے۔ خون ریزی کا خطرہ ہو گیا چار پانچ دن تعمیر بند رہی اور نزاع جاری رہا۔

پھر سب مسجد میں جمع ہوئے ابو امیہ یعنی حذیفۃ بن المغیرہ جوان میں معمر تھا (یہ ام سلمہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کا والد ہے) نے کہا کہ نزاع و خونریزی کے لیے تعمیر نہیں کرنی تھی پھر اس کے مشورہ سے طے پایا کہ ابھی باب بنو شیبہ جس کا نام اب باب السلام ہے (وفی لفظ اول من یدخل من باب الصفا وھو المقابل لما بین الرکنین الیمانی والاسود) سے جو شخص پہلے داخل ہو وہی اس کا فیصلہ کرے گا اور اسے ہی اختیار ہوگا۔ سب راضی ہو گئے۔

حسن اتفاق سے اوّل شخص نبی علیہ السلام اس دروازہ سے نمودار ہوئے۔ سب لوگ خوش ہو کر کہنے لگے ھذا الامین رضینا ھذا محمد اور پھر نبی علیہ السلام نے ایسا فیصلہ فرمایا جس سے سب خوش ہو گئے۔ آپ نے اپنی چادر بچھا کر اس پر حجر اسود کو رکھا وکان کساء ابیض من متاع الشام پھر چاروں پارٹیوں جن کے ذمہ بیت اللہ شریف کے چار ارکان میں سے ایک ایک رکن تعمیر کرنا تھا میں سے ایک ایک رئیس کو بلایا ان کے نام یہ ہیں عتبۃ بن ربیعہ۔ زمعہ۔ حذیفۃ بن المغیرہ اور قیس بن عدی اور ہر ایک کو چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ کر اٹھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھایا پھر نبی علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے چادر پر سے حجر اسود کو اٹھا کر اپنے محل پر رکھ دیا۔ سب نے اس فیصلہ کو سراہا اور خوش ہوئے۔ ازرقی کی روایت میں زمعہ کی بجائے ابوزمعۃ بن الاسود کا اور قیس کی بجائے العاص بن وائل کا نام مذکور ہے۔ تاریخ ازرقی ج ۱ ص ۱۰۳

امرِ ثالث۔ قریش کو قواعد بیت اللہ کی کھدائی میں بعض پتھروں پر منقوش و کندہ چند خطوط ملے۔ رکن کے پاس سریانی لغت میں یہ مکتوب تھا۔ انا اللہ ذُو بَکّۃ خلقتُھا یوم خلقتُ السمٰوات والارض و صَوَّرتُ الشمسَ والقمر وحففتُھا بسبعۃ أملاك حُنَفاء لایزول أخشباھا (ای جبلاھا وھما ابو قبیس وھو جبل مشرف علی الصفا وقعیقعان وھو جبل مشرف علی مکۃ وجھہ الی ابی قبیس) یبارك لاھلھا فی الماء واللبن۔

مقام ابراہیمی کے پاس یہ عبارت کندہ ملی مکۃ بلد اللہ الحرام یأتیھا رزقھا من ثلاث سبل۔
ایک جگہ پر یہ نوشتہ حروف ملے من یزرع خیرًا یحصد غبطۃ ومن یزرع شرًّا یحصد ندامۃ تعملون السیئات

وتجزون الحسنات؟ اجل کما یجنی من الشوك العنب۔

ایک پتھر پر یہ تین سطریں مکتوب تھیں۔ انا الاوّل۔ انا اللہ ذو بکّۃ صنعتُها یوم صنعتُ الشمس والقمر الی اٰخر ما تقدم ذکرہ وفی الثانی انا اللہ ذو بکّۃ خلقتُ الرحم وشققتُ لھا اسمًا من اسمی فمن وَصلھا وصلتُہ ومن قطعھا بَتَتُّہ وفی الثالث انا اللہ ذو بکّۃ خلقتُ الخیر والشرّ فطوبیٰ لمن کان الخیر علی یدیہ وویل لمن کان الشرُّ علی یدیہ۔

ایک اور پتھر پر یہ کندہ تھا انا اللہ ذو بکّۃ مُفقِر الزُّناۃ ومُعرِی تارك الصلاۃ اُرخِّصھا والاقوات فارغۃ واُغلیھا والاقوات ملاٰنۃ۔ وفی الاصابۃ عن الاسود بن عبد یغوث عن ابیہ انھم وجدوا کتابًا باسفل المقام فدعت قریش رجلًا من حمیر فقال ان فیہ لحرفا لو حدثتکموہ لقتلتمونی قال وظننّا ان فیہ ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فکتمناہ۔

بنا، قریش کی چند خصوصیات یہ ہیں۔

اوّل، انہوں نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈالی۔ اس سے قبل اس کی چھت نہیں تھی صرف چار دیواری تھی اور ان دیواروں پر وہ غلاف چڑھاتے تھے۔ قریش نے چھت چھ ستونوں پر قائم کی تھی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل قصی نے بھی کچی چھت ڈالی تھی واللہ اعلم۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص۱۶۲ ثم بناہ قصی جدّہ صلی اللہ علیہ وسلم وسَقَّفہ بخشب الدوم وجرید النخل اھ۔

دوم، انھوں نے دروازہ بہت اونچا رکھا تاکہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اس میں داخل نہ ہو اور تاکہ اس میں داخل ہونے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہو اور اس طرح ہر شخص اس میں داخل ہوتے وقت قریش سے سیڑھی مانگنے کے لیے ان کا محتاج رہے۔ حسب تصریح ازرقی چار گز ایک بالشت بلند دیوار سے دروازہ شروع ہوتا ہے۔ فعن ابی جعفر قال کان باب الکعبۃ علی عھد ابراھیم وجرھم بالارض حتی بنتھا قریش قال ابو حذیفۃ بن المغیرۃ یا معشر قریش ارفعوا باب الکعبۃ حتی لا یدخل علیکم الا من اردتم فان جاء احد ممن تکرھون رمیتم بہ فیسقط فکان نکالًا لمن راٰہ ففعلت قریش ذلك اھ۔

سوم، بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کے دو دروازے بنائے تھے ایک مشرق کی طرف تھا اور دوسرا مغرب کی طرف۔ ممکن ہے کہ قریش تک اس کے دو دروازے موجود ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے قبل جرہم وغیرہ میں سے کسی قوم نے اس کا ایک دروازہ بند کر دیا ہو۔ بعض کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ایک ہی دروازہ بنایا تھا۔ بہر حال قریش نے صرف مشرقی دروازہ باقی رکھا۔

قال فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص۱۰۲ فبنوا حتی رفعوا اربعۃ اذرع وشبرًا ثم کبسوھا ووضعوا بابھا مرتفعًا

علی ھذا الذرع ورفعوھا بمد مالک خشب ومد مالک حجارۃ حتی بلغوا السقف فقال لہم باقوم الرومی اتحبون ان تجعلوا سقفھا مکبسًا او مسطحًا؟ فقالوا بل ابن بیت ربنا مسطحا قال فبنوہ مسطحًا وجعلوا فیہ ست دعائم فی صفین فی کل صف ثلاث دعائم وجعلوا ارتفاعھا من خارجھا من الارض الی اعلاھا ثمانیۃ عشر ذراعًا وکانت قبل ذلک تسعۃ اذرع وجعلوا میزابھا یسکب فی الحجر وجعلوا درجۃ من خشب فی بطنھا فی الرکن الشامی یصعد منھا الی ظھرھا وجعلوا لھا بابًا واحدًا فکان یغلق ویفتح انتھی بتصرف

یہ بیت اللہ شریف کی صورت ہے حجر کے سوا جو علامہ ازرقی نے ذکر کی ہے۔ یہ مربع ہے اس میں چھے ستونوں کی ہیئت ظاہر کی گئی ہے۔

بیت اللہ شریف
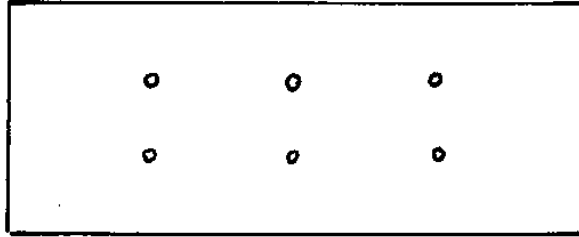
چہارم۔ قریش کے پاس حلال مال کم ہونے کی وجہ سے (کما فی الحدیث المرفوع) یا عمارتی لکڑی ناکافی ہونے کی وجہ سے (کما فی بعض الآثار وکتب التاریخ) انھوں نے سارے بیت اللہ شریف پر چھت نہیں ڈالی بلکہ کچھ حصہ چھت کے بغیر چھوڑ دیا۔ اس باقی حصہ کے ارد گرد انہوں نے بیت اللہ شریف کی نشان دہی کے لیے صرف چند گز اونچی چار دیواری پر اکتفا کیا جسے حطیم وحجر کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو ایسا ہی منظور تھا حطیم کی برکات سے اب زائرین وحجاج پوری طرح مستفید ہوتے ہیں۔ لہٰذا اب جس کی یہ خواہش وتمنا ہو کہ بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھے وہ حطیم کے اندر بے تکلف اور بے روک ٹوک نماز پڑھ کر اپنی ایمانی آرزو وحسرت پوری کر سکتا ہے۔ اگر حطیم نہ ہوتا اور بیت اللہ کے سارے حصہ پر چھت ہوتی تو یہ خواہش کس طرح پوری ہوتی۔

پنجم۔ ابراہیم علیہ السلام کی بنا، مربع نہیں تھی بلکہ بیت اللہ کعب قدم یعنی ٹخنے کی شکل پر تھا۔ اب بھی حطیم سمیت بیت اللہ شریف مثل کعب ہے۔ عام کمروں کی طرح مربع نہیں۔ اس واسطے بیت اللہ شریف کے صرف دو رکن تھے۔ یعنی یمانیین۔ ایک رکن میں حجر اسود تھا اور ایک میں آج کل ایک اور پتھر نصب ہے جس کا مس مسنون ہے نہ کہ تقبیل۔ قریش نے اس کے چار ارکان بنائے یعنی اس کی شکل مربع رکھی اور ہر مربع کمرے کے چار رکن وکنج ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ حطیم کے علاوہ مسقف بیت اللہ کی شکل مربع بن گئی البتہ حطیم سمیت مربع نہیں ہے، قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ ذکر بعضھم انہ کان لبیت اللہ رکنان وھما الیمانیان ای

لم يجعل له ابراهيم عليه السلام الا الركنين المذكورين فجعلت له قريش حين بنته اربعة اركان اه
ششم۔ بیت اللہ شریف کے اندر لکڑی کی سیڑھی بنائی گئی تاکہ اس کے ذریعہ اندر اندر سے ہی کوئی شخص صفائی کے لیے چھت پر چڑھ سکے۔ کما تشیر الیہ العبارۃ المتقدمۃ۔
ہفتم۔ بیت اللہ شریف کی چھت کے پانی کا پرنالا (میزاب) حطیم کی جانب بنایا تاکہ رحمت کا پانی بیت اللہ کے اندر ہی گرے۔ اسے میزاب رحمت کہتے ہیں۔ یہ میزاب زائرین کے لیے ایک الگ خصوصی رحمت ہے۔ احادیث میں ہے کہ اس کے نیچے دعا قبول ہوتی ہے۔ خصوصًا کسی مظلوم کی ظالم پر بددعا اس مقام پر بہت جلد قبول ہوتی ہے۔
ہشتم۔ قریش نے عمارت میں لکڑی کا بہت زیادہ استعمال کیا۔ چنانچہ بیت اللہ شریف کی دیوار اس طرح بنائی کہ ایک لائن یعنی صف پتھر کی تھی پھر اس کے اوپر والی دوسری صف لکڑی کی پھر تیسری صف پتھر کی۔ وہکذا۔ اسی طرح چھت تک دیوار کھڑی کی گئی۔ شاید مضبوطی اور زینت و آرائش کے خیال سے انھوں نے ایسا کیا۔ یہ خشب الساج یعنی ساگوان کی لکڑی تھی جو بہت قیمتی اور خوبصورت ہوتی ہے۔ اور اسی لکڑی کی وجہ سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بیت اللہ شریف جل گیا کیونکہ لکڑی کو آگ بہت جلد لگ سکتی ہے۔
نہم بناء عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ یزید نے فوج بھیجی۔ فوج نے جبل ابو قبیس پر سے منجنیق کے ذریعہ آگ کے گولے پھینکے جس سے بیت اللہ شریف جل گیا۔
وذكر في كتاب الشرف ان الله بعث عليهم صاعقة بعد العصر فاحرقت المنجنيق واحرقت تحته ثمانية عشر رجلاً من اهل الشام ويذكر ان النار لما اصابت الكعبة انّت بحيث يسمع انينها كانين المريض اه۔ اه وهذا من اعلام النبوة فقد جاء انذاره صلى الله عليه وسلم بتحريق الكعبة اه۔
اسی اثناء میں یا اس سے قبل سیلاب سے اور ایک عورت کے تجمیر کرنے یعنی بیت اللہ کو خوشبو کی دھونی دینے کے بعد آگ لگ جانے کی وجہ سے بھی بیت اللہ شریف کو کچھ نقصان پہنچا تھا۔
عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی نئی تعمیر کرائی۔ ابن زبیر نے تعمیر ابراہیمی اور نبی علیہ السلام کی خواہش کے مطابق کچھ تبدیلی کر دی وہ یہ کہ دو دروازے شرقی و غربی بنا کر حطیم کو بھی شامل کر کے سب پر چھت ڈال دی اور دروازے زمین سے ملا دیے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ اگر آیندہ سال میں زندہ رہا تو بیت اللہ شریف کی ایسی ہی تعمیر کروں گا ابن زبیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی تھی۔

تعمیر کے لیے بیت اللہ کے گراتے وقت بہت سے اہل مکہ عذاب الٰہی نازل ہو جانے کے خوف سے مکہ مکرمہ سے نکل گئے وخرج ناس کثیر من اہل مکۃ الی منیٰ ومنہم ابن عباس رضی اللہ عنہما فاقاموا بہا ثلاثا مخافۃ ان یصیبہم عذاب شدید بسبب ھدمہا۔ اس احراق سے حجر اسود دو ٹکڑے ہو گیا تھا یا دو ٹکڑے ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا تو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چاندی سے اسے مضبوط کرا دیا۔ بعدہٗ قرامطہ نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ علیہم ما علیہم۔

والقرامطۃ طائفۃ ملاحدۃ ظہروا بالکوفۃ سنۃ ۲۷۸ھ یزعمون ان لا غسل من الجنابۃ وحل الخمر وانہ لا صوم فی السنۃ الا یومی النیروز والمہرجان ویزیدون فی اذانہم وان محمد بن الحنفیۃ رسول اللہ وان الحج والعمرۃ الی بیت المقدس وافتتن بہم جماعۃ من الجہال واہل البراری وقوی شوکتہم حتی انقطع الحج من بغداد بسببہم۔

وکبیرہم ابو سعید وولدہ ابو طاہر فبنی ابو طاہر دارًا بالکوفۃ وسماہا دار الھجرۃ وکثر فسادہ و استیلاؤہ علی البلاد وقتلہ المسلمین وتمکنت ہیبتُہ من القلوب وکثُرت اتباعُہ وذہب الیہ جیش الخلیفۃ المقتدر باللہ السادس عشر من خلفاء بنی العباس غیر مامرۃ وابو طاہر یہزمہم ثم ان المقتدر سیّر رکبًا من الحجاج الی مکۃ فوافاہم ابو طاہر یوم الترویۃ فقتل الحجیج بالمسجد الحرام وفی جوف الکعبۃ قتلا ذریعًا والقی القتلی فی بئر زمزم وضرب الحجر الاسود بدبوسہ فکسرہ ثم اقتلعہ واخذہ معہ وقلع باب الکعبۃ ونزع کسوتہا وشققہا بین اصحابہ وھدم قبّۃ زمزم وارتحل عن مکۃ بعد ان اقام بہا احد عشر یومًا ومعہ الحجر الاسود وبقی الحجر عند القرامطۃ اکثر من عشرین سنۃ۔

ثم انّ الناس الطائفین کانوا یضعون ایدیہم محلّ الحجر الاسود من الکعبۃ للتبرک ودُفع الی القرامطۃ فی الحجر خمسون الف دینار فأبوا حتی اُعید فی خلافۃ المطیع وھو الرابع والعشرون من خلفاء بنی العباس فاعید الحجر الی موضعہ وجُعل لہ طوقٌ فضّۃٍ شُدّ بہ زنتہ ثلاثۃ آلاف وسبعمائۃ وتسعون درہمًا ونصف۔

ثم بعد القرامطۃ فی ۴۱۳ھ قام رجل من الملاحدۃ وضرب الحجر الاسود ثلاث ضربات بدبوس فتشقق وجہ الحجر من تلک الضربات وتساقطت منہ شظیات مثل الاظفار فجمع بنو شیبۃ ذلک الفتات وعجنوہ بالمسک واللک وحشوہ فی تلک الشقوق۔ کذا فی کتب التاریخ۔

(۱۰) بناء حجاج۔ ابن زبیرؓ کی عمارت گرا کر حجاج نے بامر خلیفہ عبد الملک بیت اللہ شریف کی تعمیر مطابق تعمیر قریش کر دی چنانچہ آج تک حجاج ہی کی تعمیر قائم ہے۔ بقول بعض اس کے بعد بھی ایک مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے۔

کتب تاریخ میں ہے کہ عبدالملک نے حجاج کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ کا حکم دیا۔ حجاج لشکرِ جرار کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر ابن زبیر پر حملہ آور ہوا۔ ابن زبیر قتل ہوئے تو خلیفہ عبدالملک نے حجاج کو سابقہ تعمیرِ قریش کے موافق بنا کعبہ کا حکم دیا وقال لسنا من تخبیط ابن الزبیر فی شئ۔ یہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔

عبدالملک کو بتایا گیا کہ ابن زبیر نے جو تبدیلی عمارت میں کی تھی اس کی خواہش کا اظہار خود نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا اور ابن زبیر نے یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی تھی تو عبدالملک نے کہا یہ صحیح نہیں ہے اور اس نے یہ حدیث عائشہؓ سے نہیں سنی اور نہ عائشہؓ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ حارث بن عبداللہ نے کہا اے امیر المؤمنین یہ حدیث صحیح ہے میں نے بھی خود عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی ہے۔ فقال عبد الملك له انت سمعتها تقول هذا قال نعم قال فنكت بعصاه ساعةً ثم قال انی وددتُ انی تركتُه وما تحمّل۔

ولما ولی الخلافة ابو جعفر المنصور اراد ان یبنی الكعبة علی مابناها ابن الزبیر وشاور الناس فی ذلك فقال له الامام مالك بن انس انشدك الله یا امیر المؤمنین ان لاتجعل هذا البیت ملعبة للملوك لایشاء احد منهم ان یُغیّره الاغیّره فتذهب هیبتُه من قلوب الناس فصرفه عن رأیه فیه۔

وذكر الطبری فی مناسكه ان الذی اراد ذلك ونهاه مالك هو الرشید وذكر ذلك المقریزی ایضًا وقال ابن كثیر لما كان فی زمن المهدی بن المنصور استشار الامام مالكًا فی ردّ الكعبة علی الصفة التی بناها ابن الزبیر فقال له انی اخشی ان تتخذها الملوك لعبة۔

یازدہم۔ حسب قول بعض اصحاب تاریخ بیت اللہ شریف کی تعمیر گیارہویں بار ۱۰۳۹ھ میں ہوئی یہ سلطان مراد خان ابن سلطان احمد من سلاطین آل عثمان کا زمانہ تھا کیونکہ بارشوں کی کثرت سے اس کی دیواروں میں شگاف پڑگئے تھے تو پھر نئے سرے سے اس کی تعمیر ہوئی واللہ اعلم۔ یہ فضیلت ثامن کا بیان تھا۔

فضیلتِ تاسع۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اصلُ طِینةِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سُرّة الارض بمكة۔ وفی السیرة الحلبیة ج ۱ ص ۱۴۲ ولما خاطب اللہ السموت والارض بقوله ائتیا طوعًا اوكرهًا قالتا اتینا طائعین۔ كان المجیب من الارض موضع الكعبة ومن السماء ماحاذاها الذی هو محل البیت المعمور۔ یہاں پر ایک اشکال ہے۔ وہ یہ کہ مذکورہ صدر روایتِ ابن عباسؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی تخلیق کی مٹی اور خمیر کا ماخذ بیت اللہ شریف کا محل وقوع ہے اور روایتِ کعب احبار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ماخذ نبی علیہ السلام کی قبر کی جگہ ہے۔ قال كعب الاحبار رضی اللہ عنه لما اراد اللہ تعالی ان یخلق محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم امر جبریل ان یاتی بالطینة التی هی قلبُ الارض وبهاؤها ونورها فقبض قُبضةَ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من موضع قبره الشریف وهی بیضاء منیرة لها شعاع عظیم نیز اگر مقام کعبۃ اللہ ہی ماخذ طین نبی علیہ السلام ہوتا تو آپؐ کی قبر بھی بیت اللہ شریف کے اندر ہوتی۔ کیونکہ

آثار میں مروی ہے کہ ماخذِ تربت وطین ہی ہر شخص کا محلِّ دفن ہوتا ہے ۔ اس اشکال کا حل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے طین وخمیر کا ماخذ مقام بیت اللہ شریف ہے ۔ لیکن اوّلاً زمین پہ پانی ہی محیط تھا ۔ پانی کی موجوں کے ذریعہ طینۃ النبی علیہ السلام کا خاص حصہ اُچھل کر مدینہ منورہ میں محل قبر نبی علیہ السلام پر پہنچ گیا ۔ قال فی انسان العیون وتلک الطینۃ (التی کانت بمکۃ) لما تموج الماء رمی بھا من مکۃ الی محل تربتہ صلی اللہ علیہ وسلم ومدفنہ بالمدینۃ وبھذا یندفع ما یقال مقتضی کون اصل طینتہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ ان یکون مدفنہ بھا لان تربۃ الشخص تکون فی محل دفنہ اھ ۔

فضیلت عاشر ۔ بیت اللہ شریف کے متولی کئی قبائل رہے ہیں ۔ تعمیر بیت اللہ کے اول متولی اسمٰعیل علیہ السلام تھے ۔ مکہ مکرمہ میں ان کے ساتھ قبیلہ جرہم کے سردار مضاض بن عمرو جرہمی کی لڑکی مسماۃ سیدہ (وقیل علۃ) سے شادی کی تھی ۔ سیدہ کے بطن سے اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے ۔ ان کے بیٹوں میں سے ایک کا نام قیدار اور ایک اور کا نام نابت تھا ۔ قیدار سب سے بڑا تھا ۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد نابت بن اسمٰعیل کعبۃ اللہ کا متولی ہوا ۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر بوقتِ وفات ۱۳۰ سال تھی ۔ اور اپنی والدہ ہاجر کے پاس حطیم میں مدفون ہوئے ۔

نابت کی وفات کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو متولی ہوئے ۔ اسمٰعیل علیہ السلام کے سارے بیٹے اپنے نانا اور اخوال کے ساتھ اکٹھے رہنے لگے اس طرح ولایتِ کعبۃ اللہ قبیلہ جرہم کے قبضہ میں آگئی ۔ ایک بار سیلاب سے بیت اللہ شریف کی دیواریں گر گئیں تو جرہم نے بناء ابراہیمی کے موافق اسکی دوبارہ تعمیر کی ۔

ازرقی وغیرہ بعض مؤرخین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جرہم سے قبل قوم عمالیق کعبۃ اللہ کی سرپرست ومتولی تھی ۔ جب عمالیق نے بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ میں فسق وفجور شروع کر دیا اور حد سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کر دیا اور پھر بڑی ذلت کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکلے اور قبیلہ جرہم کے قبضہ میں ولایتِ کعبۃ اللہ آگئی ۔ پھر جرہمی لوگوں نے بھی کچھ مدت کے بعد شرارتیں شروع کر دیں اور بیت اللہ شریف کے ہدایا واموال چرانے لگے اور باہر سے آنے والے زائرین پر ظلم کرنے لگے ۔ یہاں تک کہ ایک مرد وعورت اساف ونائلہ نامی نے بیت اللہ شریف کے اندر بدکاری کا ارتکاب کیا ۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنا دیا ۔ ان کا قصہ صفا کے بیان میں دیکھ لیا جائے ۔

مضاض مذکور کی نسل میں سے ایک نیک دل شخص نے جس کا نام مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو تھا انھیں نصیحت کی اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن ان لوگوں پر اس کے وعظ کا کوئی اثر نہ ہوا ۔ آخر کار ان کے گناہوں کی وجہ سے زمزم کا پانی بالکل خشک ہو گیا ۔ چنانچہ اسے مٹی سے

بھر کر بند کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں سدِ مآرب سیل عرم سے ٹوٹ گیا جس سے اہل یمن تباہ ہو گئے۔ سیل عرم کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ سیل عرم کا خطرہ بھانپ کر مآرب کا رئیس عمرو بن عامر بن حارثہ اپنی اولاد و بعض اقارب سمیت مآرب سے نکل پڑا۔ ثعلبہ بن عمرو بن عامر ایک بڑی جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف آیا۔ جرہم اور ان میں تین دن تک جنگ جاری رہی۔ بالآخر جرہم شکست کھا گئے۔

قبیلہ عمرو بن عامر ایک سال تک مکہ میں اقامت کے بعد متفرق ہو گیا۔ بعض عراق چلے گئے۔ اور بعض یعنی اوس و خزرج مدینہ منورہ میں جا بسے اور غسان ملک شام میں آباد ہوئے۔ ان میں سے قبیلہ خزاعہ مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہا اور بیت اللہ شریف کا متولی ہوا۔ عمرو بن لحی اسی قبیلہ خزاعہ سے تھا جس کا ذکر احادیث میں ہے کہ حرم میں سب سے پہلے اسی نے بت پرستی شروع کرائی تھی۔ لحیؔ ربیعۃ بن حارثہ بن عمرو بن عامر کا لقب تھا۔

قال علیہ السلام رأیتُ لیلۃ المعراج عمرو بن لحی یجرّ قصبہ فی النار علی رأسہ فروۃ وھو اول من جعل البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام ونصب الاوثان حول الکعبۃ وغیّر الحنیفیۃ دین ابراھیم علیہ السلام۔ مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو جرہمی نے مکہ مکرمہ کی جدائی میں کئی قصائد کہے جن میں سے یہ دو شعر کتابوں میں ضرب المثل ہیں ؎

کأن لم یکن بین الحجون الی الصفا اَنیسٌ ولم یسمُر بمکۃ سامرٌ

بلی نحن کنّا اھلھا فازالنا صُروفُ اللیالی والجُدودُ العواثرُ

اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام جو مختلف شہروں اور علاقوں میں متفرق ہو گئی تھی خزاعہ کی اجازت سے واپس آ کر مکہ مکرمہ میں آباد ہو گئی تاہم ولایتِ بیت اللہ شریف خزاعہ کے قبضہ میں رہی۔

خزاعہ تقریباً پانچ سو سال تک کعبۃ اللہ کے متولی رہے۔ ان میں آخری متولی کا نام حلیل بن حبشیہ تھا۔ حلیل کی بیٹی سے ہمارے نبی علیہ السلام کے جدِ اعلیٰ قصی بن کلاب نے شادی کر لی۔ حلیل نے مرتے وقت قصی کو بیت اللہ شریف کی چابی دے کر اسے متولی مقرر کر دیا۔ مگر حلیل کی وفات کے بعد خزاعہ نے قصی سے ولایت چھین لی۔

قصی نے پھر مختلف شہروں سے اپنے احباب و اقارب جمع کر کے ایامِ حج میں سخت جنگ و خونریزی کے بعد خزاعہ سے تولیتِ بیت اللہ شریف حاصل کر لی اور بالآخر اس طرح بیت اللہ کی تولیت دوبارہ ابناء اسمٰعیل علیہ السلام یعنی قریش میں آ گئی اور آج تک بیت اللہ شریف کی چابی قریش ہی کے پاس ہے اور تا قیامت ان ہی کے پاس رہے گی۔ قریش اس منصب کو حجابت کہتے تھے۔ قصیؔ نے اپنے بیٹے عبدالدار کو حجابت دے دی۔ ظہورِ اسلام تک یہ عہدہ خاندان بنو عبدالدار میں تھا۔

فتح مکہ کے وقت نبی علیہ السلام نے عثمان بن طلحہ سے جو بنو عبد الدار سے تھا چابی لے لی اور بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا۔ عثمان بن طلحہ کو یقین ہوگیا کہ اب یہ عہدہ ہم سے ہمیشہ کے لیے چھن گیا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی یا رسول اللہ اعطنا الحجابۃ مع السقایۃ۔ فانزل اللہ تعالیٰ ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا۔ ثم دعا عثمان بن طلحۃ فدفع الیہ المفتاح ثم قال خذوھا یا بنی ابی طلحۃ بامانۃ اللہ واعملوا فیھا بالمعروف خالدۃ تالدۃ لا ینزعھا من ایدیکم الا ظالم فخرج عثمان بن طلحۃ الی ھجرتہ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقام ابن عمہ شیبۃ بن عثمان بن ابی طلحۃ ثم قدم بعد مدۃ۔ کذا فی تاریخ الازرقی وغیرہ۔

آج تک خاندان ابوطلحہ یعنی بنوشیبہ وغیرہ کے پاس ہی چابی رہتی ہے۔ سعودی حکومت کا بادشاہ بھی اگر آئے تو بنوشیبہ ہی کا کوئی شخص کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولتا ہے اور وہی اسے بند کرتا ہے۔

میں نے بعض ثقہ علماء جن میں حضرت العلامہ مفتی محمود مرحوم زعیم علماء پاکستان بھی ہیں سے سنا ہے کہ چند سال قبل سعودی حکومت نے بنوشیبہ کو اس عہدہ سے ہمیشہ کے لیے محروم کرنا چاہا۔ بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مملکت میں ہر قسم کے عہدے اپنے قبضہ میں رکھنے کے خواہاں ہوتے ہیں چنانچہ چابی بنوشیبہ سے چھین لی گئی۔ ارباب حکومت نے بڑی کوشش کی کہ اس چابی سے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولیں مگر وہ نہ کھل سکا۔ پھر مملکت کے بڑے ماہرین بلائے گئے مگر ان سے بھی تالا نہ کھل سکا۔ آخر کار تھک کر بنوشیبہ کو بلایا۔ بنوشیبہ چونکہ ناراض تھے اس لیے ان میں سے کوئی شخص نہ آیا اور اپنے گھر کے ایک صغیر السن یعنی چھوٹے لڑکے کو بھیج دیا۔ وزراء دولت و بادشاہ وغیرہ منتظر تھے۔ چنانچہ اس بچے نے تالے میں چابی داخل کی اور تھوڑی سی حرکت دی تو قفل بیت اللہ شریف کھل گیا۔ بعد میں حکومت نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور چابی بنوشیبہ کو واپس دے دی چنانچہ وہ آج تک ان کے پاس ہے۔

اللات۔ آیت فلا تجعلوا للہ انداداً کی شرح میں مذکور ہے۔ لات مشرکین عرب کا مشہور بت تھا قرآن میں اس کا نام مذکور ہے۔

وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ اول یہ ماخوذ ہے لاتہ یلیتہ اذا صرفہ عن شئ سے کانہم زعموا انہ یصرف عنھم الشر۔ دوم۔ من لات یلیت بمعنی الاحالۃ۔ سوم قیل وزن لات فعہ والاصل فعلۃ لویۃ حذفت الیاء فبقی لوۃ وفتحت لمجاورتہ الھاء وانقلبت الفا۔ من لویت الشئ اذا اقمت علیہ۔ چہارم اصلھا لوھۃ من لاہ السراب یلوہ اذا لمع حذفت الھاء وقلبت الواو الفا۔

لات قبیلہ ثقیف کے بت کا نام تھا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ ایک چٹان تھی یا بڑا پتھر تھا جس پر بیٹھ کر ایک شخص حجاج کے لیے ستو وغیرہ کھانے کی بعض چیزیں تیار کرتا تھا۔ وکانوا یقولون لتلک الصخرۃ صخرۃ

اللات وکان اللات رجلاً من ثقیف فلما مات اللات قال لہم عمرو بن لحی لم یمت ولکن دخل فی الصخرۃ ثم امرھم بعبادتھا وان یبنوا علیھا بنیانا یسمی اللات واشتھر ذلک الرجل باللات بتشدید التاء لانہ کان یلت السویق للحجاج علی تلک الصخرۃ ثم خففوا التاء ۔ ثم قال لہم عمرو بن لحی ان ربکم قد دخل فی ھذہ الصخرۃ فجعلوھا صنما یعبدونہ ۔ وکان فیہ وفی العزّی شیطانان یکلمان الناس فاتخذتھا ثقیف طاغوتا وبنت لھا بیتا وجعلت لھا سدنۃ وطافت بہ ۔ وقیل کانت صخرۃ بیضاء مربعۃ بنت علیھا ثقیف بنیۃ ثم امر النبی علیہ السلام بھدمھا عند ظھور الاسلام وموضعھا الیوم تحت مسجد الطائف ۔ کذا فی المعجم لیاقوت ۔

مناۃ بُت کا زمانہ مقدم ہے لات پر ۔ مناۃ کے بعد لات کی عبادت شروع کی گئی تھی قال ابو المنذر کانت قریش وجمیع العرب یعظمون اللات وکانت فی موضع منارۃ مسجد الطائف الیسری الیوم قال اللہ تعالی افرایتم اللات والعزّی ۔

وبعد ظھور الاسلام بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ فھدمھا وحرقھا بالنار وقیل ارسل اباسفیان بن حرب والمغیرۃ رضی اللہ عنھما ۔

مصر ۔ قرآن شریف میں مذکور ہے قال اللہ تعالی اھبطوا مصرا ۔ مصر مشہور قدیم ملک ارض فراعنہ اور گہوارۂ علوم وفنون وکمالات وعجائبات ہے ۔ مصر بن مصرایم بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ ملک مصر سے موسوم ہوا ۔ مصر اس ملک کا سربراہِ اوّل تھا ۔ عمرو بن العاص رضی اللہ نے خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں اسے فتح کیا ۔ قرآن مجید میں مصر مذکور ہے ۔ وآویناھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین سے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے نزدیک مصر مراد ہے ۔

قال بعض العلماء لم یذکر اللہ تعالی فی کتابہ مدینۃ بعینھا بمدح غیر مکۃ ومصر فانہ قال الیس لی ملک مصر وھذا تعظیم ومدح وقال اھبطوا مصرا فان لکم ما سألتم تعظیما لھا فان موضعا یوجد فیہ ما یسألون لا یکون الا عظیما زمانہ قدیم میں اس کا نام مقدونیہ تھا ۔ قیل مُثِّلت الارض علی صورۃ طائر فالبصرۃ ومصر الجناحان فاذا خربتا خربت الدنیا ۔

مصر کے بڑے فضائل میں سے ایک یہ بات ہے کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اُمّ ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصری ہیں اور ہاجرہ ام اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام بھی مصری ہیں ۔ اور اُمّ اسمٰعیل بالواسطہ اُمّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ اسی رشتہ قرابت کی طرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا اذا فتحتم مصر فاستوصوا بالقبط وفی روایۃ باھلھا خیرا فان لہم صھرا ۔ کئی انبیاء کا تعلق ولادۃً یا موتاً مصر سے ہے ۔ مثل یوسف واسباط موسٰی وہارون علیہم السلام ۔ لفظ مصر منصرف وغیر منصرف دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے ۔

پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ مصر کے قدیم و اوّل بادشاہ کا نام مصر بن مصرایم تھا۔ وفاتِ مصر کے بعد اس کا بیٹا ببصر بن مصر بادشاہ ہوا۔ پھر قفط بن مصر۔ پھر اشمس بن مصر۔ پھر اتریب بن مصر۔ پھر صا بن مصر بادشاہ ہوا۔ یہ سب بھائی تھے۔ پھر تدراس بن صا۔ پھر مالیق بن تدراس۔ پھر حربتا بن مالیق۔ پھر ملکی بن حربتا۔ پھر مالیا بن حربتا۔ پھر طوطیس بن مالیا بادشاہ ہوا۔ اور یہ وہی ہے جس نے سارۃ زوجۂ ابراہیم علیہ السلام کو جب وہ مصر تشریف لے گئے تھے ہاجر اُمّ اسمٰعیل علیہ السلام دی تھی۔ پھر ابنۃ طوطیس نے حکومت کی۔ پھر ابنۃ عمّہا زالفانے۔ اس زمانے میں عمالقہ یعنی فراعنہ (وہم ولد عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام) میں سے ولید ابن دوموز (وہو اکبر الفراعنۃ) نے مصر پر حملہ کر کے خود مصر کا بادشاہ بن گیا۔ یکے بعد دیگرے پانچ عمالقہ نے مصر پر حکومت کی۔

اوّل ولید بن دوموز سو سال تک۔ اسے ایک درندہ نے مار ڈالا۔ بعدہ ریان بن ولید صاحبِ یوسف علیہ السلام۔ پھر دارم بن ریان اور اس کے زمانے میں یوسف علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ دارم نیل میں غرق ہوا پھر کاتم بن معدان۔ پھر ولید بن مصعب اور یہ فرعونِ موسیٰ علیہ السلام ہے۔ اس نے ۵۰۰ سال حکومت کی پھر اپنی فوج سمیت غرق ہوا۔ بعض کے نزدیک یہ فرعون قبطی تھا۔ عمالقہ میں سے نہیں تھا۔ کذا فی المعجم لیاقوت

وقال ان الغالب فی اخلاق اهل مصر اتباع الشهوات والانهماك فی اللذات والاشتغال بالتنزهات والتصدیق بالمحالات وضعف المرائر والعزمات۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر مصر یعنی قاہرہ میں ہے۔ رأسِ حسین رضی اللہ عنہ بھی قاہرہ میں مدفون ہے۔ نقل الیها من عسقلان لما اخذ الفرنج عسقلان وهو خلف دار المملكة یزار۔

قال المسعودی فی مروج الذهب ج ۲ ص ۲۵۸ ذكر ابن دأب قال دعانی الخليفة الهادی فی وقت من الليل لم تجر العادة انه يدعونی فی مثله فدخلت اليه ثم ذكر ماجرى بينهما من المفاوضة والكلام فی امور الى ان انتهى الكلام الى عيوب مصر وفضائلها قال ابن دأب ثم تغلغل بنا الكلام الى اخبار مصر وعيوبها وفضائلها واخبار نيلها فقال لی الهادی فضائلها اكثر قلت يا امير المؤمنين هذه دعوى المصريين لها بغير برهان او يردوه دالبينة على الدعوى واهل العراق يأبون هذه الدعوى ويذكرون ان عيوبها اكثر من فضائلها قال مثل ماذا؟

قلت يا امير المؤمنين من عيوبها انها لا تمطر واذا مطرت كرهوا وابتهلوا الى الله تعالى بالدعاء قال الله عزوجل وهو الذی يرسل الرياح بشرا بين يدی رحمته فهذه رحمة مجللة لهذا الخلق وهم لها كارهون وهی لهم ضارة غير موافقة لا يزكو عليها زرعهم ولا تخصب عليها ارضهم۔

ومن عيوبها الريح التی يسمونها المريسية وذلك ان اهل مصر يسمون اعالی الصعيد الى بلاد النوبة

مریس فاذا ھبّت الریحُ المریسیّۃ وھی الجنوبیۃ ثلاثۃ عشر یومًا اشتری اھل مصر الاکفان والحنوط وایقنوا بالوباء القاتل والبلاء الشامل ثم من عیوبھا اختلاف ھوائھا لانہم فی یوم واحد یغیرون ملابسہم مرارًا کثیرۃً فیلبسون القمیص مرۃً والمبطنات اُخری والحشو مرۃً وذلک لاختلاف جواھر الساعات بھا ولتباین مھابّ الھواء فیھا فی سائر فصول السنۃ من اللیل والنھار وھی تمیر ولا تمتار فاذا اَجدَبُوا ھلکوا ۔

واما نیلُھا فکفاک الذی ھو علیہ من الخلاف لجمیع الانھار من الصغار والکبار ولیس بالفرات ولا الدجلۃ ولا نھر بلخ ولا سیحان ولا جیحان شئ من التماسیح وھی فی نیل مصر ضارّۃ بلا منفعۃ ومفسدۃ غیر مصلحۃ وفی ذلک یقول الشاعر ؎

اَظھرتُ للنیل ھجرانًا و مَقلیۃً اذ قیل لی انّما التمساحُ فی النیل

فمن رأی النیلَ رأیَ العینِ من کثب فما اَری النیل الا فی النواقیل

والنواقیلُ القِلالُ والکیزانُ قال وما مراد الشاعر فیما وصف ؟ قال لانہ لا یتمتع بالماء الا فی الآنیۃ لخوف مباشرۃ الماء فی النیل من التمساح لانہ یختطف الناس وسائر الحیوان قال ان ھذا النھر قد منع ھذا النوعُ من الحیوان مصالح الناس منہ ولقد کنتُ متشوّقًا الی النظر الیھا فلقد زھّدتنی بوصفک لھا انتہی ۔

المزدلفۃ ۔ آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے ۔ مزدلفۃ بصیغۃ اسم الفاعل من الازدلاف وھو الاجتماع سمیت بذلک لاجتماع الناس فیھا ۔ او من الازدلاف بمعنی الاقتراب لانھا مقربۃ من اللہ وقیل لازدلاف الناس فی منی بعد الافاضۃ وقیل لازدلاف اٰدم وحواء بھا واجتماعھما وقیل لنزول الناس بھا فی زلف اللیل وقیل الزلفۃ القربۃ فسمیت مزدلفۃ لان الناس یزدلفون فیھا الی الحرم و قیل لان اٰدم علیہ السلام لم یزدلف الی حواء ولم تزدلف الیہ حتی تعارفا بعرفۃ واجتمعا بالمزدلفۃ فسمیت جمعا ومزدلفۃ وقیل لان الناس یدفعون منھا زلفۃ واحدۃ ای جمیعا وحدّ المزدلفۃ کما قال البعض اِذا اَفضت من عرفات تُریدہٗ فانت فیہ حتی تبلغ القرن الاحمر دون محسّر ۔

مِنًی ۔ آیت ثم افیضوا من حیث افاض الناس کی تفسیر میں مذکور ہے ۔ منًی بکسرِ میم وتنوینِ نون ۔ حرم مکہ میں معروف جگہ ہے ۔ جہاں پر ایام حج میں حاجی حضرات رمی جمار کیا کرتے ہیں ۔ لفظ منیٰ مذکر و منصرف ہے وجوہ تسمیہ متعدد ہیں ۔ (۱) سمی بذلک لما یُمنی بہ من الدماء ای یُراق قال اللہ تعالی من مَنیٍّ یُمنٰی (۲) لانّ اٰدم علیہ السلام تمنّی فی الجنّۃ ۔ (۳) قال ابن الاعرابی ماخوذ من اَمنی القومُ ومنّی اللہ الشئَ قدّرہ وبہ سمّی منًی کانہ اراد ان اللہ قدّر فیہ عدّۃ مناسک وقرّرھا ۔ (۴) قال ابن شمیل سمّی منًی لانّ الکبشَ مُنِی بہ ای ذُبح ۔ (۵) قال ابن عیینۃ اخذ من المنایا وھو جمع مَنیّۃ بمعنی الموت سمی بذلک لکثرۃ الاموات فیہ بذبح الاضاحی والھدی ۔

ایام رمی جمار میں منی میں رات گزارنا اور وہیں ٹھیرنا واجب نہیں ہے البتہ سنت ہے۔
المدینۃ۔ شرح بسملہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ مدینہ کا معنی عربی میں ہے شہر۔ دراصل اس کا نام مدینۃ الرسول تھا۔ پھر کثرت استعمال سے صرف مدینہ کا اطلاق ہوا۔ مدینہ طیبہ آباد و باغات و کھجوروں و زراعت والا شہر ہے۔ یہ نام اسلامی ہے۔ اس کا پرانا و قدیمی نام یثرب تھا۔ احادیث میں اس نام سے نہی مروی ہے۔ وفی الحدیث من سمّی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ ھی طابۃ ھی طابۃ قال ذلک ثلاثاً۔ قرآن حکیم میں تسمیہ بہ یثرب قول منافقین کی حکایت پر مبنی ہے۔
حدیث شریف ہے المدینۃ تنفی الناس (ای شرارھم) کما ینفی الکیر خبث الحدید وفی الحدیث لا تقوم الساعۃ حتی تنفی المدینۃ شرارھا۔ یہ دجّال کے زمانے میں ہوگا۔ حدیث ہے ان الدجّال یرجف باھلھا فلا یبقی منافق ولا کافر الا خرج الیہ وفی روایۃ ینزل الدجال السبخۃ فترجف المدینۃ ثلاث رجفات یخرج اللہ منھا کل منافق وکافر۔ احادیث میں ہے کہ مدینہ منورہ میں طاعون و دجال داخل نہیں ہوسکتے۔ اس میں مجذوم بھی نہیں ہوتا کیونکہ اس کی مٹی میں مرض جذام کے لیے شفا ہے۔
ہجرت کے بعد کئی مہاجرین مثل بلال و ابوبکر صدیق وغیرہ رضی اللہ عنہم سخت بیمار ہوئے۔ مدینہ منورہ کی زمین امراض کی زمین تھی۔ آب و ہوا خراب تھی۔ نبی علیہ السلام کی دعا سے اس کی یہ حالت ختم ہوئی۔ فعن عائشۃ رضی اللہ عنھا لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ قدمھا وھی اوبأ ارض اللہ من الحمّی فاصاب اصحابہ منھا بلاء وسقم وصرف اللہ ذلک عن نبیّہ وفیہ فقال علیہ السلام اللھم حبّب الینا المدینۃ کما حبّبت الینا مکۃ او اشدّ وبارک لنا فی مدّھا وصاعھا وانقل وباءھا الی مھیعۃ" ومھیعۃ" ھی الجحفۃ" وفی روایۃ فکان المولود یولد بالجحفۃ" فلا یبلغ الحلم حتی تصرعہ الحمّی۔
مدینہ منورہ کے بہت سے نام ہیں۔ کثرتِ اسماء شرافت و فخامت کی دلیل ہے۔ امام نووی رح فرماتے ہیں لا یعرف فی البلاد اکثر اسماء منھا ومن مکۃ اھ۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں بلغنی ان للمدینۃ فی التوراۃ اربعین اسما وقیل احد عشر وقیل نحو مائۃ اسم منھا دار الاخیار۔ دار الابرار۔ دار الایمان۔ دار السنّۃ۔ دار السلامۃ۔ دار الفتح۔ الجابرۃ۔ العذراء۔ المرحومۃ۔ بعض کتب میں ہے کہ مدینہ کے ۲۹ نام ہیں۔ چند نام یہ ہیں: طیّبہ۔ طابۃ۔ مسکینہ۔ محبّہ۔ محببہ۔ مجبورہ۔ یثرب۔ ناجیہ۔ موفیہ۔ اکّالۃ البلدان۔ مبارکہ۔ محفوفہ۔ مجنّہ۔ قدسیہ۔ عاصمہ۔ مرزوقہ۔ مختارہ۔ محرمہ۔ قاصمہ۔ طباباً۔ شافیہ۔ خیرہ۔ محبوبہ۔ وغیرہ وغیرہ۔
مدینہ منورہ میں زمانۂ قدیم میں اول آباد ہونے والے عمالیق تھے یعنی اولادِ عملاق بن ارفخشذ بن سام بن

نوح علیہ السلام اور انھوں نے اوّل اوّل یہاں پر زراعت شروع کی اور کھجوریں لگائیں۔ پھر مدت دراز کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے یہود کی ایک فوج بھیجی حجاز و مدینہ کی طرف عمالیق کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے۔ اس فوج نے حجاز و مدینہ کے بادشاہ ارقم کو قتل کر دیا اور پھر خود یہ یہود مدینہ اور ادھر اُدھر حجاز میں آباد ہوگئے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے تک یہود موجود تھے۔

بعض علماء ایک اور قصہ ذکر کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ یہود کو کتبِ آسمانیہ کے مطالعہ سے معلوم تھا کہ خاتم الانبیاء مدینہ کی طرف ہجرت کر کے یہیں مقیم ہوں گے تو وہ یہاں آکر آباد ہوئے تاکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ خود یا ان کی اولاد ایمان لا کر ان کی مدد کر سکے۔ بعد میں تُبّع بادشاہ نے بنو عمرو بن عوف کو بھی یہاں پر اسی نیت سے آباد کیا۔ چنانچہ یہود کئی سو سال سے نبی علیہ السلام کی بعثت کے انتظار و اشتیاق میں تھے۔ مگر جب وہ وقت آیا تو یہود ہی نبی علیہ السلام کے سب بڑے مخالف اور دشمن بنے اور ایمان سے محروم رہے

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ کر چلے گئے
میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہ گیا

مکّۃ المکرّمۃ ۔ تفسیر بسملہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ مکہ معظمہ مرکزِ اسلام و مرکزِ شعائر الدین ہے وجہ تسمیہ مکہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) قال ابن الانباری سمیت مکۃ لانھا تمکّ الجبّارین ای تذھب نخوتھم۔ قصہ اصحابِ فیل اس بات کا گواہ ہے۔ (۲) وقیل لازدحام الناس بھا من قولھم امتکّ الفصیلُ ضرعَ اُمّہ اذا مصّہ مصًّا شدیدًا۔ (۳) سمیت بکّۃ لازدحام الناس بھا ومکۃ ھی بکّۃ والمیم بدل من الباء۔

(۴) قال ابن القطامی سمیت مکہ لان العرب فی الجاھلیۃ کانت تقول لانتم حجّنا حتی نأتی مکان الکعبۃ فنمکّ فیہ ای نصفر صفیر المکّاء حول الکعبۃ وکانوا یصفرون ویصفقون بایدیھم اذا طافوا بھا والمکّاء بتشدید الکاف طائر یأوی الریاض یصیح وبتخفیف الکاف الصفیر فکانھم کانوا یحکون صوت المکاء۔ (۵) اولانّھا بین جبلین مرتفعین علیھا وھی فی ھبطۃ بمنزلۃ المکّوک والمکوک إناء۔ (۶) اولانھا لایفجر بھا احد الا بکّت عنقہ فکان یصبح وقد التوت عنقہ کذا قیل۔ (۷) اومن مکّ الثدی ای مصّہ لقلّۃ مائھا لانھم کانوا یمتکّون الماء ای یستخرجونہ۔ (۸) اولانھا تمکّ الذنوب ای تذھب بھا کما یمکّ الفصیلُ ضرعَ اُمّہ فلا یبقی فیہ شیئًا۔ (۹) اولانھا تمکّ من ظلم ای تنقصہ۔ وقیل سمیت بکّۃ لان الاقدام تبکّ بعضھا بعضًا۔

مکہ مکرمہ کے بہت سے نام ہیں۔ مثل بکّہ۔ نسّاسہ۔ ام رُحم۔ امّ القریٰ۔ معاد۔ حاطمہ۔ البیت العتیق۔ رأس۔ حرم۔ صلاح۔ بلد امین۔ عرش۔ قادس۔ مقدسہ۔ ناسّہ۔ باسّہ۔ کُوثیٰ۔ المُذہب وغیرہ۔

نبی علیہ السلام جب بارادۂ ہجرت مکہ مکرمہ سے نکلے تو ایک مقام پر کھڑے ہو کر مکہ مکرمہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا انی لأعلم انك احبّ البلاد الیّ وانك احبّ ارض الله الی الله ولولا ان المشرکین اخرجونی منك ماخرجتُ وقال عائشة رضی الله عنها لولا الهجرة لسکنتُ مکة فانی لم ار السماء بمکانٍ اقرب الی الارض منها بمکة ولم یطمئن قلبی ببلد قط ما اطمأنّ بمکة ولم ار القمر بمکان احسن منه بمکة ۔ ایک اور حدیث ہے مَن صبر علی حرّ مکة ساعة تباعدت عنه جهنم مسیرة مائة عام وتقرّبت منه الجنة مائتی عام ۔ اہل مکہ جاہلیت میں معزز تھے ۔ بڑے بڑے امراء و بادشاہ یہاں آکر حج کرتے تھے اور قریش کی تکریم کرتے تھے مثل ملوکِ حمیر وکندہ وغسان ولخم وغیرہ ۔

فائدہ ۔ اس امر میں علماء و ائمہ کا اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ ۔ چنانچہ اس میں دو قول ہیں ۔ مکہ مکرمہ کی وجوہ افضلیت متعدد ہیں ۔ اس میں کعبۃ اللہ ہے ۔ وہ پہلا گھر ہے جو عبادت کے لیے مقرر ہوا ۔ طواف مکہ میں ہوتا ہے نہ کہ مدینہ منورہ میں ۔ اس میں رکن یمانی وحجر اسود و مقام ابراہیمی ہیں جو کہ جنت کے پتھر ہیں ۔ اس میں جبل ابو قبیس ہے جو روئے زمین پر سب سے پہلے ظاہر ہونے والا پہاڑ ہے ۔ اس میں یعنی اس کے قریب منیٰ و مزدلفہ وعرفات ہیں ۔ حج وعمرہ جیسی اہم عبادات یہاں پر ادا ہوتی ہیں ۔ یہ ام القریٰ ہے ۔ اصحاب فیل کی یہاں پر تباہی ہوئی ۔ خاتم الانبیاء علیہ السلام کا مولد ہے ۔

اور جو لوگ مدینہ منورہ کو افضل کہتے ہیں ان کی دلیلیں یہ ہیں ۔ مدینہ منورہ مرکز اسلام ہے ۔ نبی علیہ السلام کا آخری مسکن ہے والاعتبار للخواتیم ۔ آپؐ کی وفات یہاں پر ہوئی ۔ آپؐ کی قبر مبارک یہاں پر ہے سارا عالم نبی علیہ السلام کے سبب پیدا ہوا ۔ اور نبی علیہ السلام مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں ۔ جبل اُحد یہاں پر ہے وهو جبل یُحبّنا ونُحبّه الحدیث ۔ اکثر ازواجِ مطہرات کی قبریں اور تین خلفاء راشدین وبناتِ نبی علیہ السلام کی قبریں اور سید شباب اہل الجنۃ حسنؓ کی قبر اور سید شہداء اہل الجنۃ حمزہؓ کی قبر مدینہ منورہ میں ہے ۔ کُل عالم میں اسلام مدینہ منورہ سے پھیلا ہے کیونکہ انصار یہاں پر تھے ۔ خلفاء راشدین ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ فاتحینِ دنیا مدینہ میں رہتے تھے اور یہاں سے احکام و افواج بھیجتے تھے ۔ مکہ والوں نے تو مسلمانوں اور نبی علیہ السلام کو نکال دیا تھا ۔ مدینہ منورہ کے بارے میں حدیث ہے ۔ مَن صبر علی لأوائها دمات بها کنتُ له شفیعًا یوم القیامة ۔ ریاض الجنۃ مدینہ منورہ ہی میں ہے ۔

المشعر الحرام ۔ قرآن مجید میں ہے فاذکروا الله عند المشعر الحرام ۔ مشعر حرام مزدلفہ کا نام ہے ۔ مزدلفہ کو جمع بھی کہتے ہیں ۔ المحسّر ۔ بکسر سین مشدّدہ ۔ اسم فاعل ہے تحسیر سے ۔ وهو مشتق من الحسر وهو کشطك الشیٔ وکشفُك ایّاه ۔ یقال حسر عن ذراعیه وحسر البیضة عن رأسه اومن الحسر بمعنی الإعیاء یقال حسرتِ الدابّةُ اذا أعیتْ اومن حسِر فلان حسَرًا اذا اشتدّت ندامته ۔

یہ مزدلفہ و منیٰ کے مابین ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے وادی محسّر بھی کہتے ہیں۔ یہ جگہ نہ منیٰ میں داخل ہے اور نہ مزدلفہ میں بلکہ یہ مستقل وادی ہے۔ معجم میں یاقوت لکھتے ہیں وقیل ھو موضع بین مکۃ وعرفۃ وقیل بین منی وعرفۃ اھ۔

المسجد الحرام ۔ قرآن شریف میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ذلك لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام۔ کعبۃ اللہ شریف کی مسجد مسجدِ حرام کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ بہت محترم و بابرکت مسجد ہے۔ بیت اللہ شریف اس مسجد کے وسط میں واقع ہے۔

مسجد حرام عہد نبی علیہ السلام و عہد ابی بکرؓ میں صرف فنا بیت کا نام تھا مسجد کے اردگرد کوئی دیوار محیط نہ تھی بلکہ چاروں طرف لوگوں کے گھر تھے۔ گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں لوگوں کی کثرت ہوئی اور بیت اللہ شریف کا صحن لوگوں کے قبضہ و عمارات کی وجہ سے تنگ ہونے لگا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انّ الکعبۃ بیت اللہ ولا بدّ للبیتِ من فناءٍ وانکم دخلتم علیھا ولم تدخل ھی علیکم لہٰذا انھوں نے یہ گھر خرید لیے اور ان کو گرا کر مسجد میں داخل کر کے مسجد کے اردگرد دیوار بنا دی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مزید مکانات خرید کر مسجد کو وسیع کیا اور دیوار محیط کے ساتھ ساتھ اردگرد برآمدہ تعمیر کیا۔

بعدہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مسجد کو وسعت تو نہ دی البتہ اس کی دیوار اور برآمدے کو مضبوط اور تحسین کر دیا اور خوب صورت پتھروں کے ستون اور دروازے بنائے۔ کذا فی اعلام الساجد للعلامۃ الزرکشی ص۵۷۔

صاحب مسالک الابصار نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن الزبیر نے اسے وسعت دی اور مزید گھر خرید کر کے مسجد میں داخل کیے۔ اس کی عبارت یہ ہے ثم ان ابنَ الزبیر رضی اللہ عنہ زاد فی المسجد زیادۃً کبیرۃً واشتری دُوراً من جُملتِھا بعضُ دارِ الازرق اشتری ذلك ببضعۃ عشر الف دینار وجعل فیھا عمداً من الرخام ثم عمّرہ عبد الملك بن مروان ولم یزد فیہ لکن رفع جدارہ وجلَب الیہ السواری من البحر الی جدّۃ وسقفہ بالساج وعمّرہ عمارۃً حسنۃً اھ مسالك الابصار ج۱ ص۱۰۱۔

قرآن مجید میں مسجد حرام پندرہ جگہ مذکور ہے۔ مسجد حرم سے عُرف میں اور عام محاورات میں اگرچہ وہ خاص خطہ مراد ہوتا ہے جو مسجد ہے اور جس میں باجماعت نماز ادا ہوتی ہے لیکن اس کا اطلاق سارے حرم پر بھی ہوتا ہے۔ اور قرآن میں یہی آخری معنی مراد ہوتے ہیں۔ قال الامام الماوردی فی کتاب الجزیۃ انّ کل موضعٍ ذکرَ اللہ فیہ المسجدَ الحرام فالمراد بہ الحرم الّا فی قولہ تعالیٰ فولّ وجھك شطر المسجد الحرام فانہ اراد

به الکعبۃ۔

بنابریں ممکن ہے کہ سارے حرم شریف میں اور مکہ مکرمہ کی ہر مسجد اور ہر مقام میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نمازوں کے برابر ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے فعن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً صلاۃٌ فی مسجدی افضل من الف صلاۃٍ فیما سواہ الا المسجد الحرام وصلاۃٌ فی المسجد الحرام افضل من مائۃ الف صلاۃٍ فیما سواہ رواہ ابن ماجۃ ج ۱ ص۱۰۲ طبع مصر۔ وعن عبد اللہ بن الزبیر مرفوعاً صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فی غیرہ من المساجد الا المسجد الحرام وصلاۃ فی المسجد الحرام افضل من الصلاۃ فی مسجدی ھذا بمائۃ صلاۃ رواہ احمد والبزار۔

لہٰذا مسجد حرام کی ایک نماز ۵۵ سال ۶ ماہ ۲۰ دن کی نمازوں کے برابر ہے اور پانچ نمازیں ۲۷۷ سال ۹ ماہ ۱۰ دن کی نمازوں کے برابر ہیں۔

وفی رسالۃ الحسن البصری الی الرجل الزاھد الذی اراد الخروج من مکۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم من صلی فی المسجد الحرام رکعتین فکانما صلی فی مسجدی الف الف صلاۃ والصلاۃ فی مسجدی افضل من الف صلاۃ فیما سواہ من البلدان۔ چنانچہ رسالہ حسن بصریؒ میں مذکور حدیث کے پیش نظر مسجد حرام کی ایک نماز مسجد نبوی کی .... یعنی دس لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور عام مسجدوں کی ایک ارب .... ۱ نمازوں کے برابر ہے۔

مسجد حرام کے بے شمار فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں متعدد انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ بعض آثار میں ہے کہ کعبۃ اللہ کے قریب اس کے ارد گرد تین سو انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ رکن یمانی سے رکن حجر اسود تک ستر انبیاء کی قبریں ہیں۔ حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ کی قبریں ہیں۔

ہر مسلمان کی خواہش و تمنا ہوتی ہے کہ اسے قبور انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی سعادت حاصل ہو جائے چنانچہ مسجد حرم کی زیارت کرنے والے اور طواف بیت اللہ شریف کرنے والے کو دیگر برکات کے علاوہ یہ سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی قلبی تمنا پوری ہو جاتی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص۱۵۴ وجاء ان بین المقام والرکن وزمزم قبر تسعۃ وتسعین نبیاً وجاء ان حول الکعبۃ لقبور ثلثمائۃ نبی وان ما بین الرکن الیمانی الی الرکن الاسود لقبور سبعین نبیاً وکل نبی من الانبیاء اذا کذبہ قومہ خرج من بین اظھرھم واتی مکۃ یعبد اللہ عز وجل بھا حتی یموت وجاء ما بین الرکن الیمانی والحجر الاسود روضۃ من ریاض الجنۃ وان قبر ھود وصالح وشعیب واسمٰعیل علیھم السلام فی تلک البقعۃ اقول ویوافق ذلک قول بعضھم ان اسمٰعیل علیہ السلام دفن حیال الموضع

الذی فیہ الحجر الاسود لکن جاء ان قبر اسمٰعیل فی الحجر وذکر المحب الطبری ان البلاطة الخضراء التی بالحجر قبر اسمٰعیل علیہ السلام انتہی ۔

المَروَۃ۔ قرآن شریف میں مروہ مذکور ہے ۔ مَروَۃ بفتح میم وسکون واو ایک پہاڑی کا نام ہے بیت اللہ شریف کے قریب ۔ یہ شہر مکہ کے وسط میں واقع ہے ۔ اس کے اردگرد اہل مکہ کے گھر ہیں ۔ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانے میں اس کے کچھ پتھر اور چٹانیں سرخی مائل تھیں اور زیادہ تر سفید تھیں ۔ قال عرام ومن جبال مکة المروة جبل مائل الی الحمرة وقال ابو الربیع المحدث المکی ان منزلہ فی رأس المروة وانہا اکمة لطیفة فی وسط مکة تحیط بہا وعلیہا دور اہل مکة ومنازلہم وہی فی جانب مکة الذی یلی قعیقعان اھ ۔

اب جبل مروہ باقی نہیں رہا ۔ اس پر مسجد حرم کی عمارت بنائی گئی ہے ۔ مسجد حرم کی توسیع میں مروہ بھی آگیا ۔ اور اسے تقریباً ہموار کرکے صرف تھوڑا سا نشان اس کا چھوڑ دیا ہے ۔ جبل مروہ وجبل صفا شعائر اللہ میں سے ہیں اور واجب الاحترام ہیں ان پر دعا قبول ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کے سات چکر مناسک حج وعمرہ میں سے ہیں ۔ سعی صفا سے شروع کرکے مروہ پر ختم کرنا لازم ہے ۔

ایام حج ورمضان شریف میں سعی کی ایمان افروز رونق عظمتِ بیت اللہ شریف کا عجیب منظر پیش کرتی ہے ۔ قال یاقوت فی معجم البلدان ج ۵ ص۱۱۲ المروة الحجارة البیض تقتدح بہا النار ولا یکون اسود ولا احمر ولا تقتدح بالحجر الاحمر انتہی ۔ مروہ کی وجہ تسمیہ ممکن ہے یہ ہو کہ اس کے بعض پتھر مائل بہ سپیدی تھے ۔ واللہ اعلم ۔

قال الازرقی فی تاریخ مکة ج ۱ ص۷۴ نَصَبَ عَمرو بن لُحَیّ علی الصفا صنماً یقال لہ نہیک مجاود الریح ونصب علی المروة صنماً یقال لہ مُطعِم الطیر اھ ۔ جاہلیت میں بھی سعی بین الصفا والمروہ مناسکِ حج میں شمار ہوتی تھی ۔ لیکن زمانۂ جاہلیت میں ان امور میں اصنام کا بڑا دخل تھا ۔

چنانچہ مشرکین میں سے جو لوگ مَناۃ بت کی پرستش کرتے تھے اور اس کی تعظیم کے زیادہ قائل تھے وہ مَناۃ کے نام سے حج وعمرہ کا تلبیہ پڑھتے تھے اور اس کی تکریم کی نیت سے مناسک ادا کرتے تھے ۔ یہ لوگ سعی کے سوا بقیہ تمام مناسک ادا کرتے تھے اور وہ سعی اس لیے نہیں کرتے تھے کہ کہیں صفا ومروہ پر نصب دو بُت یعنی نہیک مجاود الریح ومطعم الطیر اور مناۃ کے مابین ناراضگی نہ ہو جائے ۔ گویا ان کے زعم میں سعی سے مذکورہ دو بتوں کی تعظیم مقصود تھی اور اس سے مناۃ کی ناراضگی لازم آتی تھی ۔

صنمِ مناۃ کے محبین وعُشاق انصار کے اوس وخزرج وقبیلۂ ازد وغسان وغیرہ تھے ۔ قال الازرقی ان عمرو بن لحی نَصَبَ مناة علی ساحل البحر مما یلی قدیداً وکان موضع مناة فی ودان علی ساحل البحر الاحمر

بین ینبع ورابغ) وھی التی کانت للازد وغسان یحجونھا ویعظمونھا فاذا طافوا بالبیت وافاضوا من عرفات و فرغوا من منیٰ لم یحلقوا الا عند مناۃ وکانوا یھلون لھا ومن اھل لھا لم یطف بین الصفا والمروۃ لمکان الصنمین اللذین علیھما نھیک مجاود الریح ومطعم الطیر فکان ھذا الحی من الانصار یھلون بمناۃ وکانوا اذا اھلوا بحج او عمرۃ لم یظل احداً منھم سقف بیت حتی یفرغ من حجتہ او عمرتہ وکان الرجل اذا احرم لم یدخل بیتہ و ان کانت لہ فیہ حاجۃ تسوّر بیتہ لان لا یجن رتاج البیت رأسہ فلما جاء اللہ بالاسلام انزل اللہ تعالی فی ذلک ولیس البر بان تأتوا البیوت من ظھورھا ۔ الآیۃ ۔ وکانت مناۃ للاوس والخزرج وغسان من الازد و من دان بدینھم من اھل یثرب واھل الشام اھ۔

المیل والبرید۔ آیت وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ کی تفسیر میں میل و برید مذکور ہیں۔ ایک برید بارہ میل کا ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر برید اس مسافت کا نام ہے جو چار فرسخ ہو اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اور ایک میل چار ہزار گز کا ہوتا ہے متأخرین کے نزدیک۔ اور قدماء کے نزدیک ایک میل تین ہزار گز کا ہوتا ہے۔ دونوں قولوں میں میل کی مقدار ایک ہی ہے۔ کیونکہ قدماء کا گز لمبا ہے اور متأخرین کا گز چھوٹا ہے۔ متأخرین کے نزدیک ایک گز کی مقدار چوبیس انگل ہے مطابق عدد مرسومہ حروف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور قدماء کے نزدیک ایک گز ۳۲ انگل کا ہوتا ہے لہٰذا قدماء کے گز کے حساب سے تین ہزار گز متأخرین کے چار ہزار گز کے برابر ہیں۔

زیادہ معروف ومشہور متأخرین کا گز ہے۔ متأخرین کا ذراع یعنی گز شرعی گز کے نام سے معروف ہے پس شرعی گز ۲۴ انگل کا ہے اور ایک انگل ۶ جو کا ہوتا ہے۔ جب چھے جو کو ایک دوسرے سے عرضاً پیوست کردیں تو یہ ایک انگل کی مقدار ہے۔ فقہاء وعلماء ریاضی لکھتے ہیں کہ ایک جو چھے بالوں کے برابر ہوتا ہے۔ پس ایک گز ۱۴۴ جو کا بنتا ہے۔ قال الزیلعی ان المیل اربعۃ آلاف ذراع۔ یہاں پر چند اقوال اور بھی ہیں۔ ففی شرح العینی عن الینابیع المیل اربعۃ آلاف خطوۃ۔

وما احسن ما قال ابن الحاجب رحمہ اللہ ؎

ان البرید من الفراسخ اربع — ولفرسخ فثلاث امیال ضعوا
والمیل الف ای من الباعات قل — والباع اربع اذرع تستتبع
ثم الذراع من الاصابع اربع — من بعدھا العشرون ثم الاصبع
ست شعیرات فظھر شعیرۃ — منھا الی بطن لاخری توضع
ثم الشعیرۃ ست شعرات فقل — من شعر بغل لیس فیھا مدفع

کذا فی ھامش رد المحتار شرح الدر المختار۔

فائدہ۔ شرعی گز جو ۲۴ انگل کا ہے یہ تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا ہوتا ہے ۔ لہٰذا رائج الوقت انگریزی گز شرعی گز سے دُگنا ہے ۔ کیونکہ انگریزی گز تین فٹ لمبا ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ زمانہ حال میں انگریزی میل رائج ومعروف ہے اور یہ انگریزی میل شرعی میل سے کم ہے۔ کیونکہ رائج الوقت انگریزی گز کے حساب سے انگریزی میل ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے ۔ اور اسی انگریزی گز کے حساب سے شرعی میل تقریباً دو ہزار گز کا بنتا ہے ۔ پس انگریزی گز کے پیش نظر شرعی میل انگریزی میل سے ۲۴۰ گز طویل ہے راجع للتفصیل رسالتی نیل البصیرۃ فی نسبۃ سبع عرض الشعیرۃ ۔ ھذا واللہ اعلم ۔

نائلۃ و اساف۔ آیت ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الاٰیۃ کی شرح میں دونوں کا ذکر موجود ہے ۔ اِساف و نائلہ دو بتوں کے نام ہیں جو زمانۂ جاہلیت میں بیت اللہ شریف کے قریب رکھے گئے تھے اہلِ جاہلیت ان کی بڑی تعظیم کرتے اور ان دونوں کی پرستش میں مشغول رہتے تھے ۔

علامہ ازرقی کتاب اخبار مکہ ج ۱ ص ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ بنوخزاعہ سے قبل کعبۃ اللہ کا متولّی قبیلۂ جرہم تھا اس قبیلہ میں سے بعض لوگ حرم شریف اور بیت اللہ کی بے حرمتی کرنے لگے ۔ حجاج اور زائرین اور مسافروں کو تنگ کرتے تھے اور بیت اللہ شریف کے خزانے کو بھی لوٹنے کی کوشش کرنے لگے ۔ جب ان کی بداعمالیاں اور بیت اللہ شریف کی بے حرمتی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بنوخزاعہ کو مسلط کر دیا اور بنوخزاعہ نے سخت خونریزی کے بعد بنی جرہم کو مکہ مکرمہ سے نکال باہر کیا اور بنوخزاعہ بیت اللہ شریف کے متولّی بن گئے ۔ اس طرح بیت اللہ شریف کی تولیت ونگرانی بنوخزاعہ کے قبضہ میں آگئی ۔ یہ ظہور اسلام سے تقریباً پانچ سو سال قبل کا واقعہ ہے ۔ بنوخزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا یا دوسرا متولّی عمرو بن لحی تھا عمرو بن لحی کے بارے میں نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے حرم میں اور عرب میں بُت نصب کیے اور بت پرستی شروع کرائی ۔ کما فی الروض الانف ج ۱ ص ۶۲ ۔

اساف و نائلہ کا قصہ بڑا عبرت انگیز ہے۔ یہ دونوں اساف و نائلہ دراصل جرہم میں سے ایک مرد وعورت تھے ۔ ان دونوں نے بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوکر بدکاری کا ارتکاب کیا ۔ اللہ تعالےٰ نے دونوں کو مسخ کرکے پتھر کا بنا دیا ۔ بعد میں جب لوگوں نے ان کی مسوخہ صورتیں دیکھیں اور بیت اللہ شریف کی عظمت کا کرشمہ دیکھا تو انھیں بڑی عبرت ہوئی اور انسانوں کی پتھر میں تبدیل شدہ صورتوں کو صفا و مروہ پہاڑ پر نصب کر دیا تاکہ انھیں دیکھ کر لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور آئندہ کوئی اس قسم کی شرارت کی جرأت نہ کرے ۔

ایک مدت دراز گزرنے کے بعد لوگوں نے خزاعہ کی تولیت کے زمانے میں ان کو پُوجنا شروع کر دیا ۔ اور سب سے پہلے عمرو بن لحی نے لوگوں کو ان کی عبادت کی دعوت دی اور اُس کے دل میں شیطان نے اس

شرارت کا وسوسہ ڈالا۔

قال فی اخبار مکۃ فلم یزل امرھما یدرس ویتقادم حتی صارا صنمین یُعبدان وقال بعض اھل العلم ان عمرو بن لحی دعا الناس الی عبادتھما وقال للناس انما نُصباھھنا ان اٰبائکم ومن قبلکم کانوا یعبدونھما وانما القاہ ابلیس علیہ ثم حولھما قصی بن کلاب بعد ذلک فوضعھما یذبح عندھما تجاہ الکعبۃ عند موضع زمزم انتھی۔ اساف بن بغا اس بدکار مرد کا نام تھا اور نایلہ بنت ذئب اس بدفعل عورت کا نام تھا۔ کذا قال الازرقی ان دونوں کے نسب میں مورخین کا اختلاف ہے۔ ابن ہشام نے اپنی سیرت ج ا ص ۸۴ پر ان کا نسب یوں بیان کیا ہے اساف بن بغی ونائلۃ بنت دیك قال ابن اسحاق واتخذوا اسافا ونائلۃ علی موضع زمزم ینحرون عندھما وکان اساف ونائلۃ رجلا وامرأۃ من جرھم ھو اساف بن بغی ونائلۃ بنت دیك فوقع اساف علی نائلۃ فی الکعبۃ فمسخھما اللہ حجرین انتھی۔ وفی اخبار مکۃ قال عبد الرحمٰن بن ابی الزناد ھو اساف بن سھیل ونائلۃ بنت عمرو بن ذئب انتھی۔

بعض روایات میں ہے کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے بدکاری کا موقعہ نہیں دیا بلکہ جب وہ تقبیل و معانقہ میں مشغول ہوئے تو اللہ نے ان کو پتھر بنادیا۔ ذکر ابن اسحٰق باسنادہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنھا انھا کانت تقول مازلنا نسمع ان اسافا ونائلۃ کانا رجلا وامرأۃ من جرھم أحدثا فی الکعبۃ فمسخھما اللہ تعالی حجرین انتھی۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ا ص ۶۲ ذکر رزین فی فضائل مکۃ عن بعض السلف قال ماامھلھما اللہ الی ان یفجرا فیھا ولکنہ قبّلھا فمسخا حجرین فاُخرجا الی الصفا والمروۃ فنُصبا علیھما لیکونا عبرۃ وموعظۃ فلما کان عمرو بن لحی نقلھما الی الکعبۃ ونصبھما علی زمزم فطاف الناس بالکعبۃ وبھما حتی عُبدا من دون اللہ اھ۔ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اساف صفا پر تھا اور نائلہ مروہ پر۔ اور اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلاجناح علیہ ان یطوف بھما۔ قال البیضاوی کان اساف علی الصفا ونائلۃ علی المروۃ وکان اھل الجاھلیۃ اذا سعوا مسحوھما فلما جاء الاسلام وکسر الاصنام تحرّج المسلمون ان یطوفوا بھما لذلك فنزلت ھذہ الاٰیۃ اھ۔

وذکر الواقدی عن اشیاخہ قالوا کان اساف ونائلۃ رجلا وامرأۃ الرجل اساف بن عمرو والمرأۃ نائلۃ بنت سھیل من جرھم فزنیا فی جوف الکعبۃ فمسخا حجرین فاتخذوھما یعبدونھما وکانوا یذبحون عندھما و یحلقون رؤسھم عندھما فلما کسرت الاصنام کسرا ای فی فتح مکۃ فخرجت من احدھما امرأۃ سوداء شمطاء تخمش وجھھا عریانۃ ناشرۃ الشعر تدعو بالویل فقیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلك فقال تلك نائلۃ قد أیست ان تُعبد ببلادکم ابدًا ویقال رنّ ابلیس ثلاث رنّات رنّۃٌ حین لُعِن فتغیّرت صورتہ عن صورۃ الملائکۃ ورنّۃٌ حین رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائمًا بمکۃ یصلی ورنّۃٌ حین افتتح رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ فاجتمعت الیہ ذریتہ فقال ابلیس أیئسوا ان تردّوا امۃ محمد علی الشرک بعد یومہم هذا ابدًا ولکن أفشوا فیهم النوح والشعر انتہی۔

ازرقی لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت طواف کی ابتداء اساف سے کرتے تھے۔ اوّلاً اساف کا استلام کرتے پھر حجر اسود کا استلام کرتے اور پھر دائیں طرف طواف کرتے تھے یعنی حالتِ طواف میں بیت اللہ شریف ان کی دائیں جانب ہوتا تھا۔ طواف ختم ہونے کے بعد اولاً حجر اسود کا استلام کرتے پھر نائلہ کا استلام یعنی مسح و تقبیل کرتے ہوئے طواف ختم کر دیتے تھے۔

بعض عرب طواف کرنے کے بعد اپنے کپڑے اتار کر اساف و نائلہ کے پاس ڈال دیتے اور پھر وہ کپڑے وہیں پڑے رہتے تھے اور کوئی بھی ان کپڑوں کو اٹھاتا نہیں تھا۔ تاآنکہ وہ پھٹ کر تار تار ہو جاتے۔ قال فاذا فرغ من طوافہ نزع ثیابہ ثم جعلها یطرحها بین اساف و نائلۃ فلا یمسحها احد ولا ینتفع بها حتی تبلی من وطی الاقدام ومن الشمس والریاح والمطر انتہی۔ اس طرح اساف و نائلہ کے پاس کپڑوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ اخبار مکہ ص ۱۱۴۔

وفیہ ان اساف و نائلۃ أُخرجا من الکعبۃ فنصب احدُهما علی الصفا والاخری علی المروۃ لیعتبر بهما الناس فلم یزل امرهما یدرس ویتقادم حتی صارا یمسحان یتمسح بهما من وقف علی الصفا والمروۃ فلما کان عمرو بن لحی امر الناس بعبادتهما والتمسح بهما حتی کان قصی بن کلاب فحوّلهما من الصفا والمروۃ فجعل احدهما یلصق الکعبۃ وجعل الأخر فی موضع زمزم ویقال جعلهما جمیعا فی موضع زمزم وکان ینحر عندهما وکان اهل الجاهلیۃ یمرّون باساف ونائلۃ ویتمسحون بهما وکان الطائف اذا طاف بالبیت یبدأ باساف فیستلمه فاذا فرغ من طوافہ ختم بنائلۃ فاستلمها فکانا کذلک حتی کان یوم الفتح فکسرهما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ماکسر من الاصنام۔

وعن عمرۃ انها قالت کان اساف ونائلۃ رجلًا وامرأۃً فمُسِخا حجرین فاخرجا من جوف الکعبۃ وعلیهما ثیابهما فجُعِل احدهما بلصق الکعبۃ والأخر عند زمزم وکان یطرح بینهما ما یهدی للکعبۃ ویقال ان ذلک الموضع کان یسمی الحطیم وانما نُصبا هنالک لیعتبر بهما الناس فلم یزل امرهما یدرس حتی جُعِلا وثنین یُعبَدان وکانت ثیابهما کلما بلیت اخلفوا لهما ثیابًا ثم اخذ الذی بلصق الکعبۃ فجعل مع الذی عند زمزم وکانوا ینحرون عندهما ولم تکن تدنو عندهما امرأۃ طامث۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ ای یوم الفتح وحول الکعبۃ ثلاثمائۃ وستون صنمًا منها ما قد شدّ برصاص فطاف علی راحلتہ وهو یقول جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقًا ویشیر الیها ای بقضیبہ فما منها صنم اشار الی وجهہ

إلّا وقع علی دبرہ ولا اشار الی دبرہ الّا وقع علی وجهه حتی وقعت کلّها۔

نضیر۔ وان یاتوکم اسارٰی تُفادوھم کے بیان میں مذکور ہے۔ بنونضیر یہود مدینہ منورہ کا ایک قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ بڑے مال دار اور شرارتی تھے۔ کہتے ہیں کہ بنونضیر ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں حییّ بن اخطب وغیرہ اس کے امرا تھے۔ نبی علیہ السلام اور ان کے مابین یہ معاہدہ تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف کوئی بات اور کوئی کام نہیں کریں گے۔ اور دیات میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ عمرو بن امیہ ضمریؓ نے بئرمعونہ کے افسوسناک والمناک حادثہ جس میں بہت سے قرّاء صحابہ قتل کیے گئے سے واپس مدینہ منوّرہ آتے ہوئے بنوعامر یعنی قاتل قبیلہ کے دو آدمی راستے میں قتل کر دیے۔ عمرو کو یہ پتہ نہ تھا کہ یہ دو آدمی نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے معاہدہ کرکے آرہے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے حسب معاہدہ ان دو مقتولوں کی دیت ادا کرنا چاہی۔ چنانچہ آپؐ اس سلسلے میں دس صحابہ کو ساتھ لے کر مالی معاونت حاصل کرنے کے لیے بنونضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ یہود نے یہ موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اطلاع ہوگئی تو آپؐ اٹھ کر تشریف لے گئے اور پھر اعلان جنگ کرکے بنونضیر کا محاصرہ کرلیا۔ یہ غزوہ ۴ھ میں واقع ہوا تھا۔ اس ساری شرارت کا سرپرست حیی بن اخطب والد صفیہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا تھا۔ بنونضیر کئی دن کے محاصرہ سے جب تنگ ہوئے تو جلاوطنی کی اجازت چاہی۔ نبی علیہ السلام نے اجازت دے دی اور فرمایا کہ اسلحہ کے علاوہ جو سامان اونٹوں پر لے جاسکتے ہو لے جاؤ۔ چنانچہ وہ زینت کا اظہار کرتے ہوئے بڑے کرّ وفر سے چھ سو اونٹوں پر سامان لاد کر نکل گئے۔ بعض خیبر اور بعض ملک شام چلے گئے۔ اس واقعہ میں بنونضیر کے صرف دو آدمی یامین بن عمیر و ابوسعید بن وہب مسلمان ہوئے۔ بنونضیر کے بارے میں سورۂ حشر نازل ہوئی اسی وجہ سے ابن عباسؓ سورۂ حشر کو سورۂ بنی نضیر کہتے تھے۔

بنونضیر کے گھروں میں سے نبی علیہ السلام کو جو اسلحہ ملا اس کی تفصیل یہ ہے ۵۰ درع۔ ۵۰ خَود۔ لوہے کی ٹوپی۔ ۳۴۰ تلواریں۔

نجران بفتح نون۔ آیت وقالت الیھود لیست النصارٰی علی شئ الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔ نجران عربستان میں ایک شہر کا نام ہے جس کے اکثر باشندے نصارٰی تھے۔ یہ شہر مکہ مکرمہ سے بجہت یمن سات مراحل دور ہے۔ اس کے اردگرد بہت بستیاں تھیں۔ نجران بن زیدان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کے نام پر اس شہر کا نام نجران رکھا گیا۔ کیونکہ نجران بن زیدان سب سے پہلے یہاں پر وارد ہوا تھا اور اس شہر کو آباد کیا تھا۔

بقول بعض مفسرین قصہ اُخدود اسی شہر میں واقع ہوا تھا۔ اس قصہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اس قصہ میں عبداللہ بن ثامر مؤمن وموحّد کی کرامات کی وجہ سے لوگ عیسائی بن گئے۔ اُس زمانے میں قبل اسلام

عیسائیت ہی صحیح دینِ توحید تھا۔ تثلیث کا عقیدہ اس وقت عام نہ تھا۔ کعبۃ اللہ کے مقابلے میں وہاں ایک خوبصورت قصر ان لوگوں نے بنایا تھا اور وہ کعبۂ نجران کے نام سے مشہور تھا۔ یاقوت نے معجم البلدان میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس کی صحت مسلّم نہیں ہے وہ یہ ہے روی عن النبی علیہ السلام انہ قال القری المحفوظۃ اربع مکۃ والمدینۃ وایلیاء ونجران وما من لیلۃ الا وینزل علی نجران سبعون الف ملک یسلمون علی اصحاب الاخدود ولا یرجعون الیھا بعد ھذا ابدًا۔ بقول یاقوت نجران صلحاً ۱۰ھ کو فتح ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل نجران و یہود خیبر کو جلاوطن کر کے جزیرۂ عرب سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کی خواہش یہی تھی عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاخرجن الیہود والنصاری عن جزیرۃ العرب حتی لا ادع فیھا الا مسلمًا وعن ابی عبیدۃ الجراح رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اٰخر ما تکلم بہ انہ قال اخرجوا الیہود من الحجاز واخرجوا اہل نجران من جزیرۃ العرب۔

وفد نصاریٰ نجران کا قصہ مشہور ہے۔ ان سے نبی علیہ السلام نے اظہارِ حق کے لیے مباہلہ طے فرمایا تھا مگر وہ لوگ مباہلہ کے لیے نہیں آئے۔ وفد نجران میں ۶۰ آدمی تھے یہ وفد بوقت عصر پہنچا تو انہوں نے مسجد نبوی میں بطرف مشرق منہ کر کے اپنی عبادت و نماز شروع کر دی۔ صحابہ نے ان کو منع کرنا چاہا مگر نبی علیہ السلام نے فرمایا کرنے دو پڑھنے دو۔ مقصد تالیفِ قلب تھا کیونکہ وہ مہمان تھے اور اسلام کے بارے میں گفتگو کرنے آئے تھے اس لیے وقتی مصلحت کے طور پر ان کو اجازت دی گئی ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ کفار مسجد میں عبادت نہیں کر سکتے۔

شرکا۔ وفد نے بطور نمائش و اظہار رعب رنگین و قیمتی ریشمی کپڑے پہنے ہوتے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں بھی انگلیوں میں تھیں۔ بعض مسلمانوں نے ان کی یہ چمک دمک دیکھی تو دل میں دنیا کا قدرے شوق پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم للذین اتقوا عند ربھم جنٰت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا وازواج مطھرۃ ورضوان من اللہ واللہ بصیر بالعباد نبی علیہ السلام نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا قد کنا مسلمین قبلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذبتم یمنعکم من الاسلام ثلاثٌ عبادتکم الصلیب واکلکم لحم الخنزیر وزعمکم ان للہ ولدًا۔ پھر بڑی بحث ہوئی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور دیگر امور میں بھی مگر وہ لوگ انکار پر قائم رہے۔

آخر کار نبی علیہ السلام نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی انھوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کی مہلت مانگی۔ صبح نماز کے بعد نبی علیہ السلام حسن و حسین و فاطمہ رضی اللہ عنہم سمیت مباہلہ کے لیے تشریف لے آئے۔

لیکن اہل وفد نے مباہلہ سے گریز کیا اور آپس میں مشورہ کر کے اس پر اتفاق ہوا کہ یہ یقیناً نبی برحق ہیں اور نبی سے جن لوگوں نے مباہلہ کیا وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ پھر صلح کر کے واپس چلے گئے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا اما والذی نفسی بیدہ لقد تدلّی العذابُ علی اہل نجران ولولا عنونی لمُسِخوا قردۃً وخنازیرَ ولاضرمَ الوادی علیہم نارًا ولاستاصل اللّٰہ تعالٰی نجران واہلہ حتی الطیر علی الشجر ولاحالَ الحولُ علی النصاریٰ حتی یہلکوا۔ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۲۱۲ سورۂ آل عمران کی بہت سی ابتدائی آیات اہل نجران کے بارے میں نازل ہوئیں۔

النیل - آیت تجری من تحتہا الانہار کے بیان میں مذکور ہے۔ نیل ملک مصر میں ایک دریا کا نام ہے نیل کا اصلی نام رومی لفظ نیلوس سے ماخوذ ہے۔ کما صرح بہ الشیخ حمزۃ۔ عربی لغت میں دریا کو نہر اور سمندر کو بحر کہتے ہیں۔ احادیثِ نبویہ میں نہر نیل و نہر فرات وغیرہ کا بار بار ذکر آیا ہے۔ نیل میں تمساح یعنی مگرمچھ کثرت سے ہوتے ہیں۔ تمساح کے خطرے کی وجہ سے لوگ اس میں داخل ہونے سے ڈرتے ہیں۔

مشہور ہے کہ یہ دنیا کے سب دریاؤں سے طویل تر دریا ہے۔ چنانچہ قزوینی عجائب المخلوقات ص ۱۶۴ میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا نہر اطول من النیل لان مسیرۃ شہر فی بلاد الاسلام وشہرین فی بلاد النوبۃ و اربعۃ اشہر فی الخراب الی ان یخرج ببلاد القمر خلف خط الاستواء ولیس فی الدنیا نہر یصب من الجنوب الی الشمال سواہ اھ۔ فرید وجدی دائرۃ المعارف ج ۱۰ ص ۳۹۹ پر لکھتے ہیں النیل نہر من اطول انہار المعمور واعذبہا وقد کان یؤلہہ المصریون الاقدمون ویبلغ طولہ ۵۰۰ کیلومتر انتہی۔

کیلومیٹر میل سے کم ہوتا ہے۔ اگر دریائے نیل کا طول یہی صحیح ہو تو پھر اسے دنیا کا طویل ترین دریا تسلیم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ہمارے پاکستان کا دریائے راوی جو لاہور کے پاس سے گزرتا ہے اور کراچی کے قریب سمندر میں جا گرتا ہے اسی طرح دریائے سندھ وغیرہ پنجاب کے دریا بلاریب پانچ سو کیلومیٹر کیا پانچ سو میل سے بھی زیادہ طویل ہیں۔ شاید ایک صفر رہ گیا ہے اور اصل عبارت یوں ہے طولہ ۵۰۰۰ کیلومتر۔

دریائے نیل مصر کی حیات و آبادی کا ذریعہ ہے۔ یہ دریا متعدد خصوصیات و احوال میں دیگر دریاؤں سے ممتاز ہے۔ عام دریاؤں میں سیلاب نقصان دہ ہوتا ہے لیکن نیل کا سیلاب مفید تر ہے اور مصری لوگ اس میں سیلاب آنے کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ دریائے نیل میں ایک خاص تاریخ سے طغیانی اور سطح آب کی بلندی شروع ہوتی ہے اور وہ دن اصطلاح قبط میں یوم الصلیب کہلاتا ہے۔ سیلاب کے بعد نیل کی سطح مرتفع ہو کر سارے مصر کی زمینوں میں اس کا پانی پہنچ جاتا ہے اور مصر ایک سمندر کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر ایک مخصوص تاریخ سے اس میں بتدریج کمی آنی شروع ہو جاتی ہے اور پانی خشک ہونے کے بعد زمینوں میں زراعت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ دائرۃ المعارف میں ہے احسن زیادۃ النیل سبعۃ امتار فوق نہایۃ التحاریق

وقد یرتفع النیل احیاناً فیسبب غرق الاراضی انتھی ۔ یاقوت معجم البلدان ج ۵ ص ۳۳۴ پر لکھتے ہیں ومن عجائب مصر النیل جعله الله لها سقیاً یزرع علیه ویستغنی به عن میاه المطر فی ایام القیظ اذا نضبت المیاہ من سائر الانهار ویمتد النیل فی اشد ما یکون من الحر حین تنقص انهار الدنیا۔

وقد روی عن عمرو بن العاص رضی الله عنه انه قال ان نیل مصر سید الانهار سخر الله له کل نهر بین المشرق والمغرب ان یمد له وذلله له ۔ فاذا اراد الله تعالیٰ ان یجری نیل مصر امر الله تعالی کل نهر ان یمده بمائه وفجر الله له الارض عیوناً فاذا ابلغ النیل نهایته امر الله کل ماء ان یرجع الی عنصره ولذلك جمیع میاہ الارض تقل ایام زیادته ۔ دریائے نیل میں طغیانی ہمیشہ قبطی ماہ بؤونہ کی گیارہ تاریخ کو شروع ہوتی ہے اور جس سال نیل میں یہ سیلاب نہ آئے اور نیل مصر کے باغات و زمینوں پر نہ چڑھے وہ سال اہل مصر کے لیے تباہی و قحط کا سال ہوتا ہے ۔ مصر کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں فتح کیا ۔

روایت ہے کہ جس سال مسلمانوں نے مصر فتح کیا اس سال اتفاق سے ۱۱ بؤونہ کو نیل میں خلاف معمول طغیانی نہیں آئی تو اہل مصر اپنے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اس سال قحط کا خطرہ ہے کیونکہ نیل میں اس سال طغیانی نہیں آئی اور ہمارا ایک پرانا طریقہ ہے جس کے بغیر نیل میں طغیانی نہیں آتی ۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ ہم ماہ بؤونہ کی بارہ تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کے والدین کو مال دیکر وہ ان سے حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اس لڑکی کو زیورات اور عمدہ لباس سے آراستہ کر کے دریائے نیل کی موجوں کے حوالے کر دیتے ہیں یہ گویا کہ دریائے نیل کی خوراک اور نذرانہ ہے اس کے بعد دریائے نیل میں طغیانی اور سیلاب آجاتا ہے ۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان ھذا لایکون فی الاسلام وان الاسلام یھدم ما کان قبله چنانچہ ماہ بؤونہ پھر ماہ ابیب اور ماہ مسری یعنی تین مہینے گزر گئے اور دریائے نیل کا پانی خشک ہونے لگا اور لوگوں نے قحط سالی کے ڈر سے نقلِ مکانی کے ارادے کر لیے ۔

جب عمرو بن العاص ؓ نے یہ مصیبت دیکھی تو سارے قصہ کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی ۔ فکتب الیه عمرؓ قد أصبت ان الاسلام یهدم ما قبله وقد بعثت الیك ببطاقة فالقها فی داخل النیل اذا اتاك کتابی هذا واذا فی کتابه ۔

بسم الله الرحمن الرحیم ۔ من عبد الله عمر بن الخطاب امیر المؤمنین الی نیل مصر ۔ اما بعد فان کنت تجری من قبلك فلا تجر وان کان الواحد القهار یجریك فنسأل الله الواحد القهار ان یجریك

چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ بطاقہ عیدِ صلیب سے ایک دن قبل دریائے نیل میں ڈال دیا ۔ روایات میں ہے کہ اسی رات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نیل کا پانی سولہ گز بلند ہوا اور اس طرح قحط سالی کا خطرہ ٹل گیا ۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ اس کے بعد سے دریائے نیل میں دستور کے مطابق برابر سیلاب آتا رہتا ہے۔

کتب تاریخ میں ہے کہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی قبر دریائے نیل میں تھی یا نیل کے کنارے پانی میں تھی تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے نکالا۔ ان کی میت ایک صندوق میں تھی اور اپنے ساتھ لے گئے تاکہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی وصیت کے موافق انھیں آباء واجداد کے مقبرہ میں دفن کر دیں کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۳۸۶۔

حدیث معراج میں ہے کہ نیل وفرات دونوں کا اخراج جنت سے ہے چنانچہ روایت مسلم ہے انہ علیہ السلام رأی اربعۃ انہار تخرج من اصلہا (ای من اصل سدرۃ المنتہیٰ) نہران ظاہران ونہران باطنان فقلت یا جبرائیل ماھذہ الانہار قال اما النہران الباطنان فنہران فی الجنۃ واما الظاہران فالنیل والفرات۔ وفی روایۃ یخرج من اصلہا اربعۃ انہار من الجنۃ وھی النیل والفرات وسیحان وجیحان۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نیل وفرات کا اصل سرچشمہ اور منبع جنت میں ہے۔ کیونکہ نیل و فرات زمین ہی پر بہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ان دریاؤں کا پوشیدہ طور پر جنت سے کچھ تعلق ہے۔ اگرچہ اس تعلق کی تفصیل وکیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ قیامت کے دن یہ دونوں دریا جنت میں منتقل کر دیے جائیں گے۔ نیز ممکن ہے کہ یہ کلام مبنی بر تشبیہ ہو اور اس میں یہ اشارہ ہو کہ نیل و فرات کے پانی میں اللہ پاک نے خاص قسم کی فضیلت وبرکت ڈالی ہے جس کا تعلق جنت سے ہے۔

سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۰۰ پر ہے وقد جاء فی حدیث ما من یوم الا وینزل ماء من الجنۃ فی الفرات قال بعضہم ومصداقہ ان الفرات مدّ فی بعض السنین فوجد فیہ رمّان کل واحدۃ مثل البعیر فیقال انہ رمّان الجنۃ وھذا الحدیث ذکرہ ابن الجوزی فی الاحادیث الواھیۃ وفی حدیث موقوف علی ابن عباس رض اذا کان خروج یأجوج ومأجوج ارسل اللہ تعالیٰ جبرئیل فرفع من الارض ھذہ الانہار والقرآن والعلم والحجر والمقام وتابوت موسیٰ علیہ السلام بما فیہ الی السماء وروی الطبرانی ان سدرۃ المنتھی یخرج من اصلہا اربعۃ انہار من ماء غیر آسن ومن لبن لم یتغیّر طعمہ ومن خمر لذۃ للشاربین ومن عسل مصفی۔ وعن کعب الاحبار ان نہر العسل نہر النیل ویدل لذلک قول بعضہم لولا دخول بحر النیل فی البحر الملح الذی یقال لہ البحر الاخضر قبل ان یصل الی بحیرۃ الزنج ویختلط بعلوحتہ لما قدر احد علی شربہ لشدۃ حلاوتہ ونہر اللبن نہر جیحان ونہر الخمر نہر الفرات ونہر الماء نہر سیحان انتہیٰ۔

واسط۔ آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم الاٰیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ واسط بصرہ وکوفہ کے درمیان مشہور شہر کا نام ہے۔ اسے حجاج ثقفی نے آباد کیا تھا۔ چونکہ یہ شہر بصرہ وکوفہ کے وسط میں ہے ہر ایک سے اس کا فاصلہ ۵۰ فرسخ ہے اور بقول بعض ۴۰ فرسخ۔ اس واسطے اسے واسط کہتے ہیں۔ واسط منصرف بھی مستعمل ہے اور غیر منصرف بھی۔

واسط کی تعمیر حجاج والیٔ عراق نے ۸۴ھ میں شروع کی اور ۸۶ھ میں اس سے فارغ ہوا۔ کہتے ہیں کہ حجاج اہل کوفہ سے تنگ آگیا تو ایک معتمد آدمی کو نیا شہر بسانے کے لیے جگہ تلاش کرنے پر مامور کیا۔ اور کہا کہ وہ جگہ دریا کے قریب ہو۔ اس شخص کو یہ جگہ پسند آئی۔ آب وہوا اچھی تھی۔ اس کو لوگوں نے بتایا کہ یہ جگہ کوفہ سے ۴۰ فرسخ ہے مدائن سے بھی ۴۰ فرسخ۔ اہواز سے بھی ۴۰ فرسخ اور بصرہ سے بھی ۴۰ فرسخ۔ لہٰذا اس شہر کا نام واسط رکھا۔

شہر واسط کی تعمیر سے قبل ایک عجیب قصہ کتب میں موجود ہے وہ یہ ہے۔ سماک بن حرب کہتے ہیں کہ حجاج نے مجھے اس علاقہ کا والی اور منتظم مقرر کیا فبینما انا یوماً علی شاطیٔ دجلۃ ومعی صاحبٌ لی اذا انا برجل علی فرسٍ فصاح باسمی واسم ابی فقلتُ ماتشاء؟ فقال الویل لاھل مدینۃ تُبنٰی ھٰھنا لیُقتلنّ فیھا ظلماً سبعون الفاً کرر ذلک ثلاث مرات ثم اقحم فرسہ فی دجلۃ حتی غاب فی الماء فلما کان من قابلٍ ساقنی القضاءُ الی ذلک الموضع فاذا انا برجل علی فرسٍ فصاح بی کما صاح فی المرۃ الاولی وقال کما قال وزاد سیُقتل من حولھا مایستقل الحصٰی لعددھم ثم اقحم فرسہ فی الماء حتی غاب قال وکانوا یرون انھا واسط وماقُتِل فیھا۔ کذا ذکر یاقوت فی المعجم۔

وقیل اُحصِی فی محبس الحجاج ثلاثۃ وثلاثون الف انسان لم یُحبَسوا فی دم ولا تبِعۃ ولا دین واُحصِیَ مَن قتلہ صبراً فبلغوا مائۃً وعشرین الفاً۔

وذُکِر الحجاجُ الثقفی عند عبد الوھاب الثقفی بسوءٍ فغضب فقال انما تذکرون المساوی اوما تعلمون انہ اوّل من ضرب درھماً علیہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ واوّلُ من بنی مدینۃ بعد الصحابۃ فی الاسلام واول من اتخذ المحامل وانّ امرأۃ من المسلمین سُبِیت بالھند فنادت یا حجاجاہ فاتّصل بہ ذلک فجعل یقول لبّیک لبّیک وانفق سبعۃ اٰلاف الف درھم وارسل محمد بن قاسم علی الافواج حتی افتتح الھند والسند۔ وافتتح تلک الاراضی ومنھا ملتان واستنقذ المرأۃ واحسن الیھا کذا ذکر یاقوت۔

یمن - آیت وتزوّدوا فانّ خیر الزاد التقوی کی تفسیر میں مذکور ہے۔ یمن مشہور ملک عرب کا نام ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کے رکن کی طرف جو اشرف الارکان میں سے ہے رُخ ومنہ کرنے والے شخص کی جانب یمین میں واقع ہے قال ابن عباس تفرقت العرب فمن تیامن منھم سُمّیت الیمن ویقال انّ الناس کثروا بمکۃ فلم تحملھم فالتأمت بنو یمن الی الیمن وھی ایمن الارض فسمیت بذلك کذا فی معجم البلدان ج ۵ ص ۴۴۷ صنعاء - حضرموت - عمان - عدن وغیرہ یمن کے بلاد ہیں۔

یمن کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں اول مطابق قیاس یعنی یمنیٌّ۔ دوم یمانٍ بتخفیف یا بروزن ثمانی یقال رجل یمانٍ وامرأۃٌ یمانیۃ مثل ثمانٍ وثمانیۃ اور یہ طریقہ کثیر الاستعمال ہے۔ عام نحاۃ کے نزدیک یمانی میں تشدید غلط ہے۔ کیونکہ الف ایک یاء مشدّدہ کا عوض ہے۔ فلا یجوز الالف مع تشدید الیاء لامتناع جمع العوض والمعوض عنہ۔ لیکن سیبویہ بطور قلت وندرت تشدید کی روایت بعض عرب سے کرتے ہیں۔ فیقال یمانیّ بتشدید الیاء۔ اور یہ طریقہ سوم ہے۔ کہتے ہیں ایمن الرجل ویمّن ویامن اذا اتی الیمن۔ اصمعی فرماتے ہیں اربعۃٌ اشیاء قد ملأت الدنیا ولا تکون الا بالیمن الورس والکندر والخطر والعصب۔

ابراہیم بن مخرمہ نے ایک دن خلیفہ سفاح عباسی کے سامنے یمن کے بہت سے مفاخر بیان کیے۔ خالد بن صفوان بھی بیٹھا تھا تو خالد نے انھیں کہا وبعدُ فما منکم الا دابغ جلدٍ اوناسج بُردٍ او سائس قردٍ او راکب عِردٍ دلّ علیکم ھُدھُد وغرّقتکم جرذ وملکتکم اُمُّ ولدٍ فسکتَ وکأنما اُلجم۔

بعض کتب تاریخ میں ہے کہ قحطان ہود النبی علیہ السلام کا نام ہے۔ ان کے بیٹے کا نام یعرب بن قحطان ہے۔ ہود علیہ السلام اپنے فرزند یعرب کو متعدد برکات وکمالات کی وجہ سے اَیمن (مبارک) کہا کرتے تھے۔ یعرب اوّل شخص ہیں جو یمن میں آباد ہوئے۔ اسی وجہ سے یمن کو یمن کہتے ہیں قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۸ اوّل من تکلّم بالعربیۃ یعرب بن قحطان ویعرب ھذا قیل لہ ایمن لان ھودًا نبی اللہ علیہ السلام قال لہ انتَ اَیمَنُ وُلدِی وسُمی الیمن یمنًا بنزولہ فیہ انتہی۔

فائدہ - یمن پر جن بادشاہوں نے حکومت کی ہم یہاں پر مختصرًا ان کے نام۔ بعض احوال اور مدتِ حکومت کا ذکر کرتے ہیں۔

ملوکِ یمن میں پہلا بادشاہ سبا ابن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔ سبا کا اصل نام عبد شمس ہے۔ اس نے ۴۸۴ سال حکومت کی۔ ملوکِ یمن کے اسماء ومدتِ حکومت میں اصحاب تاریخ کا بڑا اختلاف ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ مسعودی کی رائے کے مطابق ہے۔ اس نقشہ میں یعرب ویشجب وقحطان کا ذکر نہیں۔ حالانکہ ان تینوں نے بھی حکومت کی ہے۔

عدد	بادشاہ یمن کا نام مع بعض احوال کے	مدت حکومت سالوں میں
۱	سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان	۴۸۴
۲	ثم حمیر بن سبأ۔ کان شجاعًا وھو اول من وضع علی رأسہ تاج الذھب من ملوك الیمن۔	۵۰ تقریبًا
۳	ثم کھلان بن سبأ بن یشجب۔	۳۰۰ تقریبًا
۴	ثم ابومالك عمرو بن سبأ۔ وکان عادلًا محسنًا۔	۳۰۰
۵	ثم جبار بن غالب بن زید بن کھلان۔	۱۲۰
۶	ثم الحارث بن مالك بن افریقس بن صیفی بن یشجب بن سبأ	۱۴۰
۷	ثم الرائش بن شداد بن ملطاط۔	۱۲۵
۸	ثم ابرھۃ بن الرائش وھو ذوالمنار۔	۱۸۰
۹	ثم افریقس بن ابرھۃ۔	۱۶۴
۱۰	ثم العبد بن ابرھۃ۔ وھوذوالاذعار۔	۲۵
۱۱	ثم الھدھاد بن شرحبیل بن عمرو بن الرائش۔	۱۰ یا ۷
۱۲	ثم تُبّع الاول ذکروا ان بلقیس قتلتہ	۴۰۰
۱۳	ثم بلقیس بنت الھدھاد قیل کانت امہ جنیۃ وامھا غابت بعد ماولدت بلقیسًا ولھا خبر ظریف وامرھا مع سلیمان علیہ السلام وامر الھدھد ذکرہ اللہ فی القرآن۔	۱۲۰
۱۴	ثم ملك الیمن سلیمان علیہ السلام ثلاثا وعشرین سنۃ۔ ثم عاد الملك بعد سلیمانؑ الی حمیر۔	۲۳
۱۵	ثم ناشر النعم بن عمرو بن یعفر۔	۳۵
۱۶	ثم شمر بن افریقس بن ابرھۃ۔	۵۳
۱۷	ثم تبع الاقرن بن شمر۔	۱۶۳
۱۸	ثم کلیکرب بن تبّع۔	۱۲۰
۱۹	ثم حسّان بن تبّع فاستقام لہ الامر ثم قُتِل۔	۲۵
۲۰	ثم عمرو بن تبع وھو القاتل لاخیہ حسّان المتقدم ذکرہ۔ ویقال انہ عدم النوم	

	لماکان قتل اخاہ۔	۶۴
۲۱	ثم تبع بن حسان بن کلیکرب وهو الملك السائر من الیمن الی الحجاز و کانت له مع الاوس والخزرج حروب واراد هدم الکعبة فمنعه من کان معه من احبار یهود فکساها القصب والیمانی وغلبت فی زمنه علی الیمن الیهودیة ورجع الناس عن عبادة الاصنام۔	۱۰۰
۲۲	ثم عمرو بن تبع ملك الیمن بعد تنازع۔	۴۰
۲۳	ثم ولیعة بن مرثد	۳۹
۲۴	ثم ابرهة بن الصباح بن ولیعة بن مرثد۔	۹۳
۲۵	ثم عمرو بن ذی قیفان	۱۷
۲۶	ثم ذو شناتر ولم یکن من اهل بیت الملك نغری بالاحداث من ابناء الملوك واظهر الفسق بالیمن واللواط ومع ذلك کان عادلاً فی رعیته فقتله ذونواس یوسف وکان من ابناء الملوك خوفاً من ان یفسق به ۔	۲۹
۲۷	ثم یوسف[۱] ذونواس بن زرعة بن تبع الاصغر بن حسان بن کلیکرب و هو صاحب قصة اصحاب الاخدود وتحریقه ایاهم بالنار وکان ملکه ۲۶۰ سنة۔	۲۶۰

[۱] لاصحاب الاخدود ذکر فی القرآن قال الله تعالی قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود الی قوله وما نقموا منهم الا ان یؤمنوا بالله العزیز الحمید۔ قالوا انهم کانوا فی الفترة بین عیسی ونبینا محمد علیهما الصلوٰة والسلام فی مدینة نجران بالیمن۔ کما قال المسعودی فی مروج الذهب ج ۱ ص ۷۶ وقد ذکرنا حال نجران فی فصل آخر من هذا الکتاب۔ وکانوا فی زمن ذی نواس وکان علی دین الیهودیة فبلغ ذا نواس ان قوماً بنجران علی دین المسیح علیه السلام فسار الیهم واحتفر اخادید فی الارض وملأها ناراً ثم عرضهم علی الیهودیة فمن تبعه ترکه ومن ابیٰ قذفه فی النار۔

فاتی بامرأة معها طفلها ابن سبعة اشهر فابت فادنیت من النار فجزعت فانطق الله الطفل فقال یا امه امضی علی دینك فلا نار بعد هذه النار فالقاها فی النار وکانوا موحدین لا علی رأی النصرانیة اصحاب التثلیث وفی بعض الروایات انه اُخذ منها الطفل والقوه فی النار فجزعت الاُمّ وارادت ان تتبع الیهودیة فنادتها الطفل من النار یا امه ادخلی النار فانها حدیقة ولیست بنار فدخلت فیها ودخل فیها جمیع الموحدین قال الشیخ الرومی فی المثنوی ؎

۲۸	ثم اریاط بن اصحمۃ ۔	۲۰
۲۹	ثم ابرھۃ[۲] الاشرم ابویکسوم ۔ وکان ذلک فی ملک قباذ ملک فارس ۔	۴۳

خواست تا سجدہ کند او پیش بت — بانگ بر زد طفل انّی لم اَمُت
اندر آیید اے مسلمانان ہمہ — پیش عذب دیں عذاب است آں ہمہ

وقالت النار لذی نواس حین تحیّر ؎

گفت آتش من ہمانم آتشم — اندر آں تا تو ببینی تابشم

فمضی رجل الی قیصر یستنجدہ فکتب لہ قیصر الی النجاشی ملک الحبشۃ لانہ کان اقرب دارًا فبعث النجاشی الحبشۃ وعلیھم اریاط بن اصحمۃ فاھزم ذو نواس بعد حرب طویلۃ وغرق نفسہ خوفا من العار کما فی مروج الذھب ج ۲ ص۲۷ فملک اریاط الیمن عشرین سنۃ ثم وثب علیہ ابرھۃ الاشرم ابویکسوم فقتلہ وملک الیمن ۔

ف۲ کان ابرھۃ فی القرن السادس من المیلاد نائبًا علی الیمن عن اصحمۃ ملک الحبش وھو صاحب الفیل الذی اراد ھدم بیت اللّٰہ ولہ ذکر فی القراٰن قال اللّٰہ الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل الخ وقصتہ انہ حسد بیت اللّٰہ فبنی کنیسۃً بصنعاء سماھا القلیس وزیّنھا الی غایۃ واراد ان یصرف حجّ العرب الیھا وکان ابرھۃ من النصاری فجاء شخص من العرب لما سمع مقالۃ ابرھۃ واحدث فیھا فغضب ابرھۃ و اقسم لیسیر الی البیت فیھدمہ وسار بجیشہ ومعہ الفیل الابیض اسمہ محمود وقیل معہ ثلاثۃ عشر فیلًا لیھدم کعبۃ اللّٰہ فتھیأ بعض العرب لجھادہ فکان اول من قابلہ ذو یقر من ملوک الیمن فھزمہ ابرھۃ حتی جاء الی الطائف ثم سار الی مکۃ وارسل الی قریش وقال لھم لستُ اقصد حربکم بل جئت لاھدم الکعبۃ فقال عبد المطلب واللّٰہ لا نرید حربہ ولا نقدر ھذا بیت اللّٰہ فھو یمنعہ من ابرھۃ ۔

ثم عبد المطلب ذھب الی ابرھۃ مع رسولہ فقیل لہ ایھا الملک ھذا سید قریش وھو یطعم الناس بالسھل والوحوش فی رؤس الجبال فلما راٰہ ابرھۃ اجلّہ واکرمہ ونزل عن سریرہ وجلس معہ وسألہ عن حاجتہ فقال عبد المطلب حاجتی ان یردّ علیّ الملکُ مائتی بعیر لی اخذھا رجال الملک فردّھا علیہ قال لہ ابرھۃ قد اعجبتنی حین راَیتُک ثم زھدتُ فیک حین کلّمتنی اتکلّمنی فی البعیر وتترک بیتًا ھو دینُک ودین اٰبائک قد جئتُ لھدمہ فقال لہ عبد المطلب انّی انا ربُّ الابل وانّ للبیت ربًّا سیمنعہ قال ابرھۃ ما کان لیمنعہ منّی فرجع عبد المطلب الی قریش فاخبرھم الخبر وامرھم بالخروج من مکۃ الی سعف الجبال تخوّفًا علیھم من مغیرۃ الجیش ۔

راجع انسان العیون ج ۱ ص۶۰ ودائرۃ المعارف ج ۱ ص۲۰ ولقطۃ العجلان ص۵۱ ومروج الذہب ج۲ ص۸۰ واخبار مکۃ للازرقی ج ۱ ص۹۱ وروض الانف ج ۱ ص۴۳ ۔

وروی ان الفیل العظیم لما رای عبد المطلب برک کما یبرک البعیر وخرّ ساجدًا وانطق اللہ الفیل فقال السلام علی النور الذی فی ظہرک یا عبد المطلب ہذا واللہ اعلم بصحۃ قصۃ منطق الفیل وسجدتہ فلما شرع ابرہۃ فی الذہاب الی مکۃ ووصل الفیل الی اوّل الحرم فبرک فصاروا یضربون رأسہ ویدخلون الکلالیب فی مراق بطنہ فلا یقوم فوجّہوا وجہہ الی جہۃ الشام فقام یہرول وامر ابرہۃ ان یسقی الفیل الخمر لیذہب تمیزہ فسقوہ فثبت علی امرہ وارسل اللہ علیہم الطیر الابابیل ای جماعات من البحر امثال الخطاطیف مع کل طیر ثلاثۃ احجار مثل العدس او الحمص لا یصیب منہم احدًا الّا اہلکہ فخرجوا ہاربین وضلّوا الطرق فہلک اکثرہم واصاب ابرہۃ حجر فجرحہ ومازال بہ حتی اہلکہ و لیس کلہم اصابہ الحجر ثم ارسل اللہ سیلاً فالقاہم فی البحر وصاروا یتساقطون بکل منہل وسقطت اعضاء ابرہۃ ووصل الی صنعاء کذلک مع نفر خرجوا بہ معہم تسقط لہ انملۃ انملۃ کلما سقطت منہ انملۃ اتبعتہا منہ مدۃ تمث قیحاودما حتی قدموا بہ صنعاء وھو مثل فرخ الطائر فما مات حتی انصدع صدرہ عن قلبہ ۔

ثم رکب عبد المطلب لما استبطأ مجیٔ القوم الی مکۃ ینظر ما الخبر فوجدہم قد ہلکوا ای غالبہم فاحتمل ماشاء من صفراء وبیضاء ثم اعلم اہل مکۃ بہلاک القوم فخرجوا فجمعوا اموالاً کثیرۃ وفی کلام سبط ابن الجوزی وسبب غنا عثمان بن عفان رض ان اباہ عفان وعبد المطلب وابا مسعود الثقفی کانوا اول من نزل مخیم الحبشۃ فاخذوا من اموال ابرہۃ واصحابہ شیئاً کثیرا ودفنوہ عن قریش فکانوا اغنی قریش واکثرہم مالاً ولما مات عفان ورثہ عثمان رضی اللہ عنہ ومن جملۃ من سلم من عسکر ابرہۃ ولم یذہب سائس الفیل وقائدہ فعن عائشۃ رضی اللہ عنہا ادرکت قائد الفیل وسائسہ بمکۃ اعمیین مقعدین یستطعمان الناس وذکر البعض انہ اقام بمکۃ فلال من الجیش وعسفاء وبعض من ضمّہ العسکر الحبشی فکانوا بمکۃ یعملون ویرعون لاہل مکۃ وذکر ابن اسحاق ان اول مارؤیت الحصبۃ والجدریّ بارض العرب ذلک العام و انہ اول مارؤی بہا من مرایر الشجر الحرمل والحنظل من ذلک العام وقال بعض اہل مکۃ کما فی کتب التاریخ انہ اول ما کانت بمکۃ حمام الیمام حمام مکۃ الحرمیّۃ ذلک الزمان یقال انہا من نسل الطیر التی رمت اصحاب الفیل حین خرجت من البحر من جدّۃ ۔ کذا فی اخبار مکۃ للازرقی ، ج ۱ ص ۹۲ ۔

ویمکن ان یقال ہذا اشتباہ لان الذی قیل انہ من نسل الابابیل انما ہو شیٔ یشبہ الزرازر

يكون بباب ابراهيم من الحرم والاحمام الحرم من نسل الحمام الذی عشش علی فم الغار. كذا فی السيرة الحلبية ج ا ص ٦١۔

ولما هلك صاحب الفيل وقومه وجيشه وكان من الحبشة وكان ابرهة حبشيا عزت قريش و هابتهم الناس كلهم وقالوا اهل الله لان الله تعالی معهم وان الله قاتل عنهم وكفاهم مؤنة عدوهم الذی لم يكن لسائر العرب بقتاله قدرة ۔ وكانت قصة الفيل اول المحرم من سنة ٨٨٢ من تاريخ ذی القرنين كذا فی الروض ج ا ص ٤٥ وفيه وفی رواية انهم استشعروا العذاب فی ليلة ذلك اليوم لانهم نظروا الی النجوم كالحة اليهم تكاد تكلمهم من اقترابها منهم ففزعوا لذلك اھ۔

ثم اعلم ان ولادته صلی الله عليه وسلم كانت فی عام الفيل وقيل فی يومه فعن ابن عباس قال ولد رسول الله صلی الله عليه وسلم يوم الفيل قال الحافظ ابن حجر المحفوظ انه ولد عام الفيل لا يوم الفيل واليوم فی قول ابن عباس بمعنی مطلق الوقت وفی تاريخ ابن حبان ولد عام الفيل فی اليوم الذی بعث الله تعالی الطير الابابيل فيه علی اصحاب الفيل وقيل ولد بعد الفيل بخمسين يوما وقيل بخمسة وخمسين يوما وقيل باربعين يوما وقيل بشهر وقيل بعشر سنين وقيل بثلاث وعشرين سنة وقيل بثلاثين سنة وقيل باربعين سنة وقيل بسبعين سنة ۔

والجمهور علی انه ولد فی عام الفيل قاله ابن كثير وغيره من المحققين. وفی المواهب انه عليه السلام ولد بعد الفيل (ای بعده بايام) لان قصة الفيل كانت توطئة لنبوته ومقدمة لظهوره وبعثته و وقال القاضی البيضاوی وغيره انها من الارهاصات اذ روی انها وقعت فی السنة التی ولد فيها رسول الله صلی الله عليه وسلم وقال ابن القيم فی الهدی ان مما جرت به عادة الله تعالی ان يقدم بين يدی الامور العظيمة مقدمات تكون كالمدخل لها فمن ذلك قصة مبعثه صلی الله عليه وسلم تقدمها قصة الفيل۔

ولو لم ينطق القرآن بقصة الفيل لكان فی الاخبار المتواطئة والاشعار المتظاهرة فی الجاهلية والاسلام حجة وبيان لشهرتها وما كانت العرب تؤرخ بها فكانوا يؤرخون فی كتبهم ودواوينهم من سنة الفيل فلم تزل قريش والعرب بمكة وغيرها تؤرخ بعام الفيل ثم ارخت بعام الفجار ثم ارخت ببنيان الكعبة ۔ وفی القرآن وارسل عليهم طيرا ابابيل ترميهم بحجارة من سجيل فجعلهم كعصف مأكول.

ومعنی ابابيل جماعات متفرقة جمع إبالة وهی الحزمة الكبيرة شبهت الطير فی اجتماعها بالحزم وقال ابو عبيدة ابابيل مثل عباديد لا واحد لها ولم يأت نص صحيح فی صفة الطير واشكالها فقيل فی لونها انها كانت بيضاء وقيل سوداء وقيل خضراء لها خراطيم كخراطيم الطير واكف كاكف الكلاب و قيل كانت رؤسها كرؤس السباع ومعنی سجيل ای طين متحجر وقيل من طين وقيل السجيل هو

۳۰	ثم بعد موت ابرھۃ ملک الیمن ابنہ یکسوم بن ابرھۃ فعمّر اذاہ عشرین سنۃ۔	۲۰
۳۱	ثم مسروق بن ابرھۃ فاشتدت اذاہ علی سائر اھل الیمن وکانت امّہ من ال ذی یزن فقتل بعد ثلاثۃ اعوام۔ فکانت مدۃ ملکہ ثلاث سنین۔	۳
۳۲	ثم سیف[۳۵] بن ذی یزن اومعدی کرب بن سیف بن ذی یزن۔	۴

سنگ گِل فی الفارسیۃ۔

ثم لامجال للشک فی ارسال الطیور رمیھا بالحجارۃ لشھرۃ امرھا فی العرب وتواترھا ولما صرّح بہ القرآن والسنّۃ۔ وبعض اھل اوربا والمتنوّرین ینکرون ذلک ویقولون ان ھلاک جیش ابرھۃ کان بالوباء الواقع فیھم وھذا یخالف القرآن قال فی دائرۃ المعارف ج۱ ص۳۳ وقد یذھب بعض علماء العصران ھذہ الطیور عبارۃ عن المیکروبات (جراثیم) ونحو ذلک حملت الیھم الطاعون او البعوض حمل الیھم الحمیات الخبیثۃ اومیکروبات الجدری انتھی۔

۳۵ بقتل مسروق انتھت ولایۃ الاحابش وملکھم علی الیمن وکانوا ملکوھا ۷۲ سنۃ ولاصحاب التاریخ فی ذلک اختلاف کبیر۔ وکان ملوکھم اربعۃ اولھم ارباط ثم ابرھۃ ثم یکسوم ثم مسروق۔

ذکر الطبری ان سیف بن ذی یزن لما فعل ذونواس بالحبشۃ ما فعل ثم ظفروا بہ توجہ الی کسریٰ انوشروان لطلب الغوث علی الحبشۃ فوعد واقام سنین عندہ ثم مات وخلفہ ابنہ معدی کرب بن سیف بن ذی یزن فبعث کسریٰ مع معدی کرب جیشًا الی الیمن فذھبوا وقاتلوا مسروق بن ابرھۃ فقتلوہ وملک معدی کرب الیمن بغیر منازع۔ ھذہ روایۃ المسعودی وغیرہ راجع مروج الذھب ج۲ ص۵۸ و الروض الانف ج۱ ص۳۶

والتحقیق عدم موت سیف بن ذی یزن عند کسری بل ھو الذی جاء بجیش کسری وملک الیمن کمافی اخبار مکۃ للازرقی ج۱ ص۹۲ وتاریخ الطبری ج۲ ص۱۱۸۔ وفیہ ان عبد المطلب لقی سیف بن ذی یزن بعد ما رجع الیہ ملکہ وانہ اخبر عبد المطلب وبشرہ بظھور خاتم الانبیاء من اولادہ وسنذکر ھذا الخبر اللطیف بعد ذلک ان شاء اللہ تعالیٰ۔

وکان ملک سیف بن ذی یزن اومعدی کرب بن سیف علی الیمن اربع سنین قتلہ رجال بطانتہ من الحبش ولم یملک احد بعدہ بل استقلّ اھل کل ناحیۃ بما لدیھم علی مثال ملوک الطوائف وصارت سیطرۃ الفرس علی الیمن حتی ظھر الاسلام فدخلت فی حوزۃ الاسلام۔

فائدہ۔ روی الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس قال لما ظفر سیف بن ذی یزن بالحبشۃ و

مَلِكَ اليمن وذلك بعد مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ وفود العرب واشرافها وشعراؤها التهنئة وتمدحه وتذكر ما كان من بلائه وطلبه بثار قومه فاتاه وفد قريش وفيهم عبد المطلب بن هاشم وامية بن عبد شمس وخويلد بن اسد فی ناس من وجوه قريش من اهل مكة فاتوه بصنعاء وهو فی قصر له يقال له غمدان فاذن لهم فاذا الملك متضمخ بالعنبر ووبيص المسك من مفرقه الی قدمه وسيفه بين يديه وعن يمينه وعن يساره الملوك وابناء الملوك۔

فدنا عبد المطلب فاستأذن فی الكلام فقال له الملك ان كنت ممن يتكلم بين يدی الملوك فقد اذنا لك فتكلم عبد المطلب بكلام طويل فصيح بليغ مدح به الملك وذكر انهم اهل حرم الله و انهم وفد التهنئة۔ قال وايهم انت ايها المتكلم قال انا عبد المطلب بن هاشم قال ابن اختنا؟ قال نعم فادناه ثم اقبل عليه وعلی القوم فقال مرحبا واهلا وناقة ورحلا ومستناخا سهلا وملكا ربحلا يعطی عطاء جزلا ثم قال انهضوا الی دار الضيافة فاقاموا شهرا لا يأذن لهم فی الانصراف واكرمهم اكراما۔

ثم ارسل الی عبد المطلب فادناه واخلا مجلسه ثم قال سيف بن ذی يزن وكان من اليهود عالما ببعض ما فی الصحف يا عبد المطلب انی مفوض اليك من سر علمی امرا لو غيرك يكون لم ابح به له ولكنی وجدتك معدنه فاطلعتك طلعه وليكن عندك مطويا حتی يأذن الله فيه فان الله بالغ فيه امره انی اجد فی الكتاب المكنون والعلم المخزون الذی اخترناه لانفسنا واحتجناه دون غيرنا خبرا جسيما وخطرا عظيما فيه شرف للحياة وفضيلة للناس عامة ولرهطك كافة ولك خاصة۔ قال ايها الملك مثلك سر وبر فما هو فداك الله اهل الوبر والمدر زمرا بعد زمر۔

قال فاذا ولد بتهامة ولد غلام به علامة كانت له الامامة ولكم به الزعامة الی يوم القيامة فقال له عبد المطلب ابيت اللعن لقد اتيت بخبر ما اب بمثله وافد قوم ولولا هيبة الملك واعظامه واجلاله لسألته من سارة ابای ما ازداد به سرورا فان رأی الملك ان يخبرنی بافصاح فقد اوضح لی بعض الايضاح۔

قال هذا حينه الذی يولد فيه اوقد ولد اسمه محمد بين كتفيه شامة يموت ابوه وامه و يكفله جده وعمه والله باعثه جهارا وجاعل له منا انصارا .... (لعل فی قوله منا انصارا اشارة الی انصار المدينة فانهم من اليمن) يعز بهم اولياءه ويذل بهم اعداءه ويضرب بهم الناس عن عرض ويستبيح بهم كرائم الارض ويدحر الشيطان ويكسر الاوثان ويخمد النيران قوله فصل وحكمه عدل يأمر بالمعروف ويفعله وينهی عن المنكر ويبطله۔

قال فخرّ عبد المطلب ساجدًا فقال له الملك ارفع رأسك ثلج صدرك وعلا كعبك فهل احسست من امره شیئا ؟ قال نعم ایها الملك کان لی ابن وکنت به معجبًا وعلیه رقیقًا فزوجته کریمة من کرائم قومه آمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة فجاءت بغلام سمّیته محمدًا مات ابوه وامه وکفلته انا وعمه بین کتفیه شامة وفیه کل ما ذکرت من علامة۔

قال له الملك والبیت ذی الحجب والعلامات علی النصب انك یا عبد المطلب لجدّه غیر الکذب وان الذی قلت لکما قلت فاحتفظ بابنك واحذر علیه من الیهود فانهم له اعداء ولن یجعل الله لهم علیه سبیلًا فاطوِ ما ذکرت لك دون هؤلاء الرهط الذین معك فانی لست آمن ان تدخلهم النفاسة من ان تکون لك الریاسة فیبتغون لك الغوائل وینصبون لك الحبائل وهم فاعلون اوابناؤهم۔

ولولا ان الموت مجتاحی قبل مبعثه لسرت بخیلی ورجلی حتی اصیر بیثرب دار مملکته فانی اجد فی الکتاب الناطق والعلم السابق ان بیثرب استحکام امره واهل نصره وموضع قبره ولولا انی اقیه الآفات واحذر علیه من العاهات لاوطأت اسنان العرب کعبه ولأعلیت علی حداثة سنّه ذکره ولکنی صارف ذلك الیك عن غیر تقصیر بمن معك۔

ثم امر لکل رجل من وفد قریش بمائة من الابل وعشرة اعبد وعشر اماء وعشرة ارطال ذهب وعشرة ارطال فضة وکرش مملوة عنبرًا وامر لعبد المطلب بعشرة اضعاف ذلك ثم قال لهم ایتنی بخبره ومایکون من امره عند رأس الحول فمات سیف بن ذی یزن من قبل ان یحول الحول۔ کذا ذکر الازرقی۔

وکان عبد المطلب یقول ایها الناس لا یغبطنی رجل منکم بجزیل عطاء الملك فانه الی نفاد ولکن لیغبطنی بما یبقی لی ولعقبی شرفه وذکره وفخره فاذا قیل له وما ذاك ؟ یقول ستعلمنّ ولو بعد حین اه۔ هذا والله اعلم وعلمه اکمل واتم۔

یوم السبت ۔ سبت کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے قال اللہ تعالیٰ۔ ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت الآیۃ سبت لغت عربی میں ہفتہ یعنی سنیچر کا نام ہے۔ یہود کے نزدیک یہ دن ایسا محترم و معظم ہے جس طرح اسلام میں یوم جمعہ اور نصاریٰ کے نزدیک یوم الاحد یعنی اتوار محترم و معظم ہے۔ یوم سبت کی تعظیم یہود پر فرض تھی اس روز ان کے لیے شکار کرنا اور جنگ کرنا ممنوع تھا بس صرف عبادت کے لیے یہ دن متعین تھا۔

سبت کا معنی ہے استراحت وقطع وحلق۔ یقال سبت یسبت سبتًا استراح وسبت الشیٔ سبتًا ای قطعه وسبّت الرأس تسبیتًا حلقه وسبت الیهودی قام بامر السبت واسبت دخل فی

السبت قال البیضاوی یقال سبتت الیھود اذا عظّمت یوم السبت۔

آثار و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے سات ایام میں درحقیقت معظم و بابرکت دن عند اللہ یوم جمعہ ہی ہے۔ لہذا سابقہ تمام ادیانِ انبیاء علیہم السلام میں یوم جمعہ ہی کا یوم عبادت ہونا مناسب تھا۔ لیکن یہود و نصاریٰ نے اجتہادی غلطی کرکے عبادت کے لیے علی الترتیب یوم السبت (سنیچر) و یوم الاحد (اتوار) پسند کیے۔ اور امتِ محمدیہ نے اجتہاد کرکے حق و امر صحیح یعنی یوم جمعہ تک رسائی حاصل کی اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کے ذریعہ حق و صراطِ مستقیم معلوم کرنے کی امتِ محمدیہ کو خصوصی توفیق و استعداد سے نوازا ہے۔ بعض احادیث و آثار میں ہے کہ نبی علیہ السلام کی ہجرت سے قبل مسلمانوں نے اپنی رائے و اجتہاد سے یوم جمعہ عبادت کے لیے مقرر کر لیا تھا بعدہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے اس کی تائید ہو گئی۔

اور یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے سات دنوں میں سے کسی ایک دن کو عبادت کے لیے اپنے اجتہاد و مشورہ سے متعین کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔ پھر یہود نے یوم سبت کو پسند کیا۔ اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انتخاب کے مطابق ان پر علی الترتیب سنیچر اور اتوار کی تعظیم فرض قرار دی۔ قال اھل العلم ان الیھود اُمِروا بیوم من الاسبوع یعظّمون اللہ فیہ ویتفرغون لعبادتہ فاختاروا من قبل انفسھم السبت فالزموہ فی شرعھم وکذلک النصاری امروا علی لسان عیسی علیہ السلام بیوم من الاسبوع فاختاروا من قبل انفسھم الاحد فالزموہ شرعًا لھم کذا قال العلامۃ السھیلیؒ فی الروض۔

ثم قال وکان الیھود انما اختاروا السبت لانھم اعتقدوہ الیوم السابع ثم زادوا الکفرھم ان اللہ استراح فیہ۔ تعالی اللہ عن قولھم۔ لان بدء الخلق عندھم الاحد و آخر الستۃ الایام التی خلق اللہ فیھا الخلق الجمعۃ وھو ایضًا مذھب النصاری فاختاروا ای النصاری الاحد لانہ اول الایام فی زعمھم وقد شھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للفریقین باضلال الیوم وقال کما فی صحیح مسلم ان اللہ خلق التربۃ یوم السبت فبیّن ان اول الایام التی خلق اللہ فیھا الخلق السبت و آخر الایام الستۃ اذًا الخمیس و کذلک قال ابن اسحق فیما ذکر عنہ الطبری اھ۔

وقال فی انسان العیون ج ۲ ص۱ ویؤیّد ذلک ما جاء ان اللہ تعالی فرض علی الیھود الجمعۃ فابَوا و قالوا یاموسی اجعل لنا یوم السّبت فجُعِل علیھم وھدی اللہ تعالی المسلمین لیوم الجمعۃ ای وھدایۃ المسلمین لہ تدلّ علی انھم لم یعلموا عینہ وانما اجتھدوا فیہ فصادفوہ انتھی۔ وقال علیہ الصلوۃ والسلام فی حق ذلک الیوم انہ الیوم الذی فرض علیھم ای علی الیھود والنصاری ای طلب منھم تعظیمہ والتفرغ

للعبادة فیہ کما فرض علینا اضلّتہ الیھود والنصاری وھداکم اللہ تعالیٰ لہ ای واختار الیھود من قبل نفسھم بدلہ السبت لانھم یزعمون انہ الیوم السابع الذی استراح فیہ الحق سبحانہ من خلق السموت والارض و مافیھن من المخلوقات ای بناءً علی ان اول الاسبوع الاحد وانہ مبدأ الخلق قال بعضھم وھو الراجح کذا فی انسان العیون ۔ والذی فی البخاری ثم ھذا ای یوم الجمعۃ یومھم الذی فرض علیھم فاختلفوا فیہ فھدانا اللہ لہ فالناس لنا فیہ تبع الیھود غداً والنصاری بعد غد ۔

وفی سفر السعادۃ کان من عوائدہ الکریمۃ صلی اللہ علیہ وسلم ان یعظم یوم الجمعۃ غایۃ التعظیم و یخصّہ بانواع التشریف والتکریم وجاء ان اھل الجنۃ یتباشرون فی الجنۃ بیوم الجمعۃ کما تتباشر بہ اھل الدنیا فی الدنیا واسم الجمعۃ عندھم یوم المزید لان اللہ تعالیٰ یتجلی علیھم فی ذلک الیوم و یعطیھم کل ما یتمنّونہ و یقول لھم لکم ما تمنّیتم ولدینا مزید فھم یحبّون یوم الجمعۃ لما یعطیھم فیہ ربھم من الخیر وفی الحدیث المرفوع یوم الجمعۃ سیّد الایام واعظمھا عند اللہ فھو فی الایام کشھر رمضان فی الشھور وساعۃ الاجابۃ فیہ کلیلۃ القدر فی رمضان اھ ۔

وفی کتاب السبعیات للھمدانی اکرم اللہ موسیٰ علیہ السلام بالسبت وعیسیٰ علیہ السلام بالاحد داؤد علیہ السلام بالاثنین وسلیمان علیہ السلام بالثلاثاء ویعقوب علیہ السلام بالاربعاء وآدم علیہ السلام بالخمیس ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم بالجمعۃ ھذا ولا اری صحۃ قول الھمدانی لعدم ثبوتہ فی الاثار الصحیحۃ ۔

وذکر الکشی وھو عبد بن حمید باسنادہ الی ابن سیرین قال جمّع اھل المدینۃ قبل ان یقدم النبی علیہ السلام المدینۃ وقبل ان تنزل سورۃ الجمعۃ وھم الذین سمّوا الجمعۃ قال الانصار للیھود یوم یجتمعون فیہ کل سبعۃ ایام وللنصاری مثل ذلک فھلمّ فلنجعل یوماً نجتمع فیہ ونذکر اللہ ونصلی ونشکر او کما قالوا فقالوا یوم السبت للیھود ویوم الاحد للنصاری فاجعلوا یوم العروبۃ کانوا یسمون یوم الجمعۃ یوم العروبۃ فاجتمعوا الی اسعد بن زرارۃ فصلی بھم یومئذ رکعتین فذکرھم فسمّوا الجمعۃ حین اجتمعوا الیہ فذبح لھم شاۃ فتغدّوا وتعشّوا من شاۃ وذلک لقلّتھم فانزل اللہ فی ذلک اذا نودی للصلاۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ اھ ۔

قلنا ومع توفیق اللہ لھم الیہ فیبعد ان یکون فعلھم ھذا عن غیر اذن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد روی الدارقطنی باسنادہ عن ابن عباس قال اذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالجمعۃ قبل ان یھاجر ولم یستطع رسول اللہ علیہ السلام ان یجمّع بمکۃ ولا یبدی لھم فکتب الی مصعب بن عمیر اما بعد فانظر الیوم الذی تجھر فیہ الیھود بالزبور لسبتھم فاجمعوا نساءکم وابناءکم فاذا مال النھار عن شطرہ عند الزوال من یوم الجمعۃ فتقربوا الی اللہ برکعتین ۔

سوال۔ عبادت وتعظیم کے لیے تقرری کے سلسلے میں جمعہ کو سبت و اَحد (سنیچر و اتوار) پر فضیلت و ترجیح کی وجہ کیا ہے؟

جواب جمعہ کی ترجیح و فضیلت کی متعدد وجوہ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

وجہ اول۔ ابھی یہ بات ذکر ہوئی ہے کہ یہود پر بلکہ نصاریٰ پر بھی اللہ تعالیٰ نے اوّلاً جمعہ کے اکرام وعبادت مقرر فرمائی مگر ان کی ضد و درخواست پر پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سبت و اَحد کی تقرری ہوئی کما فی انسان العیون ج ۲ ص ۱۰۔ وقد تقدمت عبارتہ۔ اللہ تعالیٰ کے واضح حکم کے مقابلہ میں بے فائدہ تبدیلی پر اصرار کرنا کامل مومن کی شان کے خلاف ہے۔

وجہ دوم پہلی وجہ بعض آثار اور علماء کے اس قول پر مبنی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہود وغیرہ کو واضح طور پر تکریم جمعہ کا امر ہوا تھا لیکن عام احادیث و اقوال جمہور سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد ورائے سے ایسا کیا تھا۔ جس طرح اہل مدینہ نے ہجرت سے قبل اپنے اجتہاد و مشورہ سے جمعہ کا انتخاب کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر ایک طائفہ کے اجتہاد کے مطابق حکم نازل فرمایا۔ لیکن مسلمانوں کا اجتہاد موافق حق و مطابق نفس الامر تھا اور دیگر طائفوں کا غلط کما یدل علیہ صریح الحدیث اضلتہ الیھود والنصاریٰ ھداکم اللہ تعالیٰ لہ۔

وجہ سوم یہ تین دن جمعہ۔ سنیچر۔ اتوار متصل ہیں اور جمعہ مقدم ہے اور تقدم ایک فضیلت ہے۔ یہ تقدم ظاہری مرتبۂ امتِ محمدیہ کے تقدّم و افضلیت کی طرف مشیر ہے والظاھر عنوان الباطن واشار الی ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ المتقدم فالناس لنا فیہ تبع الیھود غداً والنصاریٰ بعد غد۔ قال السھیلی فی الروض فکان من ھدی اللہ لھذہ الامۃ ان الھموا الیہ ثم اُقِرّوا علیہ لما وافقوا الحکمۃ فیہ فھم الآخرون السابقون یوم القیامۃ کما قال علیہ السلام کما ان الیوم الذی اختاروہ سابق لما اختارتہ الیھود والنصاریٰ ومتقدم علیہ اھ۔

وجہ چہارم جمعہ کا نام بھی اس کی فضیلت پر دال ہے۔ کیونکہ اسم جمعہ اجتماع پر دال ہے اور اجتماع واتفاقِ اہل اسلام بہرحال عظیم برکت وسعادت ہے۔ یہ اسم و نام کی برکت ہے۔ اسم سبت و اسم احد اس برکت و فائدے سے خالی ہیں اسی برکت اجتماع واتحاد اہل اسلام کے پیشِ نظر شرع کا حکم ہے کہ ایک امام کے پیچھے ایک ہی مسجد میں مسلمانوں کو نماز جمعہ پڑھنا چاہیے۔ ایک شہر کی متعدد مساجد میں نماز جمعہ پڑھنے سے یہ سعادت و برکت بطریق اکمل حاصل نہیں ہوسکتی۔ لفظ جمعہ بھی اس اتحاد کا داعی اور افتراق اور متعدد مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا مانع ہے۔

وجہ پنجم بلحاظ نام فضیلتِ جمعہ کی ایک تقریر یہ بھی ہے کہ جمعہ سچا و صحیح ومطابق واقعہ وموافقِ مسمّی و

مصداق نام ہے۔ جمعہ کا معنی ہے اجتماع۔ اور اس دن مسلمان نماز جمعہ کے لیے مجتمع ہوتے ہیں۔ تو اسم جمعہ اسم صادق ہے اور حقیقت کے مطابق ہے۔ اس میں کذب یا گناہ و دخل فی المغیبات کا شبہ نہیں ہوسکتا۔ بخلاف سبت و احد کہ دونوں کا تسمیہ مغیبات میں مداخلت پر مبنی ہے اور غلط طور پر مبنی ہے اور کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کے امور مغیبہ و پوشیدہ میں بحث کرنا اور مداخلت کرنا بڑی غلطی ہے۔ اور پھر نفس الامر و امر حق کے برخلاف حکم و فتویٰ صادر کرنا اور جھوٹے طریقہ سے اس پر اپنی طرف سے احکام متفرع و مرتب کرنا دوسری غلطی ہے۔ پھر اس خود ساختہ جھوٹے حکم پر کفری عقیدے قائم کرنا تیسری غلطی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا انتخاب سبت و احدان کے اس زعم و مداخلت فی الغیب پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کی ابتداء اتوار کے دن کی اور جمعہ پر ختم کی اور یہ دخل فی المغیبات ہے اور اگر ان کا یہ خیال صحیح ہوتا تو شاید یہ بات بڑی غلطی شمار نہ ہوتی۔ لیکن درحقیقت ان کا یہ زعم وحی کے خلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق سنیچر سے شروع ہوکر خمیس پر ختم ہوئی کما ورد فی الحدیث الصحیح اور وحی کے خلاف حکم لگانا دوسری بڑی غلطی ہے۔ پھر یہود کا یہ کہنا کہ سنیچر کے دن اللہ تعالیٰ نے استراحت فرمائی۔ سبت کا معنی ہے راحت و آرام کرنا تیسری بڑی غلطی اور کفر ہے۔

وجہ ششم: بروز جمعہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں کثرت سے اور اجتماعی صورت سے نازل ہوتی ہیں جو مسلمانوں پر تقسیم ہوتی ہیں۔

وجہ ہفتم: بقیہ دنوں کی بہ نسبت جمعہ کی تخصیص بالاکرام والعبادۃ اولیٰ ہے کیونکہ اسی دن جنس بشر کا ظہور ہوا چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ جمعہ کے دن بعد العصر آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی۔

وجہ ہشتم: خمیس کے دن عام مخلوق کی تخلیق مکمل ہوئی اور یہ موجب مسرت ہے۔ لہٰذا متصلاً دوسرے دن یعنی جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے عید و اکرام و عبادت کا دن مقرر فرمایا۔ کسی کام کی تکمیل کے بعد ہی عید و مسرت ہوتی ہے مثل عید الفطر کہ فریضۂ صیام جیسی اہم عبادت کی تکمیل اور اس سے فراغت پر متصل یکم شوال کو عید منائی جاتی ہے۔

وجہ نہم: جمعہ کے دن آدم علیہ السلام جنت میں داخل کیے گئے تھے اور جمعہ کے دن جنت سے نکالے گئے تھے ان خصوصیات کی وجہ سے عبادت و اکرام کا تمام ایام کی بہ نسبت جمعہ ہی زیادہ مستحق ہے جنت سے خروج اور دنیا میں آنا بھی بڑا انعام ہے کیونکہ جنت سے خروج کے بعد زمین پر آنے سے ہی آدم علیہ السلام کو وہ عظیم منصب خلافت حاصل ہوا جس کی تکمیل کے لیے انھیں پیدا کیا گیا تھا۔ نیز جنت سے خروج ہی انبیاء علیہم السلام کے وجود کا سبب ہے۔ قال بعض العلماء وفضیلۃ الاخراج من الجنۃ لکونہ سببا لوجود الانبیاء والاولیاء وتضمنہ حکماً وبرکات لاتعد ولاتحصی وکذا موت آدم

علیہ السلام المذکور فی الحدیث الآخر لکونہ سبباً لوصولہ الی جوار رحمۃ اللہ رب العالمین ولذلک ذکرہ الخلیل بقولہ والذی یمیتنی ثم یحیین وورد ان الموت تحفۃ المؤمن اھ۔

وجہ دہم جمعہ کے دن قیامت برپا ہوگی۔ لہذا قیامت کے یاد رکھنے اور اذکار و عبادت سے اس کے لیے تیاری کرنے کے لیے یوم جمعہ ہی زیادہ مناسب ہے۔ اخرج الترمذی باسنادہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق اٰدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اخرج منھا ولا تقوم الساعۃ الا فی یوم الجمعۃ۔ ترمذی ج۱ ص۹۰

وجہ یازدہم جمعہ سے قبل چھے ایام کے لیے جمعہ وتر یعنی طاق ہے وان اللہ وتر یحب الوتر۔ قال العلامۃ السہیلی فی الروض الانف ج۱ ص۲۷۱ ان اللہ تعالی لما بدأ فیہ خلق ابینا اٰدم علیہ السلام و جعل فیہ بدأ ھذا الجنس وھو البشر وجعل فیہ ایضاً فناءھم وانقضاءھم اذ فیہ تقوم الساعۃ تجب ان یکون یوم ذکر و عبادۃ لانہ تذکرۃ بالمبدأ و تذکرۃ بالمعاد وانظر الی قولہ تعالی فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع۔ وخص البیع لانہ یوم یذکر بالیوم الذی لا بیع فیہ ولا خلۃ مع انہ وتر للایام التی قبلہ فی الاصح من القول واللہ یحب الوتر لانہ من اسمائہ ولذلک کان یقرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ السجدۃ فی صبح یوم الجمعۃ کما رواہ مسلم عن ابن عباس لما فیہ من ذکر الستۃ الایام واتباعھا بذکر خلق اٰدم من طین وذلک فی یوم الجمعۃ تنبیھاً منہ علیہ السلام علی الحکمۃ وتذکرۃ للقلوب بھذہ الموعظۃ انتہی بحذف۔

فائدہ۔ جاہلیت میں جمعہ کا نام عروبہ اور سنیچر کا نام شیار۔ اتوار کا اول۔ سوموار کا اہون منگل کا جبار۔ بدھ کا دبار۔ خمیس کا مونس تھا اور سُریانی میں اتوار کا ابوجاد۔ سوموار کا ہوز۔ منگل کا حطی۔ بدھ کا کلمن۔ خمیس کا سعفص۔ جمعہ کا قرشت تھا۔

مندرجہ ذیل جدول سے ہفتہ کے ایام کے فارسی۔ ہندی۔ عربی وغیرہ نام معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

رائج الوقت	اتوار	سوموار۔ پیر	منگل	بدھ	خمیس۔ جمعرات	جمعہ	سنیچر
فارسی	یک شنبہ	دو شنبہ	سہ شنبہ	چہار شنبہ	پنج شنبہ	آدینہ۔ جمعہ	شنبہ
اسلامی عربی	یوم الاحد	الاثنین	الثلثاء	الاربعاء	الخمیس	الجمعۃ	السبت
قدیم عربی	اوّل	اھون	جبار	دبار	مونس	عروبہ	شیار
ہندی	آدت بار	سوم بار	منگل بار	بُدھ بار	بدھسپت بار	شکر بار	شنیشچر بار
سریانی	ابوجاد	ھوز	حطی	کلمن	سعفص	قرشت	-

فصل

اس فصل میں ہم ان فرقوں کے مختصر احوال ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا بیان تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل میں موجود ہے یا ان کی تردید کی طرف واضح اشارے کیے گئے ہیں۔ احوالِ فرق وطوائف میں اس بندۂ عاجز نے مستقل کتاب تالیف کی ہے۔ جس کا نام ہے المطالب المبرورۃ فی معرفۃ الفرق المشہورۃ۔ یہاں پر اس کے بعض ابواب کی تلخیص ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ تلخیص یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

الکرّامیہ ۔ آیت ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الآخر وماھم بمؤمنین کی تفسیر کے آخر میں اس کا ذکر ہے۔ کرامیہ ایک مبتدعہ ضالہ فرقہ ہے۔ یہ فرقہ مشبہہ ومجسمہ ہے۔ محمد بن کرّام کے متبعین کو کرامیہ کہتے ہیں۔ وہ سجستان کا باشندہ تھا۔ ابتداء میں بظاہر زاہد وعابد تھا۔ پھر زمانۂ ولایت محمد بن طاہر بن عبد اللہ میں نیسابور چلا گیا۔ وہاں کے بعض دیہاتی اس کی ظاہری صلاح کے معتقد ہو گئے۔ اس نے موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی بدعات وخبائث کی طرف لوگوں کو دعوت دینی شروع کی وہ تجسیم معبود کا قائل تھا۔ محمد بن کرام کا سنہ وفات ۲۵۵ھ ہے۔ کرام بفتح کاف وتشدید راء ہے۔ انظر اللباب ج ۳ ص ۳۲ ولسان المیزان ج ۵ ص ۳۵۳۔

کرامیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ محلّ حوادث ہے۔ ان کے نزدیک قدیم محل حوادث ہو سکتا ہے خلافاً لجمہور اہل الکلام والمحدّثین۔ اکثر کرامیہ کہتے ہیں کہ یہ عالمِ اجسام معدوم نہیں ہوگا اس کا عدم محال ہے اور یہ دہریہ وفلاسفہ کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ فلک وکواکب عنصرِ خامس ہونے کی وجہ سے قابل فساد وفناء نہیں ہیں۔ کان الناس یتعجبون من قول المعتزلۃ ان اللہ تعالی یقدر علی إفناء الأجسام کلھا دفعۃً واحدۃً ولا یقدر علی إفناء بعضھا مع بقاء بعضٍ منھا وزال ھذا التعجب بقول بعض الکرامیۃ انہ تعالی لا یقدر علی إعدام جسمٍ بحالٍ والعجب ان ابن کرام وصف اللہ تعالی بالثقل وقال فی قولہ تعالی اذا السماء انفطرت۔ انھا انفطرت من ثقل الرحمان علیھا وقال لا یجوز فی حکمۃ اللہ اخترامُ الطفلِ الذی یعلم اللہ انّہ إن أبقاہ الی زمانِ بلوغہٖ اٰمن ولا اخترامُ الکافر الذی لو أبقاہ الی مدّۃٍ اٰمن ویلزمھم ان اللہ انما اخترم ابراھیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل بلوغہ لانّہ

علم انہ لو ابقاہ لم یؤمن وفی ھذا قدح فی قولہ علیہ السلام لو عاش لکان نبیا وقدح فی کل من مات من ذراری الانبیاء علیہم السلام طفلا۔ کذا ذکر عبد القاہر البغدادی۔

کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے قال عبد القاہر فی کتاب الفرق ص۲۲۳ و زعموا ای الکرامیۃ ان المقر بالشھادتین مؤمن حقا وان اعتقد الکفر بالرسالۃ وان المنافقین الذین انزل اللہ تعالی فی تکفیرھم ایات کثیرۃ کانوا مؤمنین حقا وان ایمانھم کایمان الانبیاء والملائکۃ اھ

وقال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص۱۳۳ وقالوا ای الکرامیۃ الایمان ھو الاقرار باللسان فقط دون التصدیق بالقلب ودون سائر الاعمال وفرقوا بین تسمیۃ المؤمن مؤمنا فیما یرجع الی احکام الظاھر والتکلیف وفیما یرجع الی احکام الاخرۃ والجزاء فالمنافق عندھم مؤمن فی الدنیا علی الحقیقۃ مستحق للعقاب الابدی فی الاخرۃ وراوا تصویب معاویۃ رضی اللہ عنہ فیما استبد من الاحکام الشرعیۃ قتالا علی طلب عثمان رضی اللہ عنہ واستقلالا ببیت المال ومذھبھم اتھام علی رضی اللہ عنہ فی الصبر علی ما جری مع عثمان رضی اللہ عنہ والسکوت عنہ اھ۔

بہر حال کرامیہ کے خرافات وعجائبات بے شمار ہیں۔ ابن کرام کہتا ہے نمازِ مسافر میں کہ مسافر کے لیے صرف دو تکبیریں بغیر رکوع وسجود وبغیر قیام وقعود وبغیر تشہد وسلام کافی ہیں۔ اس کے نزدیک نماز کے لیے طہارت من الاحداث کافی ہے اور طہارت من الانجاس لازم نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے نزدیک ثوبِ نجس میں ارضِ نجس پر بدنِ نجس سے نماز جائز وصحیح ہے۔

کرامیہ اللہ تعالیٰ کو اوصافِ جسمیہ سے متصف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہیں اور ذاتاً جہت فوق سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وہ جوہر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش کے بالائی حصہ سے مُماس وپیوست ہیں۔ ان میں سے بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے عرش کو بھر دیا ہے اور بعض کی رائے میں اللہ تعالیٰ عرش کے بعض حصوں پر متمکن ہیں اور عرش کے بعض حصے خالی پڑے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر انتقال و نزولِ مکانی جائز قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو اللہ تعالیٰ پر لفظ جسم کا بھی اطلاق کرتے ہیں اور بعض اس کا اطلاق نہیں کرتے یا تاویل کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چھے جہات سے متناہی یعنی ذو نہایہ ہیں اور عند بعضھم صرف جہت تحت میں بسبب استقرار علی العرش متناہی ہیں اور باقی جہات خمسہ میں لامتناہی ہیں۔ ھذا واللہ اعلم۔

الصابئۃ قرآن شریف میں اس کا ذکر موجود ہے۔ صابئہ کواکب پرست فرقہ ہے۔ صابئہ بنی آدم میں قدیم ترکافر فرقہ ہے۔ اس فرقہ کے بانی کا نام بوداسف تھا۔ بوداسف بادشاہ طہمورث بن نوبجہان بن ارفخشذ بن اوشہنج کی حکومت میں ظاہر ہوا تھا۔ طہمورث سابور شہر میں رہتا تھا اور اسی علاقہ کے

اس کی حکومت تھی۔ بلاد واسط وبصرہ وعراق میں بوداسف کی تبلیغ سے بہت سے ضعیف الاعتقاد لوگ متاثر ہوکر صابی بن گئے۔ قدیم اقوام یعنی حرانی وکیماری میں سے بہت لوگ عقیدۂ صابئیت اختیار کرنے لگے۔ مدت کے بعد ان میں کئی فرقے بن گئے اور ستاروں کے بارے میں نئے نئے گمراہ عقیدے تراشنے لگے۔ صابی فرقہ والے سیارات وثوابت ستاروں کی شکلیں اور ہیکل بناکر اپنے عبادت خانوں میں رکھتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۲۲۲ میں لکھتے ہیں ثم ملك من ملوك فارس طهمورث بن نوبجهان وكان ينزل سابور وظهر في سنة من ملكه رجل يقال له بوداسف أحدث مذاهب الصابئة وقال بوداسف ان معالى الشرف الكامل والصلاح الشامل ومعدن الحياة فى هذا السقف المرفوع وان الكواكب هى المدبّرات والواردات والصادرات وهى التى بمرورها فى افلاكها وقطعها مسافاتها واتصالها بنقطة وانفصالها عن نقطة يتمّ ما يكون فى العالم من الأثار من امتداد الاعمار وقصرها وترك البسائط وانبساط المركّبات وتتميم الصور وظهور المياه وغيضها وفى النجوم السيارة فى افلاكها التدبير الاكبر وغير ذلك مما يخرج وصفه عن حدّ الاختصار والايجاز واحتذى به جماعة من ذوى الضعف فى الأراء فيقال ان هذا الرجل اوّل من اظهر اٰراء الصابئة من الحرانيّين والكيماريّين وهذا النوع من الصابئة مباينون للحرانيّين فى نحلتهم وديارهم بين بلاد واسط والبصرة من ارض العراق نحو البطائح والأجام اھ بعض علماء کا قول ہے کہ صابئہ فرقہ منسوب ہے صابی بن لمک بن اخنوخ کی طرف وقيل من ولد صابى بن لامك واخنوخ هو ادريس عليه السلام وادريس عليه السلام عند المحققين ليس بجدّ لنوح عليه السلام ولا فى عمود نسبه وقيل ان صابئ بن لامك (لمك) اخ لنوح عليه السلام وقيل ان صابى هو متوشلخ جدّ نوح عليه السلام كذا فى اللقطة ص ۲۹ فرقہ صابئہ روحانیین وانوار کو وسائط تقرب بناتے ہیں پھر جب اشیاء منیرہ وروحانیہ کی ذوات تک رسائی مشکل نظر آئی کہ انسان زمین پر ہے اور وہ ذوات آسمان پر ہیں تو انھوں نے اشیاء منیرہ یعنی کواکب وغیرہ کی صورتیں بنائیں اور ان کی پرستش شروع کردی۔ ان میں سے بعض نے سیّارات کی اور بعض نے ثوابت کی صورتیں (ہیاکل) اپنے عبادت خانوں میں رکھیں اور ان میں سے بعض نے بتوں کی پرستش شروع کی۔

بہرحال یہ فرقہ نہایت مبہم ونامعلوم فرقہ ہے۔ قال الامام ابو حنيفة رحمه الله انهم ليسوا بعبدة الاصنام وانما يعظمون النجوم كما تعظم الكعبة۔ قال الألوسى مدار مذاهب الصابئة على التعصّب للروحانيين واتخاذهم وسائط ولما لم يتيسر لهم التقرب اليها باعيانها والتلقى منها بذواتها فزعت جماعة منهم الى هياكلها فصابئة الروم مفزعها السيارات وصابئة الهند مفزعها الثوابت وجماعة نزلوا عن الهياكل الى الاشخاص التى لا تبصر ولا تغنى فالفرقة الاولى هم عبدة الكواكب والثانية هم عبدة

الاصنام وكل من هاتين الفرقتين اصناف شتّٰى مختلفون فى الاعتقادات والتعبدات وقيل هم قوم موحّدون يعتقدون تاثير النجوم ويقرّون ببعض الانبياء كيحيٰى عليه السلام وقيل انهم يقرون بالله تعالىٰ يقرءون الزبور ويعبدون الملائكة ويصلون الى الكعبة وقيل الى مَهبِّ الجنوب وقد اخذوا من كل دين شيئًا وفى جواز مناكحتهم واكل ذبائحهم كلام للفقهاء يطلب فى محله ۔ ولفظ الصابئة قيل غير عربى وقيل عربى من صبأ بالهمز اذا خرج او من صبا معتلًا بمعنى مال لخروجهم عن الدين الحق وميلهم الى الباطل اھ۔

ابن القیم رحمہ اللہ کتاب تلبیس ابلیس ص ۷۴ پر لکھتے ہیں اصل هذه الكلمة اعنى الصابئين من قولهم صبأت اذا خرجت من شئ الى شئ وصبأت النجوم اذا ظهرت وصبأ به اذا خرج والصابئون الخارجون من دين الى دين وللعلماء فى مذاهبهم عشرة اقوال ثم ذكر تلك الاقوال ان شئت فراجعه ۔ ثم قال فاما المتكلمون فقالوا مذهب الصابئين مختلف فيه فمنهم من يقول ان هناك هيولى كان لم يزل و لم يزل يصنع العالم من ذلك الهيولى وقال اكثرهم العالم ليس بمحدث وسموا الكواكب ملائكة وسماها قوم منهم آلهة وعبدوها وبنوا لها بيوت عبادات وهم يدّعون ان بيت الله الحرام واحد منها وهو بيت زحل ولهم تعبدات فى شرائع منها انهم زعموا ان عليهم ثلاث صلوات فى كل يوم اولاها ثمان ركعات ثلاث سجدات فى كل ركعة وانقضاء وقتها عند طلوع الشمس والثانية خمس ركعات والثالثة كذلك عليهم صيام شهر اوله الثمان ليال يمضين من اذار وسبعة ايام اولها التسع يبقين من كانون الاول وسبعة ايام اولها الثمان ليال يمضين من شباط ويختمون صيامهم بالصدقة والذبائح وحرّموا لحم الجزور اھ هذا والله اعلم۔

الحَشْوِيَة ۔ قصہ تخلیق آدم علیہ السلام کے آخر میں اور آیت یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمتُ علیکم کی شرح سے پہلے مذکور ہے ۔ حشویہ بسکونِ شین بھی صحیح ہے اور بفتح شین بھی ۔ یہ مسلمانوں میں ایک گمراہ فرقہ ہے ۔ یہ قدیم فرقوں میں سے ہے ۔ یہ فرقہ نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہوئے تجسیم وغیرہ عقائد باطلہ رکھتا ہے ۔

تسمیہ بحشویہ میں متعدد اقوال ہیں ۔ قول اول ۔ قيل سُمّوا بذلك لان منهم المجسّمة اوهم المجسمة و الجسم حشو اى زائد بالنسبة الى الروح والروح اصل والحشو هو الشئ الزائد ۔ بنا بر ایں حشویہ بسکونِ شین منسوب ہے حشو کو ۔

قول ثانی ۔ یہ منسوب ہے حشا کی طرف وحشا الحلقة طرفها وناحيتها لہذا حشویہ بفتح شین پڑھا جائے گا ۔ قال العلامة السبكى فى شرح اصول ابن الحاجب الحشوية طائفة ضلّوا عن سواء السبيل وعميت

ابصارہم یجرون آیات اللہ علی ظاہرھا ویعتقدون انہ المراد سموا بذلک لانہم کانوا فی حلقۃ الحسن البصری رحمہ اللہ فوجدہم یتکلمون کلاماً فقال ردوا ہؤلاء الی حشا الحلقۃ فنسبوا الی حشا اھ۔

وقیل طائفۃ یجوزون ان یخاطب اللہ بالمہمل ویطلقونہ علی الدین قالوا الدین یتلقی من الکتاب و السنۃ۔ کذا قال الشہاب۔

حشویہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ نبوت مل جانے کے بعد بھی انبیاء علیہم السلام سے صدورِ کبائر ہوسکتا ہے۔ حشویہ کا یہ عقیدہ جمہور امت کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے بعد النبوت کبائر کا صدور ممتنع ہے۔ حشویہ اپنے دعوے پر متعدد دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل آدم علیہ السلام کا قصہ اکل شجرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صریح نہی کے بعد اکل شجرہ گناہ کبیرہ ہے۔

حشویہ کی اس دلیل کے مفسرین ومحدثین نے متعدد جوابات دیے ہیں۔ اولاً یہ نہی للتنزیہ ہے ثانیاً یہ محمول ہے نسیان پر۔ آدم علیہ السلام نے بقصدِ مخالفت اکل شجرہ نہیں کیا کما قال اللہ فنسی ولم نجد لہ عزماً۔ لیکن چونکہ انبیاء کا مقام بہت بلند ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے نسیان پر بھی عتاب فرمایا۔

قال الامام السبکی وقیل المراد بالحشویۃ طائفۃ لا یرون البحث فی آیات الصفات التی یتعذر اجراؤھا علی ظاہرھا بل یؤمنون بما ارادہ اللہ مع جزمہم بان الظاہر غیر مراد ویفوضون التاویل الی اللہ وعلی ھذا فاطلاق الحشویۃ علیہم غیر مستحسن لانہ مذہب السلف انتھیٰ۔ بہرحال یہاں پر حشویہ سے یہ آخری فرقہ مراد نہیں ہے کیونکہ صفات اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ تمام سلف کا ہے بلکہ مراد فرقہ باطلہ من المجسمہ ہے۔ ہذا واللہ اعلم۔

الظاہریّۃ۔ آیت فمن کان منکم مریضاً او علی سفرٍ الخ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ظاہریہ سے اتباعِ داؤد ظاہری مراد ہیں۔ انھیں ظاہریہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عموماً احادیث ونصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہیں اور قیاس کے منکر ہیں اور باقی چاروں ائمہ مذاہب اربعہ قیاس کے قائل ہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ مذاہب فروعیہ پانچ ہیں۔ مذہب امام ابوحنیفہ ومذہب امام مالک ومذہب امام شافعی ومذہب امام احمد ومذہب داؤد ظاہری رحمہم اللہ واعلی اللہ درجاتہم فی الجنۃ۔ داؤدؒ امام اہل ظاہر ہیں۔ ابن حزم صاحب محلّی وعلامہ شوکانی اسی فرقہ ظاہریہ سے متعلق ہیں۔

ان پانچوں مذاہب میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کرنا یا استہزاء و طعن وتشنیع کرنا حرام وناجائز ہے۔ یہ پانچوں مذاہب اور پانچوں کے امام واجب الاحترام ہیں۔

کیونکہ یہ پانچوں مجتہدین ائمہ ہدیٰ و متبع سنت ہیں اور ہر ایک کا مقصد اتباع سنت و اتباع کتاب اللہ ہے اور پانچوں کے مذاہب قرآن و حدیث سے مأخوذ ہیں اور پانچوں ائمہ ورع و تقویٰ کے مقام عالی پر فائز تھے اور ہر امام کے بے شمار معتقدین و اتباع ہیں۔

ہم یہاں پر داؤد ظاہری کا ترجمہ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں ھو ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی المعروف بالظاہریؒ کان زاھدًا متقللًا کثیر الورع اخذ العلم عن اسحاق بن راھویہ وابی ثور وغیرھما وکان صاحب مذھب مستقل وتبعہ جمع کثیر یعرفون بالظاھریۃ وانتھت الیہ ریاسۃ العلم ببغداد کذا ذکرہ ابن خلکان فی وفیات الاعیان ج۲ ص۲۵۵۔

خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ داؤدؒ نے سماع حدیث کیا ہے سلیمان بن حرب وعمرو بن مرزوق ومسددؒ رحمہم اللہ سے۔ اور نیسابور کی طرف سفر کر کے امام اسحاق بن راہویہ سے مسند وتفسیر کا سماع کیا پھر بغداد میں آکر یہیں مقیم ہوئے قال وصنف کتبہ ببغداد وھو امام اصحاب الظاھر وکان ورعًا ناسکًا زاھدًا وفی کتبہ حدیث کثیر الا ان الروایۃ عنہ عزیزۃ جدًا۔ داؤد ظاہری سے روایت کرتے ہیں آپ کے فرزند یعنی محمد بن داؤد و زکریا بن یحییٰ و یوسف بن یعقوب وغیرہ رحمہم اللہ۔

داؤد ظاہری نہایت ہی جری کثیر العبادت اور کثیر العلم تھے۔ ابو عمرو فرماتے ہیں سمعت داؤد بن علی یردّ علی اسحاق بن راھویہ ومارأیتُ احدًا قبلہ ولا بعدہ یردّ علی اسحاق ھیبۃً لہ۔ ابوالعباس ثعلب نحوی سے کسی نے داؤد ظاہری کے بارے میں سوال کیا فقال کان عقلہ اکثر من علمہ حسین بن اسمٰعیل کہتے ہیں رأیت داؤد بن علیؒ یصلی فما رأیتُ مسلمًا یشبھہ فی حسن تواضعہ داؤد ظاہریؒ فرمایا کرتے تھے خیر الکلام مادخل الاُذن بغیر اذن واحسن الشعر مادخل القلب بلا اذن ابوبکر محمد بن داؤد ظاہریؒ کہتے ہیں سمعتُ ابی وقال لہ رجل یا ابا سلیمان فعلت کذا وکذا اشکر اللہ لک قال بل غفر اللہ لی۔

خطیب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں وھو اول من اظھر انتحال الظاھر ونفی القیاس فی الاحکام قولًا واضطرّ الیہ فعلًا فسماہ دلیلًا کذا فی تاریخ بغداد ج۸ ص۳۷۴۔

داؤد ظاہری کا حلقۂ درس وعلم بغداد میں بڑا مشہور و مقبول تھا اور بڑے بڑے امراء وفضلاء وعلماء ان کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے قیل انہ کان یحضر مجلسہ اربعمائۃ صاحب طیلسان اخضر۔

داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ ایک دن میری مجلس میں ابو یعقوب شریطی بصریؒ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے آئے فتصدّر الشریطی لنفسہ من غیر ان یرفعہ احد وجلس الی جانبی وقال لی سل یا فتی عمّا بدا لک فکأنی غضبتُ منہ فقلت لہ مستھزءًا اسألک عن الحجامۃ فبرک ابو یعقوب ثم روی طرق حدیث افطر الحاجم والمحجوم ومن ارسلہ ومن اسندہ ومن وقفہ ومن ذھب الیہ من الفقہاء

وروی اختلاف طریق احتجام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واعطاء الحجام اجرۃ ولو کان حراماً لم یعطہ ثم روی طرق ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم بقرن وذکر احادیث صحیحۃ فی الحجامۃ ثم ذکر الاحادیث المتوسطۃ مثل ما مررت بملإ من الملائکۃ ومثل شفاء امتی فی ثلاث وما اشبہ ذلک وذکر الاحادیث الضعیفۃ مثل قولہ علیہ السلام لا تحتجموا یوم کذا ولا ساعۃ کذا ثم ذکر ما ذھب الیہ اھل الطب من الحجامۃ فی کل زمان وما ذکروہ فیہا ثم ختم کلامہ بان قال واوّل ما خرجت الحجامۃ من اصبھان۔ قال داؤد فقلت لہ واللہ لا احقرت بعدك احداً ابداً۔

داؤد ظاہری کے ترجمہ کے لیے دیکھیے طبقات شیرازی، ص ۲۶۔ الفہرست ص ۲۱۶۔ الجواہر المضیئۃ ج ۲ ص ۱۴۹۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۵۷۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۲۱۔ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۵ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۸۴۔ انساب السمعانی ص ۱۳۷۷۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۶۹۔ ذکر اخبار اصبہان ج ۱ ص ۳۱۲۔ شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۵۸۔

سبکیؒ لکھتے ہیں وکان من المتعصّبین للشافعیؒ صنّف کتابین فی فضائلہ وقال ابو اسحاق انتھت الیہ ریاسۃ العلم ببغداد واصلہ من اصفھان ومولدہ بالکوفۃ ومنشأہ ببغداد وقبرہ بھا۔ قال داؤد دخلت علی اسحاق بن راھویہ وھو یحتجم فجلست فرأیت کتاب الشافعی فاخذت انظر فصاح ایش تنظر فقلتُ معاذ اللہ ان نأخذ إلّا من وجدنا متاعنا عندہ۔ فجعل یضحك ویتبسّم قال السبکی فی طبقاتہ کان داؤد احد ائمۃ المسلمین وھداتھم موصوفاً بالدین المتین۔

داؤد ظاہریؒ بڑے قانع تھے اور باوجود حاجت وفقر کے کسی کے ہدایا قبول نہیں کرتے تھے۔ ان کی قناعت واستغناء کا ایک قصہ سنیے۔ قاضی ابو عبد اللہ محاملی کہتے ہیں کہ بغداد میں ایک بار عید کی نماز کے بعد میں داؤد ظاہری سے ملنے کے لیے انکے گھر پہنچا فدخلتُ علیہ مُھنّئاً بالعید واذا بین یدیہ طبق فیہ اوراق ھندبا وعصارۃ فیھا نخالۃ وھو یأکل فھنأتہ وتعجبت من حالہ ای فقرہ وخلو یدہ ورأیتُ ان جمیع ما نحن فیہ من الدنیا لیس بشیٔ فخرجتُ من عندہ ودخلتُ علی رجل یعرف بالجرجانی من محبی الصنیعۃ فلما علم بمجیئی خرج الیّ حاسر الرأس حافی القدمین وقال لی ما عنی القاضی ایّدہ اللہ؟ قلتُ مُھمّ قال وما ھو؟ قلتُ فی جوارك داؤد بن علی ومکانہ من العلم ما تعلمہ وانت فکثیر البرّ والرغبۃ فی الخیر تغفل عنہ وحدّثتہ ما رأیت منہ فقال لی ان داؤد شرِسُ الخُلقِ اُعلِمُ القاضی انی وجّھتُ الیہ البارحۃ الف درھم مع غلامی لیستعین بھا فی بعض اُمورہ فردّھا مع الغلام وقال للغلام قل لہ بایّ عین رأیتنی وما الذی بلغك من حاجتی وخلّتی حتی وجّھت الیّ بھذا۔ قال فتعجّبتُ من ذلك وقلتُ لہ ھات الدراھم فانی اَحملھا الیہ فدفعھا الیّ ثم قال یا غلام

الکیس الآخر فجاء بکیس فوزن الفاً اُخری وقال تلك لنا وهذه لموضع القاضی وعنایته قال فخرجتُ وجئتُ الیه فقرعت الباب فخرج داؤد وکلمنی من وراء الباب وقال ما ردّ القاضی قلتُ حاجة اکلمك فیها فدخلت وجلست ساعة ثم اخرجت الدراهم وجعلتها بین یدیه فقال داؤد هذا جزاء من ائتمنك علی سِرّہ انا بامانة العلم ادخلتك الیّ ارجع فلا حاجة فیما معك قال المحاملی فرجعت وقد صغرت الدنیا فی عینی ودخلت علی الجرجانی فاخبرته بما کان فقال اَمّا انا فقد اَخرجتُ هذه الدراهم لله تعالی لا ارجع فی شئ منها فلیتولّ القاضی إخراجها فی اهل الستر والعفاف علی ما یراه القاضی ۔

داؤد ظاہری کا کلام کتاب اللہ کے مخلوق وغیر مخلوق ہونے کے بارے میں کچھ مبہم سا ہے چنانچہ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے ملنے سے انکار فرما دیا تھا ۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں وقد کان داؤد اراد الدخول علی الامام احمدؒ فمنعه وقال کتبَ الیّ محمدُ بن یحیی الذهلی النیسابوری فی امرہ وانه زعم انّ القرآن مُحدَث فلا یقربنی فقال لاحمدؒ ابنه صالح بن احمد یا ابت انه ینتفی من هذا وینکرہ فقال احمد محمد بن یحیی اصدق منه لا تأذن له فی المصیر الیّ ۔ وحکی اَنّ اسحاق بن راهویه لما سمع کلام داؤد بن علی فی بیته وثب وضربه وانکر علیه وکان داؤد یقول القرآن محدث ولفظی بالقرآن مخلوق ۔ کذا فی المیزان ج ۱ ص ۳۲۲ *خطیبؒ اپنی تاریخ میں بعض علماء سے یہ نقل کرتے ہیں ۔*

سئل داؤد عن القرآن فقال اما الذی فی اللوح المحفوظ فغیر مخلوق واما الذی هو بین الناس فمخلوق ۔ وسُئل مرةً عن القرآن فقال القرآن الذی قال الله تعالی لا یمسه الا المطهرون وقال فی کتاب مکنون غیر مخلوق واما الذی بین اظهرنا یمسّه الحائض والجنب فهو مخلوق ۔

قال القاضی ابن کامل هذا مذهب یذهب الیه الناشئ المتکلم وهو کفر بالله صحّ الخبر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه نهی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدوّ مخافة ان ینا له العدوّ فجعل النبی صلی الله علیه وسلم ما کُتب فی المصاحف والصحف والالواح وغیرها قرآناً والقرآن علی ایّ وجه قرئ وتلی فهو واحد غیر مخلوق کذا فی تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۷۴

محمد بن عبدہ کہتے ہیں دخلت الی داؤد فغضب علیّ احمد بن حنبلؒ فدخلت علی احمد فلم یکلمنی فقال له رجل یا ابا عبد الله انه ردّ علیه مسألةً قال وما هی قال قال الخنثاء اذا مات من یغسله؟ فقال داؤد یغسله الخدم فقال محمد بن عبدة الخدم رجال ولکن یُیمّم فتبسم احمد وقال اصاب اصاب ما اجودہ ما اجابه ۔

قال تاج الدین السبکی بعد ذکر هذه المسألة قلت لیس فی جواب داؤد فی مسألة الخنثاء ما هو

بالغ فی النکرۃ وفی مذهبنا وجه انه یتیمم ووجه اٰخر انه یشتری من ترکته جاریة لتغسله والصحیح انه یغسله الرجال والنساء جمیعا للضرورۃ واستصحابًا للحکم الصغر فقول داؤد یغسله الخادم لیس ببعید فی القیاس ان یذهب الیه ذاهب ولا واصل الی ان یجعل مما یضحک منه وقد کان داؤد موصوفًا بالدین المتین ۔ داؤد ظاہری کا سال ولادت ۲۰۰ھ وقیل ۲۰۲ھ اور سال وفات ماہ رمضان ۲۷۰ھ ہے ۔ قال ابنه محمد بن داؤد رأیتُ ابی فی المنام فقلتُ ما فعل بك قال غفر لی وسامحنی قلتُ غفر لك فممّ سامحك ؟ قال یا بنیّ الامر عظیم والویل کل الویل لمن لم یسامح ۔

فائدہ ۔ علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ داؤد ظاہری اور ان کے اتباع احکام فقہ وفروع شریعت میں معتد بہ ہیں یا کہ نہیں ۔ علامہ تاج الدین سبکی نے اس بارے میں تین اقوال ذکر کیے ہیں ۔

قول اول ۔ داؤد کا قول معتبر ہے مطلقاً واختارہ ابو منصور البغدادی وقال ابن الصلاح انه الذی استقر علیه الامر اٰخرًا ۔

قول ثانی ۔ وہ غیر معتبر ہے مطلقا عند الاستاذ ابی اسحٰق الاسفراینی ونقله عن الجمهور حیث قال قال الجمهور انهم یعنی نفاۃ القیاس لا یبلغون رتبة الاجتهاد ولا یجوز تقلیدهم القضاء ۔ وقال امام الحرمین والمحققون من علماء الشریعة لا یقیمون لاهل الظاهر وزنًا ۔ وقال القاضی ابوبکر انی لا اعدّهم من علماء الامة ولا ابالی بخلافهم ولا وفاقهم ۔ وقال ان اصحاب الظاهر لیسوا من علماء الشریعة وانما هم نقلة ان ظهرت الثقة ۔

قول ثالث ۔ قولهم معتبر الا فیما خالف القیاس الجلی وقال الشیخ السبکی والد تاج الدین السبکی ان داؤد لا ینکر القیاس الجلی وان نقل انکارہ عنه ناقلون وانما ینکر الخفی فقط قال ومنکر القیاس جلیّه وخفیّه طائفة من اصحابه زعیمهم ابن حزم ۔ لکن ظاهر کلام داؤد انکارہ جملة قال داؤد فی رسالة الاصول والحکم بالقیاس لا یجب والقول بالاستحسان لا یجوز ثم قال ولا یجوز ان یحرّم النبی صلی الله علیه وسلم فیحرّم محرّم غیر ما حرّم لانه یشبهه الا ان یوقفنا النبی صلی الله علیه وسلم علی علة من اجلها وقع التحریم مثل ان یقول حُرّمت الحنطة بالحنطة لانها مکیلة واغسل هذا الثوب لانّ فیه دمًا او اقتل هذا انه اسود یُعلم بهذا ان الذی اوجب الحکم من اجله هو ما وقف علیه ومالم یکن ذلك فالبعید واقع بظاهر التوقیف وما جاوز ذلك فمسکوت عنه داخل فی باب ما عفی عنه انتهی ۔

فالحق عندنا الاعتبار بقول داؤد خلافًا ووفاقا کما قال السبکی نعم للظاهریّة مسائل لا یعتدّ بخلاف داؤد فیها لا من حیث ان داؤد غیر اهل للنظر بل لخرقه فیها اجماعًا تقدّمه وعذرہ انه لم یبلغه الدلیل وذلك کقوله فی التغوط فی الماء الراکد وقوله لا ربا الا فی الستّة المنصوص علیها و

غیر ذٰلك من مسائل وجّهت سهام الملام الیهم۔ هذا والله اعلم بالصواب وعلمہ اتم۔

الخوارج۔ الذین یؤمنون بالغیب کی شرح میں مذکور ہیں۔ خوارج اسلام میں اوّلین فرقہ فاسقہ ومبتدعہ ہے۔ یہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ صفین میں پیدا ہوا۔

اس فرقہ کے کئی نام ہیں۔ مثلاً حروریّہ و شُراۃ و نواصب ومارقہ وغیرہ۔ خوارج جمع ہے خارج کی۔ چونکہ وہ امام حق کی طاعت سے نکل کر نافرمانی کرنے لگے اسی وجہ سے انھیں خارج وخوارج کہتے ہیں۔ قال الشهرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۴ کل من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعۃ علیه یسمی خارجیًا سواء کان الخروج فی ایام الصحابۃ اوکان بعدهم اه بخلاصتہ نواصب جمع ناصب یا ناصبی ہے۔ وهو الغالی فی بغض علیّ رضی اللہ عنہ۔ اور حروریہ نسبت ہے قریۂ حروراء کی طرف۔ جس میں یہ خوارج جمع ہوئے تھے۔ حروراء کوفہ کے قریب ایک قریہ ہے۔ شُراۃ جمع شارٍ ہے مثل قُضاۃ جمع قاضٍ۔ سُمّوا انفسهم بذٰلك لزعمهم انهم شروا انفسهم من اللہ۔

راجع لتفصیل احوالهم مقالات الامام الاشعری ج ۱ ص ۱۵۶ والتبصیر ص ۲۶ والبدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۳۴ وخطط المقریزی ج ۲ ص ۳۵۳ وکامل المبرد فی عدۃ مواضع۔ والفرق فی الفرق لعبد القاهر البغدادی ص ۷۲۔

خوارج میں بیس فرقے ہیں۔ ان میں بڑے فرقے آٹھ ہیں یعنی محکمہ۔ ازارقہ۔ نجدات۔ بیہسیہ۔ عجاردہ۔ ثعالبہ۔ اباضیہ۔ صفریہ۔

خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے حَکَم کو مقرر کیا اور خوارج کے زعم میں غیر اللہ کو ثالث وحَکَم مقرر کرنا کفر ہے لقولہ تعالیٰ ان الحکم الا للہ۔ خوارج اجتماعی صورت میں اس طرح نعرۂ تحکیم یعنی ان الحکم الا للہ لگاتے تھے جس طرح زمانۂ حال کے مبتدعہ نعرۂ رسالت لگاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من کل ضلالۃ وبدعۃ۔

خوارج کے کل فرقے چند باتوں پر متفق ہیں۔ اوّل اکفار علیؓ وعثمانؓ۔ دوم اکفار حکمین یعنی علی ومعاویہ رضی اللہ عنهما۔ سوم اکفار اصحاب الجمل ومن رضی بالتحکیم۔ چہارم اکفار اصحاب الکبائر من الذنوب پنجم وجوب خروج وبغاوت امام جائر کے خلاف۔ بعض خوارج کہتے ہیں کہ وہ گناہ موجب کفر نہیں ہے جس میں حد یا وعید وارد ہو اور بعض کہتے ہیں کہ صاحب کبیرہ کافر نعمت ہے نہ کہ کافر دین۔ کذا فی مقالات الاسلامیین للاشعری ج ۱ ص ۱۵۶ وکتاب الفرق فی الفرق ص ۷۳۔

صفین سے بطرف کوفہ رجوع کرنے کے بعد خوارج قریۂ حروراء میں جمع ہوئے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ان کا اول امیر عبد اللہ بن الکواء تھا۔ جو بعد میں تائب ہوگیا۔ بعدہ عبد اللہ بن وہب ثم حرقوص بن زہیر

معروف بہ ذوالثدیہ امیر خوارج بنے۔ ذوالثدیہ کی طرف احادیث میں اشارے موجود ہیں۔ مقام نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مابین جنگ ہوئی جس میں ان کے مذکورہ صدر دونوں امیر قتل ہوئے اس کے بعد زمانہ حجاج تک بلکہ اس کے بعد بھی ان کے ساتھ سخت سخت لڑائیاں ہوتی رہیں دفی المقالات وغیرہ ان عبد اللہ بن وهب اول من امّرہ الخوارج علیهم اول ما اعتزلوا بایعوہ لعشر بقین من شوال سنہ ۳۷ھ۔

خوارج اسلام میں عظیم فتنہ تھے۔ ان میں سے عبد الرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ وفی الخوارج قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحقر صلاۃ احدکم فی جنب صلاتہم وصوم احدکم فی جنب صیامہم ولکن لایجاوز ایمانہم تراقیہم وقال علیہ السلام سیخرج من ضئضئ هذا الرجل قوم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیۃ۔ هذا واللہ اعلم۔

المرجئۃ۔ مرجئہ ایک گمراہ فرقہ ہے قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۳ المرجئۃ صنف آخر تکلموا فی الایمان والعمل الا انہم وافقوا الخوارج فی بعض المسائل التی تتعلق بالامامۃ اھ۔

ارجاء کا معنیٰ ہے تاخیر۔ فرقہ مرجئہ چونکہ عمل صالح کو مؤخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نجات کے لیے اور حصول جنت کے لیے عمل صالح کی ضرورت نہیں ہے اس لیے انھیں مرجئہ کہتے ہیں۔ پس جو شخص معرفت اللہ حاصل کرکے تکبر ترک کر دے اور اللہ و رسول سے محبت کرے وہ کامل مومن ہے ان کے نزدیک۔ پس ان کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے۔ ایمان میں تصدیق شرعی و تسلیم ضروری نہیں ہے۔ ان کے نزدیک حصول معرفت ومحبت وخضوع کے بعد کوئی گناہ آخرت میں ضرر نہیں دے گا۔ شیطان ان کی رائے میں صرف استکبار کی وجہ سے کافر ہے۔ وقالوا الایمان لایزید ولا ینقص وقال بعضهم یزید ولا ینقص۔

مرجئہ میں متعدد فرقے ہیں۔ مثلاً یونسیہ وعبیدیہ وغسانیہ وثوبانیہ۔ ان میں بعض کا عقیدہ یہ ہے ان المؤمن لایدخل النار وان عصی۔ اور بعض کا عقیدہ یہ ہے انہ اذا دخل اصحاب الکبائر النار فانہم یخرجون عنها بعد ان یعذبوا بذنوبهم واما التخلید فمحال ولیس بعدل یعنی کفار کا نار میں معذب ہونا دائمی نہیں ہوگا۔ ان میں ایک فرقہ صالحیہ کا عقیدہ یہ ہے ان الایمان هو المعرفۃ باللہ تعالی علی الاطلاق وان الصلاۃ لیست بعبادۃ للہ تعالی وانہ لاعبادۃ لہ الا الایمان بہ وهو معرفتہ۔

شہرستانی لکھتے ہیں ان اول من قال بالارجاء کما قیل الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب۔

ایک مرفوع حدیث ہے وهو ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لُعنتِ المرجئۃ علی لسانِ سبعین نبیًّا قیل ومن المرجئۃ یا رسول اللہ قال الذین یقولون الایمان کلام یعنی الذین

زعموا ان الایمان هو الاقرار وحدہ دون غیرہ ۔

مرجئہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تبصیر ص۵۹، الملل والنحل ج ۱ ص۱۳۹، مقالات الاسلامیین ج ۱ ص۱۹۷، کتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر البغدادی ص۲۰۲ ۔

فائدہ ۔ بعض جہال نے امام الائمہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو بھی مرجئہ میں شمار کیا ہے۔ لیکن یہ کذب محض ہے اور امام اہل سنت والجماعت ابو حنیفہؒ پر اعداء دین کی تہمت ہے۔ یہ تہمت اوّلاً خود مرجئہ غسانیہ کے رئیس غسان کوفی نے لگائی ہے۔ چنانچہ غسان کوفی نے اپنی گمراہی کے اثبات وتائید کے لیے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ بھی ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ غسان کا دھوکہ ہے۔ جیساکہ ہر گمراہ اپنی گمراہی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے بعض بڑے ائمہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ عوام وجہال میں اس طرح وہ اپنی گمراہی پھیلا سکیں حالانکہ وہ ائمہ دین ایسی گمراہیوں سے بَری ہوتے ہیں۔

لہذا امام ابو حنیفہؒ اہل حق کے امام ہیں اور مرجئہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ عبد القاہر بغدادی اسفرائینی متوفی ۴۲۹ھ نے کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۰۳ پر اور محمد بن عبد الکریم شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ نے الملل والنحل ج ۱ ص ۱۴۱ پر ابو حنیفہؒ کی برأت کی تصریح کی ہے اور غسان وغیرہ کی ابو حنیفہؒ پر تہمتِ ارجاء کی سخت تردید کی ہے۔

دراصل وجہ اشتباہ یہ ہے کہ مرجئہ بھی ایمان میں اعمال کو داخل نہیں مانتے اور ابو حنیفہؒ کا مذہب بھی یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ اس لفظی اشتراک کی وجہ سے ابو حنیفہؒ کو مرجئہ کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔ کہاں ابو حنیفہؒ اور کہاں مرجئہ۔ مرجئہ اعمال کو مؤخر کرکے کہتے ہیں ان کی ضرورت نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ آخرت میں معاصی نقصان دہ نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ حصول جنت میں طاعات ونیک اعمال کا کوئی دخل نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ایمان صرف معرفت باللہ کا نام ہے۔ اور یہ تمام باتیں غلط ہیں ابو حنیفہؒ ان سے بَری ہیں۔

ابو حنیفہ جمہور امت کے عقیدہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ تکمیلِ ایمان کے لیے اور حصول نجاتِ اخروی کے لیے اور رفع درجات عنداللہ کے لیے اعمال صالحہ ضروری ہیں اس لیے وہ خود کثیر العبادۃ تھے اور ساری رات عبادت کرتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ معاصی آخرت میں نقصان دہ ہیں اور مؤمن عاصی دوزخ میں جائے گا اگر اللہ تعالی چاہے۔ اور فرماتے ہیں کہ صرف معرفت وعلم باللہ سے کوئی شخص مؤمن نہیں بنتا بلکہ مؤمن کے لیے تصدیق وتسلیم وتصدیق بالرسول ضروری ہے نفسِ معرفت تو بہت سے کفار کو بھی حاصل تھی۔ کما قال اللہ تعالی یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم صرف معرفت سے کوئی شخص مؤمن

نہیں بنتا۔

یہ ہے امام ابوحنیفہؒ کا عقیدہ اور یہی عقیدہ ہے کل متکلمین کا۔ اگر یہ عقیدہ ارجاء ہو تو کل ائمہ و متکلمین مرجئہ ہونگے العیاذ باللہ۔ قال الشہرستانی فی بیان المرجئۃ الغسانیۃ اصحاب غسان الکوفی۔ ومن العجیب ان الغسان کان یحکی عن ابی حنیفۃ مثل مذہبہ ویعدہ من المرجئۃ ولعلہ کذب علیہ لعمری کان یقال لابی حنیفۃ واصحابہ مرجئۃ السنۃ ولعل السبب فیہ انہ لما کان یقول الایمان ہو التصدیق بالقلب وہو لا یزید ولا ینقص ظنوا انہ یؤخر العمل عن الایمان والرجل مع تخریجہ فی العمل کیف یفتی بترک العمل اھ۔

بہر حال یہ صرف تعبیری مشارکت ہے اور اس مشارکت سے مشارکت واتحاد فی العقیدہ لازم نہیں آتا ورنہ پھر تو لازم آئے گا کہ امام شافعیؒ و محدثین وائمہ عظام بھی معتزلہ یا خوارج ہونگے۔ العیاذ باللہ۔ کیونکہ معتزلہ و خوارج بھی ایمان کو تصدیق و اقرار و اعمال سے مرکب مانتے ہیں اور امام شافعیؒ وغیرہ محدثین بھی ایمان کو ان تین سے مرکب مانتے ہیں تو صرف اس تعبیری اشتراک کی وجہ سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ان ائمہ دین کو معتزلہ و خوارج میں شمار کرے کیونکہ یہ صرف تعبیری اشتراک ہے اور مقصود و عقیدہ میں اشتراک نہیں ہے۔ اس لیے کہ معتزلہ و خوارج کے نزدیک مرتکب گناہ ایمان سے خارج ہوتا ہے اور محدثین وائمہ دین کے نزدیک یہ ایمان سے خارج نہیں ہوا البتہ وہ فاسق و گنہ گار ہوا۔ بہر حال لفظی و تعبیری اشتراک کے پیش نظر جس طرح امام شافعیؒ و امام احمدؒ و دیگر ائمہ کو معتزلی یا خارجی کہنا غلط ہے اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کو مرجئہ کہنا بھی غلط ہے اور گمراہی ہے۔ یہ جواب اول کی تفصیل ہے۔

جواب ثانی۔ ابوحنیفہؒ کو مرجئہ کہنے کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ ابوحنیفہؒ قدریہ و معتزلہ و خوارج وغیرہ اہل بدعت کے بڑے مخالف تھے اور کتب تاریخ میں ہے کہ معتزلہ و خوارج عقیدہ تقدیر وغیرہ میں اپنے مخالفین کو مرجئہ کہتے تھے۔ قال الشہرستانی فی بیان اطلاق المرجئۃ علی ابی حنیفۃ ولہ سبب اٰخر وہو انہ کان یخالف القدریۃ والمعتزلۃ الذین ظہروا فی الصدر الاول والمعتزلۃ کانوا یلقبون کل من خالفہم فی القدر مرجئا وکذلک الوعیدیۃ من الخوارج فلا یبعد ان اللقب انما لزمہ من فریقی المعتزلۃ والخوارج اھ۔

جواب ثالث۔ ارجاء کا معنی ہے تاخیر یعنی مؤخر کرنا۔ کتب تاریخ و کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مرجئہ کے تین معنی ہیں۔ بالفاظ دیگر مرجئہ تین انواع ہیں۔

نوع اول۔ وہ مرجئہ ہیں جو گمراہ ہیں اور جو کہتے ہیں کہ عمل صالح کی کوئی ضرورت نہیں صرف معرفت باللہ نجات کے لیے کافی ہے۔ چونکہ یہ فرقہ عمل صالح کو معطل کرتا ہے اس لیے یہ اہل سنت سے خارج ہے اور

اس فرقہ کا بیان ابھی گزر چکا ہے۔

نوع ثانی وہ ہے جو صاحب کبیرہ کا حکم مؤخر کر کے کہتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ اللہ کی مرضی کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے جنت میں داخل کر دے اور اللہ چاہے تو دوزخ میں داخل کر دے۔ اور یہ عقیدہ ہے صاحب کبیرہ کے بارے میں کل اہل سنت وجماعت کا۔ اس کے خلاف صرف معتزلہ وخوارج ہیں جو کہتے ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا دنیا میں حکم یہ ہے کہ وہ ایمان سے خارج ہوا اور کافر نہیں ہے کما قالت المعتزلۃ یا کافر ہے کما قال الخوارج۔ بنا برایں معنی کل اہل سنت مرجئہ ہیں۔

نوع ثالث۔ ارجاء کے تیسرے معنی ہیں حضرت علیؓ کو خلیفہ رابع تسلیم کریں نہ کہ خلیفہ اولؓ ثانیؓ ثالث بنا برایں شیعوں کے سوا کل امت محمدیہ محدثین ومفسرین ومتکلمین وفقہاء حضرت علیؓ کو درجۂ اُولیٰ سے مؤخر کر کے درجۂ رابعہ کا خلیفہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا حق ہی یہی تھا کہ وہ درجہ رابعہ میں خلیفہ بن جائیں۔

یہ ہیں تین انواع مرجئہ۔ قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۳۹ بعد بیان النوع الاول من الارجاء وقیل الارجاء تاخیر حکم صاحب الکبیرۃ الی یوم القیامۃ فلا یقضی علیہ بحکمٍ ما فی الدنیا من کونہ من اہل الجنۃ او من اہل النار فعلی ہذا المرجئۃ والوعیدیۃ فرقتان متقابلتان۔ و قیل الارجاء تاخیر علیؓ عن الدرجۃ الاولیٰ الی الرابعۃ فعلی ہذا المرجئۃ والشیعۃ فرقتان متقابلتان انتھی۔ اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ پر نوع ثانی یا نوع ثالث من الارجاء کے پیش نظر مرجئہ کا اطلاق ہوا ہے اور ان آخری دونوں نوعوں کو مرجئۃ السنّت کہتے ہیں۔ فاندفع الاشکال۔ ھذا واللہ اعلم۔

الجھمیّۃ یہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ یہ جہم بن صفوان راسبی کے اتباع ہیں۔ جہم ہذا جعد بن درہم زندیق کا تلمیذ ہے۔ جعد بہت بڑا ملحد وخبیث الطبع شخص تھا۔ جعد سب سے پہلا وہ شخص ہے جو خلق قرآن اور تعطیل اللہ عن صفاتہ کا قائل ہوا۔ جعد کے بارے میں حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں الجعد بن درھم عداد ہ فی التابعین مبتدع ضالّ زعم ان اللہ لم یتخذ ابراھیم خلیلا ولم یکلّم موسیٰ تکلیما وقُتِل علی ذلک بالعراق یوم النحر۔ جعد کو خالد بن عبداللہ قسری نے اپنی ولایت وامارت کے زمانہ میں ۱۲۴ھ میں بروز عید الاضحیٰ قتل کر دیا تھا۔

جہم کے بارے میں حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں الضالّ المبتدع راس الجھمیّۃ ھلک فی زمان صغار التابعین وما علمتہ روی شیئا ولکنہ زرع شرًّا عظیما۔ طبری لکھتے ہیں انہ کان کاتبا للحارث بن سریج الذی خرج فی خراسان فی آخر دولۃ بنی امیّۃ۔ فرقہ جہمیہ کی تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب تبصیر ص ۶۲ وکتاب ملل ونحل ج ۱ ص ۸۶۔

جھمیہ خالص جبریہ فرقہ ہے جو انسان کو مجبور محض بناتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان قدرت سے متصف نہیں ہے اور انسان مثل جمادات ہے اس کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ اپنے افعال کا نہ خالق ہے نہ کاسب۔ بلکہ بندہ کی طرف افعال کی نسبت مجازاً ہوتی ہے جس طرح جمادات کی طرف بعض افعال کی نسبت ہوتی ہے۔ فھذہ النسبۃ الی الانسان مثل نسبۃ الاثمار الی الشجرۃ والجری الی الماء والحرکۃ الی الحجر۔ قال الشھرستانی نقلاً عنھم قالوا لاقدرۃ للانسان ولا ارادۃ ولا اختیار وتنسب الیہ الافعال مجازاً کما تنسب الی الجمادات کما یقال اثمرت الشجرۃ وجری الماء وتحرک الحجر وطلعت الشمس وغربت و تغیّمت السماء وامطرت الی غیر ذلک والصواب والعقاب جبر کما ان الافعال کلھا جبر واذا ثبت الجبر فالتکلیف ایضاً کان جبراً۔

وقال الشھرستانی جھم بن صفوان من الجبریۃ الخالصۃ ظھرت بدعتہ بترمذ وقتلہ سلم بن احوز المازنی بمروۃ فی آخر ملک بنی امیۃ اھ۔ الملل والنحل ج ۱ ص ۸۶۔ جھمیہ کے چند گمراہ عقائد یہ ہیں

(۱) زعم جھم ان الجنۃ والنار تفنیان۔

(۲) وان الایمان ھو المعرفۃ باللہ فقط وان الکفر ھو الجھل بہ فقط کذا فی کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۱۱۔

(۳) وان من اتی بالمعرفۃ ثم جحد بلسانہ لم یکفر بجحدہ لان العلم والمعرفۃ لایزولان بالجحد فھو مؤمن۔

(۴) ولا یتفاضل اھل الایمان فیہ فایمان الانبیاء وایمان الامۃ علی نمط واحد اذ المعارف لاتتفاضل۔

(۵) وان رؤیۃ اللہ من المحال کما قالت المعتزلۃ۔ کذا فی الملل ص ۸۸ ج ۱۔

(۶) لافعل ولا عمل لاحد غیر اللہ وانما تنسب الاعمال الی الخلق علی المجاز۔

(۷) وان علم اللہ حادث۔

(۸) وامتنع ان یوصف اللہ بانہ شیء اوحیّ اوعالم اومرید قال جھم لا اَصفہ بوصفٍ یجوز اطلاقہ علی غیرہ تعالی ثم انہ وصفہ بانہ قادر وموجِد وفاعل وخالق ومحیی وممیت لان ھذہ الاوصاف مختصّۃ باللہ تعالی۔ وکان جھم یخرج باصحابہ فیقفھم علی المجذومین ویقول انظروا اَ ارحم الراحمین یفعل مثل ھذا انکاراً لرحمتہ کما انکر حکمتہ۔ بہرحال جھمیہ فرقہ اسلام میں ایک عظیم فتنہ تھا۔ ھذا واللہ اعلم۔

المعتزلہ۔ آیت ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم الخ اور الذین یؤمنون بالغیب الخ کی تفسیر کے علاوہ کئی مواضع میں معتزلہ کا ذکر موجود ہے۔ معتزلہ کو قدریہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ منکر تقدیر ہیں اور خلق افعال کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔ معتزلہ وخوارج کو وعیدیہ بھی کہا جاتا ہے۔ فرقہ معتزلہ بھی جہمیہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ ہے۔ اس فرقہ میں بڑے اہل علم گزرے ہیں مثل زمخشری وغیرہ۔

معتزلہ علوم فلسفہ وعلوم یونان کے بڑے ماہر تھے اور فلسفہ کو اصل سمجھتے ہوئے اس کے مطابق قرآن واحادیث کی تاویلیں کرتے تھے اور اس طرح وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ حالانکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن وحدیث کو اصل سمجھے اور جہاں پر اصول اسلام اور اصول فلسفہ میں تضاد وتقابل آجائے تو اصول اسلام کو اصل وصحیح سمجھتے ہوئے ان کے مطابق اصول فلسفہ کی تاویل کرنی چاہیے اور اگر تاویل وتطبیق نہ ہوسکے تو اصول فلسفہ کو رد کرنا لازم ہے۔ یہ ہے ہمارے مشائخ اہل سنت والجماعت ومحدثین ومفسرین کا معروف ومسلّم طریقہ۔ معتزلہ نے عقل وعقلیات کا ساتھ دیتے ہوئے اصول اسلام سمجھنے میں سخت غلطیاں کیں۔ معتزلہ کے چند عقائد یہ ہیں۔

اوّل۔ معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ازلیہ کے منکر ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے وہ وصفِ علم ووصفِ قدرت وحیات وسمع وبصر کے اثبات کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ عالم بھی ہے اور قادر بھی اور سمیع وبصیر بھی بعلم ذاتی وبقدرتِ ذاتی وبسمع ذاتی وبصر ذاتی۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی ذات ہی اللہ کے عالم وقادر وسمیع وبصیر ہونے کے لیے کافی ہے پس اللہ عالم وقادر ہے سمیع وبصیر ہونے میں اپنی ذات کے علاوہ اوصاف واتصاف بالاوصاف کے قائل نہیں ہیں۔

دوم وہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کو محال سمجھتے ہیں وزعموا انہ لا یریٰ نفسہ ولا یراہ غیرہ واختلفوا هل هو راءٍ لغیره ام لا فاجاز قوم منهم وأباه قوم آخرون منهم۔

سوم وہ قرآن مجید یعنی کلام اللہ کو حادث ومخلوق کہتے ہیں۔

چہارم وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے افعال میں کوئی دخل نہیں ہے بلکہ ہم خود اپنے افعال اختیاریہ کے خالق ہیں۔ بنابریں ان کے نزدیک ہر انسان خود اپنے افعال کا خالق ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حیوانات کے اعمال میں بھی اللہ کی تقدیر وعمل کا دخل نہیں ہے۔ اور اسی عقیدہ کی وجہ سے اہل سنت انھیں قدریہ کہتے ہیں اور یہ حدیث ان کے بارے میں بطور پیش گوئی وارد ہے القدریۃ مجوس هذه الامۃ وقال علیہ السلام القدریۃ خصماء اللہ بالقدر۔

پنجم۔ ان کے زعم میں اللہ تعالیٰ پر رعایت مصالح عباد واجب ہے۔

ششم۔ مرتکب گناہ کبیرہ ان کے نزدیک نہ مؤمن ہے اور نہ کافر اور اس کا نام انہوں نے اپنی

اصطلاح میں فاسق رکھا ہے لہٰذا وہ اسلام و کفر کے مابین واسطہ کے قائل ہیں۔ البتہ وہ آخرت میں جنت و دوزخ کے مابین واسطہ کے قائل نہیں ہیں چنانچہ یہ فاسق ان کے نزدیک کفار کی طرح مخلد فی النار ہوگا۔

ہفتم۔ ان کے زعم میں مؤمن صالح و مطیع مستحق ثواب و جنت ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔ ان کے زعم میں جنت میں دخول کا سبب مؤمن کی اطاعت ہی ہے اس کا سبب اللہ تعالیٰ کا تفضل و مہربانی نہیں ہے۔

اعتزال کا معنی ہے برطرف و جدا کرنا یا جدا ہونا چونکہ وہ اپنے عقیدوں کے لحاظ سے اہل سنت سے برطرف ہیں اور ان کے مخالف ہیں اس لیے وہ معتزلہ کہلائے۔ نیز وہ چونکہ تقدیر کے منکر ہیں اور افعالِ اختیاریہ میں تخلیق خدا تعالیٰ کا دخل نہیں مانتے اس وجہ سے بھی وہ معتزلہ کہلائے کیونکہ وہ تقدیر خدا سے بر طرف اور مخالف ہیں یا تقدیر خدا تعالیٰ کو اپنے افعال سے برطرف مانتے ہیں۔

معتزلہ واصل بن عطاء غزال کے متبع ہیں اور واصل ہی اول اول قائل بعقائد اعتزالیہ ہوا۔ کما صرح بہ کثیر من العلماء۔ واصل حسن بصریؒ کا تلمیذ اور ان کے حلقہ درس کے شرکاء میں سے تھا۔ پھر واصل نے تقدیر کا انکار کیا اور اسی طرح دیگر نئے عقائد کا اظہار کرتے ہوئے حسن بصری کے حلقہ درس سے جدا ہو کر الگ اپنی مجلس اور حلقہ قائم کر لیا تو حسن بصریؒ نے فرمایا قد اعتزل عنّا اس لیے وہ معتزلہ کہلائے واصل فرقہ معتزلہ کا مؤسس و رئیس اول ہے۔ دیکھیے کامل للمبرد۔ ج ۳ ص ۹۲۱۔ واصل کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی اور حسن بصریؒ کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

شہرستانی لکھتے ہیں کہ مسئلہ تقدیر میں واصل بن عطاء نے معبد جہنی و غیلان دمشقی کی تقلید کی۔ کتاب الملل والنحل ج ۱ ص ۴۷۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ معبد جہنی بصری بڑا ملحد تھا کان اول من تکلّم فی الاسلام بالقدر وذکروا انہ اخذ ذلک عن نصرانی اسمہ ابو یونس سیسویہ ویعرف بالاسواری معبد بن خالد الجہنی کے بارے میں ابو حاتم لکھتے ہیں قدم المدینۃ فافسد فیہا ناسًا انتہی۔ دارقطنی لکھتے ہیں حدیثہ صالح ومذہبہ ردئ وعن الاوزاعی قال اول من نطق فی القدر رجل من اہل العراق یقال لہ سوسن کان نصرانیًا فاسلم ثم تنصّر اخذ عنہ معبد الجہنی واخذ غیلان عن معبد صلبہ عبد الملک بن مروان وقیل قتل الحجاج ۸۰ھ۔

مراجع کتاب العبر ج ۱ ص ۹۳ وتہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۲۲۵ وکتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر بغدادی ص ۱۸

غیلان دمشقی اس الحاد و زندقہ میں معبد کا شاگرد تھا۔ خلیفہ عادل عمر بن عبد العزیزؒ متوفی ۱۰۱ھ نے گرفتار کر کے اسے قتل کرنا چاہا لیکن غیلان نے اظہار توبہ کیا۔ بعدہ پھر اس نے وہی الحاد شروع کر دیا تو

ہشام بن عبدالملک نے اسے باب دمشق میں پھانسی پر لٹکا دیا۔ لسان المیزان ج ۴ ص ۴۲۴ معارف ص ۶۲۵۔ یہ مذہب اعتزال کی مختصر تاریخ تھی۔

معتزلہ کا رئیس واصل بن عطاء الثغ تھا یعنی حرف را، ادا نہیں کر سکتا تھا۔

اس فرقے کی تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب التبصیر۔ ص ۴۰ وطبقات معتزلہ ص ۲۸ ووفیات الاعیان لابن خلکان ترجمہ ۷۲۹۔ اور احوال واصل کے لیے دیکھیں کامل مبرد ج ۲ ص ۱۲۴۔ لسان المیزان ص ۲۱۴ ج ۶۔ کتاب البدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۴۲۔ البیان والتبیین للجاحظ ج ۱ ص ۲۱۔

معتزلہ کے اندر بہت سے فرقے ہیں۔ عبدالقاہر نے ان کے بیس۲۰ فرقے ذکر کیے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہتا ہے۔

چند فرقوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) واصلیہ اتباع واصل بن عطاء (۲) ہذیلیۃ اتباع ابی الہذیل حمدان بن الہذیل متوفی ۲۲۶ھ۔ دیکھیے مقالات الاسلامیین لابی الحسن الاشعریؒ ج ۲ ص ۴۸۲ (۳) النظامیہ اتباع ابراہیم بن سیار المعروف بالنظام یہ ابی الہذیل کا ابن اخت تھا۔ نظام کا سالِ وفات ۲۳۱ھ ہے۔ (۴) الاسواریہ اتباع علی اسواری۔ (۵) المعمریہ۔ اتباع معمر بن عباد سلمی متوفی ۲۲۰ھ (۶) الھشامیۃ۔ اتباع ہشام بن عمرو متوفی ۲۲۶ھ (۷) الجاحظیۃ۔ اتباع عمرو ابن بحر ابی عثمان الجاحظ متوفی ۲۵۰ھ وقیل ۲۵۵ھ راجع العبر ج ۱ ص ۴۵۶ ووفیات الاعیان ترجمہ ۴۷۹ وطبقات المعتزلہ ص ۶۷ (۸) الاسکافیہ اتباع محمد بن عبداللہ اسکافی متوفی ۲۴۰ھ (۹) الکعبیہ۔ اتباع ابی القاسم بن محمد الکعبی متوفی ۳۱۹ھ (۱۰) الجبائیہ والبھشمیۃ اتباع ابوعلی جبائی متوفی ۲۹۵ھ واتباع ابنہ ابوہاشم عبدالسلام متوفی ۳۲۱ھ ہذا واللہ اعلم۔

الشیعۃ۔ مذہب تشیّع کی تردید کی طرف تفسیر ہذا میں کئی مواضع میں واضح اشارے موجود ہیں۔ شیعہ اہل حق کے لیے ایک عظیم آفت ہیں۔ ہر زمانے میں دین اسلام و مسلمانوں کو ان سے بڑا نقصان پہنچا ہے اور پہنچتا رہے گا۔ یہ بظاہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع کا شیعہ یعنی گروہ ہیں۔ شیعہ کا معنی ہے جماعت، لیکن درحقیقت وہ اہل بیت و علی رضی اللہ عنہم کے عقائد و آراء کے مخالف ہیں۔

تشیّع کی بنیاد یہود نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے رکھی تھی۔ شیعوں کے بعض عقائد مُضحکہ خیز ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جن کی وجہ سے وہ مجوس و مشرکین سے بھی کفر میں آگے نکل گئے ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جنھیں تسلیم کرنے کے لیے ادنیٰ عاقل بھی تیار نہیں ہو سکتا۔ کتبِ تاریخ میں ہے کہ شیعیت کا بانی عبداللہ بن سبا ہے۔ یہ دراصل یہودی تھا جو اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے بظاہر اسلام میں داخل

ہوگیا تھا۔ اور محبتِ علیؓ اور محبت اہل بیت کو اپنی گمراہی اور اپنے فرقہ کی بنیاد قرار دیا۔
کیونکہ اس کی رائے میں یہ ایک قوی ہتھیار تھا وہ سمجھتا تھا کہ محبت اہل بیت ہر مسلمان کے دل میں ثابت ہے۔ اسی وجہ سے یہ دھوکہ اور گمراہی کا اور تشیع کی قوت کا بہترین ذریعہ ہے اور واقعی وہ اپنی خباثت میں کامیاب ہوا اور آج تک کامیاب ہے اور اہل تشیع ہمیشہ کے لیے قرآن و اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے رہے اور پہنچا رہے ہیں اور پہنچاتے رہیں گے۔
تشیع کی تفصیل کے لیے دیکھیں مقالات الاسلامیین ج ا ص ۱۲۹ و الملل والنحل ج ا ص ۱۴۶ وکتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر اسفرائینی متوفی ۴۲۹ھ ص ۲۱، ۲۹، ۲۲۵، ۲۳۳ و مروج الذہب ج ۳ ص ۲۲۰، ۲۵۲۔ والتبصیر ص ۱۷ وشرح عقیدۃ السفارینی ج ا ص ۸۰۔
شیعوں میں بہت سے فرقے ہیں۔ شہرستانی لکھتے ہیں کہ ان کے بڑے فرقے پانچ ہیں کیسانیہ، و زیدیہ و امامیہ و غلاۃ و اسماعیلیہ۔ پھر ہر ایک فرقہ میں متعدد فرقے ہیں۔
اول کیسانیہ۔ یہ اتباع کیسان ہیں جو حضرت علیؓ کا غلام تھا۔ ان کیسانیہ میں متعدد فرقے ہیں یعنی مختاریہ[1] اصحاب مختار بن ابی عبید الثقفی الہاشمیہ[2]۔ البیانیہ[3]۔ الرزامیہ۔
فرقہ دوم زیدیہ ہے۔ اتباع زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ ان میں تین فرقے ہیں جارودیہ۔ سلیمانیہ۔ بتریہ۔
فرقہ سوم امامیہ۔ ہم قائلون بامامۃ علیؓ بعد النبی علیہ السلام نصًّا ظاہرًا قالوا لیس فی الدین والاسلام امر اہم من تعیین الامام۔ امامیہ کچھ مدت کے بعد بعض تو معتزلہ ہوگئے اور بعض مشبہہ ہوگئے۔ اور بعض نے کچھ اور گمراہ عقائد اختیار کر لیے۔ اسی فرقہ امامیہ میں سے ہیں اثنا عشریہ و باقریہ وغیرہ۔
فرقہ چہارم غلاۃ یعنی غالیہ۔ اس فرقہ نے اپنے ائمہ کے حق میں غلو و تجاوز کر کے انھیں حدود مخلوق سے نکال کر ان کے لیے احکام ربوبیت ثابت کیے۔ ان میں بڑے بڑے فرقے بارہ ہیں السبائیہ۔ الکاملیہ۔ الخطابیہ وغیرہ۔
فرقہ پنجم اسمٰعیلیہ وہ اسماعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔
شیعوں کے مختلف فرقوں کے چند عقائد بطور مشتے نمونہ از خروارے یہ ہیں۔
(۱) ان میں سے بعض کا زعم ہے کہ نبی علیہ السلام نے امامتِ علیؓ کی تصریح فرمادی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب کافر ہوگئے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیونکہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اختیار کر لی تھی۔ ان میں سے بعض یعنی سلیمانیہ کہتے ہیں کہ امامتِ ابوبکر وعمر بھی صحیح تھی اور جائز تھی البتہ حضرت علی ان سے اولیٰ تھے لہٰذا وہ کافر نہیں ہیں۔

(۲) زیدیہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ مؤمن جو مرتکب گناہ کبیرہ ہوا ہو وہ مخلد فی النار ہوگا۔ ان کا یہ عقیدہ وہی عقیدہ ہے جو خوارج و معتزلہ کا ہے۔ دیکھیے کتاب الفرق، ص ۳۴۔

(۳) ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کے بارے میں بداء کے قائل ہیں۔ بداء کے معنی وہ یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ایک معاملہ کا علم ہو اور اس کے بعد اسے اپنے علم میں غلطی ظاہر ہو جائے جس طرح انسان کو تجربہ سے گاہے اپنے سابقہ علم کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے۔ اہل تشیّع کی یہ بات کتنی بڑی گمراہی ہے۔ اہل تشیّع میں سے مختار اور بہت سے دیگر شیعہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بداء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

(۴) ان میں سے بعض تناسخ کے بھی قائل ہیں اور قیامت کے منکر ہیں۔ کما فی الملل والنحل ص ۱۵۱۔

(۵) ان میں سے بعض یعنی بیانیہ و سبأیہ وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الٰہ یعنی خدا مانتے ہیں۔

قالوا حلّ فی علیّ جزء الٰهی واتّحد بجسده ولذا کان علیّ یعلم الغیب وبحارب الکفار وبهذا الجزء الالٰهی قلع باب خیبر۔ وقالوا اختفی علی رضی اللہ عنہ وربما یظهر فی بعض الازمان وقالوا فی تفسیر قوله تعالیٰ هل ینظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام اراد به علیًا رضی اللہ عنہ وقالوا هو الذی یأتی فی الظلل والرعد صوته والبرق ابتسامه۔ عبداللہ بن سبأ کے بارے میں شہرستانی لکھتے ہیں انه قال لعلیّ کرم اللہ وجهه انت انت یعنی انت الالٰه فنفاه علی رضی اللہ عنه الی المدائن۔

زعموا انه کان یهودیا فاسلم وکان فی الیهودیة یقول فی یوشع بن نون وصی موسی علیهما السلام مثل ما قال فی علی رضی اللہ عنه۔

وزعم ان علیا رض حیّ لم یمت ففیه الجزء الالٰهی وهو الذی یجیٔ فی السحاب والرعد صوته والبرق تبسّمه انتهی۔ کتاب الفرق ص ۲۳۳ میں ہے زعم عبداللہ بن سبا ان علیًا کان نبیًا ثم غلا فیه حتی زعم انه اللہ ودعا الی ذلك قومًا من غُواة الکوفة فامر علیّ باحراق قوم منهم ثم خاف اختلاف اصحابه علیه فنفی ابن سبأ الی سباط المدائن فلما قُتل علیّ زعم ابن سبأ ان المقتول لم یکن علیًا وانما کان شیطانًا تصوّر للناس فی صورة علیّ وان علیًا صعد الی السماء کما صعد الیها عیسی بن مریم وانه سینزل الی الدنیا وینتقم من اعدائه وزعم بعضهم ان علیًا فی السحابة وان الرعد صوته والبرق سوطه ومن سمع من هؤلاء الشیعة صوت الرعد قال علیك السلام یا امیر المؤمنین۔

(۶) شیعوں میں بعض غلاۃ بیانیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صورت مثل صورتِ انسان ہے اور جس طرح انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے بھی وہ مکمل طور پر ایسے ہی اعضاء ثابت کرتے ہیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہ سارے اعضا کسی وقت فنا ہو جائیں گے

سوائے وجہ کے لقولہ تعالی کل شیٔ ھالك الا وجھہ شیعوں کا یہ فرقہ بیانیہ کہلاتا ہے اتباع بیان بن سمعان نہدی۔

یہ بیان بن سمعان قرن ثانی ہجری کے اوائل میں ظاہر ہوا وادعی اولاً ان جزءاً الٰھیاً حلّ فی علیؓ ثم فی محمد بن الحنفیۃ ثم فی ابنہ ابی ھاشم ثم فی بیان نفسہ ثم ادعی النبوۃ حتی اخذہ خالد القسری وصلبہ۔ وکان بیان بن سمعان یزعم معرفۃ الاسم الاعظم وانہ یھزم بہ العساکر وانہ یدعوبہ الزھرۃ فتجیبہ فلما اخذہ خالد بن عبد اللہ القسری قال لہ ان کنت تھزم الجیوش بالاسم الذی تعرفہ فاھزم بہ اعوانی عنك۔

دیکھیے مقالات الاسلامیین ج ۱ ص۶۶۔ التبصیر ص۷۲، الحور العین ص۱۶۱ تا ص۲۲۶، اعتقادات فرق المسلمین ص۵۹، کامل ابن الاثیر ج ۵ ص۸۲، کتاب الفرق بین الفرق ص۲۴۰ و ص۲۳۷۔

(۷) شیعہ تقیہ کو جائز بلکہ مستحب بلکہ دین کا جزء بتاتے ہیں۔ تقیہ کی تفصیل بڑی طویل ہے البتہ حاصل یہ ہے کہ حسب ضرورت اگرچہ مجبوری نہ ہو جھوٹ بولنا کار ثواب ہے۔

(۸) غدر و فریب دہی ہر شیعی کے ساتھ لازم بیّن ہے۔ خصوصاً زمانہ حال کے شیعہ تو اہل سنت کی دشمنی میں حد سے نکلے ہوئے ہیں۔ عبد القاہر بغدادی لکھتے ہیں کہ روافضِ کوفہ کا شیوہ ہے غدر و بخل اور وہ اس سلسلے میں عرب میں ضرب المثل تھے حتی قیل ابخل من کوفی واغدر من کوفی ان کے فریب و دھوکے کے چند نمونے یہ ہیں۔

(۱) انہوں نے قتل علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جب وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو شیعوں نے ساباط مدائن میں دھوکہ کیا حتی کہ ان میں سے ایک شخص سنان جعفی نامی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نیزہ مارا اور گھوڑے سے گرا دیا۔ یہی غدر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کے اسباب میں سے ایک سبب تھا۔

شیعہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہزارہا خطوط لکھ کر یزید کے خلاف کوفہ بلایا اور کربلا میں وہ سارے ان کے خلاف عبید اللہ بن زیاد کی معاونت کرنے لگے تاآنکہ حسین رضی اللہ عنہ اپنے خاندان سمیت شہید ہوئے۔

(۳) شیعہ پندرہ ہزار کی تعداد میں اپنے امام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے ساتھ جمع ہوئے اور انھیں بغاوت کرنے اور یوسف بن عمر سے جنگ پر آمادہ کیا پھر بیعت توڑ کر عین سخت جنگ کے دوران زید بن علی کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ زید قتل ہوئے۔ ترک معاونتِ زید کے بعد وہ روافض کہلانے لگے۔ عین جنگ کے وقت شیعوں نے زید سے کہا کہ شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں

آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ زید نے کہا انی لا اقول فیھما الا خیرا وما سمعت ابی یقول فیھما الا خیرا انما خرجت علی بنی امیۃ الذین قتلوا الحسین واغاروا علی المدینۃ یوم الحرۃ ثم رموا بیت اللہ بحجر المنجنیق والنار ففارقوہ فقال لھم رفضتمونی ومن یومئذ سموا الرافضۃ اھ۔

المجوس ۔ آیت ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین الخ کی شرح میں مذکور ہے مجوس مشرکین و کفار کا ایک قدیم فرقہ ہے ان میں سے بعض آتش پرست ہیں اور بعض کواکب پرست۔ مجوس اتباعِ ابراہیم علیہ السلام کے مدعی ہیں اگرچہ وہ ملتِ ابراہیمی سے کوسوں دور ہیں۔

اجمالاً عقیدہ مجوس کے سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھیں کہ وہ دو خالقوں کے قائل ہیں۔ بالفاظ دیگر ان کے نزدیک دو امور اصل عالم اور خالق ہیں عالم کے لیے اور یہ دونوں قدیم ہیں اور عالم کے مدبر و متصرف ہیں۔ اور یہی دو اصل خیر و شر، نفع و ضرر، صلاح و فساد تقسیم کرنے والے ہیں۔ ایک اصل کا نام نور ہے اور ایک کا نام ظلمت ہے۔ فارسی میں نور کا نام یزدان ہے اور یہی خالق خیر و نفع و صلاح ہے۔ اور دوسرے کا نام، فارسی میں اہرمن ہے اور یہی شر و ضرر و فساد کا خالق اور برپا کرنے والا ہے اس نور کا نام اللہ ہے اور ظلمت و اہرمن کا نام شیطان ہے۔

عقیدۂ مجوس دو قاعدوں پر مبنی ہے۔

قاعدۂ اولیٰ۔ اختلاط نور و ظلمت اور اس کا سبب۔

قاعدہ ثانیہ۔ امتیاز و خلاصِ نور ظلمت سے اور خلاص و امتیازِ ظلمت نور سے۔ یہ دو قاعدے ہیں جن پر ان کا مسلک قائم ہے چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ نور و ظلمت کا آپس میں ایک دوسرے سے اختلاط مبدء عالم ہے اور نور کا ظلمت سے امتیاز و خلاصی حاصل کرنا معاد و قیامت ہے۔ جب نور ظلمت سے ممتاز ہو جائے اور چھٹکارا حاصل کر لے تو یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت برپا ہو جائے گی۔

ان کے نزدیک اس دنیا کی بقا خلط نور و ظلمت کی مرہون ہے۔ مجوس کو ثنویہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دو مدبرین خالقین جو یزدان و اہرمن ہیں کے قائل ہیں۔ یہ ہے ان کے مسلک کا خلاصہ۔

تفصیل مسلک مجوس یہ ہے کہ ان میں متعدد فرقے ہیں اور ہر ایک کا عقیدہ مضحکہ خیز اور احمقانہ ہے۔

فرقہ اولیٰ کیومرثیہ۔ یہ ان میں قدیم تر فرقہ ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسانی کا پہلا فرد کیومرث ہے اور یہی آدم علیہ السلام ہیں۔ کیومرث کا معنی ہے الحی الناطق۔ اصحاب کیومرث اگرچہ اصلین یعنی یزدان و اہرمن کے قائل ہیں لیکن ان کی رائے ہے یہ دونوں قدیم و ازلی نہیں ہیں بلکہ یزدان یعنی نور ازلی و قدیم ہے اور اہرمن یعنی ظلمت مخلوق و حادث ہے۔

پھر اہرمن کس طرح پیدا ہوا اس کی تخلیق کی توجیہ وہ یہ کرتے ہیں کہ یزدان کی ایک غلط فکر اور سوچ تخلیقِ اہرمن کا سبب بنی۔ العیاذ باللہ۔ وہ کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ایک مرتبہ یزدان سوچنے لگا کہ میرا مقابل و خصم و منازع موجود تو نہیں ہے لیکن بتقدیر فرض اگر وہ موجود ہوتا تو کیا ہوتا اور کیسا ہوتا۔ یہ سوچ اور تدبّر چونکہ بالکل بُرا اور ردّی تھا اور طبیعتِ نور کے مناسب نہ تھا لہذا اس فکر و تدبر سے خود بخود ظلمت یعنی تاریکی پیدا ہوئی اور وہ اہرمن سے موسوم ہوئی۔

اور اہرمن کی چونکہ فطرت اور طبیعت شر و فتنہ و فساد و فسق سے بنی ہوئی تھی اس لیے وہ پیدا ہوتے ہی یزدان کا مخالف اور باغی ہوگیا اور اس نے یزدان سے مقابلہ شروع کر دیا وہ فسق و فساد، شر و فتنہ برپا کرتا اور نور یعنی یزدان اسے برے کاموں سے روکتا رہتا اسی طرح ان دونوں میں مخالفت بڑھتی گئی حتیٰ کہ ظلمت یعنی اہرمن اپنی فوج لے کر مقابلہ پر آگیا دوسری طرف نور یعنی یزدان بھی اپنی نورانی فوج کے ساتھ اس کے مقابل ہوا اور پھر دونوں فوجوں میں زبردست جنگ شروع ہوگئی مگر کسی کو بھی فتح حاصل نہ ہوسکی۔

چنانچہ فرشتے درمیان میں آگئے اور انھوں نے طرفین میں یہ مصالحت کرائی کہ عالم سفلی اہرمن کے قبضہ میں سات ہزار سال تک رہے گا اس کے بعد اہرمن یہ عالم نور کے سپرد کر دے گا۔

مجوس کہتے ہیں کہ اس مصالحت کے بعد ایک انسان پیدا کیا گیا جس کا نام کیومرث ہے اور ایک حیوان جو ثور یعنی بیل تھا۔ اہرمن نے دونوں کو قتل کر دیا پھر اس شخص کے جائے سقوط سے ریباس پیدا ہوا۔ پھر ریباس کی اصل سے ایک مرد ظاہر ہوا جس کا نام میشہ تھا اور ایک عورت جس کا نام میشانہ تھا اور یہ دونوں اصل بشر ہیں اور بیل کے جائے سقوط سے دیگر حیوانات پیدا ہوئے۔

مجوس کا یہ فرقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ازل میں کل انسانی ارواح بلا اجساد تھیں تو نور یعنی یزدان نے انھیں اختیار دیا اس بات کا کہ میں تمھیں اہرمن کے دائرہ حکومت سے اٹھا کر مقام بالا میں لاؤں یا یہ کہ تمھیں اجساد و ابدان سے خلط کر دوں تاکہ تم اہرمن سے لڑتے رہو اور مقابلہ کرتے رہو تو انھوں نے لباسِ اجساد و محاربہ اہرمن کو پسند کیا بایں شرط کہ نور کی طرف سے ہمیں فوج اہرمن سے لڑائی میں نصرت و کامیابی حاصل ہونے پر حسنِ عاقبت و حسنِ خاتمہ نصیب ہو۔

چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ شیطان یعنی اہرمن کے ساتھ دنیا میں انسان کی یہ جنگ ابھی تک جاری ہے اور جس وقت انسان اہرمن کی فوج کو ہلاک کر کے کامیابی حاصل کرے گا اسی وقت قیامت برپا ہو جائے گی۔

یہ ہے سببِ امتزاج و اختلاط اور یہ ہے سببِ خلاص۔

دوسرا فرقہ زروانیہ۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسان میں پہلا شخص زروان کبیر ہے اور یہ ان کے

زعم میں نبی ہے اور نبی ثانی زردشت ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نور نے جو اشخاص بنائے وہ سب نورانی روحانی ربانی تھے لیکن شخص اعظم یعنی زروان کو ایک بار کسی شئے میں شک درپیش ہوا یعنی کسی بات میں وہ شک کرنے لگا اور شک چونکہ ایک قبیح شئ ہے تو اس شک سے اہرمن یعنی ابلیس پیدا ہوا جس طرح بدن کے میل سے جوئیں پیدا ہوتی ہیں اور گندگی سے مچھر مکھیاں اور کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں۔

پھر اہرمن یعنی ابلیس کی چونکہ فطرت قبیح وشریر تھی اس لیے اس نے یہ فساد اور فتنے دنیا میں شروع کیے جو نظر آرہے ہیں۔

اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اصل بات یہی نہیں ہے بلکہ اصل اور تحقیقی بات یہ ہے کہ زروانِ کبیر نے ۹۹۹۹ سال تک کچھ خاص علمی ذکر واذکار اور کچھ دعائیہ کلمات پڑھے تاکہ اسے بیٹا نصیب ہوجائے لیکن پھر بھی اسے بیٹا نصیب نہ ہوا تو اس کے دل میں یہ فکر اور وسوسہ پیدا ہوا کہ شاید یہ علم جو مجھے حاصل ہے بے فائدہ ہے۔

اس فکر اور وسوسہ کے وقت اسے دو بیٹے نصیب ہوئے ایک بیٹا صالح تھا یعنی ہرمز اور یہ زروان کے علم سے پیدا ہوا۔ دوسرا بیٹا خبیث تھا جس کا نام اہرمن ہے۔ اہرمن اس کے فکر و وسوسہ سے پیدا ہوا۔ یہ دونوں بیٹے بطنِ واحد میں تھے۔ جب پیٹ سے دونوں کے نکلنے اور ظاہر ہونے کا وقت آیا تو ہرمز بابِ خروج وظہور کے قریب تھا لہذا پہلے ہرمز نکل کر ظاہر ہوسکتا تھا اہرمن یعنی شیطان کو اپنی یہ تاخیر پسند نہ تھی وہ چاہتا تھا کہ پہلے میں ظاہر ہوجاؤں۔

چنانچہ اہرمن یعنی شیطان کسی حیلے سے اپنی ماں کا پیٹ اندر سے چاک کر کے پہلے نکل پڑا اور نکلتے ہی ساری دنیا پر قبضہ کرلیا اور ہرمز جب پیدا ہوا تو اس کے قبضہ میں کچھ نہ آیا۔

بعض مجوس یہ بھی کہتے ہیں کہ پیدائش کے بعد جب اہرمن اپنے والد زروان کے پاس آیا اور زروان نے دیکھا کہ یہ نہایت خبیث وشریر ومفسد ہے تو اسے ملعون ومبغوض قرار دیتے ہوئے اپنے پاس سے بھگا دیا اور قریب نہ آنے دیا چنانچہ اہرمن اپنے باپ سے باغی ہوکر دنیا پر قابض ہوگیا اور ہرمز مدت تک دنیا پر قبضے سے محروم رہا۔ ہرمز چونکہ نیک وصالح تھا اور حسن اخلاق وخیر وصلاح سے متصف تھا اس لیے بعض لوگوں نے اسے رب ومعبود بنالیا۔

بعض زروانیہ کہتے ہیں کہ تخلیقِ شیطان کا سبب یہ ہے کہ عالم میں پہلے صرف اللہ تعالیٰ موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ردی وقبیح شئے بھی پیوست تھی وہ قبیح شئے فکر ردی تھی یا عفونت ردیئہ تھی اور یہی ردی وقبیح شئے شیطان کی پیدائش کا ذریعہ بنی۔ شیطان سے قبل دنیا شرور وآفات سے پاک تھی اور اہل دنیا خیر محض ونعیم خالص وسرور خالص میں تھے۔ شیطان کی پیدائش کے بعد شرور وآفات و

فتن ومصائب ظاہر ہوئے۔
پھر ابتدا میں شیطان آسمان میں نہیں جا سکتا تھا تا آنکہ شیطان کسی حیلہ سے آسمان کو پھاڑ کر اس میں داخل ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ ابلیس یعنی اہرمن پہلے ہی آسمان میں رہتا تھا اور زمین اس سے خالی تھی پھر اس نے کسی حیلہ سے آسمان کو شق کیا اور اپنی فوجوں سمیت زمین میں نازل ہوا۔
اور نور یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ سمیت العیاذ باللہ شکست کھا کر بھاگ گیا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ اور شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور شیطان نے نور کو اپنی جنت میں محصور کر دیا۔ شیطان نے جنت کا محاصرہ کر لیا اور دونوں میں تین ہزار سال تک لڑائی جاری رہی۔ پھر فرشتے طرفین کے درمیان آکر مصالحت کرانے لگے کہ ابلیس اپنی فوجوں سمیت زمین پر نو ہزار سال تک قابض رہے اور پھر شیطان اپنی جگہ چلا جائے جنگ کے تین ہزار سال بھی نو ہزار سال میں شمار ہوں گے۔
رب تعالیٰ نے یہ صلح مناسب سمجھتے ہوئے قبول فرمائی کیونکہ بزعم مجوس اسے شیطان اور اس کی فوجوں سے بڑی تکلیف پہنچی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ مدتِ مذکورہ تک اس صلح کے پابند ہیں۔ صلح کے بعد چونکہ شیطان کو کھلی چھٹی مل گئی اس لیے لوگ دنیا میں مصائب وفتن ومحن وبلایا ودیگر بے شمار آفات میں شیطان کی وجہ سے مبتلا ہیں اور مدتِ مذکورہ کے اختتام تک مبتلا رہیں گے اور مدت مذکورہ گزرنے کے بعد لوگ پھر سابقہ نعمتوں اور خوشیوں کو حاصل کر لیں گے۔
ابلیس نے صلح میں یہ شرط بھی لگائی کہ اسے ہر قسم کی شرارتوں اور گناہ کرنے کرانے کی آزادی ہو گی حسبِ زعم مجوس اس مصالحت کے معاہدہ پر دو عادل شخصوں کو گواہ بناتے ہوئے دونوں کو تلواریں دیدی گئیں اور انھیں یہ اختیار دیا گیا کہ طرفین میں سے جو بھی اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے اسے تلوار سے قتل کر دو۔
مجوس کی یہ احمقانہ اور بیہودہ باتیں کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا جو شخص اللہ تعالیٰ کے جلال وکبریاء وعظیم قدرت کا معترف ہو وہ ایسی بچگانہ باتیں تسلیم نہیں کر سکتا۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ واللہ یفعل ما یشاء۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔
فرقۂ ثالثہ زردشتیہ۔ یہ اصحاب زردشت بن یورشب ہیں۔ ان کے زعم میں زردشت نبی تھا۔ جو گشتاسب بن لہراسب بادشاہ کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ زردشت کا باپ آذربیجان شہر کا باشندہ تھا اور ماں شہر رے کی تھی جس کا نام دغدویہ تھا۔ کتاب ہذا میں زندیق کے بیان میں ہم نے زرادشت کے زمانے پر مختصر بحث کی ہے فراجعہ۔ مجوس متعدد انبیاء کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ پہلا نبی کیومرث ہے اور یہ زمین کا سب سے پہلا بادشاہ ہے اس کا مقام ومسکن اصطخر شہر تھا اسی طرح زمین میں متعدد

بادشاہ آئے تا آنکہ گشتاسب بن لہراسب بادشاہ ہوا جس کی مملکت میں زردشت حکیم پیدا ہوا۔
یہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زردشت کی روح علیین کے ایک درخت میں ڈالی جس کی حفاظت پر ستر فرشتے مامور تھے پھر اللہ تعالیٰ نے وہ درخت اٹھا کر آذربیجان کے ایک پہاڑ میں گاڑ دیا پھر اس درخت کے ذریعہ زردشت کی روح یا شبح ایک گائے کے دودھ کے ساتھ خلط کر دی اور وہ دودھ زردشت کے باپ نے پیا تو وہ نطفہ بنا پھر وہ نطفہ رحم والدہ میں پہنچا۔ شیطان نے اس کی ماں کو تکلیف پہنچائی لیکن پھر آسمان سے ایک آواز آئی جس سے وہ شفایاب ہو گئی۔ زردشت ہنستا ہوا پیدا ہوا۔ بعض مخالفین نے کسی حیلہ سے زردشت کو بچپن میں اٹھا کر بقر یعنی گائے بیل کے پاس ڈال دیا تاکہ گائے اور بیل اسے مار ڈالیں مگر گائے اور بیل نے اس کی حفاظت کی۔ پھر گھوڑوں کے اصطبل میں ڈالا پھر بھیڑیے کے سامنے ڈالا تاکہ زردشت کسی طرح ختم ہو جائے لیکن یہ سب جانور اس کی حفاظت کرنے لگے تیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے زردشت کو نبوت و رسالت سے نوازا۔
زردشت نے گشتاسب بادشاہ کو اپنے دین کی دعوت دی گشتاسب اس پر ایمان لے آیا د
کان دینہ عبادۃ اللہ والکفر بالشیطان والامر بالمعروف والنھی عن المنکر واجتناب الخبائث۔
زردشت کہا کرتا تھا کہ نور و ظلمت دو متضاد اصل ہیں اسی طرح یزدان واہرمن دونوں متضاد ہیں اور موجوداتِ عالم کے وجود کا سبب نور و ظلمت کا امتزاج ہے اور نور و ظلمت کی تراکیب مختلفہ سے متعدد صورتیں بنیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق نور و ظلمت ہیں اور اللہ واحد ہے لاشریک لہٗ ولاضدّ لہٗ۔ اور ظلمت کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ دنیا میں یہ خیر و شر، صلاح و فساد، طہارت و خباثت کے ہنگامے کا اصل سبب نور و ظلمت کا امتزاج و اختلاط ہے اگر ان دونوں کا اختلاط نہ ہوتا تو یہ عالم بھی موجود نہ ہوتا۔
اور نور و ظلمت کا یہ مقابلہ جاری رہے گا تا آنکہ نور ظلمت پر اور خیر شر پر غالب آجائے اس غلبہ کے بعد خیر اپنے عالم میں پہنچ جائے گی جو عالمِ بالا ہے اور شر اپنے عالمِ اسفل میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے سببِ خلاص بعد حصول الامتزاج والاختلاط والباری تعالیٰ ھو الذی مزجھما وخلطھما الحکمۃ راھا فی التراکیب وقال النور اصل واما الظلمۃ فتبع کالظل۔
زردشت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی جس کا نام ہے زند اوستا۔ وہ اس کتاب میں کہتا ہے کہ عالم دو قسم پر ہے مینہ و کیتی یعنی روحانی و جسمانی۔ پھر اس نے موارد تکلیف کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) منش (۲) گویش (۳) کنش۔ یعنی اعتقاد و قول و عمل۔
زردشتیہ اس کے یہ معجزات بیان کرتے ہیں منھا دخول قوائم فرس کشتاسب فی بطن

کشتاسب وکان زردشت فی الحبس فاطلقه فانطلقت قوائم الفرس۔ ومنها انہ مرّ علی اعمی بالدینور فقال خذ واحشیشۃ" وصفها لهم واعصروا مائها فی عینه فانه یبصر ففعلوا فابصر الاعمٰی۔ هذا واللہ اعلم۔

الثنویۃ۔ ثنویہ مثل مجوس بڑا قدیم فرقہ ہے۔ ثنویہ مجوس کی طرح اصلین ازلیین قدیمین یعنی نور و ظلمت کے قائل ہیں۔ یہ مجوس میں سے ایک فرقہ ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ مجوس کے علاوہ ان سے ملتا جلتا جدا فرقہ ہے کیونکہ مجوس اصلین میں سے صرف ایک اصل یعنی نور ہی کو قدیم کہتے ہیں اور اصل ثانی یعنی ظلمت کو حادث کہتے ہیں کما تقدم بیان ذلک۔ بخلاف الثنویہ کہ وہ اصلین یعنی نور و ظلمت دونوں کو ازلی و قدیم مانتے ہیں۔ تاہم یہ فرقہ عقائد و حقائق کے لحاظ سے مجوس کے قریب ہے۔

ثنویہ کہتے ہیں کہ نور و ظلمت یہ دو اصل ہیں عالم کے۔ البتہ دونوں میں بلحاظ جوہر و طبع و فعل و حیز و مکان و اجناس و ابدان و ارواح و صفات فرق ہے۔

ثنویہ میں کئی فرقے ہیں۔ ہم یہاں پر ان کے چند فرقے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

پہلا فرقہ مانویہ ہے۔ یہ اصحابِ مانی بن فاتک حکیم ہیں۔ مانی سابور بن اردشیر کی حکومت کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ مانی کو بہرام بن ہرمز بن سابور نے قتل کیا۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا واقعہ ہے۔

مانی نے مجوسیت و نصرانیت کے مابین ایک نیا دین ظاہر کیا اس نے کچھ اصول و عقائد مجوسیت سے لیے اور بعض اصول نصرانیت سے لیے۔ وہ نبوتِ موسیٰ علیہ السلام کا قائل نہ تھا البتہ نبوتِ مسیح علیہ السلام کا قائل تھا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دراصل مجوسی تھا اور مذاہب کا جاننے والا تھا۔

مانی بن فاتک کہتا ہے کہ یہ عالم مرکب ہے دو اصلین قدیمین سے ایک نور ہے اور دوم ظلمت ہے اور دونوں ازلی ہونے کے ساتھ ساتھ ابدی بھی ہیں یعنی فانی نہیں ہیں۔ اس کے زعم و عقیدے کے لحاظ سے کوئی شئے اصل قدیم کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی اور یہ دونوں اصل بڑی طاقت والے ہیں۔ نیز دونوں حسّاس و درّاک و عاقل و سمیع و بصیر ہیں۔ البتہ دونوں میں باعتبار نفس و صورت و فعل و تدبیر تضاد ہے اور دونوں کا حیز و مکان متقابل ہیں جس طرح ایک شخص اور اس کا سایہ متقابل ہوتے ہیں۔

وہ اس تقابل و تضاد کو یوں بیان کرتا ہے کہ جوہر نور حَسَن۔ فاضل۔ کریم۔ صافی۔ نقی۔ طیبُ الریح و حَسَنُ المنظر ہے۔ اس کے برخلاف جوہر ظلمت قبیح۔ ناقص۔ لئیم۔ کدر۔ خبیث۔ منتن الریح اور قبیح المنظر ہے۔

نیز نور کا نفس خیر۔ کریم۔ حکیم۔ نافع و عالم ہے۔ اور ظلمت کا نفس شریر۔ لئیم۔ سفیہ۔ ضار اور جاہل ہے۔

نیز نور کا فعل خیر۔ صلاح۔ نفع۔ سرور۔ ترتیب اور اتفاق ہے۔ اور ظلمت کا فعل شر۔ فساد۔ ضرر۔ غم۔ تشویش اور اختلاف ہے۔ نیز نور کے مکان کی جہت جہتِ فوق ہے واکثرهم علی انہ مرتفع من ناحیۃ الشمال۔ اور ظلمت کی جہت جہتِ تحت ہے واکثرهم علی انها منحطّۃ من ناحیۃ الجنوب۔

نیز نور کی اجناس پانچ ہیں جن میں سے چار اَبدان ہیں اور خامس اس کی رُوح ہے۔ وہ چار ابدان یہ ہیں نار۔ نور۔ ریح۔ ماء۔ اور ان کی رُوح نسیم ہے۔ وھی تتحرك فی هذہ الابدان۔ اور ظلمت کی اجناس بھی پانچ ہیں۔ ان میں سے چار اَبدان ہیں اور خامس ان کی رُوح۔ ابدانِ اربعہ یہ ہیں۔ حریق۔ ظلمت۔ سموم۔ ضباب۔ اور ان کی رُوح دُخان ہے وھی تتحرك فی هذہ الابدان قال ولم یزل النور یولد ملائکۃ وآلھۃ واولیاء لا علی سبیل المناکحۃ بل کما تتولّد الحکمۃ من الحکیم والمنطق الطیّب من الناطق۔ والظلمۃ لم تزل تولد شیاطین وعفاریت لا علی سبیل المناکحۃ بل کما تتولّد الحشرات من العفونات القذرۃ۔

مانویہ کہتے ہیں کہ بڑی مدت کے بعد نور اور ظلمت میں اختلاط ہوا تو دخان نسیم سے خلط ہوا اور حریق نار سے اور نور ظلمت سے اور سموم ریح سے اور ضباب ماء سے۔ اس اختلاط کی وجہ سے اس عالم میں خیر و شر صلاح و فساد نفع و ضرر وغیرہ متضاد افعال و امور نظر آتے ہیں۔ پس عالم ہذا میں ہر خیر و نفع و صلاح و برکت کا منبع نور ہے یا اجناسِ نور۔ اور ہر ضرر و شر و فساد و مصائب کا مآخذ ظلمت ہے یا اجناسِ ظلمت۔ پھر نور نے اجناسِ نور کو اجناسِ ظلمت سے جدا کرنے اور ان کی نصرت و مدد کرنے کی نیت سے شمس و قمر و دیگر کواکب چلائے تاکہ ان کی مدد سے اجناسِ نور اجناسِ ظلمت کے ارتباط و اختلاط سے خلاصی حاصل کرلے۔

اجزاءِ نور دائماً صعود و ارتفاع کے طالب ہیں اور اجزاءِ ظلمت ہمیشہ نزول و تسفّل کے طالب ہیں۔ اسی طرح یہ کشمکش اور ہنگامہ جاری رہے گا پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ یہ امتزاج و اختلاط ختم ہو کر اجزاءِ نور اجزاءِ ظلمت کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑا لیں گے اور پھر ہر ایک اپنے اپنے عالم و مرکز میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے قیامت و معاد۔

مانی بن فاتک کہتا ہے کہ اس وقت اجزاءِ نور اجزاءِ ظلمت کی گرفت میں ہیں اور وہ اس گرفت سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں اور تسبیح و اذکار۔ اچھی باتیں اور صالح اعمال اجزاءِ نور کے معاون ہیں۔

مانی کہتا ہے کہ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کا سبب بھی یہی قیدی اجزاءِ نور یہ ہیں۔ نور کے کچھ نہ کچھ

اجزاء ہر روز اس ظلمت کی گرفت سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں پہنچ کر جمع ہوتے رہتے ہیں دوسرے دن کچھ اور اجزاء چاند میں پہنچ جاتے ہیں اسی وجہ سے یکم کے بعد ہر رات چاند کی روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ تاآنکہ چاند کا خزانہ پوری طرح مہینے کی چودہ تاریخ کو ان آزاد شدہ اجزاء نوریہ کے جمع ہونے سے پُر ہو جاتا ہے۔ چودہ تاریخ کے بعد چاند ان انوار کو آہستہ آہستہ اگلے چودہ پندرہ دنوں میں انوار کے بڑے گودام اور بڑے خزانے یعنی شمس میں بھیجتا رہتا ہے اور مہینہ کی آخری تاریخ تک چاند یہ کام پورا کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے مہینہ کی آخری ایک دو رات میں انوار سے خالی ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آتا۔ پھر کچھ انوار ظلمت کے قبضہ سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں جمع ہونے لگتے ہیں تو یکم کا چاند تھوڑا سا چمکتا ہوا نظر آجاتا ہے۔ اسی طرح ہر روز اجزاء نوریہ ظلمت کی قید سے خلاصی حاصل کرتے ہوئے چاند میں جمع ہوتے ہیں اور چاند ہر رات بڑھتا جاتا ہے اور چودھویں تاریخ تک پھر چاند کا گودام انوار سے بھر جاتا ہے۔

یہ ہے چاند کی حالتِ بدر کی بچگانہ اور احمقانہ توجیہ جو مانویہ بیان کرتے ہیں اور چاند پھر اپنے سے بڑے گودام یعنی آفتاب میں یہ انوار بھیجنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے چودہ تاریخ کے بعد چاند کی روشنی گھٹتی رہتی ہے اور سورج یہ انوار اپنے سے اوپر اور کسی بڑے نورانی گودام و خزانۂ انوار میں بھیجتا رہتا ہے۔

اور وہ تیسرا گودام اسے اور آگے بھیج دیتا ہے تاآنکہ انوار اپنے عالم اعلیٰ جو خالص نور ہی نور ہے میں پہنچ جائیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے تاآنکہ اس عالم کے سارے انوار اوپر پہنچ جائیں۔

اس کے بعد وہ فرشتہ جو حاملِ ارض ہے زمین کو چھوڑ دے گا اور وہ فرشتہ جو آسمانوں کا تھامنے والا ہے وہ آسمانوں کو چھوڑ دے گا اس طرح عالم اعلیٰ و عالم اسفل ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے جس کی وجہ سے دونوں میں آگ لگ جائے گی اور پھر یہ آگ جلتی رہے گی تاآنکہ خالص نور رہ جائے گا اور یہ آگ ۱۴۶۸ سال تک جل کر بجھ جائے گی۔

فرقۂ ثانیہ مزدکیہ۔ ثنویہ کا یہ فرقۂ ثانیہ اصحاب و اتباع مزدک ہیں۔ مزدک قباذ والدِ انوشیروان کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا اور قباذ مع اپنے وزراء کے مذہب مزدک میں داخل ہوا۔ انوشیروان کو جب مزدک کے بُرے عقائد کا پتہ چلا تو اسے قتل کر دیا۔ مزدکیہ بہت سے اصول میں مانویہ کے موافق ہیں وہ مانویہ کی طرح اصلین یعنی نور و ظلمت کو اصلِ عالم مانتے ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ مزدک کہا کرتا تھا کہ نور فاعل بالقصد والاختیار ہے اور ظلمت فاعل بطریق خبط و اتفاق ہے۔ نور ذو علم و حساس ہے اور ظلمت جاہل داعمیٰ (اندھا) ہے۔ اور نور و ظلمت کے

امتزاج واختلاط کا سبب اتفاق وخبط تھا نہ کہ قصد واختیار۔ اسی طرح نور کا ظلمت سے خلاص بھی باتفاق واقع ہوگا نہ کہ بالاختیار۔

مزدک کے اتباع اہل مجوس کے لیے عظیم آفت اور فتنہ ثابت ہوئے اور اسی کے اتباع کو زندیق کہا جاتا ہے۔ فارس کے تحت ملوک فارس کے احوال میں مزدکیہ کے فتنے کی کچھ تفصیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لفظ زند اور مزدک سے تعریب کے بعد عرب لفظ زندقہ مشتق کر کے ہر ملحد کو زندیق کہتے ہیں۔

مزدکیہ کو زمانۂ قدیم کے کمیونسٹ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ کئی شرارتوں میں کمیونسٹوں سے بھی آگے نکلے ہوئے تھے مزدک کہا کرتا تھا کہ تمام اموال مشترک ہیں اور کوئی شخص کسی مال کو اپنے لیے الگ نہیں رکھ سکتا اسی طرح عورتیں بھی مشترک ہیں اور ہر شخص کو کسی کی بھی بیوی بیٹی کے استعمال کا حق ہے۔ کتب فقہ میں اس قسم کے فرقے کو اباحیہ کہتے ہیں۔ کتاب الملل والنحل ص ۲۴۹ پر ہے۔ وکان مزدك ينهى الناس عن المخالفة والمباغضة والقتال ولما كان اكثر ذلك انما يقع بسبب النساء والاموال احل النساء واباح الاموال وجعل الناس شركة فيها كاشتراكهم فى الماء والنار والكلإ وحكى عنه انه امر بقتل الانفس ليخلصها من الشر ومزاج الظلمة۔

فرقہ ثالثہ دیصانیہ ہے۔ یہ اصحاب دیصان ہیں۔

فرقہ رابعہ مرقیونیہ ہے۔ یہ اصحاب مرقیون ہیں۔ یہ بھی اصلین قدیمین متضادین یعنی نور و ظلمت کے قائل ہیں۔ البتہ یہ اصلِ ثالث بھی مانتے ہیں جس کا نام انھوں نے معدل جامعہ رکھا ہے اور یہی اصلِ ثالث نور و ظلمت کے امتزاج واختلاط کا سبب ہے۔ فان المتنافيين المتضادين لا يمتزجان الا بجامع وقالوا ان المعدل الجامع دون النور فى المرتبة وفوق الظلمة وحصل من الاجتماع والامتزاج هذا العالم۔

وحكى بعض العلماء عن الديصانية انهم زعموا ان المعدل الجامع هو الانسان الحساس الدراك اذ هو ليس بنور محض ولا ظلام محض وحكى عنهم انهم يرون المناكحة وكل ما فيه منفعة لبدنه ورحه حراما ويحترزون عن ذبح الحيوان لما فيه من الالم هذا والله اعلم۔

الیہود - قرآن شریف میں متکرر الذکر ہیں۔ یہود نام ہے امت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا۔ یہود کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض یہ لفظ عربی ہے ماخوذ ہے ھاد سے یقال ھاد یھود الرجل اذا تاب۔ سموا بذلك لانهم تابوا عن عبادة العجل ووجه التخصيص كون توبتهم اشق الاعمال۔ اشقیت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں توبہ کی یہ صورت بتائی کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ چنانچہ تاریکی میں انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کیا اور جب ہزارہا یہود قتل ہوگئے

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور عند بعض العلما۔ یہ ماخوذ ہے ہاد الرجل یہود اذا اسکن سے۔ و منہ الهوادة۔ اور اگر یہ لفظ عربی الاصل نہ ہو تو معرب یہوذا ہے۔ تعریب کے بعد یہوذا یہود ہو گیا یہوذا یعقوب علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ ان کے نام سے یہ ساری امت موسوم ہوئی ہذا واللہ اعلم۔

النصاریٰ۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہے۔ نصاریٰ امتِ عیسیٰ علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔ نصاریٰ جمع نصران ہے نصران بمعنی نصرانی ہے۔ بعض علما کی رائے میں نصران کلام عرب میں مستعمل نہیں ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ کلام عرب میں مستعمل ہے۔ مرد کو نصران کہا جاتا ہے اور عورت کے لیے نصرانہ مستعمل ہے مثل ندمان وندمانۃ قالہ سیبویہ۔ بنا بریں نصرانیّ میں یا، مبالغہ کے لیے ہے کما یقال للاحمر احمریٌّ اشارةً الی انه عریق فی وصف الحمرة۔ اور عند البعض یہ یا، واحد و جمع میں فرق کے لیے مفید ہے مثل زنج و زنجیّ و روم و رومیّ۔ رومی مفرد ہے روم جمع ہے۔ اگر نصاریٰ جمع نصران ہو تو یہ جمع علی وفق القیاس ہے مثل ندامیٰ جمع ندمان۔

اور بعض علما، ادب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصریّ ہے مثل مہاریٰ جمع مہریّ۔ اور نصاریٰ میں الف للتانیث ہے اس لیے اس پر تنوین داخل نہیں ہوتی۔ اور بعض ادیب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصریّ ہے۔ حذفت احدی یائیه وقلبت الکسرة فتحةً للتخفیف ثم قلبت الیاء الفاً۔ یہ قول مختار خلیل ہے۔

اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت کی تھی۔ یا اس لیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی نصرت کرتے رہتے ہیں۔ ایک اور وجہ تسمیہ بھی ہے وہ یہ کہ ناصرہ اس بستی کا نام تھا جس میں مریم امّ عیسیٰ علیہما السلام مقیم تھیں اس بستی کے نام کی مناسبت سے امتِ عیسیٰ علیہ السلام کا نام نصاریٰ ہوا اور نصرانیّ اسی کی طرف نسبت ہے۔ عند البعض اس بستی کا نام نصرایا اور عند البعض نصریّ اور عند البعض نَصرانۃ اور عند البعض نصران تھا۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

تَمّ تلخیص کتابی المطالب المبرورة فی الفرق المشهورة۔ ولله الحمدُ والمنّة۔

فصل

اس فصل میں بعض انبیاء علیہم السلام وملائکہ علیہم السلام وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ تاریخ انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں میری ایک مستقل تصنیف ہے جس کا نام ہے مرآۃ النجبار فی تاریخ الانبیاء۔ اس کتاب کے چند ابواب کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

آدم علیہ السلام۔ آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نوع انسانی کے اول فرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق مٹی سے کی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون تخلیق آدم کے بعد فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے مقصود تعظیم نوع انسانی تھا۔ اسی وجہ سے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ انسان یعنی خواص انسان افضل ہیں ملائکہ سے۔ مامور بالسجدہ کل ملائکہ تھے کما قال الجمہور یا فقط ملائکۃ الارض کما روی ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قرآن واحادیث میں یہ قصہ بتفصیل موجود ہے۔

ڈارون کا نظریہ یہ ہے کہ انسان بتدریج اور بطریقۂ ارتقاء اس شکل وہیئت کو پہنچا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کی اصل بندر ہے اور لاکھوں سال کے بعد ترقی کرکے انسان بنا اور اس کی یہ موجودہ شکل بن گئی۔ لیکن یہ نظریہ قرآن واحادیث واسلام کے خلاف ہے۔ قرآن واحادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان دفعۃً پیدا ہوا ہے اور اس کے اول فرد آدم علیہ السلام ہیں۔

تخلیق آدم علیہ السلام کی تکمیل بروز جمعہ ہوئی۔ قال علیہ السلام خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خُلق ادم وفیہ اُدخل الجنۃ وفیہ اُخرج منہا۔ رواہ مسلم۔ وعن ابی بن کعب مرفوعًا ان اباکم ادم کان کالنخلۃ السحوق ستین ذراعًا کثیر الشعر۔ رواہ ابن عساکر۔ وعن الحسن قال اھبط ادم ای بعد اکل الشجرۃ بالھند وحواء بجدۃ وابلیس بدستمیسان من البصرۃ علی امیال واھبطت الحیۃ باصفھان۔ کذا فی البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر ج ۱ ص ۸۰

وقال وھب بن منبہ لما تاب اللہ علی ادم علیہ السلام امرہ ان یسیر الی مکۃ فطوی لہ الارض وقبض عنہ المفاوز فلم یضع قدمہ الی شئ من الارض الا صار عمرانا حتی انتھی الی مکۃ وکان مھبطہ حین اھبط من جنۃ عدن فی شرقی ارض الھند واھبط اللہ حواء بجدۃ والحیۃ بالبریۃ وابلیس علی ساحل

بحر الابلۃ والابلۃ مدینۃ صغیرۃ بالبصرۃ فیہا نھر الابلۃ وکان اٰدم امرد وانما نبتت اللحی لولدہ بعدہ و کان طویلاً کثیر الشعر جعدًا اٰدم اجمل البریۃ ولما ھبط الی الارض حرث وغزلت حواء الشعر وحاکتہ بیدھا۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ صث وایضًا فیہا ولد لاٰدم اربعون ولدًا فی عشرین بطنا وانزل علیہ تحریم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وحروف المعجم فی احدی وعشرین ورقۃ وھو اول کتاب کان فی الدنیا ولما مات اٰدم علیہ السلام حفر لہ فی موضع من جبل ابی قبیس یقال لہ غار الکنز فلم یزل اٰدم فی ذلک الغار حتی کان زمان الغرق فاستخرجہ نوح علیہ السلام وجعلہ فی تابوت معہ فی السفینۃ فلما نضب الماء وبدت الارض ردّہ نوح علیہ السلام الی مکانہ وعاش اٰدم الف سنۃ انتھی باختصار۔

وکان شیث بن اٰدم اجلّ ولد اٰدم وکان وصیّ ابیہ وکل البشر من ولدہ وانزل اللّٰہ علی شیث خمسین صحیفۃ وعاش ۹۱۲ سنۃ۔ وعن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ کما فی تاریخ الطبری، ج ۱ ص۸۵ قال لم یمت اٰدم حتی بلغ ولدہ وولد ولدہ اربعین الفًا بنوذ ورای اٰدم فیھم الزنا وشرب الخمر والفساد۔

صوفی ابن عربی رحمہ اللہ فتوحات کے باب تسعین وثلثمائۃ میں لکھتے ہیں لقد طفت بالکعبۃ مع قوم لا اعرفھم فانشدونی بیتین حفظت واحدًا ونسیت الاٰخر وھو ؎

لقد طُفنا کما طُفتم سِنینا — بھذا البیت طُرًّا اجمعینا

وقال لی واحد منھم اما تعرفنی فقلت لا قال انا من اَجدادِک الاُول قلت کم لک منذ متّ قال لی بضع واربعون الف سنۃ" فقلتُ لہ لیس لاٰدم علیہ السلام ھذا القدر من السنین فقال لی عن ایّ اٰدم تقول عن ھذا الاقرب الیک او عن غیرہ فتذکرت حدیثا روی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ تعالی قد خلق مائۃ الف اٰدم۔ انتھی۔ قلت لم یثبت فی حدیث صحیح کثرۃ اٰدم والصحیح انہ واحد۔

وفی بعض الکتب ولد نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم لمضی ۶۵۰۰ سنۃ من زمن اٰدم علیہ السلام او نحو ذلک وقد روی انہ علیہ السلام قال ان احسنت امتی فبقاؤھا یوم من ایام الاٰخرۃ وذلک الف سنۃ وان اساءت فنصف یوم۔ وقیل ولد نبیّنا علیہ السلام لتمام ۶۰۰۰ سنۃ من عھد اٰدم علیہ السلام۔ وعن ابن عباس ؓ الدنیا جمعۃ من جمع الاٰخرۃ سبعۃ الاف سنۃ۔ ھذا واللّٰہ اعلم۔

نوح علیہ السلام - ھو نوح بن لامك بن متوشلخ بن خنوخ وھو ادریس بن یرد بن مھلاییل بن قینن بن انوش بن شیث بن آدم ابی البشر علیہما السلام - آپ کے چند احوال یہ ہیں - (۱) آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوئے ۱۲۶ سال گزرے تھے - کما ذکرہ ابن جریر وغیرہ یا ۱۴۶ سال - بقول بعض مورخین تاریخ کا صحیح علم نہیں ہے - یہ سب تخمینی اور ظنی باتیں ہیں -

اخرج ابن حبان بسندہ عن ابی امامۃ ان رجلاً قال یا رسول اللہ أنبیّ کان آدم قال نعم مکلّمٌ قال فکم کان بینہ وبین نوح قال عشرۃ قرون اس حدیث کے پیش نظر آدم ونوح علیہما السلام کے درمیان طویل زمانہ ثابت ہوتا ہے - آپ کی عمر بڑی طویل تھی - قرآن میں ہے ولقد ارسلنا نوحًا الی قومہ فلبث فیھم الف سنۃ الّا خمسین عاما فاخذھم الطوفان وھم ظالمون - آپ کی بددعا سے تمام انسان یعنی کفار غرق ہوگئے صرف مسلمان زندہ بچے جو آپ کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے اور وہ ۸۰ مسلمان تھے عند ابن عباسؓ، اور ۷۲ تھے بقول کعب احبار -

آپ آدم ثانی تھے - کیونکہ نسل انسانی صرف آپ کی اولاد ثلاثہ یعنی سام وحام ویافث سے آگے پھیلی ہے دیگر مسلمانوں کی نسل ختم ہوگئی جو آپ کے رفقاء تھے - قال اللہ تعالی وجعلنا ذرّیتہ ھم الباقین - وعن سمرۃ مرفوعًا سام ابو العرب وحام ابو الحبش ویافث ابو الروم - رواہ احمد - وعن ابی ھریرۃ مرفوعًا وُلد لنوح علیہ السلام سام وحام ویافث فولد لسام العرب وفارس والروم والخیر فیھم وولد لیافث یاجوج وماجوج والترك والسقالبۃ ولاخیر فیھم وولد لحام القبط والبربر والسودان اخرجہ البزار -

اہل پاکستان وہندستان بقول محقق اولاد سام ہیں اور بقول بعض اولاد حام ہیں - نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے روی ابن ماجہ باسنادہ عن ابن عمرو یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صام نوح الدھر الّا یوم عید الفطر ویوم الاضحیٰ وزاد الطبرانی وصام داؤد ؑ نصف الدھر وصام ابراھیم ثلاثۃ ایام من کل شھر صام الدھر وافطر الدھر -

تاریخ طبری میں ہے کہ لمک بن متوشلخ نوح بن لمک کی ولادت کے بعد ۵۹۵ سال زندہ رہے نوح علیہ السلام کی شادی عمورہ بنت براکیل بن محویل بن اخنوخ بن قین بن آدم علیہ السلام سے ہوئی عمورہ کے بطن سے حام - سام - یافث پیدا ہوئے - لمک کے ایک بھائی کا نام صابی تھا - اسی کے نام کی طرف فرقہ صابیہ منسوب ہے - وقیل غیر ذلك وقد روی عن جماعۃ من السلف انہ کان بین آدم ونوح علیہما السلام عشرۃ قرون کلھم علی ملّۃ الحق وان الکفر باللہ انما حدث فی القرن الذین

بعث الیھم نوح علیہ السلام وقالوا انّ اوّل نبیّ ارسلہ اللہ الی قوم بالانذار والدعاء الی توحید نوح علیہ السلام۔

اولادِ آدم میں طویل ترعمر جو نص قطعی سے ثابت ہے نوح علیہ السلام کی ہے فعن عون بن شداد قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ ارسل نوحًا الی قومہ وھو ابن خمسین وثلثمائۃ سنۃ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عامًا ثم عاش بعد ذلک خمسین وثلثمائۃ سنۃ وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال بعث اللہ نوحا الیھم وھو ابن اربعمائۃ سنۃ وثمانین سنۃ ثم دعاھم فی نبوتہ مائۃ و عشرین سنۃ ورکب السفینۃ وھو ابن ستمائۃ سنۃ ثم مکث بعد ذلک ثلثمائۃ وخمسین سنۃ نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا یام تھا جس نے اپنے والد کے دین وطریقے سے اختلاف کرکے کفار کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ طوفان میں غرق ہوا۔ ساری دنیا کے انسان سابقہ تین یعنی حام وسام و یافث کی اولاد ہیں۔ بعض اہل فارس وہند وغیرہ وقوع طوفان کے منکر ہیں اور بعض اس کے قائل ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ عالمگیر نہ تھا صرف ارض بابل میں واقع ہوا تھا۔

قولہ تعالیٰ وفار التنور کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے مراد طلوع نور فجر ہے۔ (۲) تنور سے مراد وجہ ارض ہے ای انبجس الماء من وجہ الارض والعرب تسمی وجہ الارض تنورًا قالہ ابن عباس رضی اللہ عنھما (۳) التنور اشرف موضع فی الارض واعلی مکان فیھا قالہ قتادۃ۔ (۴) تنور سے مراد وہ تنور ہے جس میں روٹی پکاتے ہیں۔ قالہ الحسن وکان تنورًا من حجارۃ وکان لاٰدم ثم انتقل الی نوح علیھما السلام فنبع الماء منہ فعلمت بہ امرأتہ فاخبرتہ۔

تنور کے محل وقوع میں اقوال ہیں قال مجاھد کان ذلک فی ناحیۃ الکوفۃ وعن الشعبی کذلک وقال اتخذ نوح علیہ السلام السفینۃ فی جوف مسجد الکوفۃ وعن مقاتل ذلک تنور اٰدم وانما کان بالشام وعن ابن عباس کان التنور بالھند۔

وعن مالک بن سلیمان بن الھروی ان الحیّۃ والعقرب اتیا نوحا فقالا احملنا فی السفینۃ فقال انکما سبب الضرّ والبلایا فلا احملکما قالا احملنا ونحن نضمن لک ان لا نضرّ احدًا ذکرک فمن قرأحین یخاف مضرتھما سلام علی نوح فی العالمین انا کذلک نجزی المحسنین انہ من عبادنا المؤمنین لم یضراہ۔ کذا فی العرائس للثعلبی ص۳۶

طوفان نوح علیہ السلام ۲۲۴۲ھ من ھبوط آدم علیہ السلام میں آیا تھا۔ اہل سفینہ ۱۰ ارمحرم کو سفینہ سے باہر نکلے جودی پہاڑ پر استقرار کے بعد۔ نوح علیہ السلام کا سال وفات ۲۵۹۲ھ من الھبوط ہے

هذا واللہ اعلم۔

ابراہیم علیہ السلام۔ تفسیر بیضاوی میں اور خود قرآن کریم میں ان کا ذکر موجود ہے ھو ابراھیم ابن تارخ بن ناحور علیہ السلام۔ یہ جد الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد سارے انبیاء علیہم السلام آپ ہی کی نسل سے بھیجے گئے۔

ام ابراہیم کا نام اُمیلہ ہے کما ذکر ابن عساکر وقال الکلبی اسمھا بونا بنت کربُنا۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے۔ آپ کی پیدائش ارض بابل میں ہوئی وہو الاصح۔ اُس زمانے کے لوگ کواکب سبعہ کی پرستش کرتے تھے لوط علیہ السلام آپ کے ابن اخ ہیں. قرآن مجید میں آپ کے باپ کا نام آزر بتایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ واذ قال ابراھیم لابیہ آزر اتتخذ اصناما آلھۃ"۔

بعض علما مثل حافظ سیوطیؒ وغیرہ لکھتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا جو بت پرست اور بت تراش تھا اور بطور تعظیم اس پر اَب کا اطلاق ہوا ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ موحّد تھا۔ اور لکھا ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلۂ آباء میں تا آدم علیہ السلام کوئی بھی بت پرست ومشرک وکافر نہیں تھا بلکہ سب موحد تھے اور یہی معنی ہے اس آیت کا وتقلبك فی الساجدین۔ شعراء۔

ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے اسحاق علیہ السلام اور یہ بطنِ سارہ سے تھے اور اسماعیل علیہ السلام اور یہ بطنِ ہاجرہ سے تھے۔ کل انبیاء بنی اسرائیل اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں صرف ایک نبی یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بلادِ شام کو پھر دیارِ مصر کی طرف ہجرت کی اور پھر ارضِ مقدسہ یعنی شام میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ ابراہیم علیہ السلام بہت سے فضائل میں ممتاز ہیں۔ مثلاً (۱) ابراہیم علیہ السلام پانچ اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں یعنی ابراہیم ومحمد وموسیٰ ونوح وعیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام۔ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے۔ (۲) ہمارے دین میں آپ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے قرآن میں اس کی تصریح ہے ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ۔

(۳) آپ خلیل اللہ ہیں وفی الصحیحین عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الناس ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلاً وذکر ابن ابی حاتم باسنادہ لما اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا القی فی قلبہ الوجل حتی ان کان خفقان قلبہ یسمع من بعد کما یسمع خفقان الطیر فی الھواء۔ (۴) آپ تمام امم میں محبوب ومعظم ہیں۔ (۵) قرآن مجید میں ۳۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے صرف

سورۂ بقرہ میں ۱۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے۔ (۶) روی احمد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً یحشر الناس حفاۃ عراۃ غرلا فاول من یکسی ابراھیم علیہ السلام (۷) واخرج احمد باسنادہ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رجل للنبی علیہ السلام یا خیر البریۃ فقال ذاک ابراھیم ورواہ مسلم ایضاً۔ وقال ذلک تواضعاً او قبل العلم بانہ افضل من جمیع الانبیاء حتی من ابراھیم علیہم السلام۔

(۸) ہر نماز میں ہم مسلمان آپ پر بھی درود شریف پڑھتے ہیں کما صلیت علی ابراھیم الخ

(۹) آپ نے بامر اللہ تعالیٰ ۱۲۰ سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا۔ اس سے پہلے ختنہ کا حکم نہ تھا اور نہ رواج تھا۔

(۱۰) آپ کی بہت سی اولیات ہیں۔ فعن سعید بن المسیب وغیرہ کان ابراھیم علیہ السلام اول من اضاف الضیف واول من اختتن واول الناس قص الشارب واول الناس رای الشیب فقال یارب ما ھذا فقال وقار فقال یارب زدنی وقاراً واول من استحد واول من لبس السراویل وفی محاضرۃ الاوائل ص۳۷ ان ابراھیم اول من ھاجر فی سبیل اللہ واول من جعلہ اللہ ابا الانبیاء فروی انہ خرج من صلبہ الف نبی الی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واول من اضاف الضیفان واول من قلم الاظفار وقص الشارب وثرد الثرید وصافح وعانق وخطب علی المنبر و اول من شاب وعن علی رضی اللہ عنہ کان الرجل یبلغ الھرم ولم یشب وکان الرجل یأتی وفیھم الوالد والولد فیقول ایکم الوالد من الولد فقال ابراھیم علیہ السلام رب اجعل لی شیباً وقاراً اعرف بہ فاصبح رأسہ ولحیتہ ابیضین فقال اللھم زدنی وقاراً۔

ابراھیم علیہ السلام کے پہلے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام ہیں بطن ہاجر قبطیہ مصریہ سے۔ پھر اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے بطن سارہ بنت عم الخلیل سے۔ اور تیسری بیوی قنطورا بنت یقطن کنعانیہ سے چھ بیٹے ہیں مدین۔ زمران۔ سرج۔ یقشان۔ نشق۔ عند البعض چھٹے کا نام معلوم نہیں۔ اور چوتھی بیوی حجون بنت امین سے پانچ بیٹے ہیں۔ یعنی کیسان۔ سورج۔ امین۔ لوطان۔ نافس۔ قالہ السہیلی فی کتابہ التعریف والاعلام وابن کثیر فی البدایۃ ج۱ ص۱۷۵۔

وفی بعض کتب التاریخ ولد ابراھیم علیہ السلام لمضی ۱۰۸۱ سنۃ من الطوفان ولمضی ۳۳۲۳ سنۃ من ھبوط آدم علیہ السلام ومن غریب الواقع فی التوراۃ ان عمر ابراھیم کان یوم وفاۃ نوح علیہما السلام ۵۳ سنۃ وابراھیم علی رأی بعضھم اب لجمیع الشعوب من بعدہ فلذلک کان الاب الثالث للخلیقۃ من بعد آدم ونوح علیہما السلام وتوفی ابراھیم علیہ السلام لمضی ۳۴۹۸ سنۃ من ھبوط آدم علیہ السلام اھ۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

عزیر علیہ السلام ۔ آپ جلیل القدر نبی ہیں۔ انتقال کے سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انھیں زندہ کرکے اٹھا دیا۔ اسی طرح آپ کے گدھے کی ہڈیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے گدھے کی شکل دے کر زندہ فرمایا قال اللہ تعالیٰ وانظر الی حمارك ولنجعلك اٰیۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحمًا۔

بعض یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ عزیرؑ ابن اللہ ہیں۔ قال ابن عباسؓ بُعث عزیر بعد بخت نصر۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ آپ کا زمانہ داؤد علیہ السلام وزکریا علیہ السلام کے درمیان ہے قال انہ کان فیما بین داؤد وسلیمان و بین زکریا و یحییٰ ۔ بنابریں قول آپ کا زمانہ زمانۂ بخت نصر پر مقدم ہے۔ تاریخ ابن عساکر میں ہے عن انس رضؓ ان عزیرًا کان فی زمن موسیٰ علیہ السلام ۔ ھذا واللہ اعلم۔

موسیٰ علیہ السلام ۔ ھو موسیٰ بن عمران بن قاھث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم علیھم السلام۔ مدین سے واپس آتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ افضل الدعاء ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ سب سے افضل دعا جو کسی نے دوسرے کے لیے مانگی ہو وہ کون سی ہے اور کس کی ہے۔ تو جواب میں کہا جائے گا کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا تھی جس میں ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی گئی تھی۔ کیونکہ نبوت افضل نعم اللہ ہے۔

آپ کی والدہ کا نام ایارخا ہے بقول سہیلی وقیل ایاذخت وفی تفسیر القرطبی عن الثعلبی اسمھا لوخابنت ھاند وفی بعض التفاسیر یوحانذ۔ کذا فی البدایۃ والنھایۃ وھو اشبہ ۔ آپ ذوالعزم نبی و رسول ہیں۔ آپ پر تورات نازل ہوئی۔ جو قرآن کے بعد جامع کتاب ہے۔ قرآن مجید میں آپ کا اور آپ کی کتاب کا ذکر عموماً ہمارے نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوا ہے آپ کی پرورش اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم دشمن یعنی فرعون کے گھر میں کرائی۔ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام نے امتِ محمدیہ پر بڑا احسان کیا کہ آپ کی وجہ سے پچاس نمازیں منسوخ ہوکر پانچ رہ گئیں۔ امت محمدیہ کے بعد دوسرے درجہ پر سب سے زیادہ آپ کی امت ہے۔ آپ کلیم اللہ ہیں ثبت فی الصحیحین فی احادیث الاسراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرّ بموسیٰ وھو قائم یصلی فی قبرہ۔

آپ اللہ تعالیٰ کے وصف جلال کے مظہر تھے روی احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ موقوفًا قال جاء ملك الموت الی موسیٰ علیہ السلام فقال اجب ربك فلطم موسیٰ عین ملك الموت ففقأھا ورواہ ابن حبان مرفوعًا ثم استشکلہ ابن حبان واجاب عنہ بما حاصلہ انہ علیہ السلام

لم یعرفہ لمجیئہ علی غیر صورۃ یعرفہا موسی علیہ السلام فلطمہ لانہ دخل دارہ بغیر اذنہ هذا موافق لشریعتنا فی جواز فقئ عین من نظر الیك فی دارك بغیر اذن اہ وعن ابی هریرۃ مرفوعًا ان ملك الموت کان یأتی الناس عیانًا (ای فی صورۃ انسان) حتی اتی موسی علیہ السلام فلطمہ ففقأ عینہ قال فرجع فقال یا رب ان عبدك موسی فقأ عینی ولولا کرامتہ علیك لشققت علیہ فقال ائت عبدی موسی فقل لہ فلیضع کفہ علی متن ثور فلہ بکل شعرۃ وارت یدہ سنۃ وخیرہ بین ذلك وبین ان یموت الآن قال فاتاہ فخیرہ فقال موسی علیہ السلام فما بعد ذلك قال الموت قال فالآن اذاً۔ قال فشمہ شمۃ قبض روحہ قال فجاء بعد ذلك الی الناس خفیًا۔

موسیٰ علیہ السلام کی وفات کی کچھ تفصیل احوال ہارون علیہ السلام میں مذکور ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی کل عمر بوقتِ وفات ١٢٠ سال تھی۔ عشرون من ذلك فی ملك افریدون ملك فارس ومائۃ منها فی ملك منوشہر وکان ابتداء امرہ من لدن بعثہ اللہ نبیًا الی ان قبضہ اللہ الیہ فی ملك منوشہر کذا فی تاریخ الامم ج ١ ص ٢٢٥۔

موسی علیہ السلام کی وفات ٧ ماہ آذار میں ہوئی۔ آپ کی وفات کے وقت ہبوط آدم علیہ السلام از جنت کے ٣٨٦٨ سال گزر چکے تھے اور طوفان نوح علیہ السلام کے ١٦٢٦ سال گزر چکے تھے۔ ہارون علیہ السلام کی وفات گیارہ ماہ قبل ہوئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت مولد ابراہیم علیہ السلام کو ٥٤٤ سال گزر گئے تھے۔ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلتے وقت آپ کی عمر ٨٠ سال تھی۔ پھر ٤٠ سال میدان تیہ میں گزارے تو آپ کی کل عمر ١٢٠ سال ہے۔ بنی اسرائیل کی کل مدت قیام مصر یعنی مصر میں دخول سے لے کر مصر سے خروج وغرق فرعون تک 215 سال تھی۔ کتب تاریخ میں اس سلسلے میں بیان مدت میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

شہر مدین میں موسی علیہ السلام کا عقد نکاح صفورہ بنت یترون سے ہوا۔ یترون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے۔ صفورہ اور ان کی بہن لیا کی بکریوں کے لیے آپ نے مدین میں کنویں سے پانی نکالا تھا۔ جو لڑکی آپ کو بلانے کے لیے آئی تھی اس کا نام صفورہ تھا قال اللہ تعالی حکایۃ۔ فجاءتہ احداهما تمشی علی استحیاء قالت ان ابی یدعوك لیجزیك اجر ما سقیت لنا۔ قیل ان یترون کان کاهن مدین والکاهن الحبر وقیل الذی استأجر موسی علیہ السلام اسمہ یثری صاحب مدین وقال بعض المحققین هو شعیب علیہ السلام وتزوج بنت شعیب وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سألت جبرائیل ای الاجلین قضی موسی (عشر سنین او ثمان) قال اتمهما واکملهما۔ کذا قال الطبری فی تاریخہ ج ١ ص ٢٠٦

آپ کے عصا کی لمبائی دس گز تھی اور آپ کا قد بھی دس گز تھا۔ یاد رکھیں کہ شرعی گز تقریباً ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے۔ مدین مصر سے آٹھ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ فعن ابن عباس رضی اللہ عنہما خرج موسی من مصر الی مدین وبینهما مسیرة ثمان لیال و یقال نحو من الکوفة الی البصرة۔ آپ کے خسر شعیب علیہ السلام مدین میں رہتے تھے۔

وفی الحدیث المرفوع اصدق النساء فراسة امرأتان کلتاهما تفرستا فی موسی علیہ السلام فاصابتا احداهما امرأة فرعون حین قالت قرة عین لی ولك لا تقتلوه والاخری بنت شعیب حیث قالت یاابت استأجره ان خیر من استأجرت القوی الامین۔ قالوا وتزوج موسی علیہ السلام بالصغری هذا والله اعلم۔

اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام۔ آپ اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال تھی۔ بعدہٗ اسحاق علیہ السلام اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ بنائے بیت اللہ شریف میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اسمٰعیل علیہ السلام بھی شریک تھے۔ کما فی القرآن۔

علماء تاریخ لکھتے ہیں ان اسماعیل علیہ السلام اول من رکب الخیل وکانت وحوشًا فانسها ورکبها وانه اول من تکلم بالعربیة الفصیحة البلیغة۔ وذکر ابن کثیر فی البدایة والنهایة ص۱۹۲ ان النبی علیہ السلام قال اول من فتق لسانه بالعربیة البینة اسماعیل وهو ابن اربع عشرة سنة۔ اسماعیل علیہ السلام نے ۱۳۷ برس کی عمر میں وفات پائی ہے اور بیت اللہ شریف کے اندر اپنی والدہ ہاجرہ کے پاس مدفون ہیں۔

آپ کی قبر میزاب رحمت کے نیچے حطیم کے اندر واقع ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کی روایت ہے قال شکی اسماعیل علیہ السلام الی ربه حر مکة فاوحی اللہ تعالی الیه انی سأفتح لك بابًا الی الجنة الی الموضع الذی تدفن فیه تجری علیك روحها الی یوم القیامة۔ کذا فی البدایة۔ هذا والله اعلم۔

ہارون علیہ السلام۔ آپ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ میدان تیہ کے آس پاس پہاڑ میں یا کسی اور پہاڑ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات کا طویل قصہ بعض آثار میں مروی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۲ ص۲۲۶ یقال ان فی جبل احد قبر هارون اخی موسیٰ علیہما السلام وفیه قبض فواراه موسی علیہ السلام فیه وکانا قد ما حاجین او معتمرین وعن ابن دحیة ان هذا باطل بیقین وان نص التوراة انه دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقد یقال لا مخالفة لانه یقال المدینة شامیة وقیل دفن بالتیه هو واخوه موسی علیہما السلام۔ اھ

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اللہ تعالی لما دعا موسی علیہ السلام یعنی بدعائہ قولہ رب انی لا املك الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین قال فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض قال فدخلوا التیہ فکل من دخل التیہ ممن جاوز العشرین سنۃ مات فی التیہ قال فمات موسی علیہ السلام فی التیہ ومات ہارون علیہ السلام قبلہ قال فلبثوا فی تیہہم اربعین سنۃ وناہض یوشع علیہ السلام بمن بقی معہ مدینۃ الجبارین فافتتح یوشع المدینۃ وعن قتادۃ ان موسی علیہ السلام مات فی الاربعین سنۃ ولم یدخل بیت المقدس منہم الا ابناؤہم اھ۔ کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص۲۲۵

وفی تاریخ ابن کثیر ج ۱ ص۳۲۳ الذی علیہ الجمہور ان ہارون علیہ السلام توفی بالتیہ قبل موسی علیہ السلام بنحو من سنتین وبعدہ موسی علیہ السلام فی التیہ ایضا وفیہ ج ۱ ص۳۱۷ ان موسی علیہ السلام سأل اللہ تعالی عند موتہ ای فی التیہ ان یدنیہ من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر قال ابوہریرۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلو کنت ثم لاریتکم قبرہ الی جانب الکثیب الاحمر۔ ہذا واللہ اعلم۔

زکریا علیہ السلام۔ شرح ذلك بانہم کانوا یکفرون بآیت اللہ ویقتلون النبیین الآیۃ میں آپ اور یحیی علیہما السلام مذکور ہیں۔ آپ یحیی علیہ السلام کے والد ہیں قال اللہ تعالی یا زکریا انا نبشرك بغلام اسمہ یحیی لم نجعل لہ من قبل سمیا زکریا علیہ السلام ہی مریم علیہا السلام کے کفیل تھے روی ابوہریرۃ ؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان زکریا نجارا۔ رواہ احمد۔

وفی المعارف ص۲۴ تزوج زکریا ایساع ابنۃ عمران اختا لمریم ابنۃ عمران واسم ام مریم حنۃ وکان یحیی وعیسی علیہما السلام ابنی خالۃ واشاعت الیہود انہ رکب من مریم الفاحشۃ وقتلوہ فی جرف شجرۃ قطعوہا وقطعوہ معہا اھ۔ ہذا واللہ اعلم۔

شعیب علیہ السلام۔ آیت واذا استسقی موسی لقومہ الآیۃ اور آیت وباءوا بغضب من اللہ ذلك بانہم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے آپ کو خطیب الانبیاء کا لقب دیا ہے کیونکہ آپ کا خطاب اپنی قوم سے بڑا بلیغ اور بہترین اسلوب پر مشتمل ہے قال اللہ تعالی والی مدین اخاہم شعیبا۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کی جدہ لوط علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔ حدیث ابوذرؓ ہے قال علیہ السلام فی ذکر الانبیاء والرسل اربعۃ من العرب ہود وصالح وشعیب ونبیك یا اباذر۔ وہب بن منبہ کی روایت ہے ان شعیبا مات بمکۃ ومن معہ من المؤمنین وقبورہم غربی الکعبۃ بین دار الندوۃ ودار بنی سہم۔ کذا قال الحافظ ابن عساکر فی تاریخہ۔

وفی اللقطۃ ص۳۵ بُعث شعیب علیہ السلام الی اصحاب الایکۃ واھل مدین و قد اختلفوا فی نسبہ فقیل من ولد ابراھیم الخلیل علیہ السلام وقیل من ولد بعض المؤمنین بابراھیم وکان الایکۃ من شجر ملتف فلم یؤمنوا فاھلکھم بسحابۃ امطر علیھم نارًا یوم الظلۃ واھلک اھل مدین بالزلزلۃ اھ۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں (ج ۱ ص ۲۰۶) کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی بھتیجی تھیں۔ موسی علیہ السلام کی اہلیہ کا نام صفورہ بنت یترون تھا اور یترون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے۔ لیکن بہت سے مفسرین کا کہنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں ہذا واللہ اعلم۔

حزقیل علیہ السلام۔ آیت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ حزقیل بن بوذی علیہ السلام بنی اسرائیل کے نگران تھے یوشع علیہ السلام اور کالب بن یوفنا کے بعد۔

آپ ہی ان ہزارہا انسانوں کے احیاء کا سبب تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک علاقہ میں وبائے طاعون واقع ہونے کی وجہ سے وہاں کے ۳۰ ہزار سے زائد لوگ موت سے ڈرکر اس علاقہ سے نکل گئے اللہ تعالی نے یکدم ان پر موت مسلط کر دی اور وہ سارے مرگئے۔ بڑی مدت کے بعد ان کی ہڈیوں پر حزقیل علیہ السلام گزرے تو متفکر ہوکر کھڑے ہوگئے۔ اللہ تعالی نے فرمایا کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ہم ان سب کو زندہ کردیں۔ عرض کیا ہاں اے اللہ۔ اللہ نے سب کو زندہ فرمادیا وہ مردے زندہ ہوکر اٹھے اور بیک آواز نعرۂ تکبیر بلند کیا وقیل قالوا سبحانک ربنا وانا نحمد لک لا الہ الا انت۔ قال اللہ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم حدیث شریف ہے عن عبد الرحمٰن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا السقم عذب بہ الامم قبلکم فاذا سمعتم بہ فی ارض فلا تدخلوھا واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارًا منہ اخرجہ احمد۔ ھذا واللہ اعلم۔

یوسف علیہ السلام۔ ھو یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم علیھم الصلوٰۃ والسلام یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام راحیل تھا۔ یوسف علیہ السلام کی ولادت کے بعد راحیل کے بطن سے بنیامین پیدا ہوئے اور ولادتِ بنیامین کی تکلیف میں راحیل کا انتقال ہوا۔

یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے روبیل۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ الیساخر۔ زابلون۔ یہ لیا کے بطن سے تھے۔ یوسف۔ بنیامین یہ راحیل کے بطن سے تھے اور بقیہ چار بیٹے باندیوں سے تھے۔ یوسف علیہ السلام بڑے جمیل وحسین تھے۔ بھائیوں نے حسد کی وجہ سے انھیں باپ سے جدا کرکے

ایک قافلے کے ہاتھ بیچ دیا۔ وشروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ۔ تفصیلی قصہ قرآن میں موجود ہے۔ پھر آپ مصر کے وزیر بنے۔ حدیث اسراء میں ہے فمررت بیوسف واذا ھو قد اعطی شطر الحسن ای نصف حسن آدم علیہ السلام قالہ السھیلی قال ابن مسعود وکان وجہ یوسف مثل البرق وکان اذا اتتہ امرأۃ لحاجۃ غطی وجھہ۔

حافظ عینی نے لکھا ہے کہ آپ سات سال سات ماہ سات دن جیل میں رہے قال اللہ تعالی فلما دخلوا علی یوسف آوی الیہ ابویہ الآیۃ بروایت حسن رحمہ اللہ تعالی فراق کے ۸۰ سال کے بعد یوسف اور ان کے والد کی ملاقات ہوئی۔ بقول بعض ۸۳ سال کے بعد اور بقول بعض ۳۵ سال کے بعد ملاقات ہوئی۔ وقال بعض العلماء لما صار عمر یوسف علیہ السلام ۱۸ سنۃ کان فراقہ لابیہ وبقیا مفترقین ۲۱ سنۃ ثم اجتمعا فی مصر وبقیا مجتمعین ۱۷ سنۃ وعاش یوسف علیہ السلام ۱۱۰ سنین وکان مولدہ لمضی ۲۵۱ سنۃ من مولد ابراھیم علیہ السلام وکان وفاۃ یوسف علیہ السلام قبل مولد موسی علیہ السلام باربع وستین سنۃ۔

وکانت وفاۃ یوسف بمصر ودفن بھا حتی کان بین موسی وفرعون ما کان فلما سار موسی علیہ السلام من مصر ببنی اسرائیل الی التیہ نبش یوسف علیہ السلام وحملہ معہ فی التیہ حتی مات موسی علیہ السلام فلما قدم یوشع علیہ السلام ببنی اسرائیل الی الشام دفنہ بالقرب من نابلس وقیل عند الخلیل علیہ السلام اھ ھذا واللہ اعلم۔

داؤد علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں قال اللہ تعالی واذکر عبدنا داؤد ذا الاید انہ اواب انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق والطیر محشورۃ کل لہ اواب وشددنا ملکہ وآتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب۔ داؤد علیہ السلام کئی اوصاف وخصائص کی وجہ سے ممتاز شان رکھتے ہیں۔

اولاً یہ کہ اللہ نے آپ پر زبور نازل فرمائی۔ ثانیاً یہ کہ ان کے تلاوت زبور کے وقت پہاڑ اور پرندے بھی متأثر ہوکر شریک تلاوت ہوجاتے تھے قال اللہ تعالی یاجبال اوبی معہ والطیر والنّا لہ الحدید الآیۃ ثالثاً آپ کے لیے لوہا مٹی اور موم کی طرح نرم فرمادیا تھا جس سے آپ اشیاء ضرورت بناتے تھے۔ رابعاً حلقوں والی زرہ اولاً آپ نے بنائی ہے۔ خامساً آپ اما بعد کے اول قائل ہیں اور یہی فصل خطاب ہے۔ سادساً آپ بہت بڑے عابد تھے کما قال علیہ الصلوۃ والسلام احب الصلاۃ الی اللہ صلاۃ داؤد۔ واحب الصیام الی اللہ صیام داؤد۔ کان یصوم یوما ویفطر یوما۔

سابعاً آپ بڑے خوش آواز تھے فروی عن عبد اللہ بن عامر قال اعطی داؤد من حسن الصوت مالم یعط احد قط حتی ان کانت الطیر والوحش ینعکف حولہ حتی یموت عطشا وجوعا و

حتی ان الانہار انقف۔ ثامناً روایت ہے ابوہریرہ کی مرفوعاً خُفّف علی داؤد القراءۃ فکان یأمر بدابتہ فتُسرج فکان یقرأ القرآن (ای الزبور) من قبل ان تسرج دابتہ وکان لا یأکل الا من عمل یدیہ۔ رواہ احمد والبخاری۔ تاسعاً۔ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو ملأ اعلیٰ میں جب کہ آپ کی پشت سے تمام اولاد اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی تو داؤد علیہ السلام کی چمک اور روشنی سب سے زیادہ پسند آئی۔ پوچھا اے اللہ یہ کون ہیں۔ فرمایا آپ کا بیٹا داؤد علیہ السلام۔ پھر پوچھا اے اللہ ان کی عمر کتنی ہے فرمایا ساٹھ سال۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ میری عمر میں سے اسے چالیس سال اور دیدیں۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتادیا تھا کہ تمہاری عمر ہزار سال ہوگی۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے ۱۰۰ سال کی عمر پائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آدم علیہ السلام کی عمر بھی پورے ہزار سال کر دی والقصۃ طویلۃ مرویۃ فی الترمذی ومسند احمد وغیرہما۔

داؤد علیہ السلام کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ایک ہزار سال مقدم ہے وکانت ولادۃ داود علیہ السلام سنۃ ۳۳۳۳ من ہبوط آدم علیہ السلام وملک ۴۰ سنۃ وتوفی ولہ سبعون سنۃ فی اواخر سنۃ ۵۳۵ من وفاۃ موسی علیہ السلام وفی کتاب تقویم التواریخ وفیہا ای فی سنۃ مولد داؤد علیہ السلام غلب افراسیاب علی الفرس وفیہ اختلاف وفی تاریخ الطبری ان غلبۃ افراسیاب علی منوشہر کان فی زمن موسی علیہ السلام وکان کیقباذ فی زمن داؤد علیہ السلام۔ ھذا واللہ اعلم۔

سُلیمان علیہ السلام۔ قال اللہ تعالیٰ وورث سلیمان داود وقال یا ایہا الناس عُلّمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیءٍ۔ مراد وراثتِ نبوت وملک ہے نہ کہ وراثتِ مالی۔ لقولہ علیہ السلام نحن معاشر الانبیاء لا نرث لا نُورَث۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان واحوال بالکل نرالے ہیں۔ آپ کی چند خصوصیات یہ ہیں اولاً آپ کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی بولی سکھا دی تھی۔ ثانیاً۔ آپ تمام حیوانات کی زبان بھی سمجھتے تھے قال اللہ تعالیٰ حتی اذا اتوا علی وادی النمل قالت نملۃ الی قولہ فتبسّم ضاحکاً من قولہا۔ ثالثاً کل انسانوں پر آپ کی حکومت تھی۔ رابعاً۔ انسانوں کے علاوہ کل جنّات وشیاطین پر بھی آپ کی حکومت تھی خامساً۔ پرندوں اور وحوش وغیرہ حیوانات پر بھی آپ حکومت کرتے تھے اور وہ آپ کے مطیع تھے۔ سادساً ہوا بھی آپ کے حکم کے مطابق چلتی تھی قال اللہ تعالیٰ فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رُخاءً حیث اصاب۔

سابعاً۔ آپ ایک مہینہ کی مسافت صرف ایک صبح یا ایک شام میں اپنی فوجوں اور تاج وتخت

سمیت ہوا کے دوش پر سفر کرتے تھے قال اللہ تعالی ولسلیمان الریح غدوھا شھر ورواحھا شھر۔ ثامنًا۔ آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ بیت المقدس اگرچہ قدیم ہے لیکن سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تجدید کی۔

وفی اللقطة" صـ۳۶ ابتدأ سلیمان علیہ السلام عمارة بیت المقدس واقام فیھا سبع سنین و فرغ فی السنة الحادیة عشرة من ملکہ وکان ارتفاع البیت ۳۰ ذراعًا وطولہ ۶۰ ذراعًا فی عرض ۲۰ ذراعًا وعمل خارج البیت سورًا محیطًا بہ امتدادہ ۵۰۰ ذراع وفی السنة الخامسة والعشرین من ملکہ جاءتہ بلقیس ملکة الیمن ومن معھا واطاعتہ جمیع ملوك الدنیا واستمر سلیمان علیہ السلام علی ذلك حتی توفی وعمرہ ۵۲ سنة۔

وکانت مدة ملکہ اربعین سنة فیکون وفاة سلیمان علیہ السلام فی اواخر سنة ۵۷۵ لوفاة موسی علیہ السلام وکانت ولادة سلیمان علیہ السلام سنة ۴۳۹۱ من ھبوط آدم علیہ السلام وملك بعد ابیہ وعمرہ اثنتا عشرة سنة فی سنة ۴۴۰۳ من الھبوط وفیھا توفی داؤد علیہ السلام وابتدأ عمارة بیت المقدس فی السنة الرابعة من ملکہ وھی سنة ۵۳۹ لوفاة موسی علیہ السلام ھذا واللہ اعلم۔ وفی بعض ھذہ التواریخ اختلاف کثیر وصرح اصحاب التاریخ ان سلیمان علیہ السلام کان قبل عیسی علیہ السلام بنحو ۹۵۰ سنة وتولی بخت نصر علی بابل فی سنة ۹۵۳ لوفاة موسی علیہ السلام وقیل فی سنة ۹۷۸ من وفاة موسی علیہ السلام ھذا واللہ اعلم۔

ادریس علیہ السلام۔ تفسیر وعلم آدم الاسماء کلھا اور تفسیر تلك الرسل فضلنا بعضھم علی بعض الآیة میں مذکور ہیں۔ قال اللہ تعالی واذکر فی الکتب ادریس انہ کان صدیقًا نبیًّا۔ آدم وشیث علیہما السلام کے بعد وہ بنی آدم میں اوّل نبی ہیں وہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں واقع ہیں۔

ادریس علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کی حیات میں تین سو آٹھ سال پائے ہیں ان کی طرف بہت سی اوّلیات منسوب ہیں قیل ھو اوّل من خط بالقلم واوّل من تکلم فی علم الرمل واول من تکلم فی الھیئة" واول من تکلم فی علم الفلك وفی المعارف لابن قتیبة" منہ ما حاصلہ ان اسمہ اخنوخ فاخنوخ ھو ادریس وھو ابن الیارد بن مھلاییل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیھم السلام وانما سمی ادریس لکثرة ما کان یدرس من کتب اللہ تعالی وسنن الاسلام و انزل علیہ ثلاثون صحیفة وھو اول من خاط الثیاب ولبسھا وکانوا من قبلہ یلبسون الجلود اھ بعض کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام اب تک زندہ ہیں قال ابن عربی رحمہ اللہ فی الباب

الثالث والسبعین من الفتوحات ماحاصله ان العالم لا یخلو زمانا واحدًا من قطب یکون فیہ کما ھو فی الرسل علیھم السلام ولذلک ابقی اللہ تعالی من الرسل الاحیاء باجسادھم فی الدنیا اربعۃ ثلاثۃ مشرّعون وھم ادریس والیاس وعیسٰی وواحد حامل العلم اللدنی وھو الخضر علیھم الصلاۃ والسلام اھ۔

بعض کتابوں میں ہے کہ علوم فلاسفہ ادریس علیہ السلام سے مأخوذ ہیں۔ البتہ فلسفہ ہیں جو خلافِ شرع مسائل ہیں وہ فلاسفہ نے اپنی طرف سے داخل کیے ہیں ادریس علیہ السلام ان سے بری ہیں قال ابن عربی فی لواقح الانوار اعلم ان الغلط ما دخل علی الفلاسفۃ الا من تاویلھم وذلک انھم اخذوا العلم من شریعۃ ادریس علیہ السلام فاوّلوا ما بلغھم من کلامہ لما رفع فاختلفوا کما اختلفنا نحن فی کلام نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ فاحلّ ھذا العالم ما حرّمہ العالم الآخر قال الشیخ وما علمت اخطائی الا من ادریس علیہ السلام حین اجتمعت بہ فی واقعۃ من الوقائع فاخذت عنہ علمہ علی وجہ الحق انتھی کذا فی الیواقیت ج۲ ص۱۰۵

بعض علماء کے نزدیک آپ رسول ہیں اور بقول بعض آپ نبی ہیں نہ کہ رسول۔ آپ کے زمانے میں بھی اختلاف ہے ایک قول پہلے ذکر ہوچکا والثانی ما ذکرہ البعض انہ من ولد شیث علیہ السلام بینہ وبین شیث بن اٰدم علیھم السلام اربعۃ اٰباء ارسل بعد موت اٰدم علیہ السلام بمائتی سنۃ۔ ادریس علیہ السلام کی وفات آسمان رابع میں واقع ہوئی تھی وقیل لما مات احیاہ اللہ تعالٰی وادخلہ الجنۃ وھو فیھا الاٰن۔ کذا فی انسان العیون ج۱ ص۳۹۶۔ ھذا واللہ اعلم۔

یحیٰی علیہ السلام ۔ یحیٰی وعیسٰی علیھما السلام معاصر تھے۔ یحیٰی علیہ السلام پر خوف وبکار کا غلبہ تھا۔ عن قتادۃ رح ان الحسن قال ان یحیٰی وعیسی علیھما السلام التقیا فقال لہ عیسی علیہ السلام استغفر لی انت خیر منّی فقال لہ الاٰخر استغفر لی انت خیر منّی فقال لہ عیسی علیہ السلام سلّمتُ علی نفسی وسلّم اللہ علیک فعرف اس واقعہ میں اشارہ ہے اس آیت کی طرف جو یحیٰی علیہ السلام کے بارے میں ہے وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیًّا۔

وروی ابن عساکر ان ابوی یحیی خرجا فی تطلّبہ فوجداہ عند بحیرۃ اردن فلما اجتمعا بہ ابکاھما بکاء شدیدًا لما ھو فیہ من العبادۃ والخوف من اللہ عزوجل وروی ابن المبارکؒ عن وھیب قال فقد زکریا ابنہ یحیٰی ثلثۃ ایام فخرج یلتمسہ فی البریۃ فاذا ھو قد احتفر قبرًا وقام فیہ یبکی علی نفسہ فقال یا بُنیّ انا اطلبک من ثلثۃ ایام وانت فی قبر قد احتفرتہ قائم تبکی فیہ فقال یا ابت الست انت اخبرتنی ان بین الجنۃ والنار مفازۃ لا تقطع الا بدموع البکّائین فقال لہ ابک یا بُنیّ فبکیا جمیعًا۔

یحییٰ علیہ السلام کو بعد میں شہید کر دیا گیا۔ قتل کے مختلف اسباب مفسرین و مؤرخین ذکر کرتے ہیں. قتل مسجد اقصیٰ میں صخرہ پر ہوا. جہاں پر ستر انبیاء اور بھی شہید کیے گئے تھے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ بخت نصر نے اس قتل کا بدلہ لینے کے لیے ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کیے۔

ابن عساکر زید بن واقد سے روایت کرتے ہیں کہ جامع مسجد دمشق جس کے مینار پر عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے کی تعمیر کے وقت ایک غار میں ہمیں یحییٰ علیہ السلام کا سر صندوق میں ملا فعن زید بن واقد قال وکلنی الخلیفۃ الولید علی العمال فی بناء جامع دمشق فوجدنا فیہ مغارۃ فعرفنا الولید ذلک فوافانا فی اللیل وبین یدیہ الشمع فنزل فاذا ھی ای المغارۃ کنیسۃ لطیفۃ ثلاثۃ اذرع فی ثلاثۃ اذرع واذا فیھا صندوق ففتح الصندوق فاذا فیہ سفط وفی السفط رأس یحیی بن زکریا علیھما السلام مکتوب علیہ ھذا رأس یحیی بن زکریا فأمر بہ الولید فردہ الی مکانہ وقال اجعلوا العمود الذی فوقہ مغیرا من بین الاعمدۃ فجعل علی الرأس عمود مسفط الرأس وفی روایۃ عن زید بن واقد ان ذلک الموضع کان تحت رکن من ارکان القبۃ یعنی قبل ان تبنی قال وکان علی الرأس شعر وبشر وذکر فی البدایۃ ج ۹ ص ۱۵۶ قال زید بن واقد حضرت رأس یحیی بن زکریا وقد اخرج من اللیطۃ القبلیۃ الشرقیۃ التی عند مجلس بجیلۃ فوضع تحت عمود الکاسۃ قال الاوزاعی ھو العمود الرابع المسفط انتھی

قد جاء فی بعض الروایات ان یحییٰ علیہ السلام ھو الذی یذبح الموت یوم القیامۃ یضجعہ ویذبحہ بشفرۃ تکون فی یدہ والناس ینظرون الیہ والموت یکون فی صورۃ کبش املح فیوقف علی سور بین الجنۃ والنار وقیل الذی یذبح الموت جبریل علیہ السلام۔ ھذا واللہ اعلم۔

عیسیٰ علیہ السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں. آپ کئی اوصاف میں صفِ انبیاء علیہم السلام میں ممتاز ہیں۔ اوّلاً یہ کہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ ثانیاً وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں. ثالثاً وہ آج تک زندہ ہیں۔ رابعاً وہ آسمان پر ہیں کما ثبت فی صحیح الروایات وبنص القرآن. بعض علماء کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر ابھی تک زندہ ہیں اور یہ معنی ہے اس آیت کا ورفعناہ مکانا علیا لیکن یہ صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے۔ خامساً۔ آپ قیامت سے کچھ قبل زمین پر نزول فرما کر دجال کو قتل کریں گے۔ سادساً۔ آپ پہلی نماز امت محمدیہ میں سے ایک شخص یعنی امام مہدی کے پیچھے با جماعت ادا فرمائیں گے وھذا اکرام عظیم للہ تعالیٰ لامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

سابعاً۔ آپ نے خصوصی طور پر نبی علیہ السلام کا نام احمد لے کر ان کے آنے کی بشارت دی قال اللہ تعالیٰ حکایۃً یأتی من بعدی اسمہ احمد۔ ثامناً حدیث ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعا کل

بنی آدم یطعن الشیطان فی جنبہ حین یولد الّا عیسی بن مریم۔ ذھب یطعن فطعن فی الحجاب. اخرجہ احمد۔ تاسعًا پیدا ہونے کے فورًا بعد آپ نے کلام کیا۔ اور اپنی والدہ کی برأت اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا قال اللّٰہ تعالیٰ ویکلّم الناس فی المھد۔ کما صرح بہ القراٰنُ۔ اس وصف میں یعنی وصف کلام فی المھد میں آپ کے شرکار تین چار اشخاص اور بھی ہیں۔ عاشرًا۔ آپ کی والدہ بقول بعض علماء نبیّہ تھیں۔ ابوالحسن اشعریؒ وغیرہ بعض علماء کہتے ہیں کہ سلسلۂ نبوت عورتوں میں بھی جاری تھا۔ اور مریمؑ نبیّہ تھیں۔ لیکن جمہور امت کی رائے اس کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک نبوت خاصّۂ رجال ہے۔

وفی کتب التاریخ ان عیسٰی علیہ السلام اذا نزل من السماء یتزوّج امرأۃ من جذام قبیلۃ بالیمن ویولد لہ ولدان یسمّی احدھما محمدًا والاٰخر موسٰی یمکث اربعین سنۃ وقیل خمسًا واربعین سنۃ وقیل سبع سنین کما فی مسلم وقیل ثمان سنین وقیل تسعًا وقیل خمسًا ویدفن اذا مات فی روضۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقیل فی حجرتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ای عند قبرہ الشریف وقیل فی بیت المقدس وقیل یدفن معہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی قبرہ ویؤیدہ ما ورد ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسٰی من قبر واحد بین ابی بکر وعمر رضی اللّٰہ عنہما۔ ھذا واللّٰہ اعلم۔

محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ آپؐ کا سلسلۂ نسب عدنان تک پہنچتا ہے۔ لہذا آپؐ عدنانی ہیں نہ کہ قحطانی۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔

سیّدنا محمد بن عبداللّٰہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر ابن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان سے آگے اہل تاریخ واخبار میں اختلاف ہے۔ عبدالمطلب کو شیبۃ الحمد بھی کہا جاتا تھا لکثرۃ حمد الناس لہ او لانّہ وُلد وفی رأسہٖ شیبۃ۔

عبدالمطلب کا اصل نام عامر تھا، ۱۴۰ سال کی عمر پائی۔ انھیں عبدالمطلب اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے چچا مطلب نے ان کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ لاتے ہوئے اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا وہ چھوٹے تھے اور کپڑے پھٹے پرانے تھے تو لوگوں نے کہا کہ یہ مطلب کا عبد ہے۔

وقال البعض ان عبدالمطلب یقول للناس السائلین ھذا عبدی حیاءً فلما دخل مکّۃ احسن من حالہٖ واظھر انہ ابن اخیہ۔

ہاشم کا اصل نام عمرو العُلا تھا سمی ہاشما لھشم الثرید واطعامہ الناس۔ عبدمناف کا نام مغیرہ تھا قصی کا نام زید تھا وعن الشافعیؒ ان اسمہ یزید۔

عبد المطلب کے دس بیٹے تھے اور چھے بیٹیاں تھیں ۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں (۱) عبد اللہ وھو والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) زبیر (۳) ابوطالب ان کا نام عبد مناف تھا (۴) عباس (۵) ضِرار (۶) حمزہ (۷) مقوم (۸) ابولھب اور اس کا نام عبد العزیٰ تھا (۹) حارث (۱۰) غیداق ۔ اور اس کا نام حجل تھا ۔ یہ ہیں اعمام نبی علیہ الصلوۃ والسلام ۔ بناتِ عبد المطلب یعنی عماتِ نبی علیہ السلام کے نام یہ ہیں (۱) عاتکہ (۲) امیمۃ (۳) بیضاء اور یہ ام حکیم کے نام سے مشہور ہیں (۴) برۃ (۵) صفیہ (۶) اروٰی ۔

عبد اللہ والدِ نبی علیہ السلام کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمر بن عائذ ہے ۔ فاطمہ کے علاوہ عبد المطلب کی بیویوں کے نام یہ ہیں نُتیلہ ۔ ھالہ ۔ لُبنیٰ ۔ صفیہ ۔ ممنعہ ۔ فاطمہ زوجہ عبد المطلب کی اولاد یہ ہیں عبد اللہ ۔ زبیر ۔ ابوطالب ۔ عاتکہ ۔ امیمۃ ۔ بیضاء ۔ برۃ ۔ عبد المطلب کی دوسری زوجہ نتیلہ بنت کلیب بن مالک ہے ۔ نتیلہ کی اولاد یہ ہیں عباس و ضرار ۔ عبد المطلب کی تیسری زوجہ ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے ۔ ہالہ کی اولاد تین ہیں حمزہ ۔ مقوم ۔ صفیہ ۔ عبد المطلب کی چوتھی زوجہ لبنیٰ تھی جو قبیلہ خزاعہ سے تھی لبنیٰ کا ایک بیٹا تھا یعنی ابولھب ۔ عبد المطلب کی پانچویں زوجہ کا نام صفیہ بنت جندب من بنی عامر بن صعصعہ ہے ۔ صفیہ کی اولاد دو ہیں حارث و اروٰی ۔ عبد المطلب کی چھٹی زوجہ خزاعیہ ہے اس کا نام ممنعہ بنت عمرو ہے اس کا ایک بیٹا تھا یعنی غیداق ۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۵۲ ۔

نسب آمنہ ام النبی علیہ السلام ۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی والدہ کا نام آمنہ تھا ۔ جس طرح نبی علیہ السلام کے والد عرب میں سب سے زیادہ شریف خاندان سے متعلق تھے اسی طرح آپؐ کی والدہ کا خاندان بھی نہایت شریف تھا ۔

والدہ کا سلسلہ نسب یہ ہے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ ۔ تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نبی علیہ السلام کا کوئی خال (ماموں) یعنی آمنہ کا کوئی بھائی بھی تھا یا نہیں ۔ البتہ بنو زہرہ کہتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے اخوال ہیں کیونکہ آمنہ ان کے قبیلہ سے تھیں ۔ عبد المطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو ہے یہ بنو نجار سے تھی بنو نجار انصار مدینہ میں ایک قبیلہ کا نام ہے ۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام واقعۂ فیل کے سال میں پیدا ہوئے تھے اور بقول بعض واقعۂ فیل کے تیس سال بعد پیدا ہوئے تھے اور بقول امام حاکمؒ چالیس سال بعد پیدا ہوئے ۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ آپؐ کے تولد کا سال عام فیل ہے ۔ بالاتفاق آپؐ ربیع الاول میں سوموار کے دن اس دنیا میں تشریف لائے ۔

لیکن تاریخ تولد میں مشہور چار اقوال ہیں۔(۱) دو ربیع الاول (۲) آٹھ ربیع الاول۔(۳) دس ربیع الاول۔
(۴) بارہ ربیع الاول۔ اور وفات بروز سوموار بوقتِ چاشت یعنی بوقت صبح بارہ ربیع الاول ۱۱ھ میں
ہوئی اور منگل کے دن زوالِ شمس کے بعد اور بقول بعض بدھ کی رات مدفون ہوئے۔ بوقتِ وفات آپؐ
کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

سوموار کے دن کو اسلام میں یہ خاص فضیلت حاصل ہے کہ اسلام کے بہت سے تاریخی امور
اس دن میں واقع ہوئے قال الحاکم ابو احمد ولد النبیؐ علیہ السلام یوم الاثنین ونُبِّئَ یوم الاثنین
وھاجَرَ من مکۃ یوم الاثنین ودَخَل المدینۃَ یوم الاثنین وتوفِّیَ یوم الاثنین وعن ابن عباسؓ
وُلِدَ یومَ الاثنین فی ربیع الاول وانزلت علیہ النبوۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وھاجر الی
المدینۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وانزلت علیہ البقرۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وتوفّی
یوم الاثنین فی ربیع الاول۔

اس میں اختلاف ہے کہ نبی علیہ السلام کی پیدائش رات کو ہوئی یا دن کو۔ یاد رکھیے کہ اسلام میں
رات مقدم ہوتی ہے دن پر۔ لہذا سوموار کی رات وہ ہے جو سوموار کے دن سے مقدم ہو تو بقولِ
بعض آپؐ رات کو پیدا ہوئے۔ والدلیل ما روی عن عثمان بن ابی العاص عن امہ رضی اللہ عنہما،
انہا شہدت ولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلاً قالت فما شئ انظر الیہ من البیت الا نوراً
وانی لا نظر الی النجوم تدنو حتی انی لاقول لتقعن علیّ۔

اور بعض علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ آپؐ دن کو پیدا ہوئے لقولہ علیہ السلام بعد ما سُئِل عن
صَوم یوم الاثنین فقال فیہ ولدتُ۔ لیکن دونوں قولوں میں بہت سے علماء واہلِ کشف یوں
تطبیق کرتے ہیں کہ فجر سے کچھ قبل آپؐ کے تولد کی ابتداء ہوئی اور فجر کے بعد تولد کی تکمیل ہو کر آپؐ اس
دنیا میں تشریف لائے۔ اہل کشف لکھتے ہیں کہ ہر رات میں جو مختصر ایک وقتِ قبولیت ہے یہ وہ
وقت ہے جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تولد ہوا اور وہ فجر سے کچھ پہلے ہوتا ہے اس وقت اہل کشف
اور اہل بصیرت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کے دروازے کھلتے دیکھتے ہیں۔

علامہ سہیلیؒ واقدیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ تولد کے فوراً بعد نبی علیہ السلام نے بزبانِ فصیح
ان الفاظ پر تکلم فرمایا جلال ربی الرفیع اور بعض علماء کے نزدیک یہ تکلم فرمایا اللہ اکبر کبیراً و
الحمد للہ کثیراً وسبحان اللہ بکرۃً واصیلاً۔ اس بات میں کوئی بُعد نہیں کہ ان سب پر تکلم فرمایا ہو
ولادت کے ساتویں دن عبد المطلب نے آپؐ کا عقیقہ کیا اور نام محمد رکھا اور کہا اردتُ ان یحمدہ
اللہ فی السماء ویحمدہ الناس فی الارض۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامِ مبارک محمد اشہر اسماء ہے

نبی علیہ السلام کے دو نام مبارک زیادہ مشہور ہیں۔ (۱) محمد (۲) احمد۔
کتاب شفاء میں ہے کہ محمد و احمد دو عجیب و شریف نام ہیں۔ آپؐ کے زمانے سے قبل کسی نے یہ نام نہیں رکھے تھے کوئی ان سے موسوم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نام لوگوں کے تصرف سے محفوظ رکھے تھے تاکہ نبی آخر الزمانؐ کی نبوت میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ البتہ جب آپؐ کے تولد کا زمانہ بالکل قریب ہوا اور اہل کتاب باقاعدہ اپنی مجلسوں میں بتاتے تھے کہ بس اب عن قریب ہی ایک نبی ظاہر ہونے والے ہیں جن کا نام محمد ہوگا تو بعض لوگوں نے اس توقع سے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ شاید وہ شرف نبوت ہمارے بیٹے کو حاصل ہو جائے۔ لیکن ان کی وجہ سے ہمارے نبی علیہ السلام کی نبوت میں کوئی اشتباہ نہیں آیا کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔
تولد کے بعد اولاً آپؐ کو ثوبیہ نے چند روز تک دودھ پلایا۔ ثوبیہ ابولہب کی باندی تھی پھر حلیمہ بنت ابی ذؤیب سعدیہؓ مستقل مرضعہ مقرر ہوئیں قالت حلیمۃ "کان محمد یشبُّ فی الیوم شباب الصبیّ فی شہر۔ نبی علیہ السلام ماں کے بطن میں تھے کہ ان کے والد عبداللہ وفات پاگئے۔ لیکن یہ بات واقدی کے نزدیک مشکوک ہے۔ امام حاکمؒ لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے تولد کے آٹھ ماہ بیس دن کے بعد عبداللہ کی وفات ہوئی۔ آپؐ کے سرپرست آپؐ کے جد عبدالمطلب تھے۔ جب آپؐ چھے یا آٹھ سال کے ہوئے تو عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا اور عبدالمطلب نے آپؐ کے بارے میں ابوطالب کو وصیت کی اور تاکید کی۔
اور جب آپؐ کی عمر چھے سال یا چار سال کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہوگیا۔ والدہ کا انتقال مقام ابواء میں ہوا۔ ابواء مکہ و مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ اور آپؐ کے والد عبداللہ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔
ابھی دو سال قبل مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں مدینہ منورہ میں جب اُس گھر کو مسمار کیا گیا جس میں نبی علیہ السلام کے والد عبداللہ مدفون تھے تو کھدائی اور زمین ہموار کرنے کے دوران حکومتِ سعودی کے کارندوں نے دیکھا کہ عبداللہ قبر میں بالکل صحیح سالم تھے۔ اسی گھر میں چند صحابہ کی بھی قبریں تھیں ان کے بدن بھی بالکل صحیح سالم تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کے کرشمے ہیں۔ دنیا کے عام اخباروں میں اس قصے کی باقاعدہ تفصیل شائع ہوئی جس سے بہت سے لوگوں کو عبرت حاصل ہوئی کھدائی کے اس واقعہ سے اس بات کی بھی تائید ہوئی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین مغفور ہیں
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ قول اول یہ ہے کہ وہ اہل فترت میں سے تھے اور زمانۂ فترت میں چونکہ کوئی صحیح دین موجود نہیں تھا لہٰذا اس میں صرف

توحید ہی نجات کے لیے کافی ہے اور نبی علیہ السلام کے والدین بھی موحّد تھے۔

قول ثانی توقّف ہے یعنی یہ معاملہ سپرد و مفوض الی اللہ ہے۔

قول ثالث۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے چند لمحوں کے لیے دوبارہ زندہ کیا اور دونوں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور سارے دین اسلام پر ایمان لائے اور پھر دوبارہ وفات پاگئے۔ اور ان کا دوبارہ زندہ کیا جانا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور آپؐ کی خصوصیات بہت سی ہیں لہٰذا اس احیاء میں اور قبول ایمان بعد الموت میں کوئی بُعد نہیں ہے بعض علماء کے نزدیک حجۃ الوداع میں یا اس کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے احیاء کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ لہٰذا جو احادیث ان کے عدمِ ایمان پر دال ہیں وہ اس واقعہ سے مقدم ہیں۔ کما روی مسلم انّ رجلاً قال یا رسولَ اللہ اینَ ابی؟ قال فی النار فلما قفّی دعاہ فقال اِنّ ابی و اباک فی النارِ۔ وما روی الحاکم عن ابن مسعودؓ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلَسَ الی قبرٍ فناجاہ طویلاً ثم بکی فبکینا لبکائہ وفیہ فقال ما ابکاکم فقلنا بکینا لبکائک فقال اِنّ القبرَ الذی جلستُ عندہ قبر امنۃ وانّی استأذنتُ ربّی فی زیارتہا فاذِن لی وانّی استأذنتہ فی الاستغفار فلم یأذن لی۔

پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کی شادی ہوئی۔ چالیس سال کی عمر ہونے پر آپؐ کو نبوت ملی پھر تیرہ سال نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور ہجرت کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور ربیع الاول ۱۱ھ میں وفات پاگئے۔ قال الحاکم دبدٔ الوجع برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت میمونۃ یومَ الاربعاء للیلتین بقیتا من شہر صفر۔ مرض وفات کئی دن تک جاری رہا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو بیٹے ہوئے اول قاسم اور اسی کے پیش نظر آپؐ کو ابو القاسم کہتے ہیں۔ قاسم دو سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ دوسرے بیٹے عبد اللہ تھے۔ انھیں طیب وطاہر بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ بقولِ بعض طیب وطاہر دو اور بیٹے ہیں قاسم وعبد اللہ کے سوا۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے لہٰذا حضرت خدیجہؓ سے صرف دو بیٹے قاسم وعبد اللہ پیدا ہوئے تھے آپؐ کے ایک تیسرے بیٹے ابراہیم مدینہ منورہ میں ۸ھ میں پیدا ہوئے ان کا نام ابراہیم تھا اور وہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پاگئے۔ ابراہیم کی والدہ کا نام ماریہ قبطیہ ہے۔

نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں تھیں اور چاروں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ اول زینبؓ زوجہ ابو العاص بن ربیعؓ (۲) فاطمہؓ زوجہ علی بن ابی طالبؓ (۳) رقیہؓ زوجہ عثمان بن عفانؓ (۴)

ام کلثوم رض زوجہ عثمان بن عفان رض۔ جب رقیہ رض کی وفات ہوئی تو ام کلثوم رض کے ساتھ عثمان رض کا عقد ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان رض کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ حضرت رقیہ رض کی وفات رمضان شریف ۲ھ میں ہوئی اور حضرت ام کلثوم رض نے شعبان ۹ھ میں وفات پائی۔

حضور علیہ السلام کی اولاد از خدیجہ رض میں سب سے بڑے قاسم تھے پھر زینب رض پھر رقیہ رض پھر ام کلثوم رض پھر فاطمہ رض۔ تو فاطمہ رض سب سے چھوٹی ہیں اور بقول بعض علما۔ ام کلثوم رض فاطمہ رض سے چھوٹی ہیں یہ سب نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے پھر نبوت کے بعد مکہ میں عبداللہ پیدا ہوئے پھر ابراہیم مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور تمام اولاد حضرت خدیجہ رض سے ہے سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے ہیں۔ اور سب کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل ہوئی سوائے حضرت فاطمہ رض کے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے نام یہ ہیں خدیجہ ثم سودۃ ثم عائشۃ ثم حفصۃ وام حبیبۃ وام سلمۃ وزینب بنت جحش ومیمونۃ وجویریہ وصفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے چار مؤذنین تھے بلال وابن ام مکتوم مدینہ منورہ میں وابو محذورہ مکہ میں وسعد القرظ قبا میں رضی اللہ عنہم۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ہجرت کے بعد ایک حج کیا ہے ۱۰ھ میں اور چار عمرے کیے ہیں اور بنفس نفیس پچیس غزوات میں شریک ہوتے ہیں کما قال محمد بن اسحٰق۔ اور بعض کے نزدیک غزوات کی تعداد ستائیس ۲۷ ہے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے سرایا ۵۶ ہیں۔ ہذا واللہ اعلم۔

ابناء ابراہیم علیہ السلام قال اللہ تعالی ووصّی بھا ابراھیم بنیہ الآیۃ ابراہیم علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے۔ ابن حبیب مؤرخ اپنی کتاب المحبّر، ص ۳۹۴ پر لکھتے ہیں بنو ابراھیم صلی اللہ علیہ وسلم (۱) اسماعیل وامہ ھاجر امّ ولد (۲) واسحاق وامہ سارۃ بنت لابن بن بتویل بن ناحور (۳) ومدن و (۴) مدُون و (۵) یقشان و (۶) زمرون و (۷) آشبُق و (۸) شُح وامھم قنطورا بنت مقطور من العرب العاربۃ فسیّر ابراھیم علیہ السلام مدون وآشبُق وشح وضم الباقین فوقع ھؤلاء الثلاثۃ الی خراسان فتناسلوا بھا فترکُ خراسان منھم انتھی۔

مؤرخ ابن حبیب کی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں سارہ وقنطورا وہاجر۔ ہاجر میں اختلاف ہے کہ یہ ان کی زوجہ تھیں یا مملوکہ امّ ولد تھیں۔ ہاجر وسارہ کی وفات کے بعد ہی قنطورا سے شادی ہوئی تھی۔

امام طبری اپنی تاریخ ج ۱ ص ۱۶۰ پر لکھتے ہیں کہ سارہ و ہاجر کے انتقال کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے دو عربی النسل عورتوں سے شادی کی دونوں عرب عاربہ سے تھیں۔ ایک زوجہ کا نام حجور بنت ارہیر تھا۔ ان سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں (۱) کیسان (۲) شورخ (۳) امیم (۴) لوطان (۵) نافس۔ اور دوسری زوجہ کا نام قنطورا بنت مفطور تھا۔ ان سے چھ بیٹے پیدا ہوئے ان کے نام یہ ہیں (۱) مدن (۲) مدین (۳) یقسان (۴) زمران (۵) یسبق (۶) سوح۔ بعض اہل تاریخ نے یسبق کا نام بسباق اور سوح کا نام ساح لکھا ہے۔ یقسان اپنی اولاد سمیت مکہ مکرمہ میں آباد ہوئے اور مدین و مدن دونوں ارض مدین میں جا بسے۔ اور انہی کے نام سے مدین موسوم ہے اور باقی بیٹے مختلف ملکوں میں متفرق آباد ہوئے۔

ان بیٹوں نے ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی یا ابانا انزلت اسماعیل و اسحاق معک و امرتنا ان ننزل ارض الغربۃ والوحشۃ فقال ابراہیم بذلک اُمِرتُ فعلّمھم اسمًا من اسماء اللہ تعالی فکانوا یستسقون بہ ویستنصرون فمنھم من نزل خراسان فجاءتھم الخزر فقالوا ینبغی للذی علّمکم ھذا ان یکون خیر اھل الارض اوملک الارض انتھی ماذکرابن جریر۔

شعیب علیہ السلام مدین بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں قال ابن حبیب فی المحبر ص ۳۸۹ وکان من ولد مدین بن ابراہیم علیہ السلام۔ شعیب بن یوبب بن عیفا بن مدین۔ ومالک بن ذُعر بن یوبب بن عیفا الذی استخرج یوسف علیہ السلام من الجبّ۔ ھذا واللہ اعلم۔

ابناء اسمٰعیل علیہ السلام۔ اسماعیل علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے ان کی تعداد و اسماء میں اصحاب تاریخ کا اختلاف ہے۔ مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۲ ص ۴۹ پر لکھا ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے اسماء یہ ہیں نابت۔ قیدار۔ ادبیل۔ مبسم۔ مشمع۔ دوما۔ دوام۔ مسّا۔ حداد۔ ثیما۔ یطور۔ نافش۔ ثم قال وکل ھؤلاء قد انسلَ ولما قبض اسماعیل علیہ السلام قام بالبیت بعدہ نابت بن اسمٰعیل ثم قام من بعدہ اناس بن جرھم لغلبۃ جرھم علی ولد اسماعیل علیہ السلام اھ۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے نام یہ ہیں۔ نابت۔ قیدر۔ ادبیل۔ میشا۔ مسمع۔ دما۔ ماس۔ ادد۔ وطور۔ نفیس۔ طما۔ قیدمان۔ اکثر عرب نابت وقیدر کی اولاد ہیں۔ قال وامھم اسمھا السیدۃ بنت مضاض بن عمرو الجرھمی وھی التی قال لھا ابراہیم علیہ السلام اذ قدم مکۃ وھی زوجۃ اسمٰعیل علیہ السلام قولی لزوجک اذا جاء قد رضیت لک عتبۃ بابک اہ تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۶۱۔

ابن حبیب مؤرخ محبر میں لکھتے ہیں اسماء ولد اسماعیل علیہ السلام قیذر۔ نبایوذ (وھونبث) اَذبَل۔ منشا۔ مشماعۃ۔ دوما۔ ماش۔ اُذور۔ طیما۔ یطور۔ نبش۔ قیذم۔ کتاب المحبر ص۳۸۶ ھذا و اللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اولاد یعقوب علیہ السلام۔ اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کی بیوی کا نام رفقا بنت بتویل بن الیاس ہے۔ ان کے بطن سے عیص بن اسحاق و یعقوب بن اسحاق علیہما السلام پیدا ہوئے کہتے ہیں کہ دونوں توأمین تھے۔ عیص بڑے تھے عیص کی شادی بسمہ بنت اسمٰعیل علیہ السلام سے ہوئی بسمہ کے بطن سے روم بن عیص پیدا ہوا۔ ساری رومی قوم روم بن عیص کی اولاد ہے۔

یعقوب بن اسحاق علیہما السلام کی بیوی کا نام لیا بنت لیان بن بتویل بن الیاس ہے۔ پس لیا آپ کے خال کی بیٹی ہیں۔ پھر لیا کی وفات کے بعد یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن راحیل بنت لیان بن بتویل بن الیاس سے عقد نکاح کیا۔ لیا کے بطن سے چھ۶ بیٹے پیدا ہوئے یعنی روبیل اور یہ سب سے بڑے ہیں۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ زبالون۔ یسحر وقیل فی یسحر یشحر۔ لیا سے ایک بیٹی بھی جس کا نام دینہ تھا۔ اور راحیل کے بطن سے دو بیٹے تھے یعنی یوسف علیہ السلام اور بنیامین۔

یعقوب علیہ السلام کی دو باندیاں تھیں ایک کا نام زلفہ اور دوسری کا نام بلہہ تھا۔ ان دو باندیوں کے بطن سے چار بیٹے تھے یعنی دان۔ نفتالی۔ حادر۔ آشر۔ لہٰذا یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے اور یہی بارہ بیٹے بنی اسرائیل کے بارہ اسباط ہیں۔ تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۶۳۔ اکثر انبیاء بنی اسرائیل اور سلاطین بنی اسرائیل ان بارہ اسباط یعنی اولادِ یعقوب علیہ السلام میں سے ہیں۔ کیونکہ اسحاق علیہ السلام نے آپ کے لیے برکت کی دعا کی تھی۔ فدعا لہ اسحاق ان یجعل اللہ فی ذریتہ الانبیاء والملوک ودعا لعیص ان تکون ذریتک عدداً کثیرا کالتراب ولا یملکھم احد غیرھم۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۱ ص۱۶۴۔

وقیل ان یعقوب جمع بین الاختین راحیل ولیا ابنتی لیان بن بتویل بن الیاس وکان الناس یومئذ یجمعون بین الاختین الی ان بعث اللہ تعالی موسی علیہ السلام وانزل علیہ التوراۃ فذلک قولہ تعالی وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔ یقول جمع یعقوب بین لیا وراحیل۔ قالہ الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص۱۶۵۔ قال وماتت راحیل فی نفاسھا ببنیامین فکان الغلامان یوسف وبنیامین فی حجر یعقوب علیہ السلام فاحبھما وعطف علیھما لیُتمھما من اُمھما وکان اَحب الخلق الیہ یوسف علیہ السلام فحسدہ اخوتہ ورأی یوسف فی المنام کأنّ احد عشر کوکبا والشمس والقمر راٰھم ساجدین لہ فحدث اباہ فقال یا بنیّ لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا انّ

الشیطان للانسان عدوّمبین۔
یعقوب علیہ السلام کی ایک بیٹی ایوب علیہ السلام کے عقدِ نکاح میں تھیں وھو ایوب بن موص ابن رغویل وکان ابو ایوب ممن اٰمن بابراھیم علیہ السلام یوم احراق نمرود وکانت زوجتہ التی امر بضربھا بالضغث ابنۃ لیعقوب بن اسحاق علیھما السلام یقال لھا لیا کان یعقوب زوّجھا منہ۔ بعض مؤرخین کی رائے میں ایوب علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے ہم زمان نہیں بلکہ بہت متأخر اور نسل عیص بن اسحاق سے ہیں۔
محبّر، ص ۳۸۶ میں ہے کہ اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے عیص و یعقوب علیہ السلام وھو اسرائیل علیہ السلام۔ قال فیہ واسماء وُلد یعقوب شمعون وربیل ویھوذا ولاوی و یسّاخر وزبلون و دِنیا (وامّھم اُلیّۃ بنت احبن بن بتویل بن ناحور) وجاذ واُشّیر (واُمّھما بلھا اَمَۃ راحیل) ویوسف وبِنیامین (وامّھما راحیل اخت اُلیّۃ) ودان ونفثالی (وامّھما زلفا اَمَۃ اُلیّۃ)
فمن وُلد لاوی بن یعقوب موسیٰ وھارونؑ علیھما السلام۔ ابنا عمران بن قاھث بن لاوی ابن یعقوب وزکریّا بن بشوی وابنہ یحییٰ من ولد ھارون بن عمران وقارون بن یصھر بن قاھث ابن لاوی۔ والسّامری۔ واسمہ میخا بن رعویل بن قاھث بن لاوی وامّ موسیٰ اسمھا یوخابذ بنت لاوی وھی عمۃ ابیہ۔
ومن ولد یھوذا سلیمان بن داؤد بن ایشی بن عُوبذ بن باعذ بن شلمون بن نحشون بن عَمّینادب بن اٰرم بن حضرون بن فارص بن یھوذا ومن بنی لاوی ایضاً قریضۃ والنضیر وھدل من یھود المدینۃ بنو النحام بن ینحوم بن عوف بن قیس بن فنحاص بن العازر بن الکاھن بن ھارون ابن عمران بن قاھث بن لاوی۔
ومن ولد یوسف النبی علیہ السلام الیسع بن عدی بن شوتلح بن افرایم بن یوسف بن یعقوب علیھما السلام۔ ویوشع بن نون بن افرایم بن یوسف ھو فتی موسیٰ علیہ السلام وکان یونس بن متی من ولد بنیامین بن یعقوب وکان من ولد العیص بن اسحاق ایوبؑ علیہ السلام بن زارح بن اَموص بن لیفزر بن العیص بن اسحاق۔ والخضر۔ وھو خضرون بن عمیایل بن فلان بن العیص۔ و الیاس بن تشبین بن العازر بن الکاھن بن ھارون علیہ السلام انتھی بلفظہ۔ ھذا واللہ اعلم۔
تمت خلاصۃ کتابی مرأۃ النجباء فی تاریخ الانبیاء

ہاروت وماروت ۔ قال اللہ تعالیٰ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت و ماروت وما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ الآیۃ ہاروت وماروت کے بارے میں مفسرین نے بڑا طویل کلام کیا ہے بعض کے نزدیک یہ دو بادشاہوں کے نام تھے۔ اس قول والے کی تائید ہوتی ہے قراءت الملکین بکسر لام سے اور بعض علماء لکھتے ہیں کہ یہ دو فرشتے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے بطور امتحانِ انسان سحر سکھانے کے لیے بھیجا تھا اور اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے انسان کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ بھی امتحان کا ایک طریقہ ہے۔ بقولِ بعض ہاروت وماروت زمانۂ ادریس علیہ السلام میں تھے۔

یہ تو ہے ہاروت وماروت علیہما السلام کے بارے میں اجمالی بیان اور اس بیان میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ باقی بعض مفسرین نے جو اُن کا ایک طویل قصہ ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اصولِ اسلام کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی صحیح حدیث نہیں پہنچی اس لیے ہمارا ان مغیبات کی تفصیل میں جانا اور اس قصے کو صحیح تسلیم کرنا جائز نہیں ہے۔

وہ قصہ یہ ہے کہ فرشتوں کو انسان کی مخالفت و معاصی سے تعجب ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کہنے لگے کہ اگر ہم انسان کی جگہ پر ہوتے تو اے اللہ ہم معاصی نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی جماعت میں سے دو فرشتے منتخب کر لو۔ فرشتوں نے ہاروت وماروت کو منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بصورتِ بشر زمین پر بھیجا اور دونوں میں قوتِ شہویہ پیدا فرما دی۔ یہ دونوں فرشتے زمین پر انسانوں کے مابین عدل وانصاف سے فیصلے کرتے رہے تاآنکہ دونوں ایک حسین عورت زہرہ نامی کے عشق میں مبتلا ہوئے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا مطالبہ کیا۔ زہرہ نے بایں شرط ان کا مطالبہ تسلیم کیا کہ وہ بت کی پرستش شروع کر دیں یا شراب پی لیں یا کسی انسان کو قتل کر دیں۔

ہاروت وماروت نے زہرہ کی شرط قبول کر لی پھر زہرہ نے ان سے وہ علم سیکھا جس کے طفیل وہ آسمان پر جا سکتے تھے چنانچہ زہرہ بھی آسمان پر چلی گئی۔ آسمان ہی میں اللہ تعالیٰ نے زہرہ کو مسخ کر کے وہ ستارہ بنا دیا جسے آج کل زہرہ ستارہ کہتے ہیں جو عموماً شام کے وقت مغرب کی طرف چمکتا نظر آتا ہے اس کے بعد دونوں فرشتوں نے آسمان پر جانا چاہا لیکن نہ جا سکے اللہ تعالیٰ نے قوتِ صعود ان سے چھین لی۔ پھر دونوں کو عذابِ دنیا وعذابِ آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا دونوں نے عذابِ دنیا پسند کیا چنانچہ وہ دونوں فرشتے آج تک عذاب میں مبتلا ہیں۔

ایک روایت میں ہے فاوحی اللہ الیھما ان ائتیا بابل فانطلقا الی بابل فخسف بھما فھما

منکوسان بین السماء والارض معذبان الی یوم القیامۃ وعن مجاھد قال کنت مع ابن عمر فی سفر فقال لی ارمق الکوکب فاذا طلعت ایقظنی فلما طلعت ایقظتہ فاستوی جالسًا فجعل ینظر الیھا ویسبّھا سبًّا شدیدًا فقلتُ یرحمك اللہ اباعبد الرحمٰن نجم ساطع مطیع مالہ تسبّب فقال اما انّ ھذہ کانت بغیًا فی بنی اسرائیل فلقی الملکان منھا ما لقیا۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان المرأۃ التی فتن بھا الملکان مسخت فھی ھذہ الکوکبۃ الحمراء یعنی الزھرۃ واخرج الدیلمی عن علی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن المسوخ فقال ھم ثلاثۃ عشر الفیل والدبّ والخنزیر والقرد والجریث والضبّ والوطواط والعقرب والدعموص والعنکبوت والارنب وسھیل والزھرۃ فقیل یا رسول اللہ وما سبب مسخھم فقال اما الفیل فکان رجلًا جبّارًا لوطیًّا لایدع رطبًا ولا یابسًا و اما الدبّ فکان مؤنثا یدعو الناس الی نفسہ واما الخنزیر فکان من النصاری الذین سألوا المائدۃ فلما نزلت کفروا واما القردۃ فیھود اعتدوا فی السبت واما الجریث فکان دیوثا یدعو الرجال الی حلیلتہ واما الضبّ فکان اعرابیا یسرق الحاج بمحجنہ و اما الوطواط فکان رجلًا یسرق الثمار من رؤس النخل واما العقرب فکان رجلًا لا یسلم احد من لسانہ واما الدعموص فکان نمّامًا یفرق بین الاحبۃ واما العنکبوت فامرأۃ سحرت زوجھا واما الارنب فامرأۃ کانت لا تطھر من حیض واما سھیل فکان عشّارًا بالیمن واما الزھرۃ فکانت بنتًا لبعض ملوك بنی اسرائیل افتتن بھا ھاروت وماروت کذا فی الدر المنثور ج ۱ ص ۱۰۲

اس قسم کے متعدد آثار درمنثور وغیرہ کتابوں میں مذکور ہیں۔ لیکن یہ سب ضعیف، موضوع ومردود ہیں۔ علماء حدیث نے تصریح کی ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح مرفوع یا غیر مرفوع مروی نہیں ہے۔ قاضی عیاض وغیرہ محدثین و محققین نے ان کی تردید کی ہے۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں ما ذکرہ اھل الاخبار ونقلہ المفسرون فی قصۃ ھاروت وماروت لم یرد منہ شئ لا سقیم ولا صحیح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی البحر المحیط ان جمیع ذلك لا یصح منہ شئ ولم یصح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلعن الزھرۃ ولا ابن عمر رضی اللہ عنھما وقال الامام الرازی ھذہ الروایۃ فاسدۃ مردودۃ غیر مقبولۃ۔

ونص الشھاب العراقی علی ان من اعتقد فی ھاروت وماروت انّھما ملکان یعذبان علی خطیئتھما مع الزھرۃ فھو کافر باللہ العظیم فان الملائکۃ معصومون قال اللہ تعالی لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون و الزھرۃ کانت یوم خلق اللہ تعالی السموٰت والارض۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی بستان العارفین ص ۱۶۱ پر لکھتے ہیں تکلموا فی امر الزھرۃ وسھیل وھما نجمان فقیل ھما ممسوخان وروی عطاء ان ابن عمر کان اذا رأی سھیلا شتمہ واذا رأی الزھرۃ شتمھا وقال ان سھیلا کان عشارا بالیمن یظلم الناس وان الزھرۃ کانت صاحبۃ ھاروت وماروت فمسخھما اللہ تعالی شھابا وقال مجاھد کان ابن عمر اذا قیل لہ طلعت الحمرۃ قال لا مرحبا بھا ولا اھلا یعنی الزھرۃ وقال بعضھم ھذا لا یصح فان ھذہ النجوم خلقت حین خلقت السماء لانہ روی فی الخبر ان السماء لما خلقت خلق فیھا سبعۃ دورات زحل والمشتری وبھرام والزھرۃ وعطارد والشمس والقمر ھذا معنی قولہ تعالی و ھو الذی خلق اللیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون۔ وجعل مصلحۃ الدنیا بھذہ السبعۃ الدورات۔

فثبت بھذا ان قول المسخ لا یصح فان الزھرۃ وسھیلا کانا قبل آدم علیہ السلام والذی روی عن ابن عمرؓ ان سھیلا کان عشارا وان الزھرۃ فتنت ھاروت وماروت فھو کما قالوا کان رجل اسمہ سھیل وامرأۃ مسماۃ بالزھرۃ فمسخھما اللہ شھابا ولکنھما لم یبقیا بل ھلکا وصارا الی النار اما الذی روی انہ کان یشتمہ فاحتمل انہ لم یشتم الکواکب وانما شتم سھیلا الذی کان عشارا وکذلک الزھرۃ انتھی بتصرف

علامہ آلوسی روح المعانی ج ۱ ص ۳۴۱ پر لکھتے ہیں ولعل ذلک من باب الرموز والاشارات فیراد من الملکین العقل النظری والعقل العملی اللذان ھما من عالم القدس ومن المرأۃ المسماۃ بالزھرۃ النفس الناطقۃ ومن تعرضھما لھا تعلیمھما لھا ما یسعدھا ومن حملھا ایاھما علی المعاصی تحریضھا ایاھما بحکم الطبیعۃ المزاجیۃ الی المیل الی السفلیات المدنسۃ لجوھرھما ومن صعودھا الی السماء بما تعلمت منھما عروجھا الی الملأ الاعلی ومخالطتھا مع القدسیین بسبب انتصاحھا بنصحھما ومن بقائھما معذبین بقاؤھما مشغولین بتدبیر الجسد وحرمانھما عن العروج الی سماء الحضرۃ لان طائر العقل لا یحوم حول حماھا ھذا واللہ اعلم۔

الجنّ قرآن شریف میں جنّ کا ذکر متکرر ہے تفسیر بیضاوی میں آیت ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر الخ کی شرح میں مذکور ہے۔ جنّ نوع انس کی طرح مکلّف بالایمان اور عقل وحواس رکھنے والی نوع ہے۔ البتہ بدن انسان کثیف ہے۔ اسی وجہ سے نظر آتا ہے۔ اور بدنِ جنّ لطیف ہوتا ہے لہٰذا قابل رؤیت نہیں۔ البتہ جب جنّ دیگر حیوانات کی شکل میں ہوجائے تو وہ نظر آتا ہے۔

جنات کے وجود پر ایمان لانا شرعاً ضروری ہے۔ قرآن مجید واحادیث میں بتواتر ان کا ذکر موجود ہے۔ قرآن وحدیث ماننے والے کے لیے وجودِ جنات سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ صحابہؓ اور اوران کے بعد تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنات موجود ہیں جہمیہ اور معتزلہ میں سے بعض

وجودِ جن کے منکر ہیں۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں لم یخالف احد من طوائف المسلمین فی وجود الجنّ وجمھور طوائف الکفار علی اثبات الجنّ فوجود الجن تواترت به اخبار الانبیاء علیھم السلام تواتراً معلوماً بالاضطرار ومعلوم بالاضطرار انھم احیاء عقلاء فاعلون بالارادۃ مأمورون منھیّون لیسوا صفات و اعراضاً قائمۃ بالانسان اوغیرہ کما یزعمه بعض الملاحدۃ۔ فامر الجن ظاھر یعرفه العامۃ والخاصّۃ لم یمکن لطائفۃ من طوائف المؤمنین بالرسل ان ینکرھم وکذلک جمھور الکفار کعامۃ اھل الکتاب قائلون بھم وکذلک عامۃ مشرکی العرب وغیرھم من اولاد سام والھند وغیرھم من اولاد حام انتھی بحاصله۔

قال امام الحرمین فی کتابه الشامل انّ کثیراً من الفلاسفۃ وجماھیر القدریّۃ وکافۃ الزنادقۃ انکروا الشیاطین والجن رأساً ولایبعد لوانکر ذلک من لا یتشبّث بالشریعۃ وانما العجب من انکار القدریۃ مع نصوص القراٰن وتواتر الاخبار واستفاضۃ الاٰثار ثم ساق جملۃ من نصوص الکتاب والسنۃ۔ وقال ابوالقاسم الانصاریؒ فی شرح الارشاد وقد انکرھم معظم المعتزلۃ ودلّ انکارھم ایّاھم علی قلّۃ مبالاتھم و رکاکۃ دیاناتھم فلیس فی اثباتھم مستحیل عقلیّ انتھی۔ احادیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے کہ مخلوقات میں ذوی العقول ومکلف تین انواع ہیں ملائکہ وانسان وجن۔ قال اللہ تعالیٰ یامعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا۔

زمخشری ربیع الابرار میں لکھتے ہیں عن ابی ھریرۃؓ مرفوعاً ان اللہ تعالیٰ خلق الخلق اربعۃ اصناف الملائکۃ والشیاطین والجن والانس۔ جنات کی اصل آگ ہے اسی طرح ابلیس وشیاطین کی اصل بھی آگ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وخلق الجانّ من مارج من نار وقال اللہ والجانّ خلقناہ من قبل من نار السموم وقال حکایۃً عن ابلیس خلقتنی من نار وخلقته من طین عام احادیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے کہ ابلیس نوع جن میں سے ہے۔ اسی طرح جمیع شیاطین از قبیل جن ہیں قرآن میں ہے وکان من الجنّ تو جنات میں سے جو مسلمان ہیں وہ جن کہلاتے ہیں اور جو کافر وگمراہ ہیں وہ شیاطین کہلاتے ہیں قال الجوھری کل عاتٍ متمرّد من الجن والانس والدواب شیطان وقال ابن عبد البر کل جنّی ان خبث فھو شیطان فان زاد علی ذلک فھو مارد فان زاد علیٰ ذلک وقوی امرہ قالوا عفریت والجمع عفاریت۔

جنات انسان سے قبل زمین پر قابض تھے جس طرح آج انسان زمین پر قابض ہیں۔ پہلے زمین جنات سے آباد تھی اور حسب قول عبداللہ بن عمروؓ وہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل دو ہزار سال تک زمین کے عامرین تھے ابوالجن کا نام شومیا تھا جس طرح آدم علیہ السلام ابوالانس ہیں۔

عن ابن عباسؓ قال خلق اللہ شومیا ابا الجنّ وھو الذی خلق من مارج من نار وعن عبد اللہ بن عمروؓ قال خلق اللہ تعالی بنی الجان قبل اٰدم بالفی سنۃ۔ پھر جب جنات نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے جنھوں نے جنات کو پہاڑوں اور سمندری جزائر کی طرف بھگا کر ان سے زمین کو خالی کر دیا اور ان کے بعد آدم علیہ السلام زمین میں خلیفہ مقرر کیے گئے۔

بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس ابو الجن ہے مگر یہ قول زیادہ محقق نہیں ہے۔ علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ جنّ کی تین اقسام ہیں۔ ایک قسم کی صورتیں سانپ جیسی ہیں دوسری قسم سیاہ کتوں کی شکل میں ہے اور تیسری قسم اڑتی ہوا کی طرح ہے۔ وعن ابی الدرداءؓ مرفوعاً خلق اللہ الجنّ ثلاثۃ اصناف۔ صنف[1] حیاتٌ وعقارب وخشاش الارض وصنف[2] کالریح فی الھواء وصنف[3] علیھم الحساب والعقاب وخلق الانس ثلاثۃ اصناف، صنف[1] کالبھائم قال اللہ تعالٰی لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اٰذان لا یسمعون بھا الاٰیۃ وصنف[2] اجسادھم اجساد بنی اٰدم وارواحھم ارواح شیاطین وصنف[3] فی ظلّ اللہ تعالی یوم لا ظلّ الا ظلّہ۔

جنّ مختلف شکلوں میں اپنے آپ کو ظاہر کر سکتے ہیں عموماً وہ سانپ اور کتوں کی شکل میں متشکل ہوتے ہیں وعن ابی سعید الخدریؓ مرفوعاً ان بالمدینۃ نفراً من الجنّ قد اسلموا فاذا رأیتم من ھذہ الھوامّ شیئاً فاٰذنوہ ثلاثاً فان بدا لکم فاقتلوہ۔ اور بعض علماء تشکل جن بصور مختلفہ کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنات میں بعض ساحر ہیں وہ سحر کے ذریعہ مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں عام جنات متشکل بصور مختلفہ نہیں ہو سکتے واختارہ القاضی ابو یعلیؒ۔ ابو یعلی اپنی تائید میں یہ اثر ذکر کرتے ہیں ان عمر رضی اللہ عنہ قال انّ احدًا لا یستطیع ان یتغیّر عن صورتہ التی خلقہ اللہ علیھا ولکن لھم سحرۃ کسحرتکم فاذا رأیتم ذلک فاذّنوا۔

بہر حال جنات کی اصل شکل قابل رؤیت نہیں ہے ولذا قال الشافعیؒ من زعم انہ یری الجنّ ابطلنا شھادتہ ای یری الجنّ فی صورتھم الاصلیّۃ لقول اللہ تعالی فی کتابہ الکریم انہ یراکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونھم۔

جنّ عموماً جنگلوں اور نجس جگہوں میں رہتے ہیں اس لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ان ھذہ الحشوش محضرۃ فاذا اتی احدکم الخلاء فلیقل اللّھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث رواہ الترمذی والنسائی وفی روایۃ ابن سنی فلیقل بسم اللہ وروی ابو داؤد عن جابر مرفوعاً اذا دخل الرجل منزلہ وذکر اسم اللہ عند دخولہ وعند طعامہ قال الشیطان لا مبیت لکم ولا عشاء واذا ذکر اسم اللہ عند

دخوله ولم یذکرہ عند طعامہ یقول ادرکتم العشاء ولا مبیت لکم واذا لم یذکر اسم اللہ عند دخولہ قال ادرکتم المبیت والعشاء۔

جن بھی انسانوں کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں لیکن ان کے طریقۂ اکل وشرب میں علماء کے متعدد اقوال ہیں قال بعضھم اکلھم وشربھم تشمم واسترواح لا مضغ ولا بلع وھذا القول لا دلیل لہ والقول المختار ان اکلھم وشربھم مضغ وبلع کما ثبت فی الاحادیث الصحیحۃ وفی حدیث امیۃ عند ابی داؤد وفیہ ما زال الشیطان یأکل معہ فلما ذکر اللہ استقاء ما فی بطنہ وفی حدیث صحیح نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یستنجی بالعظم والروث وقال انہ زاد اخوانکم من الجن وفی حدیث ابن عمرؓ عند مسلم مرفوعًا لا یأکلن احد منکم بشمالہ ولا یشربن بھا فان الشیطان یأکل بشمالہ ویشرب بھا۔ وکان الامام الاعمش یقول تزوج الینا جنی فقلت لہ ما احب الطعام الیکم فقال الارز قال فاتیناہ بہ فجعلت اری اللقم ترفع ولا اری احدًا فقلت فیکم من ھذہ الاھواء التی فینا قال نعم قلت فما الرافضۃ فیکم قال شرنا۔

جنات میں بھی انسانوں کی طرح نکاح وتوالد واولاد اور بیاہ وشادی کا سلسلہ جاری ہے قال اللہ تعالیٰ لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان والطمث ھو الجماع والافتضاض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان سے جماع متحقق ہوتا ہے۔ متعدد احادیث وآثار سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح متعدد واقعات سے بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ جس طرح مرد انسان کے لیے بیوی ہوتی ہے اسی طرح جنات میں بھی یہ سلسلہ قائم ہے۔

انسان کی طرح جنات بھی مکلف اور مخاطب بالعبادات ہیں لقولہ تعالیٰ فبای آلاء ربکما تکذبان۔ نیز قرآن وسنت میں شیاطین کی مذمت ہے اور ان پر لعنت کا ذکر ہے اور ان کے لیے عذاب کی وعیدیں وارد ہیں اور یہ امور مخالفت امر ونہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جنات بھی مکلف بالامر والنہی ہیں۔

جمہور علماء امت کے نزدیک جنات میں کوئی رسول ونبی نہیں آیا بلکہ رسالت ونبوت کا سلسلہ صرف جنس انسان میں جاری تھا۔ انسانی نبی جنات کی طرف بھی مبعوث ہوتے تھے کذا روی عن ابن عباسؓ ومجاھدؒ وابن جریجؒ۔ لیکن ابن حزم ظاہری وضحاک وغیرہ اس بات کے مدعی ہیں کہ جنات میں بھی انہی کے افراد میں سے بعض انبیاء اللہ نے مبعوث فرمائے تھے۔ فعن ابن عباسؓ ان الجن قتلوا نبیًا لھم قبل آدم اسمہ یوسف وان اللہ تعالیٰ بعث الیھم رسولًا فامرھم بطاعتہ وان لا یشرکوا بہ شیئًا وان لا یقتل بعضھم بعضًا۔ ضحاکؒ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اپنے اس دعوے پر کہ

جنات میں بھی انبیاء مبعوث ہوئے تھے قال اللہ تعالیٰ یا معشر الجنّ والانس الم یأتکم رسل منکم یقصّون علیکم اٰیاتی یعنی بذلک رسلا من الانس ورسلا من الجنّ ابن حزم کہتے ہیں وبالیقین ندری انہم قد انذروا فصحّ انہم جاءہم انبیاء منہم وقال ابن حزم لم یبعث الی الجنّ نبیّ من الانس قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لیس الجنّ من قوم الانس وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان النبی یبعث الی قومہ خاصّۃً۔

ہمارے نبی علیہ السلام جنّ وانس دونوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے وفی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رض مرفوعًا بعثت الی الاحمر والاسود۔ قیل ھم العرب والعجم وقیل الانس والجن۔ وعن ابن عباس رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اُرسلت الی الجنّ والانس والی کل احمر واسود قرآن مجید میں استماع جن للقرآن اوران کا ایمان بالقرآن منصوص ہے قال اللہ تعالیٰ واذصرفنا الیک نفرًا من الجن یستمعون القراٰن یہ استماع سوق عکاظ کے قریب واقع ہوا تھا اور یہ جماعتِ جنّ نو افراد پر مشتمل تھی جو ایمان لائی اور واپس جاکر قوم کو بھی ایمان کی دعوت دی۔ روایاتِ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کئی مرتبہ رات کو جنات کی دعوت پر تبلیغ کی غرض سے ان کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ آکام المرجان میں ہے کہ یہ واقعہ چھے بار پیش آیا تھا۔

جنات میں سے مؤمن جنت میں داخل ہوں گے اور انھیں اپنی طاعات کا ثواب انسانوں کی طرح ملے گا۔ اور یہی جمہور علماء کا عقیدہ ہے۔ تاہم اس میں اختلاف ہے کہ وہ انسانوں کی طرح جسمانی طور پر اکل وشرب کریں گے یا نہیں۔ حارث محاسبیؒ فرماتے ہیں ان الجنّ الذین یدخلون الجنۃ یوم القیامۃ نراھم فیھا ولا یرونا عکس ما کانوا علیہ فی الدنیا وقال البعض انہم لا یدخلونہا بل یکونون فی ربضہا یراھم الانس من حیث لا یرونہم وھذا القول ماثور عن مالک والشافعی واحمد ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ وقال البعض انہم علی الاعراف وقال البعض بالوقف ابو حنیفہؒ کی طرف اس مسئلے میں توقف منسوب ہے۔

انسی وجنّی کے مابین انعقادِ نکاح عند البعض درست ہے اور عند الجمہور جائز نہیں ہے۔ بعض کتبِ تفسیر میں ہے کہ ملکہ بلقیس کے والدین میں سے ایک نوعِ جنّ میں سے تھا۔ متعدد واقعات بھی اس قسم کے کتابوں میں مذکور ہیں کہ ایک جنّی عورت کا نکاح انسی مرد کے ساتھ یا بالعکس ہوا اور بعض میں توالد بھی ہوا قول امام اعمش اس سلسلہ میں پہلے مذکور ہوچکا ہے۔ وعن الزھری مرسلًا قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح الجنّ وقال عقبۃ الاصم انی سألت قتادۃ عن تزویج الجن فکرھہ وسألت الحسن البصریؒ عن ذلک فکرھہ وحکی ان رجلا اتی الحسن البصریؒ فقال ان رجلًا من الجنّ یخطب

فناتنا فقال الحسن لاتزوّجوہ ولاتکرموہ وقال حرب قلتُ للامام اسحٰق رجل رکب البحر فکسر بہ فتزوّج جنیّۃ قال مناکحۃ الجنّ مکروھۃ وفی الفتاوی السراجیّۃ من کتب الاحناف لاتجوز المناکحۃ بین الجنّ والانس وانسان الماء لاختلاف الجنس۔

وفی قنیۃ المنیۃ سئل الحسن البصری عن التزویج بجنیّۃ فقال یجوز بشھود رجلین شیخ سنوی شافعیؒ نے عدم جواز نکاح بین الانسی والجنیہ وبالعکس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے قال اللہ فی سورۃ النحل و اللہ جعل لکم من انفسکم ازواجًا وفی سورۃ الروم ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا من انفسکم ای من جنسکم ونوعکم اور جن وانس جنسین ونوعین متباینین ہیں۔ امام اعمش کے نزدیک بظاہر جواز معلوم ہوتا ہے فانّہ حضر نکاحًا للجنّ بکوثیٰ اگر یہ نکاح ان کے نزدیک جائز نہ ہوتا تو وہ ان کی مجلس میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوتے۔ امام مالکؒ کے اقوال سے بھی جواز معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عجیب وغریب قصہ ہے جو آکام المرجان، ص ۶۹ پر قاضی بدرالدین حنفی متوفی ۷۶۹ھ نے لکھا ہے۔ یہ قصہ جلال الدین احمد بن قاضی حسام الدین رازی حنفی کو پیش آیا تھا۔

قال جلال الدین احمد بن القاضی حسام الدین الرازی الحنفی سفّرنی والدی لاحضار آھلہ من الشرق فلما جزتُ البسیرۃ الجأنا المطر الی ان نمنا فی مغارۃ وکنتُ فی جماعۃ فبینا انا نائم اذا انا بشئ یوقظنی فانتبھت فاذا بامرأۃ وسط من النساء لھا عین واحدۃ مشقوقۃ بالطول فارتعت فقالت ما علیك من بأس انما اتیتك لتتزوّج ابنۃً لی کالقمر فقلت لخوف منھا علی خیرۃ اللہ تعالی ثم نظرت فاذا برجال قد اقبلوا فنظرتھم فاذا ھم کھیئۃ المرأۃ التی اتتنی عیونھم کلّھا مشقوقۃ بالطول فی ھیئۃ قاضٍ وشھود فخطب القاضی وعقد فقبلت۔

ثم نھضوا وعادت المرأۃ ومعھا جاریۃ حسناء الّا ان عینھا مثل عین امّھا وترکتھا عندی وانصرفت فزاد خوفی واستیحاشی وبقیت ارمی من کان عندی بالحجارۃ حتی یستیقظوا فما انتبہ منھم احدٌ فاقبلتُ علی الدعاء والتضرّع ثم اٰن الرحیل فرحلنا وتلك الشابّۃ لاتفارقنی فدمت علی ھذا ثلاثۃ ایام فلما کان الیوم الرابع اتتنی المرأۃ وقالت کانّ ھذہ الشابّۃ ما اعجبتك وکأنّك تحبّ فراقھا فقلت ای واللہ قالت فطلّقھا فطلّقتھا فانصرفت ثم لم ارھما بعد۔ ھذا واللہ اعلم۔

ابلیس: ابلیس کا ذکر قرآن شریف میں متکرر ہے۔ ابلیس اُس رئیس الشیاطین کا علَم ونام ہے جس نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ورغلایا اور ان کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ مردود و رجیم ہوجانے کے بعد اس کا نام ابلیس ہوگیا فھو من الابلاس کانّہ اُبلِس ای یئس من رحمۃ اللہ یقال ابلس الرجل ابلاسًا فھو مُبلِس اذا یئس۔ مردود و رجیم ہونے سے قبل اس کا نام عزازیل تھا اور عند البعض اس کا نام نائل تھا بعدہ

اس کا نام ابلیس ہوا۔ فاخرج ابن ابی الدنیا وغیرہ عن ابن عباس رضؓ قال کان اسم ابلیس حیث کان مع الملائکۃ عزازیل وکان من الملائکۃ ذوی الاجنحۃ الاربعۃ ثم ابلس بعد۔

وعن ابی المثنّی قال کان اسم ابلیس نائل فلما سخط اللہ تعالی سمی شیطانًا۔ وعن ابن عباسؓ لما عصی ابلیس لُعِن وصار شیطانا وعن سفیان قال کنیۃ ابلیس ابوکدوس۔ اسم ابلیس میں علماء ادب کے دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ اسم عربی ہے بنابرایں قول اس کا اشتقاق ابلاس سے درست ہے۔ لیکن مختار قول یہ ہے کہ یہ اسم عجمی ہے۔ اس قول کے پیش نظر اس کا اشتقاق ابلاس سے نہیں ہوسکتا۔ یہ دوسرا قول راجح ہے کیونکہ یہ غیر منصرف ہے بسبب عجمہ وعلمیّت کے۔ بہرحال یہ باتفاق غیر منصرف ہے اور اگر یہ لفظ عربی ہو تو اس کا عدم انصراف مشکل ہوگا کیونکہ صرف علمیت کی وجہ سے کوئی لفظ غیر منصرف نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ اسے اسم عربی سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ غیر منصرف ہے تعریف علمیت اور وزن کے بے نظیر ہونے کی وجہ سے۔ قال ابو البقاء قیل ھو عربیّ ولم ینصرف للتعریف ولانہ لانظیر لہ فی الاسماء وھذا بعید لان فی الاسماء مثلہ نحو اخریط و احفیل و اصلیت اھ۔

ابلیس کو شیطان بھی کہا جاتا ہے لیکن شیطان اسم کلی ہے اس کا اطلاق تمام اولادِ ابلیس پر ہوتا ہے بخلاف ابلیس کہ وہ اسم عَلَم و مختص ہے رئیسِ طائفۃ الشیاطین کے ساتھ۔ ان دونوں کی نظیر آدم و انسان ہے۔ آدم اسم عَلَم ہے اور انسان اسم کلی ہے جس کا اطلاق آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد پر ہوتا ہے۔ تعوذ و استعاذہ میں اسی وجہ سے ابلیس کی بجائے لفظ شیطان کا ذکر مروی ہے تاکہ استعاذہ عام ہوجائے اور کل شیاطین سے انسان کو اللہ تعالٰے کی پناہ مل جائے۔ صرف فردِ واحد یعنی ابلیس سے انسان کا محفوظ رہنا کافی نہیں ہے اس لیے احادیث میں استعاذہ یوں مروی ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ لفظ شیطان کی اصل میں دو قول ہیں۔

قول اول یہ کہ اس کا نون اصلی ہے اور مأخذ شطن ہے۔ لہذا اس کا وزن فیعال ہوگا یعنی یاء زائدہ ہے۔ بنابرایں یہ لفظ منصرف ہوگا۔ یقال شطن یشطن اذا بعد سمی بذلك کل متمرّد لبعد غورہ فی الشر قالہ ابو البقاء و یقال لبعدہ عن رحمۃ اللہ اولبعدہ عن الخیر اولبعد عداوتہ للانسان اولبعد من اتبعہ من اللہ ومن الجنّۃ وقال الجوھری شطن عنہ بَعُدَ واَشطَنَہ اَبعَدَہ وقال ابن السکّیت شطنہ یشطنہ شطنًا اذا خالف عن نیّۃ وجہ و بئر شطون بعیدۃ القعر وقال القاضی ابو یعلی الشیاطین مردۃ الجن واشرارھم یہ تو شیطان کے اصلی معنی تھے باقی استعمال میں ہر سرکش و گمراہ و شریر پر شیطان کا اطلاق ہوتا ہے قال الجوھری کل عات متمرّد من الجنّ والانس والدواب شیطان والعرب تسمی الحیّۃ شیطانا انتھی۔ قال بعض العلماء الشیاطین العصاۃ من الجن وھم ولد ابلیس۔

قول ثانی، عند بعض العلماء شیطان کا ماخذ شیط ہے اس قول کے پیش نظر اس میں یاء اصلی ہے اور نون زائد ہے لہذا یہ بروزن فعلان ہوگا اور غیر منصرف ہوگا الف و نون مزیدتین کی وجہ سے یقال شاط یشیط اذا هلك فالشیطان لتمردہ هالك وقال البعض هو منصرف لثبوت مؤنثه شیطانة ویشترط فی عدم صرف فعلان الوصفی ان لا یکون مؤنثه علی فعلانة۔

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ابلیس کی اصل کیا ہے؟ قول اول بعض کہتے ہیں کہ یہ جنس ملائکہ میں سے تھا پھر مردود و رجیم ہوا جب کہ اس نے تکبر کیا۔ وہ استدلال کرتے ہیں اس آیت کے ظاہر سے واذ قلنا للملئکة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس۔ کیونکہ بظاہر استثناء متصل معلوم ہوتا ہے اور استثناء متصل کا تقاضا یہ ہے کہ ابلیس بھی جنس ملائکہ میں سے ایک فرد ہو لیکن یہ قول جمہور ائمہ کے نزدیک مرجوح ہے۔

قول ثانی۔ یہ جنس جنّ میں سے ہے لقوله تعالیٰ الا ابلیس کان من الجن ولانّ الملائکة لا یستکبرون وابلیس قد استکبر ولان ابلیس خلق من نار کما ان الجن خلقوا من مارج من نار کما فی القرآن وقال اللہ تعالیٰ حکایةً عنه انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین والملائکة خلقوا من النور کما روی مسلم عن عائشة رضی اللہ عنها الملائکة خلقوا من النور ولما ثبت فی کثیر من الاحادیث المرفوعة والموقوفة انه کان من الجن۔

باقی آیت واذ قلنا للملائکة اسجدوا الخ سے قول اول والوں کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ شیطان بھی فرشتوں میں اُس وقت بظاہر داخل تھا کیونکہ شیطان ملائکہ کے ساتھ آسمانِ دنیا میں رہتا تھا اور ان کے ساتھ جنت میں بھی آنا جاتا تھا تو بظاہر وہ ان میں سے ایک فرد تھا لہذا امر بالسجود شیطان کو بھی شامل ہے اور اس ظاہری خلط کی وجہ سے وہ بھی الملائکہ کا مصداق تھا اور ملائکہ کی طرح وہ بھی مامور بالسجود تھا۔ اس طرح یہ استثناء ظاہری اتحاد و اختلاط کی وجہ سے متصل ہو سکتا ہے۔ نیز ممکن ہے کہ اسے مستقل امر ہوا ہو لقوله تعالیٰ اذ امرتك اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ استثناء منقطع ہو۔

حیات الحیوان ج ۱ ص ۳۱۰ پر ہے قال سعید بن جبیر والحسن البصری لم یکن ابلیس من الملائکة طرفة عین وانه لاصل الجنّ کما ان آدم اصل الانس وقال عبد الرحمٰن بن زید وشهر بن حوشب ما کان من الملائکة قط والاستثناء منقطع وقال شهر بن حوشب وغیره من العلماء کان من الجنّ الذین ظفر بهم الملائکة فاسرہ بعضهم وذهب به الی السماء وقال القاضی عیاض الاکثر علی انه ابو الجن کما ان آدم ابو البشر والاستثناء من غیر الجنس شائع فی کلام العرب قال اللہ تعالیٰ ما لهم به من علم الا اتباع الظن۔

شیطان کے جنّی ہونے ہونے پر ایک اور قوی دلیل بھی ہے وہ یہ کہ اس کی اولاد ہیں اور خود اس کا

سلسلۂ تناسل وتوالد جاری ہے اور اس کی اولاد میں بعض اِناث اور بعض مذکر ہیں بخلاف ملائکہ کہ نہ توان میں تناسل وتوالد کا سلسلہ جاری ہے اور نہ ان میں اِناث ہیں کما ثبت فی النصوص الصحیحۃ حیات الحیوان میں ہے واعلم ان المشھور ان جمیع الجن من ذریۃ ابلیس وبذلك یستدل علی ان لیس من الملائکۃ لان الملائکۃ لا یتناسلون لانہم لیس فیھم اناث وقیل الجن جنس وابلیس واحد منھم ولاشك ان الجن ذریتہ بنص القراٰن ومن کفر من الجن یقال لہ شیطان۔ وفی الحدیث لما اراد اللّٰہ ان یخلق لابلیس نسلاً وزوجۃً القی علیہ الغضب فطارت منہ شظیۃ من نار فخلق منھا امرأتہ۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بیٹھا تھا ایک شخص آیا اور اس نے کہا انت الشعبی فقلت نعم قال أخبرنی ھل لابلیس زوجۃ فقلت ان ذلك العرس ماشھدتہ۔ قال ثم ذکرتُ قولہ تعالیٰ افتتخذونہٗ وذریتہ اولیاء من دونی فقلتُ انہ لا تکون ذریۃ الّا من زوجۃ فقلت نعم۔

وذکر مجاھد ان من ذریۃ ابلیس لاقیس[1] وولھان[2] وھو صاحب الطھارۃ والصلاۃ والھفاف[3] ھو صاحب الصحاری ومرۃ[4] وبہ یکنی ابلیس ابامرۃ وزلنبور[5] وھو صاحب الاسواق یزین اللغو والحلف الکاذب ومدح السلعۃ وبثر وھو صاحب المصائب یزین خمش الوجوہ ولطم الخدود وشق الجیوب والابیض[7] وھو الذی یوسوس للانبیاء علیھم السلام والاعور[8] وھو صاحب الزنا ینفخ فی احلیل الرجل وعجز المرأۃ وداسم[9] وھو الذی اذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم یذکر اسم اللّٰہ تعالیٰ دخل معہ ووسوس لہ فالقی الشر بینہ وبین اھلہ فان اکل ولم یذکر اسم اللّٰہ اکل معہ فاذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم یذکر اسم اللّٰہ و رأی شیئًا یکرھہ وخاصم اھلہ فلیقل داسم داسم اعوذ باللّٰہ منہ ومطوس[10] وھو صاحب الاخبار یأتی بھا فیلقیھا فی افواہ الناس ولا یکون لھا اصل ولا حقیقۃ والاقنص[11] وامھم طرطبۃ ثم کلھم عدو لبنی اٰدم لقولہ تعالیٰ افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی وھم لکم عدو۔

محمد بن حبیب اخباری متوفی ۲۴۵ھ کتاب محبر، ص ۳۹۵ پر اسمار اولادِ ابلیس بتاتے ہوئے لکھتے ہیں عن مجاھد قال ولد ابلیس خمسۃ قسم الشر بینھم وھم الثبر وزلفیون وداسم وقال الزیادی الثبر وداسم و الاعور ومسوط فالثبر صاحب المصیبات وزلفیون الذی ینزغ بین الناس وداسم صاحب الوسواس و الاعور صاحب الزنا ومسوط صاحب الرایۃ یرکزھا وسط السوق یغد وامع اول من یغدو فیطرح بین الناس الخصومات والجدال انتہی۔ قال النوویؒ وغیرہ ابلیس کنیتہ ابومرۃ واختلف العلماء فی انہ ھل ھو من الملائکۃ من طائفۃ یقال لھم الجن ام لا۔

قال ابن عباسؓ وابن مسعودؓ وابن المسیبؒ وقتادۃؒ وابن جریرؒ والزجاجؒ وابن الانباریؒ کان ابلیس من الملائکۃ من طائفۃ یقال لھم الجن وکان اسمہ بالعبرانیۃ عزازیل وبالعربیۃ الحارث وکان من خزان الجنۃ

وکان رئیس ملائکۃ سماء الدنیا وسلطانہا وسلطان الارض وکان من اشد الملائکۃ اجتہادا واکثرھم علما وکان یوسوس مابین السماء والارض فرأی بذلك لنفسه شرفا عظیما فذلك الذی دعاہ الی الکبر فعصی وکفر ولذلك قیل اذا کان خطیئۃ الانسان فی کبر فلا ترجہ وان کانت خطیئتہ فی معصیۃ فارجہ انتھی۔ بیضاوی اور متعدد مفسرین کے نزدیک یہ ملائکہ میں سے تھا۔ دیکھیے روح المعانی ج اص ۲۲۹ و آکام المرجان ص ۸۔

صحیح احادیث میں ہے کہ ابلیس کا تخت سمندر میں پانی پر ہے۔ ابلیس عموماً شرارتوں کے لیے دیگر چھوٹے بڑے شیاطین کو بھیجتا رہتا ہے اور اہم شرارتوں میں خود بھی شریک ہوتا ہے۔ چنانچہ جنگ بدر کی تیاری کے موقع پر خود ابلیس سراقۃ بن مالک کی صورت میں شریک ہوکر میدانِ بدر تک مشرکین کے ساتھ رہا اور قریش کو کہتا تھا لاغالب لکم انی جار لکم۔ اسی طرح دار الندوہ میں قریش کی مجلس شوریٰ میں شیخ نجدی کی شکل میں آیا تھا۔

اگرچہ دنیا میں کفر و معاصی و جنگ و جدال سب شیطان کی پیروی کے نتائج ہیں تاہم تمام فرقے شیطان سے کراہت اور نفرت کرتے ہیں اور بظاہر کوئی بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ لیکن ہمارے اس زمانے میں یورپ و امریکہ میں ایک ایسا فرقہ بھی موجود ہے جس کے ممبران باقاعدہ شیطان کی عبادت و پرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ جریدہ المؤید دسمبر ۱۹۱۰ء میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں جدید انکشاف کی وجہ سے لوگ ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ مضمون کا حاصل یہ ہے کہ امریکہ کے شہر نیویارک وغیرہ میں ایک شیطانی و ابلیسی جماعت ہے جو باقاعدہ ابلیس کی عبادت و پرستش کرتی ہے۔

اس جماعت والوں نے ابلیس کا ایک شنیع و قبیح و مستکرہ سرخ رنگ کا مجسمہ یعنی بُت بنا رکھا ہے جس کے دو بڑے بڑے خوفناک سینگ ہیں اور قبیح و بدشکل غضب ناک سانپ کی طرح پیچ در پیچ دُم بھی ہے جس میں اشارہ ہے کہ شیطان اہل صلاح و خیر کا دشمن ہے اور اس کی بدشکلی و ہیبت میں اضافے کے طور پر اس کی طویل و قبیح سرخ رنگ کی زبان بھی بنائی ہے اور رات کی یا کمرے کی تاریکی میں اس بُت کا سرخ رنگ آگ کے شعلوں کا نمونہ ہوتا ہے اس طرح جو جو ظاہری شکل کی قباحت ان کی سمجھ میں آسکی اس کے مطابق انہوں نے یہ بت بنایا ہے۔ پھر اس بت کے سامنے اس خفیہ جماعت کے ارکان جن میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی جھکتے ہیں اور اس کی مدح و ثنا میں خاص قسم کے اذکار و کلمات کفریہ و شرکیہ شیطانیہ کہتے رہتے ہیں اور یہ کلمات ان کے زعم میں ابلیس کی عبادت و نماز ہے العیاذ باللہ۔

ان کلمات خبیثہ شیطانیہ سے وہ ابلیس کی تعریف کرتے ہیں بایں اعتقاد کہ شیطان ہی ہر صلاح و خیر کا منبع ہے اور اللہ تعالیٰ رب العالمین کی اور ان ادیان کی مذمت کرتے ہیں جو شیطان کو قبیح و رجیم

کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

اولاً یہ جماعت فرانس میں تشکیل کی گئی تھی پھر وہاں سے امریکہ میں بھی خفیہ طور پر پہنچ گئی۔ اوّل اوّل یہ جہلاء اپنی بعض اولاد کو ابلیس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کے بت کے سامنے آگ میں زندہ جلا دیتے تھے۔ بعدہ وہ زندہ بکروں کے جلانے پر اکتفا کرنے لگے پھر اس حیوان کے جلنے سے جو کریہ بُو پیدا ہوتی ہے اسے یہ لوگ عبادت کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہ سارا کام وہ حکومت اور عوام کے ڈر سے پوشیدہ طور پر کرتے ہیں۔

ایک مصوّر نے ان کا یہ راز فاش کر دیا جس کا نام ولیام وانڈی ہے۔ ان لوگوں نے مصوّر ولیام وانڈی کو ان کی حالتِ عبادت میں تصاویر کھینچنے کے لیے بلایا تھا اور اسے مغلّظ قسمیں دلائی تھیں اس بات کو پوشیدہ رکھنے کے لیے۔ مگر آخر کار مصوّر نے ان کا راز فاش کر ہی دیا۔ ولیام وانڈی کہتا ہے کہ میں نے طویل وقت ان کے ساتھ گزارا اور ان کی عبادت و شیطانی نماز کو دیکھا۔ اس نماز میں وہ شیطان کی محبت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے اسے روح الحق و خلاصۃ الصلاح والخیر کہتے تھے۔ ان کلمات کا خلاصہ یہ ہے۔ اے ابلیس تو نور ابدی ہو اور تیری خدمت میں ہم لگے رہیں گے اور ہم تجھے خوش کرنے کے لیے ہر قسم کے مکر و فریب، کذب و ریاء خرافات اور شرارتوں میں کوششوں سے دریغ نہیں کرینگے اے ابلیس! ہم تیرے سامنے خشوع و خضوع کرتے ہیں تو ہماری یہ نماز و خشوع قبول کر اور تو ہمیں بوقتِ موت شجاع و دلیر پائے گا اور ہم تیرے ساتھ ابدی آگ میں کودنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

ولیام وانڈی نے ان کی عبادت کے جو خاص کلمات ذکر کیے ہیں وہ ان کے الفاظ میں سنیے۔

قال المصور ولیام وانڈی بقیت فی ضیافتھم وقتاً طویلاً وسمعتُ صلاتھم الشیطانیۃ مراراً ونقلتھا وھی ھذہ الکلمات" لك یا نورَ الوجودِ اکرس نفسی باحترام ومحبّۃ وایمانٍ انت خلاصۃُ الصلاحِ ولھذا اَعُدّك بانی ساکون عدوّاً لِالٰہ الشر انت روح الحق ولھذا اعدك بکرہ الکذب والرّیاء والخرافات۔

انت یا ابلیس النور الابدی ولھذا سوف أکون کارھاً للظلام وابذل فی خدمتك نفسی ونفیسی انا لك یا ابلیس! جسماً وروحاً فافعل بی کل ما یؤول الی تمجید اسمك اقبل صلاتی وتذلّلی واثر طریقی ببھائك الساطع وعند ما یدنو یومی الاخیر تجدنی شجاعاً ھادئاً عند استقبال الموت وعلی تمام الاستعداد للانتقال الی امجادك فی النیران الابدیۃ آمین۔

قال المصور المذکور ھذہ ھی الصلاۃ وعلی الذین یدخلون فی ھذا الدین الشیطانی ان یعیدوھا کلمۃ فکلمۃ عند ما یلقیھا علیھم الکاھن الاکبر الملقب بطران جھنم ویضع الرجل الذی یدخل

فی هذا الامر الشیطانی لهذا المنصب برقعًا سمیکا اسود اللون علی وجهه و یقام الی امام الکاهن بوقار وانکسار قلبٍ. ففی اللیلة التی اجتمعت فیها جنود ابلیس کانت طالبة الدخول فی دینهم امرأة فذهلت لرؤیتها فلما جیئ بهذه المؤمنة الجدیدة الی دائرة جوق جهنّم وهم صنعوا هناك دائرة اسمها جوق جهنّم امرت تلك المرأة بالرکوع فامتثلت ورفع یدیها للصلاة ففعلت واذ ذاك تلا مطران جهنّم کلاماً کفریًا یقشعر لسماعه الجسم کانت تلك المرأة المغرورة تعیده بصوت جهوریّ و بکلّ خشوع وبعد الفراغ منه أعلن ایمانها وقبولها بنتًا لابلیس اللعین۔

قال ذلك المصور ولیام واندی وبعد ان رأیت کل هذه الغرائب والمدهشات سألتُ احدًا من اجناد ابلیس قائلاً ما معنی کل هذا وما الباعث علی عبادتکم ابلیس وترجیحها علی عبادة الله ربّ العالمین فاجاب وقال الباعث علی ذلك انّا نعبد ابلیس لاعتقادنا اللذة والجمال فی عبادته ممّا لا نجده فی عبادة الله فالله الذی نقرأ عن شرائعه المملوءة بالوعید والخوف من عذاب الاخرة وترك کل مایلذّ للنفس فی العالم من اجله لایجتذب قلوبنا الی الله بل یبعدها عنه فالله تعالیٰ ینکر علینا حریّة القول والعمل بما یخالف شریعته ویحرم کل ماتمیل الیه الشهوات من ملاذ الدنیا اما الشیطان فعلی عکس ذلك فهو یبیح لنا التصرف کما نحبّ ونشتهی فایّهما الافضل الشیطان أم الله۔

هذا خلاصة ماذکر المصور ولیام واندی حسب مانشره جریدة المؤیّد. اعاذنا الله من اغواء الشیطان، وهدنا صراطا مستقیمًا. هذا والله اعلم وعلمه احکم۔

الخضر علیہ السلام اَوکالذی مرّ علی قریة وهی خاویة علی عروشها کی شرح میں مذکور ہیں خضر علیہ السلام کا نام بَلیا بن مَلکان ہے۔ ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں قال وهب بن منبه اسم الخضر بَلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیه السلام قال وکان ابوه من الملوك اھ۔

خضر اُن کا لقب ہے۔ وجہ تلقیب میں اختلاف ہے قال الاکثرون لانه جلس علی فروة بیضاء فصارت خضراء والفروة وجه الارض او لانه کان اذا صلّی اخضرّ ماحوله وفی صحیح البخاری عن ابی هریرة مرفوعًا انما سمی الخضر لانه جلس علی فروة فاذا هی تهتزّ من خلفه خضراء آپ کی کنیت ابو العباس ہے۔ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کے پاس علم باطن حاصل کرنے کے لیے جانا اور پھر کشتی توڑنا۔ لڑکے کو قتل کرنا اور دیوار درست کرنا وغیرہ تفصیلی قصہ مذکور ہے۔ خضر علیہ السلام کے بارے میں متعدد اختلافات ہیں۔

اختلافِ اوّل۔ آپ کے نسب میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) آپ آدم علیہ السلام کے صلبی و بلا واسطہ بیٹے ہیں۔ فھو ابن آدم علیہ السلام ولد من بطن حواء بغیر واسطۃ رواہ الدارقطنی بسند ضعیف (۲) ھو ابن قابیل بن آدم واسمہ خضرون وقیل اسمہ عامر ذکرہ ابو الخطاب وابوحاتم (۳) انہ من سبط ھارون اخی موسی علیھما السلام (۴) انہ ابن بنت فرعون حکاہ محمد بن ایوب (۵) انہ الیسع حکی ذلک عن مقاتل (۶) انہ من ولد فارس (۷) انہ من ولد بعض من آمن بابراھیم علیہ السلام (۸) قیل کان ابوہ فارسیًا و امہ رومیۃ۔

اختلافِ دوم۔ آپ کی نبوت مختلف فیہ ہے۔ عند البعض نبی نہیں ہیں اور عند الاکثر نبی ہیں لما فی القران وما فعلتہ عن امری وھذا ظاھر فی انہ فعلہ بامر اللہ والقول بالالھام بعید اذ لا یجوز القتل بالالھام وایضًا فکیف یکون النبی تابعا لغیر النبی فی قصۃ موسی علیہ السلام شیخ قشیریؒ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں لم یکن الخضر نبیًا انما کان ولیًا وبذلک قال کثیر من الصوفیۃ وقال الماوردی انہ ملک من الملائکۃ۔

اختلاف سوم۔ خضر علیہ السلام کی حیات میں اختلاف ہے۔ آپ تمام اولادِ آدم میں طویل عمر والے ہیں اکثر علماء کے نزدیک آپ اب بھی زندہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ صوفیہ کے نزدیک آپ زندہ ہیں۔ وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الخضر علیہ السلام فی البحر والیسع فی البر یجتمعان کل لیلۃ عند الردم الذی بناہ ذو القرنین ویحجان ویعتمران کل عام وروی ابن شاھین بسند ضعیف الی خصیف قال اربعۃ من الانبیاء احیاء اثنان فی السماء عیسیٰ ادریس واثنان فی الارض الخضر و الیاس کذا فی الاصابۃ۔

وقال النووی فی التھذیب ج ۱ ص ۱۷۶ قال الاکثرون من العلماء ھو حیٌ موجود بین اظھرنا وذلک متفق علیہ عند الصوفیۃ واھل الصلاح والمعرفۃ وحکایاتھم فی رؤیتہ والاجتماع بہ والاخذ عنہ و سؤالہ وجوابہ ووجودہ فی المواضع الشریفۃ ومواطن الخیر اکثر من ان تحصر قال ابن الصلاح ھو حیٌ عند جماھیر العلماء والصالحین والعامۃ معھم فی ذلک وانما شذ بانکارہ بعض المحدثین وفی آخر صحیح مسلم فی احادیث الدجال انہ یقتل رجلًا ثم یحیی قال ابراھیم بن سفیان صاحب مسلم یقال ان ذلک الرجل ھو الخضر وکذا قال معمر فی مسندہ۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں واستدل البخاری بالحدیث ان علی رأس مائۃ سنۃ لا یبقی علی وجہ الارض ممن ھو علیھا احد اخرجہ البخاری فی صحیحہ قال ابوحیان فی تفسیرہ الجمھور علی انہ مات وقال ابن ابی الفضل المرسی لوکان حیًا لزمہ المجیئ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

والایمان بہ واتباعہ وقد قال علیہ السلام لوکان موسی حیًّا ماوسعہ الا اتباعی۔ ابن الجوزیؒ بھی ان کی موت کے قائل ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مرفوعہ میں خضر علیہ السلام کی ملاقات مروی ہے وروی ابو حاتم فی التفسیر باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ قال لما توفی النبی علیہ السلام وجاءت التعزیۃ فجاءھم آت یسمعون حسہ ولا یرون شخصہ فقال السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ ان فی اللہ عزاءً من کل مصیبۃ" و خلفاً من کل ھالک ودرکاً من کل ما فات فباللہ فثقوا وایاہ فارجوا فان المصاب من حرم الثواب قال جعفر اخبرنی ابی ان علی بن ابی طالب قال تدرون من ھذا؟ ھذا الخضر وذکر ابن حجر باسنادہ عن رباح بن عبیدۃ قال رأیتُ رجلاً یُماشی عمر بن عبد العزیزؒ معتمداً علی یدہ فقلت فی نفسی ان ھذا الرجل لجافٍ فلما صلّی قلت یا اباحفص من الرجل الذی کان معک معتمداً علی یدک آنفا قال وقد رأیتہ یا رباح قلت نعم قال انی لاراک رجلاً صالحاً ذاک اخی الخضر بشّرنی انی سألی فاعدل قال ابن حجر ھذا اصلح اسناد وقفت علیہ فی ھذا الباب۔ الاصابۃ ج۱ ص۴۵۱

اس قصہ سے واضح ہوا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی حیات کے قائل تھے اور ان سے ملاقات فرماتے تھے۔ قال ابن حجر وذکر لی الحافظ ابو الفضل العراقی شیخنا ان الشیخ عبد اللہ بن اسعد الیافعیؒ کان یعتقد ان الخضر حیؒ قال فذکرت لہ ما نقل عن البخاری والحربی وغیرھما من انکار ذلک فغضب وقال من قال انہ مات غضبتُ علیہ قال فقلنا رجعنا عن اعتقاد موتہ اھ۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ حیاتِ خضرؑ کے قائل ہیں کسی نے اس سلسلے میں آپ سے سوال کیا تو جواباً فرمایا۔ کما فی الحاوی، ج۱ ص۱۳۹ ۔

للناس خلفٌ شاعَ فی خضرٍ وھل	اَودٰی قد یمّا او حَیِی ببقاء
ولکل قولٍ حجّۃٌ مشھورۃٌ	تسمو علی الجوزاءِ فی العلیاء
والمرتضی قولُ الحیاۃِ فکم لہ	حُجَجٌ تجلّ الدھر عن احصاء
خضرٌ و الیاسٌ بارضٍ مثل ما	عیسیٰ و ادریس بقُوا بسماء
ھذا جوابُ ابنِ السیوطیؒ الذی	یرجُو من الرحمٰن خیرَ جزاء

حافظ ابن تیمیہؒ وفاتِ خضرؑ کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو لازماً ہمارے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی معیت میں کفار سے جہاد کرتے۔ بعض

علماء سے خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے جواب میں یہ آیت پڑھی وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد۔ هذا والله اعلم وبغيبه احكم۔

مریم علیہا السلام۔ قرآن مجید میں اور تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ مریم عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کی والدہ ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا نام مذکور ہے۔ آپ کا نسب یہ ہے مریم بنت عمران بن ماثان بن العازر بن ایلیود بن صادق بن عاذرتون بن ایلیا بن ابیود بن زربابیل بن شلثائیل بن یوحینا بن یاشیا بن راحبعم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔ کذا ذکرا بن حبیب فی کتابہ المحبّر ص۳۹ ابن جریر طبری نے اپنی کتاب تاریخ ج ۲ ص ۱۳ پر مریم بنت عمران کا جو سلسلہ نسب ذکر کیا ہے وہ مذکورہ صدر سلسلہ سے مختلف ہے۔

بقول بعض علماء ارض بابل پر غلبہ سکندر کے ۳۰۳ سال بعد عیسی بن مریم علیہما السلام پیدا ہوئے یحیی علیہ السلام چھ ماہ قبل پیدا ہوئے تھے وذکروا ان مریم حملت بعیسی ولها ثلاث عشرة سنة و ان عیسی علیه السلام عاش الی ان رفع اثنتین وثلاثین سنة وایامًا وان مریم بقیت بعد رفعه ست سنین وکان جمیع عمرها نیفًا وخمسین سنة وان یحیی علیه السلام قتل قبل ان یرفع عیسی علیه السلام ومات عمران بن ماثان وام مریم حامل بمریم فلما ولدت مریم کفلها زکریا واسم ام مریم حنّة بنت فاقود بن قبیل واسم اخت حنّة ام یحیی الاشباع ابنة فاقود۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ا ص۱۳۔

قال ابن کثیر فی البدایة ج ۲ ص۵۶ لاخلاف فی ان مریم من سلالة داؤد علیه السلام وکان ابوها عمران صاحب صلاة بنی اسرائیل فی زمانه وکان زکریا علیه السلام نبیّ ذلك الزمان زوج اخت مریم اشیاع فی قول الجمهور وقیل زوج خالتها اشیاع اھ۔

مریم علیہا السلام کی ولادت کا قصہ عجیب ہے۔ احادیث میں ہے کہ آپ کو اور آپ کے فرزند عیسی علیہ السلام کو بوقت ولادت اللہ تعالی نے مس شیطان سے محفوظ رکھا۔ کتب تاریخ و تفاسیر میں ہے آیت وانی اعیذها الخ کے تحت وقول امّها کما فی التنزیل وانی اعیذها بك وذریّتها من الشیطان الرجیم قد استجیب لها فی هذا کما تقبّل نذرها فروی ابوهریرة مرفوعًا ما من مولود الّا والشیطان یمسّه حین یولد فیستهلّ صارخًا من مسّ الشیطان ایاه الا مریم وابنها ثم یقول ابوهریرة واقرأوا ان شئتم وانی اعیذها بك وذریتها من الشیطان الرجیم اخرجه احمد واخرج احمد عن ابی هریرة مرفوعًا کل انسان تلده امه یلکزه الشیطان فی حضنیه الا ما کان من مریم وابنها الم تر الی الصبیّ حین یسقط کیف یصرخ قالوا بلی یا رسول الله قال ذلك حین یلکزه الشیطان بحضنیه۔

مریم علیہا السلام کی نبوت میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ نبیہ تھیں لیکن جمہور کے نزدیک نبوت خاصہ رجال ہے۔ کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب نہیں دیا وہ اولیاء اللہ اصحاب کرامات میں سے تھیں قال اللہ تعالیٰ اذ قالت الملئکۃ یٰمریم ان اللہ اصطفاک وطھرک واصطفاک علی نساء العالمین۔ وہ صدیقہ تھیں۔ صدیقیت نبوت کے بعد بلند تر مقام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ۔ واخرج البخاری ومسلم واحمد عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعًا خیر نسائہا مریم بنت عمران وخیر نسائہا خدیجۃ بنت خویلد واخرج احمد عن انس مرفوعًا حسبک من نساء العالمین باربع مریم بنت عمران وآسیۃ امرأۃ فرعون وخدیجۃ بنت خویلد وفاطمۃ بنت محمد واخرج احمد عن ابی سعید مرفوعًا فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ الا ما کان من مریم بنت عمران واخرج ابن مردویہ عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ مرفوعًا کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الا ثلاث مریم بنت عمران وآسیۃ امرأۃ فرعون وخدیجۃ بنت خویلد وفضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔

وروی ابن عساکر عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی خدیجۃ وھی فی مرض الموت فقال یا خدیجۃ اذا لقیت ضرائرک فاقرئیھن منی السلام قالت یا رسول اللہ وھل تزوجت قبلی قال لا ولکن اللہ زوجنی مریم بنت عمران وآسیۃ بنت مزاحم وکلثم اخت موسیٰ ھذا واللہ اعلم۔

الملائکۃ علیہم السلام۔ فی الحدیث خلق اللہ الملائکۃ من نور یسبحون اللیل والنھار لا یفترون۔

اس موضوع پر میرا ایک مفید رسالہ ہے جس کا نام ہے اِعلامُ الکِرام بِاَحوالِ الملائکۃِ العِظام۔ یہ اس کا محصل ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے۔ یہ رسالہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل ملائکہ علیہم السلام کی حقیقت وکُنہ کے بیان میں ہے۔ دوسری میں چار کبار ملائکہ جبرئیل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام کے احوال کا مختصر بیان ہے۔

ملائکہ جمع ملاک ہے۔ اصل میں مألک بتقدیم ہمزہ علی اللام نھا من الالوکۃ وہی الرسالۃ۔ پھر قلب مکانی واقع ہوئی اور حرکتِ ہمزہ ماقبل کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا تو ملک ہوا۔ فرشتے اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے مابین واسطہ ہیں۔ فرشتوں کے ذریعہ انبیاء کے پاس وحی آتی ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن میں ہے کلٌّ اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ جس طرح عالمِ اسفل کا شرف انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے ہے اسی طرح عالمِ علوی کا شرف فرشتوں کی وجہ سے ہے۔

ملائکہ کی حقیقت کیا ہے؟ اس میں متعدد مذاہب ہیں۔
مذہب[۱] اول۔ اکثر علماء اسلام کے نزدیک وہ اجسام لطیفہ ہوائیہ ہیں جو مختلف اشکال بدلنے پر قادر ہیں۔ فھی اجسامٌ لطیفۃٌ ھوائیۃٌ تقدر علی التشکّل باشکال مختلفۃٍ مسکنھا السموات وھو قول اکثر المسلمین۔ کذا فی تفسیر النیسابوری ج ۱ ص۲۱۳۔ قال الرحانی لیس ھذا قول اکثر المسلمین بل اکثرھم علی انھا اجسام نورانیۃ۔
مذہب[۲] ثانی۔ قال الشہاب الخفاجیؒ فی شرح انوار التنزیل ج۲ ص۱۱۹ مذھب الملیین انھم اجسام لطیفۃ نورانیۃ قابلۃ للتشکل لان الانبیاء علیھم السلام کانوا یرونھم فی صور مختلفۃ اھ و قال البیضاویؒ اختلف الناس فی حقیقتھم بعد اتفاقھم علی انھا ذوات موجودۃٌ قائمۃٌ بانفسھا فذھب اکثر المسلمین الی انھا اجسام لطیفۃٌ قادرۃ علی التشکل باشکال مختلفۃ مستدلین بان الرسل کانوا یرونھم کذلک اھ وقال العلامۃ الآلوسیؒ فی تفسیرہ ج ۱ ص۲۱۰ ذھب اکثر المسلمین الی انھا اجسام نورانیۃ وقیل ھوائیۃ قادرۃ علی التشکل والظھور باشکال مختلفۃ باذن اللہ تعالیٰ۔
ویؤیّد کونھم اجساماً نورانیۃ لا ھوائیۃ ما ثبت فی صحیح مسلم وغیرہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خلق اللہ الملائکۃ من نور وخلق الجان من مارج من نار وخلق آدم مما وصف لکم۔ اخرجہ کثیر من ائمۃ الحدیث واخرجہ مسلم فی الزھد الرقاق ولفظہ بصیغۃ المجھول خلقت الملائکۃ من نور الخ۔
مذہب[۳] ثالث۔ بعض مشرکین کا عقیدہ ہے کہ فرشتے یہی ستارے ہیں جو رات کو چمکتے نظر آتے ہیں۔ یہی کواکب سعادت و نحوست تقسیم کرنے والے ہیں۔ سعادت والے رحمت کے فرشتے ہیں اور نحوست والے عذاب کے ہیں۔ کذا فی النیسابوری۔
مذہب[۴] رابع۔ مجوس و بعض ثنویہ ظلمت و نور کو خالق سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں نور سے فرشتے اور ظلمت سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں۔ قال النیسابوری ومنھم معظم المجوس والثنویۃ القائلون بالنور والظلمۃ وانھما عندھم جوھران حسّاسان مختاران قادران متضادا النفس والصورۃ مختلفا الفعل و التدبیر فجوھر النور فاضلٌ خیرٌ نقیٌّ طیبُ الریح کریمُ النفس یسُرُّ ولا یضُرُّ وینفع ولا یمنع ویحیی و لا یبلی وجوھرُ الظلمۃِ ضدُّ ذلک فالنور یولد الاولیاء وھم الملائکۃ لا علی سبیل التناکح بل کتولّد الحکمۃ من الحکیم والضوءُ من المضیئ وجوھرُ الظلمۃ یولد الاعداء وھم الشیاطین کتولد السفہ من السفیہ انتھیٰ۔
مذہب[۵] خامس۔ بعض کہتے ہیں کہ ملائکہ جواہر غیر متحیزہ ہیں۔ یعنی وہ محل و مکان کے محتاج نہیں۔ پھر

ان قائلین میں کئی گروہ ہیں۔ ایک طائفہ یعنی نصاری کہتے ہیں انها هي الانفسُ الناطقةُ المفارِقةُ لابدانِها فإن كانت صافيةً خيرةً فهي الملائكةُ وان كانت خبيثةً كثيفةً فالشياطين تو نصاری کے نزدیک موت کے بعد ارواح خارجہ من الابدان فرشتے کہلاتی ہیں ویَرِدُ عليهم قوله تعالى واذ قال ربك للملائكة انى جاعلٌ فى الارض خليفة. لانها قبل خلق البشر۔

مذہب ۶ سادس۔ قائلین بکونہا جواہر غیر متحیزہ میں ایک طائفہ یعنی فلاسفہ کہتے ہیں انها جواهر مجردةٌ مخالفةٌ للنفوسِ الناطقةِ في الحقيقةِ وصرح بعض الفلاسفة بانها العقول العشرة والنفوس الفلكية التي تحرك الافلاك۔ قال النيسابوري وقال آخرون وهم الفلاسفة انها مخالفة لنوع النفوس الناطقة البشرية وانها اكملُ قوةً واكثر علماً ونسبتُها الى النفوسِ البشريةِ كنسبةِ الشمس الى الاضواءِ فمنها نفوسٌ ناطقةٌ فلكيةٌ ومنها عقول مجردة ومنهم من اثبت انواعاً اُخر من الملائكة وهي الارضيةُ المدبرةُ لاحوال العالمِ السفلى خيرها الملائكةُ وشريرها الشياطين وقد يستدل عليها اصحاب المجاهدة من جهة المكاشفة واصحابِ الحاجاتِ والضروراتِ من جهة مشاهدة الآثار العجيبةِ والهدايةِ الى المعالجات النادرةِ الغريبةِ وتركيبِ المعجونات واستخراج صنعة التریاقات كما يحكى انه كان لجالينوس وجع فى الكبد فرأى فى المنام كأنّ امرأً يأمره أن يَفصِد الشريان الذى على ظهر كفه اليمنى بين السبابة والابهام ففعل فعوفى ومما يدلّ على ذلك حالُ الرؤيا الصادقة اه

راجع دائرة المعارف لمحمد فريد وجدى، ج ۱ ص ۴۶۶

بہرحال فلاسفہ مشائین کہتے ہیں کہ عقولِ عشرہ ملائکہ ہیں اور عقلِ فعال جو ماتحتِ فلکِ قمر میں متصرف ہے جبریل علیہ السلام ہیں عقلِ فعال کا جبریل علیہ السلام ہونا اور عقول عشرہ کا ملائکہ ہونا علماء اسلام کے نزدیک باطل ہے۔

اولاً اس لیے کہ ملائکہ عند المسلمین مخلوق و حادث ہیں اور عقولِ عشرہ کو فلاسفہ قدیم و غیر مخلوق مانتے ہیں۔

ثانیاً یہ کہ ملائکہ مامور من اللہ ہیں وہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نہیں کرتے لايعصون الله ما امرهم ويفعلون ما يؤمرون۔ اور فلاسفہ کے نزدیک عقول عشرہ مامور نہیں ہیں بلکہ مختار ہیں اور متصرف فی جمیع العالم ہیں۔

ثالثاً۔ عقولِ عشرہ فلاسفہ کے نزدیک عالم الغیب ہیں یعنی کل علوم نظریہ انھیں حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک اصحابِ قوتِ قدسیہ ہیں اور فرشتے مسلمانوں کے نزدیک علم الغیب نہیں جانتے کل علوم نظریہ بدیہی ہوکر انھیں حاصل نہیں ہیں۔

رابعًا فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقولِ عشرہ خزانہ و محافظ ہیں ہمارے علوم کلیہ و مدرکاتِ عقل کے لیے جس طرح خیال خزانہ ہے امور جزئیہ مادیہ کا یعنی مدرکات حسِ مشترک کا اور حافظہ خزانہ ہے امور جزئیہ معنویہ کے لیے یعنی مدرکات وہم کے لیے۔ لیکن اہلِ اسلام اس قسم کی خرافات کے قائل نہیں ہیں وہ فرشتوں کو ہمارے علوم کے خزانے و محافظ نہیں مانتے۔

خامسًا۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقولِ عشرہ کل دنیا کے لیے خالق و متصرف ہیں۔ یہی عقول عشرہ آسمان کے مُوجِد ہیں۔ یہی خوشیاں اور غم دیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ اور قبضہ میں شفاء امراض و قضاء حاجات ہے اور یہی عقول ہی احل المشکلات و قاضی الحاجات و دافع البلیات و رافع الدرجات ہیں اور یہی عقول ہی مراد ہیں اس آیت میں تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بیدك الخیر۔ لیکن اہلِ اسلام ملائکہ کے بارے میں ایسے مشرکانہ عقیدے نہیں رکھ سکتے۔

سادسًا۔ بعض فلاسفہ عقول کو خالق نہیں کہتے۔ وہ کہتے ہیں کہ خالقِ عالم و معطی و واہب اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور عقول وسائط ہیں اور اللہ تعالیٰ کے افعال ان پر موقوف ہیں اور وہ مکمل ہیں اللہ تعالیٰ کے تصرف و افعال کے لیے۔ لیکن یہ عقیدہ بھی اہل اسلام کے عقائد کے پیشِ نظر باطل ہے اللہ تعالیٰ تخلیق میں اعطاء و اعزاز وغیرہ افعال میں کسی واسطہ کا محتاج نہیں۔ عطاءہ کن و فعلہ کن۔

سابعًا۔ جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں فلاسفہ کہتے ہیں کہ ان سے عقلِ فعال مراد ہے۔ مثل قولہ تعالی انه لقول رسول کریم ذی قوة عند ذی العرش مکین مطاع ثَمَّ امین وما صاحبکم بمجنون ولقد راٰہ بالافق المبین وما ھو علی الغیب بضنین وما ھو بقول شیطان رجیم۔ قال ابن تیمیة رحمه الله فی کتاب الرد علی المنطقیین ص۲۷۵ زعم بعض الفلاسفة ان هذا هو العقل الفعال لانه دائم الفیض فیقال فی ردہ قد قال لقول رسول کریم ذی قوة عند ذی العرش مکین مطاع ثَمَّ والعقل الفعال لو قدر وجودہ فلا تاثیر له فیما ثَمَّ وانما تاثیرہ عندکم فیما تحت فلك القمر فکیف ولا حقیقة له اھ۔

وبالجملہ فلاسفہ جن جواہرِ مجردہ و نفوس مجردہ و عقول کو فرشتے کہتے ہیں اصول اسلام کی رُو سے ان کا مذہب باطل ہے بلکہ کفر ہے۔ قال الشیخ الامام ابن تیمیة رحمه الله فی کتاب الرد علی اهل المنطق ص۲۷۵ وملائکة الله الذین یدبرهم امر السماء والارض وهم المدبرات امرًا والمقسمات امرًا التی اقسم الله تعالی بها فی کتابه لیست هی الکواکب عند احد من سلف الامة ولیست الملائکة هی العقول والنفوس التی تثبتها الفلاسفة المشاؤن اتباع ارسطو ونحوهم وبین خطأ من یظن ذلك ویجمع بین ما قالوه وبین ما جاءت به الرسل ویقول ان قوله علیه السلام اول ما خلق الله العقل۔ هو حجة لهم علی العقل الاول و یسمونه القلم لیجعلوا ذلك مطابقًا لقوله اول ما خلق الله القلم وذکرنا فی غیر هذا الموضع ان حدیث العقل

ضعیف باتفاق اھل المعرفۃ بالحدیث بل ھو موضوع۔

ومع ھذا فلفظہ اوّل ما خلق اللہ العقل قال لہ اَقبِل فاَقبَلَ فقال لہ اَدبِر فادبر فقال وعزّتی ما خلقتُ خلقاً اکرم علیّ منك فبك آخذ وبك اُعطی وبك الثواب وبك العقاب۔ فان کان الحدیث صحیحاً فھو حجۃ علیھم لانّ معناہ انہ خاطب العقل فی اول اوقات خلقہ بھذا الخطاب وفیہ انہ لم یخلق خلقاً اکرم علیہ منہ فھذا یدل علی انہ خلق قبلہ غیرہ وایضاً فالعقل فی لغۃ الرسول واصحابہ وامتہ عرض من الاعراض یکون مصدر عقل یعقِل عقلاً کما فی قولہ لعلّھم یعقلون۔ ولعلّکم تعقلون۔ لھم قلوب لا یعقلون بھا ونحو ذلك قد یراد بہ الغریزۃ التی فی الانسان۔ والعقل فی لغۃ الفلاسفۃ جوھر مجرّد قائم بنفسہ فاین ھذا من ذالك؟ ولھذا قال فی الحدیث فبك آخذ وبك اعطی وبك الثواب وبك العقاب وھذا یقال فی عقل بنی آدم وھم یزعمون ان اول ما صدر عن اللہ جوھر قائم بنفسہ وانہ ربّ جمیع العالم وان العقل العاشر ھو ربّ کل ما تحت فلك القمر ومنہ تنزّلت الکتب علی الانبیاء انتھی بتصرف۔

ملائکہ علیہم السلام کے بارے میں فلاسفہ کا مذہب کسی طرح اصول اسلام پر منطبق نہیں ہو سکتا اور جن فلاسفۂ اسلام نے تطبیق فلسفہ واسلام کی کوشش کی ہے وہ سعی لاحاصل ہے۔

مذہب سابع بعض مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ملائکہ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں قال اللہ تعالیٰ وجعلوا الملائکۃ الذین ھم عباد الرحمٰن اناثا۔ (الزخرف)

مذہب ثامن۔ بعض صابئین روحانیات کو قابل ومنفعل مانتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ ملائکہ کو جو کہ روحانیات میں سے ہیں اناث کہتے ہیں۔ البتہ یہ فرقہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں مانتا۔ قال فی الملل والنحل ج ۲ ص۱۴۲ ومن العجب ان عند الصابئۃ اکثر الروحانیات قابلۃ منفعلۃ وانما الفاعل الکامل واحد وعن ھذا صار بعضھم الی ان الملائکۃ اناث وقد اخبر التنزیل عنھم بذلك وجعلوا الملائکۃ الذین ھم عباد الرحمٰن اناثا۔

مذہب تاسع۔ اہل ہند میں متعدد فرقے ہیں۔ ان میں سے دو فرقے کواکب پرست ہیں۔ یہ فرقے سب ستاروں کو تو ملائکہ نہیں کہتے البتہ نیّرین کو وہ ملائکہ میں سے مانتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرقہ آفتاب کو ایک عظیم واجب التعظیم مقرب الی اللہ تعالیٰ فرشتہ کہتا ہے۔ اس فرقہ والے سورج کی عبادت کرتے ہیں۔

قال الشھرستانی فی کتابہ الملل ج ۲ ص۲۵۸ ولم ینقل للھند مذھب فی عبادۃ الکواکب الا فرقتان توجّھتا الی النیّرین الشمس والقمر فعبدۃ الشمس زعموا ان الشمس مَلَك من الملائکۃ ولھا نفس وعقل

ومنها نور الکواکب وضیاء العالم وتکوّن الموجودات السفلیّة وھی ملک الفلک فتستحق التعظیم السجود والتبخیر والدعاء اھ۔ دوسرے فرقہ والے چاند کو بھی فرشتہ سمجھتے ہیں۔ وزعموا ان القمر ملک من الملائکۃ یستحق التعظیم والعبادۃ والیہ تدبیر ھذا العالم السفلی والامور الجزئیۃ فیہ وبزیادۃ القمر ونقصانہ تعرف الازمان والساعات وھو تلو الشمس وقرینھا ومنھا نورہ اھ ھذا واللہ اعلم

تمّ الفصل الاول ویلیہ الفصل الثانی فی احوال جبریل وغیرہ۔

جبریل علیہ السلام۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہیں۔ جبریل علیہ السلام امین وحی الی الرسل علیہم السلام ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور جملہ انبیاء علیہم السلام کے مابین سفیر ہیں۔ انزالِ عذاب وتباہی و زلازل پر اللہ تعالیٰ کی طرف جبریل موکّل ہیں۔ جبریل کا معنی ہے لغتِ سریانی میں عبد اللہ۔ جبر کا معنی لغت سریانیہ میں عبد ہے اور ایل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے وروی عبد بن حمید فی تفسیرہ عن عکرمۃ ان اسم جبریل عبد اللہ واسم میکائیل عبید اللہ۔ کذا فی العمدۃ ج ۱ ص ۷۱

بعض علماء لکھتے ہیں کہ جبریل کا معنی عبد الرحمن یا عبد العزیز ہے۔ وکذا روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور بعض محققین کے نزدیک یہ ترکیب واضافت مقلوبہ ہے لہٰذا جبر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور ایل کا معنی ہے عبد۔ قال العلامۃ السھیلی فی الروض ج ۱ ص ۱۵۵ واسم جبریل سریانی ومعناہ عبد الرحمن او عبد العزیز ھکذا جاء عن ابن عباس موقوفاً ومرفوعاً ایضاً والوقف اصح واکثر الناس علی ان اٰخر الاسم ھو اسم اللہ وھو ایل وکان شیخنا رحمہ اللہ یذھب مذھب طائفۃ من اھل العلم فی ان ھذہ الاسماء اضافتھا مقلوبۃ وکذلک الاضافۃ فی کلام العجم یقولون فی غلام زید زید غلام فعلی ھذا یکون ایل عبارۃ عن العبد ویکون اول الاسم عبارۃ عن اسم من اسماء اللہ تعالی الا تری کیف قال فی حدیث ابن عباس جبریل ومیکائیل کما تقول عبد اللہ وعبد الرحمن الا تری ان لفظ عبد یتکرر بلفظ واحد والاسماء الفاظھا مختلفۃ اھ۔

وقال فی العمدۃ وذھبت طائفۃ الی ان الاضافۃ فی ھذہ الاسماء مقلوبۃ فایل ھو العبد و اوّلہ اسم من اسماء اللہ تعالی والجبر عند العجم ھو اصلاح ما فسد وھی توافق معناہ من جھۃ العربیۃ فان فی الوحی اصلاح ما فسد وجبر ما وھی من الدین ولم یکن ھذا الاسم معروفاً بمکۃ ولا بارض العرب ولذا انہ علیہ السلام لما ذکرہ لخدیجۃ رضی اللہ عنھا انطلقت لتسأل من عندہ علم من الکتاب کعداس ونسطور الراھب فقالا قدوس قدوس ومن این ھذا الاسم بھذہ البلاد ورأیت فی اثناء مطالعتی فی الکتب ان اسم جبریل علیہ الصلاۃ والسلام عبد الجلیل وکنیتہ ابو الفتوح واسم میکائیل عبد الرزاق وکنیتہ ابو الغنائم واسم اسرافیل عبد الخالق وکنیتہ ابو المنافخ واسم عزرائیل

عبدالجبار کنیتہ ابو یحیی۔

جبریل علیہ السلام کو الروح الامین۔ والروح و روح القدس و الناموس الاکبر و طاووس الملائکۃ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے تنزل الملائکۃ والروح۔ اس آیت میں روح کا عطف ملائکہ پر اور مستقل ذکر جبریل کے بلند مرتبہ کی طرف اشارہ کے لیے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام افضل ملائکہ ہیں۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ ان جبریل علیہ السلام من افضل الملائکۃ لہ ست اجنحۃ فی کل واحدۃ مائۃ جناح ولہ وراء ذلک جناحان لاینشرھما الا عند ھلاک القری۔

بعض مورخین کا قول ہے کہ جبریل علیہ السلام جنگ بدر میں جس گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے تھے اس کا نام حیزوم تھا۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔ حیزوم کسی اور فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔ ففی اثر مرسل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لجبریل من القائل یوم بدر من الملائکۃ اقدم حیزوم فقال جبریل ما کل السماء اعرف قال ابن کثیر رحمہ اللہ وھذا الاثر یرد قول من زعم ان حیزوم اسم فرس جبریل۔

علماء حدیث و تفسیر لکھتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام ہی ہمیشہ اللہ تعالی اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان سفیر یعنی پیغام و وحی پہنچانے والے تھے۔ کسی اور فرشتے کو یہ منصب بطریق استقلال و دوام کسی وقت حاصل نہیں ہوا۔ قال السیوطی ان جبریل ھو السفیر بین اللہ و بین انبیائہ ولا یعرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ انتھی۔ واعترض علیہ بعضھم بان اسرافیل کان سفیرا بین اللہ و بین نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فعن الشعبی انہ جاءتہ صلی اللہ علیہ وسلم النبوۃ وھو ابن اربعین سنۃ وقرن بنبوتہ اسرافیل سنین فلما مضت ثلاث سنین قرن بنبوتہ جبریل کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۲۴۴ واخرج احمد بن حنبل و یعقوب بن سفیان فی تاریخھما وابن سعد والبیھقی عن الشعبی قال نزلت علیہ النبوۃ وھو ابن اربعین سنۃ فقرن بنبوتہ اسرافیل ثلاث سنین فکان یعلمہ الکلمۃ والشیء لاینزل القرآن فلما مضت ثلاث سنین قرن بنبوتہ جبرئیل فنزل القرآن علی لسانہ عشرین سنۃ عشرا بمکۃ وعشرا بالمدینۃ۔ کذا فی الخصائص الکبری ج ۱ ص ۲۳۱ وروی ان اسرافیل قرن بہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل النبوۃ ثلاث سنین یسمع حسہ ولا یری شخصہ یعلمہ الشیء بعد الشیء۔

واجاب الحافظ السیوطی رحمہ اللہ تعالی عن ذلک بان السفیر ھو المرصد لذلک وذلک لا یعرف لغیر جبریل ولا ینافی ذلک مجیء غیرہ من الملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحیان اھ ولک ان تقول ان کان المراد بالمجیء الیہ بوحی من اللہ تعالی کما ھو المتبادر فلیس فی ھذہ الروایۃ ان اسرافیل کان یاتیہ بوحی فی تلک المدۃ وجواب الحافظ السیوطی رحمہ اللہ یقتضی ان اسرافیل غیرہ

من الملائکۃ کان یاتیہ بوحی من اللہ قبل مجیٔ جبریل لہ صلی اللہ علیہ وسلم بوحی غیر النبوۃ ولا یخرجہ ذلک عن الاختصاص باسم السفیر وبان اسرافیل لم ینزل لغیر نبینا صلی اللہ علیہ وسلم من الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کما ثبت فی الحدیث فلم یکن السفیر بین اللہ وجمیع انبیائہ قیل وانما خص بذلک لانہ اوّل من سجد من الملائکۃ لآدم علیہ السلام ھذا ماھو مذکور فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۴۵ ۔

حافظ سیوطیؒ نے اپنی کتاب الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۶۸ میں زیر بحث مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے ۔ یہاں پر ان کی عبارت بعینہٖ ذکر کرنا ہم مفید سمجھتے ہیں کیونکہ وہ کئی فوائد پر مشتمل ہے ۔ سیوطی کی عبارتِ حاوی یہ ہے ۔

وصل کتاب الاعلام الی حلب فوقف علیہ واقف فرای قولی فیہ ان جبریل ھو السفیر بین اللہ وبین انبیائہ لا یعرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ ۔ فکتب علی الھامش بخطہ ما نصہ بل قد عرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ قال الحافظ برھان الدین الحلبی فی شرح البخاری ۔ اعلم ان فی کیفیۃ نزول الوحی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبع صور ذکرھا السھیلی فی روضہ الی ان قال سابعھا وحی اسرافیل کما ثبت عن الشعبی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکل بہ اسرافیل فکان یترای لہ ویاتیہ بالکلمۃ والشیٔ ثم وکل بہ جبریل ۔ قال ابن عبد البر فی اول الاستیعاب وساق سندہ الی الشعبی قال انزلت علیہ النبوۃ وھو ابن اربعین سنۃ فقرن بنبوتہ اسرافیل ثلاث سنین ثم نقل عن شیخہ ابن الملقن ۔ ان المشھور ان جبریل ابتدأہ بالوحی انتھی ما کتبہ المعترض ۔

واقول الجواب عن ذلک من وجوہ ۔ احدھا ما نقلہ المعترض نفسہ فی آخر کلامہ عن ابن الملقن ان المشھور ان جبریل ابتدأہ بالوحی وانما قال ابن الملقن ذلک لانہ الثابت فی احادیث الصحیحین وغیرھما واثر الشعبی مرسل او معضل فکیف یعتمد علیہ مع ثبوت خلافہ فی الصحیحین وغیرھما والعجب من المعترض کیف اعترض بما لم یثبت مع نقلہ فی آخر کلامہ ان المشھور خلاف ما اعترض بہٖ

الوجہ الثانی ۔ ان المراد بالسفیر الذی ھو مرصد لذلک وذلک لا یعرف لغیر جبریل ولا ینافی ذلک مجیٔ غیرہ من الملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحیان کما ان کاتب السر مرصد للتوقیع عن السلطان ولا ینافی ذلک ان یوقع عنہ غیرہ فی بعض الاحیان فلا یسلب کاتب السر الاختصاص بھذا الاسم ولا یشارکہ فیہ من وقع مرۃ او مرتین فکذلک لا یسلب جبریل الاختصاص باسم السفیر ولا یشارکہ فیہ احد من الملائکۃ الذین جاءوا الی الانبیاء فی وقت ما وکم من ملک غیر اسرافیل جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قضایا متعددۃ کما ھو فی کثیر من الاحادیث وجاء ملک الموت الی ابراھیم علیہ السلام یبشرہ بالخلۃ فنعجب من المعترض کیف اقتصر علی اسرافیل دون مجیٔ غیرہ من الملائکۃ ۔

الوجہ الثالث۔ ان العبارۃ التی اوردتہا وھو السفیر بین اللہ وبین انبیائہ بصیغۃ الجمع واسرافیل لم ینزل الی احد غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد فی الحدیث۔ وذکر بعض العلماء فی حکمتہ انہ الموکل بالنفخ فی الصور والنبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث قرب الساعۃ وکانت بعثتہ من اشراطھا فبعث الیہ اسرافیل بھذہ المناسبۃ ولم یبعث الی نبی قبلہ وحینئذ فالمبعوث الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط لا یصدق علیہ انہ سفیر بین اللہ وبین انبیائہ بصیغۃ الجمع لانہ لم یکن سفیرًا الا بین اللہ وبین نبی واحد والحکم المنفی عن المجموع لا یلزم نفیہ عن فرد من افراد ذلک المجموع فلا یصح النقض بہ۔

الوجہ الرابع۔ انہ قد ورد فی الحدیث ما یوھی اثر الشعبی وھو ما اخرجہ مسلم والنسائی و الحاکم عن ابن عباس قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس وعندہ جبریل اذ سمع نقیضًا من السماء من فوق فرفع جبریل بصرہ الی السماء فقال یا محمد ھذا ملک قد نزل لم ینزل الی الارض قط قال فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسلم علیہ فقال ابشر بنورین اوتیتھما لم یؤتھما نبی قبلک فاتحۃ الکتاب، و خواتیم سورۃ البقرۃ لن تقرأ حرفًا منھما الا اوتیتھما قال جماعۃ من العلماء ھذا الملک ھو اسرافیل و اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لقد ھبط علیّ ملک من السماء ما ھبط علی نبی قبلی ولا یھبط علی احد بعدی وھو اسرافیل فقال انا رسول ربک الیک امرنی اخبرک ان شئت نبیًا عبدًا وان شئت نبیا ملکا فنظرت الی جبریل فاوما الیّ ان تواضع فلو انی قلت نبیا ملکا لسارت الجبال معی ذھبا۔ وھاتان القضیتان بعد ابتداء الوحی بسنین کما یعرف من سائر طرق الاحادیث وھما ظاھران فی ان اسرافیل لم ینزل الیہ قبل ذلک فکیف یصح قول الشعبی انہ اتاہ فی ابتداء الوحی۔

الوجہ الخامس۔ انہ قد اقمنا فی الاعلام الدلیل علی ذلک عقبہ وھو قول ورقۃ جبریل امین اللہ بینہ وبین رسولہ وقول ابن سابط فوکل جبریل بالکتب والوحی الی الانبیاء وقال عطاء بن السائب اول ما یحاسب جبریل لانہ کان امین اللہ الی رسلہ ومیکائیل بتلقی الکتب واسرافیل بمنزلۃ الحاجب وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فاما جبریل فصاحب الحرب صاحب المرسلین الحدیث وآثار اخر (وقلنا فی آخر الکلام) فعرف بمجموع ھذہ الآثار اختصاص جبریل من بین سائر الملائکۃ بالوحی الی الانبیاء انما کان عند المعترض من الفطنۃ ما یھتدی بہ لصحۃ ھذا الکلام اخذا من ھذہ الادلۃ ھذا آخر الجواب واللہ اعلم۔

سوال ۔ جبریل علیہ السلام نے کُل کتنی مرتبہ نبی علیہ السلام پر وحی نازل کرنے کے لیے نزول فرمایا۔

جواب۔ صحیح احادیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام کثرت سے نزول فرماتے رہے کسی صحیح روایت سے عددِ نزول کا پتہ نہیں چلتا۔ فالعلم عنداللہ۔ بعض کتب تاریخ میں درج ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر ۲۶ ہزار بار نزول فرمایا قال ان جبریل نزل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ستاً وعشرین الف مرۃ ولم یبلغ احد من الانبیاء علیھم السلام ھذا العدد اہ واللہ اعلم بصحۃ ھذا القول ولا ادری ما حجتہ ومن این اخذ ھذا۔

یہ بات تو واضح و معلوم ہے کہ نبی علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام گاہے ایک دن میں کئی بار نزول فرماتے تھے اور گاہے کئی روز انقطاع و فترت کے بعد نزول فرماتے تھے۔ تاہم بطور تدقیق کے اگر ہم ۲۶ ہزار کو ایام نبوت پر تقسیم کریں تو روزانہ تقریباً تین مرتبہ نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر اکثر ایام میں تین بار اور بعض ایام قلیلہ میں صرف دو بار نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قمری سال کے ایام تقریباً ۳۵۵ ہوتے ہیں۔ لہذا نبوت کے ۲۳ سالوں کے کل ایام ۹۱۶۵ بنتے ہیں۔ دنوں کے عدد ہذا پر ۲۶ ہزار کو تقسیم کریں تو مذکورہ بالا نتیجہ نکلتا ہے۔

سوال۔ مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد جبریل علیہ السلام کا زمین پر نزول منقطع ہوگیا اور پھر کبھی بھی وہ زمین پر نازل نہیں ہوتے۔ کیا یہ بات صحیح ہے۔

جواب۔ یہ بات مشہور عوام میں سے ہے اور بالکل غلط ہے۔ احادیث میں ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام ہر سال لیلۃ القدر میں نازل ہوتے ہیں اور بعض نیک مؤمنوں پر عمومی یا خصوصی طور پر سلام کہتے ہیں۔ کما قال اللہ تعالی فی بیان لیلۃ القدر تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم الآیۃ۔ فعن الضحاک ان الروح ھنا جبریل وانہ ینزل ھو والملائکۃ فی لیلۃ القدر ویسلمون علی المسلمین وذلک فی کل سنۃ۔ واخرج الطبرانی فی الکبیر عن میمونۃ بنت سعد قالت قلت یا رسول اللہ ھل یرقد الجنب؟ قال ما احب ان یرقد حتی یتوضأ فانی اخاف ان یتوفی فلا یحضرہ جبریل۔ قال السیوطی رحمہ اللہ فھذا الحدیث یدل علی ان جبریل ینزل الی الارض ویحضر موت کل مؤمن حضرہ الموت وھو علی طھارۃ۔

ذکر دجال سے متعلق ایک حدیث ہے کہ دجال لعین مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ جبریل اس کی حفاظت پر کھڑے ہوں گے اور دجال ان کے ڈر سے واپس ہو جائے گا۔ فاخرج الطبرانی ونعیم بن حماد فی کتاب الفتن من حدیث الفتن عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی وصف الدجال قال فیمر بمکۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا میکائیل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ ویمر بالمدینۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا جبریل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ۔

اسی طرح عیسٰی علیہ السلام پر آسمان سے نزول کے بعد وحی نازل ہوا کرے گی اور وحی لانا جبریل علیہ السلام کے سپرد ہے۔ لہٰذا جبریل علیہ السلام ہی عیسٰی علیہ السلام پر وحی نازل کرتے رہیں گے۔

بعض احادیث میں ہے کہ بروز قیامت فرشتوں میں یا کل مخلوق میں سب سے پہلے جبریل علیہ السلام کا حساب لیا جائے گا۔ اخرج ابن ابی حاتم عن عطاء بن السائب قال اول من یحاسب جبریل لانہ کان امین اللہ الی رسلہ واخرج ابو الشیخ عن خالد بن ابی عمران قال جبریل امین اللہ الی رسلہ واخرج ایضاً عن عبد العزیز بن عمیر قال اسم جبریل فی الملائکۃ خادم ربہ۔

جبریل علیہ السلام عموماً کسی انسان کی شکل میں نبی علیہ السلام کو نظر آتے تھے۔ زیادہ تر دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ صرف دو مرتبہ نبی علیہ السلام نے جبریلؑ کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا ہے اور حسب تصریح علماء جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھ لینا ہمارے نبی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ وفی الخصائص الصغری خص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برؤیتہ جبریل فی صورتہ التی خلقہ اللہ علیہا ای لم یرہ احد من الانبیاء علی تلک الصورۃ الانبیّنا علیہ السلام کذا فی انسان العیون ج ۱ ص۲۵۹ اخرج احمد وابن ابی حاتم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یر جبریل فی صورتہ الا مرتین اما واحدۃ فانہ سألہ ان یریہ نفسہ فاراہ نفسہ فسد الافق واما الاخری فلیلۃ الاسراء عند السدرۃ۔ واخرج ایضاً احمد عن ابن مسعود قال رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل فی صورتہ ولہ ستمائۃ جناح کل جناح منہا قد سد الافق یسقط من جناحہ من التہاویل والدر والیاقوت ما اللہ بہ علیم۔ والتہاویل الاشیاء المختلفۃ الالوان ومنہا یقال لما یخرج من الریاض من الوان الزھر التہاویل۔ واخرج الطبرانی واحمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یر جبریل فی صورتہ التی خلق علیہا الا مرتین راٰہ منہبطا من السماء الی الارض سادا عظم خلقہ ما بین السماء والارض واخرج احمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت جبرئیل منہبطا قد ملأ ما بین السماء والارض علیہ ثیاب سندس معلقا بہ اللؤلؤ والیاقوت واخرج ابو الشیخ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت جبریل لہ ستمائۃ جناح من لؤلؤ قد نشرھا مثل ریش الطواویس۔ وفی الاحادیث واکثر ما کنت اراہ علی صورۃ دحیۃ الکلبی وکنت احیاناً اراہ کما یری الرجل صاحبہ من وراء الغربال۔ واخرج ابن سعد والنسائی بسند صحیح عن ابن عمرؓ قال کان جبرئیل یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صورۃ دحیۃ الکلبیؓ واخرج الطبرانی عن انس ان النبی علیہ السلام قال کان جبرئیل یاتینی علی صورۃ دحیۃ الکلبی وکان دحیۃ رجلاً جمیلاً

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نہایت حسین وجمیل صحابی ہیں ھو دحیۃ بن خلیفۃ بن عامر۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بدر میں شریک نہ تھے۔ زمانہ معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ تھے۔ وقیل کما فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۲۵۳ وکان اذا اتاہ علی صورۃ الآدمی یاتیہ بالوعد والبشارۃ اہ۔ بعض آثار میں ہے کہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ نزول وحی کے وقت حفاظت وحی کے لیے فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوتی تھی۔ ذکر ابن جریر انہ ما نزل جبریل بوحی قط الا ونزل معہ من الملائکۃ حفظۃ یحیطون بہ وبالنبی الذی یوحی الیہ یطردون الشیاطین عنہما لئلا یسمعوا ما یبلغہ جبریل الی ذلک النبی من الغیب الذی یوحیہ الیہ فیبلغوہ الی اولیائہم۔ ھذا واللہ اعلم۔

عزرائیل علیہ السلام - اگرچہ تفسیر بیضاوی حصہ اول میں عزرائیل علیہ السلام مذکور نہیں ہیں مگر جبریل ومیکائیل کی مناسبت کے پیش نظر ہم ان کے احوال تبعاً یہاں پر ذکر کر رہے ہیں۔ عزرائیل علیہ السلام ارواحِ حیوانات نکالنے پر مؤکل ہیں۔ اس واسطے انھیں ملک الموت بھی کہا جاتا ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ عزرائیل فی سماء الدنیا وخلق اللہ رجلیہ فی تخوم الارضین ورأسہ فی السماء العلیا ووجہہ مقابل اللوح المحفوظ ولہ اعوان بعدد من یموت لا یقبض روح مخلوق الا بعد ان یستوفی رزقہ وینقضی اجلہ۔ قبضِ ارواح میں فرشتوں کی ایک بڑی جماعت عزرائیل علیہ السلام کی معاون ہے قال اللہ تعالی قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم وقال تعالی حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا وہم لا یفرطون۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما توفتہ رسلنا ای اعوان ملک الموت من الملائکۃ۔

ملک الموت عظیم القدر جلیل الشان فرشتہ ہیں ان کے بعض احوال وامور جو ان کے سپرد ہیں کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ قبض ارواح اللہ تعالی نے ان کے سپرد کیا ہے اور وہ قبض ارواح والی جماعتِ ملائکہ کے امیر ہیں۔ اخرج ابو الشیخ فی کتاب العظمۃ عن وھب بن منبہ قال ان الملائکۃ الذین یأتون الناس ھم الذین یتوفونہم ویکتبون لہم آجالہم فاذا توفوا النفس دفعوھا الی ملک الموت وھو کالعاقب یعنی العشار الذی یؤدی الیہ من تحتہ۔

۲۔ آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت زمین کے مختلف خطوں سے سرخ۔ سفید۔ سیاہ۔ نرم اور سخت وغیرہ مختلف الالوان والانواع مٹی لانے والے عزرائیل علیہ السلام ہی تھے۔ اخرج ابن ابی حاتم عن ابی ھریرۃ قال لما اراد اللہ ان یخلق آدم بعث ملکا من حملۃ العرش یاتی بتراب من الارض فلما ھوی لیأخذ قالت الارض اسألک بالذی ارسلک ان لا تأخذ الیوم منی شیئا

یکون للنار منه نصیب غدا فترکها فلما رجع الی ربه قال مامنعك ان تأتی بما امرتك قال سألتنی بك فعظمت ان ارد شیئا سألنی بك فارسل أخر فقال مثل ذلك حتی ارسلهم کلهم فأرسل ملك الموت فقالت له مثل ذلك فقال ان الذی ارسلنی احق بالطاعة منك فاخذ من وجه الارض کلها من طیبها وخبیثها فجاء به الی ربه فصب علیه من ماء الجنة فصار حمأ مسنونا فخلق منه أدم۔ و اخرج ابو حذیفة اسحق بن بشر فی کتاب المبتدا عن ابن اسحق عن الزهری نحوه وسمی الملك المرسل اولا اسرافیل والثانی میکائیل. واخرج ابن عساکر من طریق السدی عن ابی مالك وعن ابی صالح عن ابن عباس وعن مرة عن ابن مسعود وناس من الصحابة وسمی المرسل اولا جبریل والثانی میکائیل واخرج ابن عساکر ایضا عن یحیی بن خالد نحوه وسمی الاول جبریل والثانی میکائیل وقال فی أخره فسماه ملك الموت ووکله بالموت۔

۳۔ کسی انسان کی موت پر جب اس کے گھر والے روتے ہیں اور اظہارِ غم کرتے ہیں تو عزرائیل علیہ السلام اس گھر والوں سے خطاب فرماتے ہیں کہ اس انسان کی روح قبض کرنے میں ہم نے کوئی جرم نہیں کیا اس کی اجل اللہ تعالی نے مقرر فرمائی ہے۔ اے غم کرنے والو صبر کرنے پر تمھیں ثواب ملے گا صبر کرو اور اپنی زندگی خدا تعالی کی راہ میں اس کی طاعت میں لگادو۔ خبردار! ہمیں اس گھر میں قبضِ ارواح کے لیے بار بار آنا ہے۔ ہم اللہ تعالے کی اجازت کے بغیر ایک مچھر کی روح بھی قبض نہیں کر سکتے۔

۴۔ جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں بوقتِ موت ملک الموت ان سے شیطان کو بھگا دیتے ہیں۔

۵۔ عزرائیل علیہ السلام ہر شخص سے دن رات میں ایک بار ملاقات کرتے ہیں۔

۶۔ ہر گھر میں روزانہ تین بار احوال معلوم کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ بعض آثار میں زیادہ کا ذکر ہے۔ واخرج الطبرانی فی الکبیر وابو نعیم وابن مندہ کلاهما فی الصحابة من طریق جعفر بن محمد عن ابیه عن الحرث بن الخزرج عن ابیه قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ونظر الی ملك الموت عند رأس رجل من الانصار فقال یا ملك الموت ارفق بصاحبی فانه مؤمن فقال ملك الموت طب نفسا وقر عینا واعلم أنی بکل مؤمن رفیق واعلم یا محمد انی لاقبض روح ابن أدم فاذا صرخ صارخ قمت فی الدار معی روحه فقلت ماهذا الصارخ واللہ ماظلمناه ولاسبقنا اجله ولا استعجلنا قدره ومالنا فی قبضه من ذنب فان ترضوا بما صنع اللہ تؤجروا وان تسخطوا تأثموا وتوزروا وان لنا عندکم عودة بعد عودة فالحذر الحذر ومامن اهل بیت شعر ولامدر بر ولا فاجر سهل ولاجبل الا أنا اتصفحهم فی کل یوم ولیلة حتی لأنا أعرف بصغیرهم وکبیرهم منهم بانفسهم واللہ لواردت أن اقبض روح

بعوضۃ ما قدرت علی ذلك حتی یکون اللہ ھو یأذن بقبضہا قال جعفر بن محمد بلغنی انہ انما یتصفحہم عند مواقیت الصلاۃ فاذا نظر عند الموت فان کان ممن یحافظ علی الصلوات الخمس دنا منہ الملك و طرد عنہ الشیطان ویلقنہ الملك لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فی ذلك الحال العظیم واخرجہ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ وابو الشیخ فی العظمۃ عن جعفر بن محمد عن ابیہ مرفوعًا معضلا واخرج ابن ابی الدنیا و ابو الشیخ عن الحسن قال ما من یوم الا وملك الموت یتصفح فی کل بیت ثلاث مرات فمن وجدہ منہم قد استوفی رزقہ وانقضی اجلہ قبض روحہ فاذا اقبض روحہ اقبل اھلہ برنۃ وبکاء فیأخذ ملك الموت بعضادتی الباب فیقول مالی الیکم من ذنب وانی لمأمور واللہ ما اکلت لہ رزقا ولا افنیت لہ عمرا و لا انتقصت لہ اجلا وان لی فیکم لعودۃ ثم عودۃ حتی لا ابقی منکم احدا قال الحسن فواللہ لو یرون مقامہ و یسمعون کلامہ لذھلوا عن میتہم ولبکوا علی انفسہم ۔

۷۔ نیک انسان۔ صالح۔ سخی کے ساتھ بوقتِ موت عزرائیل علیہ السلام نرمی وخوش اخلاقی کا برتاؤ کرتے ہیں اور برے انسان کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے ۔

۸۔ روح قبض کرتے وقت نیک شخص کے سامنے اچھی شکل اور حسین صورت میں آتے ہیں اور بد کردار کے سامنے خوفناک شکل میں آتے ہیں۔ واخرج المروزی فی الجنائز عن سلیم بن عطیۃ قال دخل سلمان علی صدیق لہ یعودہ وھو بالموت فقال یا ملك الموت ارفق بہ فانہ مؤمن فتکلم الرجل وقال انہ یقول انی بکل مؤمن رفیق ۔ واخرج الزبیر بن بکار وابن عساکر من طرق عن حمید بن میمون عن ابیہ قال کنت فیمن حضر المطلب بن عبد اللہ بن حنطب بمنبج وھو یجود بنفسہ ولقی من الموت شدۃ فقال رجل ممن حضر وھو فی غشیتہ اللہم ھون علیہ فانہ کان وکان یثنی علیہ فافاق فقال من المتکلم فقالوا فلان فقال فان ملك الموت یقول لك انی بکل مؤمن سخی رفیق ثم مات فی الحال واخرج ابن ابی الدنیا عن عبید بن عمیر قال بینما ابراھیم صلوات اللہ علی نبینا وعلیہ یوما فی دارہ اذ دخل علیہ رجل حسن الشارۃ فقال یا عبد اللہ من ادخلك داری فقال ادخلنیہا ربہا قال ربہا احق بہا فمن انت قال ملك الموت قال لقد نعت لی منك اشیاء ما اراھا فیك قال فأدبر فادبر فاذا عیون مقبلۃ وعیون مدبرۃ واذا کل شعرۃ منہ کأنہا السنان قائم فتعوذ ابراھیم علیہ السلام من ذلك وقال عد الی الصورۃ الاولی قال یا ابراھیم ان اللہ اذا بعثنی الی من یحب لقاءہ بعثنی فی الصورۃ التی رأیت اولا۔ الشارۃ بشین معجمۃ وراء خفیفۃ الھیئۃ ۔

واخرج عن وھب قال ان ابراھیم صلوات اللہ علیہ رأی فی بیتہ رجلا فقال من انت ؟ قال انا ملك الموت قال ابراھیم ان کنت صادقا فأرنی منك أیۃ اعرف انك ملك الموت قال لہ

ملك الموت اعرض بوجهك فاعرض ثم نظر فأراه الصورة التی یقبض بها المؤمنین قال فرأی من النور و البهاء شیئا لا یعلمه الا الله ثم قال اعرض بوجهك فاعرض ثم نظر فأراه الصورة التی یقبض بها الکفار والفجار فرعب ابراهیم رعبا شدیدا حتی ارتعدت فرائصه والصق بطنه بالارض وکادت نفسه ان تخرج۔ واخرج عن ابن مسعود وابن عباس معا قالا لما اتخذ الله ابراهیم خلیلا سأل ملك الموت ربه ان یأذن له ان یبشره بذلك فأذن له فجاء ابراهیم فبشره فقال الحمد لله ثم قال یا ملك الموت ارنی کیف تقبض انفاس الکفار قال یا ابراهیم لاتطیق ذلك قال بلی قال اعرض فاعرض ثم نظر فاذا برجل اسود تنال رأسه السماء یخرج من فیه لهب النار لیس من شعرة فی جسده الا فی صورة رجل یخرج من فیه ومسامعه لهب النار فغشی علی ابراهیم ثم افاق وقد تحول ملك الموت فی الصورة الاولی فقال یا ملك الموت لو لم یلق الکافر من البلاء والحزن الا صورتك لکفاه فأرنی کیف تقبض انفاس المؤمنین قال اعرض فاعرض ثم التفت فاذا هو برجل شاب احسن الناس وجها واطیبهم ریحا فی ثیاب بیض فقال یا ملك الموت لو لم یر المؤمن عند الموت من قرة العین والکرامة الا صورتك هذه لکان یکفیه۔

۹۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ارواح خود عزرائیل علیہ السلام قبض فرماتے ہیں اور بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے معاونین ارواح قبض کرتے ہیں البتہ ان کے امیر عزرائیل علیہ السلام ہیں۔

۱۰۔ ساری زمین ملک الموت کے سامنے ہتیلی کی طرح یا دسترخوان کے مانند یا طشت وطباق کے مانند ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے لیے طویل مسافتیں قریب کر دی ہیں۔

۱۱۔ بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کی اجل آن پہنچتی ہے تو عزرائیل علیہ السلام کو قبض روح کا امر ہوتا ہے۔ اور بعض آثار میں ہے کہ اس وقت عرش سے آپ کے پاس اس شخص کی روح قبض کرنے کی ایک پرچی (رقعہ) آجاتی ہے جس سے آپ کو اس کی زندگی ختم ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔ اخرج ابو الشیخ عن الحکم بن عتیبة قال الدنیا بین یدی ملك الموت بمنزلة الطست بین یدی الرجل واخرج ابن ابی الدنیا و ابو الشیخ عن اشعث بن سلیم قال سأل ابراهیم صلوات الله علیه ملك الموت واسمه عزرائیل وله عینان فی وجهه وعینان فی قفاه فقال یا ملك الموت ماذا تصنع اذا کانت نفس بالمشرق ونفس بالمغرب ووقع الوباء بأرض والتقی الزحفان کیف تصنع قال ادعو الارواح باذن الله فتکون بین اصبعی هاتین قال ودحیت له الارض فترکت کالطست یتناول منها حیث شاء واخرج ابن ابی الدنیا من طریق الحسن بن عمارة عن الحکم ان یعقوب علیه السلام

قال لملك الموت ما من نفس منفوسة الا وانت تقبض روحها قال نعم قال فكيف وانت عندی ههنا والانفس فی اطراف الارض قال ان الله سخر لی الدنیا فهی کالطست یوضع قدام احدکم فیتناول من اطرافها ماشاء کذلك الدنیا عندی ۔

واخرج الدینوری فی المجالسة عن ابی قیس الازدی قال قیل لملك الموت کیف تقبض الارواح قال ادعوها فتجیبنی ۔ واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ وابونعیم عن شهر بن حوشب قال ملك الموت جالس والدنیا بین رکبتیه واللوح الذی فیه آجال بنی آدم بین یدیه وبین یدیه ملائکة قیام وهو یعرض اللوح لا یطرف فاذا اتی علی اجل عبد قال اقبضوا هذا واخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن ابن عباس انه سئل عن نفسین اتفق موتهما فی طرفة عین واحد بالمشرق وواحد بالمغرب کیف قدرة ملك الموت علیهما قال ما قدرة ملك الموت علی اهل المشارق والمغارب والظلمات والهوی والبحور الا کرجل بین یدیه مائدة یتناول من ایها شاء ۔ واخرج جویبر فی تفسیره عن الکلبی عن مجاهد عن ابن عباس قال ملك الموت الذی یتوفی الانفس کلها وقد سلط علی ما فی الارض کما سلط احدکم علی ما فی راحته ومعه ملائکة من ملائکة الرحمة وملائکة من ملائکة العذاب فاذا توفی نفسا طیبة دفعها الی ملائکة الرحمة واذا توفی نفسا خبیثة دفعها الی ملائکة العذاب ۔

واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن ابی المثنی الحمصی قال ان الدنیا سهلها وجبلها بین فخذی ملك الموت ومعه ملائکة الرحمة وملائکة العذاب فیقبض الارواح فیعطی هؤلاء لهؤلاء وهؤلاء لهؤلاء یعنی ملائکة الرحمة وملائکة العذاب قیل فاذا کانت وقعة وکان السیف مثل البرق قال یدعوها فتاتیه الانفس ۔ واخرج ابن ابی حاتم عن زهیر بن محمد قال قیل یا رسول الله ملك الموت واحد والزحفان یلتقیان من المشرق والمغرب ومابین ذلك من السقط والهلاك فقال ان الله حوی الدنیا لملك الموت حتی جعلها کالطست بین یدی احدکم فهل یفوته منها شئ ۔ واخرج ابن ابی شیبة فی المصنف قال حدثنا عبدالله بن نمیر عن الاعمش عن خیثمة قال اتی ملك الموت سلیمان بن داود وکان له صدیقا فقال له سلیمان مالك تأتی اهل البیت فتقبضهم جمیعا وتدع اهل البیت الی جنبهم لا تقبض منهم احدا قال لا اعلم بما اقبض منها انما اکون تحت العرش فتلقی الی صکاك فیها اسماء۔

مذکورۂ صدر حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس عرش الٰہی سے ہر شخص کے نام کی پرچی (صکاک) پہنچتی ہے۔ واخرج احمد فی الزهد وابن ابی الدنیا عن عمر قال بلغنا ان ملك الموت لا یعلم متی یحضر اجل الانسان حتی یؤمر بقبضه ۔

۱۲۔ احادیث میں ہے کہ عزرائیل علیہ السلام قبض روح کے لیے کسی کے پاس آنے کی اجازت نہیں لیتے۔ صرف ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس قبض روح کی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تھی اخرج الطبرانی عن الحسین ان جبریل هبط علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم موته فقال کیف تجدك قال اجدنی یاجبریل مغموما واجدنی مکروبا فاستاذن ملك الموت علی الباب فقال جبریل یا محمد هذا ملك الموت یستأذن علیك ماستاذن علی آدمی قبلك ولا یستاذن علی آدمی بعدك قال ائذن له فأذن له فاقبل حتی وقف بین یدیه فقال ان اللہ ارسلنی الیك وامرنی ان اطیعك ان امرتنی ان اقبض نفسك قبضتها وان کرهت ترکتها قال وتفعل یاملك الموت قال نعم بذلك امرت فقال له یاجبریل ان اللہ قد اشتاق الی لقائك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امض لما امرت به۔

۱۳۔ پہلے زمانے میں قبضِ روح کے لیے عزرائیل علیہ السلام کسی شکل میں ظاہر ہوکر تشریف لاتے تھے۔

۱۴۔ نیز امراض کے بغیر کسی تندرست انسان کے سامنے آکر اس کی جان لیتے تھے تو لوگ ملک الموت کو برا بھلا کہتے تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے انھیں خفیہ طور پر روح قبض کرنے کا حکم دیا اور لوگوں پر امراض مسلط کیے۔ چنانچہ ان کی توجہ عزرائیل علیہ السلام پر طعن وتشنیع کرنے کی بجائے امراض کے علاج کی طرف ہوگئی۔ اخرج المروزی وابن ابی الدنیا وابوالشیخ عن ابی الشعثاء جابر بن زید ان ملك الموت کان یقبض الارواح بغیر وجع فسبه الناس ولعنوه فشکا الی ربه فوضع اللہ الاوجاع ونسی ملك الموت یقال مات فلان بوجع کذا وکذا۔ واخرج ابونعیم عن الاعمش قال کان ملك الموت یظهر للناس فیأتی الرجل فیقول اقض حاجتك فانی ارید ان اقبض روحك فشکا فانزل الداء وجعل الموت خفیة۔ و اخرج احمد والبزار والحاکم وصححه عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کان ملك الموت یأتی الناس عیانا فاتی موسی فلطمه ففقأ عینه فأتی ربه فقال یارب عبدك موسی فقأ عینی ولولا کرامته علیك لشققت علیه قال له اذهب الی عبدی فقل له فلیضع یده علی جلد ثور فله بکل شعرة وارت یده سنة فاتاه فقال مابعد هذا قال الموت قال فالآن قال فشمه فقبض روحه ورد اللہ الیه عینه فکان یأتی بعد ذلك الناس خفیة. واخرج ابوحذیفة اسحق بن بشر فی کتاب الشدائد بسنده عن ابن عمر قال قال ملك الموت یارب ان عبدك ابراهیم جزع من الموت فقال له قل له الخلیل اذا طال به العهد من خلیله اشتاق الیه فبلغه فقال نعم یارب قد اشتقت الی لقائك فاعطاه ریحانة نشمها فقبض فیها روحه۔ واخرج ابوالشیخ عن محمد بن المنکدر ان ملك الموت قال لابراهیم علیہ السلام ان ربی امرنی

ان اقبض نفسك بأيسر ما قبضت نفس مؤمن قال فانا اسألك بحق الذى ارسلك ان تراجعنى فقال ان خليلك سألنى ان اراجعك فيه فقال ائته وقل له ان ربك يقول ان الخليل يحب لقاء خليله فأتاه فقال امض لما امرت به قال يا ابراهيم هل شربت شرابا قط قال لا قال فاستنكهه فقبض نفسه على ذلك۔

۱۵۔ کئی بار آپ ایسے شخص کی روح قبض کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچتے ہیں جب کہ وہ شخص غفلت سے ہنستا ہو تو آپ فرماتے ہیں تعجب ہے یہ ہنس رہا ہے اور میں اس کی جان لینے پر مامور ہوں۔
اخرج ابو الفضل الطوسی فی کتاب عیون الاخبار بسندہ من طریق ابراهیم وابن النجار فی تاریخ بغداد من طریق ابن هدبۃ عن انس مرفوعا ان ملك الموت لينظر فی وجوہ العباد فی كل يوم سبعين نظرۃ فاذا ضحك العبد الذی بعث اليه يقول واعجبا بعثت اليه لاقبض۔

۱۶۔ انسان کے علاوہ حیوانات کی کیفیت موت میں آثار و احادیث مختلفہ وارد ہیں۔ بعض آثار میں ہے کہ ان کی روح قبض کرنا ملک الموت کے سپرد نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی کا مدار ذکر اللہ و تسبیح پر ہے جب وہ تسبیح سے غافل ہو جاتے ہیں تو ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ روح انسانی کے اکرام کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس کا قبض کرنا ملک الموت کے ذمہ لگایا۔ اور بعض آثار میں ہے کہ ملک الموت اور ان کے معاونین ملائکہ ہی حیوانات کی روح نکالتے ہیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ارواح انسانیہ کا قبض ملک الموت کے سپرد ہے اور تین فرشتے اور ہیں جن میں سے ایک کے سپرد شیاطین کی ارواح نکالنا ہے۔ اور ایک کے ذمے جنات کی ارواح قبض کرنا ہے اور ایک کے سپرد پرندوں، درندوں، چیونٹیوں وغیرہ وغیرہ حشرات و حیوانات کی ارواح قبض کرنا ہے۔ یہ کل چار فرشتے ہیں، البتہ ملک الموت ان کے امیر ہیں۔

۱۷۔ نفخ صور کے وقت تمام فرشتوں کی روحیں ملک الموت ہی قبض فرمائیں گے۔

۱۸۔ شہداء بحر کی روحیں بلاواسطہ خود اللہ تعالیٰ قبض فرماتے ہیں۔ اس بات میں ان شہداء کا اکرام و احترام مقصود ہے۔ اخرج ابو الشیخ والعقیلی فی الضعفاء والدیلمی عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آجال البهائم وخشاش الارض كلها فی التسبيح فاذا انقضی تسبيحها قبض اللہ ارواحها وليس الی ملك الموت من ذلك شیٔ وله طريق آخر اخرجه الخطيب فی الرواۃ عن مالك من حديث ابن عمر مثله قال ابن عطية والقرطبی وكان معنی ذلك ان اللہ يعدم حياتها بلا مباشرۃ ملك الموت واما الآدمی فشرف بان خلق اللہ له ملكا واعوانه وجعل قبض روحه وانسلا لها من جسده على يده لكن اخرج الخطيب فی الرواۃ عن مالك عن سليمان بن معمر الكلابی قال حضرت مالك بن انس و سأله رجل عن البراغيث أملك الموت يقبض ارواحها فأطرق طويلا ثم قال ألها نفس قال نعم فقال

فان ملك الموت يقبض ارواحها ثم قال الله يتوفی الانفس حين موتها۔
ثم رأيت جويبرا اخرج فی تفسيره عن الضحاك عن ابن عباس قال وكل ملك الموت بقبض ارواح الآدميين فهو الذی يقبض ارواحهم وملك فی الجن وملك فی الشياطين وملك فی الطير والوحوش والسباع والخشاش والحيتان والنمل فهم اربعة املاك والملائكة يموتون فی الصعقة الاولی وان ملك الموت يلی قبض ارواحهم ثم يموت واما الشهداء فی البحر فان الله يلی قبض ارواحهم لا يكل ذلك الی ملك الموت لكرامتهم عليه حيث ركبوا لجج البحر فی سبيله وجويبر ضعيف جدا والضحاك عن ابن عباس منقطع ولآخره شاهد مرفوع. واخرج ابن ماجة عن ابی امامة سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول ان الله وكل ملك الموت بقبض الارواح الا شهداء البحر فان الله يتولی قبض ارواحهم واخرج ابن ابی شيبة فی المصنف عن عبد الله بن عيسی قال كان فيمن كان قبلكم رجل عبد الله اربعين سنة فی البر ثم قال يارب قد اشتقت ان اعبدك فی البحر فأتی قوما فاستحملهم فحملوه وجرت بهم سفينتهم ما شاء الله ان تجری ثم وقفت فاذا شجرة فی ناحية الماء فقال ضعونی علی هذه الشجرة فوضعوه وجرت بهم سفينتهم فاراد ملك ان يعرج الی السماء فتكلم بكلامه الذی كان يعرج به فلم يقدر علی ذلك فعلم ان ذلك لخطيئة كانت منه فأتی صاحب الشجرة فسأله ان يشفع له الی ربه فصلی ودعا للملك وطلب الی ربه ان يكون هو الذی يقبض نفسه ليكون اهون عليه من ملك الموت فأتاه حين حضر اجله فقال انی طلبت الی ربی ان يشفعنی فيك كما شفعك فی وأن أقبض نفسك فمن حيث شئت قبضتها فسجد سجدة فخرجت من عينه دمعة فمات۔

۱۹۔ ملک الموت پر کثرت سے صلاۃ وسلام پڑھنے سے وہ بوقت نزعِ رُوح نرم برتاؤ فرماتے ہیں۔

اخرج ابن عساكر فی تاريخه عن ابی زرعة قال قال لی نجيب بن ابی عبيد البزی رأيت ملك الموت فی النوم وهو يقول قل لأبيك يصلی علی حتی ارفق به عند قبض روحه فحدثت ابی بما رأيت فقال يا بنی لا نا ملك الموت انس منی بأمك واخرج ابن عساكر من طريق زيد بن اسلم عن ابيه قال ذكرت حديثا رواه ابن عمر عن النبی صلی الله عليه وسلم ما حق امرئ مسلم يبيت ثلاث ليال الا ووصيته مكتوبة عند رأسه فدعوت بدوات وقرطاس لاكتب وصيتی وغلبنی النوم فنمت ولم اكتبها فبينا انا نائم اذ دخل داخل ابيض الثياب حسن الوجه طيب الرائحة فقلت يا هذا من ادخلك داری قال ادخلنيها ربها قلت من انت قال ملك الموت فرهبت منه فقال لا ترعب انی لم اومر بقبض روحك قلت فاكتب لی اذا براءة من النار قال هات دواة وقرطاسا فمددت يدی الی الدواة والقرطاس الذی

نمت عنه وهو عند رأسی فناولته فکتب بسم الله الرحمٰن الرحیم استغفر الله استغفر الله حتی ملأ ظهر الکاغد وبطنه ثم ناولنیه وقال هذا براءتك رحمك الله وانتبهت فزعا ودعوت بالسراج فنظرت فاذا القرطاس الذی نمت وهو عند رأسی مکتوب بظهره وبطنه استغفر الله هذا والله اعلم۔

اسرافیل علیہ السلام۔ یہ جلیل القدر فرشتہ ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام ملائکہ مقربین میں سے اور مؤکل بہ نفخ صور ہیں۔ افضل ملائکہ یہ چار فرشتے ہیں اسرافیل۔ جبرئیل۔ میکائیل۔ عزرائیل کما اخرج ابو الشیخ عن عکرمۃ بن خالد ان رجلاً قال یا رسول الله ای الملائکۃ اکرم الله؟ فقال جبریل ومیکائیل واسرافیل وملك الموت۔ فامّا جبریل فصاحب الحرب وصاحب المرسلین و امّا میکائیل فصاحب کل قطرۃ تسقط وکل ورقۃ تنبت و امّا ملك الموت فهو مؤکل بقبض روح کل عبد فی برٍّ او بحرٍ واما اسرافیل فامین الله بینه وبینهم۔

اسرافیل علیہ السلام کا مقام قرب عند اللہ بمنزلہ حاجب (دربان) ہے کما اخرج ابو الشیخ عن خالد بن ابی عمران قال جبریل امین الله الی رسله ومیکائیل یتلقی الکتب واسرافیل بمنزلۃ الحاجب کذا ذکر الحافظ السیوطی فی الحاوی ج۲ ص۱۶۴۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نزول وحی کی اطلاع اسرافیل علیہ السلام کو دی جاتی ہے بعدہ جبریل علیہ السلام کو وحی نازل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ قال السیوطی رحمہ اللہ فی الحاوی اخرج ابن ابی زمنین فی کتاب السنۃ عن کعب قال اذا اراد الله ان یوحی امرا جاء اللوح المحفوظ حتی یصفق جبهۃ اسرافیل فیرفع رأسه فینظر فاذا الامر مکتوب فینادی جبریل فیلبیه فیقول أمرت بکذا امرت بکذا فیهبط جبریل علی النبی صلی الله علیه وسلم فیوحی الیه۔ واخرج ابو الشیخ عن ابی بکر الهذلی قال اذا امر الله بالامر تدلّت الالواح علی اسرافیل بما فیها من امر الله فینظر فیها اسرافیل ثم ینادی جبریل فیجیبه وذکر نحوه۔ واخرج ابو الشیخ ایضاً عن ابی سنان قال اللوح المحفوظ معلق بالعرش فاذا اراد الله ان یوحی بشیٔ کتب فی اللوح فیجیٔ اللوح حتی یقرع جبهۃ اسرافیل فینظر فیه فان کان الی اهل السماء دفعه الی میکائیل وان کان الی اهل الارض دفعه الی جبریل فاوّل ما یحاسب یوم القیامۃ اللوح یدعی به ترعد فرائصه فیقال له هل بلّغت؟ فیقول نعم فیقول من یشهد لك؟ فیقول اسرافیل فیدعی اسرافیل ترعد فرائصه فیقال له هل بلّغك اللوح؟ فاذا قال نعم قال اللوح الحمد لله الذی نجّانی من سؤ الحساب ثم کذلك۔ واخرج ابو الشیخ عن وهیب بن الورد قال اذا کان یوم القیامۃ دُعی اسرافیل ترعد فرائصه فیقال ما صنعت فیما ادّی

الیك اللوح ؟ فیقول بلّغت جبریل فیدعی جبریل ترعد فرائصه فیقال ماصنعت فیما بلّغك اسرافیل ؟ فیقول بلّغتُ الرسلَ فیوتی بالرسل فیقال ماصنعتم فیما أدّی الیکم جبریل؟ فیقولون بلّغنا الناسَ فهو قوله تعالیٰ فلنسألنّ الذین اُرسِل الیهم ولنسألنّ المرسلین۔

واخرج ابن المبارك فی الزهد عن ابن ابی جبلة بسندہٖ قال اوّل من یدعی یوم القیامة اسرافیل فیقول الله هل بلّغتَ عهدی ؟ فیقول نعم ربِّ قد بلّغت جبریل فیدعی جبریل فیقال هل بلّغك اسرافیل عهدی ؟ فیقول نعم فیخلی عن اسرافیل فیقول لجبریل ماصنعتَ فی عهدی ؟ فیقول یا ربِّ بلّغتُ الرسل فیدعی الرسل فیقال لهم هل بلّغکم جبریل عهدی ؟ فیقولون نعم فیخلی عن جبریل الحدیث۔

ان آثار سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تک وحی پہنچانا جبریل علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے وحی بذریعہ اسرافیل علیہ السلام ہی حاصل کرتے ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فترت کے تین سال میں اسرافیل علیہ السلام ہی نبی علیہ السلام کے ساتھ رہے کما فصّلنا فی احوال جبریل علیہ السلام فراجعها۔ لیکن بعض آثار مرفوعہ میں ہے کہ اسرافیل علیہ السلام صرف مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دو بار تشریف لائے تھے۔ اخرج الطبرانی عن ابن عمر رضی الله عنهما قال سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لقد هبط علیَّ مَلَكٌ من السماء ماهبط علی نبیّ قبلی ولا یهبط علیٰ احدٍ بعدی وهو اسرافیل فقال انا رسول الله الیك اَمَرنی ان اُخبِرك اِن شئتَ نبیًّا عبدًا وان شئتَ نبیًّا مَلِكًا فنظرتُ الی جبریل فأومأ الیّ اَن تواضع فلو انّی قلتُ نبیًّا مَلِكًا لسارت الجبال معی ذهبًا۔

عورتوں کے ارحام میں بچوں کی صورتوں و اشکال پر اسرافیل علیہ السلام اور ان کے معاون فرشتے موکل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی مُصوِّر و خالق کل اشیاء ہیں۔ لیکن عالم الاسباب میں اللہ تعالیٰ نے بعض امور کی نگرانی فرشتوں کے ذمہ لگائی ہے۔ قال الشیخ العارف بالله الامام الشعرانی رحمه الله فی الیواقیت ج ۱ ص۱۱۸ ان قلتَ فهل الملائکة الموکّلون بالارواح الذین یتولّون تصویر الاَجِنّة هم اَعوان عزرائیل و اسرافیل ؟ فالجواب هم اعوان اسرافیل علیه السلام الموکّل بالصُّور روانًا اسرافیل علیه السلام فانما هو ناظرٌ الی صور الخلیقة المصوّرة تحت العرش فان فی الحدیث ان لکل ماخلق الله تعالی صورة مخصوصة فی ساق العرش اظهرها الله تعالی قبل تکوینهم ثم انّه لصّق بنی ادم تشابُهٌ وتشاکُلٌ فی الخلیقة لانهم علی صورة ابیهم ادم و ادم هو کذلك فی الصور التی تحت العرش۔

والیه الاشارۃ بقوله صلی الله علیه وسلم ان الله خلق آدم علی صورته وفی روایة علی صورۃ الرحمٰن ومعناہ الصورۃ التی صوّرها الرحمٰن فی العرش او اللوح قبل خلق آدم علیه السلام فان الحق تعالیٰ لا صورۃ له لمباینته لجمیع خلقه فافهم۔

فعلم ان اسرافیل ناظرٌ الی الصور المنقوشة فی العرش وملك الارواح عند تصویر الجنین ناظر الی اسرافیل وتلك الصور کلها حکایة عما فی علمه الازلی سبحانه وتعالیٰ فیأخذ اسرافیل تلك الصور المختصة المسماۃ عندالله لتلك الذرۃ المخلقة المربّاۃ ثم یلقیها الی ملك الارحام وملك الارحام یلقیها الی الجنین فی الرحم فیصوّرہ بتلك الصور المعیّنة والقاء الصورۃ انما یکون بالقاء نسختها التی تلیق بها۔

وانما اضاف تعالیٰ التصویر فی الارحام الیه بقوله هو الذی یصوّرکم فی الارحام کیف یشاء لان هذہ الاسباب مُقدّرۃ علی قضیّة علمه وتدبیرہ اجراءً للعادۃ الحسنیٰ فهو تعالیٰ مصوّر للصور ومصوّر مصوّریها لاخالق سواہ ولا مصوّر الا هو ولذلك شدّد الوعید علی من اتخذ الاصنام انتهی. هذا والله اعلم۔

میکائیل علیہ السلام ۔ آیت والذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ میکائیل علیہ السلام مؤکل بالامطار والارزاق والنبات فرشتہ ہیں اخرج ابو الشیخ فی کتاب العظمة عن ابن سابط قال فی اُمّ الکتاب کل شئ هو کائن الی یوم القیامة ووُکِّل به ثلاثة من الملائکة فوکّل جبریل بالکتب والوحی الی الانبیاء علیهم السلام ووکل ایضاً بالهلکات اذا اراد الله ان یهلك قوماً ووکّله بالنصر عند القتال ووکل میکائیل بالقطر والنبات ووکل ملك الموت بقبض الانفس فاذا کان یوم القیامة عارضوا بین حفظهم وبین ما کان فی امّ الکتاب فیجدونه سواء۔

طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ خروج دجال کے وقت مکہ مکرمہ کی حفاظت پر میکائیل علیہ السلام مامور ہوں گے ۔ میکائیل علیہ السلام کی حفاظت کی وجہ سے دجال مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوسکے گا ۔ وفی الحدیث فیهم بمکة فاذا هو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا میکائیل بعثنی الله لامنعه من حرمه ۔ بعض کتب تفسیر میں ہے کہ نصف شعبان کی رات میں آنے والے سال کی قضائیں وتقادیر لکھی جاتی ہیں یا ظاہر کی جاتی ہیں اور لیلۃ القدر میں تقدیر وقضا کے دفاتر اور رجسٹر متعلقہ فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں۔ ان دفاتر میں سے نسخہ ارزاق ونباتات وامطار میکائیل علیہ السلام کے سپرد کیا جاتا ہے۔

ذکر الآلوسی فی روح المعانی ج۳۰ ص۱۲۱ ان ههنا ثلاثة اشیاء الاول نفس تقدیر الامور ای تعیین

مقادیرها واوقاتها وذلك فی الازل والثانی اظهار تلك المقادیر للملائكة علیهم السلام بان تكتب فی اللوح المحفوظ وذلك فی لیلة النصف من شعبان والثالث اثبات تلك المقادیر فی نسخ و تسلیمها الی اربابها من المدبرات فتدفع نسخة الارزاق والنبات والامطار الی میكائیل علیه السلام ونسخة الحروب والریاح والجنود والزلازل والصواعق والخسف الی جبریل علیه السلام ونسخة الاعمال الی اسرافیل علیه السلام ونسخة المصائب الی ملك الموت وذلك فی لیلة القدر اھ۔ تمت رسالتی إعلام الكرام بحاصلها۔ هذا والله اعلم بالصواب۔

ذوالقرنین رحمہ اللہ۔ قرآن میں یہ اسم مذکور ہے۔ تفسیر ہذا میں شرح ان الذین کفروا سواء علیھم الخ میں مذکور ہیں۔ قرآن مجید میں ذوالقرنین کا قصہ موجود ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے بڑی مملکت وقوت اور ہر قسم کے اسباب دنیا نصیب فرمائے تھے۔ یاجوج و ماجوج کی سدّ آپنے بنوائی اس سد کے طفیل آج تک یاجوج و ماجوج کے فسادات سے لوگ محفوظ ہیں۔ اس سد کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور اس میں سوراخ ہونا قیامت کی علامات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کی بڑی مدح کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ مشارق ومغارب تک پہنچے اقالیم دنیا کے مالک تھے۔

اس بات پر تو سب علماء قدماء ومتاخرین کا اتفاق ہے کہ وہ بڑے صالح اور نیک تھے۔ لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا رسول یا غیر نبی ورسول۔ دونوں طرف علماء گئے ہیں بلکہ اغرب قول یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھے۔ قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۱۰۳ والصحیح انه كان ملكا من الملوك العادلین وقیل كان نبیا وقیل رسولا واغرب من قال ملكا من الملائكة وابن عباس رضی الله عنهما قال كان ذوالقرنین ملكا صالحا رضی الله عمله واثنی علیه فی كتابه وكان منصورا وكان الخضر وزیره وذكر الازرقی وغیره ان ذاالقرنین اسلم علی یدی ابراهیم الخلیل وطاف معه بالكعبة المكرمة هو واسمٰعیل علیه السلام وروی ان الله سخر لذی القرنین السحاب یحمله حیث اراد۔

سبب تسمیہ بہ ذوالقرنین میں اقوال ہیں قیل لانه كان فی رأسه شبه القرنین وقال وهب كان له قرنان من نحاس فی رأسه وهذا ضعیف اولانه ملك فارس والروم فسمی به وقیل لانه بلغ قرنی الشمس غربا وشرقا وملك مابینهما من الاراضی وهذا اشبه الاقوال وهو قول الزهری وقال الحسن البصری كانت له غدیرتان من شعر یطأفیهما فسمی ذاالقرنین۔

ذوالقرنین کے نام میں اقوال ہیں۔ (۱) ان کا نام عبداللہ بن الضحاک بن معد ہے سلسلہ قحطان تک پہنچتا ہے۔ قاله ابن عباس۔ (۲) مرزبان بن مرزبة (۳) وقیل اسمه الصعب بن ذی مراثد وهو اول التبابعة وهو الذی حكم لابراهیم فی بئر السبع ذكره السهیلی (۴) وقیل انه افریدون بن

اسفیان الذی قتل الضحاک (۵) وذکر الدارقطنی وغیرہ ان اسمہ ھرمس اوھرویس بن قیطون بن رومی بن لنطی بن کشلوخین بن یونان بن یافث بن نوح (۶) اسکندر وقال قتادۃ اسکندر ھو ذو القرنین وابوہ اول القیاصرۃ وکان من ولد سام بن نوح علیہ السلام کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۵

سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ ذوالقرنین ساری زمین کا حکمران تھا۔ قال بلغنی انہ ملک الارض کلھا اربعۃ مؤمنان وکافران سلیمان النبی وذو القرنین ونمرود وبخت نصر وعن الحسن کان ذو القرنین ملک بعد النمرود۔

ذوالقرنین کی عمر کتنی تھی؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض اقوال تو بالکل غلط وافسانے معلوم ہوتے ہیں۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ موت کے وقت آپ کی عمر تین ہزار سال تھی۔ مگر یہ غلط قول ہے۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ ذوالقرنین ۱۶۰۰ سال تک زمین میں گھومتا رہا اور لوگوں کو دعوت توحید دیتا رہا۔

فائدہ۔ اسکندر یعنی ذوالقرنین کے نام سے دو آدمی مشہور ہیں۔ دوسرا اسکندر رومی یونانی ملک مقدونیہ ہے جس کی جنگوں کے قصے مشہور ہیں۔ اسے اسکندر اکبر واعظم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ فلیب بادشاہ کا بیٹا اور ارسطو فلسفی کا تلمیذ تھا۔ یہ شہر بلا میں ۳۵۶ ق پیدا ہوا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ۳۳۶ ق میں تخت نشین ہوا۔ اس نے اس زمانے کی وسیع وطاقت ور مملکت فارس سے اعلان جنگ کیا۔ ۳۳۳ ق میں دارا بادشاہ فارس کو شکست دے کر اس کی ماں بیوی اور دو بیٹیاں قید بنالیں۔ یہی مصر میں شہر اسکندریہ کی بنیاد رکھنے والا ہے۔ یہ بت پرست تھا۔ جنگ سے قبل بتخانوں میں جا کر بتوں سے مدد مانگتا اور انھیں خوش کرنے کے لیے نذر ونیاز پیش کرتا۔

۳۳۱ ق میں اس نے دوبارہ دارا کو آخری شکست دی اور کل بلاد فارس، مصر، شام، فلسطین، عراق کا حاکم ہوا۔ پھر اس نے دارا کی بیٹی ستاسیرا سے شادی کی پھر اس کی دوسری بیٹی روکسان سے شادی کی۔ قتل عام اور ادنیٰ بات پر خون ریزی کرنا اور اپنے رفقاء کو قتل کر دینا اس کی عادت تھی۔

۳۲۷ ق میں ہندستان (موجودہ پاک وہند) فتح کرنے کا عزم کیا۔ ان فتوحات میں بھی حسب سابق کسی بڑے مقابلہ تک نوبت نہ پہنچی اور لوگ خود بخود اس کی حکمرانی تسلیم کرتے رہے۔ البتہ ایک راجہ پوروس (پورس) نے سخت مقابلہ کیا اور اسے شکست دینے کے بعد پنجاب کے قریب آیا بلکہ سندھ فتح کر کے پنجاب کے بھی کچھ حصے فتح کر لیے۔ آگے جانا چاہا مگر اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انھیں پتہ چلا کہ ہندستان کے ہر راجہ کے پاس بہت سے ہاتھی ہیں۔ لہٰذا جنگی

ہاتھیوں کے مقابلہ سے ڈر کر فوج نے آگے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔
چنانچہ ۳۲۵ھ ق میں اسکندر فوج سمیت بڑے کروفر سے واپس شہر بابل پہنچا اور بحری بیڑہ تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ کل عرب وافریقہ فتح کرکے تمام دنیا کو ایک ہی مملکت بنا کر وہ اس کا حکمراں بن جائے۔ لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور گیارہ دن بیمار رہ کر ۳۲۳ھ ق میں مرگیا۔ موت کے وقت اس کی عمر ۳۳ سال سے بھی کم تھی۔ بعض کی رائے میں وہ مسموم یعنی زہر سے مرا۔ ایک چھوٹا بیٹا وارث چھوڑا۔ لوگوں نے اس کے بھائی اریدیہ کو حاکم بنادیا۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ۱ ص ۳۱۸ یہ وہ اسکندر ہے جو فاتح اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بڑا گمراہ و کافر و ظالم تھا بتوں کو پوجتا اور ان سے حاجات مانگتا تھا۔
شہرستانی ملل ونحل ج ۲ ص ۱۳۷ پر اسکندر رومی کے متعلق لکھتے ہیں ھو ذو القرنین الملک ولیس ھو المذکور فی القرآن بل ھو ابن فیلبوس الملک سلمہ ابوہ الی ارسطو طالیس الحکیم المقیم بمدینۃ اینیاس فاقام عندہ خمس سنین یتعلم منہ الحکمۃ والادب وقیل للاسکندر ھذا انک تعظم مؤدبک اکثر من تعظیمک والدک قال لان ابی کان سبب حیاتی الفانیۃ ومؤدبی ھو سبب حیاتی الباقیۃ اھ۔
فائدہ۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں مذکور ذو القرنین سے یہی رومی اسکندر مراد ہے۔ امام رازیؒ نے اس قول پر متعدد اشکالات ذکر کرنے کے بعد بغیر حل اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ قال اذا کان الامر کذلک فقد ثبت ان الاسکندر کان تلمیذا لارسطو فیکون مذھب ارسطو حقا ورد علیہ العلامۃ النیسابوری بان مذھب الفلاسفۃ لیس بباطل کلہ فربما کان الاسکندر علی الحق الذی فیہ دون الباطل اھ بیضاوی و نیسابوری کی عبارات بھی اسی قول کی ترجیح پر دال ہیں۔
ہمارے خیال میں ذو القرنین و اسکندر رومی دو شخص ہیں۔ دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔
اوّلاً اس لیے کہ اسکندر رومی کے بارے میں بتواتر یہ بات منقول ہے کہ وہ کافر تھا اور بت پرست تھا۔ بوقت موت اس نے وصیت کی ان تنقل جثتہ الی معبد آمون۔ کذا فی دائرۃ المعارف وغیرھا۔ معبد آمون ایک بتکدے کا نام ہے۔ وفی کتب التاریخ الموثوق بھا انہ لما دخل بابل کان بھا الصنم المشھور باسم بعل فقرب لہ قربانا علی عادتہ فی عبادۃ کل صنم یصادف فی فتوحاتہ اھ وفیھا ثم انہ تجبر وتنمر حتی ادعی انہ ابن الالٰہ جوبتیر ودعا الناس الی عبادتہ اھ اور ذو القرنین جو قرآن میں مذکور ہیں وہ مؤمن تھے اور صالحین میں سے تھے۔ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے اور بعض

علماء کی رائے ہیں ولی اللہ تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں الہام ہوتا تھا۔ نیز وہ ایمان باللہ اور توحید کے داعی و مبلغ تھے۔ قال اللہ تعالیٰ قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب و اما ان تتخذ فیھم حسنا قال اما من ظلم فسوف نعذبہ ثم یرد الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا و اما من اٰمن وعمل صالحا فلہ جزاء الحسنیٰ۔

ثانیاً ذوالقرنین سدِّ یاجوج وماجوج کے بانی ہیں اور اسکندر رومی کے بارے میں کسی مؤرخ نے بناء سد کا ذکر نہیں کیا۔

ثالثاً۔ ذوالقرنین محبوب اللہ اور متقی تھے اور اسکندر رومی ظالم تھا اور تقویٰ سے بہت دور تھا۔ روی ابن الکواء انہ سأل علیا رضی اللہ عنہ عن ذی القرنین فقال ھو عبد احب اللہ فاحبہ وناصح اللہ فنصحہ فامرھم بتقوی اللہ تعالیٰ فضربوہ علی قرنہ فقتلوہ ثم بعثہ اللہ فضربوہ علی قرنہ فمات۔

رابعاً۔ اسکندر رومی تو سرے سے مؤمن و موحد نہ تھا جب کہ ذوالقرنین کے بارے میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے اور بعض میں ہے کہ وہ فرشتہ تھے روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سمع رجلا یقول لاٰخر یا ذا القرنین فقال مہ ما کفاکم ان تتسموا باسماء الانبیاء حتی تسمیتم باسماء الملائکۃ ذکرہ السھیلی۔ اسکندر رومی جیسے بُرے انسان کے متعلق فرشتہ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور روایت ہذا سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ تھے وعن عبد اللہ بن عمرو قال کان ذوالقرنین نبیا وروی ابن عساکر باسناد غریب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ادری اتبع کان لعینا ام لا ولا ادری الحد وکفارات لاھلھا ام لا ولا ادری ذوالقرنین نبی ام لا۔ راجع البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۳۔

خامساً۔ اسکندر رومی کی تاریخ کا ذکر ابھی گزرا۔ اس کی موت ۳۲۳ سنہ قبل مسیح علیہ السلام میں واقع ہوئی اور ذوالقرنین کا زمانہ بہت قدیم ہے۔ بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے معاصر تھے۔ ذکر الازرقی وغیرہ ان ذا القرنین اسلم علی یدی ابراھیم الخلیل علیہ السلام وطاف معہ بالکعبۃ المکرمۃ ھو واسماعیل علیہ السلام۔ وفی البدایۃ ج ۲ ص ۱۰۳ ان ذا القرنین حج ماشیا وان ابراھیم علیہ السلام لما سمع بقدومہ تلقاہ ودعا لہ الخ۔

وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما کان ابراھیم علیہ السلام بمکۃ واقبل ذوالقرنین علیھا فلما کان بالابطح قیل لہ فی ھذہ البلدۃ ابراھیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام فقال ذوالقرنین ما ینبغی لی ان ارکب فی بلدۃ فیھا ابراھیم خلیل الرحمٰن فنزل ذوالقرنین و

ومشی الی ابراھیم علیہ السلام فسلّم علیہ ابراھیم واعتنقہ فکان ھو اوّل من عانق عند السلام وفیہ ایضًا وصف ذوالقرنین بالاکبر احترازا من ذی القرنین الاصغر وھو الاسکندر الیونانی فانہ کان قریبًا من عیسٰی علیہ السلام وبین عیسٰی وابراھیم علیھما السلام اکثر من الفی سنۃ و کان الاصغر کافرًا اھ۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

سادسًا۔ اسکندر رومی مشہور فلسفی ارسطو یونانی کا تلمیذ تھا۔ ارسطو سے فلسفہ پڑھا اور ارسطو کی تعلیمات و آراء کا معتقد تھا۔ اور جنگوں میں اور فتوحات میں ارسطو ہی کے مشوروں پہ عمل کرتا تھا اور ارسطو کے متعدد عقائد فلسفیہ مُوجب کفر ہیں۔ امام غزالیؒ نے کتاب تہافت فلاسفہ میں تصریح کی ہے کہ ارسطو کے بعض عقائد مُفضی الی الکفر ہیں۔ ارسطو کے چند عقائد یہ ہیں۔

(۱) یہ عالم جسمانی جو آسمانوں اور عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے، قدیم ہے، مخلوق نہیں ہے۔

(۲) یہ عالم کبھی فنا نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ ازلی وابدی ہے۔ اسی وجہ سے ارسطو اور اس کے اتباع قیامت کے منکر ہیں۔

(۳) آسمانوں میں خرق والتیام یعنی ان کا پھٹنا، ان میں دروازوں یا سوراخ کا وقوع محال ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ مختار فی التخلیق نہیں ہیں بلکہ موجب ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ سے بلا اختیار صرف ایک شئے یعنی عقلِ اوّل صادر ہوئی۔ فلکِ قمر سے نیچے یعنی زمین کے واقعات وامور کا خالق ارسطو کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نہیں ہیں بلکہ عقلِ اوّل ہی ان کی تخلیق کرتی ہے۔

یہ ارسطو کے چند عقائد ہیں۔ جو یقینًا کفر ہیں اور اسکندر رومی اپنے استاذ ارسطو کے عقائد کا معتقد تھا۔ لہٰذا اسکندر رومی اسلام سے اور عقائد اسلامیہ سے کوسوں دور تھا۔ اس کے برخلاف ذوالقرنین مؤمن وصالح انسان تھے۔ وہ ارسطو کے نہ تو تلمیذ تھے اور نہ ارسطو کے عقائد کے معتقد تھے۔ کیونکہ قرآن شریف ارسطوی عقائد رکھنے والے انسان کی مدح نہیں کرسکتا۔ ہٰذا واللہ اعلم بالصواب۔

فصل

اس فصل میں ہم چند فوائد جلیلہ وضوابط شریفہ ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ طلبہ واہل علم کے لیے یہ نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

فائدہ۔ الدّینار۔ مثلاً مّا بعوضۃً اور فذبحوھا وما کادوا یفعلون کی تفسیر میں دینار کا ذکر اور فاخرج بہ من الثّمراتِ رزقًا لکم کی تفسیر میں دِرہم کا ذکر موجود ہے۔ دینار و درہم کی مقدار معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ بہت سے مسائل شرعیہ ان کے اوزان معلوم کرنے پر موقوف ہیں۔ بہت سے طلبہ وعلماء کو ان کے اوزان ومقدار کا پتہ نہیں ہوتا۔ اتمام فائدہ کے لیے ہم چند دیگر اوزان شرعیہ مثل مثقال، صاع، رطل وغیرہ کا ذکر بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

دینار۔ سب سے پہلے دینار کا وزن سُن لیں۔ دینار ومثقال دونوں کا وزن ایک ہے۔ بالفاظِ دیگر یہ دو نام ہیں ایک مسمّٰی اور ایک مقدار کے لیے۔ دینار یعنی مثقال سَو جَو کا ہوتا ہے اور یہ پورے ساڑھے چار ماشہ کا بنتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے الدینار بسنجۃ اھل الحجاز عشرون قیراطًا والقیراط خمس شعیرات فالدینار عندھم مائۃ شعیرۃ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۵۲۳۔ درمختار میں ہے الدینار عشرون قیراطًا والدرھم اربعۃ عشر قیراطًا فیکون الدرھم الشرعی سبعین شعیرۃً والمثقال مائۃ شعیرۃ۔ انتھی۔ شامی ج ۴ ص ۳۰ وکذا فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۷ کتاب مصباح میں ہے الدینار عشرون قیراطًا۔ کل قیراط اثنا عشر اُرزّۃً انتھی۔ بہرحال ایک دینار یعنی مثقال کی مقدار ساڑھے چار ماشہ ہے۔

دینار سونے کا ہوتا ہے۔ سونے میں نصابِ زکوٰۃ حسب تصریح کتبِ حدیث وکتبِ فقہ بیس مثقال یعنی بیس دینار ہے۔ اس بیان کے بعد اب رائج الوقت اوزان یعنی تولوں کا حساب لگانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک تولہ کی مقدار ہے بارہ ماشہ اور ایک ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے۔ پس ۲۰ مثقال تقریبًا ۷ ½ تولہ کے برابر ہیں۔

درہم شرعی۔ ایک درہم کا وزن ہے ستّر جو۔ اوزان مروّجہ میں درہم کی مقدار ہے تین ماشہ ایک رتی دو جَو۔ بعض فقہاء اس میں تھوڑا سا اختلاف بیان کرتے ہیں۔ مظاہر حق میں ہے

درہم تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوتا ہے۔
درہم چاندی کا ہوتا ہے۔ شریعت میں چاندی کا نصاب زکوٰۃ دو سو درہم ہے تو یہ تقریباً ساڑھے باون تولہ چاندی بنتا ہے۔ اس میں بھی فقہاء نے تھوڑا سا اختلاف لکھا ہے۔ مالابد منہ ص ۹۱ پر مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔ نصاب زر بست مثقال است کہ ہفت ونیم تولہ باشد ونصاب سیم دوصد درہم است کہ پنجاہ وشش روپیہ سکہ دہلی وزن آں می شود۔ بعض علماء محشین ہدایہ نے شرح کنز کے حوالہ سے نقل کیا ہے لان التولجۃ (تولہ) فی اصطلاحنا اثنا عشر ماھجۃ (ماشہ) وکل ماھجۃ ثمانی حبۃ وعلی ھذا یکون نصاب الفضۃ بوزن بلادنا اثنین وخمسین تولجۃ وربع تولجۃ وست حبات ونصاب الذھب بوزن بلادنا سبع تولجات ونصف تولجۃ انتھی۔ شیخ انورؒ فرماتے ہیں ؎

درہم شرعی ازیں مسکیں شنو
کہ آں سہ ماسہ ہست یک سرخہ دوجو
باز دینارے کہ دارد اعتبار
وزن آں از سہ ماسہ داں نیم وچہار

صاع۔ احناف کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور مُد بہر صورت صاع کے ربع کا نام ہے لہٰذا ایک مُد دو رطل کا ہوتا ہے۔ یہ صاع کوفی کہلاتا ہے۔ صاع کوفی دو سو ستر (۲۷۰) تولے کا ہوتا ہے تو ایک صاع تین سیر چھ چھٹانک کا ہوا کیونکہ ایک سیر اسّی تولے کا ہوتا ہے اور ایک چھٹانک پانچ تولے کا ہوتا ہے۔
رطل۔ چونتیس تولہ اور ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے۔ شوافع وغیرہ کے نزدیک ایک صاع کی مقدار پانچ رطل اور ثلث رطل ہے۔ یعنی $5\frac{1}{3}$۔ اوزان شرعیہ کے بارے میں میرا ایک طویل فارسی منظوم ہے۔ بطور تکمیل افادہ اس کے چند اشعار یہاں پر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔
وہ منظوم یہ ہے:۔

۱۔ وزن مثقالے کہ مے آید بکار — چار رتی آر با ماسہ چہار
۲۔ مُد بود دو رطل و صاع از چار مد — سیر از ہشتاد تولہ مستمد
۳۔ تولہ دوازدہ ماسہ باشد اے پسر — ہشت رتی ماسہ باشد سربسر
۴۔ درہم شرعی زروحانی بگو — آں سہ ماسہ یک رتی باخمس او
۵۔ یاد کن مقدار صاع ہاشمی — وزنش از ارطال باشد دو وسی

۶۔ بعد ازیں صاعِ حجازی را بداں پنج ارطال و ثلث رطل داں

۷۔ ہشت ارطال است صاعِ حنفی دو صد و ہفتاد تولہ مستوی

۸۔ شصت صیعاں یک وسق شدائے دلیر یعنی وزنش پنج من دو نیم سیر

۹۔ چار و سی تولہ و یک نیم از رتی وزن رطل آمد شنوائے مبتدی

۱۰۔ اوقیہ دہ نیم تولہ مرتسم آنکہ وزنش در کتب چہل از درم

یعنی اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے جس کی مقدار ساڑھے دس تولہ ہے۔ بطور نمونہ ہم نے یہ چند اشعار ذکر کر دیے۔

تنبیہ:۔ عند الاحناف اقلّ مہر دس درہم ہیں۔ بعض کم علم لوگ اس کا مطلب ڈھائی روپیہ پاکستانی لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک درہم چونّی کے برابر ہے۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ درہم چاندی کا ہوتا ہے جس کا وزن ہوتا ہے تین ماسہ سے کچھ زیادہ۔ جیساکہ سطور بالا میں معلوم ہو چکا ہے پس دس درہم ڈھائی تولہ چاندی سے کچھ زیادہ بنتے ہیں اور چاندی کی قیمت ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے۔ کئی سال قبل ایک تولہ چاندی کی قیمت ایک روپیہ تھی لہذا ایک درہم چونّی کے برابر تھا۔ مگر ہر زمانے میں یہ قیمت برقرار نہیں رہتی۔ آج کل ایک تولہ چاندی کی قیمت تقریباً ۳۵ روپے ہے۔ پس دس درہم یعنی اقلّ مہر کی مقدار ہے ۸۶ روپے پاکستانی سے کچھ زیادہ۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ۔ متعدد قبائل عرب کا ذکر تفسیر بیضاوی میں جابجا ہوا ہے۔ لہذا یہاں پر قبائلِ عرب کی تفصیل ذکر کرنا طلبہ و علماء کے لیے بہت مفید و مناسب ہے۔ علامۂ تاریخ زبیر بن بکارؒ کی رائے میں انسابِ طبقاتِ عرب چھے ہیں۔ علی الترتیب ان کے نام یہ ہیں:۔ (۱) شعب (۲) بعدہٗ قبیلہ (۳) بعدہ عمارہ (۴) بعدہ بطن (۵) بعدہ فخذ (۶) بعدہ فصیلہ۔

علامہ زین عراقیؒ نے انہیں درج ذیل دو شعروں میں منظوم کیا ہے ؎

لِلعَرَبِ العَرْبَاءِ طِبَاقٌ عِدَّۃ فصّلها الزبیر وهی ستّة

أعمّ ذاك الشّعبُ فالقَبِيله عمارۃ بطن فخذ فصيله

مؤرخ علی بن برہان الدین حلبی کتاب سیرۃ النبی معروف بہ سیرت حلبیہ ج ص ۳۱ پر لکھتے ہیں:۔

فالشعب اصلُ القبائل والقبيلةُ اصلُ العِمارة والعمارة اصلُ البُطون والبطن اصلُ الأفخاذ و الفَخِذ اصلُ الفصيلة فيقال مضر شعب رسول الله صلى الله عليه وسلم وقيل شَعبه خزيمة و كنانة قبيلتُه عليه السلام وقريش عمارته عليه السلام وقُصيٌّ بطنه عليه السلام وهاشم فخذه عليه السلام وبنو العباس فصيلته عليه السلام اھ۔

ابن کلبی قبائل کے چھٹے طبقے ذکر کرتے ہیں اور فخذ و فصیلہ کے درمیان ایک اور طبقہ ذکر کیا ہے جس کا نام عشیرہ ہے والعشیرۃ رھط الرجل۔

نویری نے طبقات کے دس درجے ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) جذم۔ یہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ (۲) جماہیر (۳) شعوب (۴) قبائل (۵) عمائر (۶) بطون (۷) أفخاذ (۸) عشائر (۹) فصائل (۱۰) أرہاط۔ کذا فی نہایۃ الارب۔ ج ۲ ص ۲۶۲۔

نشوان بن سعید حمیری نے قبائل کے درجات اس ترتیب سے ذکر کیے ہیں (۱) شعب (۲) قبیلہ (۳) عمارۃ (۴) بطن (۵) فخذ (۶) جِبْل (۷) فصیلہ وجعل مضر مثالَ الشعب و کنانۃ مثالَ القبیلۃ وقریشاً مثال العمارۃ وفہراً مثال البطن وقُصَیًّا مثال الفخذ وھاشماً مثال الجبل وآل العباس مثالَ الفصیلۃ۔ قرآن شریف میں ہے وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ قرآن میں شعوب کا ذکر مقدم ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیں المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۵۰۹ بلوغ الارب ج ۳ ص ۱۸۷ اللسان ج ۱۴ ص ۵۷ ج ۱۶ ص ۱۹۹ العقد الفرید ج ۳ ص ۲۸۳ نہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۶۲ منتجات ص ۵۵ انسان العیون ج ۱ ص ۳۱

بعض نے شعب سے قبل جِذم ذکر کیا ہے اور فصیلہ کا ذکر عشیرہ کے بعد کیا اور بعض نے عشیرہ کے بعد اُسرہ ثم عترہ کا اضافہ کیا ہے۔ بعض علماء نے ترتیب کی یہ صورت ذکر کی ہے (۱) الجذم (۲) ثم الجمھور (۳) ثم الشعب (۴) ثم القبیلۃ (۵) ثم العمارۃ (۶) ثم البطن (۷) ثم الفخذ (۸) ثم العشیرۃ (۹) ثم الفصیلۃ (۱۰) ثم الرھط (۱۱) ثم الاُسرۃ (۱۲) ثم العِترۃ (۱۳) ثم الذُرّیۃ۔ کذا فی المفصّل وغیرہ۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ ۳۔ شیخ الاسلام ایک تعظیمی لقب ہے۔ آیت واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا کی شرح میں مذکور ہے۔ ائمۂ اسلام وعلماء دین میں کئی بزرگ شیخ الاسلام لقب سے ملقب تھے۔ ہمارے زمانے میں شیخ الاسلام کے لقب سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث وصدر مدرسین دار العلوم دیوبند معروف ومشہور ہیں۔ مولانا موصوف جامع کمالات ظاہریہ و باطنیہ تھے۔

قال الحافظ السخاوی فی کتاب الجواھر فی مناقب العلامۃ ابن حجر شیخ الاسلام و اطلقہ السلف علی المتّبع لکتاب اللہ و سنۃ رسولہ مع التبحّر فی العلوم من المعقول والمنقول وربّما وُصِف بہ من بلغ درجۃ الولایۃ وقد یُوصَفُ بہ مَن طال عمرہ فی الاسلام فدخل

فی عداد مَن شاب شَیبۃً فی الاسلام کانت لہ نورًا۔ ولم تکن ھذہ اللفظۃ مشھورۃ بین القدماء بعد الشیخین الصدیق والفاروق رضی اللہ عنھما فانہ وَرَدَ وصفُھما بذلک۔

وعن علی رضی اللہ عنہ فیما روی الطبری فی الریاض النضرۃ عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلًا جاء الی علیّ رضی اللہ عنہ فقال یا امیر المؤمنین سَمِعتُک تقول علی المنبر اللھم اَصلحنی بما اَصلحتَ بہ الخلفاءَ الراشدین المھدیّین فمن ھم فاغرورقت عیناہ واَھمَلَھما ثم قال ابوبکر وعمر اماما الھدی وشیخا الاسلام ورَجُلا قریش المقتدی بھما بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ثم اشتھر بھا جماعۃ من علماء السلف حتی تَبَذَّلت علی رأسِ المائۃ الثامنۃ فوُصِفَ بھا من لا یحصی وصارت لقبًا لمن وَلِیَ القضاءَ الاکبر ولو عَرِیَ عن العلم والسِنّ فانا للہ وانا الیہ راجعون انتھی۔

وروی الواحدی رحمہ اللہ تعالی ان ابن ابیّ رئیس المنافقین واصحابہ استَقبَلَھم نفرٌ من الصحابۃ فقال لقومہ انظروا کیف اَرُدُّ ھؤلاء السفھاء عنکم فاخذ بید ابی بکر رضی اللہ عنہ وقال مرحبًا بالصدیق سَیِّدِ بنی تیم وشیخ الاسلام وثانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار الباذلِ نفسہ ومالہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اخذ بید عمر رضی اللہ عنہ فقال مرحبًا بسیّد بنی عدیّ الفاروق القویّ فی دینہ الباذل نفسہ ومالہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اخذ بید علیّ رضی اللہ عنہ فقال مرحبًا بابن عمّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخَتَنِہ سیّد بنی ھاشم ما خلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزلت واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا الاٰیۃ علی ما ذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالی۔

ففی ھذہ الروایۃ اطلاق شیخ الاسلام علی الصدیق رضی اللہ عنہ. قال الشیخ الشھاب الخفاجی فی شرح تفسیر البیضاوی ج ۱ ص ۳۴۰ شیخ الاسلام کان فی زمن الصحابۃ رضی اللہ عنھم یطلق علی ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر وھما الشیخان ثم قال بعد ذکر ما قال السخاوی رحمہ اللہ تعالی قلت ثم صارت ھذہ اللفظۃ لقبًا لمن تولّی منصب الفتوی وان عری عن لباس العلم والتقوی ؎

لقد ھَزَلت حتی بَدا من ھُزالھا کُلاھا وحتی سامَھا کلُّ مفلس

وقال مولانا عبد الحیّ رحمہ اللہ تعالی فی اواخر الفوائد البھیۃ ص ۱۰۱ کان العرفُ علی انّ شیخ الاسلام یُطلَق علی من تصدّی للافتاء وحَلِّ المشکلات فیما شَجَر بینھم من النزاع والخصام من الفقھاء العِظام والفضلاء الفخام وقد اشتھر بھا من اخیار المائۃ الخامسۃ والسادسۃ

أعلامٌ منهم شیخ الاسلام ابو الحسن علی السغدی وشیخ الاسلام عطاء بن حمزة السغدی وشیخ الاسلام علی بن محمد الاسبیجابی و شیخ الاسلام عبد الرشید البخاری جدّ صاحب الخلاصة و شیخ الاسلام برهان الدین المرغینانی صاحب الهدایة و شیخ الاسلام نظام الدین عمر ابن صاحب الهدایة وشیخ الاسلام محمود الاوزجندی وغیرهم کذا ذکر الکفوی فی ترجمة شیخ الاسلام محمود الاوزجندی هذا والله اعلم۔

فائدہ ۔ کسریٰ وقیصر کا ذکر آیت واذ نجینا کم من اٰل فرعون کی تفسیر میں موجود ہے۔ کسریٰ ہر بادشاہِ فارس کا لقب تھا اور قیصر ہر سلطانِ روم وشام کا لقب تھا۔ ہم یہاں پر دونوں کی کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ اوّلاً قیصر کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔ بعدہ کسریٰ کا تذکرہ پیش کیا جائے گا۔

قیل ان اوّل من سُمّی قیصر من ملوک الروم هو اغسطس والیه تنسب القیاصرة بعده وهو الذی غلب علی اٰخر رجل مَلَکَ الیونان ومصر والاسکندریة من البطالسة ملوک الیونان وهو بطلیموس الحدید وقد ملک ثلاثین سنة ثم ملک بعده ابنته قلبطرة وکان ملکها اثنتین وعشرین سنة وکانت لها حروب بالشام ومصر مع الثانی من ملوک الروم وهو اغسطس الی ان قتل زوجها وقتلت هی نفسها وانتهت بها ملک البطالسة علی مقدونیة وبلاد مصر من اسکندریة وغیرها قال المسعودی فی المروج۔

وقال فی موضع اٰخر من هذا الکتاب وغلبت الروم علی ملک الیونانیین وکان اول من ملک من الروم فیها ساطوحاس وهو جانیوس الاصغر بن روم بن سماحلین فکان ملکه اثنتین وعشرین سنة وقد قیل ان اول من ملک الیونانیین من ملوک الروم قیصرُ اسمه ها لوس ابن افلیوس ثم ملک بعده اغسطس بن قیصر ستا وخمسین سنة وهذا الملک هو الاول من ملوک الروم واسمه قیصرا وهو الثانی من ملوکهم۔

وتفسیر قیصر ای شق عنه وذلک ان امّه ماتت وهی حامل به فشق بطنها فکان هذا الملک یفتخر فی وقته بان النساء لم تلده وکذلک من حدث بعده من ملوک الروم ممن کان من ولده یفتخرون بهذا الفعل وما کان من امّهم فصارت سمة لمن طرأ بعده من ملوک الروم انتهی بتصرف مروج ج ۱ ص ۱۹۲

علم من هذه العبارة ان فی اول من سمّی بقیصر قولین فقیل هو اغسطس وقیل والد اغسطس۔

وھذا قول ثالث وھو ان اول القیاصرۃ واوّل من سمّی بہ قسطنطین بن قسطن بانی القسطنطینیّۃ وکان زمنہ بعد المسیح بثلاثمائۃ سنۃ وھو اوّل مَن تنصّر من ملوک الروم کذا ذکر ابن کثیر فی البدایۃ والنھایۃ ج ۲ ص۱۵۱

وذکر ابن خلدون ان اوّل من سُمّی بقیصر یونش بن غایش من ملوک الروم وکان قبل ولادۃ المسیح علیہ السلام بقلیل۔ وھذا قول رابع۔

وقیل اوّل من سمّی بقیصر اغانیوس وکان ملکہ قبل اوغسطس فھذا قول خامس کما سیأتی۔

وفی العمدۃ ج ۱ ص۸ ومعنی قیصر التبقیر والقاف علی لغتھم غیر صافیۃ وذلک ان امّہ لما اتاھا الطلق بہ ماتت فبقر بطنھا عنہ فخرج حیًّا وکان یفتخر بذلک لانہ لم یخرج من فرج و اسم قیصر فی لغتھم مشتق من القطع لان احشاء امّہ قطعت حتی اخرج منھا وکان شجاعًا جبّارًا مقدامًا فی الحروب انتھی۔

وقیل اصل ھذا الاسم جاشر فعرّبتہ العرب الی قیصر ولفظ جاشر مشترک عندھم فیقال للشعر۔ قال ابن خلدون فی تاریخہ ج ۲ ص۱۹۹ فی تفصیل احوال ملوک الروم۔ انہ خرج یونش بن غایش الی جھۃ الاندلس وحارب من کان بھا الی ان ملک برطانیہ و اشبونہ ورجع الی رومۃ واستخلف علی الاندلس اکتبیان ابن اخیہ یونان ثم قُتِل یونش قتلہ الوزراء فزحف اکتبیان ابن اخیہ من الاندلس واخذ بثأر عمّہ وملک الرومۃ وعمّہ یونش ھو الذی تسمّی قیصر فصار سمۃ لملوکھم من بعدہ واصل ھذا الاسم جاشر فعرّبتہ العرب الی قیصر ولفظ جاشر مشترک عندھم فیقال للشعر جاشر وزعموا ان یونش وُلِد وشعرہ تام یبلغ عینیہ و یقال ایضًا للمشقوق جاشر وزعموا ان قیصر ماتت امّہ وھی مقرب فبقر بطنھا واستخرج یونش والاوّل اصحّ واقرب الی الصواب وکانت مدۃ ملک قیصر خمس سنین۔

وولد المسیح عیسی علیہ السلام لثنتین واربعین سنۃ خلت من ملکہ وھلک قیصر لستٍّ وخمسین من ملکہ وبعد خمسۃ آلاف ومائتین لمبدأ الخلیقۃ آدم علیہ السلام انتھی ماذکر ابن خلدون باختصار وفیہ اختلاط فی طبع بعض الحروف فلا یعلم ھل ھذا الاسم یونس بن غایش او یولش او یونش واللہ اعلم۔

ونقل ابن خلدون عن ابن العمید مؤرخ النصاری ان امر رومۃ وھی بلدۃ کبیرۃ فی الروم کان راجعًا الی الشیوخ الذین یدبّرون امرھم وکانوا ثلاثمائۃ وعشرین رجلًا لانھم کانوا حلفوا

ان لایولّوا علیهم ملکاً وکانوا یقدمون واحداً منهم ویسمونه الشیخ وانتهی تدبیرهم الی اغانیوس فدبّرهم اربع سنین وهو الذی سمی قیصراً لان امه ماتت وهو جنین فی بطنها فبقروا بطنها واخرجوه ولما کبر انتهت الیه ریاسة هؤلاء الشیوخ برهة اربع سنین ثم ولی من بعده یولیوش قیصر ثلاث سنین ثم ولی من بعده اوغشطش قیصر بن مرنوخس ولثنتین واربعین سنة من ملك اوغشطش ولد عیسی علیه الصّلاة والسّلام بعد مولد یحیی علیه السلام بثلاثة اشهر۔ انتهی باختصار۔

وکِسریٰ بالکسر اشهر وجاز فتح الکاف کما فی القاموس والجمع اکاسرة وکساسرة واکاسر وکسور والقیاس کِسرون بکسر الکاف وفتح الراء کعیسَون وموسَون بفتح السین والنسبة الی کسریٰ کِسرِیّ بکسر الکاف وتشدید الیاء مثل حرمیّ وکِسرَوِیّ بکسر الکاف وفتح الراء کذا فی القاموس وغیره۔

قلت ان الامام الکبیر ثعلب صنّف کتاباً سماه کتاب الفصیح صغیر الحجم ردّ علیه امام النحاة المشهور بالزجاج فی نحو عشرة مواضع منه فی مناظرة اتفقت بین الزجاج وثعلب۔ منها ما قال الزجاج له وقلت کِسریٰ بکسر الکاف۔ وهذا خطأ انما هو کَسریٰ (بالفتح) والدلیل علیٰ ذلك انّا وایّاکم لا نختلف فی النسبة الی کسریٰ یقال کَسرَوِیّ بفتح الکاف ولیس هذا مما یغیر بالنسب لبعده منها الا تری انك لو نسبت الی مِعزیٰ لقلت مِعزَوِیّ والی درهم قلت دِرهَمِیّ ای بکسر المیم والدال ولا یقال مَعزَوِیّ ولا دَرهَمِیّ ای لا یقال بفتحهما کذا فی معجم الادباء، لیاقوت ج۱ ص۱۴۱۔

قال العبد الضعیف ما اخذ الزجاج خطأ بلا ریب عند جمهور ائمة النحو واللغة فان صاحب القاموس وغیره من اهل اللغة صرّحوا بجواز الکسر والفتح فی کاف کسریٰ بل الکسر اشهر ویشیر الیه قول صاحب القاموس۔ وکسریٰ ویفتح۔ واما قول الزجاج ان النسبة الیه کَسرَوِیّ بفتح الکاف وادعی الاجماع فمردود حیث صرّحوا انه بکسر الکاف۔ قال العلامة الزبیدی فی تاج العروس ج۳ ص۵۲۳ فی شرح قول صاحب القاموس والنسبة کِسرِیّ وکِسرَوِیّ بکسر الکاف وفتح الراء وتشدید الیاء ولا یقال کَسرَوِیّ بفتح الکاف انتهی۔

قال صاحب القاموس کسریٰ ملك الفرس معرّب خسرو بضم الخاء وفتح الراء ای واسع الملك۔ قال شارحه العلامة الزبیدی فی شرحه ای هذا معناه بالفارسیة هکذا ترجموه وتبعهم المصنّف ولا ادری کیف ذلك فان خسرو ایضاً معرّب خوش رُو کما صرّحوا بذلك ومعناه عندهم حسن الوجه والراء مضمومة وسکوت المصنف مع معرفته لغوامض اللسان عجیب۔

ونقل شیخنا عن ابن درستویہ فی شرح الفصیح لیس فی کلام العرب اسم اوّلہ مضموم واٰخرہ واو فلذلک عرّبوا خسرو وبنوہ علی فَعلیٰ بالفتح فی لغۃ وفِعلی بالکسر فی اخری وابدلوا الخاء کافاً علامۃ لتعریبہ ثم قال شیخنا ومن لطائف الادب ما انشدنیہ شیخنا الامام البارع ابوعبداللہ محمد بن الشاذلی اعزہ اللہ تعالیٰ ؎

له مقلۃٌ یعزی لبابل سحرھا — کانّ بھا ھاروت قد اودع السحرا
یُذکرنی عھدَ النجاشی خالُہ — واجفانہ الوسنی تذکرنی کسریٰ

ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۵۔ ان قلت مامعنی الحدیث الصحیح۔ اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ واذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ قلنا معناہ لاقیصر بعدہ بالشام ولا کسریٰ بعدہ بالعراق قالہ الشافعی فی المختصر وسبب الحدیث ان قریشاً کانت تأتی الشام والعراق کثیراً للتجارۃ فی الجاھلیۃ فلما اسلموا خافوا انقطاع سفرھم الیھما لمخالفتھم اھل الشام والعراق بالاسلام فقال علیہ الصلاۃ والسلام لاقیصر ولا کسریٰ ای بعدھما فی ھذین الاقلیمین ولاضرر علیکم فلم یکن قیصر بعدہ بالشام ولا کسریٰ بعدہ بالعراق ولا یکون۔ کذا فی العمدۃ ج۱ ص۵۰۔

فائدہ ۶۔ القیصر لقب کل من ملک الروم والشام والکسریٰ لقب کل من ملک فارس وکل من ملک الترک یقال لہ خاقان وکذا یسمّی کل من ملک الحبشۃ النجاشی۔ ویسمی ملک القبط فرعون۔ وملک مصر العزیز وملک حمیر تبع۔ وملک الھند دھمی۔ وملک الصین فغفور۔ وملک الزنج غانۃ۔ وملک الیونان بطلمیوس وملک الیھود قیطون اومانح۔ وملک البربر جالوت۔ وملک الصابئۃ نمرود۔ وملک الیمن تبعا۔ وملک فرغانۃ اخشید۔ وملک العرب من قبل العجم النعمان وملک افریقیہ جرجیر وملک خلاط شھرمان وملک السند فور۔ وملک الخزر تبیل وملک النوبۃ کابل وملک الصقالبۃ ماجداً۔ وملک الارمن تقفور۔ وملک الاجات خداوندکار۔ وملک اشروشنہ افشین وملک خوارزم خوارزم شاہ۔ وملک جرجان صول۔ وملک اذربیجان اصبھبد وملک طبرستان سالار وملک اقلیم خلاط شھرمان ونیابۃ الروم دمشق واسکندریۃ ملک مقوقس۔ کذا ذکرہ العینی وغیرہ۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ۔ صحابی کی تعریف میں کئی اقوال ہیں۔

تعریف اوّل۔ ھو من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمناً بہ ومات علی الاسلام۔ بقید ایمان وہ لوگ خارج ہوئے جو بوقتِ ملاقات ورؤیۃ کافر تھے اگرچہ اس کے بعد مسلمان ہوگئے ہوں۔ باقی

وہ لوگ جنھوں نے بعثت سے قبل نبی علیہ السلام کو دیکھ کر آپ کے مبعوث ہونے کی بشارت دی، ان میں صحابی ہونے کا بھی احتمال ہے اور صحابی نہ ہونے کا احتمال بھی مثل بحیرا راہب اور اس کے نظرا۔
جنات میں سے جنھوں نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو ایمان کی حالت میں وہ بھی صحابہ ہیں۔ ابن الاثیر جنات کو صحابہ میں شمار نہیں کرتے لہذا وہ تعریف میں لفظ انسان ذکر کرتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک جنات بھی صحابہ میں داخل ہیں۔ صحابہ میں دخولِ ملائکہ محل نظر ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ مبنی ہے اس بات پر کہ آپ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث ہوئے ہیں یا کہ نہیں۔ اگر آپ نبی الملائکہ بھی ہوں اور ان کی طرف بھی مبعوث ہوں تو ملائکہ صحابہ میں داخل ہوں گے ورنہ نہیں۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں لم یکن مرسلاً الی الملائکۃ بالاجماع۔ رازی کا یہ دعویٰ محل نظر ہے۔ شیخ سبکیؒ و سیوطیؒ وغیرہ علماء کے نزدیک آپؐ نبی الملائکہ ہیں اور ملائکہ کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ امام سبکیؒ نے اس میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

موت اسلام پر شرط ہے۔ لہذا وہ لوگ خارج ہوئے جو مرتد ہو کر کفر پر مرے وہ صحابی نہیں کہلاتے مثل عبید اللہ بن جحش سابق زوج ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت الی الحبشہ کرنے کے بعد عیسائی بن کر کفر پر فوت ہوا۔

اور اس تعریف میں وہ صحابہ داخل ہیں جو مرتد ہونے کے بعد دوبارہ مسلمان ہوئے لیکن دوبارہ اسلام لانے کے بعد انھیں نبی علیہ السلام کا دیکھنا و زیارت نصیب نہ ہوئی۔ مثل اشعث بن قیس جو مرتد ہوا تھا پھر خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوا۔ لیکن بہت سے محققین و ائمہ کے نزدیک ارتداد مبطل صحابیت ہے۔ لہذا وہ تعریف میں اپنے مذہب کے مطابق ایک قید کا اضافہ کرتے ہیں۔

اس تعریف پر اعمٰی کا اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ بعض صحابہ نابینا تھے مثل ابن ام مکتومؓ انھیں نبی علیہ السلام کی رؤیت حاصل نہ تھی۔ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ نبی علیہ السلام کو نہیں دیکھا لیکن نبی علیہ السلام تو ان کو دیکھتے تھے اور یہ کافی ہے۔ اور ثانیاً یہ ہے کہ انہیں رؤیۃ النبیؐ کے مواقع حاصل تھے اگر وہ معذور نہ ہوتے تو دیکھ سکتے تھے لیکن عذر عارضی کی وجہ سے وہ دیکھنے سے محروم تھے اور رؤیت کا موقع ملنا حکم رؤیت میں ہے۔ بعض علماء لفظ رأی کی بجائے لفظ لقی ذکر کرتے ہیں کما فی التعریف الثانی الآتی ذکرہ۔

تعریف ثانی۔ ھو من لقی النبیؐ علیہ السلام مؤمنا بہ و مات علی الاسلام۔ یہ تعریف بعینہ مثل تعریف اول ہے صرف لفظ رأی کے بدلے یہاں پر لقی کا ذکر ہے۔ اس تعریف پر اعمٰی صحابی کا وہ اعتراض

وارد نہیں ہوتا جو تعریفِ سابق پر وارد ہوتا ہے۔ البتہ دونوں تعریفوں پر رؤیۃ النبی علیہ السلام فی المنام کا اعتراض ہوتا ہے وفی الحدیث مَن رأنی فی المنام فکانما رأنی وفی روایۃ فقد رأنی فان الشیطان لایتمثّل بی۔ منام میں لقاء ورؤیۃ دونوں متحقق ہیں۔

جواب یہ ہے کہ رؤیۃ النبی علیہ السلام فی المنام بلاریب بڑی سعادت ہے۔ لیکن اس پر احکام شرعیہ مبنی نہیں ہو سکتے۔ احکام شرعیہ یقظہ یعنی بیداری کی حالت پر متفرع ہو سکتے ہیں۔ اور صحابی ہونا ایک شرعی حکم ہے وہ بھی بیداری پر موقوف ہے۔ پس جو شخص بہ حکم شریعت غیر صحابی ہو خواب کی وجہ سے اس کا حکم بدل کر صحابی ہو جائے یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ بعض علماء اسی اعتراض کے پیشِ نظر تعریف میں قید یقظہ کا اضافہ کرتے ہیں اور تعریف ثالث کرتے ہیں۔

تعریفِ ثالث۔ ھو مَن لَقِی النبیّ علیہ السلام فی الیقظۃِ مؤمنًا بہ ومات علی الاسلام۔

لیکن اس تعریف پر اور سابقہ تعریفوں پر ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ بعض کاملین اور اصحابِ کشف اولیاء کو حالتِ بیداری میں نبی علیہ السلام کی زیارت ورؤیت کی سعادت حاصل ہوتی ہے کما قال بعض الاولیاء انّی اری النبیّ علیہ السلام فی الیقظۃ کرؤیۃ بعض الصحابۃ ایاہ۔ اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ کشف قوی حجت نہیں ہے احکامِ اسلامیہ کتاب وسنت واجماع وقیاس پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ کشف سے احکام شرعیہ مثل صحابی ہونا وغیرہ ثابت نہیں ہوتے۔

ثانیاً۔ صحابیت کے لیے رؤیۃ النبی فی حیاۃ النبی علیہ السلام ضروری ہے۔ یعنی حیاتِ دنیویہ میں دیکھنا لازم ہے۔ اور بعد الموت نبی علیہ السلام اگرچہ زندہ ہیں اور حیات کے تمام امور کما لہا آپ کو حاصل ہیں۔ تاہم یہ بھی یقینی بات ہے کہ وہ عُرف میں دنیاوی حیات نہیں کہلائی جا سکتی۔ عرفِ عام میں حیات فوق الارض وحیاتِ محسوسہ حیات کہلاتی ہے۔ اور حیاتِ برزخ امورِ مستورہ میں سے ہے۔

لہٰذا بذریعہ کشف رویۃ موجبِ صحابیّت نہیں ہے۔ البتہ جس نے بعد الموت وقبل الدفن نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو مثل ابو ذؤیب ہذلی شاعر اس کی صحابیت میں علماء کے دو قول ہیں۔ اصحّ عدمِ صحابیت ہے۔ کما صرّح بہ الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ۔ ان تعریفات کے پیشِ نظر وہ اطفال بھی صحابی ہیں جنھیں بچپن میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ھذا الذی اختارہ البخاری و احمد والجمھور۔ ان تعریفات کے لحاظ سے صحابی کے لیے روایتِ حدیث یا شرکتِ غزوات یا بلوغ یا طولِ صحبت ضروری نہیں ہے۔ اور یہی جمہور علماء کا مختار قول ہے۔

تعریفِ رابع۔ ھو مَن لَقِی النبیَّ علیہ السلام وطالتْ مجالستُہ مؤمنا بہ ومات علی الاسلام۔ قال النووی فی تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۲ اما الصحابی ففیہ مذھبان اصحّھما و

ہو مذہب البخاری وسائر المحدثین وجماعۃ من الفقہاء وغیرہم انہ کل مسلم رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو ساعۃً وان لم یجالسہ ویخالطہ۔ والثانی وہو مذہب اکثر اہل الاصول، انہ یشترط مجالستہ وھذا مقتضی العرف وذالک مقتضی اللغۃ وھکذا قال الامام ابوبکر ابن الباقلانی رحمہ اللہ وغیرہ۔ اھ

تعریف خامس۔ ہو من لقی النبی علیہ السلام مؤمنًا بہ وغزا معہ ومات علی الاسلام۔
یہ تعریف ان علماء کی ہے جو صحابی کے لیے غزوہ میں شرکت لازم قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر اس تعریف کو شاذ کہتے ہیں۔

تعریف سادس۔ ہو من لقی النبی علیہ السلام مؤمنًا بہ بعد البلوغ ومات علی الاسلام۔ اس تعریف والوں کے نزدیک بلوغ کے بعد لقاء ضروری ہے۔ لہٰذا وہ بچے جو نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت بالغ نہ تھے صحابی نہیں کہلائیں گے۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف سابع۔ بعض علماء روایت حدیث النبی علیہ السلام کو شرط قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ یوں تعریف کرتے ہیں من لقی النبی علیہ السلام مؤمنًا بہ وحفظت روایتہ عنہ علیہ السلام ومات علی الاسلام۔

تعریف ثامن۔ ہو من لقی النبی علیہ السلام مؤمنًا بہ وضبط انہ غزا معہ او استشہد بین یدیہ۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف تاسع۔ ہو من لقی النبی علیہ السلام وکان قد بلغ سن التمییز مؤمنًا بہ ومات علی الاسلام۔ اس قول والے سن تمییز ہی میں ملاقات شرط قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس مدت سے قبل بچے کی طرف نسبتِ ملاقات ونسبت رؤیت صحیح نہیں ہے۔ کذا ذکرہ ابن حجر رحمہ اللہ۔

تعریف عاشر۔ قال فی شرح التحریر الصحابی عند المحدثین وبعض الاصولیین من لقی النبی علیہ السلام مسلمًا ومات علی الاسلام او قبل النبوۃ ومات قبلہا علی الحنفیۃ کزید ابن عمرو بن نفیل او ارتد وعاد فی حیاتہ وعند جمہور الاصولیین من طالت صحبتہ متبعًا لہ مدۃ یثبت معہا اطلاق صاحب فلان عرفًا بلا تحدید فی الاصح انتہی۔

شارح تحریر کی عبارت سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو مرتد ہوا اور پھر مسلمان ہوا وہ صحابی ہے۔ یعنی اسلام کے ساتھ اس کی صحابیت بھی عود کر آتی ہے۔ اگرچہ دوبارہ نبی علیہ السلام کی ملاقات نصیب نہ ہوئی ہو۔ یہ مذہبِ شافعی کا مقتضیٰ ہے۔ کیونکہ مذہبِ شافعی میں مرتد کے

اعمالِ صالحہ ضائع نہیں ہوتے بشرطیکہ اس کی موت ارتداد پر نہ ہو۔ لیکن ہمارے احناف کے نزدیک نفسِ ارتداد مُحبِط اعمالِ صالحہ ہے اور صحبت اشرف اعمال میں سے ہے۔ لہذا ارتداد سے صحبت کا شرف بھی زائل ہوا۔

قال ابن عابدین فی رد المحتار ج ا ص۵۰۱ لکنّھم قالوا انہ بالاسلام تعود اعمالہ مجرّدۃ عن الثواب ولذا لا یجب علیہ قضاؤھا سوی عبادۃٍ بقی سببُھا کالحجّ وکصلاۃ صلّاھا فارتدّ فاسلم فی وقتھا وعلی ھذا فقد یُقال تعودُ صحبتُہ مجرّدۃً عن الثواب وقد یقال اِن اَسلم فی حیاۃِ النبی علیہ السلام لا تعود صحبتُہ مالم یلقہ لبقاءِ سببِھا انتھی۔

فائدہ۵ ۔ صحابہ تین قسم پر ہیں۔ اول[1] مہاجرین۔ دوم[2] انصار۔ سوم[3] ان کے علاوہ دیگر صحابہ۔ پھر مہاجرین وانصار دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو سابقون اوّلون ہیں۔ اور ایک وہ جو ایسے نہیں۔ سابقون اولون اور غیر سابقین کے فرق میں کئی اقوال ہیں۔

قول اول۔ جو اہلِ قبلتین ہیں۔ یعنی جن صحابہ نے بیت المقدس وکعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھی ہو وہ سابقین ہیں۔ اور ان کے علاوہ غیر سابقین ہیں۔ ہجرت کے بعد سترہ یا سولہ ماہ تک نبی علیہ السلام بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے بعدہ یہ حکم منسوخ ہوا اور کعبۃ اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابِقون الاوّلون من المھاجرین والانصار۔ فعن سعید بن المسیبؒ انہ کان یقول فی قولہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون قال ھم الذین صلّوا القبلتین۔

قول ثانی۔ بیعۃ الرضوان یوم الحدیبیہ والے سابقین اوّلین ہیں اور ان کے سوا غیر سابقین ہیں۔ قالہ الشعبیؒ۔

قول ثالث۔ شرکاء جنگِ بدر سابقین ہیں اور باقی غیر سابقین ہیں۔ قالہ محمد بن کعب القرظی وعطاء بن یسار علی ماذکر ابن عبد البر فی الاستیعاب۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ۹ فی التابعی۔ تابعون جمع کا واحد تابع وتابعیؔ ہے۔ تابعی کی تعریف میں حسب تصریح نووی رحمہ اللہ دو قول ہیں۔ احدُھما الذی رأی صحابیًّا اولقیہ ومات علی الاسلام۔

والثانی۔ انہ الذی جالس صحابیًّا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار والذین اتبعُوھم باحسانٍ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واَعدّ لھم جنّات تجری تحتھا الانھار الآیۃ

واَمّا تابعوا التابعین فھم الذین رأوا التابعی ولقوہ اوجالسوہ۔ ولھم ایضًا فضلٌ فی الجملۃ

ففی الصحیحین عن عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔

فائدہ ۱۰۔ محدثین مثل حاکم وغیرہ نے تابعین کو پندرہ طبقوں پر منقسم کیا ہے۔ اوّل وہ طبقہ جنھوں نے عشرہِ مبشرہ کو پایا ہو مثل قیس بن ابی حازم۔ آپ نے جملہ عشرہ مبشرہ سے سماع کیا ہے۔ اس فضیلت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ دوم وہ اولادِ صحابہؓ جو نبی علیہ السلام کی حیات میں پیدا ہوئی۔ افضلِ تابعین میں اقوال ہیں۔ قال احمد افضل التابعین سعید بن المسیبؒ فقیل لہ علقمۃ والاسود۔ فقال سعید وعلقمۃ والاسود وعنہ انہ قال لا اعلم فیہم مثل ابی عثمان النھدی وقیس بن ابی حازم وعنہ انہ قال افضلھم قیس وابو عثمان وعلقمۃ ومسروق قال النووی فی تھذیب الاسماء ولعلہ اراد افضلھم فی ظاھر علوم الشرع والاویسؒ خیر التابعین وفی صحیح مسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی اویس القرنی ھو خیر التابعین۔ وقال ابو عبد اللہ بن خفیف الزاھد۔ اھل المدینۃ یقولون افضل التابعین ابن المسیب واھل الکوفۃ اویس واھل البصرۃ الحسن البصریؒ اھ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۱۱۔ عرب عربیّ واَعراب اَعرابیّ الفاظ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ عربیّ واَعرابیّ میں یہ فرق ہے کہ عربی وہ شخص ہے جو قوم عرب سے ہو خواہ شہری ہو یا دیہاتی۔ لہٰذا عجمی پر اطلاقِ عربی نہیں ہو سکتا۔ اور اعرابی وہ شخص ہے جو دیہات میں رہتا ہو خواہ قومِ عرب سے ہو یا عجم سے۔

لہٰذا دونوں میں نسبت عموم وخصوص من وجہ ہے۔ قوم عرب کا دیہاتی عربی بھی ہے اور اعرابی بھی۔ اور قوم عرب کا شہری آدمی عربی ہے نہ کہ اعرابی۔ اور عجمی قروی یعنی دیہاتی پر اعرابی کا اطلاق صحیح ہے نہ کہ عربی کا۔ عربی کی جمع عرب ہے۔ اور اَعرابی کی جمع اَعراب ہے باسقاط یاء النسبۃ مثل روم ورومیّ وحَبَش وحبشیّ۔ کذا فی کتب الادب۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۱۲۔ الشیخان۔ آیت والمطلّقٰت یتربّصن بانفسھنّ ثلٰثۃ قروء میں مذکور ہیں۔ علم حدیث میں اور روایتِ حدیث کے مباحث میں شیخان سے امام بخاری وامام مسلم مراد ہوتے ہیں۔ یقال رواہ الشیخان ای البخاری ومسلم فی صحیحھا۔ دونوں اماموں کو امت میں یہ عظیم منقبت حاصل ہے کہ مباحثِ روایت وحدیث میں دونوں شیخ کے لقب سے موسوم ہیں۔ اور جب مطلق شیخان کا ذکر ہو تو اس سے یہی دو امام مراد ہوتے ہیں۔ گویا کہ دونوں فن حدیث میں کل امت کے شیخ واستاذ ہیں۔

امام بخاری کا نام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم ہے۔ تاریخ ولادت بعد صلاۃ جمعہ

۱۴ ارشوال ۱۹۴ھ ہے۔ اور تاریخ وفات لیلۃ عیدالفطر ۲۵۶ھ ہے۔ قریۂ خرتنک میں مدفون ہیں جو سمرقند سے دو فرسخ دور ہے۔ امام مسلم کا نام مسلم بن الحجاج بن مسلم قشیری ہے۔ تاریخ وفات شب یک شنبہ ۲۵ رجب ۲۶۱ھ ہے۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ رضی اللہ عنہما۔
کتب[۲] فلسفہ میں شیخین سے ابوعلی بن سینا و فارابی مراد ہوتے ہیں۔ اور کتب[۳] نحو و صرف بصری میں شیخین سے مراد سیبویہ و خلیل ہیں اور[۴] نحو و صرف کوفی میں کسائی و فراء مراد ہوتے ہیں۔ کتب[۵] فقہ حنفی میں شیخین سے مراد ابوحنیفہؒ و ابویوسفؒ ہوتے ہیں۔ اور علم معانی و بیان میں شیخین سے مراد عبدالقاہر جرجانی و صاحب ابن عباد یا عبدالقاہر و سکاکی ہوتے ہیں اور کتب[۷] تفسیر میں شیخین سے مراد زمخشری و بیضاوی ہوتے ہیں۔ اور صحابہ[۸] رضی اللہ عنہم میں شیخین عبارت ہے ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے۔ اور[۹] علم کلام میں اس سے ابوالحسن اشعریؒ و امام ماتریدیؒ مراد ہوتے ہیں

فائدہ[۱۳]۔ الخلفاء الاربعۃ۔ بحث الٓمّٓ و حروف مقطعات کے اواخر میں خلفاء اربعہ کا ذکر ہوا ہے۔ خلفاء اربعہ سے مراد خلفاء راشدین ہیں۔ یعنی صدیق اکبر و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ یہی چار خلفاء راشدین ہیں۔ ان چاروں خلفاء کی خلافت مکمل طور پر منہاج نبوت پر قائم تھی۔ اور کتاب و سنت کے موافق تھی اسی وجہ سے انھیں خلفاء راشدین کہتے ہیں۔ پس خلفاء راشدین چار ہیں۔ حدیث شریف ہے علیکم بسنّتی وسنّۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔

سفیان ثوریؒ وغیرہ محدثین کے نزدیک خلفاء راشدین پانچ ہیں۔ پانچویں عمر بن عبدالعزیزؒ تابعی ہیں۔ قال سفیان الثوری الخلفاء خمسۃ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عمر بن عبدالعزیز انتھی کذا ذکر النووی فی تھذیب الاسماء ج ۲ ص ۱۸۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی تاریخ وفات ۱۰۱ھ ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور سات دن ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دس سال چھے ماہ ہے۔ وفی البدایۃ ج ۷ ص ۱۳۸ کانت ولایۃ عمر عشر سنین وخمسۃ اشھر واحدًا وعشرین یومًا وقیل عشر سنین وستۃ اشھر واربعۃ ایام اھ بحذف عثمان ذوالنورین رضی اللہ کی مدت خلافت بارہ سال ہے۔ وفی البدایۃ ج ۷ ص ۱۹۰ فکانت خلافتہ ای خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ ثنتی عشرۃ سنۃ الا اثنی عشر یومًا واما عمرہ فانہ جاوز ثنتین وثمانین سنۃً اھ بتصرف۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت چار سال ۹ ماہ ہے۔ کذا فی

البدایۃ ج ۷، ص ۲۳۱۔
عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا تینوں خلفاء کی عمر بوقت وفات ۶۳ سال تھی۔ جمہور محدثین و ائمہ دین کے نزدیک حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی خلفاء راشدین میں شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ علی رضی اللہ عنہ دس رمضان سنہ ۴۰ھ کو شہید ہوئے۔ پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے اور صرف چند ماہ بعد یعنی سنہ ۴۱ھ کے اوائل میں خلافت سے دست بردار ہوگئے اور مصالحت کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کل مسلمانوں کے امیر المؤمنین بنائے گئے۔ اور نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خلافت راشدہ تیس سال تک قائم رہے گی اور مصالحت حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما پر ۳۰ سال پورے ہوگئے۔

قال ابن کثیرؒ والدلیل علی انہ ای الحسن احد الخلفاء الراشدین الحدیث الذی اوردناہ فی دلائل النبوۃ من طریق سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تکون ملکا۔ وانما کملت الثلاثون بخلافۃ الحسن بن علی فانہ نزل عن الخلافۃ لمعاویۃ فی ربیع الاول من سنۃ سنہ ۴۱ھ وذلك کمال ثلاثین سنۃ من موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ توفی فی ربیع الاول سنۃ احدی عشرۃ من الھجرۃ وھذا من دلائل النبوۃ صلوات اللہ وسلامہ علیہ البدایۃ ج ۸ ص ۱۶ وقال فیہا ج ۱ ص ۱۹ وقد انقضت الثلاثون بخلافۃ الحسن بن علیؓ فایام معاویۃ اول الملك فھو اول ملوك الاسلام وخیارھم واخرج الطبرانی باسنادہ عن معاذ بن جبل وابی عبیدۃ قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا الامر بدا رحمۃً ونبوۃً ثم یکون رحمۃً وخلافۃً ثم کائن ملکاً عضوضاً ثم کائن عتواً وجبریۃ وفساداً فی الارض یستحلون الحریر والفروج والخمور ویرزقون علی ذلك وینصرون حتی یلقوا اللہ عزوجل۔ واسنادہ جید انتہی۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی الجاہلیۃ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت سے قبل کا زمانہ زمانۂ جاہلیت کہلاتا ہے۔ قال فی دائرۃ المعارف والجاھلیۃ ھی حالۃ الناس قبل بعثۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجاھلیۃ الجھلاء توکید وقیل معناھا الجاھلیۃ القدیمۃ اھ۔

زمانۂ جاہلیت دو قسم پر ہے۔ اوّل جاہلیتِ عامّہ یعنی قبل النبوّۃ والبعثۃ کا زمانہ۔ دوم۔ جاہلیّت شخصیہ مخصوصہ یعنی ہر صحابی کا اسلام سے قبل کا زمانہ۔ وفی کتاب لیس لابن خالویہ انّ لفظ الجاھلیّۃ اسم حدث فی الاسلام للزمن الذی کان قبل البعثۃ کذا فی المزھر۔ ۱۷۶۔
مؤرخین لکھتے ہیں۔ جاہلیت اصطلاح جدید ہے جو ظہور اسلام کے بعد ظاہر ہوئی۔ اسلام سے قبل

حالِ عرب پر جاہلیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ تاکہ اس ظلمانی دور کا امتیاز ہو جائے اسلام کے بعد کے نورانی دور سے۔ قرآن شریف میں لفظ جاہلیت کئی آیات میں مذکور ہے اَفَحُکْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔

کبھی جاہلیت کے ساتھ بطور صفت لفظ جہلاء برائے مبالغہ و تاکید ذکر کرتے ہیں فالجاهلية الجهلاء يريدون بها الجاهلية القديمة كما فی محیط المحیط ص۳۰۹ واساس البلاغة ج ۱ ص۱۴۵ وقيل وكانوا اذا غابوا شيئاً واستبشعوه قالوا كان ذلك فی الجاهلية الجهلاء كذا فی اقرب الموارد ص۱۴۷ فالجاهلية الجهلاء هی الوثنية التی حاربها الاسلام وقد انّب القرآن المشركين على حميّتهم الوثنيّة فقال اِذ جعل الذين كفروا فی قلوبهم الحميّة حمية الجاهلية۔

جاہلیت کے معنی و وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قول اوّل۔ اس کا مأخذ جہل ہے اور جہل ضدِ علم ہے۔ پس جاہل کا معنی ہے اُمّی یعنی اَن پڑھ بالفاظ دیگر جاہل کا معنی ہے غیر عالم جو نہ کتاب پڑھ سکے اور نہ لکھ سکے۔ یہی جاہل مأخذ ہے جاہلیۃ کا۔ چونکہ زمانہ جاہلیت والے عرب و مشرکینِ عرب اکثر اُمّی تھے اور پڑھے لکھے نہ تھے اسی وجہ سے ان کے زمانے پر جاہلیت کا اطلاق ہوا۔

قول ثانی۔ اس کا مأخذ جہل ضدِ علم ہے۔ لیکن جہل و جاہل سے معنی عام کی بجائے معنی خاص مراد ہے یعنی جہل باللہ و برسولہ فالجاهلية من الجهل بالله وبرسوله وبشرائع الدين الالٰهی۔

قول ثالث۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جاہلیت کا مأخذ جہلِ عُرفی ہے۔ عُرفِ عام و عرفِ شرع میں جہل کا مفہوم ہے سفاہت۔ گمراہی۔ بے دینی۔ سرکشی۔ تکبر۔ قومی تعصبات۔ ظلم۔ قتل۔ غارت گری۔ بے جا غضب وغیرہ وہ افعالِ قبیحہ و اخلاقِ شنیعہ جو جاہلینِ عرب میں رائج تھے۔ یہ وہ امور ہیں جن سے اسلام نے سختی سے منع کیا۔ پس یہ امور جہل و جاہلیت ہیں اور ان کا مرتکب جاہل ہے۔ اگرچہ وہ شخص بڑا عالم ہو۔ لہٰذا جاہلیت ضدِ اسلام ہے اور جاہل مقابل مسلم کامل ہے۔

اسی معنی پر قرآن و سنت میں جاہلیت و جاہل کا اطلاق ثابت ہے۔ سورۂ فرقان میں ہے۔ وعباد الرحمٰن الذين يمشون على الارض هونًا واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلامًا۔ قال الطبری فی تفسيره ج ۱۹ ص۲۱ انهم يمشون عليها بالحلم لا يجهلون على من جهل عليهم۔ سورۂ بقرہ میں ہے قالوا اتتخذنا هزوًا قال اعوذ بالله ان اكون من الجاهلين۔ سورہ اعراف میں ہے خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين۔ سورہ ہود میں ہے انی اعظك ان تكون من الجاهلين۔ واخرج الترمذی عن خولة قالت خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو

مُحتضِنٌ اَحَد ابنی ابنتہ وھو یقول انکم لتُبَخِّلون و تُجَبِّنُون و تجھّلون وانکم لمن ریحان اللہ۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱ وورد فی الحدیث انہ علیہ السلام قال لابی ذر رضی اللہ عنہ انک امرؤ فیک جاھلیۃ و فی حدیث اٰخر اذا کان احدکم صائمًا فلا یرفث ولا یجھل۔ و فی حدیث اٰخر اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لا یَترکُونَھنّ الفخر بالاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحۃ۔ اخرجہ احمد فی مسندہٖ ج ۲ ص ۱۱ ص ۱۰۳ ص ۱۸۷ وج ۳ ص ۴۲۵

اور تقریبًا یہی معنی مراد ہے عمرو بن کلثوم کے اس شعر میں ؎

الا لا یجھلنْ اَحدٌ علینا ... فنجھل فوقَ جھلِ الجاھلین

متعدد اہل تحقیق و اہل لغت کے اقوال بھی جہل کے مذکورہ صدر معنی کے مؤید ہیں۔ لسان العرب وغیرہ میں ہے۔ وذھب اٰخرون ان الجاھلیۃ من المفاخرۃ بالانساب والتباھی بالاحساب والکبر والتجبر وغیر ذلک من الخلال التی کانت من ابرز صفات الجاھلیین۔

راجع اللسان ج ۱۳ ص ۱۳۷ واساس البلاغۃ ج ۱ ص ۱۴۵ وصحاح الجوھری ج ۲ ص ۱۶۹ و شرح المعلقات السبع للزوزنی ص ۱۷۶ والاغانی ج ۲۱ ص ۲۰۷ وبلوغ الارب ج ۱ ص ۱۶

مستشرق گولڈ زیہر لکھتا ہے الجھل ضد الحلم لا ضد العلم اھ۔ کتاب فجر الاسلام ص ۸۷ میں ہے لفظ جاہلیت کے بیان میں ویقول المستشرق گولڈ زھیر ان المقصود الاول من الکلمۃ السفہ الذی ھو ضد الحلم والانفۃ والخفۃ والغضب وما الی ذلک من معان وھی امور کانت واضحۃ فی حیاۃ الجاھلین ویقابلھا الاسلام الذی ھو مصطلح مستحدث ایضًا ظھر بظھور الاسلام و عمادۃ الخضوع للہ والانقیاد لہ انتہی بتصرف۔

قرآن حکیم میں جس جاہلیت اُولیٰ کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ سورہ احزاب میں ہے وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرُّجَ الجاھلیۃ الاولیٰ۔ فقیل الجاھلیۃ الاولیٰ التی ولد فیھا ابراھیمؑ والجاھلیۃ الاخری التی ولد فیھا محمدؐ کذا فی طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۴۳ ص ۱۳۵ وقیل الاولیٰ بین عیسی و محمدؐ۔ یعنی بعض علماء کے نزدیک صرف ایک جاہلیت ہے جو عیسی و محمد علیہما السلام کے مابین ہے۔ اور بعض کے نزدیک وہ دو ہیں۔ بلوغ الارب وغیرہ میں ہے وقد ادّی اختلافُ فی مفھوم الاٰیۃ الی تصوُّر وجود جاھلیّتین جاھلیۃ قدیمۃ وجاھلیۃٌ اخریٰ ھی التی کانت عند ولادۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ولیس المعنی اَنّ ثم جاھلیۃٌ اخری وقد اوقع لفظ الجاھلیۃ علی تلک المدۃ التی قبل الاسلام کما لا یخفی۔ بلوغ الارب ج ۱ ص ۱۸

عصر جاہلیت و مبدأ جاہلیت و تعدد جاہلیت پر علماء نے بڑی بحث کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ

جس طرح ہمارے نبی علیہ السلام سے قبل عصرِ جاہلی تھا اسی طرح بعض دیگر انبیا علیہم السلام سے قبل بھی اس قسم کے اعصارِ جاہلی تھے۔ تاریخ طبری میں ہے۔ ذهب بعضهم الى ان الجاهلية كانت فيما بين نوح وادریس۔ تاریخ طبری ج ۱ ص۵۳ وذهب أخرون الى انها كانت بين أدم ونوح او انها بين موسى وعيسى او الفترة التي كانت عيسىٰ بين محمد صلى الله عليهم وسلم واما منتهاها فظهور الرسول ونزول الوحي عند الاكثرين او فتح مكة عند جماعة كذا في المفصّل ج ۱ ص۴۱

وفی الصحاح مابين كل رسولين من رسل الله عزوجل من الزمان الذى انقطعت فيه الرسالة وفي الحديث فترة مابين عيسى ومحمد عليهما السلام۔ راجع لتفصيل هذا البحث لسان العرب ج۱۳ ص۱۳۷ بلوغ الارب ج ۱ ص۱۶ تاريخ الطبرى ج۱ ص۵۳ الاساطير العربية ص۲ المزهر ص۱۲۶ المفصّل فى تاريخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص۴۱ وغير ذلك من المراجع۔ هذا والله اعلم۔

فائدۃ [۱۵] فی حساب الجُمّل۔ بحث الٓمّٓ کے بیان میں حساب جمل کا ذکر موجود ہے۔ جُمّل بضم جیم و فتح میم مشدّدہ ہے۔ بعض علما تخفیفِ میم کو بھی صحیح کہتے ہیں۔ حساب جمل سے حساب حروف ہجائیہ و حروفِ معجم مراد ہے۔ حروفِ ہجائیہ عربی میں ۲۹ ہیں۔ الف با تا ثا جیم تا آخر۔ اسے حسابِ ابجد بھی کہتے ہیں۔ حساب جمل کے پیشِ نظر ہر حرف ایک عدد پر دال ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے :۔

الف ۱۔ ب ۲۔ ج ۳۔ د ۴۔ ہ ۵۔ و ۶۔ ز ۷۔ ح ۸۔ ط ۹۔ ی ۱۰۔ ک ۲۰۔ ل ۳۰۔ م ۴۰۔ ن ۵۰۔ س ۶۰۔ ع ۷۰۔ ف ۸۰۔ ص ۹۰۔ ق ۱۰۰۔ ر ۲۰۰۔ ش ۳۰۰۔ ت ۴۰۰۔ ث ۵۰۰۔ خ ۶۰۰۔ ذ ۷۰۰۔ ض ۸۰۰۔ ظ ۹۰۰۔ غ ۱۰۰۰۔

بطریقِ ترکیب ماہرین فن ہذا کے نزدیک یہ آٹھ الفاظ و کلمات بنتے ہیں۔ یعنی ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ ثخذ۔ ضظغ۔ اور بعض علماء سات بناتے ہوئے آخری دو لفظوں کو بعد الترکیب ایک ہی کلمہ شمار کرتے ہیں مثل بعلبک۔ ہمزہ مثل الف ہے۔ یہ عربی کے ۲۹ حروف ہیں۔ بعض عجمی لغات میں چھے حروف اور بھی ہیں یعنی پ ٹ ڈ ژ گ چ۔ لیکن یہ حروف عربی کے تابع ہیں عدد میں۔ پ ۲۔ ٹ ۴۰۰۔ ڈ ۴۔ ژ ۷۔ گ ۲۰۔ چ ۳۔

حساب جمل قدیم ہے۔ یہود میں یہ حساب بہت رائج تھا اسی وجہ سے جب انھوں نے الٓمّٓ الٓرٰ وغیرہ حروف مقطعات سنے تو حساب جمل سے انھوں نے ان حروف کو مدت بقاء امتِ محمدیہ پر حمل کیا۔ کما ذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حساب جمل کے متعدد طریقے ہیں۔ مشہور دو طریقے ہیں صغیر و کبیر۔ مثلاً صغیر میں عددِ میم ۴۰ اور عددِ نون ۵۰ ہے۔ اور کبیر میں علی الترتیب ۹۰ اور ۱۰۶ ہے۔ صغیر میں مسمّٰی کا اعتبار ہوتا ہے اور ان

حروف کے مسمّی مفردات ہی ہیں۔ اور کبیر میں تلفظِ اسماء کا لحاظ ہوتا ہے اور ان حروف کے اسماء مرکب ہیں دو یا تین حروف سے۔ پس حرفِ "م" کا اسم میم ہے۔ اور اس اسم میں دو میم اور ایک حرف یا ہیں۔

کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابجد ہوز حطی الخ دراصل شعیب علیہ السلام کی قوم کے بادشاہوں کے نام تھے۔ پھر ان سلاطین کے اسماء پر حسابِ جمّل جاری کیا گیا اور ابھی تک حساب و عدد کا وہ پرانا طریقہ جاری ہے۔ یہ سلاطین اولاد محض بن جندل بن یصب بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ان میں سے بعض طائف و نجد کے اور بعض مکہ مکرمہ و حجاز کے اور بعض مصر و مدین کے بادشاہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کے زمانے میں مدین کا بادشاہ کلمن تھا۔ اس نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ شعیب علیہ السلام نے عذاب یوم الظلّہ کی وعید سنائی اللہ تعالےٰ نے آگ کا دروازہ ان پر کھول کر تباہ کر دیا۔ قال اللہ تعالیٰ فی الشعراء كذب اصحاب الايكة المرسلين اذ قال لهم شعيب الا تتقون انى لكم رسول امين الى قوله فكذبوه فاخذهم عذاب يوم الظلة انه كان عذاب يوم عظيم۔ وقال فى سورة هود والى مدين اخاهم شعيبا الى قوله ولما جاء امرنا نجّينا شعيبا والذين آمنوا معه برحمة منّا واخذت الذين ظلموا الصيحة فاصبحوا فى ديارهم جاثمين۔

قال ابن كثير فى البداية ج ۱ ص ۱۸۵ وكان اهل مدين قوما عربا يسكنون مدينتهم مدين التى هى قرية من ارض معان من اطراف الشام مما يلى ناحية الحجاز قريبا من بحيرة قوم لوط ويقال شعيب بن يشخر بن لاوى بن يعقوب عليه السلام ويقال شعيب بن نويب بن عيفا ابن مدين بن ابراهيم۔ ويقال شعيب بن ضيفون بن عيفا بن ثابت بن مدين بن ابراهيم عليه السلام۔ بہرحال یہ سلاطین قوم شعیب علیہ السلام میں تھے۔

وفى مروج الذهب ج ۲ ص ۱۲۵ وقد تنازع اهل الشرائع فى قوم شعيب بن نويل بن رعويل ابن مرّ بن عنقاء بن مدين بن ابراهيم عليه السلام وكان لسانه العربية فمنهم من رأى انهم من العرب البائدة ومنهم من رأى انهم من وُلد المحض بن جندل بن يعصب بن مدين بن ابراهيم عليه السلام وان شعيبا اخوهم فى النسب وقد كانوا عدة ملوك تفرّقوا فى ممالك متصلة ومنفصلة فمنهم المسمى بابى جاد وهوز وحطى وكلمن وسعفص وقرشت وهم بنو المحض بن جندل۔ واحرف الجمل على اسماء هؤلاء الملوك وهى التسعة والعشرون حرفا التى يدور عليها حساب الجمل وقد قيل فى هذه الاحرف غير ما ذكرنا۔

وکان ابجد ملك مکة و مایلیها من الحجاز وکان هوز وحطی ملکین ببلاد وجّ وهی ارض الطائف وما اتصل بذلك من ارض نجد۔ وکلمن وسعفص وقرشت ملوکا بمدین وقیل ببلاد مصر وکان کلمن علی ملك مدین ومن الناس من رأی انه کان ملکا علی جمیع من سمینا مشاعًا متصلًا علی ما ذکرنا وان عذاب یوم الظلة کان فی ملك کلمن منهم وان شعیبًا دعاهم فکذبوه فوعدهم بعذاب یوم الظلة ففُتِح علیهم باب من السماء من نار فانت علیهم فرثت حارثة بنت کلمن اباها فقالت وکانت بالحجاز ؎

کلمن هدّ مرکنی ۔۔۔ هُلکُه وسط المحلّه
سیّدُ القوم آتاه ۔۔۔ الحَتفُ نارًا تحت ظُلّه
کوّنت نارًا واضحت ۔۔۔ دار قومی مُضمحِلّه

وفی ذلك یقول المنتصر بن المنذر المدینی ؎

الا یا شعیبُ قد نطقتَ مقالةً ۔۔۔ آتیتَ بها عمرًا وحیّ بنی عمرو
وهم ملکوا ارضَ الحجاز واوجها ۔۔۔ کمثل شعاعِ الشمسِ فی صورة البدر
ملوكُ بنی حُطّی وسَعفَصَ ذی الندیٰ ۔۔۔ وهَوَّز ارباب البنیة والحجر
وهم قطَنوا البیتَ الحرام ورتّبوا ۔۔۔ خطورًا وساموا فی المکارم والفخر

ولهٰؤلاء الملوك اخبار عجیبة من حروب وسیر وکیفیّة تغلّبهم علی هذه الممالك وتملّکهم علیها وابادتهم من کان فیها وعلیها قبلهم من الامم انتهی ما فی المروج۔

قال ابن جریر الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص۹۹ عن القاسم بن سلیمان عن الشعبی قال ابجد وهوز وحطی وکلمن وقرشت کانوا ملوکًا جبابرة فتفکّر قرشت یومًا فقال تبارك الله احسن الخالقین۔ (لعل معناه انه جعل نفسه احسن الخالقین) فمسخه الله تعالی فجعله اجدهاق (ای ازدهاق) وله سبعة ارؤس فهو هذا الذی بدنباوند وجمیع اهل الاخبار تزعم انه ملك الاقالیم کلها وانه کان ساحرًا فاجرًا اه۔ هذا والله اعلم۔

فائدہ الزندیق۔ آیت واذا قیل لهم امنوا کما امن الناس کی شرح میں مذکور ہے۔ زندیق کی تفسیر شرعی واحکام شرعیہ کے بیان میں میرا مستقل رسالہ ہے اس کا نام ہے "التحقیق فی الزندیق" ہم یہاں پر اس کی تلخیص ذکر کرتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ زندیق کے بارے میں چند امور کا جاننا ضروری ہے۔

امر اوّل۔ زندیق کی تفسیر میں کلام علماء وفقہاء مختلف ہے۔ اس کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں۔

قول اول۔ مقاصد میں اس کی تفسیر منافق سے کی گئی ہے فہما متقاربان اور بایں معنی عرب اسے

استعمال کرتے تھے۔ قال الشاعر ؎

ظللتُ حیرانَ اَمشِی فی اَزِقّتِہا　　　　کاَنَّنِی مصحفٌ فی بیتِ زِندیق

قول[۲] ثانی۔ فقہاء فرماتے ہیں ہو من یُبطِن الکفر و یُظہِر الاسلام کالمنافق وقالوا ہو کفرٌ بالاتفاق۔ ثم فی کلام البعض انہ کالمنافق و فی کلام البعض انہ قسم من المنافق لکن ہذا التعریف والتفسیر یقتضی انہ عین المنافق فما معنی التشبیہ وجعلہ قسماً من المنافق وایضاً اذا کان المراد بہ المنافق فلا وجہ للاختلاف فی ان توبتہ مقبولۃ فی احکام الدنیا اذ توبۃ المنافق مقبولۃ اتفاقاً مع ان الفقہاء مختلفون فی قبول توبتہ قالہ القونوی فی شرح البیضاوی ج۲ ص۱۶

قول[۳] ثالث۔ بعض کتب فتاویٰ میں ہے الزندیق من یقول ببقاء الدھر ای لا یؤمن بالآخرۃ ولا بالخالق ویعتقد ان الحلال والحرام مشترک۔ اقول استدلال البیضاوی والجصاص وکثیر من العلماء علی قبول توبۃ الزندیق بقولہ تعالیٰ اٰمنوا کما اٰمن الناس فلو کان الزندیق مفسّراً بہذا التفسیر فلا مساس لہ فی ہذا المقام ولا یصح الاستدلال بہذہ الآیۃ علی قبول توبتہ کما لا یخفی اذ الزندیق المفسر بہذا التفسیر یباین منافقی المدینۃ لانہم کانوا من الیہود وکانوا معترفین بالخالق وبالآخرۃ وبفناء الدھر۔ فعلم ان ہذا التفسیر مخدوش۔ متعدد کتابوں میں یہ تفسیر مذکور ہے۔ قال فی فتاوی قارئ الہدایۃ الزندیق ہو الذی یقول ببقاء الدھر ویعتقد ان الاموال والحرم مشترکۃ انتہی۔

قول[۴] رابع۔ قال العلامۃ ابن کمال باشا فی رسالتہ الزندیق فی لسان العرب یطلق علی من ینفی الباری تعالیٰ وعلی من یُثبتُ الشریک وعلی من ینکر حکمتہ انتہیٰ کذا فی الشامی ج۳ ص۳۲۲ تفسیر ہذا پر بھی وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا بیان تفسیر ثالث میں گزرا ہے۔

قول[۵] خامس۔ میری تحقیق کے پیش نظر زندیق وہ ہے جو بظاہر اسلام کا مدعی ہو لیکن لساناً یا عملاً اصول اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہا ہو خواہ مُبطِن کفر ہو یا کہ نہ ہو۔

یہ مفہوم کلّی ہے جو متعدد اصناف وانواعِ زندقہ کو شامل ہے۔ زندقہ کی انواع متعدد ہیں یہ تفسیر ان سب کو شامل ہے اور یہ فائدۂ عموم کے علاوہ سابقہ اعتراضات سے بھی پاک ہے۔ زندقہ کی متعدد انواع جنھیں یہ تفسیر شامل ہے یہ ہیں:۔

اوّلاً یہ شامل ہے اس منافق کو بھی جو داعی الی النفاق ہو۔

ثانیاً یہ شامل ہے دہری کو بھی جو قائل ہو بقاء دہر کا خواہ وجودِ خالق کا قائل ہو یا نہ ہو۔

ثالثاً۔ ہو شامل لما فی فتاوی قارئ الہدایۃ ان الزندیق ہو الذی یقول ببقاء الدھر

ویعتقد ان الاموال والحرم مشترکۃ۔

رابعًا۔ یہ شامل ہے اس زندیق کو جو بقول علامہ ابن کمال باشا لسان عرب میں معروف ہے وھو من ینفی الباری تعالیٰ اویثبت الشریك اومن ینکر حکمتہ۔

خامسًا۔ یہ شامل ہے ملحد کو بھی وھو من مال عن الشرع القویم الی جھۃ من جھات الکفر من الحد فی الدین ای حاد وعدل۔ ملحد کا حکم بھی مثل زندیق ہے اور اس کی توبہ مختلف فیہ ہے یعنی ملحد زندیق کی ایک قسم ہے۔

سادسًا۔ اس میں داخل ہے اباحیؔ بھی۔ وھو الذی یعتقد اباحۃ المحرمات۔

سابعًا۔ یہ شامل ہے بعض اُن نام نہاد متصوّفین کو بھی جو اس بات کے مدعی ہوں کہ وہ قرب من اللہ کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے مکلّف نہیں۔ یعنی ان کے لیے تمام معاصی حلال ہیں اور وہ مکلّف بالصوم والصلاۃ نہیں ہیں۔ یہ بھی اباحیّین کا ایک گروہ ہے۔ قال ابن کمال باشا فی رسالتہ نقلاً عن الامام الغزالی فی کتاب التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ ومن جنس ذلك مایدعیہ بعض من یدّعی التصوّف انہ بلغ حالۃ بینہ وبین اللہ تعالیٰ اسقطت عنہ الصلاۃ وحلّ لہ شرب المسکر والمعاصی واکل مال السلطان فھذا مما لا اشكّ فی وجوب قتلہ اذ ضررہ فی الدین اعظم وینفتح بہ باب من الاباحۃ لاینسد وضرر ھذا فوق ضرر من یقول بالاباحۃ مطلقاً فانہ یمتنع عن الاصغاء الیہ لظھور کفرہ اما ھذا فیزعم انہ لم یرتکب الّا تخصیص عموم التکلیف بمن لیس لہ مثل درجتہ فی الدین ویتداعی ھذا الی ان یدعی کل فاسق مثل حالہ انتھی۔

ثامنًا۔ اس میں داخل ہیں وہ اہل بدعت واہواء جن کی بدعت موجب کفر ہو۔ ایسے اہل بدعت اگر بدعت سے رجوع کرلیں اور تائب ہوجائیں فبہا ورنہ وہ واجب القتل ہیں۔ جو اہل بدعت انبیاء علیہم السلام کی بشریّت کے منکر ہوں یا غیر اللہ کے لیے کلّی علم غیب کے حصول کے مدعی ہوں وہ بھی اس زمرہ میں داخل ہیں۔ قال فی الشامی ج ۳ ص ۳۲۳ ان دعوی علم الغیب معارضۃ لنص القرآن فیکفر بھا۔ اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ کاہن واجب القتل ہے کیونکہ وہ معرفتِ غیب کا مدعی ہوتا ہے۔ وفی البزازیۃ یکفر بادّعاء علم الغیب وباتیان الکاھن وتصدیقہ انتہی۔ نیز اسی زمرہ میں داخل ہیں غالی روافض وقرامطہ وزنادقہ فلاسفہ جو عالم اجسام کو قدیم سمجھتے ہیں اور سمٰوات میں خرق والتیام کے منکر ہیں۔ یہ سب حسب تصریح فقہاء واجب القتل ہیں اسماعیلی فرقہ بھی اسی زمرہ میں داخل ہے۔ فرقہ اسماعیلیہ کا لقب قرامطہ وباطنیہ ہے۔ قال فی نور العین اھل الاھواء اذا ظھرت بدعتھم

بحیث توجب الکفر فانہ یباح قتلھم جمیعًا اذ الم یرجعوا ولم یتوبوا واذا تابوا واسلموا تقبل توبتھم جمیعًا الا الاِباحیۃ والغالیۃ والشیعۃ من الروافض والقرامطۃ والزنادقۃ من الفلاسفۃ لا تقبل توبتھم بحال ویقتل بعد التوبۃ وقبلھا لانھم لم یعتقدوا بالصانع تعالیٰ حتی یتوبوا ویرجعوا وقال بعضھم ان تاب قبل الاخذ والاظھار تقبل توبتہ والا فلا وھو قیاس فی قول ابی حنیفۃؒ وھو حسن جدًا۔ کذا فی الشامی۔

تاسعًا۔ زندیق کی اسی تفسیر میں داخل ہے فرقہ قادیانیہ جو غلام احمد قادیانی کو نبی یا مصلح ومرشد مانتا ہے۔ یہ فرقہ زمانۂ حال کے زنادقۂ کبار میں سے ہے اور کسی اسلامی مملکت میں بحکم شرع اسے رہائش۔ اقامت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں اور ختم نبوت کا عقیدہ ضروریاتِ دینِ اسلام میں سے ہے۔

کسی اسلامی مملکت میں یہ فرقہ جزیہ ادا کرکے بطور ذمّی بھی سکونت نہیں کرسکتا کیونکہ ان میں سے جو لوگ مسلمان تھے اور پھر قادیانی ہوگئے وہ مرتد ہیں اور مرتد واجب القتل ہے۔ مرتد ذمّی نہیں بن سکتا۔ اسی طرح یہ لوگ مرتد ہونے کے علاوہ زندیق بھی ہیں لہٰذا ان میں جو اشخاص قادیانیت کے مبلغ وداعی ہوں ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہے اور وہ زندقہ کی وجہ سے واجب القتل ہیں۔ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا کہ اباحیہ وروافض وقرامطہ وزنادقۂ فلاسفہ کی توبہ مقبول نہیں اور وہ واجب القتل ہیں۔ اس سے بڑھکر اور زندقہ کیا ہوگا کہ وہ اسلام کے اندر ہمارے نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوت کے قائل ہیں۔

اور جو قادیانی پیدائشی قادیانی ہوں یعنی قادیانی خاندان میں پیدا ہوئے اور پھر اسی عقیدے پر قائم رہتے ہوئے بڑے ہوگئے وہ بھی کسی اسلامی مملکت میں ازروئے شریعتِ اسلامیہ سکونت و اقامت کے مجاز نہیں ہوسکتے۔ اور وہ جزیہ ادا کرکے ذمّی بھی نہیں بن سکتے بلکہ وہ زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں۔ اگر وہ قادیانیت کے داعی ومبلغ ہوں تو ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہوسکتی اور اگر داعی ومبلغ نہ ہوں تو ان کی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔

بہرحال پیدائشی قادیانی زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں وہ جزیہ ادا کرکے بھی دار اسلام میں اقامت اختیار کرنے کے مجاز نہیں۔

۱۔ کیونکہ وہ ختم نبوت جو ضروریاتِ اسلام میں سے ہے کے منکر ہیں۔ درمختار میں ہے واجب القتل ملحدین کے بیان میں وکذا من علم انہ ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر و یظھر اعتقاد حرمتہ انتھیٰ۔ جب وہ شخص واجب القتل ہے اس الحاد و زندقہ کی وجہ سے جو بباطن حرمتِ خمر کا

منکر ہو اگرچہ لوگوں کے سامنے حرمتِ خمر کا اظہار کرتا ہو تو قادیانی جو علی الاعلان ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور زندقہ کی اشاعت میں کوشش کرتے ہیں بطریقِ اَولیٰ واجب القتل ہیں۔

۲۔ ان کی زندقہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور تمام اہلِ اسلام کو کافر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ بہت بڑا زندقہ ہے۔

۳۔ نیز وہ قرآن واحادیث کے بے شمار نصوص کی تحریف کرتے ہوئے ان سے اپنی گمراہی پر استدلال کرتے ہیں اور تحریف قرآن وسنت سے بڑھ کر اور زندقہ کیا ہوگا۔ لہٰذا وہ مثل قرامطہ باطنیہ ہیں۔ صاحب مواقف وغیرہ علماء مذاہب اربعہ قرامطہ وباطنیہ کے بارے میں لکھتے ہیں انہ لا یحل اقرارھم فی دیار الاسلام بجزیۃ ولا غیرھا ولا تحل مناکحتھم ولا ذبائحھم۔ شامی ج ۳ ص ۳۲۴ پر ہے والحاصل انھم یصدق علیھم اسم الزندیق والمنافق والملحد ولا یخفی ان اقرارھم بشھادتین مع ھذا الاعتقاد الخبیث لا یجعلھم فی حکم المرتد لعدم التصدیق ولا یصح اسلام احدھم ظاھرا الا بشرط التبری عن جمیع ما یخالف دین الاسلام لانھم یدعون الاسلام ویقرون بالشھادتین وبعد الظفر بھم لا تقبل توبتھم اصلا۔ وذکر فی التاترخانیۃ انہ سئل فقھاء سمرقند عن رجل یظھر الاسلام والایمان ثم اقر بانی کنت اعتقد مع ذلک مذھب القرامطۃ وادعو الیہ الآن تبت ورجعت وھو یظھر الآن ما کان یظھرہ قبل من الاسلام والایمان قال ابوعبد الکریم بن محمد قتل القرامطۃ واستئصالھم فرض واما ھذا الرجل الواحد فبعض مشایخنا قال یتغفل ویقتل ای تطلب غفلتہ فی عرفان مذھبہ وقال بعضھم یقتل بلا استغفال لان من ظھر منہ ذلک ودعا الناس لا یصدق فیما یدعی بعد من التوبۃ ولو قبل منہ ذلک لھدموا الاسلام واضلوا المسلمین من غیر ان یمکن قتلھم انتھی۔

یہ ہے ائمہ اسلام کا فتویٰ زنادقہ وقرامطہ کے بارے میں۔ اور قادیانیت بھی قرامطہ کی طرح اسلام کے لیے عظیم فتنہ ہے اس لیے ہر قادیانی واجب القتل ہے۔

۴۔ نیز وہ شعائر اللہ اور کئی اصول اسلام اور خصائص اسلام کی ہتک وبے حرمتی کرتے ہیں مثلاً وہ غلام احمد کی بیویوں کو امہات المؤمنین اور اس کے دیکھنے والوں کو صحابہ کہتے ہیں اور اپنی عبادت گاہ کو وہ مسلمانوں کی طرح مسجد کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ امور خصائص اسلام میں سے ہیں اور یہ اسلام سے استہزاء ہے۔ مسجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہو سکتا ہے۔ کسی اسلامی مملکت میں کسی کافر فرقہ کو از روئے شرع یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمانوں کی طرح اذان دے اور مسلمانوں کی طرح اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھے اور اپنے الحاد کی اشاعت کے لیے اسلامی نام

استعمال کرکے تشبّہ بالمسلمین کرے یہ اسلام کی سخت بے حرمتی ہے۔ اور اس قسم کی بے حرمتی ایک مستقل زندقہ ہے جو موجب قتل ہے۔

۵۔ جزیہ تو عیسائیت، یہودیت وغیرہ ان ادیانِ باطلہ کے معتقدین سے لیا جاتا ہے جو قدیم ومعروف تھے اور بوقت ظہور اسلام موجود تھے۔ اور جو اپنے آپ کو اہل اسلام کے برخلاف ایک فرقہ شمار کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ لیکن جو فرقہ خود اسلام کا مدعی ہو اس سے کس طرح جزیہ لیا جاسکتا ہے۔ ایسے فرقہ کے بارے میں بعد از تحقیق دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اگر تحقیق کے بعد ان کا مسلمان ہونا ثابت ہوا تو وہ یقیناً مسلمان شمار ہوگا اور اہل اسلام سے جزیہ وصول نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر تحقیق سے وہ کافر ثابت ہوا تو وہ مرتد یا زندیق ہوگا اور مرتد و زندیق سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔ بلکہ وہ اگر مصرّ ہو تو واجب القتل ہے۔ قادیانی فرقہ احتمالِ ثانی کے قبیل سے ہے وہ مرتد و زندیق ہے کما مرالتفصیل من قبل۔ لہٰذا اس فرقہ والے واجب القتل ہیں۔ وہ کسی طرح دارالاسلام میں اقامت ورہائش کے مجاز نہیں ہیں۔ قادیانی لوگ اسلام اور شعائر اسلام کی بے حرمتی و بے عزتی و استہزاء کرتے ہیں اور بے حرمتی کرنے والا زندیق ہے۔ وہ نصوص قطعیہ کی تحریف کرتے ہیں اور یہ زندقہ ہے بلکہ تحریف نصوص اسلام کی بڑی بے حرمتی ہے۔

عاشراً۔ زندقہ کی یہ جامع تفسیر جو ہم ذکر کر چکے شامل ہے سابّ النبی علیہ السلام و سابّ الشیخینؓ و سابّ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی۔ ایسا سابّ زندیق ہے اور واجب القتل ہے۔ علّامہ شُرنبلالی شرح درر میں لکھتے ہیں ولا تقبل توبۃ سابّ النبی علیہ السلام سواء جاء تائباً من قبل نفسہ او شھد علیہ بذلک انتھٰی۔ درمختار علی ہامش الشامی ج ۳ ص ۳۱۵ میں ہے وکل مسلم ارتدّ فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسبّ نبیّ من الانبیاء فانہ یقتل حدّاً ولا تقبل توبتہ مطلقاً او الکافر بسبّ الشیخین ؓ۔ وفی البحر من سبّ الشیخین اوطعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابواللیث وھو المختار للفتوی انتھی۔ شامی میں ہے ان الرافضی اذا کان یسبّ الشیخین ویلعنھما فھو کافر وان کان یفضل علیاً علیھما فھو مبتدع۔

حادی عشر۔ زندیق کی اس تعریف میں داخل ہیں منکرین حجیت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ منکرینِ حدیث بلاریب کبار زنادقہ میں سے ہیں۔ انکارِ حدیث مستلزم ہے انکارِ قرآن کو بھی۔ اولاً تو اس لیے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات حجیتِ احادیث پر دال ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ما ینطق عن الھوی اِن ھو الا وحی یوحیٰ۔ وقال اللہ تعالیٰ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ

فانتھوا۔ لہذا حجیتِ احادیث سے انکار مستلزم ہے انکارِ قرآن مجید کو۔ ثانیاً اس لیے کہ حدیث شرح قرآن ہے۔ احادیث کے بغیر قرآن کا صحیح مفہوم سمجھنا ناممکن ہے۔

ثانی عشر۔ زندقہ کی تفسیر ہذا شامل ہے ان نام نہاد دانشوروں کو بھی جو تحریفِ قرآن و نصوصِ واحادیث کے مرتکب ہیں۔ موجودہ زمانے میں ایسے لوگوں کی تعداد کافی زیادہ ہے وہ اسلام کے مدعی ہیں اور اپنے آپ کو مصلحین کہتے ہیں حالانکہ وہ مفسدین ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام اور نصوص کی تفسیر علماء اسلام نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ علماء قدامت پسند ہیں۔ علماء اسلام و محققینِ شریعتِ محمدیہ ان کے زعم میں جہال و مفسدین کا گروہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

یہ محرفین کہتے ہیں کہ زمانۂ حال میں اسلام و احکامِ اسلام کی نئی تشریح و توضیح کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ نئی تشریح و توضیح کرتے ہوئے نصوص کی تحریف کرتے ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق حلال کو حرام اور حرام کو حلال بناتے ہیں۔ یہ یورپی تہذیب کے دلدادہ دانشور زنادقہ ہیں اور واجب القتل ہیں۔

چنانچہ ان زنادقہ میں سے ایک زندیق نے تحریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ از روئے قرآن سود لینا حلال ہے اور شراب کی بعض قسمیں حلال ہیں۔ ایک اور زندیق لکھتا ہے کہ ہدی للمتقین سے نصاریٰ و یہود وغیرہ کفار مراد ہیں اور یہی کفار اس کے زعم میں متقین ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ تمام کفار قیامت کے دن نجات پائیں گے۔ اور لکھا ہے کہ تمام ادیانِ کفریہ برحق و صحیح ادیان ہیں لہذا اسلام قبول کرنا نجاتِ آخرت کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ قرآن نے ان کے دین کو دینِ حق بتاتے ہوئے کہا ہے لکم دینکم ولی دین۔ نیز قرآن میں ہے قل کل یعمل علی شاکلتہ اس زندیق کے نزدیک ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس جس دین پر قائم ہے وہ صراط مستقیم پر ہے۔

ایسے محرفین زندیق اور واجب القتل ہیں۔ بے شمار آیات واحادیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ کفار صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں اور کفر ملت شیطانیہ ہے اور کفار دوزخی ہیں یہ وہ چند انواع و اصنافِ زندقہ ہیں جنھیں ہماری مذکورہ صدر تفسیر زندقہ شامل ہے۔ اسی طرح اور متعدد انواع الحاد ہیں جو اس تفسیر و تعریفِ جامع میں داخل ہیں۔ مذکورہ صدر انواع ملحدین میں سے بعض کی توبہ قضاءً مقبول ہے اور بعض کی مقبول نہیں ہے۔ کتب فقہ میں ان کی تفصیلات مذکور ہیں۔

یہاں پر چند گروہ اور بھی ہیں جو اگرچہ وہ زنادقہ نہیں ہیں اور وہ کفر کا ارتکاب نہیں کرتے، لیکن ان کا حکم مثل حکم زنادقہ ہے اور زنادقہ کی طرح وہ بھی واجب القتل ہیں کیونکہ ان کے عمل سے عملِ

زنادقہ کی طرح اسلام اور مسلمانوں کو نقصانِ عظیم پہنچتا ہے ایسے لوگوں میں سے ہے خنّاق۔ خنّاق، وہ شخص ہے جو کسی کا گلا دبا کر اسے ہلاک کر دے۔ در مختار میں ہے الخناق لا توبة لہٗ۔ شامی ج۳ ص۳۲۳ پر ہے ان من خنق مرة لا یقتل ومن تکرر الخنق منہ فی المصر قتل بہ وان کان غیر کافر۔ و انما لا تقبل توبتہ لسعیہ فی الارض بالفساد ودفع ضررہ عن العباد ومثلہ قطاع الطریق۔ انتہی بحاصلہ۔

امر ثانی۔ لفظ زندیق کے اصل و مأخذ کے بیان میں متعدد وجوہ ہیں۔ زندیق بروزن اکلیل، مُعَرَّب ہے اور اس کا معنی ہے ملحد۔ عند البعض یہ معرب زندہ ہے ای الذی یقول ببقاء الدھر معنی زندہ فی الفارسیۃ الحی والباقی۔ اور عند البعض یہ معرب زند ہے اور زند امزدک مجوسی کی کتاب کا نام ہے۔ اور عند البعض اس کا مأخذ ہے زندی اور عند البعض اس کا مأخذ ہے زن دین ای دین النساء و زن فی الفارسیۃ المرأۃ۔

جوہری لغوی لکھتے ہیں الزندیق من الیونانیۃ وھو معرب والجمع الزنادقۃ۔ کتاب مُغرِب میں ہے الزندیق معروف و زندقتہ انہ لا یؤمن بالاٰخرۃ ووحدانیۃ الخالق۔ وعن ثعلب لیس زندیق من کلام العرب ومعناہ علی ما تقولہ العامۃ ملحد ودھری۔ وعن ابن درید انہ فارسی معرب واصلہ زندہ ای یقول بدوام بقاء الدھر۔

کتاب مفاتیح العلوم میں ہے الزنادقۃ وھم المانویۃ وکان المزدکیۃ یسمون بذلک و مزدک ھو الذی ظھر فی ایام قباد وھو ملک للفرس وزعم ان الاموال والحرم مشترکۃ و اظھر کتابا سماہ زند وھو کتاب المجوس الذی جاء بہ زردشت الذی یزعمون انہ نبیٌّ فنسب اصحاب مزدک الی زند وعربت الکلمۃ فقیل زندیق انتہیٰ۔ مفاتیح العلوم کی عبارت سے معلوم ہوا کہ زندیق کا مأخذ زند ہے جو نام ہے اس کتاب مجوس کا جو ان کے زعم میں زردشت نے لوگوں کے سامنے پیش کی تھی۔ یہ قول اگرچہ ہمارے خیال ناقص میں مجمل ہے اور بظاہر صحیح نہیں ہے صحیح قول ہم آگے مسعودی کے حوالے سے ذکر کریں گے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زردشت نبیٔ مجوس کے بارے میں بھی ہم کچھ بتا دیں۔

زرتشت کی شہرت اگرچہ زیادہ ہے لیکن بایں ہمہ اس کے متعلق صحیح تاریخی معلومات نہیں ملتیں اور اس کے زمانے کا یقینی طور پر تعین بھی نہیں کیا جا سکتا۔ افلاطون نے جو تقریباً ۴۰۰ ق م کے قریب زمانے کا ہے زرتشت کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے "ایرانی نوجوانوں کو مغ زرتشت بن ہرمز تعلیم دیا کرتا تھا"۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زرتشت کا زمانہ ۶۰۰ ق م سے پہلے کا نہیں۔ انیسویں صدی

میں ہاگ اور بنسن دونوں کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ زرتشت کا زمانہ ۲۲۰۰ قم سے ۲۴۰۰ قم تک ہے لیکن بعض ایسے مؤرخین بھی ہیں جن کے نزدیک زرتشت کا زمانہ ۶۳۵ قم کے قریب ہے۔ اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ اس کا زمانہ ۱۰۰۰ قم سے زیادہ بعید نہیں ہے۔ بہرحال ایرانی اور ملوکِ ایران وغیرہ مجوسی تھے اور وہ زرتشت کو نبی مانتے ہیں۔

مجوسیت کی مقدس کتاب کا نام ژنداوستا ہے۔ اصل نام اوستا ہے ژند اضافی لفظ ہے مسعودیؒ مروج الذہب ج ۱ ص ۲۵۰ پر لکھتے ہیں کہ شاہ ایران بہرام بن ہرمز نے مانی بن یزید تلمیذ قاردون کو مع اس کے اتباع کے ایک حیلہ سے جمع کیا پھر سب کو قتل کرا دیا۔ قال وفی ایام مانی هذا ظهر اسم الزندقة الذی الیه اضیف الزنادقة وذلك ان الفرس حین اتاهم زرادشت بن اسبیمان بكتابهم المعروف بالبستاه باللغة الاولیٰ من الفارسیة وعمل له التفسیر وهو الزند و عمل لهذا التفسیر شرحًا سماه البازند وكان الزند بیانًا لتأویل المتقدم المنزل وكان من اورد فی شریعتهم شیئًا بخلاف المنزل الذی هو البستاه وعدل الی التاویل الذی هو الزند قالوا هذا زندی فاضافوه الی التأویل وانه منحرف عن الظواهر من المنزل الی تأویل هو بخلاف التنزیل۔

فلما ان جاءت العرب اخذت هذا المعنی من الفرس وقالوا زندیق وعربوه والثنویة ای اصحاب مانی هم الزنادقة ولحق بهؤلاء سائر من اعتقد القدم وابی حدوث العالم اھ۔

تمت رسالتی التحقیق فی الزندیق بحاصلها ولله الحمد والمنة۔

فائدہ[۱]۔ المحدث۔ آیت كلما اضاء لهم مشوا فیه واذا اظلم علیهم قاموا کی تفسیر میں محدثین کا ذکر موجود ہے۔ محدثین بفتح دال غیر مشدد متاخرین شعراء کو کہا جاتا ہے۔ علماء ادب وتاریخ کہتے ہیں کہ شعراء عرب کے چھ[۶] طبقات ہیں۔

اول۔ جاهلیون۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کے شعراء اسلام کے ظہور سے قبل زمانۂ جاہلیت میں تھے مثل امرؤ القیس وغیرہ۔

دوم[۲] مخضرمون بضم میم وفتح خاء معجمہ وفتح راء۔ بعض علماء کے نزدیک اس میں کسرۂ راء خطا ہے لیکن عند البعض کسرہ بھی صحیح ہے۔ قال ابن خلكان انه سمع فیه مخضرِم بكسر الراء و بالحاء المهملة و استغربه۔ اس طبقہ کے شعراء وہ ہیں جنھوں نے جاہلیت واسلام دونوں کا زمانہ پایا ہو۔ مثل لبید وحسان رضی اللہ عنہما۔ واطلقه المحدثون علی كل من ادرك الجاهلیة وادرك حیاة النبی علیه السلام ولیست له صحبة ولم یشترط بعض اهل اللغة نفی الصحبة وفی المحكم رجل مخضرم اذا كان

نصف عمرہ فی الجاھلیۃ ونصفہ فی الاسلام وقال ابن فارس انہ من الاسماء التی حدثت فی الاسلام وھو من قولہم لحم مخضرم اذالم یدر من ذکر ھو ام انثی او من خضرم الشئ اذا قطعہ وخضرم فلان عطیتہ اذا قطعہا فکأنہم قطعوا عن الکفر الی الاسلام او لان رتبہم فی الشعر نقصت لان حال الشعراء تطامنت بنزول القرآن کما قالہ ابن فارس۔

سوم۔متقدِّمون۔ اس طبقہ کے شعراء کو اسلامیّون بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ شعراء ہیں جو صدر اسلام میں تھے مثل جریر وفرزدق۔

چہارم۔مولّدون اور یہ وہ شعراء ہیں جو طبقۂ ثالثہ کے بعد تھے مثل بشار وغیرہ۔

پنجم۔محدَثون۔بفتح الدال۔ یہ وہ شعراء ہیں جو طبقۂ رابعہ کے بعد ہیں مثل ابوتمام وبحتری ومتنبی۔

ششم۔متأخرون۔متأخرین اصطلاح اہل ادب میں وہ شعراء ہیں جو طبقہ خامسہ کے بعد حجاز وعراق وغیرہ بلاد میں ظاہر ہوئے۔

پہلے تین طبقوں کا کلام باتفاقِ علماء حجت ہے۔ قواعد عربیہ ولغات میں ان کے اشعار سے استدلال کرنا صحیح ہے۔متأخرین یعنی طبقہ سادسہ کے کلام سے استدلال کرنا بالاتفاق غیر صحیح ہے۔ باقی طبقہ خامسہ یعنی محدَثین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کا حکم وہ ہے جو طبقہ سادسہ کا ہے۔ اور زمخشری وعلامہ بیضاوی رحمہ اللہ کے نزدیک موثوق بہم کے کلام سے استدلال کرنا درست ہے۔کیوں کہ ان کی روایت مقبول ہے۔پس ان کا قول حکم روایت میں ہے تو ان کا قول بھی مقبول ہوگا۔ اسی وجہ سے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے اظلم کے تعدیہ پر ابوتمام کے اس شعر سے تمسک کیا ہے ؎

ھما اَظلما حالیَّ ثمت اَجلیا ظلامَیھما عن وجہ اَمرد اشیب

حالانکہ ابوتمام طائی طبقہ خامسہ کے شعراء میں سے ہے۔ علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں فانہ ای اباتمام وان کان من المحدثین لکنہ من علماء العربیۃ فلا یبعد ان یجعل ما یقولہ بمنزلۃ ما یرویہ اھ۔ ویؤیدہ ما ذکر الازھری فی التھذیب ان کل واحد من اضاء واظلم یکون لازما ومتعدیا۔

قال الشھاب الخفاجی فی عنایۃ القاضی ج ۱ ص۴۰۶ واختلف فی المحدثین فقیل لا یستشھد بشعرھم مطلقا وقیل یستشھد بہ فی المعانی دون الالفاظ وقیل یستشھد بمن یوثق بہ منھم مطلقا واختارہ الزمخشری ومن حذا حذوہ قال لانی اجعل ما یقولہ بمنزلۃ ما یرویہ اعترض علیہ بان قبول الروایۃ مبنی علی الضبط والوثوق واعتبار القول مبنی علی معرفۃ الاوضاع اللغویۃ والاحاطۃ بقوانینھا ومن البین ان اتقان الروایۃ لا یستلزم اتقان الدرایۃ۔

وفی الکشف ان القول درایۃ خاصۃ فھی کنقل الحدیث بالمعنی وقال المحقق التفتازانی القول بانہ بمنزلۃ نقل الحدیث بالمعنی لیس بسدید بل ھو بعمل الراوی اشبہ وھولا یوجب السماع الا ان کان من علماء العربیۃ الموثوق بھم فالظاھر انہ لا یخالف مقتضاھا فان استونس بہ ولم یجعل دلیلا لم یرد علیہ ماذکر ولا ما قیل من انہ لو فتح ھذا الباب لزم الاستدلال بکل ما وقع فی کلام علماء المحدثین کالحریری واضرابہ والحجۃ فیما رووہ لا فیما رأوہ وقد خطؤا المتنبی وابا تمام والبحری فی اشیاء کثیرۃ کما ھو مسطور فی شروح تلک الدواوین انتھی۔ ھذا و اللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ[۱۵]۔ الثریا۔ شرح بسملہ میں جلالہ کے بیان میں مذکور ہے۔ ثریا کو اردو میں پروین کہتے ہیں۔ یہ کئی ستاروں کا مجموعہ ہے۔ یہ برج ثور کا حصہ ہے۔ خالی آنکھ سے ثریا میں صرف چھے[٦] ستارے نظر آتے ہیں۔ اگر مطلع صاف ہو تو تیز آنکھ کو اس سے زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ چھوٹی دوربین سے مجموعۂ ثریا میں ۱۰۰ کے قریب اور بڑی دوربین میں ٦۲۵ ستارے دیکھے گئے ہیں۔ عقدِ ثریا مشہور و معروف ہے اسے عوام بھی جانتے ہیں۔

بعض آثار میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام مجموعۂ ثریا میں کبھی گیارہ اور کبھی بارہ تارے دیکھتے تھے۔ وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۹۴ عن العباس رضی اللہ عنہ قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انظر ھل تری فی السماء من شئ؟ قلت نعم قال ما تری؟ قلت الثریا قال اما انہ سیملک ھذہ الامۃ بعددھا من صلبک وقد اختلف الناس فی عدد نجوم الثریا المرئیۃ فقیل سبعۃ انجم وقیل تسعۃ وجمعنا بینھما بان الاول یکون ھو المرئی لغالب الناس ولو غیر حدید البصر والثانی لمن یکون حدید البصر منھم واما العدد المرئی لہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیل کان یری احد عشر نجما وقیل اثنا عشر نجما وجمعنا بینھما بحمل الاول علی ما اذا لم یمعن النظر والثانی علی ما اذا امعن النظر وحینئذ یقتضی ھذا ان تکون الخلفاء من بنی العباس اثنی عشر اھ۔ قیل کواکب الثریا ستۃ او سبعۃ ؎

خلیلی انی للثریا لحاسد	وانی علی ریب الزمان لواجد
تجمع فیھا شملھا وھی سبعۃ	وافقد من احبتہ وھو واحد

حدیث مذکور کے علاوہ کئی دیگر احادیث میں بھی ثریا کا ذکر موجود ہے۔ ایک حدیث شریف میں نبی علیہ السلام نے بطور پیش گوئی ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے علم کی عظمت و بلندی کے لیے بطور مثال ثریا کا ذکر فرمایا ہے۔

فقد وردت احادیث صحیحۃ تشیر الی فضل ابی حنیفۃ منھا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما رواہ

الشیخان عن ابی ہریرۃ ؓ والطبرانی عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لوکان الایمان عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس ورواہ ابونعیم عن ابی ہریرۃ والشیرازی والطبرانی عن قیس بن سعد بن عبادۃ بلفظ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لوکان العلم معلقاً عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس ولفظ الطبرانی عن قیس لاتنالہ العرب لنالہ رجال من ابناء فارس وفی روایۃ مسلم عن ابی ہریرۃ لوکان الایمان عند الثریا لذھب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ وفی روایۃ للشیخین عن ابی ہریرۃ مرفوعاً والذی نفسی بیدہٖ لوکان الدین معلقا بالثریا لتناولہ رجل من فارس ھذا وقد کان جدّ ابی حنیفۃؒ من فارس علی ماعلیہ الاکثرون۔

قال الحافظ السیوطیؒ ھذا الحدیث الذی رواہ الشیخان اصل صحیح یعتمد علیہ فی الاشارۃ لابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

قال البیضاویؒ انّ اللہ وصف فی الاصل ثم صار لہ تعالی کالعلم مثل الثریا والصعق۔ قال الشہابؒ الثریا تصغیر ثروی مؤنث ثروان جعل اسماً للنجم لکثرۃ کواکبہ ونقل علماً لامرأۃ ایضاً۔ و الصَّعَق بفتح العین شدۃ الصوت وبکسر العین الشدید الصوت والمتوقع للصاعقۃ والنازلۃ علیہ ولقب خویلد بن نفیل فارس بنی کلاب (خویلد ھذا لیس الذی ھو والد خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا) وتسکن عینہ ویقال صِعِق کابل لقب بہ لان تمیما اصابوا رأسہ بضربۃ فکان اذا سمع صوتا صعق اولانہ اتخذ طعاما فکفأت الریح قدرہ فلعنہا فارسل اللہ علیہ صاعقۃ وھما وصفان فی الاصل صارا علما بالغلبۃ والغلبۃ فی اللہ والثریا تقدیریۃ وفی الصعق تحقیقیۃ انتہیٰ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

فصل

تفسیر بیضاوی مسمّٰی بہ انوار التنزیل واسرار التاویل علماء وطلبہ کے مابین جس طرح آج کل مقبول و محبوب ہے اور درس نظامی کے نصاب میں داخل ہے اسی طرح وہ ہر زمانے میں مقبول و مرجع العلماء والطلبہ رہی ہے۔ اور جس طرح وہ آج کل مدارس میں مغلق و مشکل کتاب سمجھی جاتی ہے زمانۂ ماضی میں بھی علماء وطلبہ کے نزدیک اس کی یہ حیثیت مسلّم تھی۔ تفسیر بیضاوی کی شروح وحواشی وتعلیقات کی کثرت سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ہم یہاں پر تفسیر بیضاوی کی شروح وتعلیقات وحواشی کا علی الاختصار ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ تفسیر ہذا کے شرّاح ومحشّین کے تراجم کی تفصیل میں میری ایک مستقل ضخیم کتاب ہے۔ تفصیل کے لیے اس کی طرف مراجعت کی جائے وہ بہت مفید کتاب ہے۔ علماء وطلبہ اس میں کافی معلومات وحقائقِ تاریخیہ پائیں گے۔ شارحین تفسیر بیضاوی کا مختصر تذکرہ یہ ہے:۔

(۱) شرح محی الدین محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ قوجویؒ متوفی ۹۵۱ھ۔ یہ نہایت مفید اور نافع شرح ہے۔ اس کا مصنف بڑا زاہد اور صالح تھا۔ شیخ زادہ کے نام سے معروف ہیں۔

(۲) شرح ابوالفضل قرشی خطیبؒ مشہور بہ کازرونی متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ مفید شرح و حاشیہ ہے۔ تاہم یہ حلِ بیضاوی کے لیے کافی نہیں ہے۔ مصری مدارس میں یہ مروج ہے اولہا الحمد للہ الذی انزل اٰیات بینات محکمۃ الخ

(۳) شرح شیخ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانیؒ متوفی ۷۸۶ھ وقیل ۷۷۵ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اولہا الحمد للہ الذی وفقنا للخوض الخ

(۴) شرح فاضل محمد بن جمال الدین بن رمضان الشروانیؒ۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ اولہا قال الفقیر بعد حمد اللہ العلیم العلام الخ۔

(۵) شرح شیخ صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں۔ کبریٰ وصغریٰ۔ ان میں تفسیر بیضاوی کی اٹھارہ شروح سے انتخاب کیا گیا ہے۔

(۶) شرح شیخ جمال الدین اسحاق قرامانیؒ متوفی ۹۳۳ھ۔ یہ مفید و جامع شرح ہے۔

(۷) شرح عالم وفاضل مشہور بہ روشنی آیدینیؒ۔
(۸) شرح وحاشیہ حافظ امان اللہ بن نور اللہ بنارسیؒ۔ متوفی ۱۱۳۳ھ۔ یہ جامع معقول و منقول تھے۔ علامہ محب اللہ بہاری مصنف سلم العلوم متوفی ۱۱۱۹ھ کے معاصر تھے۔
(۹) حاشیہ وشرح مولوی عبد الحکیم لکھنویؒ ابن مولوی عبد الرب بن بحر العلوم عبد العلیم متوفی ۱۲۸۸ھ۔ یہ مفید حاشیہ ہے۔
(۱۰) شرح وحاشیہ مولانا شیخ نور الدین بن محمد احمد آبادی گجراتیؒ۔ متوفی ۱۱۵۵ھ۔ یہ بڑے محقق، وحید عصر و فرید دہر تھے۔
(۱۱) حاشیہ مولانا محمد اسرائیل سلہٹیؒ۔ یہ بڑے عالم وصاحب تقویٰ تھے۔
(۱۲) شرح وحاشیہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیمؒ۔ مشہور بہ ابن تجید معلّم سلطان محمد خان۔ یہ مفید و جامع حاشیہ ہے جو حواشی کشاف کا ملخص ہے۔
(۱۳) شرح قاضی زکریا بن محمد انصاری مصریؒ متوفی ۹۲۶ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ مسمی بہ فتح الجلیل ببیان خفیّ انوار التنزیل۔ اوّلھا الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتٰب الخ امام عبد الوہاب شعرانیؒ کتاب لطائف المنن میں لکھتے ہیں ان القاضی زکریا علّقه املاءً بعد ان کُفَّ بصرہ لمّا قرأ علیہ۔ قال وغالبھا بخطّہ وخط ولدہ جمال الدین۔
(۱۴) شرح وحاشیہ شیخ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اس کا نام ہے نواہد الأبکار وشواہد الأفکار۔
(۱۵) شرح وحاشیہ شیخ محمود بن حسین افضلی حاذقیؒ مشہور بہ صادقی گیلانیؒ متوفٰی فی حدُود ۹۷۰ھ۔ یہ سورۂ اعراف سے تا آخر قرآن ہے۔ اس کا نام ہے ھدایۃ الرواۃ الی الفاروق المداوی للعجز عن تفسیر البیضاوی۔
(۱۶) حاشیہ شیخ بابا نعمۃ اللہ بن محمدؒ متوفیٰ فی حدُود ۹۰۰ھ۔
(۱۷) حاشیہ مولیٰ مشہور بہ مُنَاوعُوضؒ متوفی ۹۹۴ھ۔ یہ تقریباً تیس جلدوں میں ہے۔
(۱۸) شرح مولیٰ محقق ملا خسرو محمد بن فرامُرزؒ متوفی ۸۸۵ھ۔ یہ بہترین حاشیہ ہے۔ یہ ابتداء سے سیقول السفہاء تک ہے۔ اور اس کا تتمہ تا آخر سورہ بقرہ لکھا ہے محمد بن عبد الملک بغدادی حنفی متوفی ۱۰۱۶ھ نے۔
(۱۹) حاشیہ شیخ ابی بکر بن احمد بن الصائغ حنبلیؒ متوفی ۷۱۴ھ۔ اس کا نام ہے الحسام الماضی فی ایضاح غریب القاضی۔ اس حاشیہ میں تفسیر بیضاوی کے الفاظ مشکلہ وغریبہ کی تشریح ہے

اور اس کے علاوہ بعض دیگر فوائد بھی جمع کیے ہیں۔

(۲۰) حاشیہ فاضل نور الدین حمزہ بن محمود قرامانیؒ متوفی ۸۷۱ھ یہ زہراوین پر ہے۔ اس کا نام ہے تقشیر التفسیر۔

(۲۱) حاشیۂ سنان الدین بردعیؒ مشہور بہ عجم سنان۔ اوّلہ الحمد للہ الذی نوّر قلوبنا الخ۔ یہ حاشیہ وما کادوا یفعلون تک ہے۔

(۲۲) شرح محقق عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ الاسفرائینیؒ متوفی ۹۴۳ھ۔ یہ تحقیقات و نکات سے لبریز ہے۔ یہ ابتدا سورت اعراف تک ہے اور آگے سورۂ نبأ سے آخر قرآن تک ہے۔ یہ شرح مصنفؒ نے سلطان سلیمان خان کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی تھی۔ عصام الدین علامہ جامیؒ کے تلمیذ ہیں۔ شرح جامی للکافیہ پر آپ کے حواشی مشہور ہیں۔

(۲۳) حاشیہ و شرح علامہ سعد اللہ بن عیسیٰؒ شہیر بہ سعدی آفندی متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ سورۂ ہود سے تا آخر قرآن شریف ہے۔ یہ بڑی لطیف و شریف ابحاث پر مشتمل ہے۔ مدرسین کے نزدیک معتمد تھی۔

(۲۴) حاشیہ و شرح فاضل سنان الدین یوسف بن حسامؒ متوفی ۹۸۶ھ۔ یہ مقبول حاشیہ ہے۔ اول سورۂ انعام سے تا آخر سورہ کہف ہے۔ اور آخری حصہ کی بعض سورتوں سورۂ ملک۔ مدثر۔ قمر پر ہے۔ مصنف نے سلطان سلیم خان ثانی کی خدمت میں یہ حاشیہ پیش کیا تھا۔

(۲۵) حاشیہ مولی مصطفی بن محمدؒ مشہور بہ بستان آفندی متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۶) حاشیہ مولی محمد بن عبد الوہابؒ مشہور بہ عبد الکریم زادہ متوفی ۹۷۵ھ۔ یہ سورت طٰہٰ تک ہے۔

(۲۷) حاشیہ مولی محمد بن مصطفی بن الحاج حسنؒ متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۸) تعلیقات فاضل مصلح الدین محمد لاریؒ متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف زہراوین سے متعلق ہے مباحث شریفہ پر مشتمل ہے۔

(۲۹) تعلیقات شیخ ادیب غرس الدین حلبی طبیبؒ۔

(۳۰) حاشیہ و شرح شیخ محمد عابد لاہوریؒ متوفی ۱۱۶۰ھ۔

(۳۱) شرح وحاشیہ شیخ وجیہ الدین گجراتیؒ متوفی ۹۷۸ھ وقیل ۹۹۷ھ۔
(۳۲) شرح شیخ ملا عبد السلام لاہوریؒ متوفی ۱۰۲۷ھ۔
(۳۳) حاشیہ شیخ محمد احمد آبادی گجراتیؒ متوفی ۹۸۲ھ۔
(۳۴) شرح شیخ عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۵۲ھ آپ مشہور محدث ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی دو شرحیں آپ نے لکھی ہیں۔ اللمعات۔ و اشعۃ اللمعات۔
(۳۵) تعلیقات ملا حسین خلخالیؒ۔ یہ سورت یٰس سے تا آخر قرآن ہے۔ اولہا الحمد للہ الذی تولّہ العرفاء فی کبریاء ذاتہ الخ
(۳۶) تعلیقات شیخ محی الدین محمد اسکلیبیؒ متوفی ۹۲۲ھ۔
(۳۷) تعلیقات شیخ محی الدین محمد بن القاسم شہیر بہ اخوینؒ متوفی ۹۰۴ھ یہ صرف زہراوین پر ہے۔
(۳۸) تعلیقات مولانا محمد بن عبد الغنیؒ متوفی ۱۰۳۶ھ۔ یہ نصف سورت بقرہ تک ہے۔
(۳۹) حاشیہ فاضل محمد امین مشہور بہ ابن صدر الدین شروانیؒ متوفی ۱۰۲۰ھ یہ الٓمّٓ ذلک الکتٰب تک ہے۔
(۴۰) حاشیہ مولیٰ ہدایۃ اللہ علائیؒ متوفی ۱۰۳۹ھ۔
(۴۱) حاشیہ فاضل محمد شرانشیؒ۔ یہ جزء نبأ پر ہے۔
(۴۲) تعلیقات فاضل محمد امینؒ مشہور بہ امیر بادشاہ البخاری الحسینی۔ یہ سورت انعام تک ہے۔
(۴۳) حاشیہ فاضل محمد بن موسیٰ بسنویؒ متوفی ۱۰۴۶ھ۔ یہ آخر سورت انعام تک ہے۔ یہ مبنی ہے طریقۂ ایجاز بلکہ طریقۂ تعمیہ والغاز پر۔ اوّلہا الحمد للہ الذی فضّل بفضلہ العالمین علی الجاھلین الخ۔
(۴۴) تعلیقات شیخ علاء الدین علی بن محی الدین محمدؒ متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ زہراوین پر ہے اس کا نام ہے مصباح التعدیل فی کشف انوار التنزیل۔
(۴۵) حاشیہ شیخ احمد بن روح اللہ انصاریؒ متوفی ۱۰۰۹ھ۔ یہ آخر سورت اعراف تک ہے۔

(۴۶) حاشیۂ مولی محمد بن ابراہیم حلبیؒ متوفی ۹۷۱ھ۔
(۴۷) شرح جمال الدین عبدالرحیم بن حسن اسنوی شافعیؒ متوفی ۷۷۲ھ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں ایک مطول اور ایک مختصر۔
(۴۸) شرح بدرالدین حسین بن خواجہ شہاب الدین گیلانی شافعیؒ متوفی بمکۃ ۸۸۹ھ۔ یہ صرف خطبۂ تفسیر بیضاوی کی شرح ہے۔
(۴۹، ۵۰) شرح قاضی عمر بن عبداللہ رومی حنفیؒ۔ یہ آخر سورت آل عمران تک ہے ایک جلد میں۔ پھر اس کا تکملہ سورت اسراء سے تا آخر قرآن لکھا ہے علی بن محمد دمشقی صالحیؒ متوفی ۱۲۰۰ھ نے۔
(۵۱) حاشیۂ عزّ الدین بن جماعہ محمد بن عبدالعزیز بن محمد کنانی شافعیؒ متوفی ۸۱۹ھ۔
(۵۲) حاشیۂ شیخ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر حنفیؒ شیخ سیوطی متوفی ۸۷۰ھ۔
(۵۳) حاشیۂ سریّ الدین محمد بن ابراہیمؒ دروری مصری حنفی معروف بہ ابن الصائغ، متوفی ۱۰۶۶ھ۔
(۵۴) حاشیۂ ابن ہلال حنفی محمد بن علیؒ۔
(۵۵) حاشیۂ قاضی عبدالحلیم بن شیخ نصوح رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۸۸ھ۔ یہ زہراوین و سورت نساء پر ہے۔
(۵۶) حاشیۂ قاضی محمد بن یوسف حمیدیؒ متوفی ۱۰۳۳ھ۔
(۵۷) حاشیۂ صدر عبداللہ بن محمد رومیؒ معروف بہ آلتونی جوق زادہ متوفی ۱۱۸۳ھ۔
(۵۸) حاشیۂ محی الدین محمد بن محمد بن محمد بردعی تبریزیؒ متوفی ۹۲۷ھ۔
(۵۹) حاشیۂ شیخ بسمل اکبر نواب شیرازیؒ متخلص بہ بسمل۔
(۶۰) حاشیۂ قاضی بدرالدین محمد بن محمد عبدالرحمٰن شافعیؒ متوفی ۸۹۰ھ
(۶۱) حاشیۂ محمد بن محمد بن محمد مغربی مالکیؒ معروف بہ بلیدی متوفی ۱۱۷۶ھ۔
(۶۲) حاشیۂ شیخ بورینی بدرالدین حسن دمشقیؒ متوفی ۱۰۲۴ھ۔
(۶۳) حاشیۂ علی بن صادق بن محمد بن ابراہیم داغستانی حنفیؒ المدرس بدمشق مشہور بہ شماخی متوفی ۱۱۹۹ھ۔
(۶۴) حاشیۂ دباغ زادہ شیخ الاسلام محمد رومی صاحب التبیان۔ یہ صرف جزء نبأ پر ہے۔

(۶۵) حاشیۂ مولانا عبد الحکیم حنفی سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ۔
(۶۶) حاشیۂ السید السند الشریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ۔
(۶۷) حاشیۂ نور الدین محمد بن عبد الہادی حنفی نزیل مدینہ منورہ متوفی ۱۱۳۸ھ۔
(۶۸) حاشیۂ بہاؤ الدین محمد بن حسین العاملی الہمدانی الشیعی مصنف تشریح الافلاک فی الهیئة۔
(۶۹) حاشیۂ قُنوی عصام الدین اسماعیل بن مصطفیٰ رئیس العلماء رومی حنفی متوفی ۱۰۹۵ھ یہ بہت مفید اور جامع شرح ہے۔
(۷۰) حاشیۂ صدر کمال الدین احمد بن عصام الدین احمد رومی حنفی متوفی ۱۰۳۰ھ۔
(۷۱) حاشیۂ عضد الدین عبد الرحمٰن بن یحییٰ بن یوسف مصری حنفی متوفی ۸۸۰ھ۔
(۷۲) حاشیۂ محمد بن حمزہ حنفی نزیل دمشق متوفی ۱۱۱۱ھ۔
(۷۳) حاشیۂ مولیٰ محمد رومی امام جامع محمود پاشا متوفی ۹۷۳ھ۔
(۷۴) تخریج شیخ عبد الرؤف مناوی۔ اس میں تخریج احادیث بیضاوی ہے۔ مسمی بہ الفتح السماوی بتخریج احادیث البیضاوی۔ اوّله الله احمد ان جعلنی من خدّام اهل الکتاب الخ۔
(۷۵) تعلیق کمال الدین محمد بن محمد بن ابی شریف القدسی متوفی ۹۰۳ھ۔
(۷۶) مختصر تفسیر بیضاوی لمحمد بن محمد بن عبد الرحمٰن المعروف بامام الکاملیۃ شافعی قاہری متوفی ۸۷۴ھ۔
(۷۷) تعلیقات محدث کبیر فقیہ عظیم قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ ابن ہمام متوفی ۸۷۹ھ۔ یہ فهم لا یرجعون تک ہے۔
(۷۸) حاشیۂ ابراہیم بن محمد مصری شافعی متوفی ۱۰۷۹ھ۔
(۷۹) حاشیۂ محمود بن عبد اللہ موصلی مفتی متوفی ۱۰۸۲ھ۔
(۸۰) حاشیۂ شہاب الدین احمد بن عبد اللہ صاحب البحر المتنغی۔
(۸۱) حاشیۂ احمد بن توفیق قاضی حنفی گیلانی متوفی ۱۰۵۱ھ۔
(۸۲) ومن شارحی انوار التنزیل للعلامة البیضاوی رحمه الله تعالیٰ هذا العبد الضعیف وشرحی له هذا ختمته فی نحو خمسین مجلدًا وسمیته بازهار التسهیل وسمیت مقدمته باثمار التکمیل وهذه ترجمتی۔
فانا محمد موسیٰ ابن العارف بالله الزاهد التقی المولی شیر محمد منحه الله فی الجنة قصوا العسجد

مولدی کٹہ خیل وھی قریۃ بین جبلین من مضافات بلدۃ ومدیریۃ دیرہ اسماعیل خان فی اقلیم سرحد من الباکستان کان جدّنا الاعلی من سُکّان بلدۃ غزنی اومن سکّان حوالیھا من ولایۃ افغانستان واسم جدّ ناھذا السیّد الشیخ احمد الروحانی وقبرہ فی سفح جبل من جبال غزنی یزار ومشھور فی تلک البلاد وکان من کبار اولیاء اللہ تعالی وکذلک ابی کان من الاولیاء الزاھدین العارفین ومن اھل الکشف والمعرفۃ الباطنیّۃ۔

وکان ابی دائم الاستغراق فی مراقبۃ اللہ وصفاتہ وامور الآخرۃ ومع فقرہ کان جودہ وسخاؤہ مشھورًا ولایزال اھل القریۃ یذکرون قصص جودہ العجیبۃ واحوال استغراقہ ومراقبتہ و بصیرتہ القلبیّۃ قرأ ابی بعض الکتب الدینیّۃ علی بعض العلماء فی قریۃ کٹہ خیل۔

مات ابی فی مرض طویل مرض اجتماع الماء فی البطن والمعدۃ وکنت عند موتہ صغیرًا ابن خمس سنوات بل اصغر۔

وعند زیارتی لقبر والدی سمعت مرارًا من داخل قبرہ تلاوۃ القرآن الشریف خصوصًا تلاوۃ سورۃ الملک التی ھی منجیۃ تلاوۃ واضحۃ جیدۃ بلسان فصیح وصوت حسن یأخذ بمجامع القلوب ویجذبھا کانّہ مزمار من مزامیر آل داؤد وکنت اشعر بخوف وقشعریرۃ اوّلًا وکانت امّی تشجّعنی وتقول لی لاتخف فاستأنستُ بالتّلاوۃ وزال الخوف من سماع تلاوۃ القرآن من داخل قبرہ وھذا من عجائب الکرامات۔ وفی کتب التاریخ انّ بعض الناس کانوا یسمعون من قبر ثابت البنانی العارف باللہ تلاوۃ القرآن الشریف۔ ثم بعد موت الاب ربّتنی اُمّی الذاکرۃ للہ کثیرًا الصائمۃ القائمۃ للہ وقاسینا مصائب وشدائد فی زمن الصغر۔

وقرأت اوائل کتب الفقہ وجمیع کتب الفارسیۃ علی بعض علماء القریۃ۔ ومع اشتغالی بھذہ الدروس زمن الطفولیّۃ اخدم امی واساعدھا فی امور تتعلق بداخل البیت وخارجہ واشتغل جمع العلف لبعض دوابّ البیت وخدمۃ اِتیان الماء من بعید وکان الماء فی بعض الازمنۃ علی بُعد ثلاثۃ امیال۔ ثم خرجت باشارۃ صِھری زوج اختی الخلیفۃ احمد رحمہ اللہ لتحصیل العلم الی بلدۃ عیسٰی خیل وھذا اول خروجی لطلب العلم حینما کان عمری نحو احدی عشرۃ سنۃ اواقل فبدأت بعلم الصرف وحفظت عدۃ کتب منہ فی اشھر عدیدۃ علی شیخی الخلیفۃ محمد رحمہ اللہ باشراف المفتی محمود رحمہ اللہ۔

ثم ذھبتُ معہ الی قریۃ اباخیل من قری مدیریۃ بنوں فمکثتُ فیھا سنتین وحفظت ھناک جمیع کتب الصرف الی الفصول الاکبریۃ وکتب النحو الی الکافیۃ واوائل کتب المنطق علی

مولانا جان محمد وعلی المفتی الکبیر الزعیم الشہیر فی العالم مولانا محمود ثم ذہبتُ مع الشیخ المفتی المذکور الی قریۃ عبد الخیل فبقیتُ معہ ھناك نحو سنتین وقرأت علیہ شرح الجامی ومختصر المعانی والمنطق الی سلّم العلوم والمقامات واصول الشاشی وشرح المیبذی لھدایۃ الحکمۃ وشرح الوقایۃ وبعض کتب القراءۃ والتجوید۔

ثم سافرت الی اکوڑہ خٹك ومکثت فی دار العلوم الحقانیۃ نحو سنتین وقرأت ھناك جمیع کتب المنطق الّا القاضی مبارك وجمیع کتب الفلسفۃ واقلیدس والمیراث واصول الفقہ الّا التلویح والتوضیح وقرأت المطول وجمیع کتب الادب العربی۔

وسافرت من اکوڑہ خٹك فی الاجازات السنویۃ اجازات شہر رمضان الی بلدۃ راولپنڈی فقرأت ترجمۃ القرآن الشریف بتمامہ علی المفسر الکبیر جامع الفنون مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ثم ذہبت الی ملتان ودخلت فی الجامعۃ الکبیرۃ قاسم العلوم فمکثتُ فیہا ثلاثۃ اعوام وتخرّجتُ من جمیع العلوم من الفقہ والحدیث والتفسیر والمنطق والاصول وعلم القراءۃ قراءات السّبع۔

ثم عُیّنتُ مدرّساً فی مدرسۃ مطلع العلوم فی بلدۃ کوئٹہ من اقلیم بلوچستان الی مدۃ ثم فی مدرسۃ اسلامیۃ فی بلدۃ بوریوالہ ثم فی قاسم العلوم ببلدۃ ملتان ثم فی الجامعۃ الاشرفیۃ ببلدۃ لاہور منذ سنۃ ١٩٧١ء وانا الی الاٰن فیہا مشغولٌ بالتدریس والحمد للہ ربّ العالمین۔

ثم ان اللہ تعالیٰ وسبحانہ علیّ فی باب العلم مِنناً ونِعماً لا تُعدّ ولا تحصٰی خصّنی بامور علمیّۃ شریفۃ ومننٍ عظیمۃ منیفۃ من بین علماء ھذا العصر اقول ھذا تحدیثاً بنعمۃ اللہ الکریم وشکراً الجزیل الاٰئہ لا فخراً وریاءً وکیف یفخر من اوّلہ نطفۃ واٰخرہ جیفۃ وبین یدیہ القبر وعقبات الاٰخرۃ لایدری فیہا مصیرہ وفیہا یسئل عن ذرۃ ذرۃ من اعمالہ ؎

مابالُ من اوّلہ نُطفۃٌ وجیفۃٌ اٰخرہ یفخر

فمما منّ اللہ تبارك وتعالیٰ بہ علیّ انی ما سکنتُ فی مدرسۃ وجامعۃ للتحصیل الّا وانا اسبق الطلبۃ وفوقہم فی نتائج الامتحانات والاختبارات وما سبقنی فی ذلك احد منہم بل ما ساوانی منہم طالب قطّ وھکذا کان حالی الی ان تخرّجتُ من العلوم کلّھا حتی انّ بعض الطلبۃ من الرفقاء یجتہدون الی غایۃ ویحفظون کتب الدرس للامتحان خفیۃً کی یفوقونی فی

حلبة المسابقة مسابقة امتحانية لكن ما نجح احد بمرامه هذا ولله الحمد۔ وحتى ان الشيوخ والطلبة كانوا يتحيرون ويتعجبون من شدة ذكائى وقوة حافظتى وسعة مطالعتى واحاطتى بما فى كتب الدرس زمن التعلم۔ وهنا قصص من هذا الباب كثيرة اطوى عنها الكشح اختصارًا۔

ومما منّ الله تبارك وتعالى به علىّ انى كثيرًا ما كنت احلّ المسائل المشكلة فى الفنون او العبارات الصعبة فى الكتب حلًّا يندمغ به الاشكالات فى زمن الطلب والتحصيل وقد عجز عن حلّها المدرسون الكبار بل اساتذتى العظام فكانوا يختبروننى بأسألة استصعبوها وعجزوا عن حلّها ويمتحنوننى فى الدرس بمواضع صعبة من العبارات فى الكتب التى قد قضوا عليها بالغلط وانا لا اعرف حالهم فكنت احلّها بداهة واقرر تقريرًا ينتفى به اشكال الكلام وينحلّ المرام فيتعجّبون تعجّبًا وكل ذلك باحسان والهام من الله تعالى وسبحانه ولا فخر۔ وهذا امر غريب، قلّما رآه احد من العلماء فى المتعلمين وهنا غير واحد من الاخبار والقصص المتعلقة بهذا الباب اترك ذكرها۔

ومما منّ الله تبارك وتعالى انّ الخصلة المذكورة لى باقية الى الآن بل ازدادت ازديادًا بتوفيق الله تعالى واحسانه ولله الحمد والمنة۔ فاذكر بتوفيق الله تعالى فى اثناء الدروس للطلبة وفى التصنيفات توجيهاتٍ واسرارًا من عند نفسى فى حلّ المعضلات العلميّة والمغلقات من فنون شتّى كالتفسير والحديث والفقه والاصول والمنطق والفلسفة وعلم الادب العربيّة وغير ذلك۔ فلى توجيهات جيّدة وتقريرات قويّة فى غير واحد من مغلقات هذه العلوم تعانق القلوب وتصافح الاذهان وتدخل الأذن قبل الإذن قد خلت عنها الزبر۔ ومصنّفاتى ودرسى شاهد اعدلٍ على ذلك۔ ومن شكّ فليرجع الى كتبى نحو بغية الكامل وفتح العليم وفتح الله وغير ذلك۔

وممّا منّ الله تعالى به علىّ انه وفّقنى بفضله وكرمه لاستخراج اجوبة كثيرة خلت عنها الزبر واستنباط غير واحد من توجيهات ووجوه ما فتق بها الآذان من قبلى وذلك عند حلّ سوال علمىّ مهمّ ودفع مشكلة علميّة قوية حتى انى ربما اذكر فى حلّ سوال واحد نحو عشرة وجوه من الاجوبة والتوجيهات او نحو عشرين واكثر الى عدة مآتٍ وكتبى تنبأك ما سطرت ان طالعت وحققت ويثلج بها صدرك ان فتّشت ودقّقت۔

وهذا الاستكثار من الاسرار المكتومة والدقائق المكنونة والعلوم السنيّة والوجوه العليّة نعمة من الله تعالى عظيمة۔ ولا يقدر على الاستكثار هذا الّا من رزق سعة العلم وبسط المطالعة و

دقّة النظر ذاکرةً قویّةً وذهناً غوّاصاً بفضل الله وکرمه۔ وان شئت مصداق ذٰلک فارجع الی بعض تصانیفی فذکرتُ فی کتابی فتح العلیم نحو مائة وتسعین جواباً وتوجیهاً لحلّ الاشکال العظیم فی تشبیه حدیث کما صلّیت علی ابراهیم۔ مع اسرار ودقائق علمیّة کثیرة من هذا الباب۔

حتی قال بعض العلماء بعد رؤیة فتح العلیم ماسمعنا ان احدًا من العلماء القدماء ذکر لمسألة علمیة هذا القدر من عدد الاجوبة والتوجیهات بل ولا نصفها وقال بعض کبار ائمة الحرمین الشریفین عند مطالعة فتح العلیم ان امثال هذه التحقیقات لا یقدر علیها عامة علماء العصر وانما کان هذا شان العلماء قبل خمسمائة سنة او اکثر من ذلک۔

وَ انهیتُ فی فتح الله وجوه خصائص الجلالة الی ماینیف علی خمسین وسبع مائة خاصّة فلا یطلع احد من الفضلاء علی هذا الکتاب الّا وهو یتعجب من جمع هذه الخصائص الکثیرة اقول هذا تحدیثًا ولا فخر۔

ورأیت فی السلف الشیخ العلامة ابن القیم رحمه الله تعالی ممتازًا فی هذه الخصلة السنیّة حیث سلک فی غیر واحد من کتبه هذا المسلک من ذکر اجوبة ووجوه کثیرة لحلّ سوال واحدٍ او ایضاح مطلبٍ واحد فانا متبعٌ منهجه وسالکُ سبیله وان کنتُ قلیل البضاعة ذا قلم مکسور وصدّ مصدور دانی للظالع ان یدرک شأو الضلیع۔

أسیرُ خلفَ رکابِ النُجبِ ذا عرجٍ	مؤمّلًا جبر مالاقیتُ مِن عَرَجٍ
فان لحقتُ بهم مِن بعدِ ماسبقوا	فکم لربِّ السما فی الناسِ مِن فرَجٍ
وان ظللتُ بِفقرِ الارضِ منقطِعًا	فماعلی عرَجٍ فی ذالکم من حَرَجٍ

وحقّ والحقّ احقّ ان یحقّ ان البعید قریب اذا التقی العزم والتوفیق کما ان القریب بعید اذا تلاقی التفریط والتعویق۔

ومما منّ الله تعالی به علیّ تصنیفی لکتب کثیرة فی فنون شتی وسهّل الله لی طریق التالیف والتصنیف واسباب ذلک بتوفیقه وفضله فصنّفت نحو مائة کتب فی فنون مختلفة من التفسیر والحدیث والمنطق والفلسفة والهیئة والنجوم القدیمة والحدیثة وعلم المرایا وعلم الابعاد والصرف والنحو وسائر العلوم العربیة والبلاغة وعلم التاریخ وغیر ذلک واقول کما قال بعض القدماء من العلماء مامن مسألة مهمّة من مهمات الفنون والعلوم الّا وانا استطیع بفضله تعالی وکرمه ان اؤلف فیها کتابًا کبیرًا او رسالة بتوفیق الملک المنعام والحمد لله علی احسانه وکرمه۔

ومما انعم الله تعالیٰ به علیّ فی باب التصنیف ان جعل تسویدی للتصانیف تبییضاً لها و مُسَوَّدَتی مبیّضةً علی ما جمعت علوماً کثیرة وحوالاتٍ علی کتب الائمة متوفرة ولله الحمد والمنة ولا فخر۔

وهذه خصلة نادرة الوجود منّ الله تعالی وسبحانه بها علیّ فیما بین العلماء الکبار فانّ المصنفین اغلبهم یسوّدون اوّلاً بجمع المسائل من غیر رعایة ترتیب ومن غیر لحاظ تحسینٍ نحو ذلك ثم یرجعون ویکررون النظر فیها فیبیّضون بتغییر ما کتبوا اوّلاً وایقاع نبذ من المحو و الاثبات فیها وکون المسوّدة مبیّضةً قلّ من یتّصف بها ویُعدّ هذا الوصف من النوادر و یورد فی اثناء المدائح۔

ولذا قال الشیخ عبد الحیّ اللکنوی رحمه الله وانی احمد الله حمداً کثیراً علی انه جعلنی فیما بین علماء عصری متصفاً بهذه الصفة وجعل مسوّداتی لمؤلّفاتی مبیّضة اوکالمبیّضة اه وقال الجلال السیوطی رحمه الله فی طبقات النحاة عند سرد احوال العلامة قطب الدین الشیرازی شارح حکمة الاشراق والقانون والتحفة الشاهیة ونهایة الادراك ان مسودته مبیّضة اه

ومما منّ الله تعالی به علیّ التبحّر فی العلوم کلها النقلیة والعقلیة من التفسیر والحدیث والفقه والکلام والاصول والمعانی والبیان والنحو والصرف والاشتقاق واللغة العربیة و سائر علوم العربیة ومایتعلق بذلك والمنطق والطبعیات والالٰهیات وعلم السماء والعالم و الهندسة وعلم الهیئة القدیمة الیونانیة والهیئة الحدیثة الکوبرنیکسیّة. ولی تصانیف فی هذه العلوم وتعالیق علی کتبها۔

بل اعرف بالضبط والمعرفة الجیّدة غیر واحد من الفنون التی لا یعرفها علماء العصر فضلاً عن التبحر والتمهّر فیها۔ ومشایخی الکبار واکابر علماء العصر الذین هم فی مرتبة مشایخی یعترفون لی بذلك وربما جعلونی حکماً فی تحقیق بعض المسائل المختلفة المهمّة وربما فوّضوا الیّ تحقیق مباحث مهمّة معضلة تعجز عن تحقیقها علماء الزمان عن اٰخرهم وطلبوا منّی بسطها وتحقیقها فحققتها بالادلة المقنعة واستقصیت الکلام فیها بالادلة الشافیة الکافیة بتوفیق الله تعالیٰ وفضله فسلّموا لذلك واعجبهم ما ذکرت وعملوا بوفق ما حرّرتُ و حقّقتُ ولله الحمد والمنة۔

وبالجملة سهّل الله تعالیٰ لی هذه العلوم لاسیّما العلوم العقلیة من المنطق والفلسفة بانواعها حیثُ وَهَبَ لی فیها مقام المجتهد المطلق. فابحث فی فصولها وابوابها واحکامها و

اسبابها بالنقض والابرام وبذکر الحقائق السنیۃ وایراد الدقائق العلیّۃ حسب اصول المعقول کأنی مجتهدها ومؤسسها واغوص فی مباحث لم یغص فیها احد قبلی واستنبط علومًا واسرارًا لم یطمثهنّ احد من قبلی واستنبط خرائد لم یطمثهنّ احد غیری۔

وابدی فی الدرس بین حلقات الطلبۃ والعلماء من النکات المخفیّۃ والعلوم المستورۃ ما یظنّ السامع ان عمری مضی فی هذا الفن الواحد وفی استحکامہ۔ وهکذا حال درسی لجمیع کتب الفنون العقلیۃ والنقلیۃ وهکذا یحسب سامع کل درس لی فی جمیع الفنون وذلك لکثرۃ ما یسمع من النقض والابرام علی وفق الاصول وضبطی للاصول والفروع۔ ولکثرۃ ما یقرع سمعہ من بدائع اللطائف ولطائف البدائع۔ ولله الحمد ولا فخر۔ ذکرت نبذًا مما منّ الله بہ علیّ تحدیثًا بالنعم وترغیبًا للطلبۃ والعلماء فی جمع العلوم وهدایۃً لهم الی مسالك الفنون واشارۃً لهم الی انّ من جدّ وَجَدَ ومن دَقّ الباب ولَجّ وَلَجَ ولنعم ما قیل ؎

بِجَدٍّ لا بِجِدٍّ کل مَجدٍ　　　وهل جَدٌّ بلا جِدٍّ بمجدٍ

هذا والله اعلم وعلمہ اتم وفضلہ اجلّ ونعمہ اکمل۔

فصل ہذا میں تفسیر بیضاوی میں واقع معدودے چند اخطاء کا ذکر تنبیہاً لاہل العلم کیا جاتا ہے۔ وھذہ الاخطاء لا تحط عن مقام البیضاوی ومکانتہ فانہ عالم کبیر محقق مدقق ولقد احسن من قال لیس العالم الکبیر الذی لا یخطئ بل الکبیر من تعد اخطاؤہ وتحدد وتقل۔

(۱) بیضاویؒ نے مثلھم کمثل الذی استوقد نارًا کی شرح میں لکھا ہے الاستیقاد طلب الوقود والسعی فی تحصیلہ۔ آپ کا یہ قول مبنی ہے اس بات پر کہ استیقاد میں سین طلب کے لیے ہے۔ اور یہ تفسیر قول خلافِ اولیٰ ہے۔

اولاً تو اس لیے کہ ائمہ لغت وعلما محققین کا قول اس کے خلاف ہے۔ ائمہ لغت ومحققین کے نزدیک یہاں پر استوقد بمعنی اوقد ہے۔ قال الامام الاخفش ان الاستفعال بمعنی الافعال کاستجاب بمعنی اجاب وحکی الامام ابوزید اوقد واستوقد بمعنی کاجاب واستجاب۔

ثانیاً اس لیے کہ استیقاد بمعنی طلب الوقود محتاج ہے کلام محذوف کی طرف جو کہ اوقدھا ہے ای طلبوا نارًا فاوقدوھا۔ قول بالحذف کی ضرورت اس لیے ہے تاکہ ذھب اللہ بنورھم کا مفہوم درست ہوجائے۔ کیونکہ ذہابِ نور وجودِ نار پر دلالت کرتا ہے اور محض طلبِ نار سے تحققِ نار لازم نہیں ہے تو لامحالہ یہاں پر اوقدھا محذوف ماننا پڑے گا۔

نیز فلما اضاءت میں فاء تفریع ہے ماقبل پر۔ توماقبلِ اضاءۃ سبب ہوگا اضاءۃ کے لیے۔ اور اضاءۃ کی تفریع ایقاد پر صحیح ہے نہ کہ طلبِ وقود پر۔ اور ایقاد سببِ اضاءۃ تو ہوسکتا ہے طلبِ وقود نہیں ہوسکتا۔ بہرحال حسبِ تفصیل بیضاویؒ یہاں پر اشکالِ عظیم ہے جو بغیر قول بالمحذوف مندفع نہیں ہوتا اور اصل کلام میں عدم الحذف ہے۔ جب بغیر حذف کلام بن سکے تو قول بالمحذوف کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔

(۲) فلما اضاءت ما حولہ کی ترکیب میں بیضاویؒ نے متعدد احتمالات تبعاً للزمخشری ذکر کیے ہیں۔ ان میں ایک احتمال یہ ہے کہ اضاءت کا فاعل ضمیر ہے جو نار کو راجع ہے اور ما موصولہ ہے اور منصوب علی الظرف ہے یا ما مزیدہ ہے اور حولہ ظرف ہے اضاءت کے لیے۔

اور یہ دونوں احتمال نہایت بعید بلکہ اَبعد ہیں اور اعجاز قرآن کے شایانِ شان نہیں ہے خصوصاً زیادتِ ما کا احتمال تو عجیب تر ہے۔

احتمالِ اوّل اس لیے بعید ہے کہ ما موصولہ بمعنی اَمکنہ جب ظرف ہو تو حرفِ فی کی تصریح لازم ہے۔ کیونکہ ما معرفہ ہے۔ تو وہ مکانِ معیّن پر دال ہوگا اور تقدیر فی مکان معین میں جائز نہیں ہے۔ اس لیے جلستُ المسجدَ غیر صحیح ہے۔ صحیح جلستُ فی المسجد ہے۔ تقدیر فی ظروفِ مکانیہ مبہمہ میں جائز ہے بوجہ کثرتِ استعمال ولا کثرۃ فی الموصول المعبّر بہ عن المکان المعیّن۔ نیز اس احتمال میں ایک اور اشکال بھی ہے وھو لزوم المکان للمکان واتحاد الظرف مع المظروف وھو محال۔

تفصیلِ مقام یہ ہے کہ ما ظرفیہ موصول ہے اور حولہٗ ظرف اس کا صلہ ہے ظرف مستقر ہوکر۔ اور حول سے بھی مراد اَمکنہ ہیں اور یہ ظرف ہے ما کے لیے۔ اور مَا سے بھی مراد اَمکنہ ہیں کما صرح بہ البیضاویؒ۔ والتقدیر فلما اضاءت النار الامکنۃ التی ثبتت فی الامکنۃ۔ پس لازم آیا کہ امکنہ کے لیے امکنہ ہوں گے اور مَا سے جو امکنہ مراد ہیں حولہٗ سے بھی وہی امکنہ مراد ہیں اور یہ ہے لزوم ظرفیۃ الشیٔ لنفسہ واتحاد الظرف مع المظروف۔ اور یہ محال ہے۔ لہٰذا بیضاوی کا یہ قول درست نہیں ہے۔ علماء نے اگرچہ اس کا حل ذکر کیا ہے لیکن بہرحال اس قسم کا قول بغیر ضرورت اور دیگر احتمالاتِ صحیحہ کے ہوتے ہوئے نہ بیضاویؒ جیسے محقق کے لائق ہے اور نہ اعجاز و بلاغتِ قرآن کے شایانِ شان ہے۔

اور دوسرا احتمال کہ مَا زائدہ ہو نہایت بعید و باطل ہے۔ اوّلاً تو اس لیے کہ بغیر ضرورت قرآن میں قول بزیادۃ کلمہ محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ایسے مقام میں اس کی زیادت مسموع و منقول ہے۔ کیونکہ کلامِ عرب میں جلستُ ما مکانا یا جلستُ ما یوم الخمیس مسموع نہیں ہے۔

معلوم نہیں کہ زمخشری اور بیضاوی نے کہاں سے یہ قول اخذ کیا ہے۔ ابوحیان نحوی بحر محیط جلد اول ص۸۰ پر زمخشری کی اس وجہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں وقد الم الزمخشری بھذا الوجہ مع انہ لا یحفظ من کلام العرب جلستُ ما مجلسًا حسنًا ولا قمتُ ما یوم الجمعۃ۔ انتھی بتصرف۔

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں لاحاجۃ الی ارتکاب ما قلّ استعمالہ لاسیما زیادۃ مَا ھنا حتی ذکروا انھا لم تسمع ھنا ولم یحفظ من کلام العرب جلستُ ما مجلسًا حسنًا ولا قمتُ ما یوم الجمعۃ۔

ویالیت شعری من این اخذ ذلك الزمخشری وکیف تبعہ البیضاوی انتہی۔ شرح المعانی، ج ۱ ص۱۶۵۔

(۳) مالك یوم الدین میں ایک قرارت مَلِكِ یوم الدین ہے۔ یہ دونوں متواتر قراتیں ہیں۔ امام عاصم وکسائی یہاں پر مالکِ پڑھتے ہیں اور باقی قرار مَلِک پڑھتے ہیں۔

بیضاوی قرارتِ مَلِک کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں وھو المختار لانہ قراءۃ اھل الحرمین الخ بیضاوی نے تبعاً للزمخشری قرارت ہذا کو مختار کہا ہے۔ جمہور قرار ومحدثین کے نزدیک قراراتِ سبعہ سب مختار ہیں۔ ان میں سے کسی ایک قرارت پر دوسری قرارت کے مقابلے میں مختار کا اطلاق درست نہیں ہے۔ اسی طرح کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دوسری قرارت غیر مختار ہے اور اس میں کچھ نقص ہے۔ نیز لازم آتا ہے کہ وہ ساقط ہے۔ حالانکہ یہ تمام قراراتِ سبعہ مختار ہیں۔ اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے متواتر ثابت ہیں۔ بہرحال کسی ایک قرارت کو دوسری پر اس طرح ترجیح دینا کہ اس سے دوسری کی تنقیص لازم آئے بڑی غلطی ہے۔

لیکن بیضاوی تفسیر ہذا میں کئی جگہ پر ایسی ترجیح دیتے رہتے ہیں۔ جس سے اجتناب کرنا اولی ہے اگرچہ تاویل کرکے بیضاوی کے ایسے کلام کی توجیہ صحت کی جاسکتی ہے لیکن اس سے بچنا بہرحال اولی و احسن ہے قال ابو شامۃ قد اکثر المصنّفون فی التفاسیر من الترجیح بین قراءۃ مالك وملك حتی بالغ بعضھم الی حدّ یکاد یسقط وجہ القراءۃ الاولی وھذا لیس بمحمود بعد ثبوت القراءتین واتصاف الربّ بہما بمعناھما انتہی۔

(۴) بیضاویؒ محققین کاملین میں سے ہیں لیکن یہ افسوس کی بات ہے کہ علم حدیث سے ان کو ادنیٰ بھی مسّ وتعلق نہیں تھا۔ اور اتنے بڑے مفسر ومحقق کے لیے یہ بڑا نقص وعیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تفسیر ہذا میں موضوع وضعیف احادیث ذکر کرتے ہوئے ان سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) مثلاً تفسیر سورت فاتحہ کے آخر میں اس کی فضیلت کے سلسلہ میں ایک موضوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے عن حذیفۃ بن الیمان مرفوعًا ان القوم لیبعث اللہ علیھم العذاب حتمًا مقضیًا فیقرأ صبیٌّ من صبیانہم فی الکتاب الحمد للہ ربّ العالمین فیسمعہ اللہ فیرفع عنھم بذلك العذاب اربعین سنۃ۔ قال الحافظ العراقی انہ موضوع۔

(۲) اسی طرح آیتِ واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا کی شرح میں روایت قصہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ذکر کی ہے جو کہ موضوع ہے قال ابن حجر ان ھذا الحدیث ای حدیث

قصة رئیس المنافقین منکر وھو سلسلة الکذب لاسلسلة الذھب وآثار الوضع علیہ لائحة۔
ان دو کے ذکر پر ہی ہم اکتفا کرتے ہیں ورنہ اس قسم کے آثار و احادیثِ موضوعہ تفسیر ہذا میں بہت زیادہ ہیں۔

(۵) کئی مقامات پر آپ کی تفسیر میں واضح تضاد موجود ہوتا ہے۔ مثلاً واذا خلوا الی شیاطینھم کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شیاطین سے مراد کبار منافقین ہیں اور قائلین صغار منافقین ہیں۔ اور چند سطور قبل آپ نے ان آیات کا شانِ نزول رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبیّ کا قصہ ذکر فرمایا ہے۔ لہٰذا اس شانِ نزول کے پیش نظر قائل رئیس المنافقین ہوگا نہ کہ صغار منافقین الّا ان یقال ان قول البیضاوی ھذا مبنیّ علی غیر تلک الروایة لکن فیہ بعدٌ لایخفی۔

اسی طرح مزید کئی مواضع میں اس قسم کا تضاد آپ کی تفسیر میں موجود ہے فمن ذلک ما قال البیضاوی علی ما ذکرہ البھاء العاملی عند قولہ تعالی فی سورۃ ھود لیبلوکم ایکم احسن عملا انّ الفعل معلق عن العمل وقال فی سورۃ الملک نقیض ذلک۔ وصرح فی سورۃ ھود بانّ التوراۃ کانت قبل اغراق فرعون وقال فی سورۃ المؤمنون نقیض ذلک۔ وقال عند قولہ تعالی فی سورۃ مریم وکان رسولاً نبیاً ان الرسول لایلزم ان یکون صاحب شریعة وقال فی سورۃ الحج نقیض ذلک۔ وصرّح فی سورۃ النمل بان سلیمان علیہ السلام توجہ الی الحج بعد اتمام بیت المقدس وقال فی سورۃ سبأ نقیض ذلک ھذا۔

(۶) بیضاوی عموماً لغوی تحقیقات امام راغبؒ سے نقل فرماتے ہیں اور کشاف سے بھی اخذ کرتے ہیں لیکن گاہے گاہے تقلید زمخشری کرتے ہوئے مغالطہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی تو ایسی بات کہہ دیتے ہیں جو جمہور اہل لغت کے خلاف ہوتی ہے۔ اگر وہ ادنیٰ تحقیق کر لیتے کتبِ لغت دیکھ کر تو اس قسم کی غلطی سے بچ سکتے تھے۔ ایسی واضح غلطی اتنے بڑے محقق کے شایانِ شان نہیں ہے۔

مثلاً ویمدھم فی طغیانھم یعمھون میں لکھتے ہیں من مدّ الجیش وأمدّہ اذا زادہ وقوّاہ لامن المدّ فی العمر فانہ یعدّی باللام کاملی لھم ویدل علیہ قراءۃ ابن کثیر ویُمدّھم اہ بحاصلہ۔ قراءتِ ابن کثیر میں یُمِدُّ بضم یا من باب الافعال ہے۔ دیگر قراء یَمُدُّ بفتح یا وضم میم من باب نصر پڑھتے ہیں۔

کلام بیضاوی کا حاصل یہ ہے کہ مدّ مجرد کے دو معنی ہیں اوّل زیادت۔ دوم امہال۔ اور مدّ فی العمر بمعنی امہال ہے۔ اول متعدی بنفسہ ہے اور دوم متعدی باللام ہے۔ اور امداد یعنی

باب افعال صرف پہلے معنی یعنی زیادت پر دلالت کرتا ہے۔ امداد کے معنی مدّ فی العمر یعنی امہال نہیں آتے۔ یہ ہے کلام بیضاوی کا خلاصہ۔ لیکن محققین اہل لغت کے نزدیک علامہ بیضاوی کی دونوں باتیں غلط ہیں۔

اوّل اس لیے کہ مد بمعنی امہال بھی متعدی بنفسہ مستعمل ہے۔ اسی طرح اَمَدّ اِمداداً کا معنی صرف زادہٗ زیادۃً نہیں ہے بلکہ وہ بمعنی امہل امہالاً بھی مستعمل ہے۔ اہل لغت نے اس کی تصریح کی ہے۔ قال الجوھری مدّ اللہ فی عمرہ ومدّہ فی غیہ ای امھلہ وطوّل لہ وروی عن ابن عباس ان المدّ ھھنا بمعنی الاملاء والاملاء ھو الامھال۔ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں والحق ان الامھال ھنا محتمل والیہ ذھب الزجاج وابن کیسان فقد ورد عند من یعول الیہ من اھل اللغۃ کل منھما ثلاثیا ومزیدًا ومعدّی بنفسہ وباللام وکلاھما من اصل واحد ومعناھما یرجع الی الزیادۃ کمّاً او کیفاً انتہی۔

(۷) قاضی بیضاویؒ رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر ہذا کے بعض مواضع میں مذہبِ متکلمین کی بجائے مذہبِ فلاسفہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً عالم اور احتیاجِ عالم الی المؤثر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں وھو کل ما سواہ تعالیٰ من الجواھر والاعراض فانھا لامکانھا وافتقارھا الی مؤثر واجب لذاتہ تدل علی وجودہ۔

آپ کی یہ عبارت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ احتیاج عالم الی المؤثر کی علت امکان ہے۔ اور یہ فلاسفۂ یونان کا مسلک ہے۔ متکلمین کے نزدیک علتِ احتیاج حدوث ہی ہے۔ قاضی بیضاویؒ رحمہ اللہ امام المتکلمین ہیں۔ لہٰذا آپ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ مذہب متکلمین کے مقابلہ میں مذہب فلاسفہ کو راجح قرار دیں۔

(۸) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ گاہے اپنی رائے وغیر منصوص تاویل کو منصوص ومرفوع تفسیر پر راجح قرار دیتے ہیں۔ اور مرفوع تفسیر کی تزییف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے قیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ طریقہ قاضی بیضاویؒ جیسے متکلم وامام علماء اسلام کے شایانِ شان نہیں ہے۔

مثلاً غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کے بیان میں لکھتے ہیں وقیل المغضوب علیھم الیھود لقولہ تعالیٰ فیھم من لعنہ اللہ وغضب علیہ والضالین النصاریٰ لقولہ تعالیٰ قد ضلوا من قبل واضلوا کثیرًا وقد روی مرفوعًا اھ۔ یہاں پر تفسیر مرفوع کو ضعیف قرار دے کر اسے قیل سے ذکر کیا۔ خود بیضاوی رحمہ اللہ نے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح کی ہے۔

اخرج احمد فی مسندہ وحسنہ ابن حبان فی صحیحہ عن عدی بن حاتم واخرجہ ابن مردویہ

عن ابی ذر رضی اللہ عنہما بلفظ سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قول اللہ غیر المغضوب علیھم قال ھم الیھود ولا الضالین قال النصاری وقال ابن ابی حاتم لا اعلم فیہ خلافا عن المفسرین۔
یہ مفسرین کے اجماع کی حکایت ہے۔ پس تعجب ہے کہ تفسیر مرفوع واجماع سے اپنی رائے پر اعتماد کر کے بیضاوی نے کس طرح اور کیونکر عدول کیا۔

(۹) مفسرین کے نزدیک کسی آیت کی وہ تفسیر راجح واقوی شمار ہوتی ہے جو مرفوع یا موقوف احادیث صحیحہ میں مروی ہو۔ لیکن قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کئی آیات کی شرح میں مرفوع احادیث میں منقول تفسیر کو ترک کر کے دیگر وجوہ کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ طریقہ خلافِ اولیٰ ہے۔

مثلاً بیضاوی نے سورت یٰس کی تفسیر کرتے ہوئے آیت والشمس تجری لمستقر لھا کی تاویل میں متعدد وجوہ ذکر کی ہیں لیکن مرفوع احادیث میں مروی تفسیر کا ذکر نہیں کیا۔

علامہ بیضاوی کی عبارت یہ ہے والشمس تجری لمستقر لھا ای لحد معین ینتھی الیہ دورھا فشبہ بمستقر المسافر اذا قطع مسیرہ او لکبد السماء فان حرکتھا فیہ یوجد فیھا بطء بحیث یظن ان لھا ھناک وقفۃ قال ؎ والشمس حیری لھا بالجو تدویم۔ او لاستقرار لھا علی نھج مخصوص او لمنتھی مقدر لکل یوم من المشارق والمغارب فان لھا فی دورھا ثلثمائۃ وستین مشرقا ومغربا تطلع کل یوم من مطلع وتغرب من مغرب ثم لا تعود الیھما الی العام القابل او لمنقطع جریھا عند خراب العالم انتہی۔

وہ مرفوع حدیث جسے بیضاوی نے ترک کر دیا اور جو آیتِ متقدمہ کی تفسیر سے متعلق ہے یہ ہے
اخرج الترمذی باسنادہ عن ابی ذر قال دخلت المسجد حین غابت الشمس والنبی صلی اللہ علیہ وسلم جالس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر اتدری این تذھب ھذہ قال قلت اللہ ورسولہ اعلم فقال انھا تذھب فتستأذن فی السجود فیؤذن لھا وکأنھا قد قیل لھا اطلعی من حیث جئت فتطلع من مغربھا قال ثم قرأ وذلک مستقر لھا قال وذلک فی قراءۃ عبداللہ۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔
ترمذی ج ۲ ص ۱۷۷۔

قال الشیخ عبدالحق فی اللمعات قد ذکر لہ ای لقولہ مستقر لھا فی التفاسیر وجوہ غیر ما فی ھذا الحدیث ولا شک ان ما وقع فی الحدیث المتفق علیہ ھو المعتبر والمعتمد والعجب من البیضاوی انہ ذکر وجوھا فی تفسیرہ ولم یذکر ھذا الوجہ ولعلہ اوقعہ فی ذلک تفلسفہ نعوذ باللہ من ذلک وفی کلام الطیبی ایضا ما یشعر بضیق الصدر نسأل اللہ العافیۃ انتہی کلام الشیخ۔

(۱۰) جمہور محدثین ومفسرین وعلماء کرام کے نزدیک عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں فرمایا کئی مرفوع احادیث اس سلسلہ میں منقول ہیں۔

لیکن علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تبعاً لصاحب الکشاف لکھا ہے کہ زمانہ فترت میں چار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تھے۔ ان میں سے تین بنو اسرائیل میں سے تھے اور ایک عرب میں سے تھے۔ عربی کا نام خالد بن سنان ہے۔ بیضاوی کا یہ قول صحیح مرفوع احادیث کے خلاف ہے۔ ففی البخاری انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والاٰخرۃ ولیس بینی وبینہ نبیّ۔ وفی روایۃ اخری لیس بینی وبینہ نبی ولا رسول۔ خالد بن سنان کے بارے میں کتاب ہذا کی ایک اور فصل میں ہم تفصیلی بحث ذکر کرچکے ہیں۔ فراجعہ۔

قال فی انسان العیون ج ۱ صلـ ۲ ذکر البیضاوی تبعاً لصاحب الکشاف ان بین عیسٰی ومحمد صلی اللہ علیہما وسلم اربعۃ انبیاء ثلاثۃ من بنی اسراءیل وواحداً من العرب وھو خالد بن سنان وبعدہ حنظلۃ بن صفوان علیہما السلام ارسلہ اللہ تعالیٰ لاصحاب الرسّ بعد خالد بمائۃ سنۃٍ انتھٰی۔ ھذا واللہ اعلم۔

فصل

اِس فصل میں ہم اصول تفسیر سے متعلق چند فائدے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

فائدہ۱۔

یہاں پر ہم علم تفسیر کی تعریف و موضوع و غایت کا مختصراً ذکر کرتے ہیں :۔

حدِّ تفسیر :۔ تفسیر کے ماخذ لغوی میں تین قول ہیں۔

اوّل یہ کہ اس کا ماخذ فسر بمعنی بیان و کشف ہے۔ بنابریں وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔

قولِ ثانی۔ یہ مقلوب سفر ہے۔ کما قال البعض۔ یقال اَسفر الصبحُ ای اضاء۔ قال اللہ تعالیٰ والصبح اذا اسفر۔ یہ قول امام راغب نے ذکر کیا ہے۔ اور فرمایا کہ فسر کشف معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور سفر کشف اعیان کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ تاہم یہ قول بعید ہے کیونکہ مبنی ہے قلب پر اور قلب خلافِ اصل ہے۔

قولِ ثالث :۔ اس کا ماخذ تفسرۃ ہے وہی اسم لما یعرف بہ الطبیب المرض۔ ان آخری دو قولوں کے پیشِ نظر بھی وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔ کیونکہ تفسیر قرآن بھی کشفِ معانی اور ضیائے بصیرت کا ذریعہ ہے۔

حد اصطلاحی۔ قیل ھو علم یعرف بہ معانی القرآن بحسب الطاقۃ البشریۃ بنابریں تعریف علم قرات خارج ہوگا علم تفسیر سے۔

وقیل ھو علم یعرف بہ معانی کلام اللہ تعالیٰ و الفاظہ بحسب الطاقۃ البشریۃ۔ اس تفسیر کے لحاظ سے علم قرات داخل ہوگا علم التفسیر میں۔ کذا فی عنایۃ القاضی۔

وقیل ھو العلم الباحث عن اصول کلام اللہ من حیث الدلالۃ علی المراد و اختارہ التفتازانی وغیرہ۔

بیان موضوع وغایہ۔ علم تفسیر کا موضوع کلام اللہ ہے یعنی قرآن۔ اور اس کا غایہ ہے الوصول الی سعادۃ الدارین والاعتصام بالعروۃ الوثقیٰ۔ کذا قالوا۔ والحق عندی اَن یقال اَنَّ غایتہ الاطلاع علی مراد اللہ من کتابہ المجید۔

فائدہ (۲)

قرآن مجید سے مراد اللہ معلوم کرنے اور اس کے مطالب سمجھنے کے دو طریقے ہیں۔ اوّل تفسیر۔ دوم تاویل۔ اور یہ دونوں طریقے مستحسن اور موجبِ ثواب ہیں۔ عُرف عام میں دونوں پر تفسیر کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ تاویل کی اصل اَوْل ہے جس کا معنی ہے رجوع کرنا فکانّہ صرف الآیۃ الیٰ ما تحتہ من المعانی عند البعض اس کا ماخذ ایالۃ بمعنی سیاسۃ ہے کأنّ المؤوّل للکلام ساس الکلام ووضع المعنی فیہ موضعہ۔ تفسیر و تاویل میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

قول اول۔ ابو عبیدؒ اور بعض دیگر علماء کہتے ہیں کہ تفسیر و تاویل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ دونوں مترادفین ہیں۔

قول ثانی۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ تفسیر الفاظ مفردہ سے متعلق ہوتی ہے۔ اور تاویل معانی و جملوں سے متعلق ہوتی ہے۔ پس الفاظ و مفردات کی شرح از قبیل تفسیر ہے اور معانی و جملوں کی توضیح سے متعلق ابحاث تاویل کہلاتی ہیں۔

قولِ ثالث۔ تفسیر عام ہے تاویل سے۔ فالتاویل مایتعلق بالکتب الالٰھیۃ والتفسیر مایتعلق بھا اوبغیرھا من کتب الفنون ھذا مایعلم من کلام الراغب۔

قول رابع، تفسیر قطعی و یقینی ہوتی ہے اور تاویل ظنّی۔ پس بطریق یقین یہ کہنا کہ فلاں لفظ و آیت سے مراد اللہ یہ ہے تفسیر ہے ففیہ شھادۃ علی انّ اللہ عنی باللفظ ھذا المعنی۔ اور تاویل محتملات و معانی متعددہ میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کو کہتے ہیں ای بدون القطع وبدون الشھادۃ علی اللہ تعالیٰ ھذا واللہ اعلم۔

ھذا آخر ما تیسّر لھذا العبد الضعیف جمعہ وترتیبہ وتحریرہ وقد استراح القلم منہ ضحوۃ یوم الاربعاء الثامن والعشرین من الصفر سنۃ ۱۴۰۳ھ والحمد للہ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین ﴿

فہرست مضامین اثمار التکمیل (جزء ثانی)

مضمون	صفحہ
بیان احوال عرب	۲
عرب کے تین طبقوں کی تفصیل	۲
عرب بائدہ	۲
ثمود وارم وعمالقہ عرب بائدہ ہیں	۳
فراعنۂ ثلاثہ کا بیان	۳
نوح علیہ السلام کی اولادِ ثلاثہ کا ذکر	۴
کیا اہلِ پاکستان نسل سام میں سے ہیں یا نسل حام سے یا نسل یافث سے ؟	۴
مصنّف کی تحقیق کہ اہلِ پاکستان سامی النسل ہیں۔	۴
ان بارہ وجوہ کا ذکر جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم سامی النسل ہیں اور یہی ہمارے لئے موجب فخر ہے۔	۴
بیان عرب عاربہ	۷
عاربہ قحطان کی اولاد ہیں۔ قحطان کے اسم ونسب کا ذکر۔	۷
عند البعض قحطان ہود علیہ السلام ہیں۔	۷
عرب باقیہ یا قحطانی ہوں گے یا عدنانی۔	۷
عند البعض عربی زبان پر اوّل متکلم قحطان ہے۔	۸
مصنّف کی تحقیق لطیف کہ اوّل متکلم بالعربیہ اسماعیل علیہ السلام ہیں۔	۸
بیان عرب مستعربہ یعنی عدنانیہ	۸
ہمارے نبی علیہ السلام عدنانی ہیں۔	۸
معد بن عدنان کو اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہ السلام کے ذریعہ محفوظ رکھا کیونکہ اس کی نسل سے خاتم الانبیاء علیہ السلام نے پیدا ہونا تھا۔	۸
عدنان بخت نصر کا معاصر تھا۔	۹
بیان عکاظ	۹
مصنف کا رسالہ غایۃ الطلب فی اسواق العرب	۹
سوق عکاظ کے احوال	۱۰
سوق عکاظ کے اجراء کی تاریخ	۱۳
اس بازار کے نگران بنو تمیم تھے۔	۱۴
اسواق عرب کے انعقاد کا مقصد	۱۴
قسّ بن ساعدہ اور اس کے بعض خطبات کا ذکر	۱۴
سوق عکاظ کے سفر میں جنات نے نبی علیہ السلام سے قرآن مجید سنا تھا۔ جس کا ذکر سورت جنّ میں موجود ہے۔	۱۵
عرب کے مشہور بازاروں کی تعداد کا ذکر	۱۶
بیان سوق دومۃ الجندل	۱۷
اس سوق میں بیع بالحصاۃ کے ذریعہ خرید وفروخت ہوتی تھی۔	۱۸
بیان سوق مشقّر	۱۹
اس سوق میں بیع ملامسہ ہوتی تھی	۱۹
بیان سوق صحار	۲۰
بیان سوق دبا	۲۰
بیان سوق شحر	۲۰
بیان سوق عدن	۲۰
بیان سوق صنعاء	۲۰
بیان سوق رابیہ	۲۱
بیان سوق مجنّہ	۲۱
بیان سوق ذوالمجاز	۲۱

مضمون	صفحہ
بیان سوق حُباشہ	۲۱
بیان فارس	۲۲
فتح فارس کا ذکر	۲۲
حکومت ساسانیہ کا بیان	۲۲
نبی علیہ السلام کسریٰ نوشیروان کے عہد میں پیدا ہوئے تھے۔	۲۲
فارس کی وجہ تسمیہ	۲۲
مصنف کے رسالہ عبرۃ السائس باحوال ملوک فارس کا بیان۔	۲۳
فارس کے ملوک کینیہ و ساسانیہ کا بیان	۲۳
قتل دارا کے بعد کے احوال	۲۳
اول بادشاہ کیومرث وغیرہ کی تاریخ	۲۳
ملوک فرس کے چار طبقے ہیں۔	۲۴
قول ابن حبیب کہ کیومرث جنّی تھا اور نوع انسان کا پہلا بادشاہ جشاد تھا۔	۲۴
مصنّف کی تحقیق میں ابن حبیب کا قول بوجوہ ستہ درست نہیں ہے۔	۲۵
وفات آدم علیہ السّلام کے وقت اولادِ آدم کی تعداد	۲۵
کیومرث کی مزید تحقیق	۲۵
کیومرث کے بادشاہ بننے کی تفصیل	۲۵
بعض کا قول ہے کہ نبی آدم کا پہلا بادشاہ اوشہنج تھا	۲۶
ملوک فارس میں ضحّاک کے احوال کا ذکر	۲۷
عید مہرجان و نوروز کی تقرری کے اسباب	۲۸
ابتداء سے تاظہور اسلام ملوکِ فارس کے اسماء و مدتِ حکومت وغیرہ احوال کا عجیب نقشہ۔	۳۰
شاہ جمشید کی سرکشی	۳۰
ابراہیم علیہ السّلام ضحاک و افریدون کے عہد میں تھے	۳۱
افریدون بادشاہ کا ترجمہ	۳۱
تُرک افریدون کی اولاد ہیں	۳۲
ایران کی وجہ تسمیہ	۳۲
موسیٰ علیہ السلام بادشاہ منوچہر کے معاصر ہیں	۳۲
افریدون کا اپنی بیٹی سے بدکاری کرنے کا قصہ	۳۲
بادشاہ کیکاؤس سلیمان علیہ السلام کا معاصر تھا اور بحکم سلیمان علیہ السلام شیاطین اس کے تابع تھے۔	۳۳
بختنصر لہراسف کا گورنر تھا	۳۴
بختنصر کے زمانے کی تعیین	۳۴
دارا اکبر حمایہ بنت بھمن کا بیٹا بھی تھا اور بھائی بھی	۳۵
ترجمۂ دارا اصغر	۳۵
سکندر اور دارا کی جنگ کی تفصیل	۳۵
سکندر کے بعد ملوک یونانیہ کا جدول	۳۶
قتل دارا کے بعد طوائف الملوکی کی مدت اور دیگر احوال کی تفصیل	۳۷
طوائف الملوکی کے بعد مملکت ساسانیہ کے بانی اوّل اردشیر کا ذکر	۳۷
مانی بن یزید زندیقِ فرس اور اس کے قتل کا ذکر	۳۷
لفظ زندیق کا مأخذ	۳۸
اصولِ استحکام مملکت کا قصّہ	۳۸
سابور ذوالاکتاف کی وجہ تسمیہ	۳۹
بناءِ خورنق کا قصّہ	۴۰
بہرام جور بن یزدجرد کی شجاعت و قوت کے عجیب قصّے۔	۴۰
شاہ فیروز کا زمانۂ قحط میں عجیب انتظام	۴۲
ترجمہ بادشاہ قباذ بن فیروز	۴۲
انوشیروان کے تولّد کا عجیب قصّہ	۴۲
عہد قباذ میں مزدک بانی فرقۂ مزدکیہ ظاہر ہوا	۴۳

مضمون	صفحہ
بیان فرقہ مزدکیہ	۴۲
ترجمۂ انوشیروان	۴۳
نبی علیہ السّلام اور والد نبی علیہ السّلام کا مولد اسی کے عہدِ حکومت میں ہوا تھا۔	۴۴
مولد نبی علیہ السّلام کے وقت مملکت ایران وغیرہ میں بعض امورِ خارقہ کا ظہور۔	۴۴
انوشیروان کی مجلس میں بارہ امور کا ذکر اصول مملکت کے بارے میں۔	۴۵
اس شخص کا ذکر جس نے سب سے پہلے بیت اللہ شریف کو غلاف پہنایا۔	۴۵
ان حروب فارس و روم کا ذکر جن میں آیت الم غلبت الروم نازل ہوئی۔	۴۶
ترجمہ ابرویز جس نے نبی علیہ السّلام کے خط کو چاک کیا تھا۔	۴۷
بیان حکومت بنات کسریٰ جن کے بارے میں نبی علیہ السّلام نے لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ فرمایا۔	۴۹
احوال یزدجرد آخر ملوک ساسان جو خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل ہوا۔	۵۰
نبی علیہ السّلام کے ان خطوط کی تفصیل جو آپ نے بادشاہوں کو بھیجے تھے۔	۵۱
کسریٰ کا نبی علیہ السّلام کی گرفتاری کے لئے آدمی بھیجنا اور نبی علیہ السّلام کا انہیں کسریٰ کے قتل ہو جانے کی اطلاع دینا۔	۵۳
ملوک فارس کی تعداد اور مدتِ حکومت	۵۵
تمام دنیا کی عمر اور تواریخ انبیاء۔ از وقت ھبوط آدم علیہم السّلام۔	۵۵
مصنّف کے رسالۂ النظرۃ الی الفترۃ کا ذکر۔	۵۶
فترت کے مصداق تین ہیں	۵۶
فترۃ الوحی کے تین سالوں کا ذکر	۵۶
فترت قسم ثانی کا بیان	۵۷
فترت قسم ثالث کا بیان	۵۷
کیا عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السّلام کے مابین زمانے میں کوئی نبی مبعوث ہوا تھا؟	۵۷
کیا خالد بن سنان نبی تھے؟	۵۸
ترجمۂ خالد بن سنان۔	۵۸
زمانۂ فترت میں بعثت انبیاء علیہ السّلام کی تحقیق	۶۰
ترجمۂ حاتم طائی مشہور سخی	۶۱
حاتم طائی کی بیٹی کا قصّہ	۶۲
کیا حاتم موحد تھا؟ یہ لطیف و بدیع بحث ہے۔	۶۳
مصنّف کی تحقیق کہ حاتم موحّد و ناجی ہے اور اس دعویٰ کی تائید کے لئے دس دلائل لطیفہ کا ذکر۔	۶۳
عبداللہ بن جدعان کا ترجمہ۔	۷۱
ایک لطیف و شریف بحث کہ کیا اہلِ فترت ناجی ہیں یا غیر ناجی۔	۷۲
اصحاب کہف کا بیان	۷۵
ان کے زمانہ پر بحث	۷۵
ان کی تعداد و اسماء کا ذکر۔	۷۶
عجیب فوائد اسماء اصحاب کہف	۷۶
عمرو بن لحیّ کے احوال	۷۸
عمرو عرب میں پہلا شخص ہے۔ جس نے دینِ ابراہیمی کو بدل ڈالا اور بت پرستی رائج کی۔	۷۹
تلبیہ بدلنے کا قصّہ	۷۹
بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ۔ حامی کا بیان	۸۰
بیان فلسطین۔	۸۰

فرات اور اس کے طول و منبع کا بیان	۸۱	بیان بناء ابراہیمی	۹۱
قریش کا بیان	۸۲	بناء عمالقہ	۹۳
قریش کی وجہ تسمیہ	۸۲	بناء قریش کی تفصیل	۹۴
ذکر قحطان و نسب قحطان	۸۳	ان امور کا بیان جو بناء قریش کے وقت درپیش ہوئے	۹۵
کیا قحطان ھود علیہ السلام کے بیٹے ہیں ؟	۸۳	بناء قریش کی آٹھ خصوصیات	۹۷
ان لوگوں کی دلیل کا ذکر جو قحطان کو اولاد اسماعیل		بناء ابن زبیرؓ کا ذکر	۹۹
علیہ السّلام میں سے مانتے ہیں۔	۸۴	قرامطہ کا کعبۃ اللہ پر قبضہ کرنا اور حجر اسود کو اُٹھا	
بنا بریں کل عرب اولادِ اسماعیل علیہ السّلام ہیں۔	۸۴	کر لے جانا۔	۱۰۰
قریظہ کا بیان	۸۴	بناء حجّاج کا ذکر	۱۰۰
بیان قزح	۸۵	طینۃ نبی علیہ السّلام کا مأخذ کعبہ ہے۔	۱۰۱
بیان کوفہ اور اس کی وجوہ تسمیہ۔	۸۵	ذکر اشکال اور اس کا جواب	۱۰۱
عجیب مفاخرہ بین اہلِ کوفہ و بصرہ	۸۵	تولیت کعبہ کی تفصیل لطیف	۱۰۲
مسجد کوفہ کے فضائل	۸۶	بیت اللہ شریف کی چابی کا عجیب قصہ	۱۰۴
ذکر کرمان	۸۶	بیان اللات	۱۰۴
تفصیل احوال کعبۃ اللہ	۸۷	بیان مصر	۱۰۵
بناء کعبہ سے قبل مقام ہٰذا کے احوال	۸۷	مصر کے فضائل اور وجہ تسمیہ	۱۰۵
بیت اللہ کی سمت پر ساتوں آسمانوں میں بیت اللہ ہے	۸۷	عیوب مصر کا قصہ	۱۰۶
اسلام سے قبل بڑے بڑے بادشاہ کعبہ کی تعظیم کے		بیان مزدلفہ	۱۰۷
معتقد تھے۔	۸۸	بیان منیٰ	۱۰۷
بیت اللہ کے اندر خزانے کا بیان	۸۸	بیان مدینہ طیبہ	۱۰۸
اس بات کا بیان کہ تمام انبیاء علیہم السّلام کا قبلہ		فضائلِ مدینہ	۱۰۸
بیت اللہ تھا۔	۸۹	اسماء مدینہ	۱۰۸
بعض منجمین کا یہ قول کہ بیت اللہ کی یہ عظمت زحل		اس کے اوّل باشندوں کا ذکر	۱۰۸
کی مرہون ہے، باطل ہے۔	۹۰	بیانِ مکہ مکرمہ	۱۰۹
نوح علیہ السّلام کی کشتی نے طوافِ کعبہ کیا	۹۱	مکہ کی وجوہ تسمیہ	۱۰۹
تعمیر بیت اللہ کی تفصیل	۹۱	اسماء مکہ مکرمہ	۱۰۹
اس بات کی تفصیل کہ بیت اللہ کی تعمیر گیارہ مرتبہ ہوئی ہے	۹۱	کیا مکہ افضل ہے مدینہ سے یا بالعکس اور ذکر دلائل طرفین	۱۱۰

عنوان	صفحہ
ذکر مشعر حرام	۱۱۰
ذکر محسر	۱۱۰
ذکر مسجد حرام	۱۱۱
مسجد حرام کی توسیع کا بیان	۱۱۱
کیا سارے حرم پر مسجد کا اطلاق ہوتا ہے؟	۱۱۱
مسجد ہذا میں فضیلت نماز کا ذکر	۱۱۲
مسجد حرم میں تین سو انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔	۱۱۲
قبر اسماعیل علیہ السّلام کا مقام	۱۱۲
بیان مروہ	۱۱۳
صفا و مروہ پر نصب بتوں کا بیان	۱۱۳
بیان میل - برید - فرسخ - ذراع	۱۱۴
بیان نائلہ و اساف	۱۱۵
بدکاری کی وجہ سے اساف و نائلہ کا مسخ ہوکر پتھر بننے کا قصّہ۔	۱۱۵
اہل جاہلیت طواف اساف سے شروع کرتے تھے۔	۱۱۷
قبیلۂ نضیر کے احوال	۱۱۸
نجران کا ذکر	۱۱۸
قرآن میں مذکور قصۂ اخدود نجران میں واقع ہوا تھا۔	۱۱۸
مدینہ میں وفد نجران کی آمد کا قصّہ۔	۱۱۹
دریائے نیل کا بیان	۱۲۰
یہ طویل تر دریا ہے۔	۱۲۰
فتح مصر کے بعد پہلے سال نیل کا خشک ہونا اور پھر خطِ عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا موجزن ہونا۔	۱۲۱
حدیث اربعۃ انھا تخرج من اصلھا منھا النیل والفرات کا مطلب۔	۱۲۲
فرات میں جنتی انار کا قصہ	۱۲۲
بیان شہر واسط	۱۲۳
شہر واسط کی تعمیر کا عجیب قصہ	۱۲۳
بیان یمن	۱۲۴
یمن کی وجہ تسمیہ	۱۲۴
سلاطین یمن کے اسماء و مدت حکومت و بعض احوال کا مفید نقشہ و جدول۔	۱۲۵
قصّہ اصحاب اخدود کی تفصیل۔	۱۲۶
ابرہہ صاحب قصّہ فیل کے واقعہ کی تفصیل۔	۱۲۷
تاریخ مولد نبی علیہ السّلام کا بیان۔	۱۲۹
سیف بن ذی یزن سے عبد المطلب کی ملاقات کرنا اور اس کا عبد المطلب کو خاتم الانبیاء کے ظہور کی بشارت دینا۔	۱۳۱
بیان یوم سبت	۱۳۲
ہفتہ میں محترم دن یوم جمعہ ہی ہے۔	۱۳۳
یہود و نصاریٰ نے یوم سبت و یوم احد کی تعیین میں غلطی کی۔	۱۳۳
یہود پر دراصل جمعہ کی تعظیم لازم کردی گئی تھی، پھر انھوں نے یوم سبت کو پسند کیا۔	۱۳۳
اسلام میں عبادت کے لئے جمعہ کی تقرری کی گیارہ وجوہ کا ذکر۔	۱۳۵
جاہلیت میں اور مختلف زبانوں میں ہفتے کے سات دنوں کے نام۔	۱۳۷
فصل در بیان فرق مختلفہ	۱۳۸
مصنف کے رسالہ المطالب المبرورہ فی الفرق المشہورہ کا ذکر۔	۱۳۸
بیان فرقہ کرامیہ	۱۳۸
کرامیہ مجسمہ فرقہ ہے۔	۱۳۸
بیان فرقہ صابئہ۔	۱۳۹

عنوان	صفحہ
صابئہ کا بانی بوداسف تھا۔	۱۳۹
یہ کواکب پرست فرقہ ہے۔	۱۴۰
فرقہ صابئہ کے بعض عقائد	۱۴۰
بیان فرقہ حشویہ	۱۴۱
بیان فرقہ ظاہریہ۔	۱۴۲
یہ داؤد ظاہری کے اتباع ہیں۔	۱۴۲
پانچوں مذاہب کی تعظیم لازم ہے۔	۱۴۲
داؤد ظاہری رحمہ اللہ کے احوال	۱۴۳
داؤد کی قناعت و زہد کا عجیب قصہ	۱۴۴
کیا ظاہریہ کا قول احکام فقہ میں معتبر ہے۔	۱۴۶
بیان فرقۂ خوارج	۱۴۷
بیان فرقۂ مرجئہ	۱۴۸
ان کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے اور معاصی سے کوئی نقصان نہیں ہوسکتا۔	۱۴۸
مرجئہ کے بارے میں مرفوع حدیث کا ذکر	۱۴۸
بعض جہال کا امام ابوحنیفہؒ کو مرجئہ کہنا بڑی غلطی ہے	۱۴۹
امام ابوحنیفہؒ کی برأت کے بارے میں بحث بدیع و لطیف۔	۱۴۹
ارجاء کی تین قسمیں	۱۵۰
بیان فرقہ جہمیہ	۱۵۱
جہمیہ فرقہ جبریہ ہے۔	۱۵۲
بیان فرقۂ معتزلہ	۱۵۳
تفصیل عقائد معتزلہ	۱۵۳
معتزلہ کے چند فرقوں کا بیان۔	۱۵۵
بیان فرقہ شیعہ۔	۱۵۵
تشیع کی بنیاد یہود نے رکھی۔	۱۵۵
تشیع کے چند فرقوں کا ذکر۔	۱۵۶
شیعوں کے بعض گمراہ عقائد	۱۵۶
بعض شیعہ علی رضی اللہ عنہ میں خدا کے حلول کے قائل ہیں۔	۱۵۷
فریب و غدر ہر شیعہ کی سرشت میں داخل ہے	۱۵۸
شیعوں کے غدر کی تفصیل۔	۱۵۸
بیان فرقۂ مجوس۔	۱۵۹
مجوس دو خالقوں کے قائل ہیں	۱۵۹
عقیدہ مجوس دو قاعدوں پر مبنی ہے۔	۱۵۹
تفصیل دین مجوس	۱۶۰
تخلیق شیطان کا سبب مجوس کی رای میں۔	۱۶۰
مجوس کے عقیدہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ اور شیطان میں جنگ ہوئی۔ پھر فرشتوں نے مصالحت کرا دی۔	۱۶۰
بیان فرقہ زردشتیہ۔	۱۶۲
زردشت کا بیان۔	۱۶۳
زردشت کا خیال نور و ظلمت کے بارے میں۔	۱۶۳
بیان فرقہ ثنویہ۔	۱۶۴
بیان فرقۂ مانویہ۔	۱۶۴
شمس و قمر کے انوار کے بارے میں ان کا عقیدہ	۱۶۵
بیان فرقہ مزدکیہ	۱۶۶
مزدکیہ کو اہل فارس زندیق کہتے تھے اور یہی فرقہ لفظ زندیق کا مأخذ ہے۔	۱۶۷
مزدکیہ زمانہ قدیم کے کمونسٹ ہیں بلکہ وہ بعض وجوہ میں کمونسٹوں سے بھی آگے ہیں۔	۱۶۷
فرقہ دیصانیہ	۱۶۷
بیان یہود	۱۶۷
بیان نصاریٰ	۱۶۸

مضمون	صفحہ
فصل در احوال انبیاء علیہم السلام	۱۶۹
مصنف کی کتاب مرآۃ النجباء فی تاریخ الانبیاء کا ذکر۔	۱۶۹
ذکر آدم علیہ السلام	۱۶۹
حدیث ان اللہ خلق مائۃ الف آدم	۱۷۰
مولد خاتم الانبیاء علیہ السلام کی تاریخ	۱۷۰
نوح علیہ السلام کے احوال	۱۷۱
ان کے ابناء ثلاثہ حام سام یافث کا ذکر	۱۷۱
اہلِ پاکستان کس کی اولاد ہیں	۱۷۱
ذکر صابی بانی فرقہ صابیہ	۱۷۱
وفار التنور کا مطلب	۱۷۲
طوفان نوح کی تاریخ پر بحث	۱۷۲
ابراہیم علیہ السلام کے احوال	۱۷۳
ابراہیم علیہ السلام کا والد تارخ ہے نہ کہ آزر	۱۷۳
فضائلِ ابراہیم علیہ السلام	۱۷۳
ذکر عزیر علیہ السلام	۱۷۵
ذکر موسیٰ علیہ السلام	۱۷۵
موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو تھپڑ مارنا۔	۱۷۵
موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تاریخ وفات کی تحقیق لطیف۔	۱۷۶
مدین میں ان کی شادی کا قصہ	۱۷۶
ذکر حدیث اصدق النساء فراستہً امرأتان۔	۱۷۷
ذکر اسماعیل علیہ السلام	۱۷۷
ذکر ہارون علیہ السلام	۱۷۷
کیا قبر ہارون ع جبل اُحد میں ہے۔	۱۷۷
وفات موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا بیان	۱۷۸
ذکر زکریا علیہ السلام	۱۷۸
ذکر شعیب علیہ السلام	۱۷۸
ذکر حزقیل علیہ السلام	۱۷۹
ذکر یوسف علیہ السلام	۱۷۹
یوسف علیہ السلام کی احوال کے بارے میں تاریخی تحقیق۔	۱۸۰
داؤد علیہ السلام کا ذکر۔	۱۸۰
زمانۂ داؤد علیہ السلام پر تاریخی بحث۔	۱۸۱
ذکر سلیمان علیہ السلام	۱۸۱
بیت المقدس کی تعمیر و وسعت و بلندی و تاریخ کی تحقیق۔	۱۸۲
سلیمان علیہ السلام کی مدت حکومت اور دیگر انبیاء کی وفات کی تاریخوں کی عجیب تحقیق۔	۱۸۲
ذکر ادریس علیہ السلام	۱۸۲
چار انبیاء علیہم السلام ابھی تک زندہ ہیں۔	۱۸۳
علوم فلاسفہ ادریس علیہ السلام سے ماخوذ ہیں۔	۱۸۳
ادریس علیہ السلام کے زمانے کی تحقیق	۱۸۳
ذکر یحییٰ علیہ السلام	۱۸۳
قتل یحییٰ علیہ السلام کا ذکر	۱۸۳
بناء جامع مسجد دمشق کے وقت ایک غار میں صندوق ملا۔ جس میں یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک موجود تھا۔	۱۸۴
یحییٰ علیہ السلام قیامت میں موت ذبح فرمائیں گے	۱۸۴
ذکر عیسیٰ علیہ السلام	۱۸۴
کیا مریم نبیہ تھیں ؟	۱۸۵
نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی شادی و مدت حیات و موضع قبر وغیرہ احوال کا ذکر۔	۱۸۵
مختصر احوال خاتم الانبیاء علیہ السلام کا ذکر۔	۱۸۵

مضمون	صفحہ
ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب۔	۱۸۵
آپ کے نو چچوں کا ذکر۔	۱۸۶
بنات عبد المطلب کے نام	۱۸۶
عبد المطلب کی چھ بیویوں کے نام اوران کی اولاد کی تفصیل۔	۱۸۶
تاریخ مولد نبی علیہ السلام کی تحقیق	۱۸۶
سوموار کے دن کی خصوصیت	۱۸۷
آپ کی ولادت دن کو ہوئی یا رات کو	۱۸۷
ولادت کے بعد آپ کا کلام کرنا	۱۸۷
نبی علیہ السلام کے والدین کے ایمان کی بحث۔	۱۸۸
آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں۔ سوائے ابراہیم کے۔	۱۸۹
آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی بحث۔	۱۸۹
ازواج مطہرات کے نام	۱۹۰
ذکر ابناء ابراہیم علیہ السلام	۱۹۰
ابراہیم علیہ السلام کی ازواجِ ثلاثہ اوران کی اولاد کی تفصیل۔	۱۹۱
آپنے اپنے بیٹوں کو زمین کے مختلف خطوں میں بھیجا۔	۱۹۱
ذکر ابناء اسماعیل علیہ السلام	۱۹۱
ذکر اولاد یعقوب علیہ السلام	۱۹۲
بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کا ذکر۔	۱۹۲
کیا جمع بین الاختین فی النکاح پہلے جائز تھا؟	۱۹۲
اسحاق علیہ السلام کی اولاد و اولادِ اولاد کی تفصیل۔	۱۹۳
موسیٰ و ہارون و زکریا و سلیمان و یوسف و یونس و ایوب و خضر و الیاس علیہم السلام کے نسب کے سلسلے۔	۱۹۳
ذکر قصہ ہاروت و ماروت۔	۱۹۴
کیا قصۂ زہرہ صحیح ہے؟	۱۹۴
فیل خنزیر ضب دب قرد عقرب عنکبوت ارنب زہرہ وغیرہ تیرہ مسوخوں کا ذکر۔	۱۹۵
قصہ ہاروت ماروت میں علماء کے اقوال۔	۱۹۵
ابن عمر کا زہرہ کو سبّ وشتم کرنا اور اس کی توجیہ	۱۹۶
بیان جنّ	۱۹۶
معتزلہ فلاسفہ جہمیہ وجود جنّ کے منکر ہیں۔	۱۹۶
جنّ وشیاطین ایک نوع ہیں۔	۱۹۷
ابوالجن کا نام شومیا ہے	۱۹۷
کیا ابلیس ابوالجن ہے؟	۱۹۸
جنّ کی تین قسمیں	۱۹۸
کیا جنّ انسان کیطرح اکل وشرب کرتے ہیں؟	۱۹۹
کیا نوع جنّ میں رسول ونبی آئے تھے؟	۱۹۹
جنّات کے دخولِ جنّت کی بحث۔	۲۰۰
جنّی وانسی میں جواز و عدم جواز نکاح کی مفصّل بحث۔	۲۰۰
جلال الدین کے نکاح مع جنّیہ کا عجیب قصہ۔	۲۰۱
احوال ابلیس	۲۰۱
ابلیس کا نام وکنیت	۲۰۱
ابلیس وشیطان کا فرق	۲۰۲
اصلِ لفظ شیطان میں دو قول ہیں	۲۰۲
کیا ابلیس نوع ملائکہ میں سے تھا یا نوع جنّ میں سے؟ یہ بحث نہایت اہم ہے۔	۲۰۳
امام شعبی کا قصہ۔	۲۰۴
بعض اولادِ ابلیس کے نام اور شرارتوں کا ذکر۔	۲۰۴
ابلیس کا تخت سمندر پر ہے۔	۲۰۵

ایک غریب و عجیب قصہ کہ امریکہ میں بعض لوگ ابلیس کی باقاعدہ پرستش کرتے ہیں۔ ۲۰۵
ابلیس کی پرستش کرنے والوں کے قصے کی تفصیل۔ ۲۰۶
ذکر خضر علیہ السّلام ۲۰۷
نسب خضر علیہ السلام میں متعدد اقوال کا ذکر ۲۰۸
نبوّت خضر علیہ السلام میں اختلاف ہے ۲۰۸
حیات خضر علیہ السلام کی بحث ۲۰۸
مریم علیہا السلام کا ذکر۔ ۲۱۰
نسب مریم کا بیان۔ ۲۱۰
کیا مریم نبیّہ تھیں۔ ۲۱۱
ذکر ملائکہ علیہم السلام ۲۱۱
مصنّف کے رسالہ اعلام الکرام باحوال الملائکۃ العظام کا ذکر۔ ۲۱۱
حقیقتِ ملائکہ میں نو مذاہب کا ذکر۔ ۲۱۲
حقیقتِ ملائکہ میں مذہب فلاسفہ کا بیان ۲۱۳
فلاسفہ کا قول کہ عقول عشرہ ملائکہ ہیں اور عقل فعّال جبریل ہے، باطل ہے، بوجوہ سبعہ۔ ۲۱۳
بیان جبریل علیہ السلام ۲۱۶
لفظ جبریل کا مطلب ۲۱۶
ہر نبی اور خدا کے مابین سفیر جبریل علیہ السلام ہوتے تھے ۲۱۷
کیا اللہ تعالیٰ اور ہمارے نبی علیہ السلام کے درمیان چند سال تک سفیر اسرافیل علیہ السلام تھے؟ ۲۱۷
اس سلسلے میں ذکر تحقیق سیوطی رحمہ اللہ۔ ۲۱۸
ذکر تعداد نزول جبریل علیہ السلام علی النبی علیہ السلام ۲۱۹
کیا موت نبی علیہ السلام کے بعد جبریل علیہ السلام کا نزول زمین پر منقطع ہوا؟ ۲۲۰
نبی علیہ السلام نے صرف دو مرتبہ جبریل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھا تھا۔ ۲۲۱
بیان عزرائیل علیہ السلام ۲۲۲
عزرائیل کے معاون فرشتے۔ ۲۲۲
تخلیق آدم علیہ السلام کے لئے زمین سے مٹی اُٹھانے والے عزرائیل علیہ السلام تھے۔ ۲۲۲
کسی کی موت پر رونے والوں سے عزرائیل کا کلام۔ ۲۲۳
نیک شخص کی موت کے وقت آپ اچھی شکل میں اور بُرے شخص کی موت کے وقت خوفناک شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ۲۲۴
کسی کی اجل پوری ہونے کا عزرائیل کو کیسے پتہ چلتا ہے؟ ۲۲۵
پہلے زمانے میں عزرائیل امراض کے بغیر کسی کے پاس ظاہر ہو کر جان لیتے تھے۔ ۲۲۷
حیوانات کی ارواح کون قبض کرتا ہے؟ ۲۲۸
ملک الموت پر کثرت سے صلاۃ پڑھنے کا فائدہ۔ ۲۲۹
ذکر اسرافیل علیہ السلام ۲۳۰
افضل الملائکہ چار ہیں۔ ۲۳۰
اسرافیل علیہ السلام کا مقام قرب عند اللہ۔ ۲۳۰
وحی کی اطلاع اولاً اسرافیل علیہ السلام کو دی جاتی ہے، بعدہ جبرئیل علیہ السلام کو۔ ۲۳۰
قیامت کے دن سب سے پہلے اسرافیل علیہ السلام سے سوال کیا جائیگا۔ ۲۳۱
ہمارے نبی علیہ السلام کے پاس اسرافیل علیہ السلام کے آنے کا ذکر۔ ۲۳۱
بچوں کی صورتوں پر موکّل فرشتہ اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ ۲۳۱

ذکر میکائیل علیہ السلام ۲۳۲
خروج دجال کیوقت میکائیل علیہ السلام ہی مکہ مکرمہ کے محافظ ہوں گے۔ ۲۳۲
میکائیل ارزاق و امطار پر موکل ہے۔ ۲۳۲
تقدیر کے بارے میں اشکال اور اسکا دفع۔ ۲۳۲
ذکر ذوالقرنین۔ ۲۳۳
کیا ذوالقرنین نبی تھے؟ ۲۳۳
سبب تسمیہ ذوالقرنین۔ ۲۳۳
آپ کے نام میں کئی اقوال ہیں۔ ۲۳۳
ذوالقرنین کی عمر کا بیان۔ ۲۳۴
اسکندر ۲ دو ہیں۔ ۲۳۴
اسکندر رومی یونانی قاتل دارا کا ترجمہ۔ ۲۳۴
بعض علماء کہتے ہیں کہ قرآن میں مذکور ذوالقرنین یہی اسکندر رومی ہے۔ ۲۳۵
مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ ذوالقرنین و اسکندر رومی ۲ دو شخص ہیں۔ ۲۳۵
مذکورہ صدر دعوی کی چھ دلیلیں۔ ۲۳۵

فصل در بیان فوائد۔ ۲۳۸

بیان دینار، درہم مثقال صاع رطل۔ ۲۳۸
مصنف کی نظم بیانِ اوزان میں۔ ۲۳۹
مہر شرعی کی مقدار میں علماء کی غلطی کا بیان۔ ۲۴۰
قبائل عرب کا بیان۔ ۲۴۰
ترتیب قبائلِ عرب۔ ۲۴۰
لقب شیخ الاسلام کی تشریح۔ ۲۴۱
بیان کسریٰ وقیصر۔ ۲۴۳
اوّل مسمّٰی بہ قیصر میں پانچ اقوال ہیں۔ ۲۴۳
قیصر کے معنی کا بیان۔ ۲۴۴
مزید احوال قیصر۔ ۲۴۴
لفظ کسریٰ کی تحقیق بدیع۔ ۲۴۵
مطلب حدیث اذا هلك قيصر فلا قيصر بعدہٗ و اذا هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعده۔ ۲۴۶
مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے القاب کا عجیب فائدہ۔ ۲۴۶
صحابی کی دس تعریفوں کا لطیف بیان۔ ۲۴۶
صحابہ تین قسم پر ہیں۔ ۲۵۰
تابعی کی تعریف کا بیان۔ ۲۵۰
تابعین کے پندرہ طبقوں کا بیان۔ ۲۵۱
عربی و اعراب کا بیان۔ ۲۵۱
لفظ شیخان کے مصداق کی عجیب تفصیل ۲۵۱
تراجم خلفاء اربعہ اور انکی حکومت کی مدت ۲۵۲
مطلب حدیث الخلافة بعدی ثلاثون سنة ۲۵۳
جاہلیت کے مطلب پر بحث شریف۔ ۲۵۳
جاہلیت دو قسم پر ہے۔ ۲۵۳
جاہلیت کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ ۲۵۴
جاہلیت کے مأخذ میں مصنف کی رائے ۲۵۴
جاہلیت اُولیٰ کی تحقیق۔ ۲۵۵
متعدد انبیاء علیہم السلام کی ولادت سے قبل جاہلیت کا ذکر۔ ۲۵۶
فائدہ در بیان حساب جمل۔ ۲۵۶
حساب جمل کی تحقیق۔ ۲۵۶
کلمات ابجد ہوز الخ دراصل بادشاہوں کے نام تھے۔ ۲۵۷
کلمات ابجد کی تاریخی تحقیق۔ ۲۵۸
فائدہ در بیان زندیق۔ ۲۵۸
مصنف کے رسالہ التحقیق فی الزندیق کا ذکر ۲۵۸
زندیق کی تفسیر میں متعدد اقوال کا ذکر ۲۵۸
مصنف کا قول زندیق کی تعریف میں ۲۵۹
مصنف کی تعریف جامع کے بارہ فوائد کا ذکر ۲۵۹
بعض اہلِ بدعت بھی زندیق ہیں۔ ۲۶۰
قادیانی فرقہ کے دونوں گروہ زندیق ہیں۔ ۲۶۱
از روئے شرع قادیانی کسی مملکتِ اسلامیہ میں اقامت کے مجاز نہیں۔ ۲۶۱
قادیانی جزیہ ادا کرکے بھی اسلامی مملکت میں اقامت نہیں کر سکتے۔ ۲۶۱
قادیانیوں کے زندیق ہونے کی وجوہ۔ ۳۶۱
منکر حجیت حدیث بھی زندیق ہے۔ ۲۶۳
قرآن کی تحریف کرنیوالے بھی زندیق ہیں۔ ۲۶۴
امر ثانی لفظ زندیق کے مأخذ کی تحقیق شریف ۲۶۵
ترجمہ زرتشت رہبر مجوس۔ ۲۶۵
فائدہ شعراء کے چھ طبقوں کا بیان۔ ۲۶۶
کون سے طبقے کا کلام حجت ہے اور کون سے کا حجت نہیں۔ ۲۶۷
ثریا کا بیان ۲۶۸
حدیث میں ابوحنیفہؒ کو ثریا کے ساتھ تشبیہ دینے کا بیان۔ ۲۶۸

فصل بیضاوی کے شراح و محشین کا بیان ۲۷۰

عبد ضعیف روحانی مصنف کتاب کا مختصر ترجمہ۔ ۲۷۵

فصل تفسیر ہٰذا میں بیضاوی کے چند اخطاء کا بیان۔ ۲۸۲

فصل در بیان فوائد اصول تفسیر۔ ۲۸۹

فهرستُ مؤلفات الروحَاني البَازي

أعلى الله درجاته في دارالسّلام و طيّب آثاره

ندرج ههنا مؤلفات المحدّث المفسّر الفقيه الرحلة الحجّة الشهير في الآفاق جامع المعقول و المنقول أمير المؤمنين في الحديث العلامة الأوحدي و الفهامة اللوذعي الشاعر اللغوي الأديب الشيخ مولانا محمد موسى الروحاني البازي وآثاره العلمية الخالدة . رَحمه الله تعالى رحمة واسعة .

﴿ **قال الشيخ الروحاني البازي رحمه الله تعالى في بعض مؤلفاته :** تصانيفي بعضها باللغة العربية وبعضها بلغة الأردو وبعضها بالفارسية وغيرها من الألسنة ثم إن بعضها مطبوعة وبعضها غير مطبوعة لعدم تيسر أسباب الطباعة . و بعضها صغار و بعضها كبار و بعضها في عدة مجلدات .

وقد وفّقني الله تعالى للتصنيف في جميع الفنون الرائجة قديمًا وحديثًا في علماء الإسلام رحمهم الله تعالى مثل فنّ علم التفسير و فنّ أصوله و علم رواية الحديث و علم الفقه و أصوله و علم اللغة العربية و الأدب العربي و علم الصرف و علم الاشتقاق و علم النحو و علم الفروق اللغوية و علم العروض و علم القافية وعلم أصول العروض و في الدعوة الإسلامية والنصائح و علم المنطق و علم الطبيعي من الفلسفة و علم الإلهيات و علم الهيئة القديمة و علم الهيئة الحديثة و علم الأخلاق و علم العقائد الإسلامية وعلم الفِرق المختلفة و علم الأمور العامة و علم التاريخ و علم التجويد و علم القراءة . ولله الحمد و المنة .

وكذلك درست بتوفيق الله تعالى في المدارس والجامعات كتب أكثر هذه الفنون إلى مدة . ولله الحمد والمنة . ﴾

هذه أسماء نبذة من تصانيف الشيخ البازي رحمه الله تعالى في العلوم المختلفة و الفنون المتعددة من غير استقصاء

في علم التفسير

١ - شرح و تفسير لنحو ثلاثين سورةً من آخر القرآن الشريف . هو تفسير مفيد مشتمل على أسرار و علوم .

٢ - أزهار التّسهيل في مجلّدات كثيرة تزيد على أربعين مجلّدًا . هو شرح مبسوط للتفسير المشهور بأنوار التنزيل للعلامة المحقّق البيضاوي .

٣ - أثمار التكميل مقدمة أزهار التسهيل في مجلّدين .

٤ - كتابُ علوم القرآن . بيّن فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى أصول التفسير ومباديه و علومه الكلية وأتى فيه بمسائل مفيدة مهمة إلى غاية .

٥ - تفسير آية " قُلۡ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسۡرَفُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُواْ مِن رَّحۡمَةِ ٱللَّهِ " الآية . ذكر فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى من باب سعة رحمة الله غرائب أسرار و عجائب مكنونة مشتملة عليها هذه الآية نحو سبعين سرًّا و هذه أسرار لطيفة مثيرة لساكن العزمات إلى غرفات نيرات في روضات الجنّات . فتحها الله عزّ وجلّ على المصنف وقد خلت عنها زبر السلف والخلف . ولله الحمد و المنة .

٦ - كتاب تفسير آيات متفرقة من كتاب الله عزّ وجلّ و هو مجموعة خطابات تفسيرية كان المصنف البازي يلقيها على الناس و يذيعها بوساطة الراديو في باكستان و ذلك إلى مدة .

٧ - كتاب ثبوت النّسخ في غير واحد من الأحكام القرآنية و الحديثية و حكم النسخ و أسراره ومصالحه . رسالة مهمة جدًّا فيها أسرار النسخ ما خلت عنها الكتب . كتبها المصنّف البازي دمغًا لمطاعن غلام أحمد برويز رئيس طائفة الملاحدة المنكرين حجيَّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية . أبطل فيها المصنف البازي رحمه الله تعالى اعتراضات هذا الملحد على الإسلام و على

حکم النسخ . و ذلك بعد ما اتّفقت مناظرات قلمیّة و خطابیّة بین المصنّف و بین هـذا الملحد غلام أحمد و أتباعه .

٨ - فتح الله بخصائص الاسم الله .كتاب بدیع كبیر في مجلدین ضخمین ذكر فیه المصنف البازي رحمه الله تعالى نحو سبعمائة و خمسین من خصائص و مزایا للاسم الله (الجلالة) ظاهریة و باطنیة لغویة و أدبیة و روحانیة و نحویة و اشتقاقیة و عددیة و تفسیریة و تاثیریة . و هو من بدائع كتب الدنیا ما لا نظیر له في كتب السلف والخلف ولا یطالعه أحد من العلماء أصحاب الذوق السلیم والطبع المستقیم إلّا و هو یتعجب مما اجتهد المصنف البازي في جمع الأسرار و البدائع .

٩ - رسالة في تفسیر "هدًى للمتّقین" فیها نحو عشرین جوابًا لحلّ إشكال تخصیص الهدایة بالمتّقین .

١٠ - مختصر فتح الله بخصائص الاسم الله .

في علم الحدیث

١ - شرح حصّة من صحیح مسلم .

٢ - شرح سنن ابن ماجه .

٣ - كتاب علوم الحدیث . هذا كتاب مفید مشتمل على مباحث و علوم من باب أصول الحدیث روایة و درایة .

٤ - ریاض السنن شرح السنن و الجامع للإمام الترمذي رحمه الله تعالى في مجلدات كثیرة .

٥ - فتح العلیم بحلّ الإشكال العظیم في حدیث " كما صلّیت على إبراهیم" . هذا كتاب كبیر بدیع لا نظیر له . فتح الله تعالى فیه برحمته وفضله على المصنف البازي أبوابًا من العلوم ما مستها أیدي العقول وما انتهت إلیها عقول العلماء الفحول إلى هذا الزمان . ذكر المصنّف في هـذا الكتاب لحـلّ هذا الإشكال العظیم نحو مائة و تسعین جوابًا . قال بعض العلماء الكبار في حق هذا الكتاب : ما سمعنا أن أحدًا من علماء السلف و الخلف أجاب عن مسألة دینیة و معضلة علمیة هذا العدد من الأجوبة بل و لا نصف هذا العدد .

٦ - أجر الله الجزیل على عمل العبد القلیل .

٧ - كتاب الفرق بین النبي و الرسول . هذا كتاب بدیع لطیف ذكر فیه المصنف البازي أكثر من ثلاثین فرقًا بین النبي و الرسول مع بیان عجائب الغرائب و غرائب العجائب و بدائع الروائع و روائع البـدائع من باب علوم متعلقة بحقیقة النبوة و بشان الأنبیاء علیهم الصلاة والسلام . و هذا

الكتاب لا نظير له في الكتب .

٨ - كتاب الدعاء . كتاب كبير نافع مشتمل على أبحاث مهمة لا غنى عنها .

٩ - النفحة الربانية في كون الأحاديث حجة في القواعد العربية . هذا كتاب كبير أثبت فيه المصنف البازي أن الأحاديث حجة في باب العربية و اللغة . و هو من عجائب الكتب .

١٠ - مختصر فتح العليم .

١١ - كتاب الأربعين البازية .

١٢ - الكنز الأعظم في تعيين الاسم الأعظم . كتاب جامع في هذا الموضوع لم تر العيون نظيرَه في كتب المتقدّمين و لم يقف أحد على مثيله في أسفار المتأخّرين .

١٣ - البركات المكيّة في الصلوات النبوية . كتاب بديع مبارك ذكر فيه المصنف البازي أكثر من ثمانمائة اسم محقَّق من أسماء النبي ﷺ في صورة الصلوات على خاتم النبيّين ﷺ .

١٤ - كتاب كبير على حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية . كتبها المصنّف دمغًا لمطاعن طائفة الملاحدة المنكرين حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية .

في علم أصول الفقه

١ - شرح التوضيح والتلويح . التوضيح والتلويح كتاب مغلق دقيق محقق جدًّا في أصول الفقه و يدرس في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان وغيرها . وهو كتاب عويص لايفهم دقائقه وأسراره إلّا الآحاد من أكابر الفن فشرحه المصنف البازي شرحًا محققا و أتى فيه ببدائع النفائس و نفائس البدائع .

في علم الأدب العربي

١ - شرح مفصل لديوان أبي الطيّب المتنبي .

٢ - شرح آخر مختصر لديوان أبي الطيب .

٣ - خصائص اللغة العربيّة و مزاياها . هو كتاب ضخيم نفيس لا نظير له في بابه فصل فيه المصنف البازي رحمه الله الفضائل الكلية و الجزئية لهذه اللغة المباركة و أتى فيه بلطائف وغرائب و بدائع و روائع تسرّ الناظرين و تهزّ أعطاف الكاملين و حق ما قيل : كم ترك الأول للآخر .

٤ - رشحات القلم في الفروق . هذا الكتاب مما يحتاج إليه كل عالم ومتعلم لم يصنف في هذا الموضوع أحد قبل ذلك أثبت فيه المصنف البازي علومًا و حقائق الفروق و دقائق الحدود و لطائف التعريفات للمصدر الصريح والمصدر المأوّل وحاصل المصدر واسم المصدر وعلم المصدر والجنس و اسم الجنس وعلم الجنس و الجمع و اسم الجمع و شبه الجمع والجنس اللغوي والفقهي والعرفي والمنطقي والأصولي و نحو ذلك من المباحث المفيدة إلى غاية .

٥ - شرح ديوان حسان رضي الله عنه .

٦ - الطوبى . قصيدة في نظم أسماء الله الحسنى شهيرة طبعت في صورة رسالة مستقلة أكثر من خمس و عشرين مرة استحسنها العوام و الخواص و استفادوا منها كثيرًا .

٧ - الحسنٰى . قصيدة في نظم أسماء النبي ﷺ طبعت في صورة رسالة منفردة مرارًا .

٨ - المباحث الممهدة في شرح المقدمة . رسالة نافعة في مباحث لفظ المقدّمة الواقع في الخطب .

٩ - ديوان القصائد . مشتمل على أشعاري و قصائدي .

في علم النحو

١ - بُغية الكامل السامي شرح المحصول و الحاصل لملّا جامي . هذا شرح مبسوط محتو على مباحث و حقائق متعلّقة بالفعل والحرف والاسم و حدودها وعلاماتها و وقوعها محكومًا عليها و بها وغير ذلك من أبحاث تتعلّق بهذا الموضوع . و هذا كتاب لا نظير له في كتب النحو . فيه بدائع و حقائق خلت عنها كتب السلف و الخلف . و كتب بعض كبار العلماء في تقريضه : هذا الكتاب غاية العقل في هذا الموضوع . و من أراد أن يطلع على حقائق الاسم و الفعل و الحرف فوق هذا و أكثر من هذا فليستح .

٢ - التعليقات على الفوائد الضيائية للجامي . هذا شرح الكتاب للعلامة ملاّ جامي . و هو كتاب معروف و متداول في ديار باكستان و الهند و أفغانستان و بنغله ديش و غيرها و يدرس في مدارسها .

٣ - النجم السعد في مباحث " أمّابعد " . هذا كتاب مفيد لطيف بيّن فيها المصنف البازي رحمه الله تعالى مباحث فصل الخطاب لفظة " أمّابعد " و أوّل قائلها و حكمها الشرعي و إعرابها و ما ينضاف إلى ذلك من المباحث المفيدة و ذكر نحو ١٣٣٩٧٤٠ وجهًا و طريقًا من وجوه إعراب و طرق تركيب يحتملها "أمّابعد". و هذا من عجائب اللغة العربية فانظر إلى هذه الكلمة المختصرة و إلى

هذه الوجوه الكثيرة .

٤ - لطائف البال في الفروق بين الأهل و الآل . هو كتاب صغير حجمًا كبير مغزى نافع جدًّا لا مثيل له في موضوعه . جمع فيه المصنف البازي فروقًا كثيرة و مباحث و دقائق يجهلها كثير من الناس و يحتاج إليها العلماء .

٥ - نفحة الرّيحانه في أسرار لفظة سبحانه . رسالة مفيدة مشتملة على أسرار هذه اللّفظة .

٦ - الطريق العادل إلى بغية الكامل .

٧ - كتاب الدرّة الفريدة ، في الكلم التي تكون اسمًا و فعلاً و حرفًا أو جوت قسمين من أقسام الكلمة الثلاثة . ذكر المصنف رحمه الله في هذا الكتاب الذي هو نظير نفسه كلمات تكون اسمًا مرة و حرفًا حينا و فعلا مرة أخرى . و هذا من غرائب كتب الدنيا و ما لا مثيل له .

٨ - رسالة في عمل الاسم الجامد .

٩ - النهج السهل إلى مباحث الآل و الأهل . كتاب نافع لأولى الألباب و سِفر رافع لدرجات الطلاّب لم تسمح في هذا الموضوع قريحة بمثاله و لم ينسج في هذا المطلوب ناسج على منواله . كتاب فريد جمع أبحاث الأهل و الآل منها الفروق بين هذه اللفظين التي بلغت أكثر من خمسة و ثلاثين فرقًا و منها الأقاويل في أصل الآل و منها المباحث و الأقوال في محمل آل النبي صلى الله عليه وسلم والمراد بهم و غير ذلك من المباحث المفيدة المهمّة جدًّا .

١٠ - رسالة بديعة في حقيقة المشتق .

١١ - رسالة في حقيقة الفعل .

١٢ - رسالة في حقيقة الحرف .

في علم الصرف

١ - كتاب الصّرف . هو كتاب نافع على منوال جديد .

٢ - التصريف . كتاب دقيق في هذا الفن لا نظير له .

٣ - كتاب الأبواب و تصريفاتها الصغيرة و الكبيرة .

في علمي العروض و القوافي

١ - الرّياض الناضرة شرح محيط الدّائرة .

٢ - العيون الناظرة إلى الرياض الناضرة. هذا كتاب لطيف و مفيد جدًّا مشتمل على أصول هذا الفنّ و أنواع الشعر و ما يتعلّق بذلك من البدائع و الحقائق الشريفة.

٣ - كتاب الوافي شرح الكافي. هذا شرح مبسوط للكتاب المشهور بالكافي.

في اللغة العربيّة

١ - كتاب الفروق اللغوية بين الألفاظ العربية هو كتاب نافع جدًّا لكل عالم و متعلم و بغية مشتاقي الأدب العربي أوضح فيه المصنف فروق مآت ألفاظ متقاربة معنى.

٢ - نعم النّول في أسرار لفظة القول. كتاب مفيد فصلت فيه أبحاث و مسائل متعلقة بلفظة القول و مادة " ق، و، ل ". و أتى فيه المصنف البازي أسرارًا و أثبت بالدلائل أن هذا البناء بحر فحدث عن البحر ولا حرج.

٣ - كتاب زيادة المعنى لزيادة المبنى. ذكر المصنّف فيه أن زيادة المادة و الحروف تدلّ على زيادة المعنى و أتى بشواهد من القرآن و الحديث و اللغة و أقوال الأئمة.

٤ - فتح الصمد في نظم أسماء الأسد المعروف بلقب نظم الفقير الروحاني في رثاء الشيخ عبدالحق الحقّاني. هذه قصيدة فريدة لا نظير لها في الماضي قد جمع فيها المصنف ما ينيف على ستمائة من أسماء الأسد و ما يتعلق بالأسد و هي في رثاء المحدّث الكبير مسند العَصر جامع المعقولات و المنقولات شيخ الحديث مولانا عبدالحق رحمه الله مؤسّس جامعة دارالعلوم الحقانية ببلدة أكوره ختك.

٥ - كتاب كبير في أسماء الأسد و ما يتعلق بالأسد.

٦ - رسالة في وضع اللغات.

في النصائح و الدعوة الإسلامية العامة

١ - تعليم الرفق في طلب الرزق.

٢ - استعظام الصغائر.

٣ - تنبيه العقلاء على حقوق النساء.

٤ - ترغيب المسلمين في الرزق الحلال و طِعمة الصالحين.

٥ - منازل الإسلام.

٦ - فوائد الاتفاق .

٧ - عدل الحاكم و رعاية الرعية .

٨ - جنة القناعة .

٩ - أحوال القبر و ذكر ما فيها عبرة .

١٠ - الموت و ما فيه من الموعظة .

١١ - مَن العاقل و ما تعريفه و حدّه .

١٢ - التوحيد و مقتضاه و ثمراته .

في علم التاريخ

١ - تحبير الحسب بمعرفة أقسام العرب وطبقات العرب . كتاب مفيد فيه بيان طبقات العرب وتفصيل أقسامهم و ما ينضاف إلى ذلك .

٢ - الصحيفة المبرورة في معرفة الفرق المشهورة. بيّن المصنف البازي في هذا الكتاب أحوال الفرق في المسلمين و تفاصيل مؤسس كل فرقة .

٣ - مرآة النّجباء في تاريخ الأنبياء . هذا كتاب تاريخي مشتمل على أهم واقعات الأنبياء وتواريخهم عليهم الصلاة والسلام .

٤ - التحقيق في الزنديق . رسالة لطيفة فيها تفصيل تعريف الزنديق و تحقيق لفظه و بيان مصداقه من الفرق الباطلة و حقق فيه المصنف البازي رحمه الله مستدلًّا بالكتاب و السنة وأقوال الأئمة الكبار أن الفرقة القاديانية أتباع المتنبي غلام أحمد الكذاب الدجال من الزنادقة و أنه لا يجوز إبقاؤهم في الدول الإسلامية بأخذ الجزية عنهم بل يجب قتلهم .

٥ - عبرة السائس بأحوال ملوك فارس . فصل المصنف البازي رحمه الله فيه تراجم ملوك فارس حسب ترتيب تملكهم وأحوال طبقتي ملوكهم الكينية و الساسانية و ما آل إليه أمرهم و في ذلك عبرة للمعتبرين .

٦ - غاية الطلب في أسواق العرب . كتاب أدبي تاريخي ذكر فيه المصف البازي تواريخ الأسواق المشهورة في العرب و ما يتعلق بذلك الموضوع من حقائق أدبية .

٧ - إعلام الكرام بأحوال الملائكة العظام . بلغة أردو .

٨ - تراجم شارحي تفسير البيضاوي و مُحشّيه .

٩ - الطاحون في أحوال الطاعون .

١٠ - النظرة إلى الفترة . كتاب صغير مهم تاريخي في مصاديق زمن الفترة و أقسامها بأحكامها وما يتعلق بهذا الموضوع .

١١ - تاريخ العلماء و الأعيان .

١٢ - ترجمة سلمان الفارسي رضي الله عنه .

١٣ - توجيهات علمية لأنوار مقبرة سلمان الفارسي رضي الله عنه . كتاب بديع بيّن فيه المصنف رحمه الله نحو ثلاثين توجيها علميا لأنوار قبر سلمان الفارسي رضي الله عنه .

في علم المنطق

١ - شكر الله على شرح حمد الله للسنديلي . كتاب حمد الله شرح سلم العلوم للشيخ العلامة حمد الله السنديلي كتاب كبير مغلق دقيق محقق جدًّا في المنطق وهو ما يقرأ و يدرس في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان و غيرها لازما و لا يفهم دقائقه و أسراره إلّا بعض أكابر الفن وللمصنف البازي رحمه الله شهرة في حل هذا الكتاب فشرحه شرحا محققا و أتى فيه ببدائع .

٢ - التعليقات على شرح القاضي مبارك لسلّم العلوم . كتاب القاضي مبارك كتاب نهائي في المنطق و أشهر كتاب في هذا الفن قد اشتهر بين العلماء و الطلبة بأنه عويص و عسير فهما لأجل العبارات الدقيقة الجامعة للأسرار العلمية و أنه لا يقدر على تدريسه و فهمه إلّا القليل حتى قيل في حقه : كاد أن يكون مجملا مبهما . و هذا الكتاب يدرس في مدارسنا و جامعاتنا فشرحه المصنف البازي شرحًا مبسوطا و سهل فهمه للعلماء و الطلبة .

٣ - التعليقات على سلّم العلوم .

٤ - التعليقات على شرح مير زاهد على ملاّ جلال .

٥ - الثمرات الإلهاميّة لاختلاف أهل المنطق و العربية في أن حكم الشرطية هل هو بين المقدم والتالي أو هو في التالي . بيّن المصنف البازي ثمرات و نتائج اختلاف الفريقين المذكورين في محل القضية الشرطية هل هو فيما بين الشرط و الجزاء أو في الجزاء فقط و فرع على ذلك غير واحد من أدقّ مسائل الحنفية و الشافعية و غير ذلك من الأسرار و هو كتاب عويص لا يفهمه إلّا الآحاد من أكابر الفن و لا نظير له .

٦ - شرح مبحث الوجود الرابطي من كتاب حمد الله (باللغة العربية) .

٧ – شرح بحث الوجود الرابطي من كتاب حمد الله (بلغة الأردو) .

٨ – التحقيقات العلميّة في نفي الاختلاف في محلّ نسبة القضيّة الشرطية بين علماء المنطق وعلماء العربية . هذا كتاب لانظير له عويص لايفهمه إلّا بعض الأفاضل الماهرين في المعقول و المنقول حقق فيه المصنّف البازي أن هذا الاختلاف وإن كان مشهورًا مسلّما لكن الحق أنه لا خلاف بين هاتين الطائفتين وأن محل النسبة إنما هو بين الشرط و الجزاء عند كلا الفريقين أهل المنطق و أهل العربية و أيّد المصنف مدعاه هذا بإيراد جوالات كتب النحو و ذكر أقوال أئمة النحو و حقق ما لا يقدر عليه إلّا مَن كان ذامطالعة وسيعة جدًّا .

في الطبعيات و الإلٰهيات من الفلسفة

١ – تعليقات على كتاب صدرا شرح هداية الحكمة للعلامة الصدر الشيرازي .

٢ – تعليقات على كتاب مير زاهد شرح الأمور العامة .

في علم الفلك القديم اليوناني البطليموسي

١ – شرح التصريح على التشريح . هذا شرح جامع مبسوط لكتاب التصريح المشهور المتداول في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان و غيرها .

٢ – التعليقات على شرح الجغميني . هذه التعليقات جامعة لمسائل علم الفلك القديم مع ذكر مسائل الفلك الحديث بالاختصار . و كتاب شرح الجغميني متداول في دروس مدارسنا .

٣ – نيل البصيرة في نسبة سُبع عرض الشعيرة . فصّل المصنف البازي رحمه الله في هذا الكتاب العجيب مسائل مشكلة ومباحث مغلقة منها أن الجبال هل تضر في الكروية الحسية للأرض أم لا ، بحث فيه المصنف على تعيين أعظم الجبال ارتفاعًا في الزمان الحاضر و في العهد القديم ثم بيّن نسبة أعظم الجبال ارتفاعًا إلى قطر الأرض بيانًا شافيًا .

٤ – كتاب أبعاد السيّارات و الثوابت و أجحامهنّ حسبما اقتضاه علم الفلك القديم البطليموسي .

٥ – كتاب وجوه تقسيم الفلاسفة للدائرة ٣٦٠ جزء قد أجمع الفلاسفة منذ أقدم الأعصار على تقسيم الدائرة إلى ثلاثمائة و ستين درجة ولا يدري الفضلاء فضلاً عن الطلبة تفصيل وجوه ذلك . فذكر المصنف البازي في هذا الكتاب الذي هو نظير نفسه وجوهًا كثيرة غريبة بديعة قد شرح الله تعالى لها صدره و تفرد بها حيث لم يخطر إلى الآن هذه الوجوه على قلب أحد من

العلماء .

في علم الفلك الحديث الكوبرنيكسي

١ – الهيئة الكبرى . كتاب كبير مفصّل .

٢ – سماء الفكرى شرح الهيئة الكبرى . هذا شرح لطيف مفيد جدًّا صنف المصنّف الروحاني البازي رحمه الله هذا المتن الهيئة الكبرى بإشارة جمع من أكابر العلماء و أماثل الفضلاء ثم شرحه أيضًا بطلبهم و إشارتهم .

٣ – الشرح الكبير للهيئة الكبرى .

٤ – كتاب الهيئة الكبيرة . كتاب كبير جامع لمسائل الفن لا نظير له .

٥ – أين محلّ السماوات السبع . هذا كتاب نفيس مُهِمّ لم يصنّف أحد قبل هذا في هذا الموضوع . صنّفه المصنّف البازي لدفع مطاعن المتنوّرين و الفجرة حيث زعموا أن بنيان الإسلام صار متزلزلا و قصره أصبح خاويًا ، إذ بطلت عقيدة السماوات السبع القرآنية لأجل إطلاق السفن الفضائية و الصواريخ إلى القمر و إلى الزهرة وغير ذلك من السيارات فدمغ المصنف في هذا الكتاب العظيم مطاعنهم بأدلة مقنعة و أثبت أن هذه الأسفار الفضائية تؤيد الإسلام و أصوله و أنها لا تصادم السماوات القرآنية .

٦ – هل للسموات أبواب (باللغة العربي) .

٧ – هل للسموات أبواب (بلغة الأردو) .

٨ – هل الكواكب و النجوم متحركة بذاتها (باللغة العربي) .

٩ – هل للنجوم حركة ذاتية (بلغة الأردو) .

١٠ – كتاب السدم و المجرات و ميلاد النجوم و السيارات (باللغة العربي) .

١١ – هل السماء و الفلك مترادفان (باللغة العربي) .

١٢ – السماء غير الفلك شرعًا (بلغة الأردو) . حقق المصنف في هذين الكتابين اللطيفين البديعين أن السماء تغاير الفلك شرعًا و أن السماء فوق الفلك و أن النجوم واقعة في أفلاك لا في أثخان السماوات . واستدلّ في ذلك بنصوص إسلامية كثيرة و بأقوال كبار علماء علم الفلك الجديد وبأقوال أئمة الإسلام .

١٣ – عمر العالم و قيام القيامة عند علماء الفلك و علماء الإسلام (بلغة الأردو) .

١٤ - الفلكيّات الجديدة . من عجائب كتب الفن كتاب جامع لأصول هذا الفنّ لانظير له ولكونه جامعًا متفردًا في موضوعه وأسلوب بيانه قرره علماء دولتنا في نصاب كتب المدارس والجامعات وجعلوا تدريسه لازمًا في جميع الجامعات و المدارس .

١٥ - كتاب أسرار تقرر الشهور و السنين القمرية في الإسلام .

١٦ - كتاب شرح حديث " أن النبي عليه الصلاة والسلام كان يصلي العشاء لسقوط القمر لليلة ثالثة " .

١٧ - التقاويم المختلفة و تواريخها و أحوال مباديها و تفاصيل ذلك .

١٨ - أين مواقع النجوم هل هي في أثخان السموات أو تحتهن عند علماء الإسلام و عند أصحاب الفلسفة الجديدة .

١٩ - قدرالمدّة من الفجر إلى طلوع الشمس . هذا كتاب دقيق لايفهمه إلّا المهرة . ألّفه المصنّف عند تحكيم أكابر العلماء إيّاه في هذه المسئلة الكثيرة الاختلاف وقد اختلف العلماء والعوام في هذه المسألة كثيرًا حتى أفضى الأمر إلى الجدال و القتال و ذلك إلى عدة سنين فجعلوا المصنف البازي حكمًا و التمسوا منه أن يحقق الحق و الصواب فكتب المصنف هذا الكتاب و أوضح فيه الحسابات الدقيقة لسير الشمس فاستحسن العلماء هذا الكتاب جدًّا و اعتقدوا صحة ما فيه و عملوا على وفق ما حقق المصنف و ارتفع النزاع و اضمحل الباطل .

٢٠ - هل السماوات القرآنية أجسام صلبة أو هي عبارة عن طبقات فضائيّة غير مجسمة . هذا كتاب مهم و بديع جدًّا .

٢١ - هــل الأرض متحرّكة ؟ هذا كتاب مفيد جدًّا جمع فيه المصنف البازي أقوال علماء الإسلام وآراء الفلاسفة من القدماء و المحدثين مما يتعلق بهذا الموضوع .

٢٢ - كتاب عيد الفطر و سير القمر . فيه أبحاث جديدة مفيدة مهمة مثل بحث المطالع و تقدم عيد مكة على عيــد باكستان بيوم أو يومين . كتبها المصنف البازيــ رحمه الله تعالى دمغًا لمطاعن المتنورين الملحدين على علماء الدين بأنهم لا يعرفون العلوم الجديدة .

٢٣ - القمر في الإسلام و الهيئة الجديدة و القديمة .

٢٤ - قصة النجوم . هو كتاب ضخم .

٢٥ - كتاب الهيئة الحديثة . كتاب كبير جامع للمسائل و الأبحاث . أوّل كتاب ألّف باللغة العربية في هذا الفن في ديار الهند و إيران و أفغانستان و باكستان وغيرها و مع هذا هو أوّل كتاب

صنّفه المصنّف البازي رحمه الله تعالى في هذا الفنّ .

٢٦ - شرح الهيئة الحديثة (بلغة الأردو) .

٢٧ - الهيئة الوُسطى (باللغة العربي) .

٢٨ - النجوم النُشطى شرح الهيئة الوسطى (بلغة الأردو) .

٢٩ - الهيئة الصغرى (باللغة العربي) .

٣٠ - مدارالبشرى شرح الهيئة الصغرى (بلغة الأردو) .

٣١ - ميزان الهيئة .

في الموضوعات المتفرّقة

١ - كتاب أسرار الإسراء إلى بيت المقدس قبل العروج إلى السماء . هذا كتاب لطيف جامع لكثير من الحكم و الأسرار في الإسراء إلى بيت المقدس .

٢ - الخواصّ العلميّة للاسمين محمد و أحمد اسمي نبيّنا صلى الله عليه وسلم .

٣ - كتاب الحكمة في حفظ الله الكعبة من أصحاب الفيل دون غيرهم . ذكر المصنف البازي رحمه الله تعالى في هذا الكتاب الصغير أسرارًا و حكمًا مخفية في حفظ الله تعالى بيت الله من أصحاب الفيل دون غيرهم من أصحاب الحجّاج الظالم ومن الملاحدة الباطنية . و هذه الأسرار لا توجد في الكتب . صنفه البازي باقتراح بعض أكابر العلماء .

٤ - كتاب الحكايات الحكميّة .

٥ - فردوس الفوائد . كتاب كبير في عدة مجلدات .

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیِ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

علم و درایت کے جہاں میں روشنی کا ایک جگمگاتا مینار

بزبانِ عربی یہ گراں مایہ اور عدیم النظیر کتاب معبودِ حقیقی کے اسمِ ذاتی یعنی لفظ "اللہ" کے ساڑھے سات سو سے زائد عجیب ولطیف علمی اسرار و رموز اور حقائق و معارف پر حاوی ہے جن کے مطالعے سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت و ہیبت کا احساس اور اس کے عِلم کی جامعیت دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔

ایک ایسا موضوع جس پر آج تک کسی نے قلم نہیں اٹھایا

اس معرکۃ الآراء ومحیر العقول کتاب کو دیکھ کر مکہ مکرمہ کے بعض اولیاء اللہ و اہل کشف فرمانے لگے کہ یہ عظیم القدر کتاب اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم اور الہام سے لکھی گئی ہے اور اگر دو ہزار علماء کبار بھی جمع ہو جائیں تو ایسی بصیرت افروز و دقیق کتاب نہیں لکھ سکتے۔

بحلّ إشكال التّشبيه العظيم

فی حدیث: "کما صلّیتَ علیٰ إبراہیم"

لإمام المحدّثین نجم المفسّرین زبدة المحقّقین

العلّامة الشّیخ مولانا محمد موسیٰ الرّوحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السّلام

الہامی علوم کا درخشندہ وجگمگاتا سرمایہ

درودِ ابراہیمی میں "کما صلیت علیٰ ابراھیم" کے الفاظ میں دی گئی تشبیہ میں یہ مغلق اشکال ہے کہ حسب قانون مشبہ بہ افضل ہوتا ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام خاتم النّبیین ﷺ سے افضل ہیں۔ بہت سے قدیم ومشہور مناظروں میں غیر مسلمین، مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے تھے۔ اس کتاب میں بزبان عربی اس اشکال کے تقریباً ایک سو نوے ۱۹۰ محقق، دقیق، الہامی جوابات مؤلف نے ذکر کیے ہیں۔ اس کتاب کو دیکھ کر جامعہ ازہر (مصر) کے شیخ اکبر جناب عبدالحلیم محمودؒ ورطۂ حیرت میں پڑ گئے اور فرمایا "اولادِ آدم میں ہم نے آج تک کسی علمی یا فنی مسئلے کے اس قدر کثیر جوابات دیکھے ہیں اور نہ سنے ہیں"۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

الکنز الاعظم فی تعیین الاسم الاعظم

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

انتہائی گراں مایہ اور فقید المثال علمی خزانہ

- اسمِ اعظم سے کیا مراد ہے؟
- کیا واقعی اسمِ اعظم کے ذریعے ہر دعا قبول ہو جاتی ہے؟
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمِ اعظم کو جاننے کے باوجود مشکل ترین حالات میں بھی اس کے ذریعے دعا کیوں نہ مانگی؟
- اولیاء کرام بھی اسمِ اعظم جانتے ہیں یا نہیں؟
- ہر مسلمان اسمِ اعظم جاننے کا مشتاق ہے۔ کتاب ہذا میں بزبانِ عربی اِن تمام سوالات کے جوابات کے علاوہ اسمِ اعظم کے بارے میں وارد ہونے والی تمام احادیث و روایات مذکور ہیں۔ نیز اسمِ اعظم کے بارے میں علماء کرام، ائمۂ عظام اور بزرگانِ دین کی کتب میں موجود تمام اقوال کو ذکر کیا گیا ہے۔ ان اقوال کی تعداد تریسٹھ (۶۳) تک پہنچتی ہے۔
- مزید براں اس شاہکار کتاب میں امتِ محمدیہ اور سابقہ امتوں کے بزرگوں کے ساتھ اسمِ اعظم کے سلسلے میں پیش آنے والے بہت سے عجیب و غریب، حیران کن اور ایمان افروز واقعات بھی درج کیے گئے ہیں۔

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

بُغیۃ الکامِل السّامی

شرح

المحصول الحاصِل للجامی

مع حاشیتہ

الطریق العادل إلیٰ بُغیۃ الکامِل

تصنیف

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا مُحمّد موسیٰ رُوحانی بازی

طیّب اللّٰہ آثارہٗ و أعلیٰ درجاتہٖ فی دار السّلام

محدث اعظم حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پہلی تصنیف جو کہ علم نحو کی مشہور و معروف کتاب شرح جامی کی مشکل ترین بحث "حاصل محصول" کی محقق، بسیط اور سہل شرح ہے۔

علم نحو کا عظیم الشان اور گرانقدر سرمایہ

اس کتاب کی جامعیت و علمیت کا اندازہ حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آج تک اسم و فعل و حرف سے متعلق اس قدر جامع و مکمل تحقیقات عرب و عجم کی کسی کتاب میں نہیں دیکھیں۔ اس کتاب نے میرے علم میں بے انتہا اضافہ کیا"۔ نظر ثانی کے بعد مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں مزید علمی دقائق و قیمتی ابحاث کا اضافہ کیا ہے جس سے اس کتاب کی ضخامت دوگنی ہو کر تقریباً پانچ صد صفحات تک پہنچ گئی ہے۔

فتح الصمد

بنظم

اسماء الاسد

المعروف بلقب

نظم الفقیر الرّوحانی فی رثاء الشّیخ عبد الحقّ الحقّانی

علماء، فضلاء اور ادب عربی کے شائقین کیلئے نابغۂ روزگار سرمایہ

محدثِ اعظم، مفسر کبیر، سراج العلماء، امام الاولیاء، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تصنیف کردہ معرکۃ الآراء عربی مرثیہ جسے دیکھ کر علماءِ عرب بھی ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ ایک ایسا قصیدہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس بے نظیر و بے مثال قصیدہ میں عربی زبان میں شیر کے چھ سو ۶۰۰ سے زائد اسماء کو جمع کر کے تقریباً دو سو ۲۰۰ اشعار کی صورت میں منظوم کیا گیا ہے جس سے نہ صرف عربی زبان کی وسعت اور خصائص و فضائل کا پتہ چلتا ہے بلکہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی وسعت و عربی زبان میں مہارت تامہ کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ قصیدہ اپنے استاد شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کی رثاء میں تحریر فرمایا۔ تعمیم فائدہ و تسہیلِ فہم کیلئے مصنفؒ نے قصیدے کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے اور حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں۔

النّهج السّهل

اِلیٰ

مباحثِ الآلِ والأهل

تصنیف

محدّثِ اعظم، مفسّرِ کبیر، مصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللّٰہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

انتہائی جامع، محقق اور عظیم الشان علمی خزانہ

- بزبان عربی تقریباً چار صد صفحات پر مشتمل عجیب و بدیع کتاب۔
- لفظ ”آل“ و ”اہل“ سے متعلق انتہائی جامع اور کامل ابحاث۔
- ”آل“ و ”اہل“ کے درمیان ۳۸ لطیف و دقیق فروق کی تشریح و توضیح۔
- ”آل نبی“ سے کون لوگ مراد ہیں؟
- آل نبی کے مصداق میں ائمۂ اسلام کے ۱۵ اقوال کی تفصیل۔
- اہل تشیع کے متعدد پیچیدہ اعتراضات کے دقیق جوابات۔
- جدید علمی مباحث و فنی دقائق جو دیگر کتب سلف و خلف میں نہ ملیں گے۔
- مزید برآں آج تک اسلاف کی تمام کتابوں میں لفظ ”آل“ کے صرف دو مآخذ مذکور ہیں مگر اس کتاب میں لفظ ”آل“ کے ۱۷ عجیب و غریب مآخذ کی توضیح مع ادلہ ہے جو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے علمی مرتبے کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔

ایک مختصر لفظ یعنی " أما بعد " پر محدث اعظم ، فقیہ افہم ، امام العصر ، حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ کی تحریر کردہ ایک عظیم اور منفرد کتاب۔

بلند علمی ذوق رکھنے والوں کیلئے ایک منفرد، شاہکار اور گراں قدر علمی ذخیرہ

کتاب میں شامل چند اہم مباحث کی تفصیل۔

- " أما بعد " کا شرعی حکم کیا ہے؟
- سب سے پہلے لفظ " أما بعد " کس نے استعمال کیا؟
- " أما بعد " کن مواقع میں ذکر کیا جاتا ہے؟
- " أما بعد " کی اصل کیا ہے اور اس کا کیا معنی ہے؟
- " أما بعد " سے متعلق تمام ابحاث وتحقیقات۔
- نیز کتابِ ہذا میں حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالی نے لفظ " أما بعد " کی نحوی ترکیب میں تیرہ لاکھ انتالیس ہزار سات سو چالیس (۱۳۳۹۷۴۰) وجوہ اعراب ذکر کی ہیں اور ان کی تشریح کی ہے۔ ایک مختصر سے لفظ کی اس قدر نحوی تراکیب پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور انسان بے اختیار عربی زبان کو سید الألسنہ اور مصنفؒ کو سید المصنفین کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔
- مزید براں اس کتاب میں بہت سی ایسی دقیق ابحاث، علمی مسائل اور فنی غرائب کی تفصیل ہے جن کے حصول کیلئے علمی ذوق و شوق رکھنے والے حضرات بیتاب رہتے ہیں۔

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیّب اللہ آثارہ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

سنن ترمذی کی بزبانِ اردو عظیم الشان شرح

محدث اعظم حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیفِ لطیف ۔ عرصہ دراز سے علماء و خواص اس کتاب کی اشاعت کا مطالبہ کرر ہے تھے ۔ علم و حکمت کے بے بہا موتیوں سے لبریز ایک عظیم علمی شاہکار ۔ اب تک صرف جلد ثانی زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی ہے ۔

فی

الصلوات النبویۃ

امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ

کی تصنیف کردہ انتہائی مبارک اور پرتاثیر کتاب۔

وظائف پڑھنے والوں کیلئے بیش بہا اور نادر خزانہ

حیرت انگیز تاثیر کی حامل درود شریف کی عجیب و غریب کتاب جو عوام و خواص میں بے انتہاء مقبول ہے۔ اس کتاب میں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے آٹھ سو (۸۰۰) سے زائد اسماء کو احادیث کی مستند کتب سے انتہائی تحقیق کے بعد درود شریف کی شکل میں یکجا کیا ہے۔

کتاب کی ابتداء میں درود شریف کے فضائل اور کتاب پڑھنے کا طریقہ تفصیلاً درج ہے۔

حضرت محدث اعظمؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بیشمار لوگوں نے بتلایا ہے کہ اس کتاب کے گھر میں پہنچتے ہی انہوں نے قلیل مدت میں اس کتاب کے عجیب و واضح فوائد محسوس کیے اور ان کی تمام مشکلات حل ہوئیں۔ وفات کے بعد ان کے ایک شاگرد نے خواب میں دیکھا کہ روضۂ رسول ﷺ کی جالی کا دروازہ کھلا اور اندر سے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ انتہائی خوشی کی حالت میں مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ شاگرد نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ استاذی آپ کی قبر مبارک سے جنت کی خوشبو آرہی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضرت محدث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میری کتاب "برکاتِ مکیہ" کو بارگاہ نبوی ﷺ میں شرفِ قبولیت حاصل ہوا ہے اسی لئے میری قبر سے جنتی خوشبو آرہی ہے۔

گلستانِ قناعت

مسمّٰی بہ

جَنّۃُ القَنَاعَۃ

محدثِ اعظم، مفسر کبیر، شیخ المشائخ، ترمذیٔ وقت
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک انتہائی مفید و محقق تصنیف

قناعت سے متعلق آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ مرفوعہ و موقوفہ، اقوالِ صالحین، مواعظِ عارفین، حکایاتِ متقین، کراماتِ اولیاء اور واقعاتِ ائمۂ کرام کا نہایت مفید، روح پرور اور ایمان افروز ذخیرہ و گنجینہ

تقریباً چھ صد صفحات پر مشتمل ایک انتہائی عجیب و بدیع کتاب جو علمی تحقیقات کے ساتھ ساتھ اصلاحی، تبلیغی، اخلاقی مواعظ و نصائح پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دراصل اہل علم کے ایک استفتاء کا محققانہ، واعظانہ، حکیمانہ عارفانہ مفصل جواب ہے۔ اہل علم و دانش کے ساتھ ساتھ عوام بھی اس کتاب سے پوری طرح استفادہ کر سکتے ہیں۔

کتاب ہذا میں حرصِ دنیا، ترکِ قناعت اور حب دنیا کے تباہ کن نتائج کی تحقیق و تفصیل پیش کی گئی ہے مزید براں یہ کتاب زہد و قناعت کے علمی، اصلاحی، دنیوی و اخروی، اخلاقی، ظاہری و باطنی فوائد و برکات اور ثمرات کی ایمان افزا تفصیلات پر بھی مشتمل ہے۔ تکمیلِ افادہ کی خاطر کثرت سے مفید و رقت انگیز اشعار بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

فلکیاتِ جدیدہ

و

سیر القمر و عید الفطر

تصنیف محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و اعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

علم فلکیات پر اردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

ستارے کیسے وجود میں آئے؟ سیارے اور ستارے میں کیا فرق ہے؟ ستاروں کی تعداد کتنی ہے؟ نظام شمسی کی پیدائش کیسے ہوئی؟ سیاروں کی دائمی گردش کا راز کیا ہے؟ کیا سماء اور فلک ایک شے ہیں؟ کیا ستارے آسمانوں میں پھنسے ہوئے ہیں یا ان سے نیچے ہیں؟ تقویم کسے کہتے ہیں؟ ہیئت کے بارے میں قدیم نظریات کیا ہیں؟ ہیئت جدیدہ کے اہم نظریات کون کونسے ہیں؟ کرہ ہوائی سے کیا مراد ہے؟ زیریں سرخ، بالائے بنفشی، لاسلکی اور ریڈیائی شعاعوں میں کیا فرق ہے؟ ہمیں آواز کیسے سنائی دیتی ہے؟ فضا ہمیں نیلگوں کیوں دکھائی دیتی ہے؟ کیا قرآن اور ہیئت جدیدہ کے نظریات میں کوئی اختلاف ہے؟ سال کے مختلف موسموں میں شب و روز کی لمبائی کیوں بدلتی ہے؟ کیا براعظم سرک رہے ہیں؟ سورج گرہن اور چاند گرہن کیوں ہوتا ہے؟ کائنات کتنی وسیع ہے؟ کائنات کی ابتداء کیسے ہوئی اور اسکی عمر کتنی ہے؟ علم ہیئت میں مسلمان سائینسدانوں نے کیا کارنامے سرانجام دیئے؟ قدیم مسلمان سائینسدانوں کی تحقیقات اور جدید ترین سائنسی تحقیقات میں کتنا فرق ہے؟

مندرجہ بالا موضوعات کے ساتھ ساتھ نظام شمسی کے سیارات کے حالات، چاند کی سرگزشت، آواز، روشنی کی اقسام، شب و روز، زمین کی گردش، سمت قبلہ، معجزۂ شق قمر، عناصر کا بیان، ہفتے کی تقرری کی وجوہات، براعظموں کا بیان، آسمانی بجلی کی تفصیل، زمین کی گردش، عرض بلد وطول بلد وغیرہ کے بارے میں مفصل ابواب ہیں۔ کتاب ہذا کے دوسرے حصے میں عید الفطر اور ہلال عید کے بارے میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ جدید طباعت میں بیشمار قیمتی تصاویر کے علاوہ اسی (۸۰) سے زائد آرٹ پیپر کے صفحات پر رنگین و نادر تصاویر بھی شامل ہیں۔

لطائف البال

فی

الفروق بین الأھل والآل

تصنیف محدثِ اعظم مفسرِ کبیر مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

لفظ ''آل'' اور ''اہل'' کے درمیان فروق پر مشتمل مختصر کتاب۔ کتب اسلامیہ عربیہ میں لفظ ''آل'' اور لفظ ''اہل'' نہایت کثیر الاستعمال ہیں۔ ان دونوں لفظوں میں حضرت محدث اعظم مختلف دقیق فروق کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ مدرسین حضرات اور طلباء کیلئے نہایت قیمتی تحفہ۔

کتاب

الاربعین البازیۃ

تصنیف محدثِ اعظم مفسرِ کبیر مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

حضرت محدث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی منتخب کردہ نہایت قیمتی چالیس احادیث کا مجموعہ۔

فی

نسبة سبع عرض الشعيرة

إمام المحدّثين نجم المفسّرين زبدة المحقّقين
العلّامة الشيخ مولانا محمد موسىٰ الروحانی البازی
رحمه الله تعالیٰ وأعلیٰ درجاته فی دار السّلام

علماء وطلباء کے لئے نہایت مفید علمی خزانہ

ہیئت قدیم میں لکھی جانے والی یہ کتاب دراصل تصریح و شرح چغمینی کے ایک مشکل مقام کی شرح وتوضیح ہے۔ عربی زبان میں لکھی جانے والی یہ کتاب بہت سے ایسے قیمتی، علمی نکات پر مشتمل ہے جو اہل علم کے لئے نہایت گرانقدر سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

كلاهما لإمام المحدثين نجم المفسرين زبدة المحققين

العلامة الشيخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیب آثارہ

جدید ہیئت کے مسائل ومباحث کا عظیم خزانہ وجامع فتاویٰ

مدارس دینیہ کی سب سے بڑی تنظیم وفاق المدارس العربیہ کے اراکین علماء کبار کی فرمائش پر حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بزبان عربی دو جلدوں میں یہ ضخیم کتاب تالیف کی جس کے ساتھ نہایت مفصل اردو شرح بھی ہے جس کی وجہ سے اردو خواں حضرات بھی اس سے مکمل استفادہ کر سکتے ہیں۔ جدید ترین تحقیقات وآراء پر مشتمل یہ بے مثال کتاب جدید ہیئت کے مسائل ومباحث کا عظیم خزانہ وجامع فتاویٰ ہے۔ کتاب کے آخر میں علم ہیئت کی اصطلاحات کا نہایت اہم ومفید رسالہ بھی ہے۔ پس ہیئت کبریٰ دراصل تین نادر کتابوں کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب بہت سی قیمتی اور نایاب تصاویر پر مشتمل ہے۔

مع شرحہا

النجوم النشطی

کلاهما للإمام المحدثین نجم المفسرین زبدة المحققین

العلامة الشیخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی

رحمه الله تعالیٰ وطیب آثاره

علم فلکیات کا شوق رکھنے والے حضرات کیلئے ایک درّ نایاب

یہ دوسری کتاب ہے جو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کمیٹی برائے نصاب کتب کے اراکین علماء کبار و مشائخ عظام کی فرمائش پر تصنیف کی۔ عربی متن کے ساتھ ساتھ انتہائی مفصل اردو شرح ہے جس کی وجہ سے اردو خواں طبقہ بھی اس سے مکمل فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ کتاب ایک شاہکار اور درّ نایاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کی افادیت و جامعیت کے پیش نظر پاکستان ، ایران ، افغانستان کے بہت سے مدارس نے اسے اپنے نصاب میں شامل کیا ہے۔ یہ کتاب بیشمار قیمتی اور نایاب رنگین وغیر رنگین تصاویر پر مشتمل ہے۔ ہیئت کبریٰ، ہیئت وسطیٰ اور ہیئت صغریٰ تینوں کتب کو سعودی حکومت نے ان کی علمیت و جامعیت کے پیش نظر بڑی تعداد میں منگوا کر علماء کرام میں تقسیم کیا ہے۔

کلاھما لإمام المحدثین نجم المفسرین زبدۃ المحققین

العلامۃ الشیخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیب آثارہ

علم فلکیات کی دقیق مباحث پر مشتمل ایک قیمتی کتاب

یہ تیسری کتاب ہے جو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کمیٹی برائے نصاب کتب کے اراکین علماء کبار ومشائخ عظام کی فرمائش پر تصنیف کی۔ عربی متن کے ساتھ ساتھ انتہائی مفصل اردو شرح ہے مصنف نے اس چھوٹے حجم والی کتاب میں علم ہیئت کی انتہائی کثیر اور دقیق مباحث جمع کر کے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ مؤلف کی دیگر تالیفاتِ علم ہیئت کی طرح یہ کتاب بھی جامع، محقق اور جدید مسائل فن پر حاوی ہونے کے علاوہ بہت سی قیمتی رنگین وغیر رنگین تصاویر پر مشتمل ہے۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

رزقِ حلال وغیبی معاشِ اولیاء

مسمّٰی بہ

ترغیب المسلمین

فی

الرّزق الحلالِ وطِعمۃ الصّالحین

تصنیف شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالی

سخت سے سخت دلوں کو موم کرنے اور نرم دلوں کو تڑپا دینے والی کتاب

مسئلۂ رزق نے انسان کو مادّیات کی اس دنیا میں پھنسا دیا ہے۔ مال و دولت اس کی زندگی کا محور بن چکے ہیں اور وہ آخرت سے کلیتاً غافل ہو چکا ہے۔ کتابِ ہذا میں رزقِ حلال کی تبشیر وترغیب اور حرام مال سے تخویف وترہیب سے متعلق آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ مبارکہ مرفوعہ وموقوفہ کی توضیح وتشریح کے علاوہ علماء کرام، محدثینِ عظام، مفسّرینِ فخام، اَولیاءِ اعلام، سلفِ صالحین، زاہدین، عابدین، ذاکرین، صادقین، متقین، شاکرین، صابرین، قانعین، مخلصین، متوکّلین اور تارکینِ دنیا کے ایمان افروز احوال، حکیمانہ اقوال، عبرت انگیز واقعات، سبق آموز خصالِ سعیدہ واخلاقِ حمیدہ، درد انگیز حکایات، نصیحت آمیز کرامات اور رقت خیز مواعظ کا کافی ووافر ذخیرۂ روحانیہ وایمانیہ جمع کیا گیا ہے۔ رزق سے متعلق اسلاف کے عجیب وغریب اور نادر ونایاب واقعات پر مشتمل یہ واعظانہ کتاب انسان کو بے اختیار آنسو بہانے پر مجبور کر دیتی ہے۔

قصیدۂ طوبیٰ

فی

اسماءِ اللہ الحُسنیٰ

تصنیف

محدّثِ اعظم، مفسّرِ کبیر، مصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ روحانی بازی

طیّب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

پریشانیوں اور مصائب میں مبتلا لوگوں کیلئے ایک عظیم تحفہ

نہایت مبارک اور بے مثال و بے نظیر قصیدہ

اس مبارک قصیدے میں اللہ جل جلالہ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ سمیت تقریباً پونے دوصد نام نظم کیے گئے ہیں۔ قصیدۂ طوبیٰ عالم اسلام کا پہلا قصیدہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء دعا کے انداز میں بزبان عربی منظوم ہیں اور عوام الناس کی آسانی کیلئے اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ عرب و عجم میں بے شمار علماء و خواص و عوام نے اس قصیدے کو تکالیف، پریشانیوں اور مصائب سے نجات، مشکلات کے حل اور قضائے حاجات کے لیے بے انتہاء مفید پایا ہے۔ قصیدۂ طوبیٰ پڑھنا شروع کیجئے چند دن میں ہی آپ خود اس کی برکات کا مشاہدہ کرلیں گے

قصیدۂ حُسنیٰ

فی

اسماءِ النبی الاعظم

تصنیف

محدّثِ اعظم، مفسّرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ روحانی بازی

طیّب اللّٰہ آثارہ و أعلی درجاتہ فی دار السلام

دنیائے اسلام میں اپنی نوعیت کا پہلا اور نہایت مبارک قصیدہ

حل مشکلات اور قضائے حاجات کیلئے بے انتہاء مفید

قصیدۂ حسنیٰ دنیائے اسلام کا پہلا قصیدہ ہے جس میں پانچ سو (500) سے زیادہ مستند اسماء النبی ﷺ دعائیہ طریقے سے بزبانِ عربی منظوم ہیں۔ تکمیل فائدہ اور آسانی کے لئے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ یہ قصیدہ عرب وعجم میں نہایت مقبول و معروف ہے۔

حرمین شریفین (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ)، افغانستان، ایران، بنگلہ دیش، امریکہ، برطانیہ، عراق، مصر، سری لنکا، برصغیر پاک و ہند اور دیگر بہت سے ممالک میں بیشمار اولیاء اللہ وعوام اسے بطور وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ تکالیف و مشکلات کو دور کرنے اور قضائے حاجات کیلئے نہایت مؤثر، مفید اور مجرب ہے۔ قصیدۂ حسنیٰ پڑھنا شروع کرتے ہی چند ایام میں آپ اپنے ہر کام میں واضح برکات محسوس کریں گے۔

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیِ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلی درجاتہ فی دار السلام

قلب وروح کی تسکین کا سامان لئے ہوئے ایک منفرد کتاب

اندھی مادیت کے اس عہدِ زیاں کار میں گناہوں کی یلغار بڑھتی جارہی ہے جس نے دولتِ ایمان و یقین سے بہرہ مند باعمل مسلمانوں کو سخت صدمے سے دوچار کررکھا ہے تو عام مسلمان بھی روح واحساس سے عاری اس زندگی میں شدید مایوسی اور پریشانی کا شکار ہیں۔اس مایوسی کے عالم میں گناہوں اور نیکیوں کی حقیقت اوران کی تاثیر سے روشناس کروانے والی یہ البیلی کتاب روشنی وہدایت کی طرف انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔ زبان و بیان کی تاثیر لیے ہوئے یہ عجیب و منفرد کتاب جس کا لفظ لفظ اور سطر سطر دل کے دریچوں پر دستک دیتا ہوامحسوس ہوتا ہے۔مزید برآں اس مبارک کتاب میں امتِ محمدیہ اور گذشتہ امتوں کے بہت سے بزرگوں کے ایمان افروز واقعات بھی درج کیے گئے ہیں ۔ نیز اس کتاب میں بہت سے ایسے مختصر اعمال و مختصر دعائیں بھی مذکور ہیں جن کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

رزقِ اولیاء کے پوشیدہ اسباب

مسمّٰی بہ

تعلیم الرفق فی طلب الرزق

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ اعظم، ترمذیِ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ واعلی درجاتہ فی دار السلام

رزقِ حلال کا میسر آنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ زمانۂ حاضر میں ہر آدمی کثرتِ مصائب اور کثرتِ حاجات کے افکار کی وجہ سے پریشان اور بے چین ہے۔ اس پریشانی اور بے چینی کی سب سے بڑی وجہ مال کی محبت وحرص ہے۔ مال کی محبت ہر برائی اور ہر گناہ کی جڑ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان حلال وحرام کی تمیز ترک کر کے ہر گناہ کے ارتکاب پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس کتاب میں رزق حلال کی ترغیب اور حرام مال کی ترہیب سے متعلق عبرت انگیز واقعات، ایمان افروز اقوال، درد انگیز حکایات اور بزرگوں کے نصیحت آمیز مواعظ کا ایمانی ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ موقع بہ موقع مفید اشعار بھی درج کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب دراصل حضرت محدث اعظم کی دو قیمتی کتب ''ترغیب المسلمین'' اور ''گلستان قناعت'' کا خلاصہ ہے۔

مرتب

عبدِ ضعیف محمد زُہیر رُوحانی بازِی عفا اللہ عنہ وعافاہ

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

چھوٹی اور مختصر دعاؤں کا مجموعہ جس نے ملک بھر میں مقبولیت کے نئے ریکارڈ قائم کر دیئے۔ جیبی سائز کی اس نہایت مبارک کتاب میں ایسی مختصر دعائیں جمع کی گئی ہیں جن کا ثواب و فائدہ بہت زیادہ ہے۔ جو احباب اپنے فوت ہو جانے والے عزیز و اقارب کے لیے صدقۂ جاریہ کے طور پر اس کتابچہ کو طبع کروا کر تقسیم کروانا چاہیں وہ ادارہ سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

پاکستان میں پہلی مرتبہ سی ڈیز پر منفرد علمی تحقیقی دروس
طلبہ علوم نبوت کیلئے عظیم علمی تحفہ و نعمت غیر مترقبہ
خود استفادہ کیجئے اور علمی احباب کو تحفہ پیش کیجئے
مدرّس
عبدِ ضعیف محمد زُہیر رُوحانی بازی عفا اللہ عنہ وعافاہ
ابنِ
محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ اعظم، ترمذیٔ وقت
حضرت مولانا محمد موسیٰ رُوحانی بازی
طیب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام
ابواب الصرف
علم صرف سیکھیے، دُنیا کا آسان ترین طریقہ
تیسیر المنطق
(مکمل کتاب)
علم الصیغۃ
(مکمل کتاب وخاصیات ابواب)
هداية النحو
(مکمل کتاب)
نحوی ترکیب
(انتہائی آسان جدید طریقہ)
مختصر القدوری
(مکمل کتاب)
مرقات
(مکمل کتاب)
کافیۃ
(مکمل کتاب)
اصول الشاشی
(مکمل کتاب)
شرح التهذيب
تفسير القرآن
(پارہ بیس تا پارہ انتیس)
دروس البلاغۃ
(مکمل کتاب)
نور الانوار
(مکمل کتاب)
المعلقات السبع
(ابتدائی تین معلقات مکمل)
شرح الوقاية اخيرين
(جلد اوّل مکمل، کتاب البیع تا کتاب الغصب)
الهداية
(جلد اوّل مکمل)
مختصر المعانی
(مکمل کتاب)
السراجی فی المیراث
(مکمل کتاب)
خصوصیات
نہایت آسان وعام فہم درس جنہیں آپ شروحات کی بنسبت کئی گنا زیادہ مفید پائیں گے۔
ریکارڈنگ نہایت صاف اور واضح۔ نیز ہر سبق کے ساتھ کتاب کا متعلقہ صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے۔
کتاب کھولئے، سی ڈی میں سے متعلقہ سبق چلایئے، آپ خود کو کمرۂ جماعت میں محسوس کرینگے۔
خوشخبری:
اب تمام دروس www.dars-e-nizami.com سے ڈاؤنلوڈ کیجئے یا YouTube پر سنئے۔
YouTube Channel: Jamia Muhammad Musa Albazi

ابواب الصرف